علل الشرائع
(اردو)
مؤلف
شیخ الصدوق علیہ الرحمۃ
مترجم
مولوی سید حسن امداد صاحب
ممتاز الافاضل

عِلَلُ الشّرائع

اردو

شعبۂ خاص

تالیف

الشیخ الصدوق ابی جعفر محمد ابن علی
ابن الحسین موسیٰ بن بابویہ القمی

المتوفی ۳۸۱ھ

مترجم

مولوی سید حسن امداد صاحب ممتاز الافاضل

ناشر

نظامی پریس بکڈپو وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

۷۸۶

عرضِ ناشر

یہ حقیقت ہے کہ روحانی علم حاصل کرنے سے قلب انسانی کو سکون ملتا ہے۔ یہ خود انسان پر منحصر ہے کہ وہ کونسا دین یا کونسا مذہب اختیار کرے۔ کسی بھی دین و مذہب پہ عمل پیرا ہونے کیلئے اس مذہب کے ہدایات کا جاننا ضروری ہے اور ہدایات کا علم کتب کے ذریعہ ہی ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں جناب شیخ الصدوق علیہ الرحمہ کا نام نامی اسم گرامی کا آتا ہے۔ جنھوں نے تقریباً تین سو کتابیں تالیف و تصنیف کیں۔ اور جن کو شیعیت کا ستون کہتے ہیں۔ یہ امام زمانہ کی دعا کے اثر سے ایران کے شہر قم میں ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۸۱ھ میں وفات پائی۔

زیر نظر کتاب "علل الشرائع" جو جناب شیخ الصدوق علیہ الرحمہ کی شہرۂ آفاق کتاب ہے۔ جس کا اردو ترجمہ جناب مولوی سید حسن امداد صاحب ممتاز الافاضل نے کیا ہے۔

"علل الشرائع" میں ایسے سوالات جن کا جواب معصوم علیہم السلام نے بتایا ہے تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ جس کے مطالعہ کے بعد عوام الناس کو انکے ذہن میں پیدا ہونے والی بہت سی "کیوں" کی گتھیاں سلجھ جائیں گی۔ "علل الشرائع" ایسے سوالات کے جوابات فراہم کرتی ہے جو اکثر و بیشتر ذہنِ انسانی میں ابھرتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ نظامی بکڈپو اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اس نادر اور نایاب کتاب کو شائع کر رہا ہے پروردگار عالم قارئین کو اسکے پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ہم بارگاہِ احدیت میں سجدہ ریز ہو کر اپنی اس حقیر کوشش کو امام زمانہ علیہ السلام کے توسط سے چہاردہ معصومین علیہم السلام کی نذر کرتے ہیں۔ اور اسکے اجر ثواب کو صدقے میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کے اپنے والد مرحوم سید نجم الحسن نقوی کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ اور خدا سے اسکی قبولیت کے لئے دست بدعا ہیں۔

دیتا ہوں واسطہ میں جناب امیرؑ کا ٭ مقبول بارگاہ ہو ہدیہ فقیر کا (انیس)

حقیر و فقیر: سید وصی ظہیر نقوی

حصہ اول

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۲۱	وہ سبب جس کی بنا پر نوحؑ کا نام عبد الشکور پڑ گیا۔	۲۱
۲۲	وہ سبب جس کی بنا پر طوفان کا نام طوفان پڑ گیا اور قوس کا سبب	
۲۳	وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے زمانہ نوحؑ میں ساری دنیا کو غرق کر دیا تھا۔	
۲۴	وہ سبب جس کی بنا پر حضرت نوحؑ کی بستی کو اسی (۸۰) لوگوں کی بستی کہا گیا	۲۲
۲۵	وہ سبب جس کی بنا پر حضرت نوحؑ کے فرزند کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے اہل سے نہیں ہے۔	
۲۶	وہ سبب جس کی وجہ سے نجف کا نام نجف رکھا گیا	
۲۷	وہ سبب جس کی بنا پر حضرت نوحؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اگر ان لوگوں کو چھوڑ دیا گیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے سوائے فاجر اور کافر کے کوئی اور نہ پیدا ہوگا۔	۲۳
۲۸	وہ سبب جس کی بنا پر لوگوں میں سوڈانی، ترک اور سقالبہ اور یاجوج و ماجوج پیدا ہو گئے۔	
۲۹	وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے لئے زراعت اور گلہ بانی کو پسند فرمایا۔	۲۴
۳۰	وہ سبب جس کی بنا پر اس ہوا کا نام ریح عقیم رکھا گیا جس سے اللہ نے قوم عاد کو ہلاک کیا اور وہ سبب جس کی بنا پر بلاد عاد میں ریت کثرت سے ہے اور وہ سبب جس کی بنا پر اس ریگستان میں کوئی پہاڑ نہیں اور وہ سبب جس کی بنا پر عاد کا نام ارم ذات العماد رکھا گیا۔	
۳۱	وہ سبب جس کی بنا پر حضرت ابراہیمؑ کا نام ابراہیمؑ رکھا گیا۔	۲۵
۳۲	وہ سبب جس کی بنا پر حضرت ابراہیمؑ خلیل منتخب ہوئے۔	
۳۳	وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے کہا (وابراہیم الذی وفیٰ)	۲۷
۳۴	وہ سبب جس کی بنا پر حضرت اسماعیلؑ نے اپنی ماں کو حجر میں دفن کیا۔	
۳۵	وہ سبب جس کی بنا پر گھوڑوں کو جیاد کہا جاتا ہے۔	۲۸
۳۶	وہ سبب جس کی بنا پر حضرت ابراہیمؑ نے موت کی تمنا کی حالانکہ وہ اب تک اس سے کراہت کرتے رہے تھے۔	
۳۷	وہ سبب جس کی بنا پر ذوالقرنین کو ذوالقرنین کہا جانے لگا۔	۲۹
۳۸	وہ سبب جس کی بنا پر اصحاب الرس کو اصحاب الرس کہتے ہیں اور وہ سبب جس کی بنا پر مجوسیوں نے اپنے مہینوں کے نام ابان و آذر وغیرہ رکھے۔	۳۰
۳۹	وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یعقوبؑ کا نام یعقوبؑ پڑ گیا اور وہ سبب جس کی بنا پر اسرائیل کا نام اسرائیل ہوا۔	۳۲
۴۰	وہ سبب جس کی بنا پر انبیاء اور مومنین آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔	
۴۱	وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کا امتحان لیا اور حضرت یوسفؑ کے خواب کی وجہ سے آپ کا آزمائش میں پڑنا اور اس سلسلے کے واقعات	۳۳

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱۲۵	وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کی کنیت ابوتراب رکھ دی۔	۱۱۷
۱۲۶	وہ سبب جس کی بنا پر امیرالمومنینؑ چار انگوٹھیاں پہنا کرتے تھے۔	۱۱۹
۱۲۷	حضرت امیرالمومنینؑ اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی کیوں پہنا کرتے تھے۔	
۱۲۸	کیا وجہ ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ کے سر کے اگلے حصہ پر بال نہ تھے اور کیا وجہ ہے کہ ان کو الانزع البطین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔	۱۲۰
۱۲۹	وہ سبب جس کی بنا پر حضرت علی کو امیرالمومنین، ان کی تلوار کو ذوالفقار، امام قائم کو قائم اور مہدی کو مہدی کہا جاتا ہے۔	
۱۳۰	وہ سبب جس کی بنا پر حضرت علیؑ ابن ابی طالب قسیم الجنۃ والنار ہوگئے۔	۱۲۲
۱۳۱	وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا وصی نہیں بنایا۔	۱۲۵
۱۳۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کی پرورش کیوں کی۔	۱۲۷
۱۳۳	وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث حضرت علیؑ ہوئے کوئی دوسرا نہ ہوا۔	
۱۳۴	وہ سبب جس کی بنا پر امیرالمومنین علیؑ نے شوریٰ میں شریک ہونا منظور کرلیا۔	۱۲۸
۱۳۵	وہ سبب جس کی بنا پر بعض ائمہ نے تلوار اٹھائی اور بعض اپنے گھر میں خاموش بیٹھ گئے بعض نے اپنی امامت کا اظہار کیا۔ بعض نے اس کو مخفی رکھا۔ بعض نے نشر علوم کیا اور بعض نے نہیں کیا	۱۲۹
۱۳۶	وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت میں حضرت علی کو دو حصے دیئے حالانکہ آپ ان کو اپنا نائب بنا کر مدینہ چھوڑ گئے تھے۔	۱۳۰
۱۳۷	وہ سبب جس کی بنا پر حضرت علیؑ سب سے پہلے داخلِ جنت ہوں گے۔	
۱۳۸	وہ سبب جس کی بنا پر حضرت امیرالمومنینؑ نے کبھی خضاب نہیں لگایا۔	
۱۳۹	وہ سبب جس کی بنا پر سطح کعبہ بتوں کو گراتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بار امیرالمومنینؑ نہ اٹھاسکے۔	۱۳۱
۱۴۰	وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مجھے خروج آذار کی خوش خبری دے گا اس کے لئے جنت ہے۔	۱۳۳
۱۴۱	وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہ آسمان نے کسی ایسے شخص پر سایہ کیا اور نہ زمین نے کسی ایسے شخص کے پاؤں چھوئے جو ابوذر سے زیادہ صادق اللہجہ ہو۔	
۱۴۲	حضرت فاطمہؑ کا نام فاطمہ کیوں رکھا گیا	۱۳۳

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر

حصہ دوم

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۱۹	وہ سبب جس کی بنا پر امام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا قرات نہیں کرے گا۔	
۲۰	وہ سبب جس کی بنا پر سفیہ (جاہل و بے وقوف) اور فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے۔	۲۵۴
۲۱	وہ سبب جس کی بناء پر دلدلی زمین پر نماز جائز نہیں	
۲۲	وہ سبب جس کی بنا پر غیر ختنہ شدہ شخص کے لئے لوگوں کی امامت جائز نہیں	۲۵۵
۲۳	وہ سبب جس کی بنا پر ایک دن اور رات میں نماز فریضہ وسنت مل کر پچاس (۵۰) رکعتیں قرار پائیں	
۲۴	وہ سبب جس کی بنا پر نوافل رکھے گئے۔	
۲۵	وہ سبب جس کی بنا پر کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کاندھے پر کمان یا کمر میں تلوار لگائے ہوئے نماز پڑھے خواہ وہ لوگوں کی امامت کر رہا ہو یا تنہا نماز پڑھ رہا ہو اور وہ سبب جس کی بنا پر مریض کے لئے اذان واقامت ترک کرنا جائز نہیں	۲۵۶
۲۶	وہ سبب جس کی بناء پر نماز عشاء کے بعد دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں۔	۲۵۷
۲۷	وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہؐ نماز عشاء کے بعد دو رکعت بیٹھ کر نہیں پڑھتے تھے مگر لوگوں کو پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔	۲۵۸
۲۸	وہ سبب جس کی بناء پر حالت سجدہ میں ہتھیلیوں کا زمین سے متصل ہونا مستحب ہے۔	
۲۹	وہ سبب جس کی بنا پر سجدہ میں گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے جاتے ہیں۔	
۳۰	وہ سبب جس کی بنو پر رکوع میں سبحان ربی العظیم وبحمدہ اور سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ کہا جاتا ہے۔	۲۵۹
۳۱	وہ سبب جس کی بنا پر نماز کے افتتاح پر امام جماعت کے لئے ایک تکبیر کہنا کافی ہے۔	۲۶۰
۳۲	وہ سبب جس کی بنا پر نماز دو رکوع اور چار سجدوں پر مشتمل ہوتی ہے۔	۲۶۲
۳۳	نماز میں کثرت ملبوسات اور لوازمات کیوں مستحب ہے	
۳۴	وہ سبب جس کی بنا پر مستحب ہے کہ نماز صبح طلوع فجر کے ساتھ ہی ادا کی جائے	
۳۵	وہ سبب جس کی بنا پر فجر اور مغرب کی نمازوں میں اذان واقامت کا ترک کرنا جائز نہیں۔ انسان خواہ سفر میں ہوں خواہ حضر میں	۲۶۳
۳۶	وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر پانچ نمازیں پانچ وقتوں میں فرض کی ہیں۔	
۳۷	وہ سبب جس کی بنا پر تارک الصلاۃ کو کافر کہا جاتا ہے	۲۶۴
۳۸	وہ سبب جس کی بنا پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی اور اس میں سورۃ حمد اور سورۃ حجر کی ایک آیت پڑھی	۲۶۵
۳۹	وہ سبب جس کی بناء پر سجدے میں طول دینا مستحب ہے۔	

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر

الزکاۃ

عید الفطر اور عید الاضحیٰ

فطرہ

حج

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۲۴۶	وہ سبب جس کی بنا پر بکریاں اپنی دم اٹھائے اور شرمگاہ کھولے رکھتی ہیں اور دنبیاں اپنی شرمگاہ چھپائے رکھتی ہیں۔	۳۹۷
۲۴۷	چوپایوں کے بدن پر بال اور پرندوں کے پر ہونے کا سبب	
۲۴۸	بلی اور خنزیر کی خلقت کا سبب	۳۹۸
۲۴۹	وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے مکھی کو پیدا کیا۔	
۲۵۰	کتے کی خلقت کا سبب	
۲۵۱	ذرات کی خلقت کا سبب	۳۹۹
۲۵۲	بڑھاپے کے بغیر چہرے پر بڑھاپے کے آثار نمودار ہونے کا سبب	
۲۵۳	علامت مہر اور اس کا سبب	۴۰۰
۲۵۴	وہ سبب جس کی بنا پر عورت کو مرد کی چاہت ہوتی ہے۔	
۲۵۵	وہ سبب جس کی بنا پر نکاح میں گواہی قرار دی گئی	
۲۵۶	وہ سبب جس کی بنا پر دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع رکھنا حرام ہے	
۲۵۷	وہ سبب جس کی بنا پر کسی عورت کو اس کی پھوپھی یا خالہ کی سوت بنانے سے منع کیا گیا ہے۔	۴۰۱
۲۵۸	وہ سبب جس کی بنا پر عورتوں کا مہر پانچ سو (۵۰۰) درہم قرار پایا۔	
۲۵۹	وہ سبب جس کی بنا پر نجاشی کے یہاں عورت کا مہر چار ہزار (۴۰۰۰) درہم ہو گیا	۴۰۲
۲۶۰	وہ سبب جس کی بنا پر مرد کے لئے یہ جائز ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے پہلے اس کو دیکھ لے۔	
۲۶۱	وہ سبب جس کی بنا پر اگر کوئی مرد اپنی زوجہ سے کہے کہ تو میرے نکاح میں آئی تو باکرہ نہیں تھی تو اس پر کوئی شرعی سزا نہیں ہے۔	
۲۶۲	مہر کا سبب اور اس کا مردوں پر ادا کرنا واجب ہے	
۲۶۳	وہ سبب جس کی بنا پر مہر دس درہم سے کم باندھنا مکروہ ہے۔	۴۰۳
۲۶۴	وہ سبب جس کی بنا پر اگر مرد اپنی زوجہ سے قبل دخول زنا کا مرتکب ہوا ہے تو ان دونوں کو جدا کر دو	
۲۶۵	وہ سبب جس کی بنا پر اگر عورت نے اپنے شوہر کی مباشرت سے پہلے زنا کیا ہے تو ان دونوں کو جدا کر دیا جائے گا اس کے لئے مہر نہیں ہے۔	۴۰۴
۲۶۶	وہ سبب جس کی بنا پر شک کرنے والوں میں شادی کرنا جائز ہے لیکن ان میں اپنی لڑکی دینا جائز نہیں	
۲۶۷	وہ سبب جس کی بنا پر اس گھر میں جس کے اندر کوئی بچہ ہو مباشرت کرنا جائز نہیں	

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد اس اللہ کی جو تمام عالمین کا پروردگار ہے اللہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے ہمارے آقا محمدؐ اور ان کی پاک و طاہر آل پر اور ان پر اللہ کی طرف سے سلام ہو جو سلام کا حق ہے۔

فرمایا شیخ ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ فقیہ قمی نے اللہ ان سے راضی و خوش رہے اور انہیں راضی و خوش رکھے اور جنت کو ان کی بازگشت اور قیام گاہ بنا دے۔

باب (۱) وہ سبب جس کی وجہ سے سماء کا نام سماء رکھا گیا اور دنیا کا نام دنیا اور آخرت کا نام آخرت اور وہ سبب جس کی وجہ سے آدم علیہ السلام کا نام آدم علیہ السلام رکھا گیا اور حوا علیہ السلام کا نام حوا علیہ السلام درہم کا نام درہم اور دینار کا نام دینار اور وہ سبب جس کی وجہ سے گھوڑے کے لئے اجد کہا جاتا ہے اور خچر کے لئے عد کہا جاتا ہے اور وہ سبب جس کی وجہ سے گدھے کے لئے حر کہا جاتا ہے

بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب نے کہ علی بن محمد نے اپنے اسناد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ۔ ایک مرتبہ ایک یہودی حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا امیرالمومنین میں چند چیزوں کے متعلق آپ سے سوال کروں گا اگر آپ نے صحیح صحیح بتا دیا تو میں اسلام لے آؤنگا۔ حضرت علی علیہ السلام نے کہا اے مرد یہودی مجھ سے جو چاہے پوچھ لے اس لئے کہ ہم اہلبیت سے زیادہ صاحب علم تجھے کوئی بھی نہ ملے گا۔ یہودی نے کہا یہ بتائیں کہ یہ زمین کس چیز پر ٹکی ہوئی ہے ۔ یہ بتائیں کہ بعض بچے اپنے چچا سے اور بعض بچے اپنے ماموں سے کیوں مشابہ ہوتے ہیں اور یہ بتائیں کہ زن و شوہر کے نطفوں میں سے کس نطفے سے بال و خون و گوشت و ہڈی و پٹھے بنتے ہیں اور یہ بتائیں کہ سماء کا نام سماء اور دنیا کا نام دنیا اور آخرت کا نام آخرت اور آدم کا نام آدمؑ اور حوا کا نام حوا اور درہم کا نام درہم اور دینار کا نام دینار کیوں ہے اور گھوڑے کو اجد خچر کو عد اور گدھے کو حر کیوں کہا جاتا ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا سنو ۔ زمین ایک ملک کے کندھے پر ٹکی ہوئی ہے اور اس ملک کے پاؤں ایک چٹان پر ہیں اور چٹان ایک بیل کے سینگ پر اور بیل کے پاؤں مچھلی کی پشت پر اور مچھلی نچلے سمندر میں اور سمندر ایک تاریکی پر اور تاریکی ایک بانجھ اور بنجر شے پر اور بانجھ و بنجر شے ایک تر اور گیلی مٹی پر اور اس گیلی مٹی کے نیچے کیا ہے ۔ اس کو سوائے خدا عزوجل کے اور کوئی نہیں جانتا اور بعض بچے چچا اور بعض ماموں کے مشابہ کیوں ہوتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ اگر مرد کا نطفہ عورت کے نطفے سے پہلے رحم میں پہنچ جائے تو جو بچہ ہوگا وہ اپنے چچا کے مشابہ ہوگا اور مرد کے نطفے سے ہی ہڈیاں اور پٹھے تیار ہوتے ہیں ۔ اور اگر عورت کا نطفہ مرد کے نطفے سے پہلے رحم میں پہنچے تو جو بچہ پیدا ہوگا وہ اپنے ماموں کے مشابہ ہوگا اور عورت ہی کے نطفے سے بال اور جلد و گوشت تیار ہوتے ہیں کیونکہ یہ نطفہ زرد و رقیق ہوتا ہے اور سماء کا نام سماء اس لئے ہے کہ یہ وسم السماء یعنی معدن آب ہے ۔ دنیا کو دنیا اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ ہر شے سے زیادہ پست چیز ہے ۔ آخرت کو آخرت اس لئے کہا گیا ہے کہ اسی میں جزاء و ثواب ملے گا ۔ آدم کا نام آدمؑ اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ ادیم ارض (زمین کے چمڑے) سے پیدا کئے گئے اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے

جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور حکم دیا کہ وہ زمین کی سطح سے چار قسم کی مٹیاں لائیں۔ سفید مٹی، سرخ مٹی، پیلی مٹی اور سیاہ مٹی ہموار و ناہموار زمین سے لائیں پھر حکم دیا کہ اب چار طرح کے پانی لائیں یعنی شیریں پانی، نمکین پانی، کڑوا پانی اور بدبودار پانی جب سب پانی آگئے تو حکم دیا کہ یہ تمام پانی مٹی میں ڈال دیں پھر اللہ نے اپنی قدرت سے اسکو گوندھا تو نہ کوئی مٹی بچی جسے پانی کی احتیاج ہو اور نہ کوئی پانی بچا جو مٹی کا محتاج ہو۔ پھر اللہ نے شیریں پانی ان کے حلق میں۔ نمکین پانی ان کی آنکھوں میں کڑوا پانی ان کے کانوں میں اور بدبودار پانی ان کی ناک میں قرار دیا۔

اور حوا کا نام حوا اس لئے رکھا گیا کہ وہ حیوان سے پیدا کی گئیں اور گھوڑے کو اجد اس لئے کہا جاتا ہے کہ یوم قتل ہابیل سب سے پہلے جس نے گھوڑے کی سواری کی وہ قابیل تھا اور یہ مصرعہ گنگناتا جاتا تھا **اجدالیوم وما... ترک الناس وما** (میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ اب انسان کا کوئی حوں نہیں ہوگا) اس لئے گھوڑے کو اجد کہتے ہیں اور خچر کو اس لئے عد کہتے ہیں کہ حضرت آدم خچر پر سوار ہوئے اور ان کا ایک لڑکا تھا جس کا نام معد تھا جو جانوروں کا بڑا شوقین تھا۔ اور وہی حضرت آدم کو خچر پر بٹھا کر اسے ہانکتا تھا جب وہ سرکشی کرتا تو حضرت آدم پکارتے کہ اے معد اے معد اسے ہانکو اس لئے وہ خچر معد کے نام سے مانوس ہو گیا تھا تو لوگوں نے معد کی میم کو چھوڑا اور صرف عد کہنے لگے۔

اور گدھے کو حمر اس لئے کہا جاتا ہے کہ گدھے پر سب سے پہلے حضرت حوا سوار ہوئیں اس لئے کہ ان کے پاس ایک گدھی تھی جس پر سوار ہو کر وہ اپنے بیٹے ہابیل کی قبر کی زیارت کے لئے جاتی تھیں اور درمیان میں کہتی جاتی تھیں **واحمرا!!** اور جب وہ یہ کہتی تھیں تو گدھی چلنے لگتی تھی اور چپ ہو جاتیں تو گدھی سرکشی کرنے لگتی تو لوگ تمام حروف کو چھوڑ کر صرف حمر کہنے لگے۔

درہم کا نام درہم اس لئے ہوا کہ یہ در حقیقت دار ہم (غمکدہ) ہے جو شخص اس کو جمع کرے گا اور اطاعت الٰہی میں صرف نہیں کرے گا وہ اس کو جہنم میں پہونچادے گا۔

اور دینار کو دینار اس لئے کہا جاتا ہے کہ در حقیقت دار نار ہے جو اس کو جمع کرے گا اور اطاعت الٰہی میں صرف نہیں کرے گا وہ اس کو جہنم کا وارث بنادے گا۔

یہ سنکر یہودی نے کہا یا امیر المومنین آپ نے سچ فرمایا آپ نے جو کچھ کہا وہ میں نے توریت میں دیکھا ہے اس کے بعد وہ امیر المومنین کے ہاتھوں پر اسلام لے آیا اور آپ کی خدمت میں رہا یہاں تک کہ جنگ صفین میں شہید ہوا۔

باب (۲) وہ سبب جس کی وجہ سے آگ کی پرستش کی گئی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے کہ انہوں نے سنا محمد ابن حسین بن ابی الخطاب اور احمد بن محمد بن عیسیٰ سے یہ دونوں کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن سنان نے کہ انہوں نے سنا اسماعیل بن جابر اور کرام بن عمر سے انہوں نے سنا عبدالحمید بن ابی الدیلم سے انہوں نے روایت کی حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ جب قابیل نے دیکھا کہ آگ نے ہابیل کی قربانی قبول کر لی تو ابلیس نے اس سے بڑھکر کہا کہ ہابیل چونکہ اس آگ کی پرستش کرتا تھا اس لئے اس نے اس کی قربانی قبول کر لی۔ تو قابیل نے جواب دیا کہ میں اس آگ کی تو پرستش نہیں کروں گا جس کی پرستش ہابیل کرتا تھا مگر ہاں دوسری آگ کی پرستش کروں گا اور اس کے سامنے اپنی قربانی پیش کروں گا وہ آگ میری قربانی قبول کرے گی۔ اس لئے اس نے آتش کدہ بنایا اور اس کی پرستش کرنے لگا اور اسے اپنے پروردگار کی معرفت نصیب نہ ہوئی چنانچہ اس کی جتنی اولادیں پیدا ہوئیں وہ سب آتش پرست ہو گئیں۔

باب (۳) وہ سبب جس کی وجہ سے بت پوجے جانے لگے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے احمد بن محمد ابن عیسیٰ نے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے محمد بن خالد برقی نے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے حماد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حریز ابن عبداللہ سجستانی سے اور انہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے وقالوا لا تذرن آلھتکم ولا تذرن وداً ولا سواعاً ولا یغوث و یعوق و نسراً (اور کہنے لگے کہ تم اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو اور نہ "ود" اور نہ "سواع" کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو) سورۃ نوح۔ آیت نمبر ۲۳ کے متعلق روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جن کے نام لئے گئے ہیں یہ سب اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے جب یہ مرگئے تو ان کی قوم چیخنے پیٹنے لگی۔ اور ان کی موت ان لوگوں پر شاق ہوئی تو ان کے پاس ابلیس علیہ اللعن آیا اور بولا (صبر کرو) میں ان لوگوں کی شکل کا بت بنا دیتا ہوں کہ تم انہیں دیکھنا ان سے انس رکھنا اور اللہ کی عبادت کرنا چنانچہ ابلیس نے ان کے ہمشکل چند بت بنا دئے اور وہ لوگ اللہ کی عبادت کرتے اور ان بتوں کی شکلوں کو دیکھتے رہتے۔ اور جب جاڑے اور بارش کا موسم آتا تو انہیں گھروں میں لیجا کر رکھتے اور اللہ کی عبادت کرتے رہتے یہاں تک کہ وہ نسل ختم ہو گئی ان کی اولاد بڑی ہوئی تو کہنے لگی کہ ہمارے باپ دادا ان ہی کی تو عبادت کرتے تھے چنانچہ وہ لوگ ان کی عبادت کرنے لگے اور اللہ کی عبادت ترک کردی اسی بنا پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ولا تذرن وداً ولا سواعاً۔

باب (۴) وہ سبب جس کی وجہ سے عود کو خلاف بھی کہتے ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے نعمان سے انہوں نے یزید بن معاویہ عجلی سے ان کا بیان ہے کہ امام محمد باقر ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ عود کا نام خلاف اس طرح پڑ گیا کہ ابلیس نے عود سے سواع کے شکل کی ایک سورت بنائی ود کی شکل کے خلاف اس لئے عود کا خلاف نام پڑ گیا۔ یہ حدیث طویل ہے میں نے یہاں بقدر حاجت نقل کیا ہے۔

باب (۵) کیا وجہ ہے کہ تمام وحشی جانور اور چڑیاں اور درندے وغیرہ ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے

(۱) مجھ سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے حسین بن حسن بن ابان سے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے عبداللہ بن محمد سے انہوں نے حماد بن عثمان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ تمام وحشی جانور اور پرندے اور درندے بلکہ تمام مخلوق الٰہی پہلے آپس میں میل ملاپ اور اختلاط رکھتے تھے مگر جب آدمؑ کے بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تو ان میں نفرت پیدا ہوئی اور ایک دوسرے سے ڈرنے لگے۔ ہر ایک صرف اپنی اپنی شکل و صورت والوں سے ملنے جلنے لگا۔

باب (۶) کیا وجہ ہے کہ انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ملائکہ سے بہتر ہیں اور انسانوں ہی میں ایسے بھی ہیں جو جانوروں سے بدتر ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ کہا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن

حکم سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام دریافت کیا کہ ملائکہ افضل ہیں یا بنی آدم تو آپ نے کہا امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو عقل دی بغیر شہوت و خواہش کے اور جانوروں کو شہوت و خواہش دی بغیر عقل کے اور بنی آدم کو دونوں چیزیں دیں۔ پس جس کی عقل خواہش پر غالب رہے گی وہ ملائکہ سے بہتر ہے اور جس کی شہوت و خواہش عقل پر غالب رہے وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے۔

باب (۷) کیا سبب ہے کہ انبیاء و رسل اور حجتہائے خدا صلوات اللہ علیہم ملائکہ سے افضل ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے کہ بیان کیا مجھ سے فرات بن ابراہیم بن فرات کوفی نے اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن علی ہمدانی نے اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالفضل العباس بن عبداللہ بخاری نے اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن قاسم بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن قاسم بن محمد بن ابی بکر نے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے عبدالسلام بن صالح ہروی نے روایت کرتے ہوئے حضرت علی ابن موسیٰ رضا سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار موسیٰ بن جعفر سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن حسین سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حسین ابن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی بن ابی طالب علیہم السلام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے کوئی مخلوق مجھ سے افضل اور زیادہ مکرم اپنے نزدیک نہیں پیدا کی اور حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ افضل ہیں یا جبرئیل؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علی اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و مرسلین کو اپنے ملائکہ مقربین پر فضیلت دی اور مجھے تمام انبیاء و مرسلین پر فضیلت عطا فرمائی اور یہ فضیلت میرے بعد تم کو اور تمہارے بعد آئمہ کو عطا فرمائی۔ اور ملائکہ تو ہم لوگوں کے خادم ہیں بلکہ ہمارے دوستوں کے بھی خادم ہیں۔ اے علی (وہ فرشتے جو کہ) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے گرد و پیش ہیں وہ اللہ کے نام کی تسبیح پڑھتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جو ہم لوگوں کی ولایت و دوستی پر ایمان لاتے ہیں۔

اے علی اگر ہم لوگ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ نہ آدم کو پیدا کرتا۔ نہ حوا کو۔ نہ جنت کو۔ نہ جہنم کو۔ نہ آسمان کو نہ زمین کو۔ پھر ہم لوگ ملائکہ سے کس طرح افضل نہیں ہوتے جبکہ ہم لوگ اپنے رب کی معرفت اور اس کی تسبیح و تہلیل و تقدیس میں ان ملائکہ سے سابق تھے۔ اس لئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا کیا وہ ہماری روحیں تھیں اور ہم لوگوں کو اپنی توحید اور تحمید کے ساتھ گویا کیا اس کے بعد ملائکہ کو پیدا کیا۔ جب ان ملائکہ نے ہماری ارواح کو بشکل نور دیکھا تو ہم لوگوں کو ہی سب سے عظیم تر سمجھنے لگے تو ہم لوگوں نے اللہ کی تسبیح شروع کر دی تاکہ ملائکہ سمجھ لیں کہ ہم لوگ مخلوق ہیں اور اللہ ہم لوگوں کی صفات سے کہیں بالاتر ہے۔ پس ہم لوگوں کی تسبیح سن کر ملائکہ بھی تسبیح پڑھنے لگے اور اللہ کو ہم لوگوں کی صفات سے بالاتر سمجھنے لگے اور جب ان لوگوں نے مشاہدہ کیا اور ہم لوگوں کی شان ہی کو عظیم سمجھنے لگے پس ہم لوگوں نے لا الہ الا اللہ کہنا شروع کیا تاکہ ملائکہ یہ سمجھیں کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں۔ ہم لوگ اس کے بندے ہیں۔ ہم لوگ اللہ نہیں ہیں ہم پر بھی واجب ہے کہ اس اللہ کی عبادت کریں یہ سن کر ملائکہ نے بھی لا الہ الا اللہ کہنا شروع کیا۔ پھر مشاہدہ کیا تو ہم لوگوں کے محل و مقام کو بہت بڑا سمجھنے لگے۔ ہم لوگوں نے فوراً کہا اللہ اکبر تاکہ ملائکہ یہ سمجھیں کہ اللہ سب سے بڑا ہے اسی کی بارگاہ سے بلند مقام عطا ہوتا ہے۔ پھر جب ملائکہ نے ہم لوگوں کی عزت و قوت دیکھی جو اللہ نے ہم لوگوں کو عطا فرمائی تو ہم لوگوں نے فوراً کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ تاکہ ملائکہ سمجھ لیں کہ ہم لوگوں کے پاس نہیں کوئی قوت اور نہیں کوئی طاقت مگر صرف اللہ کی دی ہوئی۔ پھر جو نعمتیں اللہ نے ہم لوگوں کو دی ہیں اور جو فریضہ اطاعت ہم لوگوں پر واجب کیا ہے جب فرشتوں کی اس پر نظر پڑی تو ہم لوگوں نے فوراً کہا الحمد اللہ تاکہ فرشتے یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا ہم لوگوں کے

او پر کس قدر حق ہے۔ یہ سنکر ملائکہ بھی کہنے لگے الحمد اللہ۔ پس اس طرح ہم لوگوں کے ذریعہ ملائکہ نے اللہ کی توحید کی معرفت اس کی تسبیح اس کی تہلیل اور اس کی تمجید کی طرف ہدایت پائی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو خلق کیا اور ہم لوگوں کو ان کے صلب میں ودیعت کر دیا اور صرف ہم لوگوں کی تعظیم و تکریم کے پیش نظر ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ اور ملائکہ کا یہ سجدہ اللہ کے لئے عبودیت کا تھا اور حضرت آدمؑ کے لئے تعظیم و اکرام کے لئے تھا۔ اس لئے کہ ہم لوگ ان کے صلب میں تھے پھر کیسے ہم لوگ ملائکہ سے افضل نہ ہوں گے جبکہ سارے ملائکہ نے حضرت آدم کو سجدہ کیا۔

اور جب مجھے آسمانوں کی طرف لیجایا گیا تو جبرئیل نے وہاں اذان کی ہر فقرے کو دو دو مرتبہ کر کے اور اقامت کی ہر فقرے کو دو دو مرتبہ کر کے مجھ سے کہا اے محمدؐ آگے بڑھئے میں نے کہا اے جبرئیل میں تمہارے ہوتے ہوئے آگے بڑھوں؟ انہوں نے کہا ہاں اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو اپنے تمام ملائکہ پر فضیلت دی ہے اور آپ کا فضل و شرف تو خاص ہے۔ چنانچہ میں آگے بڑھا اور ان سب کو نماز پڑھائی مگر میں اس پر فخر نہیں کرتا۔ اور جبکہ میں نور کے حجابوں تک پہونچا تو جبرئیل نے کہا اے محمدؐ اب آپ آگے بڑھیں اور انہوں نے میرا ساتھ چھوڑا تو میں نے کہا اے جبرئیل تم نے ایسے مقام پر میرا ساتھ چھوڑ دیا؟ تو انہوں نے کہا اے محمدؐ اللہ تعالیٰ نے جو حد میرے لئے مقرر کی یہاں پر ختم ہو جاتی ہے اگر میں نے اس حد سے تجاوز کیا تو حدود الہٰی سے تجاوز کرنے پر میرے بال و پر جل جائیں گے۔ پھر انہوں نے مجھے اس نور میں غوطہ دے دیا اور اب میں وہاں پہنچ گیا جہاں اللہ اپنے ملک کی بلندی میں مجھے پہنچانا چاہتا تھا۔ پھر مجھے ندا دی گئی تو میں نے عرض کیا لبیک و سعدیک اے تبارک و تعالیٰ پھر ندا آئی اے محمدؐ تو میرا بندہ ہے میں تیرا رب ہوں لہٰذا تم میری ہی عبادت کرنا اور مجھ ہی پر توکل کرنا اور تم ہی تو میرے بندوں میں میرے نور اور میری مخلوقات کی طرف میرے رسول اور میری تمام مخلوق پر میری حجت ہو۔ تمہارے لئے اور تمہاری اتباع کرنے والوں کے لئے میں نے جنت خلق کی ہے اور جو تمہاری مخالفت کرے گا اس کے لئے میں نے جہنم خلق کی ہے۔ تمہارے اوصیاء کے لئے میں نے اپنے کرم کو لازم کر دیا ہے اور ان کے شیعوں کے لئے میں نے اپنی طرف سے ثواب دینا واجب کر لیا ہے۔ میں نے عرض کیا پروردگار میرے اوصیاء کون ہیں تو آواز آئی اے محمدؐ تمہارے اوصیاء کے نام تو ستون عرش پر لکھے ہوئے ہیں اور اگرچہ میں اپنے رب کے سامنے تھا مگر میں نے وہیں سے نظر کی تو ملاحظ عرش پر بارہ نور ہیں اور ہر نور ایک ہرے رنگ کی سطر میں ہے اور ہر سطر میں اوصیاء میں سے ہر وصی کا نام مرقوم ہے جن کے اندر پہلے علی ابن ابی طالب تھے اور آخر میں میری امت کے مہدی ہیں۔ میں نے عرض کیا پروردگار میرے بعد یہ سب میرے اوصیاء ہوں گے؟ تو آواز آئی اے محمدؐ ہاں اے محمدؐ تمہارے بعد یہی میرے اولیاء میرے احباء میرے اصفیاء اور میری حجتیں ہیں میری مخلوق پر اور یہی تمہارے بعد تمہارے اوصیاء اور تمہارے خلفاء ہیں جو مخلوق میں تمہارے بعد سب سے بہتر ہیں۔ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم میں ان ہی لوگوں کے ذریعہ اپنے دین کو غالب کروں گا۔ ان ہی کے ذریعہ اپنے حکم کو بلند کروں گا ان کے آخری فرد کے ذریعہ زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک کروں گا اسے زمین کے سارے مغرب و مشرق پر قابو اور تمکن دوں گا۔ اس کے لئے ہوا کو مسخر کروں گا بھاری بھاری بادلوں کو اس کا مطیع کروں گا۔ اس کے اسباب میں اضافہ کروں گا۔ اپنی فوج سے اس کی مدد کروں گا۔ اپنے ملائکہ سے اس کی نصرت کروں گا یہاں تک ہماری دعوت بلند ہو جائے اور ساری مخلوقات ہماری توحید پر جمع ہو جائے پھر میں اس کے ملک و سلطنت کو دوام بخشوں گا اور روز قیامت تک اس سلطنت کا سلسلہ اپنے اولیاء میں چلاؤں گا۔

(۲) مجھ سے بیان کیا علی بن احمد بن عبد اللہ برقی نے کہ بیان کیا مجھ سے میرے باپ نے روایت کرتے ہوئے اپنے دادا احمد ابن ابی عبد اللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں عمرو بن جمیع سے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا کہ جب جبرئیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں آتے تھے تو آپ کے سامنے وہ اس طرح بیٹھتے تھے کہ جیسے ایک غلام اپنے آقا کے سامنے بیٹھتا ہے۔ اور گھر میں داخل نہ ہوتے تھے جب تک کہ آنحضرتؐ سے اجازت نہ لے لیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے باپ سے

روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے و محمد بن ابی عمیر سے اور ان سب لوگوں نے روایت کی ابان بن عثمان سے انہوں نے روایت کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ جب احد کے دن اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درجہ شکست کھائی کہ آنحضرت کے ساتھ سوائے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ابو دجانہ سماک بن خرشہ کے اور کوئی نہ رہا تو آنحضرتؑ نے ان سے فرمایا اے ابو دجانہ کیا تم اپنی قوم کو نہیں دیکھ رہے ہو ابو دجانہ نے کہا ہاں دیکھ رہا ہوں کیا پھر تم بھی اپنی قوم کے ساتھ جا کر ملحق ہو جاؤ ابو دجانہ نے کہا میں نے اللہ اور اس کے رسول کے ہاتھ پر اس کے لئے بیعت نہیں کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں اجازت ہے۔ ابو دجانہ نے کہا خدا کی قسم میں قریش سے یہ ہرگز نہیں کہنا چاہتا کہ میں بھی آپ کو چھوڑ کر بھاگ گیا لہذا اب تو جو آپ کو جھیلنی پڑے گی وہی میں بھی جھیلوں گا۔ یہ سنکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ اور حضرت علی علیہ السلام کا یہ عالم تھا کہ جب مشرکین کا کوئی گروہ آنحضرتؐ پر حملہ کرتا تو یہ ان کا مقابلہ کرتے اور مار بھگاتے اور ان میں سے اکثر قتل ہوتے یا زخمی ہوتے کہ اسی اثنا میں حضرت علی کی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آدمی اپنے اسلحہ کے ذریعہ ہی تو جنگ کرتا ہے مگر میری تلوار ٹوٹ گئی۔ یہ سنکر آنحضرتؐ نے انہیں اپنی تلوار ذوالفقار عطا فرمائی۔ پھر وہ اسی تلوار سے آنحضرتؐ کا مسلسل دفاع کرتے رہے یہاں تک سارے مشرکین شکست کھا کر بھاگ گئے تو آنحضرتؐ پر جبرئیل نازل ہوئے اور کہا یا محمدؐ اس وقت علیؑ نے آپ کے ساتھ جو کام کیا اس کا نام مساوات و ہمدردی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا (وہ کیوں ایسا نہ کرتے) وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ جبرئیل نے کہا اور میں آپ دونوں سے ہوں اور لوگوں نے آسمان سے یہ آواز آتے ہوئے سنی کہ **لا سیف الا ذوالفقار و لا فتی الا علی**

(ثمت) مصنف کتاب ہذا رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جبرئیل کا یہ کہنا کہ "وانا منکما" اور میں آپ دونوں سے ہوں یہ ان کی طرف سے تمنا کا اظہار ہے کہ کاش میں ان دونوں سے ہوتا۔ اگر جبرئیل ان دونوں سے افضل ہوتے تو یہ ہرگز نہ کہتے اور ہرگز یہ تمنا نہ کرتے کہ وہ اپنے بلند درجے سے اتر کر ایک پست درجہ میں آجائیں۔ بلکہ "وانا منکما" اس لئے کہا تاکہ وہ اپنے درجے سے بلند درجہ پر پہنچ جائیں اور بلند سے بلند تر درجہ اور فضیلت بالائے فضیلت حاصل ہو جائے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار نیشاپوری رحمہ اللہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن قتیبہ نے وہ کہتے ہیں بیان کیا مجھ سے فضل بن شاذان نے روایت کرتے ہوئے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم بالا پر لیجایا گیا اور وہاں نماز کا وقت آگیا تو جبرئیل نے اذان دی اور اقامت کہی۔ پھر کہا اے محمد آگے بڑھیں اور نماز پڑھائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل تم آگے بڑھو۔ جبرئیل نے کہا میں جب سے اللہ تعالی نے ہم لوگوں کو حضرت آدم کو سجدے کا حکم دیا میں کسی آدمی کے ہوتے ہوئے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

(۵) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدالوہاب قرشی نے وہ کہتے ہیں کہ بتایا مجھ کو احمد بن فضل نے کہ بیان کیا مجھ سے منصور بن عبداللہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن مہزیار نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابراہیم عوفی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن حکم براجمی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے شریک بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابی وقاص عامری سے اور انہوں نے محمد بن عمار ابن یاسر سے انہوں نے اپنے والد سے ان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپؐ فرمارہے تھے کہ علی ابن ابی طالب کے کراماً کاتبین (دو محافظ فرشتے) دوسرے لوگوں کے کراماً کاتبین پر یقیناً فخر کریں گے کہ ہم علی ابن ابی طالب کے کراماً کاتبین ہیں۔ اس لئے کہ علی کے نامہ اعمال میں کوئی ایسی بات اوپر لے کر نہیں گئے کہ جس سے اللہ تعالی ناراض ہوتا۔

باب (۸) اللہ تعالیٰ نے کسی شے کو بغیر کسی مقصد کے نہیں پیدا کیا۔

(۱) ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی فقیہ مصنف کتاب رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہما نے ان دونوں کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے جمیل بن دراج اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ اس نے آپ سے چند حلال و حرام چیزوں کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ نے کوئی شے بغیر کسی مقصد کے پیدا نہیں کی۔

باب (۹) علت خلق اور ان کے حالات میں اختلاف کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے حسین بن عبیداللہ سے اور انہوں نے حسن بن علی بن ابی عثمان سے انہوں نے عبدالکریم بن عبیداللہ سے انہوں نے سلمہ بن عطار سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت حسین ابن علی علیہما السلام اپنے اصحاب کے مجمع میں آئے اور فرمایا **ایہا الناس اللہ تعالیٰ جل ذکرہ** نے بندوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ اس کی معرفت حاصل کریں اور جب اس کی معرفت حاصل کریں گے جب اس کی عبادت کریں گے تو اللہ کے سوا کسی اور بندے کی بندگی سے مستغنی ہو جائیں گے۔ پھر ایک شخص نے کہا فرزند رسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان، اللہ کی معرفت کیا ہے؟ فرمایا کہ ہر اہل زمان کو اپنے زمانے کے امام کی معرفت کہ جس کی اطاعت ان لوگوں پر فرض ہے۔

مصنف کتاب ہذا کہتے ہیں کہ آپ جناب کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانے کے لوگ یہ جان لیں کہ اللہ وہ ہے کہ جس نے کسی زمانہ کو بغیر امام معصوم کے خالی نہیں چھوڑا پس جس نے اللہ کی عبادت بغیر حجت خدا کو تسلیم کئے ہوئے کی اس نے گویا غیر اللہ کی عبادت کی۔

(۲) مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبدالعزیز بن یحییٰ علوی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن ذکریا جوہری نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے جعفر بن محمد بن عمارہ نے بیان کیا اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مرتبہ پوچھا کہ اللہ نے مخلوقات کو کس لئے پیدا کیا؟ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو عبث پیدا نہیں کیا اور نہ انہیں ویسے ہی چھوڑ دیا بلکہ انہیں اپنی قدرت کے اظہار کے لئے پیدا کیا نیز اس لئے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اللہ کی رضا و خوشنودی کے مستحق بن جائیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے کسی منفعت حاصل کرنے یا ان کے ذریعہ کسی مضرت کو دور کرنے کے لئے نہیں بنایا بلکہ اس لئے کہ وہ ان لوگوں کو نفع پہنچائے اور انہیں ابدی نعمتوں تک پہنچا دے۔

(۳) مجھ سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا کہنا ہے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے سہل بن زیاد سے اور انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے اور انہوں نے محمد بن زید سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تاکہ آپ جناب سے توحید باری کے متعلق سوال کروں تو آپ نے مجھے یہ املا کرا دیا۔

حمد اس خدا کی جو تمام اشیاء کا پیدا کرنے والا ہے بحیثیت موجد کے اور اس کا اختراع کرنے والا ہے۔ پہلے بغیر کسی اور شے کو سامنے رکھ کر نہیں بلکہ صرف اپنی حکمت اور قدرت سے ورنہ اس کو اختراع کہنا درست نہیں ہوگا اور کسی نمونہ کے ذریعے نہیں ورنہ اس کو ابداع کہنا صحیح نہیں ہوگا۔

اس نے اپنی حکمت اور اپنی ربوبیت کے اظہار کے لئے جو چاہا اور جیسا چاہا پیدا کیا یکتائی کے ساتھ۔ عقلیں اس کو اپنی گرفت میں نہیں لا سکتیں وہم و خیال اس تک پہنچ نہیں سکتے۔ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں وہ کسی پیمانے سے ناپا تولا نہیں جا سکتا ساری تعبیریں اس کے

سامنے ہیچ ساری نگاہیں اس کے سامنے بے سود۔ اس میں صفات کا الٹ پھیر کرنا گمراہی ہے۔ وہ بغیر کسی حجب کے حجاب کے اندر ہے۔ وہ بغیر کسی پردے کے پردے میں چھپا ہوا ہے۔ وہ بغیر دیکھے پہچانا جاتا ہے۔ بغیر اس کی صورت کے اس کی تعریف کی جاتی ہے۔ بغیر جسم کے اس کی توصیف ہوتی ہے۔ نہیں ہے کوئی سوائے اس اللہ کے وہ کبیر و متعال ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن الحسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور انہوں نے حسن بن محبوب سے نیز بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے حبیب سجستانی سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کی صلب سے آدم کی تمام ذریات کو نکالا تاکہ اس سے اپنی ربوبیت اور ہر نبی کی نبوت کا اقرار کا عہد و میثاق لے اور ان سے سب سے پہلے جس عہد کا میثاق لیا گیا وہ محمدؐ ابن عبداللہ کی نبوت کا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آدم سے کہا ذرا دیکھو تمہیں کیا نظر آتا ہے۔ آدمؑ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ ذرات کی شکل میں آسمان کے اندر بھرے ہوئے تھے آدمؑ نے کہا پروردگار، میری ذریت کتنی زیادہ ہے تو نے انہیں کس لئے پیدا کیا اور تو ان سے یہ عہد و میثاق کس بات کا لے رہا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس بات کا کہ یہ صرف میری ہی عبادت کریں گے اور عبادت میں میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور میرے رسولوں پر ایمان لائیں گے اور ان کی اتباع کریں گے۔ آدمؑ نے کہا پروردگار، یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں ان کے بعض ذرے بعض سے بڑے ہیں اور بعض میں چمک زیادہ ہے اور بعض میں چمک کم ہے اور بعض میں تو چمک بالکل ہی نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ان کو اس طرح پیدا کیا ہے تاکہ تمام تمام حالات میں ان کا امتحان لوں۔ آدمؑ نے عرض کی پروردگار کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس سلسلے میں کچھ بات کروں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں بات کرو تمہاری روح تو میری ہی پیدا کردہ روح ہے مگر تمہاری فطرت میری کو نیت کے خلاف ہے۔ آدمؑ نے کہا پروردگار کاش تو ان سب کو ایک طرح کا، ایک پیمانے کا، ایک طبیعت کا، ایک سرشت کا، ایک رنگ کا پیدا کرتا۔ انہیں ایک ہی مقدار میں عمر، ایک ہی مقدار میں رزق دیتا تاکہ کوئی ایک دوسرے سے برسرپیکار نہ ہوتا اور نہ ہی ایک دوسرے سے بغض، حسد رکھتا اور کسی چیز پر آپس میں اختلاف نہ ہوتا۔

اللہ جل جلالہ نے فرمایا اگرچہ تم میری روح کی وجہ سے گویا ہوئے مگر اپنی ضعف فطرت کی وجہ سے وہ کچھ کہہ گئے جس کا تمہیں علم نہیں سنو میں خالق و عالم ہوں اور میں نے اپنے علم کی بنا پر ان کی خلقت میں فرق و اختلاف رکھا میری مشیت سے ان پر ان میں میرا حکم چلے گا اور میری ہی تدبیر و تقدیر پر یہ لوگ گزران کرتے رہیں گے۔ میری خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ میں نے جن و انس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں اور جنت کو ان لوگوں کے لئے پیدا کیا جو ان میں سے میری عبادت اور میری اطاعت کریں گے اور میرے رسولوں کی اتباع کریں گے اور میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں نے تمہیں اور تمہاری ذریت کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ مجھے اس کی ضرورت تھی بلکہ تمہیں اور ان لوگوں کو میں نے اس لئے پیدا کیا کہ تمہیں بھی آزماؤں اور ان لوگوں کو بھی آزماؤں کہ دار دنیا میں دوران حیات اور قبل ممات تم میں سے کون ہے جو ازروئے عمل بہتر ہے اور اسی بنا پر میں نے دنیا و آخرت و حیات و موت و اطاعت و معصیت و جنت و جہنم کو پیدا کیا۔ اور اسی طرح میں نے اپنی تقدیر اور اپنی تدبیر میں اور میرا وہ علم جو ان لوگوں پر نافذ ہے اس میں، میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ ان کی صورتوں کو ان کے اجسام کو ان کے رنگ کو ان کی عمروں کو ان کی روزی کو ان کی اطاعت ان کی معصیت کو ایک دوسرے سے مختلف رکھوں گا۔ لہٰذا ان میں سے کسی کو سعید کسی کو شقی، کسی کو بینا کسی کو نابینا، کسی کو پستہ قد کسی کو دراز قد، کسی کو خوبصورت کسی کو بدصورت، کسی کو عالم کسی کو جاہل، کسی کو دولتمند کسی کو فقیر، کسی کو فرمانبردار کسی کو نافرمان، کسی کو صحت مند کسی کو مریض، کسی کو مرض زدہ کسی کو بغیر تکلیف کے قرار دیا۔ اس لئے کہ جب کوئی تندرست کسی مریض کو دیکھے تو اپنی صحت و عافیت پر میرا شکر ادا کرے اور جب کوئی مریض کسی صحت مند کو دیکھے تو مجھ سے دعا کرے کہ میں اسے صحت دوں اور میری آزمائش پر صبر کرے تو میں اسے اجر عظیم عطا کروں اور اگر کوئی دولتمند کسی فقیر کو دیکھے تو میری حمد کرے اور میرا شکر ادا کرے اور اگر کوئی فقیر

کسی دو دشمند کو دیکھے تو مجھ سے دعا کرے اور مجھ سے سوال کرے اور اگر کوئی مومن کسی کافر کو دیکھے تو اس بات پر میری حمد کرے کہ میں نے اس کو ہدایت دی۔

میں نے انہیں اس لئے پیدا کیا کہ انہیں آزماؤں۔ خوش حالی و بد حالی میں، صحت مندی میں اور بیماری میں اور کسی کو عطا کر کے اور کسی کو منع کر کے اور میں اللہ ہوں میں مالک ہوں میں قادر ہوں مجھے اختیار ہے کہ میں اپنی تمام تقدیر و تدبیر کو جاری کروں اور جو چاہوں تبدیلی کر دوں چاہوں تو جس چیز کو مؤخر کیا ہے مقدم کر دوں اور جس کو مقدم کیا ہے مؤخر کر دوں میں اللہ ہوں جو چاہوں کر گزروں مجھ سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہاں میں اپنے بندوں سے ان کے اعمال کی باز پرس کروں گا۔

(۵) مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا عبد اللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ہارون ابن مسلم سے اور انہوں نے روایت کی مسعدہ بن زیاد سے اس کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا یا ابا عبد اللہ ہم لوگوں کی خلقت بھی عجیب ہے۔ آپ نے فرمایا تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا کیا ہم لوگ فنا کے لئے پیدا ہوئے ہیں؟ فرمایا نہیں اے بھتیجے ہم لوگ باقی رہنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں، ہم لوگ کیسے فنا ہوں گے جبکہ جنت کبھی نہیں مٹے گی اور جہنم بھی کبھی نہیں بجھے گی ہاں یہ کہو کہ ہم لوگ کوچ کر کے ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف چلے جائیں گے۔

(۶) مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بیان کیا احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے اور انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حسن بن علی وشاء سے اور انہوں نے بعض آئمہ سے کہ بلاناغہ ہر روز ایک فرشتہ مشرق سے ندا دیتا ہے کہ کاش یہ خلق پیدا نہ کی جاتی اور کاش یہ لوگ سمجھتے کہ یہ لوگ کس لئے پیدا ہوئے ہیں تو دوسرا فرشتہ مغرب سے اس کے جواب میں کہتا ہے کہ انہیں معلوم ہے کہ یہ کس لئے پیدا ہوئے ہیں۔

(۷) ابو الحسن طاہر بن محمد بن یونس بن حیات الفقیہ نے جو اجازہ مجھے بلخ میں دیا اس کے اندر مجھے بتایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عثمان ہروی نے اور انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو محمد حسن بن مہاجر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا کہ ہشام بن خالد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن یحییٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صدقہ بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے ہشام سے اور انہوں نے انس سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور انہوں نے جبرئیلؑ سے انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے کسی ولی کی اہانت کی گویا اس نے مجھ سے جنگ کے لئے مبارزطلبی کی۔ اور میں اپنے کسی کام میں اتنا متردد نہیں ہوتا جتنا کہ کسی مومن کی قبض روح میں متردد ہوتا ہوں کیونکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ برائی کو ناپسند کرتا ہوں مگر کیا کیا جائے یہ اس کے لئے ضروری بھی ہے اور کوئی عمل میرے بندے کو مجھ سے اتنا قریب نہیں کر سکتا جتنی ان فرائض کی ادائیگی جو میں نے اس پر عائد کئے ہیں اور میرا بندہ مجھ سے مسلسل دعائیں مانگتا رہے گا تو میں اس سے محبت کرنے لگوں گا اور جس سے میں محبت کرنے لگوں تو میں اس کا کان و آنکھ اور ہاتھ بن جاؤں گا۔ اس امید پر کہ اگر وہ مجھ سے دعا کرلے تو میں اسے قبول کروں اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں عطا کروں۔ اور میرے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں کہ اگر عبادت کا کوئی باب کھولنا چاہتے ہوں تو میں ان کو اس سے باز رکھتا ہوں کہ کہیں اس میں غرور پیدا نہ ہو جائے جو ان کو خراب کر دے اور میرے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں کہ جن کا ایمان بغیر فقر کے درست نہیں رہ سکتا اگر میں ان کو دولت مند کر دوں تو ان کا ایمان خراب ہو جائے گا اور میرے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں کہ ان کا ایمان بغیر دولت مندی کے درست نہیں رہ سکتا اگر ان کو فقیر کر دوں تو ان کا ایمان خراب ہو جائے گا اور میرے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں کہ ان کا ایمان بغیر مرض کے درست نہیں رہ سکتا اگر میں ان کے جسم کو صحت دے دوں تو ان کا ایمان خراب ہو جائے گا اور میرے بندوں میں سے کچھ ایسے ہیں کہ ان کا ایمان بغیر صحت کے درست نہیں رہ سکتا اگر میں ان کو مریض کر دوں تو ان کا ایمان خراب ہو جائے گا اور میں اپنے ہر بندہ کا انتظام اس کے دل کا علم رکھتے ہوئے کرتا ہوں کہ میں علیم و خبیر ہوں۔

(۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ہارون صوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن موسیٰ جبال طبری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین خشاب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن محسن نے روایت کرتے ہوئے یونس بن ظبیان سے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ لوگ تین وجوہات کی بنا پر اللہ کی عبادت کرتے ہیں ایک گروہ ایسا ہے کہ وہ ثواب کی خواہش میں اللہ کی عبادت کرتا ہے اور یہ طمع والا بچا ہے دوسرا گروہ وہ ہے جو جہنم کے خوف سے عبادت کرتا ہے اور یہ غلاموں کی سی عبادت و اطاعت ہے لیکن میں اللہ کی عبادت اللہ کی محبت کی بنا پر کرتا ہوں اور یہ مکرم و باعزت لوگوں کی عبادت ہے اور ان ہی کے لئے امن ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **وھم من فزع یومئذ امنون** (اور ایسے لوگ اس روز گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے)۔ سورۂ نمل۔ آیت نمبر ۸۹

نیز یہ بھی ارشاد ہے کہ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم** (اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا) سورۂ آل عمران۔ آیت نمبر ۳۱ پس جو اللہ سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا اور جس سے اللہ محبت کرے وہ امن پانے والوں میں ہوگا

(۹) بیان کیا مجھ سے حسین بن یحییٰ بن ضریس بجلی نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن عمارہ سکری سریانی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن عاصم نے قزوین میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن ہارون کرخی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر احمد بن عبداللہ بن یزید بن سلام بن عبداللہ (رسول اللہؐ کے غلام) انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن یزید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو یزید بن سلام نے اپنے باپ سلام بن عبداللہ برادر عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن سلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم سے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے برادر موسیٰ بن عمران کے صحیفوں میں یہ مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے بندو میں نے اس لئے مخلوق کو نہیں پیدا کیا کہ میں قلیل تھا ان کی وجہ سے کثیر بن جاؤں یا اس لئے پیدا نہیں کیا کہ تنہائی سے مجھے وحشت ہوتی تھی ان کی وجہ سے میرا جی لگ جائے گا اور نہ اس لئے پیدا کیا کہ میں اپنے کاموں میں عاجز تھا ان لوگوں سے مدد لوں گا اور نہ کوئی منفعت حاصل کرنے کے لئے یا کوئی مضرت دور کرنے کے لئے انہیں پیدا کیا۔ اگر آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق مل کر رات دن میری اطاعت اور میری عبادت میں لگی رہتی تو اس سے میرے ملک میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا میں ~~ان سے~~ اس سے کہیں منزہ و بالاتر ہوں۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمران نخعی نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے اور انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے وہ انہوں نے ابو بصیر سے روایت کی ہے کہ اس کا بیان ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا۔ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** (اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں) سورۃ الذریت۔ آیت نمبر ۵۶ کا مطلب پوچھا اور عرض کیا کہ کیا اس لئے اللہ نے ان لوگوں کو خلق کیا آپ نے فرمایا نہیں ان سب کو اس لئے پیدا کیا تاکہ یہ لوگ وہ کام کریں جس سے اللہ کی رحمت کی مستوجب و مستحق ہوں تاکہ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

(۱۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے اور انہوں نے روایت کی عبداللہ بن احمد نہیکی سے انہوں نے علی بن حسن طاطری سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے درست بن ابی منصور سے انہوں نے روایت کی جمیل بن دراج سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا۔ میں آپ پر قربان اللہ تعالیٰ کے اس قول **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** سورۃ الذریت۔ آیت نمبر ۵۶ کے کیا معنی ہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا۔

(۱۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے جمیل بن دراج سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ جناب سے قول خدا **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان سب کو عبادت کے لئے پیدا کیا میں نے عرض کیا خاص کو یا عام کو؟ فرمایا خاص خاص کو نہیں بلکہ عام کو۔

(۱۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید کوفی نے روایت کرتے ہوئے علی ابن حسن بن علی بن فضال سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو مختلف قسم کا کیوں پیدا کیا سب کو ایک ہی قسم کا کیوں پیدا نہیں کیا؟ آپ جناب نے فرمایا تاکہ کسی کو وہم نہ ہو کہ وہ کسی اور قسم کی مخلوق پیدا کرنے سے عاجز ہے اور کسی کو کسی کے وہم میں بھی اگر کوئی شکل آتی ہے تو وہ دیکھ لے کہ اللہ نے اس شکل کی مخلوق پیدا کر دی ہے تاکہ کہنے والا یہ نہ کہہ سکے کہ کیا اللہ تعالیٰ اس شکل کی مخلوق پیدا کر سکتا ہے جو شکل میرے ذہن میں ہے اس لئے وہ جس شکل کو بھی کہے گا اس شکل کی بھی اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی مخلوق موجود ہے اور وہ قسم قسم کی مخلوقات کو دیکھے گا وہ جان لے گا کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

باب (۱۰) وہ سبب جس کی بنا پر آدم علیہ السلام کا نام آدم علیہ السلام رکھا گیا۔

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے روایت کی ابان بن عثمان سے انہوں نے محمد حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کا نام آدم علیہ السلام اس لئے رکھا گیا کہ وہ ادیم ارض سے (زمین کے چھڑے یعنی سطح کی مٹی سے) پیدا ہوئے تھے۔

اس کتاب کے مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ زمین کے چوتھے طبقہ کا نام ادیم ہے اور حضرت آدم علیہ السلام وہیں کی مٹی سے پیدا ہوئے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ادیم ارض سے پیدا ہوئے۔

باب (۱۱) وہ سبب جس کی بنا پر انسان کا نام انسان رکھا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے انہوں نے روایت کی معاویہ بن حکیم سے انہوں نے ابی عمیر سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ انسان کا نام انسان اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس کو نسیان ہوتا ہے یعنی وہ بھول جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولقد عهدنا الی ادم من قبل فنسی** (اور ہم نے پہلے آدم علیہ السلام سے عہد لیا تھا مگر وہ اسے بھول گئے) سورہ طٰہٰ۔ آیت نمبر ۱۱۵۔

باب (۱۲) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے اور تمام انسانوں کو ماں اور باپ دونوں سے

(۱) مجھ سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابو بصیر سے ان کا بیان ہے کہ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے اور تمام لوگوں کو ماں اور باپ دونوں سے پیدا کیا؟ تو آپ نے فرمایا تاکہ لوگ اللہ کی تمام کمال قدرت کو جان لیں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ وہ اس امر پر قادر ہے کہ وہ انسان کو صرف عورت کے بطن سے بغیر مرد کے پیدا کرے جیسا کہ وہ اس امر پر قادر ہے کہ انسان کو بغیر مرد و عورت کے پیدا کرے اور اللہ تعالیٰ نے ایسا اس لئے کیا تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

باب (۱۳) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے روحوں کو اجسام میں ودیعت کیا حالانکہ وہ مادیت سے بالکل پاک اور بلند مقام کی رہنے والی تھیں۔

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے محمد بن اسماعیل برمکی سے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن سلیمان بن ایوب خزاز نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن فضل ہاشمی نے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحوں کو ابدان میں ودیعت کیا حالانکہ وہ ملکوت اعلیٰ میں، اعلیٰ درجہ کی مخلوق ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ ارواح جن کو یہ شرف اور بلند درجہ حاصل ہے اگر ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا تو یہ اللہ کو چھوڑ کر خود دعویٰ ربوبیت کرنے لگیں گی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کرتے ہوئے اپنی قدرت سے ان کو ان ابدان میں ودیعت کر دیا جو ان کے لئے ابتدائے تقدیر ہی میں مقرر تھے تاکہ یہ دنیا میں جا کر ایک دوسرے کے محتاج ہوں ایک کا دوسرے سے تعلق ہو اور ایک کو دوسرے سے ہمدردی رہے نیز آخرت میں بھی ان میں سے ایک کو دوسرے سے رتبہ و درجہ بلند ملے اور پھر ان میں اپنے رسول، اپنی حجتیں بھیجیں تاکہ یہ لوگ ان سب کو بشارت و نذارت کے ساتھ ساتھ اپنے معبود کی بندگی پر آمادہ کریں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے فوری اور ایک مدت کے بعد دونوں طرح ثواب مقرر کر دیئے ہیں تاکہ اس کی وجہ سے انہیں خیر کی طرف رغبت ہو یا ان کے شر میں مزید اضافہ ہو اور طلب معاش و کسب معیشت میں مشغول رہیں اس طرح ان ارواح کو معلوم ہو جائے کہ وہ خود رب نہیں ان کا رب کوئی اور ہے یہ مربوب ہیں۔ یہ خود خالق نہیں بلکہ کوئی اور ان کا خالق ہے اور اس طرح وہ اپنے رب اور اپنے معبود کی عبادت میں منہمک رہیں تاکہ ابدی نعمتوں اور جنت خلد کے مستحق بن جائیں اور خوف آخرت سے محفوظ رہیں سزا کے مستحق نہ بنیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابن فضل اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی بہتر نظر رکھتا ہے جتنی وہ اپنے اوپر نظر رکھتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو دوسروں پر اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ دعویٰ ربوبیت کی طرف مائل ہو گئے اور کچھ ناحق دعوئے نبوت اور کچھ ناحق دعوئے امامت کرنے لگے اس کے باوجود وہ اپنے اندر خود فقط عجز و احتیاج و فقر و آلام و مصائب محسوس کرتے ہیں اور موت ان پر مسلط ہوتی ہے اور انہیں مقہور کر دیتی ہے۔ اے ابن فضل اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے وہی کرتا ہے جو ان کے حق میں بہتر ہوتا ہے وہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

باب (۱۴) وہ سبب جس کی بنا پر حوا علیہا السلام کا نام حوا علیہا السلام رکھا گیا

(۱) مجھ سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے

موسیٰ بن عمران نخعی سے انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید بن نوفلی سے انہوں نے علی بن حمزہ سے انہوں نے ابو بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حوا علیہ السلام کا نام حوا علیہ السلام اس لئے رکھا گیا کہ وہ حی (زندہ) سے پیدا ہوئیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **خلقكم من نفس واحدة ثم جعل منها زوجها** (اس نے تمہیں واحد نفس سے پیدا کیا پھر اس ہی سے اس کا جوڑ پیدا کیا) (سورۃ زمر۔ آیت نمبر ۶)

باب (۱۵) وہ سبب جس کی بنا پر مراۃ کو مراۃ کہتے ہیں (یعنی عورت کو عورت)

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبد اللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا مراۃ کا نام مراۃ اس لئے رکھا گیا کہ وہ مراء (مرد) سے پیدا ہوئیں یعنی حواء علیہ السلام آدم علیہ السلام سے مخلوق ہوئیں۔

باب (۱۶) وہ سبب جس کی بنا پر نساء کا نام نساء رکھا گیا

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے اور انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے اسماعیل بن جابر و عبد الکریم بن عمرو سے انہوں نے عبد الحمید بن ابی دیلم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طویل حدیث میں آپ نے فرمایا کہ نساء کو نساء اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا مونس حضرت حواء علیہ السلام کے سوا کوئی اور نہ تھا۔

باب (۱۷) ابتدائے نسل کی کیفیت اور اس کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس و محمد بن یحییٰ عطار نے دونوں نے کہا کہ بیان کیا محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن بن علی بن فضال نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابراہیم بن عمار سے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے ابن نو[illegible] نے روایت کرتے ہوئے زرارہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ذریت [illegible]م میں نسل کیسے شروع ہوئی؟ اس لئے کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ وہ اپنی لڑکیوں کے نکاح اپنے لڑکوں سے کردیں اور [illegible] نسل [illegible] آدم کی اصل جڑ ان ہی بھائیوں اور بہنوں سے ہے؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے کہیں پاک و منزہ ہے اور بلند و بالاتر ہے جو شخص یہ کہتا ہے وہ اس کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں اپنے منتخب بندوں کی اپنے دوست داروں کی اپنے انبیاء کی اپنے رسولوں کی اپنی حجتوں کی تمام مومنین و مومنات کی اور تمام مسلمین و مسلمات کی اصل و نسل حرام سے چلائی اور اس میں اتنی قدرت نہ تھی کہ وہ ان لوگوں کو حلال سے پیدا کرے۔ حالانکہ خود اس نے اپنے بندوں سے حلال و طاہر و طیب کا عہد و پیمان لیا ہے اور بے شک تمہیں بھی خبر ہوگی کہ بعض جانوروں نے چونکہ بہن کو نہیں پہچانا اور

ان سے مباشرت کر بیٹھے مگر جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ تو میری بہن تھی تو اپنے عضو تناسل کو نکالا اور اپنے دانت سے کاٹ کر پھینک دیا اور گر کر مر گئے

زرارہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے حضرت حوا علیہ السلام کی خلقت کے متعلق پوچھا اور کہا کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں جانب بالکل آخری پسلی سے پیدا کیا۔

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بات سے بھی کہیں پاک و برتر ہے جو شخص یہ کہتا ہے کیا وہ اس کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ میں اتنی قدرت نہ تھی کہ حضرت حوا علیہ السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی کے علاوہ کسی اور چیز سے پیدا کرتا اور اس نے اہل طعن و تشنیع کے اعتراضات کے لئے دروازہ کھول دیا وہ لوگ کہیں گے کہ اگر آدم علیہ السلام اپنے پہلو پسلی سے پیدا ہونے والی اور اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان نکاح کرتے ہیں تو ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان اللہ کے حکم میں یہ فرق کیسا۔

پھر آپ نے فرمایا سو اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا تو ملائکہ نے انہیں سجدہ کیا تو پھر ان پر نیند طاری کردی۔ پھر ایک نئی مخلوق ان کے لئے پیدا کی اور اسے ان کے پہلو میں بٹھا دیا تاکہ عورت مرد کے تابع رہے اور اب یہ نئی مخلوق (حوا) ان کے پہلو میں کروٹ بدلنے لگی تو حضرت آدم کی آنکھ کھل گئی اور حوا کو حکم ہو کہ آدم سے دور ہو جاؤ اور وہ دور ہو گئیں۔ جب حضرت آدمؑ نے دیکھا کہ ایک حسین مخلوق ہے اور اس کی صورت بھی ان سے ملتی جلتی ہے مگر یہ کہ وہ عورت ہے تو انہوں نے اس سے گفتگو کی اور حواؑ نے ان کی زبان میں ان سے بات کی حضرت آدمؑ نے ان سے پوچھا تم کون؟ حوا نے جواب میں کہا میں ایک مخلوق ہوں اللہ نے مجھے پیدا کیا ہے جیسا کہ آپ بھی دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت حضرت آدمؑ نے کہا اے پروردگار، یہ حسین سی مخلوق کون ہے کہ جس کی قربت اور جس کی دید میرے لئے باعث انس ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میری کنیز حواؑ ہے کیا تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ رہے تمہاری مونس بنے تم سے باتیں کرے اور تمہارے حکم کی تعمیل کرے؟ انہوں نے کہا ہاں اے پروردگار، اگر تو نے ایسا کر دیا تو جب تک میں زندہ ہوں تیرا شکر گزار رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ایسا ہے تو تم مجھ سے اس کی درخواست کرو اور پیغام دو اس لئے کہ وہ میری کنیز ہے اور خواہش نفسانی کے لئے بھی مناسب ہے۔ آدمؑ نے کہا پروردگار، میں تجھے اس کے لئے پیغام دیتا اور درخواست کرتا ہوں اب اس میں تیری رضا کیا ہے اللہ نے فرمایا میری رضا یہ ہے کہ تم اس کو دین کی باتیں سکھاؤ آدمؑ نے کہا اے پروردگار، اگر تو یہ چاہتا ہے تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں میری مشیت بھی یہی ہے میں نے اس کا نکاح تم سے کر دیا ہے اب تم اس کو اپنے ساتھ ملا لو۔ یہ سن کر آدمؑ نے حواؑ سے کہا ادھر آؤ۔ حواؑ نے جواب دیا کہ میں تو وہاں نہیں آتی بلکہ تم ہی یہاں میرے پاس آؤ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آدم کو حکم دیا اٹھو اور تم ہی اس کے پاس چلے جاؤ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو عورتیں ہی مردوں کو اپنے نکاح کا پیغام دیا کرتیں۔ بس یہ ہے حضرت حواؑ کا قصہ۔

(۲) مجھے میرے والد رحمہ اللہ نے بتایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے حسین بن حسن ابن ابان سے اور انہوں نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اورمہ سے انہوں نے نوفلی سے انہوں نے علی بن داؤد یعقوبی سے انہوں نے حسن بن مقاتل سے انہوں نے کسی ایک شخص سے جس نے یہ روایت سنی وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نسل آدم کی ابتدا کے متعلق سوال کیا گیا کہ وہ کیسے چلی اس لئے کہ ہمارے وہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو وحی کی کہ تم اپنے لڑکوں کا نکاح اپنی لڑکیوں سے کر دو اور یہ سارے انسانوں کی اصل وہی بھائی بہنوں کا نکاح ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس سے بہت بالاتر ہے اور جو یہ کہتا ہے وہ اس بات کا قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں، اپنے دوستوں کو اپنے انبیاء کو اپنے رسولوں کو مومنین و مومنات کو مسلمین و مسلمات کو حرام سے پیدا کیا اور اس میں اتنی قدرت نہ تھی کہ وہ ان لوگوں کو حلال سے پیدا کرے حالانکہ اس نے ان لوگوں سے حلال و طاہر و طیب پر عہد و پیمان لیا ہے اور خدا کی قسم یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ

بعض جانور ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اپنی بہن کو نہیں پہچانا اور جفتی کھائی اور جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ اس کی بہن تھی تو انہوں نے اپنے عضو تناسل نکالا اور اس اپنے دانتوں سے کاٹ کر پھینک دیا اور مر گئے اور دوسرے جانور کے متعلق انکشاف ہوا ہے کہ اس نے اپنی ماں کو نہیں پہچانا اور اس سے یہی حرکت کر بیٹھا مگر بعد میں جب اسے معلوم ہوا کہ یہ اس کی ماں تھی تو اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر بھلا انسان جو انسان ہے جانور نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو علم و فضل عطا کیا ہے اس کے لئے یہ بات کب جائز ہے۔ سنو اصل بات یہ ہے کہ جیسا کہ تم دیکھتے بھی ہو کہ انسانوں کا ایک گروہ اہلبیت نبوت کے علم سے منہ موڑے ہوئے ہے اور علم وہاں سے لیتا ہے جہاں سے اسے علم لینے کا حکم نہیں ہے اس لئے وہ لوگ اس پستی پر پہنچ گئے جو تم دیکھ رہے ہو کہ یہ جہالت و گمراہی میں مبتلا ہیں۔ حقیقتاً ماضی میں ابتدائے خلقت سے جو اشیاء کا نظام قائم ہے وہی مستقبل میں تا ابد قائم رہے گا۔

پھر آپ نے فرمایا ان لوگوں پر افسوس وہ اس حدیث کو کیوں بھولے ہوئے ہیں جس پر فقہائے اہل عراق کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے قلم کو حکم دیا جو لوح محفوظ پر جاری ہوا اور قیامت تک جو ہونے والا ہے اس کو لکھا گیا اور قلم قدرت نے جو کچھ بھی لوح محفوظ پر لکھا جن باتوں کو حرام لکھا اس میں یہ بھی لکھا کہ بہنیں اپنے بھائیوں پر حرام ہیں اور ہم لوگ ان میں سے چار کتابوں کو تو اس عالم میں دیکھ ہی رہے ہیں۔ توریت و انجیل و زبور اور قرآن جو اللہ نے لوح محفوظ سے اپنے رسولوں پر نازل فرمائیں۔ توریت حضرت موسیٰؑ پر، زبور حضرت داؤدؑ پر، انجیل حضرت عیسیٰؑ پر اور قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کتابوں میں یہ چیز کہیں بھی حلال نہیں ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ جو لوگ یہ بات یا اس کے مثل جو بات کہتے ہیں وہ مجوسیوں کی دلیلوں کو تقویت دیتے ہیں۔ اللہ ان کو موت دے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔

پھر آپ نے بتانا شروع کیا کہ حضرت آدم کی نسل کی ابتداء کیوں کر ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ستر پیٹوں سے ہوئی اور ہر پیٹ سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ ہابیل قتل ہو گئے اور جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو حضرت آدم کو ہابیل کے قتل کا بہت غم ہوا اور اس غم میں انہوں نے عورت کے پاس جانا چھوڑ دیا اور پانچ سو سال تک حضرت حواؑ سے کنارہ کش رہے اس کے بعد جب غم دور ہوا تو حضرت حواؑ سے مباشرت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شیث عطا کیا اور ان کے ساتھ کوئی اور پیدا نہیں ہوا۔ شیث کا ہی نام ہبۃ اللہ ہے۔ انسانوں میں یہ پہلے وصی ہیں روئے زمین پر۔ پھر شیث کے بعد دوسری مرتبہ کے پیٹ سے یافث پیدا ہوئے اور وہ بھی تنہا ہی پیدا ہوئے ان کے ساتھ کوئی نہیں پیدا ہوا۔ اور پھر جب یہ دونوں بڑے اور بالغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کی نسل بڑھے اور چونکہ قلم قدرت لوح محفوظ پر لکھ چکا تھا کہ بھائی پر بہن حرام ہے لہٰذا اللہ نے پنجشنبہ کے دن بعد عصر ایک حوریہ نازل کی جس کا نام حزرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو حکم دیا کہ اس کا نکاح شیث سے کر دو اور اس کے بعد دوسرے دن بعد عصر ایک حوریہ نازل کی جس کا نام منزلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کو حکم دیا کہ اس نکاح یافث سے کر دو اب شیث کے ایک لڑکا پیدا ہوا اور یافث کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جب دونوں جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آدم کو حکم دیا کہ یافث کی لڑکی کا نکاح شیث کے لڑکے سے کر دو۔ حضرت آدمؑ نے ایسا ہی کیا پھر ان ہی دونوں کی نسل سے اللہ کے مختلف انبیاء و مرسلین پیدا ہوئے اور یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ بھائی بہن سے شادی ہوئی اور اس سے سب پیدا ہوئے پناہ بخدا معاذ اللہ۔

باب (۱۸) محمد بن بحر شعبانی المعروف بہ رہنی نے اپنی کتاب میں تحریر کیا کہ انبیاء و مرسلین و آئمہ و طاہرین و حجج اللہ کو ملائیکہ سے افضل سمجھنے والے کیا کہتے ہیں

(۱) انبیاء و مرسلین حجت ہائے الٰہی و آئمہ کو ملائیکہ سے افضل سمجھنے والے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تمام مخلوقات خداوندی پر نظر ڈالی تو یہ دیکھا

کہ اشیاء میں سے کچھ طبعاً و اختیاراً اعلیٰ ہیں اور کچھ مجبوراً و اضطراراً اعلیٰ ہوگئی ہیں اور کچھ طبعاً و اختیاراً پست ہیں یا کچھ مجبوراً و اضطراراً پست ہوگئی ہیں لہٰذا بالا صانع اشیاء تین قسم کی ہیں حیوانات، نباتات، و جمادات یا پھر گردش کرنے والے آسمان جو بالصنع جس طرح کے اس کے بنانے والے نے انہیں بنادیا اس پر گردش کررہے ہیں۔ پھر ان لوگوں نے اشیاء کی ان تین قسموں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ مافوق کی نوع ہے مگر ماتحت کے لئے جنس کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان تینوں میں حیوانات سب سے اعلیٰ ہیں اور حیوانات کی رفعت ان کے بنانے والے کی حکمت و ترتیب کی مرہون منت ہے ان کے لئے نباتات کو غذا بنایا اور اگر بیمار پڑجائیں تو ان ہی نباتات کو ان کی لئے دوا بھی بنادیا اسی میں ان کے لئے شفاء رکھ دی پس پاک ہے وہ کہ جس نے اپنی حکمت سے کتنی اچھی تدبیر و ترتیب کردی کہ یہ رفیع الدرجہ حیوانات اپنے ماتحت کی نوع کو اپنے لئے غذا بنائیں اور گرمی و سردی سے بچنے کے لئے انہیں بطور پوشاک استعمال کریں اور اسی انداز پر تاحیات بسر کرتے رہیں اور جماد کو اللہ نے ان کے لئے مرکز بنادیا اور اس کو حیوانات کے لئے چراگاہ، گھر، گھونسلہ، مقام اجتماع، کارخانے اور وطن قرار دیا اور اسے کہیں ہموار اور کہیں ناہموار کہیں بلند اور کہیں پست کردیا وہ اس لئے کہ ان سب کی حیوان کو احتیاج ہوگی وہ کہیں بلندی سے فائدہ اٹھائیں اور کہیں پستی سے۔ کچھ حصہ خشکی کا بنایا اور کچھ تری کا تاکہ حیوانات حسب ضرورت اس سے فائدہ اٹھائیں اور یہ مرکز ان کی تجسیم و تالیف میں بھی استعمال ہوگا۔

یہ لوگ کہتے ہیں کہ پھر ہم نے نظر ڈالی تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے روح و نمو و جسم سے جس کو مرکب کیا ہے اس کو اعلیٰ و ارفع بنایا ان چیزوں سے جنہیں صرف نمو اور جسم ہے پھر دیکھا کہ ان حیوانات کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ناطق و غیر ناطق اور اس نطق و بیان کے ذریعے اس نے ناطق و غیر ناطق کے درمیان فرق کردیا۔ ناطق کو غیر ناطق پر فضیلت عطا کی اب ناطق کی بھی دو قسمیں ہیں ایک حجت الٰہی اور دوسری محجوج (یعنی جن لوگوں پر اس کو حجت بنایا گیا ہو) اللہ نے حجت کو محجوج سے اعلیٰ قرار دیا اس لئے کہ اپنی حجت کو اس نے علم علوی سے نوازا اور محجوج کو اس سے محروم رکھا اور چونکہ وہ علم علوی و دنی سے مخصوص ہے اس لئے اس کو معلم بنایا اور اللہ نے اپنی حجت کو خود علم دیا تاکہ وہ مخلوق میں کسی اور کا علم میں محتاج نہ رہے اور اس میں بھی بعض حجت بعض سے بلند درجہ رکھتی ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ پھر ہم نظر ڈالتے ہیں اصل پر یعنی آدمؑ پر تو یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان تمام روحانی و مادی مخلوقات پر جو ان سے پہلے پیدا ہوئے ان کو فضیلت عطا کی انہیں وہ علم دیا اور وہ فہم دیا جو اس سے پہلے کسی کو نہ دیا تھا۔ بعد میں کسی کو دیا اور اس علم کو ان کی میراث بنادیا تاکہ نسل در نسل ان میں حجت قائم رہے۔ پھر اللہ نے حضرت آدمؑ کی قدر و منزلت کو اور بڑھانے کے لئے ان کو ملائکہ پر اپنی حجت بنایا پھر آزمائش کے لئے انہیں سجدہ کا حکم دیا اور ظاہر ہے کہ جس کو سجدہ کیا وہ اعلیٰ ہوگا اس سے کہ جس سے سجدہ کرایا جارہا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس سجدہ سے جس نے انکار کیا اس پر کس طرح لعنت کی گئی اور دوستوں کی فہرست سے نکال کر دشمنوں میں شامل کردیا گیا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ فضیلت جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو عطا کی وہ اس علم کی بناء پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا تھا اس نے آدم کو اسماء کی تعلیم دی اور ان پر اشیاء کی حقیقت واضح کی اور یہ چیز اس نے کسی کو نہیں دی اس لئے اپنے علم کی وجہ سے وہ ان لوگوں پر فوقیت لے گئے جن کو یہ علم نہ تھا۔ پھر اللہ نے حکم دیا کہ ان ملائکہ سے تنہا سوال کرو تاکہ وہ بھی دیکھ لیں کہ علم کی قدر و منزلت کیا ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ملائکہ سے جو سوال ہوا تھا وہ ان کی طاقت سے باہر تھا اور اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ سوال تنبیہ کے لئے تھا تکلیف دینا مقصود نہ تھا اور چونکہ ان میں جواب کی طاقت نہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ یہ سوال صرف اس لئے تھا کہ وہ اپنی لاعلمی کا اقرار کرلیں۔ اور حضرت آدمؑ کی فضیلت کو تسلیم کرلیں۔ یہ کہہ کر کہ لا علم لنا الا ما علمتنا (ہمیں تو کوئی علم نہیں سوائے اس کے جو کچھ تو نے ہم کو سکھایا) سورۃ البقرۃ۔ آیت نمبر ۳۲ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ملائکہ کا معلم (استاد) بنادیا یہ کہہ کر کہ (انبئہم) انباء نباء سے ہے جس کے معنی تعلیم کے ہیں تو حضرت آدم کو حکم دیا کہ ان کو تعلیم دیں اور آگاہ کریں اور ملائکہ کے لئے یہ کہ وہ اسے سنیں اور سیکھیں۔ پھر اگر آپ لوگوں میں سے کسی کی یہ رائے ہے کہ استاد سے شاگرد، واقفیت دینے والے سے واقفیت حاصل کرنے والا، معرفت کرانے والے سے معرفت حاصل کرنے والا افضل ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور ترتیب کے برعکس ہے اور پھر تو اسی کی رائے جو

قیاس کرتے ہوئے یہ بھی ہو کہ ذمین جو مرکز ہے وہ ان نباتات سے افضل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے قوت و نشوونما سے نوازا ہے اور نباتات ان حیوانات سے افضل جن کو اللہ نے حیات و نمو اور روح عطا کی ہے اور غیر ناطق و غیر مکلف اور امر و نہی کی قید سے آزاد حیوانات ان حیوانات سے افضل ٹھہرے ہیں جو ناطق و مکلف اور امر و نہی کے پابند ہوں اور وہ حیوانات جو حجج ہیں وہ اس جہت سے اعلیٰ و افضل ہوں جو حجۃ اللہ علی الخلق ہیں اور معلم متعلم سے بلند مرتبہ ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی تمام روحانی و جسمانی مخلوق پر حجت قرار دیا سوائے ان لوگوں کے کہ جن کو حجت میں اولیت حاصل ہے۔

چنانچہ حضرت حبیب ابن مظاہر اسدی (اللہ ان کے چہرے کو روشن رکھے) سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ سے دریافت کیا کہ حضرت آدمؑ کے پیدا ہونے سے پہلے آپ لوگ کیا تھے تو آپؑ نے فرمایا کہ ہم لوگ اشباح نور تھے اور عرش رحمان کے گرد طواف کرتے تھے اور ملائکہ کو تسبیح و تہلیل اور تحمید کی تعلیم دیتے تھے۔

ملائیکہ کو افضل اور برتر سمجھنے والے یہ کہتے ہیں کہ مخلوقات خواہ روحانی ہوں یا جسمانی ان کی فضیلت کا دارومدار تقرب الٰہی اور رفعت اعلیٰ و بلندی پر ہے اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ملائیکہ کی جیسی تعریف کی ہے وہ کسی کی نہیں کی۔ پھر اللہ نے ملائیکہ کی اطاعت کی بھی تعریف کی کہ **لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون** (وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بات میں جس کا اس نے حکم دیا ہے نافرمانی نہیں کرتے اور جس بات کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ اسے بجالاتے ہیں) سورۃ تحریم۔ آیت نمبر ۶ پھر ان کا محل و مقام ملکوت اعلیٰ کو قرار دیا پھر ملائیکہ کے پاس اللہ کی توحید کے دلائل و براہین بھی بہت زیادہ ہیں اور جب ایسا ہے تو انہیں تقرب الٰہی کی زیادہ اور خالق کی معرفت بھی بالاتر ہوگی۔

نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ گناہ اور عیوب جو جہنم میں پہنچانے کا سبب بنتے ہیں وہ سب ان افراد میں ہیں جن کو تم ان افراد پر فضیلت دیتے ہو جن کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور کہا کہ **لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون** (وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بات میں جس کا اس نے حکم دیا ہے نافرمانی نہیں کرتے اور جس بات کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ اسے بجالاتے ہیں) سورۃ تحریم۔ آیت نمبر ۶ پھر یہ کیسے جائز ہے کہ وہ افراد جن میں ہر طرح کے عیب ہیں اور جو ہر طرح کے گناہوں میں آلودہ ہیں ان کو ان افراد پر فضیلت دی جائے جن میں کوئی عیب نہیں اور ان سے گناہ صغیرہ یا کبیرہ کوئی صادر نہیں ہوتا تو انبیاء اور حجت ہائے الٰہی کو افضل سمجھنے والے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ہم پوری جنس کو پوری جنس پر تو فضیلت نہیں دیتے یعنی اس جنس کی ایک نوع کو دوسری جنس کی ایک نوع پر فضیلت ضرور دیتے ہیں اور جس طرح سارے ملائیکہ ابلیس و ہاروت و ماروت کی مانند نہیں اس طرح سارے انسان بھی فرعون اور شیاطین جو بشکل انسان ہیں اور عوام کالنعام میں ملوث اور گناہوں میں آلودہ ہیں ان کی مانند بھی نہیں ہیں۔ اور آپ لوگوں نے جو تقرب الٰہی کی بات کی ہے تو اسے اگر آپ کی مراد قرب مسافت ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے۔ اور انبیاء اور حجتوں میں ایسے افراد بھی ہیں جو اپنے اعمال صالحات و حسنات اور پاک نیتوں کی وجہ سے ساری مخلوق میں اللہ سے زیادہ قریب ہیں اور اللہ سے قرب و بعد مسافت تشبیہ کے طور پر ہے اللہ اس سے پاک و منزہ ہے۔ اب رہ گئی بات عیوب و ذنوب کی تو اللہ تعالیٰ نے ہر امر و نہی و ذنوب معاصی کے وجوہ و اسباب بتائے ہیں اور تمام اولین و آخرین کے گنہگاروں کے گناہوں کا اصل سبب ابلیس اور اس کے گروہ کو بتایا ہے اور یہ کہ ابلیس تمام شیاطین کا سردار ہے جو خالق کی نافرمانی کی دعوت دیتا ہے۔ دلوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہے اپنے متبعین کے سامنے گناہوں کو اچھی چیز کر کے پیش کرتا ہے لوگ اس بات کی مان لیتے ہیں اور طغیان و سرکشی پر مائل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس ملعون کو اس دار امتحان میں لوگوں کی آزمائش کے لئے مہلت دے رکھی ہے مگر اس کے باوجود کتنی انبیاء کی ذریتیں اللہ کی اطاعت میں سرفرو اور معصیت سے دور رہیں۔ لیکن یہی ابلیس ملعون جو انسانوں کی آزمائش کے لئے ہمیشہ سے کام کر رہا ہے اگر اس کو ملائیکہ کی آزمائش کے لئے چھوڑ دیا جاتا تو ان میں بھی معاصی کی کثرت اور اطاعت کی قلت ہوتی بشرطیکہ ان میں معاصی کے تمام آلات پیدا کر دیے جاتے۔ چنانچہ ہم نے دیکھا ہے کہ ملائیکہ میں سے چند کو آلات شہوت دے دیئے گئے اور ان کو امر و نہی و نیک و بد کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا تو وہ کیسے دھوکہ کھا گئے اور اس

ملعون کی بات مان لی اور اللہ سے کٹ کر دور ہو گئے کہ اتنا دور کوئی نبی یا کوئی حجت خدا نہیں ہوئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام عالمین میں منتخب فرمایا اور وہ بشر ہیں اتنا متکبر تو کوئی بھی نہیں ہوا جیسا کہ ابلیس ہے اور ہاروت و ماروت کی مانند کوئی گناہ میں آلودہ نہیں ہوا۔

ملائکہ کو افضل سمجھنے والے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خضوع و خشوع و تضرع و خنوع کا ایک معیار رکھا اور وہ معیار حضرت آدم کو سجدہ تھا ملائکہ اس معیار پر پورے اترے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سجدہ کا حکم دیا اور وہ اللہ کی اطاعت میں پورے اترے اگر ملائکہ کی جگہ بنی آدم ہوتے تو امر و نہی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرتے جیسے کہ قابیل نے اطاعت نہیں کی اور دنیا کے تمام قاتلوں کا امام بن گیا۔

اس کا جواب انبیاء اور حجت ہائے خدا کو افضل سمجھنے والے یہ دیتے ہیں کہ ملائکہ کے خشوع و خضوع کی آزمائش جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے لئے حکم سجدہ دے کر کی تھی تو وہاں کوئی گمراہ کرنے والا شیطان ان کا دشمن نہ تھا کہ اس کی وجہ سے یہ گمراہ ہو جاتے ہیں وہ ایک ڈھرے پر مسلسل و مستقل اطاعت کرتے رہتے چلے آرہے تھے۔ نہ ان کے پاس کوئی آلہ معاصی یعنی شہوت تھی جو ان سے چاروں کی عبادت میں خلل ہوتی اور جب ملائکہ میں کچھ کو معاصی کی شہوت و خواہش دے کر آزمایا گیا تو وہ معاصی سے نہ بچ سکے۔

ویسے ہم لوگوں کے پاس حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ملائکہ میں سے بعض ملک ایسے بھی ہیں کہ ان سے بہتر سری کی ایک گٹھی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ ان ملائکہ سے اتنا واقف نہیں جتنا انبیاء علیہم السلام اور خدا کی حجتیں واقف ہیں۔

اور اگر کوئی شخص کہے کہ ملائکہ اللہ کی مخلوقات کی ایک ایسی جنس ہے جس میں عاصی و گنہگار جیسے ہاروت و ماروت یا جیسے ابلیس بہت کم ہوئے ہیں تو اس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ملائکہ میں سے صاحبان فضیلت افضل ہو جائیں انسانوں کے صاحبان فضیلت سے۔ کیونکہ جب انسانوں میں سے صاحبان فضیلت لوگ دنیا سے کوچ کر کے دار آخرت میں پہنچیں گے جہاں نہ کوئی حزن ہو گا نہ کوئی غم نہ فکر نہ مرض نہ فقر و فاقہ۔ اللہ تعالیٰ ان ملائکہ کو ان کا خدمت گار بنا دے گا۔

ملائکہ کو افضل سمجھنے والے یہ بات بھی پیش کرتے ہیں کہ حسن بصری نے کہا کہ یہ ہاروت و ماروت تو اہل بابل میں سے گٹھے ہوئے جسم کے دو آدمی تھے وہ ملک نہیں تھے پھر اپنی دلیلوں میں تم لوگ ان دونوں کا کردار کیوں پیش کرتے ہو نیز ابلیس کو بھی اس لئے کہ وہ بھی تو جن تھا ملک تو نہ تھا مگر انبیاء اور حجج کو افضل سمجھنے والے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حسن بصری نے جو کچھ کہا ہے یہ امت کے تمام مفسرین میں ایک انوکھی بات ہے لیکن آپ لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ کسی شے کا استثناء اس کے جنس سے ہوا کرتا ہے اور آپ لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ جن کو جن صرف اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ رہتا ہے اور جب وہ چاہے تو خود کو دکھا بھی دیتا ہے اس لئے کہ اللہ نے اس کو یہ قدرت دے رکھی ہے اور ابلیس کا شمار صفوف ملک میں ہی ہے اس لئے کہ کلام عرب میں یہ جائز نہیں ہے کہ یوں کہا جائے کہ سارے اونٹ آگئے لیکن گدھا۔ اور سارے بیل وارد ہو گئے اور گھوڑا۔ لہٰذا ابلیس بھی اسی جنس سے ہے جس سے اس کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور حسن بصری کا یہ کہنا کہ ہاروت و ماروت یہ اہل بابل میں سے دو گٹھے ہوئے جسم کے آدمی تھے تو یہ تمام اہل تفسیر سے بالکل الگ بات ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول اس کی تکذیب کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ وما انزل علی الملکین ببابل ہاروت وماروت (وہ ان باتوں کے بھی پیچھے پڑ گئے جو شہر بابل میں دو فرشتوں یعنی ہاروت و ماروت پر اتری تھی) سورۂ بقرۃ آیت نمبر ۱۰۲ لہٰذا حسن بصری کے اس قول سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور ان کا قول حجت نہیں بن سکتا۔

ملائکہ کو افضل سمجھنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ملائکہ کی کیا کیا تعریف و توصیف کی ہے جس سے وہ تمام مخلوقات خدا سے ماثل عدا کا۔ نظر آتے ہیں اور اگر ان کے لئے اور کچھ نہ ہوتا صرف اللہ تعالیٰ کا یہی قول ہوتا کہ بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وہم بامرہ یعملون (وہ تو بندے ہیں جنہیں عزت دی گئی ہے اس کے حضور بڑھ کر نہیں بولتے اور بس اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں) سورۂ انبیاء آیت نمبر ۲۶-۲۷ تو یہی کافی تھا۔

اس پر انبیاء اور اللہ کی حجتوں کو افضل سمجھنے والے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اختصار کو ترک کر دیں تو اور قرآن مجید سے ان آیات کو تلاش کر کے پیش کریں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و حجج کی تعریف و توصیف کی ہے تو اس کی فہرست بہت طویل ہو جائے گی مگر ہم نے یہاں صرف عقلی اور نظری دلیلوں کو پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں کیا ترتیب رکھی ہے کہ اس نے زمین کو نباتات سے پست خلق کیا اور نباتات کو اس سے اعلیٰ و اونچا مقام دیا اور اس کو زمین سے افضل بنایا اور نباتات کو حیوانات سے پست بنایا اور حیوانات کو ان نباتات سے اعلیٰ وارفع بنایا اور غیر ناطق حیوانات کو ناطق حیوانات سے پست بنایا اور ناطق حیوانات کو غیر ناطق حیوانات سے افضل بنایا اور حیوانات ناطق و جاہل کو حیوانات ناطق و عالم سے پست بنایا اور حیوانات ناطق و عالم کو حیوانات ناطق و جاہل سے افضل بنایا حیوان ناطق و عالم محجوج کو حیوان ناطق و حجت الٰہی سے پست بنایا اور اس ترتیب سے اگر دیکھا جائے تو لازمی ہے کہ ایک فصیح عرب افضل ہے ایک عجمی غیر فصیح سے اور ایک وہ شخص جس میں تمام شہوات اور اس کے ذرائع موجود ہیں اور اس میں فطرتاً حصول لذت کی خواہش بھی ہے اور اسے حکم ہے کہ وہ ان خواہشات کے حصول سے پرہیز کرے پھر وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور اسے برائیوں سے روک لے اور پھر وہ اس آزمائش میں کامیاب ہو جائے تو وہ افضل ہے اس شخص سے جس کو بری خواہشات و شہوات سے پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا اور وہ اس لئے پرہیز کر رہا ہے کہ اس کے پاس نہ شہوت ہی ہے نہ ... اس جنس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک حجت منجانب اللہ اور دوسرے محجوج یعنی جس پر کوئی اللہ کی طرف سے حجت مقرر کی گئی ہو تو حجت افضل ہے محجوج سے۔ اب ذرا حضرت آدمؑ اصل بشر کو دیکھئے کہ ان پر اپنے ملائکہ میں کوئی بھی حجت نہ تھا بلکہ حضرت آدمؑ ہی تمام ملائکہ پر حجت تھے اللہ نے ان کو ملائکہ پر فضیلت دی تھی اور انہیں وہ علم دیا جو کسی دوسرے کو نہیں دیا انہیں خصوصی تعلیم دی تاکہ ملائکہ کو معلوم ہو جائے کہ یہ اللہ کا مخصوص ہے لہٰذا جو اللہ کا مخصوص تعلیم یافتہ ہے وہ غیر مخصوص سے یقیناً افضل ہے اور یہ ترتیب حکمت الٰہی کی طرف سے ہے جو اس ترتیب کے خلاف سوچے گا وہ مذہب کا دشمن اور ملحد ہے اور یہ سارا افضل و شرف حضرت محمدؐ پر پہنچ کر ختم ہوا۔ اس لئے کہ وہ حضرت آدمؑ اور جمیع انبیاء کے وارث ہیں اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب فرمایا ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **ان الله اصطفی آدم و نوحا وآل ابراہیم وآل عمران علی العالمین** (خدا نے آدمؑ اور نوحؑ اور خاندان ابراہیمؑ اور خاندان عمران کو تمام جہان کے لوگوں میں منتخب فرمایا تھا) سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر ۳۳ پس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آل ابراہیم میں سے ہیں اور منتخب و نجیب ... ہیں اور آل ابراہیم میں سب سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق کہ **ذریة بعضها من بعض** (ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے) سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر ۳۴ اللہ جل جلالہ نے تمام روحانی و جسمانی مخلوقات میں حضرت آدمؑ کو (اپنی زمینی خلافت کے لئے) منتخب فرمایا اللہ کے لئے حمد اور محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے درود ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین وکیل ہے۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہتر سمجھا کہ یہ ساری بحث اس کتاب میں تحریر کردوں مگر میں ابلیس کے متعلق اس کا قائل نہیں کہ وہ ملائکہ میں سے تھا بلکہ وہ جنوں میں سے تھا اور ملائکہ کے ساتھ اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا۔ نیز ہاروت و ماروت یہ دو فرشتے تھے ان کے متعلق اہل حشو لوگوں کا جو قول ہے وہ میرا قول نہیں بلکہ وہ میرے نزدیک معصوم فرشتوں میں سے تھے چنانچہ مندرجہ ذیل آیت کا مطلب یہی ہے کہ **واتبعو ماتتلوا الشیاطین علی ملک سلیمن وماکفر سلیمن ولکن شیطین کفروا یعلمون الناس السحر وماانزل علی الملکین ببابل ہاروت وماروت** (اور ان بزیات کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور ان باتوں کے بھی پیچھے لگ گئے جو شہر بابل میں دو فرشتوں پر اتری تھی) سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۱۰۲ اور میں نے اس کے متعلق ایک حدیث کتاب عیون اخبار الرضا علیہ السلام میں بھی تحریر کر دی ہے

باب (۱۹) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت ادریس علیہ السلام کا نام ادریس رکھا گیا

(۱) خبر دی مجھ کو ابو عبد اللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان بروادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن محمد بن حرث بن سفیان حافظ سمرقندی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے روایت کرتے ہوئے عبد المنعم بن ادریس سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے وھب بن منبہ سے ان کا بیان ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام اسلام کے ایک طویل القامت گداز بدن شخص تھے۔ جن کا سینہ چوڑا، جسم پر بال کم اور سر پر بال زیادہ۔ مگر ان کا ایک کان دوسرے کان سے بڑا تھا۔ نرم مزاج تھے اور نرم گفتگو کرتے تھے جب چلتے تھے تو زمین پر تقریباً لکیریں پڑ جاتی تھیں ان کا نام ادریس اس لئے پڑا کہ وہ اکثر اللہ کی حکمتوں اور اسلام کی سنتوں کا اپنی قوم کو درس دیا کرتے تھے اس کے بعد انہوں نے اللہ کی عظمت پر غور کیا اور کہا کہ ان آسمانوں اور زمینوں میں عظیم مخلوقات شمس و قمر و نجوم و بادل و بارش غرض ان تمام اشیاء کا کوئی نہ کوئی رب ہے جو اپنی قدرت سے ان کی تدبیر و انتظام کرتا ہے۔ پھر ہمارے لئے کیسے ممکن ہے کہ اس کے حق عبادت کو ادا کر سکیں۔ اس کے بعد وہ اپنی قوم میں سے ایک گروہ کو لے کر گوشہ تنہائی میں چلے گئے انہیں وعظ و پند کرتے رہے انہیں عذاب سے ڈراتے رہے اور ان اشیاء کے خالق کی عبادت کی طرف دعوت دیتے رہے اور ایک کے بعد ایک ان کی دعوت کو قبول کرتا رہا یہاں تک کہ سات ہو گئے کچھ دنوں بعد ان کی تعداد ستر ہو گئی پھر سات سو پھر ایک ہزار اور جب ایک ہزار ہو گئی تو انہوں نے فرمایا آؤ ہم تم لوگوں میں سے سو عدد نیک بندوں کو منتخب کریں گے تو آپ نے ان میں سے سو میں سے ستر کو پھر ستر میں سے دس کو پھر دس میں سے سات کو منتخب کیا اور کہا اب یہ سات افراد آئیں اور دعا کریں ہو سکتا ہے کہ اللہ اپنی عبادت کی طرف ہماری رہنمائی کرے چنانچہ ان لوگوں نے اپنے ہاتھ زمین پر رکھے اور دیر تک دعا کرتے رہے مگر کوئی بات ظاہر نہ ہو سکی۔ پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام پر وحی فرمائی اور ان کی اور ان کے ساتھ جو ایمان لائے تھے ان کی اپنی عبادت کی طرف رہنمائی کی چنانچہ وہ لوگ مسلسل اللہ کی عبادت کرتے رہے اور اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا لیا اور اس کے بعد جو لوگ ان کے دین کے تابع تھے وہ چند افراد کے سوا سب منحرف ہو گئے آپس میں اختلاف پڑا اور نئی نئی باتیں اور بدعتیں شروع کر دیں یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ آگیا۔

باب (۲۰) وہ سبب جس کی بنا پر نوح علیہ السلام کا نام نوح علیہ السلام رکھا گیا۔

(۱) میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے احمد بن حسین یمنی سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام عبد الغفار تھا ان کو نوح اس لئے کہا جانے لگا کہ وہ اپنی حالت پر نوحہ کرتے تھے۔

(۲) مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے عبد الرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے سعید بن جناح سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام عبد الملک تھا۔ انہیں اس لئے نوح کہنے لگے کہ وہ پانچ سو سال تک روتے رہے۔

(۳) مجھ سے بیان کیا میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے حسین بن حسن بن ابان سے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے سعید بن جناح سے انہوں نے ایک شخص اور اس نے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا اصل نام عبد الاعلیٰ تھا۔ انہیں وح اس لئے کہا جانے لگا کہ وہ پانچ سو سال تک روتے رہے۔

مصنف کتاب ہذا میں فرماتے ہیں کہ وہ احادیث جو حضرت نوحؑ کے متعلق ہیں وہ سب اس امر پر متفق ہیں ان میں کوئی اختلاف نہیں کہ ان کا نام عبد کے اوپر تھا خواہ وہ عبد الغفار ہو یا عبد الملک ہو یا عبد الاعلیٰ ہو۔

باب (۲۱) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت نوح علیہ السلام کا نام عبد شکور پڑ گیا۔

مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے بیان کیا روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام کا نام عبد شکور اس لئے پڑ گیا کہ آپ جب شام ہوتی تو اور جب صبح ہوتی تو یہ دعا پڑھا کرتے کہ۔ اے پروردگار میں گواہی دیتا ہوں کہ ہر صبح و ہر شام جو نعمتیں اور دین و دنیا کی جو عافیت مجھے ملتی ہے وہ سب تیری طرف سے ملتی ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔ جو کچھ مجھ پر تیری عنایت ہے اس پر تیری حمد کرتا ہوں اور تیرا شکر ادا کرتا ہوں تاکہ تو مجھ سے راضی و خوش رہے اے میرے پروردگار۔

باب (۲۲) وہ سبب جس کی بنا پر طوفان کا نام طوفان پڑ گیا اور قوس کا سبب۔

(۱) مجھے بتایا ابو عبد اللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان بروذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن حرث بن سلیمان حافظ سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے روایت کرتے ہوئے عبد المنعم بن ادریس سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے وھب بن منبہ سے ان کا بیان ہے کہ اہل کتاب یہ کہتے ہیں کہ ابلیس زمانہ طوفان میں فضا کے اندر آباد ہو گیا تھا اور زمین و آسمان کے درمیان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت و تدبیر کے ذریعہ اڑتا پھرتا تھا اور وہ اس زمانہ میں اپنا لشکر تیار کر رہا تھا۔ پھر یہ سب کے سب پانی میں تیرنے لگے اور انہوں نے اپنی شکل کو ہوا میں تبدیل کر لیا اور طوفان کو طوفان اس لئے کہتے ہیں کہ پانی برسنے پر تیرنے لگتا ہے۔ الغرض جب نوحؑ کشتی سے نیچے اترے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اے نوح میں نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت کے لئے خلق کیا تھا اور انہیں اپنی اطاعت کا حکم دیا تھا مگر ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور مجھے چھوڑ کر میرے غیر کی عبادت کرنے لگے اس بنا پر میرے غیظ و غضب کے مستحق ٹھہرے اور میں نے انہیں غرق کر دیا اور اب میں نے اپنی قوس (کمان) کو اپنے بندوں اور اپنے ملک کے لئے امن بنا دیا یہ میرے اور میری مخلوق کے درمیان پختہ وعدہ ہے قیامت تک کے لئے کہ وہ غرق ہونے سے امن میں رہیں گے اور مجھ سے زیادہ اپنے عہد کی وفا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے یہ سن کر حضرت نوحؑ بہت خوش ہوئے اور مسرور ہوئے اور اس قوس میں اس وقت تک تیر بھی اور زرہ بھی تھی پھر اللہ نے تیر اور زرہ کو قوس سے جدا کر دیا اور وہ قوس اللہ کے بندوں اور اللہ کے ملک کے لئے امان کی نشانی بن گئی۔

باب (۲۳) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے زمانہ نوح علیہ السلام میں ساری دنیا کو غرق کر دیا تھا۔

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے عبد السلام بن صالح ہروی سے اور انہوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ

جناب سے دریافت کیا کہ کیا وجہ تھی جو اللہ تعالیٰ نے زمانہ نوح میں ساری دنیا کو غرق کر دیا حالانکہ ان غرق ہونے والوں میں بچے بھی تھے جن کا کوئی گناہ نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ان میں کوئی بچہ نہ تھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کے صلبوں اور ان کی عورتوں کو چالیس سال پہلے ہی سے عقیم اور بانجھ بنا دیا تھا۔ اور ان کی نسل منقطع ہو چکی تھی ان میں کوئی بچہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہیں کرتا کہ اپنے عذاب سے کسی ایسے کو ہلاک کر دے جس کا کوئی گناہ نہیں۔ اور باقی لوگوں کو اللہ نے غرق اس لئے کیا کہ وہ نبی خدا (حضرت نوح) کی تکذیب کر رہے تھے۔ اور تمام لوگ اس لئے غرق ہوئے کہ وہ تکذیب کرنے والوں کی تکذیب پر راضی و خوش تھے اور جو شخص کسی کام میں شریک نہ ہو مگر وہ اس پر راضی ہو تو وہ بھی ایسا ہی ہے جیسے وہ اس کام میں شریک تھا۔

باب ۲۴ وہ سبب جس کی بنا پر حضرت نوح علیہ السلام کی بستی کو اسی (۸۰) لوگوں کی بستی کہا گیا۔

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے عبد السلام بن صالح ہروی سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی سے نیچے زمین پر اترے تو وہ اور ان کی اولاد اور ان کے متبعین سب مل کر اسی افراد تھے اور جہاں یہ لوگ اترے وہیں ایک بستی آباد کی اس لئے اس بستی کو اسی لوگوں کی بستی کہا جانے لگا۔

باب ۲۵ وہ سبب جس کی بنا پر حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے اہل سے نہیں ہے۔

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی وشاء سے انہوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میرے پدر بزرگوار نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح سے کہا کہ یہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے اس لئے کہ وہ حضرت نوح کا مخالف تھا اور وہ لوگ جو حضرت نوح کی اتباع کر رہے تھے ان کو حضرت نوح کے اہل میں قرار دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا کہ پسر نوح کے لئے جو آیت آئی ہے اس کو لوگ کیسے پڑھتے ہیں میں نے عرض کیا اس کو لوگ دو طرح پڑھتے ہیں إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ اور وَإِنَّهُ عَمَلَ غَيْرُ صَالِحٍ آپ نے فرمایا کہ لوگ غلط کہتے ہیں یہ حضرت نوح علیہ السلام کا ہی فرزند تھا مگر جب اس نے دین میں حضرت نوح علیہ السلام کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اہل ہونے کی نفی کر دی۔

باب (۲۶) وہ سبب جس کی وجہ سے نجف کا نام نجف رکھا گیا

(۱) مجھ سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبد اللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے انہوں نے اپنے چچا حسن بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی نعیم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ نجف پہلے ایک پہاڑ تھا اور یہ وہی پہاڑ تھا جس کے لئے فرزند نوح نے کہا تھا کہ میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا وہ مجھے پانی میں ڈوبنے سے بچا لے گا اور روئے زمین پر اس سے بڑا کوئی پہاڑ نہ تھا (جب پسر نوح نے یہ کہا تو) اللہ نے پہاڑ کی طرف وحی کی کہ

پہاڑ کیا تیرے ذریعے یہ میرے عذاب سے بچ گا یہ سن کر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر کربلا و شام کی طرف ریت بن کر پھیل گیا اس کے بعد وہ ایک بڑا سمندر بن گیا اور اس کا نام بحرنی (یعنی چربی کا سمندر) پڑ گیا اس کے بعد وہ جف (یعنی خشک) ہو گیا اور وہ نی جف کہا جانے لگا اور پھر لوگ اسے نی جف کہنے لگے اور پھر دنوں بعد نی جف کو نجف کہنے لگے اس لئے کہ اس کا بولنا آسان تھا۔

باب (۲۷) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت نوحؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اگر ان لوگوں کو چھوڑ دیا گیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور اس سے سوائے فاجر اور کافر کے کوئی اور نہ پیدا ہو گا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے حسان بن سدیر سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ نے دیکھا کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کے لئے بددعا کی تو یہ کہا رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا انک ان تذرھم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا (اے میرے پروردگار کافروں میں سے کسی بسنے والے کو نہ چھوڑ اگر تو ان کو چھوڑ دے گا تو یقیناً وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے) سورۂ نوح۔ آیت نمبر ۲۷-۲۶ آپ نے فرمایا ہاں انہیں معلوم تھا کہ ان لوگوں کی نسل میں سے ایک بھی نجیب اور بھلا آدمی پیدا نہ ہو گا۔ راوی کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا حضرت نوحؑ کو اس کا کیسے علم تھا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو وحی کر دی تھی کہ تمہاری قوم میں سے جو ایمان لا چکے وہ لا چکے اب مزید ان میں سے کوئی ایمان نہ لائے گا اس وقت حضرت نوحؑ نے ان کے لئے یہ بددعا کی۔

باب (۲۸) وہ سبب جس کی بنا پر لوگوں میں سوڈانی ترک و سقالبہ و یاجوج و ماجوج پیدا ہو گئے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سہیل بن زیاد آدمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے انہوں نے کہا کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت نوح علیہ السلام ڈھائی ہزار سال زندہ رہے ایک دن وہ اپنے سفینہ میں سو رہے تھے کہ ہوا کا جھونکا آیا اور آپ کی شرمگاہ سے کپڑا ہٹ گیا یہ دیکھ کر حام و یافث ہنسنے لگے تو سام علیہ السلام نے انہیں جھڑکا اور ہنسنے سے منع کیا اور پھر ہوا کے جھونکے سے جب بھی کپڑا ہٹتا سام اس کو برابر کر دیتے مگر حام و یافث اس کپڑے کو پھر ہٹا دیتے اسی اثنا میں حضرت نوحؑ کی آنکھ کھل گئی اور دیکھا کہ دونوں ہنس رہے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ تو سام نے سب واقعہ بتایا۔ یہ سن کر حضرت نوحؑ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور یہ دعا کرنے لگے کہ پروردگار حام کے صلب کے پانی کو ایسا بدل دے کہ اس سے صرف سوڈانی (حبشی) پیدا ہوں پروردگار یافث کے صلب کے پانی کو بھی متغیر کر دے تو اب جتنے بھی حبشی ہیں اور جہاں بھی ہیں وہ حام کی نسل سے ہیں اور جتنے ترک و سقالبہ و یاجوج ماجوج اور چینی ہیں وہ سب یافث کی نسل سے ہیں جہاں بھی ہیں۔ اور ان کے علاوہ جتنے گورے ہیں وہ سام کی نسل سے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام نے حام و یافث سے یہ بھی کہا کہ جاؤ اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کی نسل کو سام کی نسل کا غلام بنا دیا قیامت تک کے لئے۔ اس لئے کہ سام نے میرے ساتھ نیکی اور تم دونوں نے میری نافرمانی کی اور اب رہتی دنیا تک تم دونوں کی نافرمانی کا اثر تمہاری ذریت میں اور سام کی فرمانبرداری و نیکی کا اثر اس کی ذریت میں رہے گا۔

ماتذر من شی اتت علیه الا جعلته کالرمیم (جس نے نہ چھوڑا کسی چیز کو جس پر وہ پہنچی مگر (یہ کہ) اس نے اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح کر دیا) سورۃ الذاریات۔ آیت نمبر ۴۲ اور قوم عاد پر جب ہم نے ریح عقیم کو بھیجا تو وہ جس چیز پر سے گزری وہ تمام ریزہ ریزہ ہو گئی

اور قوم عاد کے علاقے میں ریگ کی کثرت اسی لئے ہے کہ ریح عقیم نے اس علاقہ کو پیس ڈالا اور اس پر سات رات اور آٹھ دن چلتی رہی اور کہا جاتا ہے کہ مسلسل چلتی رہی۔ مردوں اور عورتوں کو اٹھاتی فضا میں لیجاتی اور وہاں سے نیچے پھینک دیتی اور ساری قوم اس طرح نظر آتی جیسے بڑے بڑے درخت لٹے پڑے ہوئے ہیں وہ اوندھے اور سر کے بل گرتے۔ وہ مردوں اور عورتوں کے پاؤں کے بل اکھیڑتی اور اوپر لیجاتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **تنزع الناس کانھم اعجاز نخل منقعر** (وہ لوگوں کو جگہ سے اکھاڑ کر پھینکتی ہے گویا کہ وہ جڑ سے اکھڑنے والے کھجور کے درخت کے تنے ہیں) سورۃ القمر۔ آیت نمبر ۲۰ نزع کے معنی اکھیڑنے کے ہیں۔ وہ ہوا پہاڑوں کو اس طرح سے اکھاڑ لیتی جیسے گھروں کو پھر انہیں پیس کر باریک ریت بنا دیتی اسی لئے ریگستان میں کوئی پہاڑ نظر نہیں آئے گا۔

اور عاد کو ارم ذات العماد اس لئے کہتے ہیں کہ وہ لوگ پہاڑوں سے ستون تراشتے تھے اور ستون کی لمبائی اس پہاڑ کے برابر ہوا کرتی جس سے یہ تراشا جاتا نیچے سے لے کر اوپر تک۔ پھر ان ستونوں کو وہاں سے اٹھا کر لیجاتے اور اسے نصب کر کے ان پر عمارت تعمیر کرتے اسی لئے انہیں ارم ذات العماد کہا جاتا ہے۔

باب (۳۱) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام ابراہیم رکھا گیا

(۱) میں نے بعض مشائخ سے اور بزرگوں سے جو اہل علم تھے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ان کو ہم (فکر) تھا۔ پھر وہ بری ہو گئے اس فکر سے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کو آخرت کا ہم تھا (یعنی فکر تھی) اور دنیا سے بری تھے۔

باب (۳۲) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل منتخب ہوئے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے کسی اور سے کہ اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خلیل کیوں منتخب فرمایا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ زمین پر کثرت سے سجدہ کیا کرتے تھے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے علی بن معبد سے انہوں نے حسین بن خالد سے اور انہوں نے حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے کہ میں نے سنا حضرت ابو عبداللہ سے وہ روایت کر رہے تھے اپنے پدر بزرگوار سے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل اس لئے منتخب فرمایا کہ وہ نہ خدا کے سوا کسی کے پاس گئے اور نہ کسی سے کوئی سوال کیا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن شیبانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد اسدی کوفی نے روایت کرتے ہوئے سہل بن زیاد آدمی سے انہوں نے عبدالعظیم ابن عبداللہ الحسنی سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل اس لئے منتخب کیا کہ وہ کثرت سے محمد اور ان کے اہلبیت پر درود بھیجتے تھے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے ابوالحسن محمد بن عمرو بن علی البصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو احمد محمد بن ابراہیم بن خارج الاصم البستی

کہ اللہ نے حضرت ابراہیم کو حکم دیا تم میرے صالح بندوں میں فلاں سے ملاقات کرو تو یہ اس کی ملاقات کو گئے اور گفتگو کی اس نے کہا کہ اس دنیا میں ایک بندہ ہے جس کا نام ابراہیم ہے اللہ نے اس کو اپنا خلیل منتخب کیا ہے۔ آپ نے کہا اس عبد کی علامت اور شناخت کیا ہے؟ اس مرد صالح نے کہا اس کے لئے اللہ مردے کو زندہ کرے گا۔ تو حضرت ابراہیم نے اس سے کہا کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ تو میرے لئے مردے کو زندہ کردے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تمہیں اس کا یقین ہے؟ عرض کیا ہاں یقین تو ہے۔ لیکن میں اپنا اطمینان قلب چاہتا ہوں یعنی اطمینان ہو جائے گا کہ خلیل میں ہی ہوں۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ اس سلسلے میں ان کے لئے کوئی معجزہ ظاہر ہو جیسا کہ رسولوں کے لئے ظاہر ہوا کرتے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ نے جب اپنے رب سے درخواست کی کہ وہ ان کے لئے مردے کو زندہ کردے تو اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے پرندوں کو ذبح کرنے کا حکم دیا (مور، گدھ، مرغ اور بطخ) مور سے مراد زینت دنیا گدھ سے مراد امیدیں مرغ سے مراد شہوت اور بطخ سے مراد حرص ہیں۔ اس طرح اشاروں میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل زندہ رہے اور میری طرف سے مطمئن ہو تو ان چیزوں کو اپنے دل سے نکال ڈالو اس لئے کہ جب تک یہ اشیاء میرے بندے کے دل میں رہیں گی وہ مجھ سے مطمئن نہیں رہ سکتا۔ اور حضرت ابراہیم کا سوال کہ کیسے (مردوں کو زندہ کرتا ہے) اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ تم ایمان و یقین نہیں رکھتے اس کے باوجود کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کے پوشیدہ دل کا بھی علم ہے تو بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ کہا کہ پروردگار تو مجھے دکھا تو مردے کو کیسے زندہ کرتا ہے تو ظاہر الفاظ سے یہ وہم ہوتا تھا کہ وہ یقین نہیں رکھتے تو اللہ تعالیٰ نے خود یہ سوال کر کے اس وہم اور شک کو دور کر دیا اور حضرت ابراہیمؑ سے اس تہمت و الزام کو ختم کر دیا۔

(۹) مجھ سے بیان کیا علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ہارون صوفی نے روایت کرتے ہوئے ابو بکر عبداللہ بن موسیٰ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین خشاب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن محصن نے روایت کرتے ہوئے یوسف بن ظبیان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی روح قبض کرنے کا ارادہ کیا تو ان کے پاس ملک الموت آیا اور کہا السلام علیک یا ابراہیم آپ نے فرمایا وعلیک السلام یا ملک الموت تم کیسے آئے کوئی حکم لے کر آئے ہو یا خبر مرگ سنانے آئے ہو؟ ملک الموت نے کہا خبر مرگ ہے اسے قبول کیجئے۔ حضرت ابراہیم نے کہا کیا تم نے کہیں دیکھا کہ کوئی دوست اپنے دوست کو مار ڈالے؟ امیر المومنین فرماتے ہیں کہ یہ سن کر ملک الموت واپس گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اے ملک الموت ان کے پاس پھر جاؤ اور ان سے کہو کہ کیا تم نے کہیں دیکھا ہے کہ ایک دوست اپنے دوست کی ملاقات سے گریز کرے بلکہ دوست تو اپنے دوست کی ملاقات کا خواہشمند ہوتا ہے۔

باب (۳۳) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے کہا وابراھیم الذی وفی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے بتایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے اور انہوں نے جعفر بن شمری سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ قول خدا وابراھیم الذی وفی کی تفسیر میں ارشاد فرمایا حضرت ابراہیم کی صبح شام یہ کہا کرتے تھے اپنے رب محمود کی قسم میں نے صبح کی اور اس حال میں صبح کی کہ کسی شے کو اللہ کا شریک قرار نہیں دیا اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے اللہ کو نہیں پکارا اور اس کے سوا کسی اور کو پناہ ولی نہیں بنایا چنانچہ اس بنا پر ان کا نام عبد شکور ہو گیا۔

باب (۳۴) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی ماں کو حجر میں دفن کیا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن شہریار سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے علی بن نعمان سے انہوں نے سیف بن عمیرہ سے انہوں نے ابو بکر حضرمی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت اسماعیل نے اپنی والدہ کو حجر میں دفن کیا اور اس کو بند کر دیا اور اس کے گرد چار دیواری کھینچ دی تاکہ اس کی قبر کسی کے پاؤں کے نیچے نہ آسکے۔

باب (۳۵) وہ سبب جس کی بنا پر گھوڑوں کو جیاد کہا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد ابن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے برقی سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے ایک شخص سے انہوں نے مجاہد سے اور انہوں نے ابن عباس سے ان کا بیان ہے کہ عرب کے گھوڑے وحشی تھے۔ سرزمین عرب میں جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے مل کر کعبہ کی دیواریں بلند کرلیں تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ میں تمہیں وہ خزانہ دے رہا ہوں کہ اس سے قبل میں نے کسی کو نہیں دیا۔ پھر حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ دونوں نکلے اور گھوڑوں پر سوار ہوگئے اور آواز دی الا هلا الا هلم۔ یہ سن کر سرزمین عرب کے سارے گھوڑے ان کی خدمت میں آگئے اور ان کے لئے رام ہو گئے اور اپنے سر کی چوٹیاں ان کے سپرد کر دیں اور اسی بنا پر ان کو جیاد کہا جانے لگا۔ اور اس کے بعد گھوڑے ہمیشہ اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے مالکوں کی نظر میں محبوب ہوں یونہی یہ گھوڑوں کا سلسلہ آگے بڑھا یہاں تک کہ حضرت سلیمانؑ نے انہیں پکڑوایا جب وہ مطیع ہوگئے تو حکم دیا کہ ان کی گردنیں کھینچ کر انہیں بسا دو یہاں تک کہ چالیس گھوڑے باقی رہ گئے۔

باب (۳۶) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موت کی تمنا کی حالانکہ وہ اب تک اس سے کراہت کرتے رہے تھے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے ابو بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام دونوں سے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت ابراہیمؑ کے مناسک حج ادا ہوگئے تو وہ شام واپس گئے اور وہیں وفات پائی اور ان کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ جب ملک الموت ان کی قبض روح کے لئے آئے تو ان کو موت ناپسند ہوئی اور ملک الموت اپنے رب کی طرف واپس گئے اور عرض کیا کہ ابراہیم کو موت ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا چھوڑو ابراہیم کو چھوڑ دو وہ چاہتے ہیں کہ میری اور عبادت کریں یہاں تک کہ آپ نے ایک بوڑھے کو دیکھا وہ کھاتا ہے اور جو کچھ کھاتا ہے وہ منہ سے نکل جاتا ہے یہ دیکھ کر انہیں حیات ناپسند ہوئی اور موت پسند آئی۔

اور لوگوں تک یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؑ کہیں گئے تھے اپنے گھر واپس آئے تو دیکھا کہ اس میں ایسا حسین و جمیل شخص موجود ہے کہ اس جیسا حسین آپ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں ملک الموت ہوں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ اس شکل و صورت پر تم سے قرب اور تمہاری ملاقات کون ناپسند کرے گا۔ ملک الموت نے کہا یا خلیل الرحمن اللہ تبارک تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ خیر چاہتا ہے تو مجھے اس شکل میں بھیجتا ہے اور جب کسی بندے کے لئے برائی چاہتا ہے تو مجھے اس صورت کے بدلے کسی اور شکل و

صورت کے ساتھ بھیجتا ہے اور پھر ملک الموت نے ان کی روح قبض کر لی شام میں اور حضرت اسماعیلؑ نے ان کے بعد وفات پائی اس وقت ان کی عمر یک سو تیس (۱۳۰) سال تھی اور وہ اپنی ماں کے پہلو میں حجر کے اندر دفن ہوئے۔

(۲) مجھ سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محمد سے انہوں نے محمد بن قاسم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت سارا نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا اے ابراہیم آپ کبیر السن ہو گئے کاش اللہ سے دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک فرزند عطا کر دیتا جس سے ہم لوگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو اپنا خلیل منتخب کر لیا ہے۔ انشاء اللہ وہ آپ کی دعا قبول کرے گا۔

آپ نے فرمایا کہ پھر حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی کہ پروردگار تو مجھے ایک فرزند علیم (دانا) عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ میں تم کو ایک فرزند علیم عطا کرنے والا ہوں پھر اپنی اطاعت میں تمہارا امتحان لوں گا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس بشارت کے بعد حضرت ابراہیمؑ تین سال تک انتظار میں ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس بشارت آئی اور ادھر حضرت سارا نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا اے ابراہیم آپ بہت کبیر السن ہو گئے اور اب آپ کی موت بھی قریب ہے کاش آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ آپ کی موت کو فراموش کر دے اور آپ کی عمر میں اضافہ فرمائے تاکہ آپ ہمارے ساتھ رہیں اور ہم لوگوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پس حضرت ابراہیمؑ نے درازی عمر کے لئے دعا کی تو وحی آئی کہ سارا سے پوچھو کہ وہ تمہاری عمر میں کتنی زیادتی چاہتی ہیں وہ جس قدر کہیں میں اتنی زیادہ کر دوں۔ حضرت ابراہیمؑ نے سارا سے پوچھا تو حضرت سارا نے کہا اللہ سے کہو وہ اس وقت تک موت نہ دے جب تک تم خود موت کی خواہش نہ کرو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب سے بات کی تو اللہ نے وحی فرمائی کہ چلو تمہاری یہ بات مجھے منظور ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے سارا کو یہ بتایا کہ اللہ نے یہ بات منظور کر لی تو حضرت سارا نے کہا اب اس کے شکریہ میں آپ کھانا تیار کرائیں اور فقرا و محتاجین کو دعوت دیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایسا ہی کیا اور تمام لوگوں کو عام دعوت دے دی۔ اس دعوت میں آنے والوں میں ایک ایسا شخص بھی آیا جو نہایت بوڑھا، ضعیف اور نابینا تھا اس کے ساتھ اسے پکڑ کر لانے والا بھی تھا۔ آپ نے ان کو دسترخوان پر بٹھایا تو اس نابینا نے لقمہ اٹھایا اور اپنے منہ کی طرف لے چلا تو اس کا ہاتھ کبھی داہنے جانب اور کبھی بائیں جانب بوجہ کمزوری چلا گیا۔ پھر وہ لقمہ بجائے منہ کے اس کی پیشانی سے جا لگا چنانچہ اس کے ساتھی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کے کام کو دیکھتے رہے آپ کو تعجب ہوا۔ پھر اس کے ساتھی سے پوچھا اس کے ساتھی نے کہا یہ آپ جو اس کی حالت دیکھ رہے ہیں یہ اس کی ضعیفی اور بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دل میں کہا کہ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جب میں بوڑھا ہو جاؤں تو میری حالت بھی اس جیسی ہو جائے لہذا اس بوڑھے کا یہ حال دیکھ کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا پروردگار تو مجھے اسی وقت پر موت دے جو وقت تو نے مقرر کر دیا ہے۔ اب یہ دیکھنے کے بعد مجھے زیادہ عمر کی ضرورت نہیں۔

باب (۳۷) وہ سبب جس کی بنا پر ذوالقرنین کو ذوالقرنین کہا جانے لگا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے حسین بن حسن ابن ابان سے اور انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن عمرو نے روایت کرتے ہوئے یزید عجلی سے انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے کہ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام منبر پر خطبہ فرما رہے تھے کہ ابن الکوا کھڑا ہو گیا اور بولا یا امیر المومنین مجھے ذوالقرنین کے متعلق بتائیں کہ وہ کوئی نبی تھے یا ملک اور یہ بھی بتائیں کہ ان کی دونوں سینگیں سونے کی تھیں یا چاندی کی؟ آپ نے فرمایا کہ وہ نہ کوئی نبیؑ تھے اور نہ کوئی ملک اور نہ ان کی سینگیں سونے کی تھیں نہ چاندی کی بلکہ وہ ایک اللہ کے بندے تھے وہ اللہ سے محبت کرتے تھے اور اللہ ان سے محبت کرتا تھا وہ اللہ کی نصرت کرتے اور اللہ ان کی نصرت کرتا تھا۔ ان کو ذوالقرنین اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی تو قوم نے ان کی ایک سینگ پر مارا تو

سے دھواں بلند ہوتا اور آسمان پر چھاتا تو اس درخت کے سامنے سجدہ میں گر جاتے۔ روتے اور چلاتے اور کہتے کہ وہ ان سے راضی اور خوش ہو جائے تو اس وقت شیطان آتا اور اس درخت کی شاخوں کو ہلاتا اور اس کے تنے سے بچوں کی طرح کی آوازیں دیتا کہ اے میرے بندو میں تم سے خوش اور راضی ہوں۔ آپس میں مل کر خوشی کرو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ یہ سنکر وہ لوگ سجدے سے سر اٹھاتے شراب پیتے باجے بجاتے اپنے دستبند اٹھاتے اور ایک رات اور ایک دن اسی میں مشغول رہتے اس کے بعد اپنے گھروں کو واپس ہوتے۔

اور عجمیوں نے اپنے مہینوں کے نام انہی قریوں پر رکھے ابان، آذر وغیرہ ان قریوں کی نسبت میں اس لئے کہ وہ آپس میں کہا کرتے کہ اس مہینے میں فلاں قریہ کی عید ہے اور جب سب سے بڑے قریہ کی عید ہوتی تو وہاں سب قریوں کے چھوٹے بڑے جمع ہوتے اور اس چشمہ اور صنوبر کے گرد حریر و دیبا کے پردے ڈال دیتے ان پر طرح طرح کی تصویریں ہوتیں اور اس میں بارہ دروازے بناتے اور ہر دروازہ ایک قریہ کا ہوتا اور وہ پردے کے باہر صنوبر کو سجدہ کرتے اور اس قسم کے جانوروں کی قربانی وہاں بھی دیتے جیسی اپنے قریوں میں دیا کرتے۔ اس وقت ابلیس آتا اور صنوبر کے درخت زور زور سے ہلاتا اور اس کے اندر سے گرجدار آواز میں بولتا اور ان لوگوں سے اس سے بھی زیادہ وعدے کرتا جتنا دوسرے شیاطین ہر ہر قریہ کے درختوں پر کرچکے ہوتے۔ پھر یہ لوگ سجدے سے اپنا منہ اٹھاتے اور بعد خوش و مسرور ہوتے اور شراب نوشی اور گانے بجانے میں مصروف رہتے اور یہ سلسلہ وہاں بارہ دن تک شب و روز جاری رہتا سال کی عیدوں کی تعداد کے مطابق۔ جب ان کے کفر اور غیر خدا کی عبادت کو ایک طویل عرصہ گذر گیا تو اللہ خدا عزوجل نے ان کے پاس بنی اسرائیل میں سے یہود ابن یعقوب کی اولاد کا ایک نبی بھیجا جو ایک طویل عرصے تک ان میں رہا ان کو اللہ کی عبادت اور معرفت و ربوبیت کی طرف دعوت دیتا رہا مگر کسی نے ان کی پیروی نہ کی۔ مگر جب انہوں نے دیکھا کہ ان لوگوں کی سرکشی و گمراہی شدید ہو چکی ہے یہ لوگ ان کی دعوت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں تو انہوں نے دعا کی پروردگار یہ تیرے بندے مجھے جھٹلاتے رہے ہیں تیرے وجود سے انکار کر رہے ہیں اور اس درخت کی پوجا کر رہے ہیں جو انہیں نہ تو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان لہذا تو ان کے سارے درختوں کو خشک کردے اور اپنی قدرت و قوت کا مظاہرہ کر۔ چنانچہ جب دوسرے دن صبح ہوئی تو ان لوگوں نے دیکھا کہ سارے صنوبر کے درخت ہی خشک ہو گئے یہ دیکھ کر انہیں بڑا ہول آیا اور اب ان میں دو گروہ ہو گئے ایک گروہ کہتا کہ یہ شخص جو اپنے آپ کو آسمانوں اور زمینوں کے پروردگار کا رسول کہتا ہے اس نے تمہارے معبودوں پر سحر کر دیا ہے تاکہ تم لوگوں کا رخ تمہارے معبودوں کی طرف سے پھیر کر اپنے اللہ کی طرف موڑ دے اور ایک گروہ یہ کہتا کہ نہیں بلکہ جب سے تمہارے معبودوں نے اس شخص کو دیکھا کہ یہ ان میں عیب لگاتا اور بدگوئی کرتا ہے اور تم لوگوں کو ان کی پرستش چھوڑ کر دوسرے معبود کی پرستش کی دعوت دیتا ہے چنانچہ وہ ناراض اور خفا ہو گئے ہیں اس لئے وہ پژمردہ ہو گئے ہیں اور ان کا حسن جاتا رہا ہے تاکہ تم لوگوں کو ہوش آئے اور ان کی مدد کرو۔ اور پھر سب کے سب اس نبی کے قتل پر متفق ہو گئے اور لوگوں نے بڑے بڑے تانبے کے نلکے بڑے منہ کے بنائے اور اسے چشمے کی تہ میں ڈالا اور پانی کی سطح تک ایک دوسرے پر رکھتے گئے اور ان نلکوں میں جو پانی تھا اسے کھینچ لیا۔ پھر اس چشمے کی تہ میں ایک گہرا کنواں کھود بہت تنگ منہ کا اور اس میں اپنے نبی کو ڈال دیا اور اس کا منہ ایک بڑی چٹان سے بند کر دیا اور اپنے سارے نلکے نکال لئے اس امید پر کہ جب ہمارے معبود یہ دیکھیں گے کہ ہم لوگوں نے اس شخص کو جو ان کی برائی کرتا اور ہمیں ان کی عبادت سے روکتا تھا اسے قتل کر کے ان کے بڑے معبود کے نیچے دفن کر دیا ہے تو ان کی پژمردگی دور ہو جائے گی اور رونق و تازگی عود کر آئے گی۔ چنانچہ وہ لوگ دن بھر اس نبی کی کراہ سنتے رہے اور ان کے نبی یہ کہتے رہے تھے کہ میرے مالک تو میرے اس تنگ مکان اور شدید تکلیف کو دیکھ رہا ہے تو میری اس بے بسی اور بے کسی پر رحم فرما اور جلد از جلد میری روح کو قبض کر لے میری دعا کی قبولیت میں تاخیر نہ کر اور یہی کہتے کہتے وہ نبی علیہ السلام مر گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا اے جبرئیل کیا میرے یہ بندے جو میرے حلم سے دھوکہ کھا رہے اور میرے حیلوں سے خود کو محفوظ سمجھتے اور میرے سوا دوسرے کی پرستش کرتے ہیں اور میرے رسولوں کو قتل کرتے ہیں یہ گمان کرتے ہیں کہ میرے غضب کا مقابلہ کر لیں گے یا میرے حدود سلطنت سے نکل جائیں گے تو یہ کیسے ممکن ہے میں ایسے نافرمانوں سے انتقام لوں گا اور ان کو سزا

دیتے ہوئے کوئی تحریک محسوس نہ کروں گا۔ میں نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ میں انہیں دونوں جہانوں کے لئے باعث عبرت بنا دوں گا۔ پھر ان ہی کی عید کے دن ایک سرخ آندھی چلی لوگ بہت گھبرائے اور ایک دوسرے کے بچے ہو گئے۔ پھر ان کے نیچے کی زمین گندھک کی چٹان کی مانند انگارہ بن گئی اور ان کے اوپر سایہ دار بادل منڈلانے لگا پھر وہ یکایک انگاروں کا ایک قبہ بن کر ان پر گرا اور ان کے جسم اس طرح پگھل گئے جیسے آگ میں تانبا پگھلتا ہے۔ خدا کی پناہ اس عذاب الٰہی اور اس کے انتقام سے۔

باب (۳۹) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یعقوبؑ پڑ گیا اور وہ سبب جس کی بنا پر اسرائیل کا نام اسرائیل ہوا

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسین قطان نے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے حسن بن علی سکری نے اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا جوہری نے اس کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن عمارہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت یعقوبؑ اور عیص دونوں جڑواں پیدا ہوئے۔ پہلے عیص پیدا ہوئے پھر یعقوبؑ۔ اور ان کا نام اسی لئے یعقوب پڑ گیا کہ وہ عیص کے عقب یعنی بعد میں پیدا ہوئے اور یعقوب ہی اسرائیل ہیں۔ اسرائیل کے معنی عبداللہ کے ہیں اسرا یعنی عبد اور ایل یعنی اللہ عزوجل۔

(۲) ایک دوسری حدیث میں روایت کی گئی ہے کہ اسرا کے معنی قوت کے ہیں اور ایل کے معنی اللہ کے ہیں۔ اسرائیل یعنی اللہ کی قوت۔

(۳) بیان کیا مجھ سے ابو محمد عبداللہ بن حامد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو صالح خلف بن محمد ابن اسماعیل خیام بخاری نے بخارا میں اور جو حدیثیں میں نے ان سے پڑھیں ان میں ایک یہ بھی انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن علی بن حمزہ انصاری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالرحمن بن ابراہیم دمشقی دحیم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بشر بن بکر تنیسی نے روایت کرتے ہوئے ابی بکر بن ابی مریم سے انہوں نے سعید ابن عمرو انصاری سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے کعب الاحبار سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں بیان کرتے ہیں کہ اسرائیل کا نام اسرائیل اس لئے ہے کہ حضرت یعقوب بیت المقدس کی خدمت کیا کرتے۔ سب سے پہلے بیت المقدس میں داخل ہوتے اور سب کے بعد میں نکلتے اور اس کی قندیلیں روشن کرتے۔ جب صبح ہوتی تو ان کو بجھاتے اتفاق سے ایک دن آپ بیت المقدس میں شب کو سو رہے تھے کہ دیکھا کہ ایک جن قندیلوں کو بجھا رہا ہے آپ نے اس کو پکڑ کر ایک کوٹھری میں اسیر کر دیا اور صبح کو لوگوں نے دیکھا کہ ایک جن اسیر ہے اس جن کا نام ایل تھا اس لئے ان کا نام اسرائیل ہو گیا۔ حدیث بہت طویل ہے میں نے بہاں بقدر ضرورت نقل کیا ہے اور پوری حدیث کتاب موجود میں تحریر کی ہے

باب (۴۰) وہ سبب جس کی بنا پر انبیاء اور مومنین آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں

(۱) مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ مجھ سے بیان کیا علی ابن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے اور انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے سماعہ بن مہران سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام کی کتاب میں ہے کہ سب سے زیادہ شدید مصیبت میں انبیاء مبتلا ہوتے ہیں۔ پھر اوصیاء پھر درجہ بدرجہ اور مومن اپنے اعمال حسنہ کے مقدار مبتلا ہوتے ہیں جس کا دین صحیح اور عمل صحیح ہو اس کی آزمائش شدید ہوتی ہے یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو مومن کو ثواب دینے کے لئے اور کافر کو سزا دینے کے لئے نہیں بنایا ہے۔ جس کا دین کمزور ہو اور عمل میں ضعف ہو اس کا بلائیں بھی کم ہوتی ہیں اور بلائیں متقی پر اس سے

بھی زیادہ سرعت کے ساتھ نازل ہوتی ہیں جتنی سرعت کے ساتھ بارش کا قطرہ زمین پر پہنچتا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے ابی عبداللہ جاموارانی سے انہوں نے حسن بن ابی حمزہ سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اگر مومن پہاڑ کی چوٹی پر بھی رہنے لگے تو اللہ وہاں بھی ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو اس کو اذیت پہنچائے تاکہ اللہ اس مومن کو اس کا اجر دے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے حمزہ بن محمد بن احمد علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبیداللہ بن حمدون نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن نصیر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے خالد نے روایت کرتے ہوئے حسین سے انہوں نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت علی ابن حسین سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور مجھ سے پہلے جس قدر انبیاء اور مومن گزرے ان کو کسی نہ کسی ایسے شخص سے آزمایا گیا جو ہم لوگوں کو اذیت و تکلیف پہنچائے اور اگر مومن کسی پہاڑ کی چوٹی پر بھی چلا جائے تو وہاں بھی اللہ ایک ایسے شخص کو بھیج دیگا جو اس کی اذیت پہنچائے تاکہ اللہ اس مومن کو اس کا اجر دے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں جب سے پیدا ہوا ہوں ہمیشہ مظلوم ہی رہا ہوں۔ یہاں تک کہ جب بھائی عقیل کی آنکھیں دکھتی تھیں تو وہ چلاتے کہ ارے مجھے نہ چھوڑو علی کو چھوڑو اور مجھے دیکھو لوگ مجھے مجبوراً چھوڑ دیتے حالانکہ میں بھی آشوب چشم میں مبتلا ہوتا تھا۔

باب (۴۱) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا امتحان لیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی وجہ سے آپ کا آزمائش میں پڑنا اور اس سلسلہ کے واقعات

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ ابن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے مالک ابن عطیہ سے انہوں نے ثمالی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے علی ابن الحسین علیہ السلام کے ساتھ جمعہ کے دن مدینہ میں نماز پڑھی جب نماز و تسبیح سے فارغ ہوئے تو آپ بیت الشرف کی طرف تشریف لے گئے میں آپ کے ساتھ تھا اور پہنچتے ہی آپ نے اپنی خادمہ سکینہ نامی کو آواز دی اور اس سے کہا کہ میرے دروازے پر جو سائل گزرے اس کو کھانا کھلا دو اس لئے کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ میں نے سوال کیا مگر ہر سوال کرنے والا مستحق تو نہیں ہوتا آپ نے فرمایا اے ثابت مجھے ڈر ہے کہ کوئی مستحق میرے دروازے پر آئے اور میں اسے کھانا نہ کھلاؤں واپس کردوں تو حضرت یعقوب علیہ السلام پر جو مصیبت واقع ہوئی تھی وہ ہم اہلبیت پر نازل ہو جائے لہٰذا سب کو کھانا کھلاؤ۔ حضرت یعقوبؑ روزانہ ایک بھیڑ ذبح کرتے اس میں کچھ تصدق کرتے اور بقیہ وہ اور ان کے اہل و عیال کھایا کرتے ایک مرتبہ ایک سائل مومن روزہ دار مستحق اور اللہ کے نزدیک صاحب عزت مرد مسافر و غریب شب جمعہ اول وقت افطار کے حضرت یعقوبؑ کے دروازے پر آیا اور آواز لگائی کہ ایک سائل مسافر اور بھوکے کو اپنے بچے ہوئے کھانے سے کھانا کھلا دیں اور اس نے کئی مرتبہ لگائی۔ لوگ اس کو مستحق نہ سمجھے اور اسے کھانا نہیں کھلایا۔ جب وہ سائل مایوس ہو گیا اور رات زیادہ ہو گئی تھی واپس ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے اپنی بھوک کی شکایت کی اور بغیر کچھ کھائے سو گیا اور صبح اٹھ کر بھوکے ہی روزہ رکھ لیا اور اللہ کی حمد میں مشغول ہو گیا ادھر حضرت یعقوب اور ان یعقوب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا بلکہ صبح کو کچھ بچ بھی رہا۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر اسی شب کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب کی طرف وحی کی کہ اے یعقوب تم نے میرے ایک بندے کو

ذلیل کرکے میرے غضب کو خرید اتم میری تادیب کے مستحق اور اس کے مستوجب ہوئے کہ تم پر میری عقوبت نازل ہو اور اس قابل ہو کہ تمہیں
اور تمہاری اولاد کو مبتلائے مصیبت کروں۔ اے یعقوب مجھے اپنے انبیاء میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ اور سب سے زیادہ مکرم وہ ہے جو میرے
مسکین بندوں پر ترس کھائے ان سے قربت رکھے انہیں کھانا کھلائے اور ان کے لئے ملجا وماویٰ بن جائے۔ اے یعقوب تمہیں میرے اس بندے کی
تنگی ماندی حال پر بھی رحم۔ آیا جو میری عبادت میں کوشاں تھا اس ظاہری دنیا میں سے تھوڑے پر قناعت کرتا تھا۔ گذشتہ شب اول افطار کے وقت
وہ تمہارے دروازے پر آیا اور تم لوگوں کو آواز دی کہ ایک سائل مسافر اور فقیر اور قانع کو کھانا کھلادو مگر تم لوگوں نے اسے کچھ نہ کھلایا اور وہ واپس
ہو گیا اور مجھ سے شکایت کی اور میری حمد کرتا ہوا غریب بھوکا ہی سو گیا۔ پھر اس نے صبح کو بغیر کچھ کھائے میرے لئے روزہ رکھ لیا اور اے یعقوب تم
اور تمہاری اولاد خوب سیر شکم ہوئی اور صبح کو تمہارے کھانے میں سے کچھ بچ بھی گیا۔ اے یعقوب تمہیں معلوم ہے کہ میری عقوبت اور بلا اپنے
دشمنوں سے زیادہ جلدی اپنے دوستوں اور اولیاء پر ہوتی ہے اور یہی بات میں اپنے اولیاء اور اپنے احباء کے لئے بہتر سمجھتا ہوں۔ اچھا اب سنو میں
اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری طرف سے تم بلا نازل ہوگی اور تمہیں اور تمہارے فرزند کو مصیبت میں گرفتار کروں گا اور تمہیں
سزا دے کر اذیت میں مبتلا کروں گا اب تم میری آزمائش کے لئے تیار ہو جاؤ اور میرے فیصلے پر راضی رہو اور مصیبتوں پر صبر کرو۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے عرض کیا میں آپ پر قربان حضرت یوسفؑ نے خواب کب دیکھا تھا؟
آپ نے فرمایا اسی شب میں جس کے اندر یعقوبؑ وآل یعقوب شکم سیر ہو کر سوئے اور ایک مسافر بیچارہ بھوکا سو گیا۔ اور جب حضرت یوسفؑ نے
اسی شب کو خواب دیکھا تو صبح کو وہ خواب اپنے پدر بزرگوار سے بیان کیا اور اسی صبح کو وحی آئی تھی کہ اب مصائب کے لئے تیار ہو جاؤ اس بنا پر
حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ سے کہا کہ اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا مجھے خوف ہے کہ یہ لوگ تم سے کوئی چال چلیں گے مگر
حضرت یوسفؑ سے وہ خواب نہ چھپ سکا اور انہوں نے اپنے بھائیوں سے بیان کر دیا۔

حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پہلی مصیبت جو حضرت یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوئی وہ حسد کی مصیبت
تھی جو ان میں خواب سننے کے بعد پیدا ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے حضرت یوسفؑ کے لئے رونے لگے انہیں یہ خیال ہوا
کہ وحی میں جو بتایا گیا ہے کہ بلا و مصیبت کے لئے تیار ہو جاؤ تو کہیں یہ مصیبت خاص یوسف کے لئے تو نہیں ہے اور یہ سوچ کر وہ اپنے فرزندوں
کے سامنے رونے لگے اور برادران یوسفؑ نے جب یہ دیکھا کہ صرف یوسفؑ کے لئے باپ کا یہ حال ہے اس سے ان کو اتنی محبت ہے ان کو ہم لوگوں
سے زیادہ یوسفؑ کا خیال ہے تو ان کے دلوں میں حسد اور بڑھ گیا اور آپس میں کہنے لگے ہمارے والد کو ہم لوگوں سے زیادہ یوسفؑ اور اس کے بھائی
سے محبت ہے حالانکہ ہم لوگوں کا ایک جتھہ ہے ہمارے والد تو کھلی غلط فہمی میں پڑ گئے لہذا ایسا کیا جائے کہ یوسف کو قتل کر دیا جائے یا کسی
دوسری سرزمین پر لیجا کر چھوڑ دیا جائے وہ۔ رہے گا تو ان کے دل میں ہم لوگوں کی جگہ بن جائے گی اور اس کے بعد ہم لوگ اچھے ہو جائیں گے۔
(یعنی ہم لوگ توبہ کر لیں گے) آپس میں یہ مشورہ کر کے اپنے والد سے بولے اے ہمارے باپ کیا بات ہے کہ آپ یوسف کے لئے ہم لوگوں سے مطمئن
نہیں ہیں حالانکہ ہم لوگ اس کے ناصر و مددگار ہیں کل ہم لوگوں کے ساتھ انہیں بھی سیر و شکار کے لئے بھیجیں۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا مجھے ڈر ہے
تم لوگ اسے بیچ و ہاں اسے بھیڑیا۔ کھا جائے یہ بات ان کی زبان پر اس لئے آئی کہ ان کے ذہن میں تھا کہ وحی نے جو بلا و مصیبت کی اطلاع دی ہے
وہ خاص یوسف کے لئے ہے مگر اللہ کی قدرت تو سب پر غالب ہے اور حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کے متعلق امر الٰہی نافذ ہو
چکا تھا اس لئے باوجود نہ چاہنے کے اور خطرہ محسوس کرنے کے انہوں نے یوسف کو ان کے بھائیوں کے حوالے کر دیا۔ اور جب وہ لوگ یوسف کو
لے کر گھر سے نکلے اور چند قدم چلے تھے کہ حضرت یعقوبؑ دوڑتے ہوئے آئے ان لوگوں سے یوسف کو لیا ان کو گلے لگایا اور خوب روئے اس کے
بعد پھر ان کے حوالے کر دیا اور وہ لوگ وہاں سے تیزی سے آگے بڑھے کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ یوسف کو ہم لوگوں سے لے لیں اور ہمیں واپس نہ دیں
مگر جب اتنی دور نکل گئے کہ اب یہ خطرہ نہ رہا تو وہ ان کو گھنے درختوں اور جھاڑیوں میں لے گئے اور بولے ہم لوگ اس کو ابھی قتل کر دیں گے اور

اس کی لاش اس درخت کے نیچے ڈالدیں گے تاکہ اسے بھیڑیا کھاجائے یہ سن کران کے سب سے بڑے بھائی نے کہا انہیں قتل نہ کرو بلکہ اس کو کسی کنویں میں ڈالدو ادھر سے کوئی قافلہ گزرے گا تو وہ اسے پاکر اپنے ساتھ ہی لیجائے گا اگر تم لوگ یہ کرو تو بہتر ہے چنانچہ وہ لوگ یوسف کو کنویں کے پاس لے گئے اور اسے کنویں میں ڈال دیا اور یہ سمجھے کہ وہ اس میں ڈوب کر مرجائے گا۔ مگر جب حضرت یوسف کنویں کی تہہ میں پہنچے تو بھائیوں کو آواز دی اے رومین کی اولاد ۔ حضرت یعقوب کو میری طرف سے سلام پہنچا دینا جب ان لوگوں نے یہ آواز سنی تو آپس میں کہنے لگے کہ ہم لوگوں کو یہاں سے نہ جانا چاہیئے جب تک کہ اس بات کا علم نہ ہو جائے کہ یہ مرگیا۔ چنانچہ وہ لوگ وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ شام ہو گئی تو روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ ابا جان، ہم لوگ آپس میں دوڑ پھر رہے تھے اور یوسف کو اپنے سامان کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑ دیا تھا کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا۔ جب حضرت یعقوبؑ نے یہ باتیں سنیں تو کہا **(انا لله وانا اليه راجعون)** (بیشک ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کے حضور پلٹ کر جانے والے ہیں) سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۱۵۶ اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی وحی یاد آئی جس میں بتایا گیا تھا کہ بلاو مصیبت کے لئے تیار ہو جاؤ تو یقین کرکے کہ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے صبر کرلیا اور ان لوگوں سے کہا یہ تم لوگوں کا فریب ہے یہ ممکن نہیں کہ اس کے بچے خواب کی تعبیر سے پہلے یوسف کو بھیڑیا کھاجائے۔

ابو حمزہ کا بیان ہے کہ یہاں تک بیان کرنے کے بعد حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نے اپنی گفتگو ختم کردی۔ دوسرے دن پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ پر قربان آپ کل شب جو حضرت یعقوب اور ان کے فرزند کا قصہ بتا رہے تھے وہ بات کٹ گئی تھی۔ اب فرمائیں کہ اس کے بعد حضرت یوسفؑ اور ان کے بھائیوں کا قصہ کیا رہا؟ آپ نے فرمایا اچھا سنو۔ جب صبح ہوئی برادران یوسف نے آپس میں کہا چلیں دیکھیں کہ یوسف کا کیا حال ہے وہ مرگیا ہے یا اب تک زندہ ہے جب یہ لوگ کنویں کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس میں کنویں کے سامنے ایک قافلہ رکا ہوا ہے اور ان لوگوں نے پانی کے لئے کنویں پر آدمی بھیجا اس نے کنویں میں ڈول ڈالا اور جب ڈول کو اوپر کھینچا تو دیکھا کہ ایک لڑکا ڈول سے اوپر چلا آرہا ہے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا خوشخبری سنو اس ڈول کے ساتھ تو یہ لڑکا بھی آرہا ہے مگر جب اس نے اسے کھینچ کر باہر نکالا تو اتنے میں حضرت یوسفؑ کے برادران، ان کے پاس پہنچے اور کہا یہ ہم لوگوں کا غلام ہے کل شام وہ اس کنویں میں گر گیا تھا آج اس کو نکالنے کے لئے آئے ہیں یہ کہہ کر ان لوگوں نے ان قافلے والوں سے یوسف کو چھین لیا اور ان کو لے کر ایک طرف ہٹ گئے۔ حضرت یوسفؑ نے کہا تم لوگ مجھے قتل نہ کرو اس کے علاوہ جو چاہو کرو۔ پھر وہ انہیں اہل قافلہ کے پاس لے گئے اور بولے کیا تم میں سے کوئی شخص اس غلام کو خریدنا چاہتا ہے؟ تو ان میں سے ایک شخص نے حضرت یوسف کو بیس درہم میں خرید لیا اور انہیں لے کر مصر پہنچا اور مصر کے بادشاہ عزیز مصر کے ہاتھ انہیں فروخت کردیا چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ وہ شخص جس نے مصر میں یوسف کو خریدا تھا اس نے اپنی عورت سے کہا کہ اس کے رہنے سہنے کا خیال رکھنا ہو سکتا ہے کہ اس سے ہمیں کوئی فائدہ پہنچے یا اس کو اپنا متبنیٰ بنالیں۔

ابو حمزہ کا بیان ہے کہ پھر میں نے حضرت علی ابن الحسن علیہ السلام سے دریافت کیا جس وقت حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں ڈالا تھا ان کی عمر کیا تھی فرمایا اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ میں نے دریافت کیا حضرت یعقوب کی جائے سکونت اور مصر کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟ فرمایا ان کے درمیان بارہ دن کی راہ تھی اور حضرت یوسفؑ اپنے زمانے کے حسین ترین شخص تھے۔ جب وہ جوان ہو گئے تو عزیز مصر کی عورت کی نیت خراب ہوئی۔ حضرت یوسف نے کہا خدا کی پناہ ہم ان اہلبیت میں سے ہیں جو زنا نہیں کرتے مگر اس نے اپنے لئے اور یوسف کے لئے ہر طرف کے دروازے بند کردیے اور کہا ڈرو نہیں یہ کہہ کر اس نے خود کو حضرت یوسفؑ کے اوپر گرادیا۔ حضرت یوسفؑ اس سے چھڑا کر فوراً بھاگے اور بڑھ کر دروازہ کھولا وہ بھی جھپٹ کر پہنچی اور پیچھے سے ان کا دامن پکڑا۔ حضرت یوسفؑ نے پھر اپنے آپ کو چھڑایا اور دامن پھٹ گیا حضرت یوسف نکلے وہ پیچھے پیچھے دونوں کی ملاقات عزیز مصر سے دروازے پر ہو گئی۔ اس عورت نے اسے دیکھتے ہی رنگ بدلا اور کہا اگر آپ کی بیوی کے ساتھ کوئی برا ارادہ کرے تو اس کی سزا کیا ہے یہی کہ اسے قید کردیا جائے یا اسے کوئی سخت سزا دی جائے۔ یہ سن کر عزیز مصر نے حضرت

یوسف کو سزا دے۔ [illegible] حضرت یوسف نے کہا یعقوب کے خدا کی قسم میں نے آپ کی بیوی سے بری بات نہیں کی بلکہ اس نے خود مجھ سے بری بات کی خواہش کی تھی۔ آپ اس بچہ سے پوچھئے کہ کس نے بری بات کی اور اس وقت بادشاہ کی بیوی کے پاس ایک بچہ کسی مہمان کے ساتھ کہیں سے آیا تھا تو اللہ نے اس بچہ کو گویا کیا تاکہ وہ صحیح فیصلہ کرے چنانچہ اس بچہ نے کہا اے بادشاہ یوسف کی قمیض کو دیکھئے۔ اگر اس کا دامن سامنے سے پھٹا ہو تو یوسف قصوروار ہیں اور اگر ان کا دامن پیچھے سے پھٹا ہو تو یوسف قصوروار نہیں بلکہ یہ عورت قصوروار ہے۔ جب بادشاہ نے بچے کی بات سنی تو بہت گھبرایا اور فوراً قمیض منگوا کر دیکھا تو دامن پیچھے سے پھٹا ہوا تھا۔ اس پر بادشاہ اپنی بیوی سے بولا یہ سب تمہاری چالبازی ہے اور یوسف سے کہا سامنے سے چلے جاؤ اس واقعہ کو پوشیدہ رکھنا اور کسی سے نہ کہنا۔ مگر حضرت یوسف نے یہ بات کسی سے نہ چھپائی اور سارے شہر میں یہ واقعہ مشہور ہو گیا تو شہر کی چند عورتوں نے طعنہ دیا کہ عزیز مصر کی بیوی ہو کر اس نے اپنے ایک نوجوان غلام کے ساتھ برے کام کا ارادہ کیا۔ یہ خبر جب بادشاہ کی بیوی کو ہوئی تو اس نے ان عورتوں کو کھانے کی دعوت دی اور ہر ایک کے ہاتھ میں ایک لیمو اور ایک چھری دی۔ اور حضرت یوسف کو حکم دیا کہ ان عورتوں کے سامنے جاؤ۔ جب حضرت یوسف ان عورتوں کے سامنے گئے تو وہ دیکھ کر ایسی مبہوت ہو گئیں کہ بجائے لیمو کاٹنے کے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ تو عزیز مصر کی زوجہ نے کہا تم سب اسی پر میری ملامت کرتی تھیں؟ دیکھو تمہارا کیا حال ہے پھر وہ عورتیں چپ چاپ گھر واپس گئیں۔ اور ان میں سے ہر ایک نے حضرت یوسف سے پوشیدہ طور پر ملاقات کی تمنا کی مگر حضرت یوسف نے ان سب سے انکار کر دیا اور آپ ان سبھوں کے کید و مکر میں نہیں آئے۔ مگر جب حضرت یوسف اور زوجہ مصر کا یہ قصہ مشہور ہوا تو بادشاہ کو خیال ہوا کہ یوسف کو قید میں ڈال دیا جائے، تاکہ وہ یہ قصہ کسی سے بیان نہ کر سکیں چنانچہ حضرت یوسف کو قید میں ڈال دیا گیا۔ اور حضرت یوسف کے ساتھ قید میں دو جوان اور بھی تھے جن کا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

ابو حمزہ کا بیان ہے کہ پھر حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کا سلسلہ کلام منقطع ہو گیا اور میں نے محمد بن عبداللہ بن محمد طیفور سے سنا وہ حضرت یوسف کے اس قول **رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ** (حضرت یوسف نے کہا اے پروردگار جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۳۳ کے متعلق کہا کہ حضرت یوسف نے قید خانہ کے اختیار اور پسند کو خود اپنے نفس کی طرف منسوب کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات ان پر چھوڑ دی اور اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سارے اختیارات ڈال دیئے گئے مگر آپ نے اس سے انکار کیا بحیثیت مجبور و مضطر کے یہ دعا کی۔ اے دلوں اور نگاہوں کے پلٹانے والے میرے دل کو اپنی اطاعت پر ثابت رکھ [illegible] اور ہر مصیبت سے اور ہر برائی سے میری حفاظت کر چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور انہیں ہر ظاہری و باطنی برائی سے محفوظ رکھا۔

اور انہی سے حضرت یعقوب کے اس قول **قال هل امنكم عليه الا كما امنتكم على اخيه من قبل فالله خير حفظا** (حضرت یعقوب نے کہا میں اس کے بارے میں تمہارا اعتبار نہیں کرتا مگر ویسا ہی جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا سو خدا ہی بہتر نگہبان ہے) سورۂ یوسف آیت نمبر ۶۳ کے متعلق کہا کہ حضرت یعقوب کا یہ قول ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے بالکل مشابہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا اور بھی اس کے معنی ہیں اور چونکہ حضرت یوسف کو آپ نے ان کے بھائیوں کی حفاظت پر اعتماد کر کے ان کے سپرد کیا تھا اس لئے ان لوگوں نے فریب کیا تھا انہیں کنوئیں میں گرایا اور [illegible] فروخت کر دیا۔ اپنے دوسرے بیٹے کو جب انہوں نے اس کے بھائیوں پر اعتماد نہیں کیا بلکہ خدا پر بھروسہ کیا اور کہا **فالله خير حفظا** (خدا ہی بہتر نگہبان ہے) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۶۳ اور اللہ کے سپرد کیا تو اللہ تعالیٰ نے یوسف کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا اور حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کو پا لیا اور ان کی ساری قوم نے مصیبت و قحط سالی سے نجات پائی اور ان کے لئے تمام اسباب زندگی فراہم

کیے

اور ان ہی سے میں نے حضرت یعقوبؑ کے اس قول **یااسفاعلی یوسف** کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت یعقوبؑ اگرچہ اس وقت ان کا دوسرا فرزند جدا ہو رہا تھا مگر انہوں نے حضرت یوسف کی جدائی پر اظہار تاسف کیا یعنی ایک مصیبت ابھی چل رہی تھی کہ دوسری مصیبت ان پر پڑی تو وہ بے قرار ہو گئے اور پہلی مصیبت یاد آگئی اور یہ بھی امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس قول کے مانند ہے جو آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول **ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر** (اور ہم ضرور ان کو بڑے عذاب کے علاوہ چھوٹا عذاب چکھائیں گے) سورۂ سجدہ۔آیت نمبر۲۱ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد دار دنیا میں احباء کا فراق ہے تاکہ وہ ان کی فراق مولا کی طرف رہنمائی کرے۔اسی طرح حضرت یعقوبؑ نے اپنے دوسرے فرزند کی جدائی کے خوف سے یوسف کی جدائی پر افسوس کا اظہار کیا اور یوسف کو یاد کیا۔

باب (۴۲) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسفؑ کے متعلق یہ کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو کوئی تعجب نہیں اس کا بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن عبید اللہ علوی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے علی بن محمد علوی عمری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا اسماعیل بن ھمام نے اور وہ کہتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے قول خدا **قالوا ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل فاسرھا یوسف فی نفسہ ولم یبدھا لھم** (حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی تو کوئی تعجب نہیں کیونکہ اس کے ایک بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی حضرت یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں مخفی رکھا اور ان پر ظاہر نہ ہونے دیا) سورۂ یوسف آیت نمبر۷۷ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ حضرت اسحاق کی کمر کا ایک پٹکا تھا جو وراثت میں بڑے بڑے انبیاء کے پاس رہا تھا اور اس وقت وہ حضرت یوسف کی پھوپھی کے پاس تھا اور حضرت یوسفؑ انہی کے پاس رہتے تھے وہ ان سے بہت محبت کرتی تھیں ایک مرتبہ حضرت یوسفؑ کے والد نے ان کے پاس آدمی بھیجا کہ یوسف اس کے ساتھ میرے پاس روانہ کردو۔تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ ایک شب ان کو میرے پاس رہنے دیجئے تاکہ میں اس بچے کی خوشبو جی بھر کر سونگھ لوں کل صبح روانہ کردوں گی۔پھر جب صبح ہوئی تو وہ پٹکا نکالا اور حضرت یوسف کی کمر میں باندھ دیا اور اوپر سے قمیض پہنادی اس طرح ان کو روانہ کر دیا اس کے ساتھ یہ بھی کہلا بھیجا کہ ایک پٹکا چوری ہو گیا تھا وہ اس کی کمر میں پایا گیا اور اس زمانے کا یہ قانون تھا کہ جو شخص چوری کرے گا وہ اس شخص کے حوالے کر دیا جائے جس کی اس نے چوری کی ہے پھر وہ اس کا غلام بن جائے گا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رحمہ اللہ نے ان کا بیان ہے کہ مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے عبداللہ بن محمد بن خالد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی وشاء نے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کو ارشاد کرتے سنا آپ فرما رہے تھے کہ حکومت بنی اسرائیل میں یہ دستور تھا کہ جو شخص کسی کی چوری کرے وہ خود پکڑ لیا جائے گا اور حضرت یوسفؑ بچپن ہی سے اپنی پھوپھی کے پاس رہا کرتے تھے وہ ان سے بہت محبت کرتی تھیں اور حضرت اسحاقؑ کا ایک کمر کا پٹکا تھا جو حضرت یعقوبؑ کبھی کبھی باندھا کرتے تھے جو حضرت اسحاق کی بیٹی کے پاس رہا کرتا تھا۔حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسف کو ان کی پھوپھی کے پاس سے بلالینے کے لئے آدمی بھیجا تو انہیں اس کا بہت دکھ ہوا اور کہلا بھیجا کہ آپ انہیں چھوڑ دیں میں خود انہیں بھیجوں گی اور کچھ دن بعد انہیں بھیجا تو وہ پٹکا لیکر حضرت یوسف کی کمر میں کپڑوں کے نیچے باندھ دیا جب حضرت یوسف اپنے والد کے پاس پہنچے تو ان کی پھوپھی بھی ان کے بعد پہنچیں اور کہا کہ وہ (بزرگوں کا پٹکا) چوری ہو گیا ہے ڈھونڈتے ڈھونڈتے حضرت یوسف کی کمر کو دیکھا تو وہ پٹکا اس میں بندھا ہوا تھا اس بنا پر

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے جب کہ ناپ تول کے پیمانہ حضرت یوسفؑ کے بھائی کے سامان میں ملا تو کہا اگر اس نے چوری کی تو کوئی تعجب نہیں اس کا بھائی بھی اس سے پہلے چوری کرچکا ہے۔ تو حضرت یوسفؑ نے کہا یہ بتاؤ جس کے سامان میں یہ پیمانہ نکلے اس کی سزا کیا ہے اور انہوں نے اپنے یہاں کے قانون کے مطابق کہا کہ جس کے سامان میں یہ نکلے تو اس کی سزا یہ ہے کہ آپ اس کو لے لیں وہی اس کی سزا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ اپنے بھائی یامین سے پہلے ان کے سامان میں پیمانہ ڈھونڈنا شروع کیا اور آخر میں اپنے بھائی کے سامان کو دیکھا اور اس میں سے پیمانہ نکالا اسی بنا پر ان لوگوں نے کہا کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو کوئی تعجب نہیں اس سے پہلے اس کا بھائی بھی چوری کرچکا ہے یعنی پٹکے کی چوری کی طرف اشارہ تھا مگر حضرت یوسفؑ اس کو پی گئے اور ان لوگوں پر ظاہر نہیں کیا۔

باب (۴۴) وہ سبب جس کی بنا پر ایک پکارنے والے نے اس قافلہ کو پکارا جس میں برادران یوسف علیہ السلام تھے کہ اے قافلے والو تم لوگ چور ہو

(۱) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ مجھ سے بیان کیا ابراہیم بن علی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن اسحاق نے روایت کرتے ہوئے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے اور انہوں نے ابو بصیر سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا جس میں تقیہ نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں چنانچہ حضرت یوسفؑ پیغمبر نے یہ کہا کہ اے قافلے والو تم لوگ چور ہو حالانکہ ان لوگوں نے کوئی چوری نہیں کی تھی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن ابی نصر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے اور انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے سماعہ سے انہوں نے ابی بصیر سے اور وہ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تقیہ دین الٰہی ہے میں نے عرض کیا دین الٰہی میں سے ہے؟ فرمایا ہاں ہاں دین الٰہی میں سے ہے خدا کی قسم چنانچہ حضرت یوسفؑ نے کہا اے قافلہ والو تم لوگ چور ہو حالانکہ ان لوگوں نے کوئی چیز چرائی نہیں تھی۔

(۳) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن حکم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے حضرت یوسفؑ کے قول **ایتھا العیر انکم لسارقون** (اے قافلے والو یقیناً تم لوگ چور ہو) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۷۰ کے متعلق فرمایا کہ نہ ان لوگوں نے چوری کی تھی اور نہ حضرت یوسفؑ نے جھوٹ کہا۔

(۴) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے ابراہیم بن اسحاق نہاوندی سے انہوں نے صالح بن سعید سے انہوں نے اپنے اصحاب میں سے کسی شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت یوسفؑ کے لئے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق سوال کیا **ایتھا العیر انکم لسارقون** تو آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے یوسف کو ان کے باپ سے چرایا تھا کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان لوگوں سے پوچھا کہ تم کیا ڈھونڈ رہے ہو تو کہا کہ ہم بادشاہ کے ناپ تول کا پیمانہ ڈھونڈ رہے ہیں یہ نہیں کہا کہ تم لوگوں نے بادشاہ کا پیمانہ چرایا ہے اس کا مطلب یہ تھا کہ تم لوگوں نے حضرت یوسف کو ان کے باپ سے چرایا ہے۔

باب (۴۴) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا اے فرزندو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو

(۱) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ مجھ سے محمد بن ابی نصر نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے حنان بن سدیر سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے حضرت یعقوبؑ کے متعلق بتائیں کہ جب انہوں نے اپنے فرزندوں سے کہا کہ اے فرزندو جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو ڈھونڈو تو کیا حضرت یعقوب کو علم تھا کہ حضرت یوسفؑ زندہ ہیں جبکہ ان کو جدا ہوئے بیس سال ہو چکے تھے اور غم میں ان کی آنکھیں سپید ہو گئی تھیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ان کو علم تھا کہ حضرت یوسفؑ زندہ ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ انہیں کیسے علم تھا کہ یوسفؑ زندہ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت یعقوبؑ نے سحر کے وقت یہ دعا کی کہ پروردگار ملک الموت کو میرے پاس بھیج دے تو ان کے پاس تریال یعنی ملک الموت اترے اور تریال نے پوچھا آپ کو مجھ سے کیا ضرورت ہے؟ حضرت یعقوبؑ نے کہا یہ بتاؤ روحیں جو قبض کر کے لیجاتے ہو ان سب کو اکٹھا کر کے لے جاتے ہو یا الگ الگ؟ تریال نے کہا نہیں بلکہ الگ الگ، ایک ایک روح کر کے لے جاتا ہوں پوچھا تو یوسفؑ کی روح تمہارے ساتھ گئی ہے؟ اس نے کہا نہیں اس لئے ان کو علم ہو گیا کہ وہ زندہ ہیں اور اپنے فرزندوں سے کہا کہ جاؤ یوسفؑ اور اس کے بھائی کو تلاش کرو۔

باب (۴۵) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کی

(۱) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن ابی نصر سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے ابراہیم بن ابی البلاد سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وہ قمیض جو حضرت ابراہیمؑ پر نازل ہوئی تھی وہ ایک چاندی کے نلکے میں تھی جب پہنتے تھے تو بڑی ہو جاتی۔ غرض جب قافلہ وہاں سے چلا تو حضرت یعقوبؑ رملہ میں تھے اور حضرت یوسفؑ مصر میں اس کے باوجود جب قافلہ والے حضرت یوسف کی قمیض لے کر چلے تو حضرت یعقوبؑ نے کہا میں یوسف کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں کیونکہ وہ قمیض جنت کی تھی۔

(۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی علی بن مہزیار سے انہوں نے محمد بن اسماعیل سراج سے انہوں نے بشر بن جعفر سے انہوں نے مفضل جعفی سے اور انہوں نے روایت کی ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مفضل کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کیا تم نہیں معلوم کہ حضرت یوسف کی قمیض کون سی تھی؟ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ جب حضرت ابراہیمؑ کے لئے آگ روشن کی گئی تو حضرت جبرئیل جنت کی ایک قمیض لے کر آئے اور انہیں پہنادی پھر انہیں ہوا یا سردی یا گرمی کوئی بھی گزند نہیں پہنچا سکی اور جب حضرت ابراہیم کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے اس قمیض کو ایک تعویذ میں رکھکر حضرت اسحاقؑ کے گلے میں لٹکا دیا۔ پھر حضرت اسحاقؑ نے حضرت یعقوبؑ کے گلے میں لٹکا دیا اور حضرت یعقوبؑ کے وہاں حضرت یوسفؑ پیدا ہوئے تو انہوں نے وہ تعویذ حضرت یوسف علیہ

السلام کے بازو پر باندھ دیا اور تعویذ ان کے بازو پر تھا جبکہ یہ حادثات گزرے۔ الغرض جب (ان حادثات کے درمیان) تعویذ کے اندر سے وہ قمیض نکالی تو حضرت یعقوبؑ نے اس کو خوشبو محسوس کی اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ **انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون** (حضرت یعقوب نے کہا کہ اگر مجھ کو یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا ہے تو مجھے تو یوسف کی بو آ رہی ہے) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۹۴ اور یہ وہی قمیض تھی جو اللہ تعالیٰ نے جنت سے نازل کی تھی۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان اب وہ قمیض کس کے پاس ہے؟ فرمایا اپنے اہل کے پاس اور ہر نبی جس نے اپنے علم وغیرہ کا ترکہ چھوڑا وہ سب محمدؐ و آل محمدؐ کے پاس آ گیا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے مرازم کے بھائی حفص سے اور انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے قول خدا **ولما فصلت العیر** (اور جب قافلہ روانہ ہوا) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۹۴ اور حضرت یعقوبؑ کے قول **انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون** کی تفسیر میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب قافلہ مصر سے چلا تو حضرت یعقوبؑ نے حضرت ابراہیم کی قمیض کی خوشبو محسوس کی حالانکہ خود فلسطین میں تھے۔

باب (۳۶) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تم لوگوں پر آج کے وقت سے کوئی الزام نہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا میں اپنے رب سے تمہارے لئے طلب مغفرت کروں گا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید ہمدانی بنی ہاشم کے غلام نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منذر بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسمٰعیل بن ابراہیم خزاز نے روایت کرتے ہوئے اسمٰعیل بن فضل ہاشمی سے ان کا بیان ہے کہ میں نے یک مرتبہ حضرت جعفر ابن محمد علیہما السلام سے عرض کیا یہ بتائیں کہ جب حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں نے ان سے کہا **قالوا یاابانا استغفر لنا ذنوبنا انا کنا خطئین** (بیٹوں نے کہا کہ ابا ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی مغفرت مانگیے بیشک ہم خطا کار تھے) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۹۷ تو حضرت یعقوب نے فرمایا **قال سوف استغفر لکم ربی** (انہوں نے کہا میں اپنے پروردگار سے تمہارے لئے بخشش مانگوں گا) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۹۸ اس طرح آپ نے استغفار کو موخر کر دیا اور حضرت یوسف سے جب ان کے بھائیوں نے کہا **قالوا تاللہ لقد اثرک اللہ علینا وان کنا لخطئین** (وہ بولے خدا کی قسم خدا نے تم کو ہم پر فضیلت بخشی اور بیشک ہم خطا کار تھے) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۹۱ تو انہوں نے فرمایا **قال لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الرحمین** (حضرت یوسف نے کہا آج کے دن سے تم پر کچھ عتاب و ملامت نہیں ہے خدا تم کو معاف کرے اور وہ بہت رحم کرنے والا ہے) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۹۲ تو آپ نے فرمایا بات یہ ہے جوان کا دل بوڑھے کے دل کی بہ نسبت زیادہ نرم ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ فرزندان یعقوب اصل میں یوسفؑ کے قصوروار تھے اور یعقوبؑ کے قصوروار اس لئے تھے کہ ان لوگوں نے یوسف کا قصور کیا تھا اس لئے حضرت یوسفؑ نے ان کی خطا کو معاف کرنے میں جلدی کی اور حضرت یعقوبؑ نے تاخیر اس لئے کی یہ لوگ راست حضرت یعقوبؑ کے قصوروار نہ تھے بلکہ حضرت یوسفؑ کے قصوروار ہونے کی وجہ سے ان کے بھی قصوروار ٹھہرے تھے اس لئے انہوں نے استغفار کو شب جمعہ کی سحر تک کے لئے موخر کر دیا۔

اور وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا مگر یہ لوگ جب ان کے پاس گئے تو انہیں نہیں پہچان سکے ۔تو۔

اس کے متعلق میں نے محمد بن عبداللہ بن محمد طیفور سے سنا آپ نے قول خدا **وجاء اخوۃ یوسف فدخلوا علیہ فعرفھم وھم لہ منکرون** (اور حضرت یوسف کے بھائی کنعان سے مصر میں غلہ خریدنے کے لئے آئے تو یوسف کے پاس گئے تو حضرت یوسف نے ان کو پہچان لیا مگر وہ ان کو نہ پہچان سکے) سورۃ یوسف۔آیت نمبر ۵۸ کے متعلق کہا کہ اس لئے کہ ان لوگوں نے حضرت یوسف کی حرمت ترک کردی تھی اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ ترک حرمت پر بھی آدمی کو امتحان میں ڈالدیتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسف کی حرمت ترک کی تو ان کے فرزندوں نے حضرت یوسف کو ان کی نگاہوں سے غائب کردیا پس اس طرح ترک حرمت کی وجہ سے یوسف کو ان کی آنکھوں سے اوجھل کردیا مگر دل سے بیس سال تک اوجھل نہیں کیا اور حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان کی حرمت دل سے ترک کردی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو امتحان میں ڈالدیا ان لوگوں نے ان کو دیکھا مگر ان کو پہچان نہ سکے مگر حضرت یوسف کی اپنی ماں سے دوسرے بھائی کو ان سے کوئی حسد نہ تھا جیسا کہ اور بھائیوں کا تھا اس لئے جب وہ پہنچا تو حضرت یوسفؑ نے اس سے کہا میں تمہارا بھائی ہوں یقین کرو اور ترک حرمت سے یہی حال بندوں کا ہوتا ہے۔

باب (۴۷) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام کے صلب سے کوئی نبی نہیں ہوا

(۱) میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس اور محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ سے اور انہوں نے یعقوب بن یزید سے اور انہوں نے متعدد لوگوں سے روایت کی اور ان لوگوں نے مرفوع روایت کی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جب حضرت یوسفؑ سے حضرت یعقوبؑ ملاقات کے لئے چلے تو سواری سے اتر کر پیدل چلے اور حضرت یوسفؑ پیدل چل کر ان کے استقبال کو نہیں بڑھے اور ابھی یہ دونوں گلے ہی مل رہے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا اے یوسفؑ ایک صدیق نبی تو پیدل چل کر تمہارے پاس آیا مگر تم اس کے استقبال کے لئے پیدل نہیں ہوتے۔ اچھا اب اپنا ہاتھ پھیلاؤ۔ انہوں نے ہاتھ پھیلایا تو ان کی ہتھیلی سے ایک نور خارج ہو گیا۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا یہ کیا ہوا؟ تو جبرئیلؑ نے کہا یہ اس بات کی علامت ہے کہ اب تمہاری نسل میں کوئی نبی پیدا نہ ہوگا یہ تمہاری سزا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن یحییٰ عطار سے انہوں نے حسین ابن الحسن بن ابان سے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا جب حضرت یعقوبؑ مصر پہنچے تو ان کے لئے استقبال کو حضرت یوسفؑ شہر سے باہر نکلے اور جب ان کی نظر حضرت یعقوبؑ پر پڑی تو چاہا کہ سواری سے اتر پڑیں اور پاپیادہ ہو جائیں مگر فوراً انہیں اپنے شاہی وقار کا خیال آیا تو انہوں نے ایسا نہیں کیا اور سواری پر ہی بیٹھے بیٹھے حضرت یعقوب کو سلام کیا اور جب سلام کر چکے تو حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا اے یوسف اللہ تعالیٰ تم سے پوچھتا ہے کہ تمہیں کیا امر مانع ہوا جو کہ میرے ایک عبد صالح کی تعظیم کے لئے سواری سے نہیں اترے صرف یہی بات تو تھی کہ تمہیں اپنے شاہی وقار کا خیال آیا۔ اچھا اب اپنا ہاتھ پھیلاؤ۔ حضرت یوسفؑ نے ہاتھ پھیلایا تو ان کی انگلیوں کے درمیان سے ایک نور نکل کر غائب ہو گیا۔ حضرت یوسفؑ نے پوچھا یہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا سنو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اب تمہاری نسل میں تاابد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت یعقوب کی تعظیم کے لئے جو تم سواری سے نہیں اترے یہ اس بات کی سزا ہے۔

باب (۴۸) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے نکاح کیا

(۱) میرے والد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے عبداللہ بن

معیرہ سے اور انہوں نے ایک بیان کرنے والے سے اور اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ زلیخا نے حضرت یوسفؑ سے (جب وہ مصر کے بادشاہ ہو گئے تو) ملاقات کی اجازت چاہی دربانوں نے کہا کہ تمہاری وجہ سے جو اذیتیں ان کو پہنچی ہیں اس کی بنا پر ہم تم کو ان کے سامنے پیش نہیں کرنا چاہتے ہیں۔ زلیخا نے کہا میں اس سے نہیں ڈرتی جو اللہ سے ڈرتا ہے الغرض جب وہ حضرت یوسفؑ کے سامنے پہنچی تو آپ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے میں تمہارا رنگ بدلا ہوا کیوں دیکھ رہا ہوں تو انہوں نے کہا اس خدا کی حمد جو بادشاہوں کو ان کی معصیت کی بنا پر غلام بنا دیتا ہے اور غلاموں کو ان کی اطاعت کی بنا پر بادشاہ بنا دیتا ہے۔ آپ نے پوچھا اچھا یہ بتاؤ یہاں تمہارے آنے کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اے یوسف تمہارے چہرے کا حسن مجھے کھینچ لایا ہے۔ آپ نے فرمایا کاش تم اس نبی کو دیکھتیں جس کا نام محمدؐ ہے جو آخری زمانہ میں آئے گا وہ مجھ سے زیادہ حسین مجھ سے زیادہ خوش خلق مجھ سے زیادہ سخی ہوگا۔ انہوں نے کہا تم سچ کہتے ہو حضرت یوسفؑ نے کہا تمہیں کیسے معلوم کہ میں سچ کہتا ہوں؟ زلیخا نے کہا اس لئے تم نے جونہی ان کا نام بیان کیا ان کی محبت میرے دل میں پیدا ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کے پاس وحی بھیجی کہ زلیخا سچ کہتی ہے اور چونکہ یہ محمدؐ سے محبت کرتی ہے اس لئے میں بھی اس سے محبت کرتا ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو حکم دیا کہ زلیخا سے نکاح کر لو۔

باب (۴۹) وہ سبب جس کی بنا پر موسیٰ علیہ السلام کا نام موسیٰ رکھا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو عباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رحمہ اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن زکریا مدینۃ السلام میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبد اللہ محمد بن خیلان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے باپ نے اور ان سے ان کے باپ نے اور ان سے ان کے دادا نے اور انہوں نے روایت کی عتاب بن اسید سے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا اس شخص نے جس سے مقاتل بن سلیمان کو کہتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر جس وقت ابھی ماں کے پیٹ ہی میں تھے تین سو ساٹھ برکتوں سے نوازا۔ فرعون نے ان کو پانی اور درخت کے درمیان سے نکالا جب کہ وہ ایک صندوق میں تھے اس لئے ان کا نام موسیٰ پڑ گیا اس لئے کہ قبطی زبان میں پانی کو مو کہتے ہیں اور درخت کو سی کہتے ہیں اس طرح ان کا نام موسیٰ ہو گیا۔

باب (۵۰) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے گفتگو کے لئے ساری دنیا کو چھوڑ کر موسیٰؑ ہی کو کیوں منتخب کیا

میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے علی بن یقطین سے انہوں نے ایک شخص سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کی موسیٰ پر کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں نے گفتگو کے لئے ساری دنیا کو چھوڑ کر تمہیں کیوں منتخب کیا؟ موسیٰؑ نے کہا میرے پروردگار مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا اے موسیٰ میں نے سارے بندوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا ان میں سے میں نے کسی ایک کو بھی نہ پایا جو تم سے زیادہ اپنے نفس کو میرے لئے ذلیل کرتا ہو اے موسیٰ جب تم نماز پڑھتے ہو تو اپنے دونوں رخسار زمین پر رکھ دیتے ہو۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ پر چالیس روز تک وحی کا آنا بند ہو گیا تو حضرت موسیٰ شام کے ایک پہاڑ پر چڑھ گئے جس کا نام اریحا ہے اور عرض کی پروردگار تو نے مجھ پر اپنی وحی بھیجی اور کلام کرنا بنی اسرائیل کے گناہوں کی وجہ سے بند کر دیا ہے لیکن تو تو ہمیشہ ہی سے معاف کرتا

رہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی اے موسیٰ بن عمران تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اپنی وحی اور اپنے کلام کے لئے ساری مخلوق کو چھوڑ کر تمہیں کیوں منتخب کیا؟ تو موسیٰ نے کہا پروردگار مجھے نہیں معلوم۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اے موسیٰ میں نے ساری مخلوق پر ایک گہری نگاہ ڈالی تو مجھے تم سے زیادہ میرے لئے تواضع کرنے والا کوئی نہ ملا اس لئے میں نے اپنے کلام اور وحی کے لئے تم کو منتخب کیا۔ امام نے ارشاد فرمایا کہ اور موسیٰ جب نماز پڑھتے تو اپنا دایاں رخسار اور اپنا بایاں رخسار زمین سے ملائے بغیر نہیں پلٹتے تھے۔

باب (۵۱) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کا خادم بنایا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو حفص عمر بن یوسف بن سلیمان بن ریان سے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے قاسم بن ابراہیم رقی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن مہدی رقی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے عبد الرزاق نے روایت کرتے ہوئے معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ حضرت شعیبؑ اللہ کی محبت میں اتنا روئے کہ آنکھوں کی روشنی جاتی رہی اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ کی روشنی پھر پلٹا دی پھر روئے اور اتنا روئے کہ اندھے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی پھر پلٹا دی تو پھر روئے اتنا روئے کہ پھر اندھے ہوگئے اللہ نے ان کی بصارت پھر پلٹا دی اب چوتھی بار جب رونا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے شعیب تم کب تک یونہی روتے رہوگے اگر یہ رونا جہنم کے خوف سے ہے تو میں نے تمہیں اس سے رہائی دی اور اگر جنت کی خواہش ہے تو میں نے تمہیں جنت دی۔ حضرت شعیبؑ نے کہا اے میرے اللہ اے میرے مالک تو خوب جانتا ہے کہ میں تیری جہنم کے خوف سے یا تیری جنت کے شوق سے نہیں روتا بلکہ تیری محبت نے میرے دل کو اس طرح گرفتار کیا ہے کہ جب تک تجھ کو دیکھ نہ لوں صبر نہ آئے گا اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اگر ایسا ہے تو میں اپنے کلیم موسیٰ بن عمران کو تمہاری خدمت کے لئے بھیج رہا ہوں۔

مصنف کتاب ہذا میں فرماتے ہیں کہ حضرت شعیبؑ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ یونہی روتا رہوں گا جب تک میں تجھے دیکھ نہ لوں کہ تو نے مجھے اپنا حبیب بنانا قبول کرلیا۔ واللہ اعلم۔

باب (۵۲) وہ سبب جس کی بنا پر فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا حالانکہ اس نے کہا تھا کہ مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کردوں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی الخطاب نے انہوں نے کہا روایت کرتے ہوئے علی بن اسباط سے انہوں نے اسماعیل بن منصور ابی زیاد سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قرآن کی اس آیت کے متعلق کہ فرعون نے کہا **ذرونی اقتل موسیٰ** (تم لوگ مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کروں گا) سورۃ مومن۔ آیت نمبر ۲۶ تو سوال یہ ہے کہ اس کو موسیٰ کے قتل سے کس نے روکا آپ نے فرمایا کہ اس کو خود حلالی ہونے نے روکا اس لئے کہ انبیاء یا اولاد انبیاء کو وہی قتل کرتا ہے جو ولد الزنا اور حرامی ہوتا ہے۔

باب (۵۳) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد اسواری نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا مکی ابن احمد بن سعدویہ برذعی نے انہوں نے کہا کہ خبر دی مجھے نوح بن حسن ابو محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ایوب بن سوید رملی نے روایت کرتے ہوئے عمرو بن حارث سے انہوں نے یزید بن ابی حبیب سے انہوں نے عبداللہ بن عمرو سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ عہد فرعون میں دریائے نیل کا پانی خشک ہو گیا تو اس کی رعایا اس کے پاس آئی اور کہا اے بادشاہ آپ دریائے نیل کو جاری کر دیں۔ اس نے کہا میں تم لوگوں سے خوش و راضی نہیں ہوں وہ بیچارے واپس گئے۔ پھر آئے اور کہا اے بادشاہ ہمارے جانور مر رہے ہیں ہم لوگ ہلاک ہو جائیں گے اگر آپ نے دریائے نیل کو جاری نہ کیا تو ہم لوگ آپ کو چھوڑ کر دوسرا خدا اختیار کر لیں گے یہ سنکر اس نے لوگوں سے کہا اچھا تم لوگ پہاڑ کے بالائی حصہ پر پہنچ جاؤ۔ وہ لوگ چلے گئے اور وہ خود ایک سب سے تنہائی کے گوشہ میں گیا تاکہ لوگ اس کی آواز نہ سن سکیں اور نہ اسے دیکھ سکیں۔ اور اپنا چہرہ زمین پر رکھ دیا اور انگشت شہادت سے اوپر اشارہ کر کے بولا پروردگار میں تیری بارگاہ میں اس طرح آیا ہوں جس طرح ایک عبد ذلیل اپنے مالک کے پاس آتا ہے اور میں یہ جانتا ہوں اور تو بھی جانتا ہے کہ اس دریا کا جاری کرنا سوائے تیرے اور کسی کی قدرت میں نہیں ہے لہٰذا اسے جاری کر دے۔ راوی کہتا ہے کہ پھر دریائے نیل میں اتنا پانی بہنے لگا کہ اتنا کبھی نہیں بہا تھا۔ پھر وہ لوگوں کے پاس آیا اور بولا دیکھو میں نے تم لوگوں کے لئے نیل کو جاری کر دیا اور لوگ اس کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ اس کے سامنے پہنچے اور بولے اے بادشاہ مجھے ایک بندے نے تنگ کیا ہوا ہے۔ فرعون نے کہا معاملہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا میں نے ایک بندے کو دوسرے بندوں پر حاکم بنایا اور اپنے خزانے کی کنجیاں اس کے حوالے کر دیں مگر پھر بھی وہ میرا دشمن بنا ہوا ہے میرے دشمنوں کا دوست ہے اور میرے دوستوں کا دشمن ہے۔ فرعون نے کہا یہ تیرا بندہ تو بہت ہی برا ہے اگر وہ مجھے ملے تو میں اسے بحر قلزم میں غرق کر دوں۔ جبرئیلؑ نے کہا اے بادشاہ یہی بات آپ مجھے لکھ کر دیدیں۔ اس پر اس نے کاغذ، قلم دوات منگوائی اور لکھا کہ اس بندے کی جو اپنے مالک کا مخالف ہو اس کے دشمنوں کو دوست رکھے اور اس کے دوستوں سے دشمنی رکھے اس کی سزا سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اسے بحر قلزم میں غرق کر دیا جائے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا اے بادشاہ آپ اس پر اپنی مہر لگا دیں اور اس نے اپنی مہر لگا دی اور ان کے حوالے کر دیا۔ اب جب اس کے غرق ہونے کا دن آیا تو جبرئیلؑ وہ تحریر لیکر اس کے پاس آئے اور کہا یہ لو تحریر اور دیکھو تم نے اپنی ذات کو جس کا مستحق لکھا ہے اور اپنے متعلق تم نے خود فیصلہ کر دیا وہ تمہاری اس تحریر میں موجود ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن قتیبہ نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن محمد ہمدانی نے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا سبب ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کر دیا حالانکہ وہ ایمان بھی لا چکا تھا اور اس کی توحید کا اقرار بھی کر چکا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ عذاب کو سامنے دیکھ کر ایمان لایا یہ اس کی بارگاہ میں ناقابل قبول ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ سلف و خلف (گزشتہ و آئندہ) سب کے لئے ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فلما راو باسنا قالوا امنا بالله وحده وكفرنا بما كنا به مشركين فلم يک ينفعهم ايمانهم لما راوا باسنا** (پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا کہنے لگے ہم واحد اللہ پر ایمان لے آئے اور ہم نے ان چیزوں سے جن سے ہم شرک کرنے والے ہوا کرتے تھے انکار کر دیا) سورہ مومن۔ آیت نمبر ۸۴-۸۵ مگر ان کا یہ ایمان لانا نافع نہ ہوگا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے **يوم ياتي بعض ايت ربک لا ينفع نفسا ايمانها لم تكن امنت من قبل او كسبت في ايمانهم خيرا** (جس روز تمہارے پروردگار کی نشانیاں آجائیں

گی تو جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہو گا اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا یا اپنے ایمان کی حالت میں نیک عمل نہیں کئے ہوں گے تو گناہوں سے توبہ کرنا مفید نہ ہو گا) سورۃ انعام۔آیت نمبر ۱۵۸ اور یہی حال فرعون کا تھا جب وہ ڈوبنے لگا تو بولا (**امنت انه لا اله الا الذی امنت به بنوا اسراء یل وانا من المسلمین** (تو کہنے لگا میں ایمان لایا کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں) سورۃ یونس۔آیت نمبر ۹۰ اس سے کہا گیا کہ **فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک** (آج کے دن ہم تیرے بدن کو دریا سے نکال لیں گے تاکہ بعد کی نسلوں کے لئے عبرت ہو) سورۃ یونس۔آیت نمبر ۹۲ الغرض اس وقت فرعون سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا اور آہنی اسلحہ پہنے ہوئے تھا جب اللہ نے اس کو غرق کیا تو اس کی لاش کو زمین کی ایک بلند سطح پر ڈال دیا تاکہ اس کے بعد آنے والوں کے لئے عبرت بنے اور لوگ دیکھیں کہ باوجود لوہے کے وزن کے وہ زمین مرتفع پر کیسے پہنچ گیا حالانکہ لوہے کے وزن کی وجہ سے اس کو زمین کی جتہ میں جانا چاہیئے تھا بلند ہو جانا چاہیئے تھا تو یہ نشانی اور علامت ہے اور شاید اس کے اللہ کے غرق کرنے کی وجہ یہ ہو کہ جس وقت وہ غرق ہونے لگا تو اس نے موسیٰ سے فریاد کی اور انہیں پکار اللہ سے فریاد نہیں کی اور نہ ہی اس کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ تم نے فرعون کی فریاد رسی نہیں کی کہ اگر وہ مجھے پکارتا تو میں اس کی فریاد رسی کو پہنچتا۔

باب (۵۴) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت خضر کو خضر کہا جانے لگا اور وہ تمام اسباب جس کی بنا پر کشتی میں سوراخ اور ایک بچے کو قتل کرنے اور گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کرنے پر موسیٰ علیہ السلام ناراض ہوئے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی السکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا جوہری بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن عمارہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت خضر ایک نبی مرسل تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا اور انہوں نے ان لوگوں کو اللہ کی توحید اور اس کے انبیاء و رسل اور اس کی کتابوں کے اقرار کی دعوت دی اور ان کا معجزہ یہ تھا کہ جب بھی وہ خشک لکڑی پر یا سپید و شفاف زمین پر بیٹھ جاتے تو وہ سرسبز اور سبزہ زار بن جاتی اور اسی لئے ان کو خضر کہا جانے لگا ورنہ ان کا نام بلیا بن ملکان بن عابر بن ارفشد ابن سام بن نوح علیہ السلام تھا۔ اور جب اللہ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا اور ان پر کتاب توریت نازل فرمائی اور ان کے لئے الواح پر ہر شے کی تفصیل اور ہر طرح کا موعظہ لکھ دیا اور انہیں ید بیضا و عصا و طوفان و ٹڈی، گھن و مینڈک و خون اور دریا میں شگاف اور فرعون کا مع لشکر کے غرق ہونا یہ سب معجزے بنائے تو ان کے دل میں آیا میں نے تو نہیں دیکھا کہ کوئی مخلوق مجھ سے زیادہ صاحب علم اللہ نے پیدا کی ہو۔ پس اللہ نے فوراً حضرت جبرئیل کو وحی کی کہ اے جبرئیل میرے بندے موسیٰ کے پاس پہنچو قبل اس کے کہ وہ ہلاکت میں پڑ جائے اور کہو کہ دو دریاؤں کے سنگم پر ایک مرد عابد ہے اس کے پاس جاؤ اور اس سے تعلیم حاصل کرو۔ پس حضرت جبرئیل فوراً حضرت موسیٰ کے پاس آئے اور انہیں اللہ کا حکم سنایا تو حضرت موسیٰ نے سمجھ لیا کہ میرے دل میں جو بات آئی تھی اسی کی بنا پر یہ حکم ملا ہے چنانچہ وہ اور ان کے ایک خادم یوشع بن نون روانہ ہوئے دو دریاؤں کے سنگم پر پہنچے تو وہاں حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ عبادت الٰہی میں مصروف ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا کہ **فوجدا عبدا من عبادنا اتینه رحمته من عندنا وعلمنه من لدنا علما** (وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو دیکھا جس کو ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور خاص علم عطا کیا تھا) سورۃ کہف۔آیت نمبر ۶۵ حضرت موسیٰ نے کہا کیا میں آپ کے ساتھ چلوں تاکہ آپ مجھے اس علم کی تعلیم دیں جو علم آپ کو اللہ نے دیا ہے۔ حضرت خضر نے فرمایا اگر تم میرے ساتھ رہ کر صبر

نہیں کر سکتے اس لئے کہ جو علم مجھے ملا ہے اس کو تم برداشت نہیں کر سکتے اور جو علم تمہیں ملا ہے اسے میں برداشت نہیں کر سکتا۔ حضرت موسیٰ نے کہا نہیں میں آپ کے ساتھ رہ کر صبر کروں گا۔ حضرت خضرؑ نے کہا بات یہ ہے کہ علم الٰہی اور امر الٰہی میں قیاس کو کوئی دخل نہیں اور بھلا تم اس پر کیسے صبر کر سکتے ہو جس کی تم کو خبر ہی نہیں۔ حضرت موسیٰ نے کہا انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے اور میں آپ کے حکم سے سرتابی نہ کروں گا۔ حضرت خضر نے فرمایا اچھا اگر تم میرے ساتھ چلتے ہو تو پھر مجھ سے کسی معاملہ کے متعلق کوئی سوال نہ کرنا جب تک کہ میں خود تم کو نہ بتاؤں۔ حضرت موسیٰ نے کہا یہ میرا وعدہ ہے۔ اب دونوں چلے اور ایک کشتی پر سوار ہوئے تو حضرت خضر نے اس میں سوراخ کرنا شروع کر دیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا ارے یہ آپ کیا کر رہے ہیں کیا اس میں سوراخ کر کے سارے اہل کشتی کو غرق کر دیں گے یہ تو عجیب بات ہے۔ حضرت خضرؑ نے کہا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے۔ حضرت موسیٰ نے کہا میں بھول گیا تھا اور آپ کے حکم کو فراموش کر گیا تھا آپ اس پر مواخذہ نہ کریں اور میرے معاملے میں اتنی سختی نہ کریں۔ پھر دونوں چلے آگے بڑھے تو ان دونوں کو ایک لڑکا ملا حضرت خضرؑ نے اس کو قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ کو غصہ آیا اور بگڑ کر کہا آپ نے ایک بے گناہ شخص کی جان لے لی اور وہ بھی کسی جان کے بدلے نہیں۔ یہ تو آپ نے بری بات کی۔ حضرت خضرؑ نے کہا دیکھو عقلیں امر الٰہی پر حکومت نہیں کرتیں بلکہ امر الٰہی عقلوں پر حکومت کرتا ہے لہذا جو کچھ مجھے کرتے دیکھو اس پر صبر کرو۔ میں تو یہ بتا ہی چکا تھا کہ تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکو گے۔ حضرت موسیٰ نے کہا اچھا اب اس کے بعد میں آپ کو کسی بات پر ٹوکوں تو آپ پھر مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیے میری طرف سے آپ کو عذر پورا ہو جائے گا۔ چنانچہ پھر دونوں چلے اور گاؤں میں پہنچے جس کا نام ناصرہ تھا اور نصاریٰ اسی کی طرف منسوب ہیں۔ وہاں گاؤں والوں سے کھانے کی درخواست کی انہوں نے مہمانداری سے انکار کر دیا وہاں ایک دیوار کو دیکھا کہ گرا چاہتی ہے حضرت خضرؑ نے اس پر ہاتھ رکھا اور اسے سیدھا کھڑا کر دیا تو حضرت موسیٰ فوراً بولے اگر آپ چاہتے تو اس کام کا کوئی معاوضہ بھی لے سکتے تھے۔ حضرت خضرؑ نے کہا بس اب ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ہو گئی۔ مگر جو کچھ میں نے کیا ہے اس کا راز تمہیں بتا دوں جس پر تم صبر نہ کر سکے وہ کشتی جس کے اندر میں نے سوراخ کیا چند مسکینوں کی تھی جو دریا میں ملاحی کرتے تھے میں نے اس کشتی کو عیب دار اس لئے کر دیا تھا کہ وہاں کا بادشاہ ٹھیک ٹھاک اور بے عیب کشتی کو چھین لیا کرتا تھا تو میں نے اس میں عیب پیدا کر کے یہ چاہا کہ ان بیچاروں کی کشتی باقی رہ جائے چھینی نہ جائے۔ حضرت خضر نے اس عمل کو اپنی طرف منسوب کیا۔ شاید اس لئے کہ اس میں تخریب و تعییب یعنی عیب دار بنانے کا ذکر ہے حالانکہ اس کا حکم اللہ نے دیا تھا ان مسکینوں کی بھلائی کے لئے۔ اس کے بعد کہا اس لڑکے کا قتل تو بات یہ ہے کہ اس لڑکے کے والدین مومن ہیں اور وہ کافر بن رہا ہے اور اللہ جانتا تھا کہ اگر یہ زندہ رہا تو اپنے والدین کو بھی کافر بنا دے گا اس لئے ہمیں اللہ نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو اور مقصد یہ تھا کہ اس کے والدین بیچارے آخرت میں اپنی مکرم و معزز جگہ پر پہنچ جائیں۔ مگر اس پر حضرت خضرؑ نے جمع متکلم کی ضمیر استعمال کی "فخشینا" "ہم لوگ ڈرے"۔ پس ہم لوگوں نے ارادہ کیا یعنی اس کام میں اللہ کو اپنا شریک سمجھا۔ مگر اللہ نہیں ڈرتا اس لئے کہ اس کی قدرت سے کوئی شے باہر نہیں ہو سکتی اور نہ اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ بن سکتی ہے۔ ہاں حضرت خضر ضرور ڈرے کہ حکم الٰہی کی بجا آوری میں ہمارے لئے کوئی چیز رکاوٹ نہ بن جائے اور میں حکم کی بجا آوری کے ثواب سے محروم رہوں۔ پھر فرمایا کہ وہ دیوار تو وہ شہر کے اندر دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ مدفون تھا ان کے والدین صالح اور نیکوکار تھے مگر وہ خزانہ سونے اور چاندی کا نہ تھا بلکہ سونے کی ایک تختی تھی جس پر یہ تحریر کندہ تھی۔

"اس شخص پر تعجب ہے جس کو موت کا یقین ہے کہ وہ کیسے خوش رہتا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جس کو قضا و قدر الٰہی کا یقین ہے وہ محزون و مغموم ہوتا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جو کو قیامت میں دوبارہ اٹھائے جانے کا یقین ہے وہ کیسے کسی پر ظلم کرتا ہے اس شخص پر تعجب ہے جو دنیا اور اس کے تغیرات کو اور اہل دنیا کے حالات کی تبدیلیوں کو دیکھتا ہے وہ کیسے اس دنیا سے مطمئن ہے۔"

اور ان کے والدین صالح تھے اور ان کے درمیان اور صالح باپ کے درمیان ستر (۷۰) پشتیں گزر چکی تھیں مگر ان کے صالح ہونے کی بنا پر ان کے خزانہ کی حفاظت کی۔ پھر فرمایا اللہ نے ارادہ کیا یہ دونوں یتیم بڑے ہو جائیں تو وہ اپنے خزانے کو نکالیں۔ آخری قصہ میں حضرت خضرؑ نے

اپنے کو بیٹا اور سارے ارادوں کو اللہ کی طرف سے منسوب کر دیا کیونکہ اب کوئی چیز ایسی باقی نہ رہ گئی تھی جسے انہوں نے نہ کہا ہو اور جسے بعد میں بتایا جائے تاکہ حضرت موسیٰ اسے سن لیں اور سمجھ لیں اپنی انا اور اپنے ارادے کو چھوڑ دیں اور اللہ کے عبد خالص بن جائیں۔ آپ نے پہلے قصہ میں کہا تھا کہ میں نے (کشتی میں سوراخ) کیا دوسرے میں اللہ کو اس کام میں شریک کیا (ہم لوگ ڈرے، ہم لوگوں نے ارادہ کیا) اور آخر میں کہا کہ یہ تمہارے رب کی مہربانی ہے میں نے اپنے حکم سے کوئی کام نہیں کیا۔ اور یہ تھا اس کا مقصد جس پر تم صبر نہ کر سکے۔

اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے امور قیاسات پر محمول نہیں کئے جا سکتے اور جس نے امر الٰہی کو قیاس پر محمول کیا وہ خود ہلاک ہوا اور اس نے دوسروں کو ہلاک کیا۔ چنانچہ پہلی معصیت اور گناہ ابلیس لعین کی انانیت کی وجہ سے ظہور میں آئی جس وقت اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو آدمؑ کے لئے سجدہ کا حکم دیا تو تمام ملائکہ نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ جب میں نے تجھے حکم سجدہ دیا تو تجھے سجدہ سے کیا امر مانع ہوا تو اس نے جواب دیا کہ میں ان سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور انہیں مٹی سے پیدا کیا۔ چنانچہ اس کا کہنا کہ میں اس سے بہتر ہوں پہلا کفر تھا۔ اس کے بعد اس کا قیاس کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور انہیں مٹی سے۔ اس کہنے پر اللہ نے اسے اپنے دربار سے نکالا۔ اس پر لعنت کی اور اس کا نام رجیم رکھا اور میں اللہ کے عزوجل کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کوئی شخص اپنے دین میں قیاس کرے گا وہ اللہ کے دشمن ابلیس کے ساتھ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہو گا۔

مصنف کتاب ہذا کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کمال عقل و فضل اور عند اللہ منزلت کے باوجود حضرت خضرؑ کے افعال کا مطلب استنباط و استدلال سے نہ نکال سکے اور اشتباہ میں پڑے رہے اور جو کچھ حضرت خضر کر رہے تھے اس کو دیکھ کر ان سے الجھ رہے تھے۔ اور جب اس کا مطلب ان کو بتایا گیا تو مان گئے اور اگر اس کا مطلب ان کو نہ بتایا جاتا تو کبھی اس کی تہ تک نہ پہنچتے۔ پھر جب انبیاءؑ کے لئے قیاس اور خود سے مطلب نکالنا اور اپنی طرف سے استنباط جائز نہیں تو یہ چیز امتوں کے لئے بدرجہ اولیٰ جائز نہیں ہے۔

(۲) اور میں نے ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن طیفور دامغانی واعظ کو فرغانہ میں کہتے ہوئے سنا کہ حضرت خضرؑ کا کشتی میں سوراخ کرنا، بچے کو قتل کرنا اور گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کرنا ان سب سے موسیٰ کے لئے تعریض اور اشارے ہیں ان احسانات کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر کئے تھے چنانچہ کشتی میں سوراخ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ دیکھو میں نے دریا میں تمہاری حفاظت کی جبکہ تمہاری ماں نے تم کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیا جبکہ ابھی تو بچے تھے کمزور تھے تم میں کوئی طاقت نہ تھی تو جس نے صندوق کے اندر دریا میں تمہاری حفاظت کی وہی کشتی میں سوراخ کر کے ان لوگوں کی حفاظت کر رہا ہے اور بچے کے قتل سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ حضرت موسیٰ نے ایک آدمی کو اللہ کی رضا کے لئے قتل کیا تھا مگر وہ لوگ جو یہ جانتے تھے کہ موسیٰ نبی ہیں ان کے نزدیک عظیم گناہ تھا تو قتل غلام سے اس احسان کو یاد دلانا تھا کہ میں نے تمہیں ان لوگوں کی سازشوں سے بچا لیا جو تمہیں قتل کرنا چاہتے تھے اور دیوار کو سیدھا کر کے بغیر کسی اجرت اور معاوضے کے اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ اللہ نے ان پر فضل و احسان کیا جب حضرت شعیب کی دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی ان کے پاس آئی جب انہوں نے دونوں کو پانی کھینچ کر دیا حالانکہ اس وقت وہ بھوکے تھے مگر انہوں نے کوئی اجر اور معاوضہ نہ چاہا حالانکہ انہیں کھانے کا احتیاج تھی تو اللہ نے انہیں وہ بات یاد دلائی تاکہ وہ خوش و مسرور رہیں اور پھر حضرت خضر کا یہ کہنا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی کا وقت ہے تو دراصل یہ فیصلہ حضرت موسیٰ ہی نے کر دیا تھا یہ کہہ کر (فلا تصاحبنی) پھر آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رہنے دیں۔ تو اس مفارقت اور جدائی کا فیصلہ دراصل حضرت موسیٰ نے خود کر دیا تھا اور حضرت موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمی پروردگار کی میقات کے لئے منتخب کئے مگر کلام خداوندی کے بعد بھی ان کو صبر نہ آیا اور حد سے آگے بڑھے اور کہا کہ ہم تو آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ جب تک کہ ہم لوگ اللہ کو صاف صاف علانیہ [illegible] ان پر [illegible] آگئی اور وہ مر گئے اور اگر اللہ تعالیٰ ان کو منتخب کئے ہوئے ہونے [illegible] تو انہیں اس تجاوز حد سے [illegible] لوگ حد سے تجاوز کر جائیں گے۔ غور کی بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ باوجود اپنے [illegible]

رائے سے اپنے لئے کوئی امام منتخب کرے یہ کیسے درست ہو گا اور امت کا اپنی عقول ناقصہ، اختلاف رائے، کردار و عزائم، اور متفرق ارادوں کے ساتھ احکام شرعیہ کا استنباط کیسے درست ہو گا اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بالاتر ہے کہ ان لوگوں کے انتخاب کو تسلیم کرے۔

اور امیر المومنین علیہ السلام کے کام بھی حضرت خضرؑ کے کاموں کے بالکل مشابہ ہیں وہ سراسر درست اور پر از حکمت ہیں اگرچہ جاہل لوگ نہ سمجھ سکیں کہ آپ کے ان کاموں میں کیا حکمت تھی اور وہ کیوں درست تھے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے حسین بن علی سے انہوں نے اعمش سے انہوں نے عبایہ اسدی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ ابن عباس زم زم کے کنارے بیٹھے ہوئے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے کہ جب اپنی گفتگو سے فارغ ہوئے تو ان کے پاس ایک شخص آیا انہیں سلام کیا اور کہا اے عبداللہ میں شام کا رہنے والا ہوں انہوں نے کہا تم ہر ظالم کے مددگار ہو بس صرف وہ لوگ نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس سے محفوظ رکھا۔ اچھا جو پوچھنا ہو پوچھو اس نے کہا اے عبداللہ ابن عباس میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے دریافت کروں کہ ان لوگوں کے متعلق جن کو علی بن ابی طالب نے قتل کیا ہے کہ وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہنے والے تھے اور ان لوگوں نے نہ کبھی نماز سے انکار کیا۔ حج سے انکار کیا۔ اور ماہ رمضان کے روزوں سے انکار کیا اور نہ زکوٰۃ سے انکار کیا۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے ایسی بات پوچھ جو تیرے لئے مفید ہو ایسی بات نہ پوچھ جو تیرے لئے مفید نہیں ہو۔ اس نے کہا میں حمص سے چل کر یہاں نہ حج کے لئے آیا اور نہ عمرہ کے لئے مکہ میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ حضرت علی بن ابی طالب کے اقدامات اور افعال کی میرے لئے وضاحت کر دیں۔ آپ نے کہا تجھ پر وائے ہو اس عالم کا علم انتہائی صعب و سخت ہوتا ہے کہ ذہن جس کو انسانی نہیں سہار سکتا ہے۔ اس کے قریب جا سکتا ہے مگر میں تجھ کو بتاتا ہوں حضرت علی ابن ابی طالب کی مثال اس امت میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضرؑ جیسی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے **قال یا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسلتی وبکلامی فخذ ما اتیتک وکن من الشکرین وکتبنا له فی الالواح من کل شئی موعظته وتفصیلا لکل شئی** اللہ نے کہا اے موسیٰ میں نے تم کو اپنے پیغام اور اپنے کلام سے لوگوں سے ممتاز کیا ہے تو جو میں نے تم کو عطا کیا ہے اسے پکڑ لو اور میرا شکر بجا لاؤ اور ہم نے توریت کی تختیوں میں ان کے لئے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی۔ سورہ اعراف آیت نمبر ۱۴۴ تو حضرت موسیٰ دیکھ رہے تھے کہ ہر شے کا علم ان کے پاس ہے جیسے تم لوگ اور تمہارے علماء سمجھتے ہیں کہ ہم نے کامل علم حاصل کر لیا ہے پس جب حضرت موسیٰ ساحل سمندر پر پہنچے اور ان کی ملاقات حضرت خضرؑ سے ہوئی اور گفتگو کی تاکہ ان کے علم تک پہنچیں جس سے کوئی حسد نہیں کیا جیسے تم لوگ علی ابن ابی طالب سے حسد کرتے ہو اور ان کے فضل و شرف سے انکار کرتے ہو تو حضرت موسیٰ نے کہا کیا میں آپ کے ساتھ چلوں تاکہ آپ کو جو علم دیا گیا ہے اس کی تعلیم مجھے بھی دے دیں۔ مگر حضرت خضرؑ صاحب علم لدنی کو معلوم تھا کہ ان میں میرے ساتھ چلنے کی طاقت نہیں اور نہ وہ میرے علم کو برداشت کر سکیں گے اس لئے کہہ دیا کہ تم ہرگز میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے اور اس علم کو کیسے برداشت کر سکتا ہے وہ شخص جس کو کچھ خبر ہی نہیں۔ حضرت موسیٰ نے کہا انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر پائیں گے اور آپ کے کسی حکم کی سرتابی نہ کروں گا۔ مگر حضرت خضرؑ کو معلوم تھا کہ یہ میرے علم پر صبر نہ کر سکیں گے اس لئے کہا اچھا اگر تم ہمارے ساتھ چلتے ہو تو جو کچھ میں کروں یہ نہ پوچھنا کہ میں یہ کیوں کر رہا ہوں جب تک کہ میں خود نہ بتاؤں ابن عباس کہتے ہیں کہ دونوں چلے اور ایک کشتی پر سوار ہو گئے حضرت خضرؑ نے اس کشتی میں سوراخ کر دیا اور یہ سوراخ انہوں نے اللہ کی مرضی سے کیا مگر حضرت موسیٰ اس پر ناراض ہوئے۔ ایک بچے سے ملے اور اسے قتل کر دیا اور یہ قتل بھی اللہ کی خوشنودی کے لئے ہو مگر حضرت موسیٰ اس پر ناراض ہوئے اور گرتی ہوئی دیوار کو کھڑا کر دیا اور اس میں بھی اللہ کی رضا تھی اور حضرت موسیٰ ناراض ہوئے۔ اسی طرح علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے بھی ان ہی لوگوں کو قتل کیا جن کو قتل کرنے میں اللہ کی رضا تھی اور لوگوں میں سے جو جاہل ہیں وہ اس سے ناراض ہیں۔

میرے بھی مولا ہیں اور تمام مومنین و مومنات کے مولا و آقا ہیں۔

باب (۵۵) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ نے وقت تکلم موسیٰ علیہ السلام سے کہا اپنی جوتیاں اتار لو اور موسیٰ نے خدا سے دعا کیوں کی کہ میری زبان کی گرہ کھول دے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن الحسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یعقوب بن یزید نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے یعقوب بن شعیب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کہا اپنی جوتیاں اتار لو اس لئے کہ وہ ایک مردار گدھے کی کھال کی بنی ہوئی تھیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن نصر بخاری مقری نے اس کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ کوفی فقیہ نے فرغانہ میں اور انہوں نے باسناد متصل حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے قول خدا **(فاخلع نعليك)** (اے موسیٰ اپنی جوتیاں اتار لو) کے متعلق ارشاد فرمایا اس سے مراد اللہ کی یہ تھی کہ تم اپنے دل سے دونوں خوف نکال دو ایک اپنی زوجہ کی ہلاکت کا خوف جس کو وہ دردِ زہ میں چھوڑ کر آئے تھے اور دوسرے فرعون کا خوف۔

(۳) اور میں نے ابو جعفر محمد بن عبداللہ بن طیفور دامغانی واعظ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ **واحلل عقدة من لساني يفقهوا قولي** (اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھیں) سورۃ طہٰ۔ آیت نمبر ۲۸۔۲۷ وہ اس لئے کہ انہیں شرم آتی تھی کہ جس زبان سے اللہ سے گفتگو کی ہے اس زبان سے غیر خدا سے گفتگو کریں مجھے تجھ سے حیا مانع ہے کہ اب تیرے غیر سے گفتگو کروں اس شرم و حیا کی وجہ سے میری زبان میں لکنت پڑ گئی ہے اور تو اس کو اپنی مہربانی سے کھول دے **واجعل لي وزيرا من اهلي هارون اخي** (اور میرے گھر والوں میں سے ایک کو میرا وزیر یعنی مددگار مقرر فرما یعنی میرے بھائی ہارون کو) سورۃ طہٰ۔ آیت نمبر ۳۰۔۲۹ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ اس بات کی اجازت دے کہ میری ترجمانی ہارون کریں تاکہ میں اس زبان سے جس سے اللہ سے بات کر چکا ہوں فرعون سے بات نہ کرنی پڑے۔

باب (۵۶) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ و ہارون سے کہا کہ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ کہ وہ نافرمان ہو گیا مگر اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے اور ڈرے

(۱) بیان کیا مجھ سے حاکم ابو محمد جعفر بن نعیم بن شاذان نیشاپوری رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا ابو عبداللہ محمد بن شاذان سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے فضل بن شاذان نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے کہا حضرت موسیٰ و حضرت ہارون کے متعلق اللہ کا جو قول ہے کہ **اذهبا الى فرعون انه طغى فقولا له قولا لينا لعله يتذكر او يخشى** (تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے) سورۃ طہٰ۔ آیت نمبر ۴۴۔۴۳ اس کے لئے کچھ بتائیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ تم لوگ اس سے نرم بات کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اس کی کنیت سے مخاطب کرو اور کہو کہ اے ابو مصعب اس لئے کہ فرعون کا اصل نام ابو مصعب

الولید بن مصعب تھا اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ شاید وہ غور کرے یا ڈرے تو یہ اس لئے کہا گیا تاکہ موسیٰ کی جانے کے لئے خواہش بڑھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ فرعون اس وقت ڈرے گا جب عذاب کو دیکھ لے گا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا کہ **حتی اذا ادر که الغرق قال امنت انه لا اله الا الذی امنت به بنو اسرائیل وانا من المسلمین** (یہاں تک کہ جب اس کو غرق کے عذاب نے آپکڑا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لایا کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں) سورۃ یونس۔ آیت نمبر ۹۰ مگر اللہ نے اس کے ایمان کو قبول نہیں کیا اور فرمایا **آلئن قد عصیت قبل و کنت من المفسدین** (جواب ملا کہ اب ایمان لاتا ہے حالانکہ تو پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسد بنا رہا) سورۃ یونس۔ آیت نمبر ۹۱۔

باب (۵۷) وہ سبب جس کی بنا پر اس پہاڑ کو جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کلام کیا طور سینا کہتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن بشار قزوینی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مظفر بن احمد ابو الفرج قزوینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر اسدی کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمران نخعی نے روایت کرتے ہوئے حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے عبداللہ بن عباس سے انہوں نے کہا کہ اس پہاڑ کا نام جس پر حضرت موسیٰ گئے تھے طور سینا تھا اس لئے کہ یہ وہ پہاڑ تھا جس پر زیتون کا درخت تھا اور ہر وہ پہاڑ جس پر ایسے پیڑ پودے ہوں جس سے منفعت حاصل کی جاسکے اس کو طور سینا اور طور سنین کہا جاتا ہے اور وہ پہاڑ جس پر کوئی ایسا پودا یا درخت نہ ہو جس سے منفعت حاصل کی جاسکے اس کو صرف طور کہتے ہیں اس کو نہ طور سینا کہا جاتا ہے نہ طور سنین۔

باب (۵۸) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے میرے ماں جائے میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑو یہ نہیں کہا کہ اے میرے باپ کے بیٹے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد اور محمد بن احمد شیبانی نے اور حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام رضی اللہ عنہ نے یہ لوگ کہتے ہیں کہ بیان کیا ہم لوگوں سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی اسدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمران نخعی نے روایت کرتے ہوئے حسین بن یزید نوفلی سے اور انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا یہ بتائیں کہ حضرت ہارون نے حضرت موسیٰ سے یہ کیوں کہا کہ اے میری ماں کے بیٹے میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑ یہ کیوں نہیں کہا کہ اے میرے باپ کے بیٹے؟ تو آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ ان بھائیوں میں اکثر عداوت ہوتی ہے جن کا باپ ایک اور مائیں مختلف (علاتی) ہوں ان میں عداوت کم ہوتی ہے جن کی ماں ایک اور باپ مختلف (اخیافی) ہوں الا یہ کہ شیطان ان کے درمیان غلط فہمی پیدا کرے اور وہ اس کے مطیع نہ بن جائیں۔ پس ہارون نے اپنے بھائی حضرت موسیٰ سے کہا کہ اے میرے وہ بھائی جس کو میری ماں نے پیدا کیا اور مجھے بھی تمہاری ان کے علاوہ کسی اور ماں نے پیدا نہیں کیا تم میری داڑھی اور سر کے بال نہ پکڑو یہ نہیں کہا کہ اے میرے باپ کے بیٹے۔ اس لئے کہ ایک باپ کی اولاد جن کی مائیں مختلف ہوں ان کے درمیان سے عداوت ختم ہو ہی نہیں سکتی الا یہ کہ اللہ تعالیٰ جسے محفوظ رکھے اور جن کی ماں ایک ہوتی ہے ان کے درمیان ختم ہو جاتی ہے اور وہ نہ اس کی داڑھی پکڑے گا اور نہ اس کے سر کے بال۔ اور حضرت ہارون کا لوگوں کی گوسالہ پرستی میں کوئی قصور نہ تھا آپ نے فرمایا

حضرت موسیٰ نے یہ اس لئے کیا کہ جب قوم گوسالہ پرستی میں لگی یہ ان لوگوں کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ کے پاس کیوں نہیں چلے آئے اگر یہ ان لوگوں کو چھوڑ کر ہٹ جاتے تو ان لوگوں پر عذاب نازل ہو جاتا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت موسیٰ نے حضرت ہارونؑ سے کہا **قال یاھارون مامنعک اذ رایتھم ضلوا الا تتبعن افعصیت امری** (پھر حضرت موسیٰ نے کہا اے ہارون جب تم نے ان کو دیکھا کہ یہ لوگ گمراہ ہو رہے ہیں تو تم کو کس چیز نے روکا کہ میرے طریقہ پر عمل نہ کرو کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی) سورۂ طٰہٰ۔ آیت نمبر ۹۳۔ ۹۲ اے ہارون جب تم نے دیکھا کہ یہ سب گمراہ ہوگئے ہیں تو تمہیں میرے پاس آجانے میں کیا امر مانع تھا۔

مصنف کتاب ہذا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے جب اپنے بھائی کی داڑھی اور سر کے بال پکڑے تو در حقیقت انہوں نے اپنے ہی سر کے بال اور داڑھی پکڑی تھی اس لئے کہ لوگوں کی عمومی طور پر یہ عادت ہے کہ جب وہ کسی غم یا کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اپنا سر پیٹتے ہیں اور اپنی داڑھی نوچتے ہیں تو گویا انہوں نے اپنے اس فعل سے ہارون کو یہ بتایا تھا کہ قوم جس گناہ کی مرتکب ہوئی اس پر انہیں غم و مدوہ منا چاہیے اور رواج کے مطابق انہیں اپنا سر پیٹنا اور اپنی داڑھی نوچنا چاہیے کیونکہ ایک نبی اور ایک حجت خدا اپنی امت میں ایسا ہی ہے جیسے بھیڑ بکریوں کے گلے کے لئے گلہ بان اور چرواہا۔ اور اپنے گلے کی ہلاکت اور اس کے بکھرنے کا غم چرواہے سے زیادہ کسے ہو گا جسے اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور اس کو صحیح راستے پر چلانے اور چرواہے سے اسی لئے ثواب و انعام کا وعدہ کیا گیا ہے اور گلہ کی بربادی و تباہی پر اس کو سزا و عتاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ چنانچہ یہی عمل حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام کا تھا کہ جب آپ نے فوج اشقیا کو اپنی حرمت یاد دلائی اور ان پر متعلق کوئی اثر نہ ہو تو آپ نے اپنی ریش مبارک پکڑی اور جو کچھ کہنا تھا وہ کہا۔ اور قریب قریب لوگوں کی عمومی طور پر یہ عادت ہوتی ہے کہ دور والوں کے دھمکانے کے لئے جو شخص اپنے پاس اور نزدیک ہوتا ہے اس کو خطاب کرتے ہیں اور یہ سزا کے لئے دھمکانے کا بہترین طریقہ ہے چنانچہ اللہ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا اور اپنی بہترین مخلوق اور مقرب ترین بندے سے فرمایا **لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخسرین** (اگر تم نے شرک کیا تو ضرور تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے) سورۂ زمر۔ آیت نمبر ۶۵ حالانکہ اللہ کو یہ معلوم تھا کہ اس کا نبی کبھی شرک نہیں کرے گا مگر یہاں خطاب اپنے نبی سے کیا مگر دھمکانا اس کی امت کو ہے پس اسی طرح حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی پر عتاب و خفگی کا اظہار کیا مگر ان کا ارادہ امت کو دھمکانا تھا اللہ تعالیٰ کی سنت اور گذشتہ و موجودہ صالحین کی عادت پر عمل کرتے ہوئے۔

باب (۵۹) وہ سبب جس کی بنا پر سنیچر کے دن یہود پر شکار کرنا حرام کردیا گیا

۱) مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے عبداللہ بن محمد حجال سے انہوں نے علی بن عقبہ سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس شخص نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے کہ آپ نے فرمایا کہ یہود کو جمعہ کے دن مچھلی پکڑنے کی اجازت دی گئی مگر وہ جمعہ کو چھوڑ کر سنیچر کو مچھلی پکڑنے لگے اسی لئے ان پر سنیچر کا دن حرام قرار دے دیا گیا۔

باب (۶۰) وہ سبب جس کی بنا پر فرعون کا نام ذوالاوتاد پڑ گیا

۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مودب رازی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابن اذینہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام

جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق (وفرعون ذی الاوتاد) کہ فرعون کا نام ذوالاوتاد کیوں پڑ گیا؟ آپ نے فرمایا اس وجہ سے کہ یہ جب کسی کو سزا دیتا تو اس کو منہ کے بل زمین پر لٹا کر چاروں ہاتھ پاؤں پھیلا دیتا اور ان میں میخیں ٹھونک دیتا اور کبھی کبھی زمین کے بجائے لکڑی کے تختے پر لٹا دیتا اور چاروں ہاتھ پیروں میں میخیں ٹھونک دیتا اور انہیں چھوڑ دیتا وہ تڑپ تڑپ کر اسی حال میں مر جاتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو میخوں والا فرعون کہا ہے۔

باب (۶۱) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے موت کی تمنا کی اور ان کی قبر کا کسی کو پتہ نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن حکم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ملک الموت حضرت موسیٰ کی خدمت میں آئے اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں۔ پوچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا میں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا تم میرے جسم کے کس عضو سے روح قبض کرو گے؟ کہا آپ کے منہ سے۔ حضرت موسیٰ نے کہا یہ کیسے ہوگا اس سے تو میں نے اپنے رب سے بات کی ہے۔ اس نے کہا اچھا آپ کے ہاتھ سے۔ حضرت موسیٰ نے کہا اس سے بھی کیسے کر سکتے ہو اس سے تو میں نے اپنے رب کی کتاب توریت اٹھائی ہے ملک الموت نے کہا اچھا پھر آپ کے پاؤں سے۔ آپ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے اس سے تو میں طور سینا پر پیادہ چلا ہوں اور اس طرح ملک الموت نے بہت سے اعضاء کے نام لئے اور حضرت موسیٰ اس طرح کا جواب دیتے رہے بالآخر ملک الموت نے کہا اچھا اب مجھے حکم ملا ہے کہ جب تک آپ اس کی خود خواہش نہ کریں میں آپ کی قبض روح چھوڑ دوں۔ پھر حضرت کچھ عرصہ ٹھہرے رہے۔ پھر ایک مرتبہ کہیں جا رہے تھے کہ دیکھا ایک شخص قبر کھود رہا ہے حضرت موسیٰ نے پوچھا کیا میں تمہاری اس کام میں مدد کروں؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ اس کا ہاتھ بٹانے لگے جب قبر کھد کر تیار ہوئی اور اس میں لحد بھی بن گئی اس شخص نے چاہا کہ اس میں لیٹ کر دیکھ لوں کیسی کھدی ہے۔ حضرت موسیٰ نے کہا تم نہیں میں لیٹ کر دیکھوں گا یہ کہہ کر قبر میں لیٹ گئے تو جنت میں ان کو اپنے مناظر نظر آئے تو عرض کیا پروردگار اب تو میری روح قبض کر لے تو ملک الموت نے ان کی روح قبض کی اسی قبر میں ان کو دفن کر دیا اور اوپر سے مٹی برابر کر دی۔ آپ نے فرمایا وہ شخص جو قبر کھود رہا تھا وہ آدمی کی شکل میں ملک الموت تھا اس لئے ان کی قبر کا کسی کو پتہ نہیں۔

باب (۶۲) وہ سبب جس بنا پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا پروردگار میری مغفرت کر اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی کو نہ ملے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ مکتب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد وراق ابوالطیب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ہارون حمیری نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن سلیمان نوفلی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے باپ نے روایت کرتے ہوئے علی بن یقطین سے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے دریافت کیا کہ کیا نبی خدا کا بخیل ہونا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت سلیمانؑ کا یہ کہنا کہ پروردگار میری مغفرت فرما اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لئے سزاوار نہ ہو اس کی کیا وجہ ہے اور اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا سنو۔ ملک دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ ملک جو غلبہ، ظلم و جور اور لوگوں کو مجبور کر کے حاصل کیا جائے اور دوسرا ملک وہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو جیسے ملک آل ابراہیم، ملک طالوت و ملک ذوالقرنین کا۔ اور حضرت سلیمانؑ نے جو یہ کہا مجھے ایسا ملک عطا کر جو میرے بعد کسی کے لئے سزاوار نہ ہو کہ وہ یہ کہے کہ سلیمان نے ملک غلبہ

وجور و ظلم اور لوگوں سے جبریہ حاصل کیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنے حکم سے ہوا کو مسخر کردیا جو بکی ہوا سے چلے اور اس کی رفتار صبح کو ایک ماہ کی مسافت سے رہے اور شام کو ایک ماہ کی مسافت کی رفتار سے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے شیاطین کو مسخر کردیا جو ہر طرح کی تعمیرات کرتے اور غوطہ خور ہوتے۔ پھر انہیں پرندوں کی بولیوں کا علم بھی دیدیا اور انہیں زمین پر پورا تسلط عطا کیا چنانچہ لوگوں کو اس زمانہ میں بھی معلوم ہوگیا اور بعد والوں کو بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت سلیمانؑ کا ملک ان لوگوں کے ملک کے مشابہ نہیں جن کو لوگوں نے مالک و مختار بنایا ہے یا وہ خود غلبہ اور ظلم سے مالک و مختار بن بیٹھے۔

علی بن یقطین کہتا ہے پھر میں نے عرض کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی سلیمانؑ پر رحم فرمائے وہ کتنے بخیل ہوگئے تھے؟ آپ نے ارشاد فرمایا آنحضرتؐ کے ارشاد کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ اپنی عزت دینے اور لوگوں کو اپنی بدگوئی کا موقع دینے میں کس قدر بخیل تھے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ بخیل نہ تھے جیسا کہ جاہل لوگ سمجھتے ہیں۔

پھر آپ جناب نے فرمایا اور خدا کی قسم ہم لوگوں کو وہ سب کچھ دیا گیا جو نہ حضرت سلیمان کو دیا گیا اور نہ عالمین میں انبیاء میں سے کسی ایک کو دیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت سلیمانؑ کے قصہ میں فرماتا ہے کہ **ھذا عطاؤنا فامنن اوامسک بغیر حساب** (یہ ہماری بخشش ہے پس تو احسان کر یا روک رکھ بغیر حساب کے) سورہ ص۔ آیت نمبر ۳۹ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ارشاد ہے کہ **ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا** (جو کچھ رسول تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں رک جاؤ) سورۃ الحشر۔ آیت نمبر ۷۔

باب (۶۳) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے نام میں ان کے باپ کے نام سے ایک حرف زائد ہے حضرت داؤدؑ کا نام داؤد کیوں رکھا گیا اور حضرت سلیمانؑ کے لئے ہوا کیوں مسخر کی گئی اور چیونٹی کی بات پر حضرت کیوں مسکرا دیئے

(۱) بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب قرشی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منصور بن عبداللہ اصفہانی کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن مہرویہ قزوینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سلیمان غازی نے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ روایت کررہے تھے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اور انہوں نے روایت کی تھی اپنے پدر بزرگوار حضرت امام جعفر بن محمد علیہما السلام سے قول خدا **فتبسم ضاحکا من قولھا** (پس وہ (سلیمان) اس کی بات پر مسکرا دیا) سورۂ نمل۔ آیت نمبر ۱۹ کے متعلق جب چیونٹی نے کہا اے چیونٹیوں اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمانؑ اور ان کا لشکر تم لوگوں کو روند ڈالے چیونٹیوں کی یہ آواز ہوا نے اٹھا کر حضرت سلیمان تک پہنچادی وہ اس وقت ہوا پر گزر رہے تھے اور ہوا ان کو اٹھائے ہوئے تھی یہ سن کر حضرت سلیمانؑ ٹھہر گئے اور حکم دیا کہ اس چیونٹی کو میرے پاس لاؤ وہ چیونٹی آگئی تو آپ نے اس سے کہا اے چیونٹی کیا تجھے علم نہیں کہ میں نبی ہوں اور کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ چیونٹی نے کہا جی ہاں مجھے علم ہے۔ آپ نے کہا پھر تم لوگوں نے میرے ظلم سے بچنے کی کوشش کیوں کی اور یہ کہا اے چیونٹیوں اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ چیونٹی نے جواب دیا مجھے ڈر تھا کہ یہ چیونٹیاں آپ کے جاہ و حشم کو دیکھ کر گرویدہ نہ ہوجائیں اور غیر خدا کی عبادت کرنے لگیں۔ اس کے بعد چیونٹی نے پوچھا آپ بڑے ہیں یا آپ کے والد؟ حضرت سلیمانؑ نے کہا میرے والد حضرت داؤدؑ۔ چیونٹی نے کہا پھر آپ کے نام میں آپ کے والد کے نام سے ایک حرف زائد کیوں ہے؟ حضرت سلیمانؑ نے کہا مجھے اس کا علم نہیں۔ اس نے کہا چونکہ آپ کے والد حضرت داؤد دوا کیا کرتے تھے زخموں کی (محبت) سے زخموں کی۔ اس لئے ان کا نام داؤدؑ ہوگیا اور آپ

کوشش کر رہے ہیں کہ اپنے والد بزرگوار سے ملحق ہو جائیں۔ پھر جبو تیلی نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ ساری مملکت میں صرف ہو آپ کے لئے کیوں مسخر کی گئی؟ انہوں نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں کہا اس لئے کہ اگر ساری مملکت آپ کے لئے مسخر کر دی جاتی تو آپ کے ہاتھوں ہوا کی طرح ان سب پر زوال آتا۔ یہ سن کر حضرت سلیمانؑ مسکرا دیے۔

باب (۶۴) وہ سبب جس کی وجہ سے دیمک وہیں رہتی ہے، جہاں مٹی اور پانی ہو

(۱) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن نصیر نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی و فضالہ سے انہوں نے ابان سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا ان دیمکوں نے حضرت سلیمانؑ کے عصا کے ساتھ جو کچھ کیا اس کی وجہ سے جن ان کے شکر گزار ہیں اور اکثر تم لوگ ان دیمکوں کو جہاں بھی دیکھو گے وہاں پانی اور مٹی موجود ہوگی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے روایت کی علی بن معبد سے انہوں نے حسین بن خالد سے انہوں نے حضرت ابی الحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفر سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت جعفر ابن محمد علیہم السلام سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت سلیمان ابن داؤد نے ایک دن اپنے اصحاب سے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا ملک عطا کیا ہے جس کا سزاوار میرے بعد کوئی نہیں ہے میرے لئے اس نے ہوا، انسانوں، جنوں، طائروں، جنگلی جانوروں تک کو مسخر کر دیا ہے اور مجھے طائروں کی زبان کی تعلیم دے دی اور مجھے ہر شے میں سے کچھ دیا اور یہ سب دولت و ملک ملنے کے باوجود میں جی بھر کر مسرور نہ ہو سکا لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ کل میں اپنے قصر کی بلند ترین منزل پر چڑھ جاؤں اور وہاں سے اپنی رعایا کو دیکھوں لہٰذا کوئی شخص میرے پاس وہاں نہ آئے اور میری خوشی کو خراب نہ کرے۔ لوگوں نے کہا بہت بہتر دوسرے دن حضرت سلیمانؑ نے وہ عصا اٹھایا اور اپنے قصر کی بالکل آخری منزل پر چڑھ گئے وہاں عصا ٹیک کر اپنی رعیت پر نگاہ دوڑانے لگے اور خوش و مسرور ہونے لگے کہ اللہ نے مجھے یہ سب کچھ دیا ہے کہ اتنے میں دیکھا کہ قصر کے ایک گوشے میں سے حسین و شکیل نوجوان ان کے پاس آیا۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا تم کو اس قصر میں آنے کی اجازت کس نے دی؟ میں تو چاہتا ہوں کہ آج یہاں دن بھر تنہا بسر کروں تو اس قصر میں کس کی اجازت سے داخل ہوا؟ نوجوان نے جواب دیا اس قصر کے رب نے مجھے یہاں بھیجا ہے انہوں نے کہا اس قصر کا حقدار مجھ سے زیادہ یقیناً اس قصر کا رب ہے مگر تو ہے کون؟ اس نے کہا ملک الموت ہوں۔ پوچھا کیوں آئے ہو؟ کہا اس لئے آیا ہوں کہ آپ کی روح قبض کروں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا اچھا تمہیں جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کرو۔ یہ میری خوشی کا دن تھا مگر اللہ نے نہ چاہا کہ میں اس کی ملاقات کو چھوڑ کر کوئی خوشی مناؤں۔ پس ملک الموت نے ان کی کھڑے کھڑے اور عصا پر ٹیکہ کئے ہوئے روح قبض کر لی اور ان کی میت اسی طرح عصا پر ٹیک لگائے جب تک اللہ نے چاہا کھڑی رہی اور لوگ ان کو دیکھ رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ وہ زندہ ہیں یہاں تک کہ آزمائش میں پڑ گئے اور ان میں اختلاف ہو گیا کچھ لوگ کہنے لگے کہ حضرت اتنے دنوں سے عصا پر ٹیکہ کئے ہوئے کھڑے ہیں نہ تھکتے ہیں نہ سوتے ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں معلوم ہوتا ہے یہی ہمارے رب ہیں ہم لوگوں پر واجب ہے کہ ان کی عبادت کریں۔ کچھ لوگ یہ کہنے لگے کہ حضرت سلیمان ایک جادوگر ہیں یہ اپنے جادو سے ہم لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ وہ اپنے عصا کو ٹیکے ہوئے کھڑے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے انہوں نے ہم لوگوں کی نظر بندی کر دی ہے مگر مومنین یہ کہتے تھے کہ حضرت سلیمانؑ اللہ کے بندے ہیں اور اسکے نبی ہیں۔ اللہ جب تک چاہے گا وہ ایسے ہی رہیں گے جب ان لوگوں میں اختلاف بڑھا تو اللہ تعالیٰ نے

دیمکوں کو بھیج دیا اور وہ ان کے عصا کو اندر سے چاٹ گئیں۔ عصا ٹوٹ گیا اور حضرت سلیمانؑ قصر سے منہ کے بل گر پڑے تو جنوں نے دیمکوں کے اس کام پر ان کا شکریہ ادا کیا اور تم دیکھتے ہو کہ جہاں کہیں دیمک ہوگی وہاں پانی اور مٹی پہنچ جاتی ہے اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فلما قضينا عليه الموت ما دلهم على موته الا دابته الارض تاكل منساته** (پس جب ہم نے اس پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے نہیں (جنات کو) اس کی موت پر خبردار نہ کیا سوائے زمین پر چلنے والی (ایک دیمک) کے کہ وہ اس کے عصا کو کھاتی تھی سورہ سبا۔ آیت نمبر ۱۴ ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو جنوں کو ان کی موت کی خبر سوائے دیمک کے کسی نے نہ دی جو ان کے عصا کو اندر سے کھو کھلا کر رہی تھی۔ جب حضرت سلیمان گر پڑے تو جنوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر وہ غیب داں ہوتے تو اتنے دنوں مصیبت نہ جھیلتے اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اس طرح نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ اس طرح نازل ہوئی ہے کہ جب حضرت سلیمان گر پڑے تو انسانوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ جن اگر غیب داں ہوتے تو اتنے دنوں یہ مصیبت و عذاب میں پھنسے نہ رہتے۔

(۳) مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ ابراہیم بن ہاشم سے اور انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابان سے انہوں نے ابو بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان بن داؤدؑ نے جنوں کو حکم دیا اور انہوں نے شیشے کا ایک قبہ تیار کیا اور حضرت سلیمانؑ اس قبہ کے اندر اپنا عصا ٹیک کر کھڑے ہوئے تاکہ دیکھیں یہ جن کس طرح کام کرتے ہیں اور جن بھی ان کو دیکھتے رہیں کہ وہ کھڑے ہیں اس لئے ٹھیک کام کریں کہ ناگاہ ان کی توجہ ایک طرف ہوئی دیکھا کہ اس قبہ میں آپ کے ساتھ ایک اور شخص ہے۔ پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں وہ ہوں کہ کسی کی رشوت قبول نہیں کرتا اور نہ بادشاہوں سے ڈرتا ہوں میں ملک الموت ہوں اور یہ کہہ کر اس نے حضرت سلیمانؑ کی روح قبض کر لی اس حالت میں کہ وہ اس قبہ میں اپنے عصا پر ٹیک لگائے ہوئے کھڑے تھے اور جن ان کو دیکھ رہے تھے اور اس طرح ایک سال تک بڑی جانفشانی کے ساتھ ان کی خدمت میں لگے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دیمکوں کو بھیجا اور وہ ان کے عصا کو کھا گئیں اور حضرت سلیمانؑ کی ایک سال سے کھڑی ہوئی لاش گر پڑی اور جنوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر وہ غیب کا علم رکھتے تو اتنے دنوں تک سخت مشقت میں مبتلا نہ ہوتے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ دیمکوں نے حضرت سلیمانؑ کے عصا کے لئے جو کام کیا اس پر جن ان کے متشکر ہیں۔ اسی بنا پر تقریباً تم دیکھو گے کہ جہاں جہاں دیمک کا گھر وندہ ہوتا ہے وہاں ان کے پاس پانی اور مٹی موجود ہوتی ہے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے حسین بن حسن بن ابان سے اور انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے حسن بن علی سے انہوں نے علی بن عقبہ سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جب دیمکوں نے حضرت سلیمانؑ کے عصا کو کھا لیا اور وہ گر پڑے تو جن ان کے بحد شکر گزار ہوئے اور بولے ویران جگہ تلاش کرنا تمہارا کام ہے پانی اور مٹی پہنچانا ہمارا کام ہے۔ چنانچہ تم تقریباً ہر جگہ دیکھو گے جہاں دیمکوں کا گھر ہے وہاں پانی اور مٹی موجود ہے۔

باب (۶۵) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت ایوب نبی علیہ السلام مصائب کا شکار ہوئے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابو القاسم سے اور انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابی ایوب سے انہوں نے ابو بصیر سے اور انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام جو اس دنیا کے اندر آزمائش و امتحان میں مبتلا

ہوئے تو اس کی وجہ وہ نعمتیں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کی تھیں اور وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے تھے اور اس زمانہ میں ابلیس کے لئے عرش تک کوئی رکاوٹ نہ تھی جب حضرت ایوبؑ کا یہ عمل شکر گزاری بلند ہو کر وہاں پہنچا تو اسے دیکھ کر ابلیس کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اس نے کہا پروردگار حضرت ایوب جو اس طرح شکر ادا کر رہے ہیں وہ صرف اس لئے کہ تو نے انہیں دنیا میں ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے اگر ان کے اور ان کی ان نعمتوں کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی جائے تو وہ تیرا کسی قیمت پر شکر ادا نہ کریں گے لہذا مجھے ان کی دنیا پر اختیار دے دے تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ وہ تیری کسی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اللہ نے ارشاد فرمایا جاؤ میں نے ان کی دنیا پر اختیار دیدیا یہ اختیار پاکر وہ آیا اور اس نے ان کی دنیا کو تباہ کر دیا اور ان کی اولاد تک کو ہلاک کر دیا مگر حضرت ایوبؑ ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے۔ (یہ دیکھ کر) وہ پھر واپس گیا اور عرض کیا پروردگار حضرت ایوب کو یہ معلوم ہے کہ یہ دنیا جو ان سے چھین لی گئی ہے وہ تو پھر انہیں واپس دے دیگا اب تو مجھے ان کے بدن پر اختیار دے دے تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ وہ تیری کسی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا جاں ان کا آنکھ، ان کے دل، ان کی زبان اور ان کے کان کو چھوڑ کر میں نے تجھے ان کے پورے بدن کا اختیار دیا۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ سن کر ابلیس فوراً روانہ ہوا کہ مبادا اس کے اور حضرت ایوبؑ کے درمیان رحمت خدا حائل نہ ہو جائے اور آتے ہی اس نے ان کی ناک میں زہر یلی ہوا پھونک دی جس کی وجہ سے ان کے سارے جسم پر نقطہ نقطہ نمودار ہوگئے (دانے نکل آئے)

(۲) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی وشاء سے انہوں نے درست واسطی سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ایوبؑ بغیر کسی گناہ کے مصیبت میں مبتلا ہوئے تھے۔

(۳) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حسن بن علی وشاء سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے فضل اشعری سے اور انہوں نے حسین بن مختار سے اور انہوں نے ابو بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت ایوبؑ بغیر کسی گناہ کے سات سال تک مصیبت میں مبتلا رہے۔

(۴) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حسین بن علی وشاء سے روایت ہے کہ انہوں نے فضل اشعری سے روایت کی اور انہوں نے حسن بن ربیع بن علی ربیلی سے روایت کی اور انہوں نے ایک شخص سے روایت کی اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ حضرت ایوبؑ بغیر کسی گناہ کے مبتلائے مصیبت ہوئے یہاں تک کہ انہیں (جسمانی طور پر) عیب لگایا جانے لگا انبیاء علیہم السلام اس عیب لگانے پر صبر نہیں کرتے۔

(۵) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے عبداللہ بن یحییٰ بصری سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن ماضی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت ایوبؑ جو دنیا کے اندر ابتلا و مصیبت میں گرفتار ہوئے اس کا سبب کیا تھا؟ آپ نے فرمایا اس کا سبب وہ نعمتیں تھیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی تھیں اور آپ اس پر اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر ابلیس کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اس نے کہا اے پروردگار یہ حضرت ایوب جو تیرا شکر ادا کر رہے ہیں وہ صرف اس لئے کہ تو نے انہیں دنیا میں نعمتیں عطا کی ہیں اگر تو انہیں دنیاوی نعمتوں سے محروم کر دے تو پھر یہ ابد تک تیرا شکر ادا نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا اچھا جا میں نے تجھے اس کے مال و اولاد پر اختیار دیدیا۔ یہ سن کر ابلیس فوراً آیا اور اس نے ان کے مال و اولاد میں کسی کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ مگر جب ابلیس نے دیکھا کہ اس کا حضرت ایوبؑ پر کوئی اثر نہیں ہوا تو کہا پروردگار حضرت ایوب کو معلوم ہے کہ جو کچھ میں نے اس سے چھینا ہے وہ سب تو اس کو واپس کر دے گا لہذا تو مجھے ان کے بدن پر بھی اختیار دیدے۔ تو کہا گیا اچھا جا۔ میں نے سوائے قلب و زبان و آنکھ و کان کے ان کے سارے بدن پر تجھے اختیار دیدیا بس

یہ سن کر وہ فی الفور اترا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے (ابلیس کے) اور ایوبؑ کے درمیان اللہ کی رحمت حائل ہو جائے۔ پھر حضرت ایوب پر بلائیں اور مصیبتیں اور شدید ہو گئیں اور سب سے آخری مصیبت یہ تھی کہ خود ان کے اپنے اصحاب ان کے پاس آئے اور کہا اے ایوب ایسا تو ہم دنیا میں کسی ایک کو بھی نہیں پاتے جو آپ جیسی مصیبتوں میں مبتلا ہو اس کی وجہ آپ کی پوشیدہ بداعمالیاں ہیں جو ہم لوگوں سے پوشیدہ ہیں تو اس وقت حضرت ایوبؑ نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کی پروردگار تو جانتا ہے کہ جب بھی میرے سامنے دو کام آئے تو میں نے اس کو اختیار کیا جو میرے جسم کے لئے زیادہ سخت و پرمشقت ہو اور کبھی میں نے کھانا نہیں کھایا جب تک کہ میرے دسترخوان پر کوئی یتیم موجود نہ ہو۔ اگر تیرے ساتھ بحث کی نشست ہو تو میں اپنے دلائل پیش کروں۔ امام نے فرمایا پھر ان کے اوپر بادل کا ایک ٹکڑا آیا اور اس میں سے ایک بولنے والے نے کہا اے ایوب اپنے دلائل پیش کرو۔ یہ سن کر حضرت ایوب کمربستہ ہوئے اور دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور بولے تو نے مجھے ان بلاؤں میں مبتلا کیا حالانکہ تو جانتا ہے کہ جب بھی میرے سامنے دو کام پیش ہوئے تو میں نے ان میں سے وہی اختیار کیا جو میرے بدن کے لئے سخت اور پرمشقت ہوا، اور جب تک میرے دسترخوان پر کوئی یتیم نہ بیٹھے میں نے کبھی کھانا نہیں کھایا۔ امام کا ارشاد ہے پھر حضرت ایوبؑ سے ابر سے کہا گیا اے ایوب بتاؤ تمہارے اندر یہ اطاعت کا شوق کس نے پیدا کیا؟ یہ سن کر حضرت ایوبؑ نے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور اپنے منہ میں رکھی اور کہا اے پروردگار شوق اطاعت تو نے ہی مجھے عطا کیا۔

باب (۶۶) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر منڈلاتا ہوا عذاب اللہ تعالیٰ نے واپس کر لیا حالانکہ ان کے علاوہ کسی قوم کے سروں پر منڈلاتا ہوا عذاب واپس نہیں کیا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے اور انہوں نے روایت کی اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابوبصیر سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا سبب تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس کی قوم سے عذاب کو پلٹا لیا حالانکہ وہ ان کے سروں پر سایہ فگن ہو چکا تھا اور ان کے علاوہ ایسا اس نے کسی اور امت کے ساتھ نہیں کیا؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ ان لوگوں کی توبہ کی وجہ سے عذاب واپس ہو جائے گا اور اس کی خبر اس نے حضرت یونس کو نہیں دی تاکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں آرام سے عبادت کرتے رہیں اور مستحق ثواب و کرامت ہو جائیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے روایت کی محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے حسن بن علی ابن فضال سے انہوں نے ابی المغرا حمید بن مثنی عجلی سے انہوں نے سماعہ سے کہ انہوں نے آپ جناب کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور کسی قوم کے سروں پر منڈلاتے ہوئے عذاب کو واپس نہیں کیا سوائے قوم یونسؑ کے۔ میں نے پوچھا کیا عذاب ان کے سروں پر سایہ فگن تھا؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اتنا قریب سایہ فگن تھا کہ اگر وہ چاہتے تو اپنے ہاتھ سے چھو لیتے۔ میں نے عرض کیا پھر ایسا کیوں ہوا کہ عذاب پلٹ گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے علم مشیت میں تھا جس کی اطلاع کسی کو نہ تھی کہ وہ اس عذاب کو ان سے پلٹائے گا۔

باب (۶۷) وہ سبب جس کی بنا پر اسماعیل بن حزقیل علیہ السلام کو صادق الوعد کہا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی یعقوب بن یزید سے انہوں نے علی بن احمد اشیم سے انہوں نے سلیمان جعفری سے انہوں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کیا تمہیں

معلوم ہے کہ اسماعیل کو صادق الوعد کیوں کہا گیا؟ میں نے عرض کیا مجھے نہیں معلوم۔آپ نے فرمایا کہ انہوں نے ایک شخص سے وعدہ کر لیا تھا تو وہیں سال بھر انتظار کرتے رہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے اور انہوں نے روایت کی یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے اور محمد بن سنان سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ وہ اسماعیل جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ **واذکر فی الکتب اسمعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولاً نبیاً** (اور اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو وہ وعدہ کا سچا تھا اور رسول اور نبی تھا) سورۃ مریم آیت نمبر ۵۴ وہ اسماعیل بن ابراہیم نہ تھے بلکہ وہ انبیاء میں سے ایک نبی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا ان لوگوں نے ان کو پکڑا اور ان کے سر اور چہرے کی مع بالوں کے کھال اتار لی تو ایک ملک ان کے پاس آیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے آپ جو چاہیں ہمیں حکم دیں۔انہوں نے کہا جو امام حسینؑ کے ساتھ کیا جائے گا میرے لئے وہی نمونہ عمل کافی ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے عمار بن مروان سے انہوں نے سماعہ سے انہوں نے ابو بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت اسماعیلؑ رسول اور نبی تھے ان کی قوم ان پر حاوی ہو گئی اور ان کے چہرے اور سر کی جلد مع بالوں کے اتار لی تو ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا ایک فرستادہ آیا اور اس نے کہا کہ تمہارے ساتھ تمہاری قوم نے جو سلوک کیا وہ میں نے دیکھ لیا اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں لہذا آپ جو چاہیں حکم دیں میں حاضر ہوں۔انہوں نے کہا کہ میرے لئے حسین ابن علی کا عمل نمونہ ہے۔

(۴) مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے روایت کی محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے اور انہوں نے محمد بن حسین سے انہوں نے موسیٰ بن سعدان سے انہوں نے عبداللہ بن قاسم سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص سے وعدہ کیا کہ تمہارے آنے تک اس چٹان کے پاس رہوں گا۔راوی کا بیان ہے کہ جب آپ پر دھوپ سخت ہو گئی تو اصحاب نے کہا یا رسول اللہ آپ اس چٹان سے ہٹ کر وہاں سایہ میں چلے جائیں تو آپؐ نے جواب دیا میں نے اس سے یہاں کے لئے وعدہ کیا ہے اگر وہ نہ آیا تو یہ اس کی طرف سے ہوگا۔

باب (۶۸) وہ سبب جس کی بنا پر انسان بنی آدم سے زیادہ ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے موسیٰ بن جعفر بغدادی سے انہوں نے علی بن معبد سے انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ دہقان سے اس نے درست سے انہوں نے ابو خالد سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ انسان زیادہ ہیں یا بنی آدم؟ آپ نے فرمایا انسان۔پوچھا گیا یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا وہ اس طرح کہ جب تم انسان کہو گے تو اس میں بنی آدم بھی شامل ہیں اور جب تم بنی آدم کہو گے تو مطلب یہ کہ تم نے آدم کو چھوڑ دیا ان کی اولاد میں ان کو شامل نہیں کیا لہذا انسان زیادہ ہیں بنی آدم کے ساتھ آدم کو بھی شامل کر لیا اس لئے میں نے کہا کہ بنی آدم کی تعداد انسان سے کم ہے۔

باب (۶۹) وہ سبب جس کی بنا پر نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی شب میں آگ روشن کرتے ہیں اور اخروٹ سے کھیلتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو عبد اللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان برواذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن محمد بن حارث بن سفیان حافظ سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد المنعم بن ادریس نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے اور انہوں نے وہب بن منبہ یمانی سے ان کا بیان ہے کہ جب دردِ زہ نے حضرت مریم کو کھجور کے ایک تنے کے پاس پہنچا دیا اس وقت شدید سردی تھی تو یوسف نجار نے لکڑیاں فراہم کیں اور حضرت مریم کے اردگرد جیسے لکڑیوں کی باڑ بنا دی پھر اس میں آگ روشن کر دی۔ آگ کی حدت نے ان کو چاروں طرف سے گرمی پہنچائی اور ان کے لئے سات اخروٹ توڑ کر لایا جو اس نے اپنی خورجین میں سے پایا تھا اور انہیں کھلایا۔ اسی بنا پر نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی ولادت کی شب آگ روشن کرتے ہیں اور اخروٹ سے کھیلتے ہیں۔

باب (۷۰) وہ سبب جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی کلام کیوں نہیں کیا جیسا کہ عیسیٰ نے کیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو عبد اللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان برواذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن محمد بن حارث بن سفیان حافظ سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد المنعم بن ادریس نے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے اور انہوں نے وہب بن منبہ یمانی سے ان کا بیان ہے کہ ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا اور کہا کہ اے محمدؐ کیا آپ پیدا ہونے سے پہلے ام الکتاب (لوح محفوظ) میں نبی تھے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ پوچھا کہ اور آپؐ کے ساتھ یہ آپ کے صاحبان ایمان کے نام بھی ان کی صفت سے پہلے ام الکتاب میں ثبت تھے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا پھر کیا بات ہوئی کہ آپؐ نے بطن مادر سے پیدا ہوتے ہی حکمت کے ساتھ کلام نہیں کیا جیسا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے کلام کیا اور آپ تو ان سے پہلے بھی نبی تھے؟ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا میرا معاملہ حضرت عیسیٰؑ جیسا معاملہ نہ تھا۔ حضرت عیسیٰ صرف ماں سے پیدا ہوئے ان کا کوئی باپ نہ تھا جیسا کہ حضرت آدمؑ بے ماں اور بے باپ کے پیدا ہوئے اگر حضرت عیسیٰ ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی فوراً کلام نہ کرتے تو ان کی ماں کے پاس لوگوں کے سامنے عذر پیش کرنے کو کچھ نہ تھا اس لئے کہ انہوں نے بغیر باپ کے عیسیٰ کو پیدا کیا تھا لوگ ان کا مواخذہ کرتے اور وہی سلوک کرتے جو بدکار عورت سے ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو ان کی ماں کے لئے ایک ثبوت اور دلیل بنایا۔

باب (۷۱) وہ سبب جس کی بنا پر کفار نے حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل کیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو عبد اللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان برواذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن محمد بن حارث بن سفیان حافظ سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد المنعم بن ادریس نے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے اور انہوں نے وہب بن منبہ یمانی سے ان کا بیان ہے کہ ابلیس یہودیوں کی مجالس اور مجمعوں میں آتا اور وہاں حضرت مریم کے متعلق گفتگو کرتا اور ان پر حضرت زکریاؑ سے تہمت لگاتا یہاں تک کہ شر و فساد بھڑک اٹھا اور حضرت زکریاؑ پر فحاشی کے

الزام کی شہرت ہو گئی جب حضرت ذکریاؑ نے یہ دیکھا تو وہ بھاگے اور یہود کے جاہلوں اور فسادیوں نے ان کا پیچھا کیا آپ بھاگ کر ایک وادی میں پہنچے جس میں کثرت سے پیڑ پودے تھے اور جب درمیان وادی میں پہنچے تو ایک درخت کے تنے میں شگاف پیدا ہوا اور آپ اس میں داخل ہو گئے اور درخت کا شگاف برابر ہو گیا اور ابلیس انہیں ڈھونڈتا ہوا یہودیوں کے ساتھ وہاں پہنچا اور بالآخر وہ اس درخت کے پاس پہنچ گیا جس میں حضرت ذکریاؑ سمائے ہوئے تھے۔ ابلیس نے ان لوگوں کے لئے اس درخت کو نیچے سے اوپر تک پھاڑ دیا یہاں تک کہ اس کا ہاتھ حضرت ذکریاؑ کے قلب تک پہنچ گیا اور ان لوگوں سے کہا اب اس کو اپنے آرے سے چیر دو ان لوگوں نے اس درخت کو درمیان سے چیر دیا اور حضرت ذکریا کو ویسے چھوڑ کر چلے گئے ور جب ابلیس اپنے ارادے میں کامیاب ہو گیا تو پھر وہ بھی غائب ہو گیا مگر حضرت ذکریا کو ان لوگوں کے آرے سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی اس کے بعد اللہ تعالی نے ملائکہ کو بھیجا انہوں نے حضرت ذکریا کو غسل دیا ان کو دفن کرنے سے تین دن پہلے نماز جنازہ پڑھی اور تمام انبیاء کا یہی حال ہے کہ ان کی میت متغیر نہیں ہوتی اور نہ ان کی میت کو مٹی کھاتی ہے لوگ ان پر تین دن تک نماز پڑھتے رہتے ہیں پھر دفن کرتے ہیں۔

باب (۷۲) وہ سبب جس کی بنا پر حواریوں کو حواری اور نصاریٰ کو نصاریٰ کہتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے ابوالعباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ حواریوں کو حواری کیوں کہا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا لوگوں کے نزدیک تو انہیں حواری اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ دھوبی تھے کپڑوں کو میل وغیرہ سے دھو کر صاف کیا کرتے تھے اور یہ حوار سے مشتق ہے اور ہمارے نزدیک وہ لوگ پاک باطن اور صاف دل تھے اور اپنے مواعظ اور نصیحتوں سے ان لوگوں کو بھی پاک کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا اور نصاریٰ کو نصاریٰ کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ یہ لوگ اس قریہ کے باشندے تھے جس کا نام ناصرہ ہے جو ملک شام میں ہے اور وہاں حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے مصر سے واپسی کے بعد قیام کیا تھا۔

باب (۷۳) وہ سبب جس کی بنا پر بچوں کو رونے پر مارنا جائز نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو احمد قاسم بن محمد بن احمد سراج ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالقاسم جعفر بن محمد بن ابراہیم سرندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن محمد بن عبداللہ ابن ہارون رشید نے حلب میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن آدم بن ابی ایاس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن ابی ذیب نے انہوں نے روایت کی نافع سے انہوں نے ابن عمر سے اور ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بچوں کو ان کے رونے پر نہ مارو اس لئے کہ چار مہینے تک رونا لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہے اور اس چار مہینے کے بعد اگلے چار ماہ تک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اور اس سے اگلے چار ماہ تک وہ اپنے والدین کے لئے دعا کرتا ہے۔

باب (۷۴) آنسو خشک ہونے دلوں کے سخت ہونے اور گناہوں کے بھولنے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن فضال نے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی اور انہوں نے مروان بن مسلم سے انہوں نے ثابت بن ابی صفیہ سے انہوں

دونوں طینتوں کو مخلوط کردیا اسی بنا پر مومن کی نسل سے کافر پیدا ہوتا ہے اور کافر کی نسل سے مومن پیدا ہوتا ہے نیز اسی وجہ سے مومن سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور کافر سے نیکی سرزد ہوتی ہے پس مومنین کے قلوب اپنی طینت کی طرف مائل ہوتے ہیں اور کافروں کے قلوب اپنی طینت کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن اورمہ سے انہوں نے عمرو بن عثمان سے انہوں نے سنقری سے انہوں نے عمرو بن ثابت سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حبہ عرنی سے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو زمین کی بالائی سطح کی مٹی سے پیدا کیا تو اس میں کچھ مٹی شور تھی کچھ نمکین تھی اور کچھ مٹی پاک و شیریں تھی اسی بنا پر اس کی ذریت میں سے کچھ صالح پیدا ہوئے اور کچھ غیر صالح اور ناخلف پیدا ہوئے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے انہوں نے روایت کی حسین بن حسن سے اور انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے معاویہ بن شریح سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پانی جاری کیا اور اس سے کہا کہ تو شیریں سمندر بن جا میں تجھ سے اپنی جنت اور اپنے اطاعت گزاروں کو پیدا کروں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے پھر ایک اور پانی پیدا کیا اس سے کہا کہ تو نمکین سمندر بن جا میں تجھ سے اپنی جہنم اور نافرمانوں کو پیدا کروں گا پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو آپس میں ملا دیا یہی وجہ ہے کہ مومن کی نسل سے کافر پیدا ہوتے ہیں اور کافر کی نسل سے مومن پیدا ہوتے ہیں اور اگر ان دونوں کو مخلوط نہ کرتا تو اس سے اس کے مثل پیدا ہوتے اور اس سے اس کے مثل پیدا ہوتے۔

(۵) بیان کیا میرے والد رحمہ اللہ نے کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے اور انہوں نے روایت کی حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے ایک طویل روایت جس کے آخر میں فرمایا یہ جو تم اپنے اصحاب میں بد خلقی اور بیہودگی دیکھتے ہو تو یہ بائیں طرف کے اصحاب سے مخلوط ہونے کا ان میں اثر آگیا ہے اور یہ جو تم اپنے مخالف گروہ میں خوش خلقی اور وقار دیکھتے ہو وہ دائیں جانب کے اصحاب کے مخلوط ہونے سے ان میں اثر آگیا ہے۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن حسن بن ابی الخطاب سے اور انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان جناب سے اول مخلوق کے لئے سوال کیا تو آپ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے وہ شے پیدا کی جس سے ہر شے کو پیدا کیا۔ میں نے پوچھا وہ شے کیا ہے میں آپ پر قربان جاؤں فرمایا پانی، اللہ تبارک تعالیٰ نے پانی کو دو سمندروں کی شکل میں پیدا کیا ایک شیریں اور دوسرا نمکین جب ان دونوں پانیوں کو پیدا کیا تو ایک نظر شیریں سمندر کو دیکھا اور کہا اے سمندر اس نے کہا لبیک وسعدیک اللہ تعالیٰ نے کہا تجھ میں میری برکت اور رحمت ہے اور تجھ ہی سے میں اپنے اطاعت گزاروں کو اور اپنی جنت کو پیدا کروں گا۔ پھر دوسرے سمندر پر نظر ڈالی اور کہا اے سمندر، اس نے کوئی جواب نہ دیا تین بار آواز دی اے سمندر مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ پر لعنت میں تجھ سے اپنے نافرمانوں اور اپنی جہنم کو پیدا کروں گا۔ پھر ان دونوں کو حکم دیا آپس میں مخلوط ہو جاؤ۔ امام نے فرمایا اسی وجہ سے مومن سے کافر اور کافر سے مومن پیدا ہوتے ہیں۔

(۷) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے اور انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے انہوں نے ابان بن عثمان وابی الربیع سے یہ دونوں مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک پانی خلق کیا اور اسے شیریں بنایا اس سے اپنے مطیع بندوں کو خلق کیا پھر ایک پانی خلق کیا اور اسے تلخ بنایا اور اس سے اپنے نافرمان

بندوں کو پیدا کیا پھر ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ دونوں آپس میں گلوملا ہو گئے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو مومن کی نسل میں صرف مومن اور کافر کی نسل میں صرف کافر ہی پیدا ہوتے۔

باب (۷۸) گناہ اور قبولیت توبہ کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن نصر فرزے سے انہوں نے عمر بن مصعب سے انہوں نے فرات بن احنف سے انہوں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اگر حضرت آدم گناہ نہ کرتے تو تا ابد کوئی مومن گناہ نہ کرتا اور اگر حضرت آدم کی توبہ قبول نہ ہوتی تو پھر تا ابد کسی گنہگار کی توبہ قبول نہ ہوتی۔

باب (۷۹) وہ سبب جس کی بنا پر لوگوں میں باہمی میل محبت اور آپس اختلاف ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے جعفر بن بشیر سے انہوں نے حسین بن ابی العلاء سے انہوں نے حبیب سے اور اس نے بیان کیا ایک مرد ثقہ نے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بندوں سے اس وقت عہد و پیمان و میثاق لیا تھا کہ وہ قبل خلقت سایہ کی شکل میں تھے اور جن روحوں کے درمیان وہاں میل ملاپ تھا یہاں بھی میل ملاپ ہے اور جن روحوں کے درمیان وہاں اختلاف تھا یہاں بھی اختلاف ہے

(۲) اور ابن ابی اسود کے ساتھ روایت ہے حبیب سے اور انہوں نے ایک راوی سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے مجھ سے کہا تم اور [illegible] کے متعلق کیا کہتے ہو [illegible] جن میں وہاں میل ملاپ تھا ان کا میل ملاپ یہاں بھی ہے اور جن کا وہاں آپس میں اختلاف تھا [illegible] اللہ تعالیٰ نے بندوں سے عہد و پیمان لیا جبکہ وہ قبل خلقت سایہ کی شکل میں تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **واذا اخذ ربک من بنی ادم من ظھورھم ذریتھم واشھدھم علی انفسھم** (اور جب تمہارے پروردگار نے [illegible] ان کو نکالا تو خود ان کے مقابلے میں اقرار کرایا) سورۃ [illegible] آپ نے فرمایا جس نے وہاں اقرار کیا اس کی معرفت بھی یہاں رہی اور جس نے وہاں انکار کیا اس کا اختلاف یہاں بھی رہا۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی ایوب بن نوح سے اور انہوں نے محمد [illegible] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے [illegible] اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو [illegible] خلقت کیسے ہوئی ہے تو دو آدمیوں میں بھی اختلاف نہ ہوتا۔

(۴) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے روایت کی ابو احمد [illegible] انہوں نے احمد بن [illegible] انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے عبدالمومن انصاری سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ [illegible] صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک گروہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے **اختلاف امتی رحمۃ** [illegible] کہ وہ لوگ سچ کہتے ہیں تو میں نے عرض کیا کہ اگر ان کا اختلاف رحمت ہے تو [illegible] وہ نہیں ہے بلکہ اس حدیث کا مطلب اللہ تعالیٰ کا [illegible] **فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا**

رجعوا الیھم لعلھم یحذرون (اگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کی آبادی کے ہر حصہ میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جاکر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تاکہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے) سورۂ توبہ۔ آیت نمبر ۱۲۲ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ کچھ لوگ ہر فرقے کے رسول اللہؐ کے پاس آئیں اور آمد و شد در رکھیں تاکہ علم دین حاصل کریں پھر اپنی قوم کی طرف پلٹ کر ان میں اپنی تعلیم دیں اس آیت میں شہروں سے اختلاف (آنا جانا) مراد ہے دین میں اختلاف نہیں اس لئے کہ اللہ کا دین ایک ہے اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں۔

باب (۸۰) وہ سبب جس کی بنا پر مومنین کے اندر حدت اور گرمی ہوتی اور ان کے مخالفین میں نہیں ہوتی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابن اذینہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ ان جناب کی خدمت میں حاضر تھے کہ اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کا ذکر آیا ہم لوگوں نے کہا کہ ان میں گرم مزاجی ہے تو آپ نے فرمایا کہ مومن کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس میں گرمی ہو۔ ہم لوگوں نے عرض کیا ہمارے اصحاب میں تو عام طور پر گرمی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس وقت ان کو عالم ذر میں پیدا کیا تو اصحاب یمین کو حکم دیا کہ تم لوگ جہنم میں داخل ہو وہ داخل ہوئے تو اس کی گرمی سے متاثر ہوئے اور یہ گرمی ان میں اسی وجہ سے ہے اور اصحاب شمال سے کہا کہ جو اصحاب یمین کے مخالف تھے کہ تم اس میں داخل ہو مگر وہ اس میں داخل نہ ہوئے تو اسی بنا پر ان میں گرمی نہیں ہے سکون و وقار ہے۔

باب (۸۱) کان میں تلخی لبوں میں شیرینی آنکھوں میں نمکینی اور ناک میں برودت کے اسباب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے احمد بن عبداللہ عقیلی قرشی سے انہوں نے عیسیٰ بن عبداللہ قرشی سے ایک مرفوع حدیث بیان کی کہ ایک مرتبہ حضرت ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آئے آپ نے ان سے کہا اے حنیفہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم مسائل میں قیاس سے کام لیتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں میں قیاس سے کام لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا دیکھو قیاس سے کام نہ لیا کرو اس لئے کہ سب سے پہلے جس نے قیاس سے کام لیا وہ ابلیس تھا جس وقت کہ اس نے کہا کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا تو اس نے آگ اور مٹی کے مابین قیاس کیا اگر اس نے حضرت آدم کی نورانیت اور آگ کی نورانیت کے درمیان قیاس کیا ہوتا تو ان دونوں نوروں میں پتہ چل جاتا کہ کون ایک دوسرے سے افضل و بہتر ہے۔ اچھا اب تم صرف اپنے سر کے درمیان ہی قیاس کرکے یہ بتاؤ کہ تمہارے دونوں کانوں کے اندر تلخ مادہ کیوں ہے؟" ابو حنیفہ نے کہا یہ تو مجھے معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا جب تم اپنے سر کے اندر قیاس نہیں کرسکتے تو پھر دنیا کے اندر سارے حلال و حرام کا قیاس کرکے کیسے حکم چلا سکتے ہو۔ ابو حنیفہ نے کہا اے فرزند رسول آپ فرمائیں کہ ایسا کیوں ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کانوں کے اندر تلخ مادہ اس لئے رکھا کہ جو چیز اس میں داخل ہو وہ مر جائے اگر ایسا نہ ہوتا تو طرح طرح کے کیڑے مکوڑے اس میں داخل ہو کر بنی آدم کو قتل کر دیتے اور دونوں ہونٹوں میں شیرینی اس لئے رکھی تاکہ انسان تلخ و شیریں کا مزہ محسوس کرے اور آنکھوں میں نمکینی اس لئے کہ یہ دونوں چربی کی ہیں اگر آنکھ میں نمک نہ ہوتا تو یہ پگھل جاتیں اور ناک کو تر اور بہنے والی رکھا تاکہ اگر سر میں کوئی مادہ ہو تو وہ اس سے نکل جائے اگر ایسا نہ ہوتا تو دماغ بھاری ہو جاتا اور اس میں بیماری پیدا ہو جاتی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالرحمن بن ابی حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے

ابو زرعہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہشام بن عمار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ قرشی نے انہوں نے روایت کی شبرمہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور امام ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا اے ابو حنیفہ خدا سے ڈرو اور دین میں اپنی رائے سے قیاس نہ کرو اس لئے کہ سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو آدمؑ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے کہا کہ میں ان سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور انہیں مٹی سے۔ اس کے بعد آپ نے کہا کیا تم اپنے بدن میں سے سر ہی کے متعلق قیاس سے کام لے سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے آنکھوں میں نمکینی، کانوں میں تلخی اور نرخروں میں بدبو دار پانی اور لبوں میں شیرینی کو کیوں رکھا؟ انہوں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا خدا تعالیٰ نے آنکھوں کو چربی سے بنایا اور ان میں نمکینی رکھ کر بنی آدم پر احسان کیا کیوں کہ اگر ان میں نمکینی نہ ہوتی تو وہ پگھل جاتیں اور کانوں میں تلخی رکھدی اگر ایسا نہ ہوتا تو اس میں کیڑے مکوڑے گھس جاتے اور دماغ کو چاٹ جاتے اور نرخروں میں تری اور پانی رکھدیا تاکہ اس سے سانس دیر جائے اور پیچ آئے اور اس سے خوشبو اور بدبو کا احساس ہو اور لبوں کو شیریں رکھا تاکہ ابن آدم اپنے کھانے اور پینے کی لذت محسوس کرے۔

اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پوچھا بتاؤ وہ کلمہ کون سا ہے جس کا پہلا حصہ شرک ہے اور دوسرا حصہ ایمان ہے؟ انہوں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اگر صرف لا الہ کہے تو شرک اور الا اللہ کہے تو ایمان ہو جائے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا یہ بتاؤ کون سا گناہ بڑا ہے قتل نفس یا زنا؟ ابو حنیفہ نے کہا قتل نفس۔ آپ نے فرمایا مگر اللہ تعالیٰ نے قتل نفس کے لئے صرف دو گواہ قبول کئے اور زنا کے لئے چار گواہ سے کم قبول نہیں کیا۔ یہ بتاؤ نماز بڑی چیز ہے یا روزہ؟ ابو حنیفہ نے کہا نماز۔ آپ نے فرمایا کہ پھر زن حائضہ کے لئے یہ کیوں حکم ہے کہ اپنے روزوں کی قضا رکھے اور نماز کی قضا نہیں۔ اب تمہارا قیاس کہاں رہا لہٰذا اللہ سے ڈرو اور قیاس مت کرو۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی احمد بن ابی عبداللہ برقی سے اور انہوں نے محمد بن علی سے اور انہوں نے عیسیٰ بن عبداللہ قرشی سے اور انہوں نے یہ روایت مرفوع کی اور کہا کہ ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آئے تو آپ نے پوچھا اے ابو حنیفہ مجھ تک خبر پہنچی ہے کہ تم دین میں اپنے قیاس سے فتویٰ دیتے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں میں قیاس کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ بری بات ہے قیاس۔ کیا کرو سب سے پہلے جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا اس نے کہا مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور انہیں مٹی سے اس نے صرف آگ اور مٹی کو سامنے رکھ کر قیاس کیا اگر وہ آدم کی نورانیت اور آگ کے نور کو سامنے رکھتا تو اسے پتا چلتا کہ ان دونوں نوروں میں کس کو فضل و شرف حاصل ہے۔ اچھا ذرا تم اپنے جسم میں سے صرف سر کے متعلق میرے سامنے قیاس کر کے بتاؤ کہ دونوں کانوں میں تلخی، دونوں آنکھیں نمکین کیوں، دونوں لب شیریں کیوں اور ناک میں تری کیوں ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا مجھے نہیں معلوم تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنے سر کے متعلق قیاس نہیں کر سکتے تو پھر قیاس کے ذریعے حلال و حرام کیسے بتا سکتے ہو؟ انہوں نے کہا فرزند رسول آپ ہی بتائیں کہ آخر ایسا کیوں ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کانوں کا مادہ تلخ رکھا تاکہ اس میں کوئی کیڑا مکوڑا نہ گھس جائے اور اس سے آدمی مر نہ جائے اگر ایسا نہ ہوتا تو کیڑے مکوڑے انسان کو مار ڈالتے اور آنکھوں کو نمکین قرار دیا اس لئے کہ یہ دونوں چربی میں اگر نمکین نہ ہوتیں تو پگھل جاتیں اور لبوں کو شیریں قرار دیا تاکہ ابن آدم میٹھے اور کڑوے کا مزہ پا سکے اور ناک کو تر اور بہتا ہوا بنایا تاکہ سر میں جو بیماری بھی ہو اس کو خارج کر دے اگر ایسا نہ ہوتا تو دماغ بھاری ہو جاتا اور مرض میں مبتلا ہو جاتا۔

احمد بن ابی عبداللہ کہتے ہیں اور بعض نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کانوں میں تلخی اس لئے ہے کہ ان دونوں کا علاج ممکن نہیں اور لبوں کے ذکر کے موقع پر فرمایا اس میں شیریں لعاب پیدا کر دیا تاکہ کھانے اور پینے کے مزے کی تمیز کر سکیں اور ناک کے ذکر میں فرمایا کہ اگر ناک کے اندر برودت نہ ہوتی تو اس میں روکنے کی طاقت نہ ہوتی تو اس کی حرارت سے دماغ پگھل کر بہہ جاتا۔

(۴) اور احمد بن ابی عبداللہ نے بیان کیا اور روایت کی اس کی معاذ بن عبداللہ نے بشیر بن یحییٰ عامری سے اور انہوں نے ابن ابی لیلیٰ سے

ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور نعمان (ابو حنیفہ) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ہم لوگوں کو خوش آمدید کہا اور پوچھا اے ابن ابی لیلیٰ یہ کون صاحب ہیں؟ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ صاحب کوفے کے رہنے والے ہیں اور ایک صاحب رائے اور صاحب نقد و نظر ہیں۔ آپ نے فرمایا شاید وہی ہیں جو ہر شے میں قیاس کر کے اپنی رائے قائم کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اے نعمان تم اپنے سر کا مناسب قیاس کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا جب تم اپنے سر کے متعلق قیاس نہیں کر سکتے تو اور چیزوں کے متعلق کیا قیاس کر سکو گے۔ اچھا بتاؤ آنکھوں میں نمکینی کیوں ہے؟ کانوں میں تلخی کیوں ہے؟ ناک کے نرخرے میں تری کیوں اور منہ کے اندر شیرینی کیوں ہے؟ انہوں نے کہا یہ تو مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں وہ کلمہ معلوم ہے جس کا پہلا حصہ شرک اور دوسرا حصہ ایمان ہے؟ انہوں نے کہا مجھے نہیں معلوم ابن ابی لیلیٰ نے کہا میں آپ پر قربان جن چیزوں کا آپ نے ذکر فرمایا ہے ان کی وضاحت سے ہم لوگوں کو محروم نہ چھوڑیں۔ آپ نے فرمایا بہتر سنو مجھ سے بیان میرے پدر بزرگوار نے اپنے آبائے طاہرین کے واسطے سے روایت کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو دونوں آنکھوں کو دو چربی کے ٹکڑوں سے بنایا اور ان میں نمکینیت رکھدی اور اگر ایسا نہ کرتا تو وہ پگھل کر بہہ جاتی اور اگر ان میں کوئی خس و خاشاک پڑ جاتا تو بہت اذیت دیتا آنکھوں میں جو خس و خاشاک پڑ جاتا ہے یہ نمکینیت اس کو نکال کر پھینک دیتی ہے اور کانوں میں جو تلخی رکھی ہے وہ دماغ کے لئے ایک حجاب ہے کان میں اگر کوئی کیڑا مکوڑا پڑ جائے تو فوراً اس میں سے نکل بھاگنے کی کوشش کرتا ہے اگر یہ تلخی نہ ہو تو وہ دماغ تک پہنچ جائے اور ناک میں تری کو بھی دماغ کی حفاظت کے لئے رکھا اگر اس میں تری نہ ہو تو دماغ گرمی سے پگھل کر بہہ جائے اور منہ میں شیرینی رکھی یہ بنی آدم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے تاکہ وہ کھانے پینے کی لذت حاصل کر سکے اور وہ کلمہ جس کا اول شرک اور آخر ایمان ہے وہ لا الہ الا اللہ ہے کہ اس کا اول کفر ہے اور آخر ایمان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے نعمان قیاس چھوڑو اس لئے کہ میرے والد نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دین میں قیاس سے کام لے گا اپنی رائے سے تو اس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ابلیس کا ہم نشین کرے گا اس لئے کہ سب سے پہلے اسی نے قیاس سے کام لیا تھا جس وقت اس نے یہ کہا کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور ان کو مٹی سے لہٰذا رائے اور قیاس کو چھوڑو اس کے تو وہ لوگ قائل ہیں جو دینی احکامات کے لئے کوئی دلیل و حجت نہیں رکھتے اس لئے کہ دین الٰہی لوگوں کی رائے اور قیاسات سے نہیں وضع کیا گیا۔

(۵) بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ برقی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو زہیر بن شبیب بن انس نے اور انہوں نے روایت کی اپنے بعض اصحاب سے اور انہوں نے روایت کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک کندی نوجوان آیا اس نے ایک مسئلہ میں فتویٰ پوچھا آپ نے فتویٰ بتایا اور وہ واپس کوفہ چلا گیا پھر کچھ دن بعد میں ابو حنیفہ کی خدمت میں گیا تو اتفاق سے اسی کندی نوجوان نے وہی مسئلہ ابو حنیفہ سے پوچھا اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بالکل برعکس اس کو فتویٰ دیا یہ سن کر میں کھڑا ہو گیا اور کہا افسوس ہے ابو حنیفہ میں حج کے موقع پر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا کہ دیکھا کہ اسی نوجوان کندی نے آپ جناب سے بعینہ یہی مسئلہ پوچھا تو ان کا فتویٰ تمہارے فتویٰ کے بالکل برعکس تھا تو ابو حنیفہ نے کہا جعفر ابن محمد کیا جانتے ہیں مجھ کو ان سے زیادہ علم ہے میں لوگوں سے ملا ہوں اور لوگوں کے منہ سے سنا ہے کہ جعفر ابن محمد صرف صحفی ہیں انہوں نے کتب سابقہ سے علم حاصل کیا ہے تو میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم میں ایک حج ضرور کروں گا خواہ مجھے گھٹنیوں چل کر جانا پڑے۔ پھر حج کی فکر میں لگا رہا آخر حج کا موقع ملا میں نے حج کیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور ابو حنیفہ کی بات انہیں بتلائی آپ یہ سن کر ہنسے اور فرمایا اس کا یہ کہنا کہ میں صحفی ہوں یہ تو درست ہے میں نے اپنے آباء ابراہیم و موسیٰ کے صحیفے پڑھے ہیں میں نے عرض کیا پھر اور کسی کے پاس اس طرح کے صحیفے کہاں ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی آپ کے پاس آپ

کے اصحاب کا مجمع تھا آپ نے خادم سے کہا دیکھو کون ہے۔ خادم نے جا کر دیکھا اور آ کر کہا ابو حنیفہ ہیں آپ نے فرمایا بلالو۔ ابو حنیفہ اندر آئے اور سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام دے دیا۔ انہوں نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے کیا بیٹھنے کی اجازت ہے؟ مگر آپ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ رہے اور ان سے گفتگو رہے اور ان کی طرف ملتفت نہیں ہوئے۔ پھر ابو حنیفہ نے دوسری اور تیسری دفعہ بیٹھنے کی اجازت چاہی مگر آپ ملتفت نہیں ہوئے تو ابو حنیفہ بلا اجازت بیٹھ گئے۔ جب آپ کو اس کا علم ہو گیا کہ وہ بیٹھ گئے ہیں تو ادھر ملتفت ہوئے اور بولے ابو حنیفہ صاحب کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا وہ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پوچھا آپ فقیہ اہل عراق ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ پوچھا آپ کس چیز سے فتویٰ دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا کتاب خدا اور سنت رسول سے۔ فرمایا اے ابو حنیفہ تمہیں کتاب خدا کی کما حقہ معرفت ہے اور ناسخ و منسوخ کو جانتے ہو؟ تو انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اے ابو حنیفہ تم نے ایسے علم کا دعویٰ کیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سوائے صاحبان کتاب کے جن پر وہ کتابیں نازل کی ہیں اور کسی کے لئے قرار نہیں دیا ہے یہ تو ہمارے نبی کی ذریت میں سے صرف خاص لوگوں کے لئے ہیں (جو وارث کتاب ہیں) تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے کتاب کے ایک حرف کا بھی وارث نہیں بنایا اور اگر تم ویسے ہو جیسے کہ تمہارا دعویٰ ہے حالانکہ ہرگز ایسا نہیں ہے تو اللہ کے اس قول **سیروافیھالیالی وایاماامنین** (تم ان میں راتوں اور دنوں کو امن و امان سے چلو پھرو) سورۂ سبا۔ آیت نمبر ۱۸ کے متعلق بتاؤ اس سے مراد روئے زمین کا وہ کون سا خطہ ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا میرا خیال ہے کہ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان کا خطہ ہے۔ یہ سن کر آپ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم لوگ تو جانتے ہو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان لوگوں پر ڈاکے پڑتے ہیں، لوگوں کے مال و اسباب لوٹ لے جاتے ہیں، جان کو خطرہ ہوتا ہے، لوگ قتل ہو جاتے ہیں۔ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ یہ سن کر ابو حنیفہ دم بخود رہے۔ آپ نے پھر کہا اے ابو حنیفہ اچھا یہ بتاؤ کہ اللہ کے اس قول سے **ومن دخله کان امنا** (جو شخص اس میں داخل ہوا اس نے امن پایا) سورۂ آل عمران۔ آیت نمبر ۹۷ روئے زمین پر وہ کون سی جگہ مراد ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا خانہ کعبہ۔ آپ نے فرمایا مگر تم کو معلوم ہے کہ حجاج بن یوسف نے منجنیق نصب کی خانہ کعبہ پر سنگ باری کرائی اور عبداللہ بن زبیر کو قتل کرایا تو کیا عبداللہ ابن زبیر کو خانہ کعبہ میں امان ملی۔ ابو حنیفہ بالکل چپ رہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے پھر فرمایا اے ابو حنیفہ یہ بتاؤ اگر تمہارے سامنے کوئی ایسا مسئلہ آ جائے جس کا جواب کتاب خدا اور احادیث رسولؐ میں نہ ملے تو اس وقت تم کیا کرو گے؟ ابو حنیفہ نے کہا میں اس وقت کسی اور مسئلہ پر اس کا قیاس کر لوں گا اور اپنی رائے پر عمل کروں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ پیشاب زیادہ نجس اور گندہ ہے یا جنابت؟ ابو حنیفہ نے کہا جی پیشاب۔ آپ نے کہا پھر لوگ جنابت کے بعد تو غسل کرتے ہیں اور پیشاب کے بعد غسل نہیں کرتے۔ ابو حنیفہ پھر خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اے ابو حنیفہ یہ بتاؤ کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ ابو حنیفہ نے کہا نماز۔ آپ نے پوچھا کہ پھر عورت پر کیوں روزے کی قضا ہے مگر نماز کی نہیں۔ یہ سن کر ابو حنیفہ پھر خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اب تم (ایک فقہی مسئلہ) بتاؤ ایک شخص کی کنیز ام ولد تھی (یعنی وہ کنیز جس کے مالک کے نطفہ سے بچہ پیدا ہو گیا) اس ام کے لڑکی تھی اور اس شخص کی ایک زوجہ بھی تھی جو ماں ولد تھی۔ ام ولد کی لڑکی اپنے باپ سے ملنے کے لئے آئی۔ وہ شخص بعد فراغت نماز صبح اٹھا اور اس نے اپنی زوجہ سے ہم بستری کی اور فوراً حمام چلا گیا اس کی زوجہ نے چاہا کہ ام ولد کو زیب دے کر اپنے شوہر کے آگے اسے بدنام کرے اس لئے وہ گرم گرم منی دبائے ہوئے آئی اور اس پر چھاپ پڑی اور اس کے ساتھ وہ کرنے لگی جو ایک مرد عورت کے ساتھ کرتا ہے نتیجہ میں اس کے نطفہ قرار پا گیا۔ اب بتاؤ اس مسئلہ میں تمہارا فتویٰ کیا ہے؟ ابو حنیفہ نے کہا نہیں خدا کی قسم اس کے متعلق تو میرے پاس کوئی خبر نہیں میں کیا بتاؤں؟ آپ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ ایک شخص جس نے اپنی ایک کنیز کا اپنے ایک غلام سے نکاح کر دیا اور وہ غلام غائب ہو گیا اور اس کی اس زوجہ سے بچہ پیدا ہوا۔ پھر اس غلام کی اس ام ولد (کنیز سے) ایک اور بچہ ہے اتفاق سے مکان گر گیا اور دونوں کنیریں اور مال دیں دب کر مر گئے یہ بتاؤ وارث کون ہو گا۔ ابو حنیفہ نے کہا واللہ اس کے متعلق بھی میرے پاس کوئی علم نہیں ہے۔

اس کے بعد ابو حنیفہ نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے، ہمارے یہاں کوفہ میں ایک گروہ ہے خیال ہے کہ آپ نے ان لوگوں کو فلاں فلاں ادبی

فلاں سے برات کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا افسوس اے ابو حنیفہ معاذ اللہ ایسا تو نہیں ہے پھر تم کیا چاہتے ہو؟ ابو حنیفہ نے کہا پھر آپ خط لکھ دیں آپ نے کہا کیا لکھ دوں؟ ابو حنیفہ نے کہا آپ ان لوگوں کو حکم دیں کہ وہ اس سے باز آجائیں۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ میرا حکم نہ مانیں گے۔ ابو حنیفہ نے کہا واہ کیسے نہیں مانیں گے جب آپ کا خط ہوگا اور میں قاصد ہوں گا تو وہ کیوں نہ مانیں گے آپ نے فرمایا اے ابو حنیفہ تم نے نادانی کی بات کی یہ بتاؤ ہمارے اور کوفہ کے درمیان کتنے فرسخ کا فاصلہ ہے؟ انہوں نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے اتنے فرسخ ہیں کہ شمار نہیں کیا جاسکتا۔ آپ نے فرمایا اور اس وقت ہمارے اور تمہارے درمیان کتنا فاصلہ ہے انہوں نے کہا کہ کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ آپ نے کہا غور کرو تم میرے گھر میں داخل ہوئے بیٹھنے کی اجازت چاہی مسلسل تین مرتبہ میں نے تمہیں اجازت نہ دی مگر تم میری اجازت کے بغیر بیٹھ گئے میری مرضی کے خلاف جب تم نے اتنے قریب ہو کر میری بات نہیں مانی تو پھر وہ لوگ اتنے دور ہو کر میری بات کیا مانیں گے؟

راوی کا بیان ہے کہ (اب اس کا جواب ابو حنیفہ کیا دیتے) اٹھے اور امام جعفر صادق کی پیشانی کو بوسہ دیا اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ یہ اعلم الناس ہیں اتنا علم تو میں نے کسی عالم کے پاس نہیں دیکھا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن احمد سے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ رازی نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی بن ابی حمزہ سے اور انہوں نے سلیمان حریری سے انہوں نے معاذ بن بشیر سے اور انہوں نے یحییٰ عامری سے انہوں نے ابن ابی لیلیٰ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میرے ساتھ نعمان (ابو حنیفہ) بھی تھے تو انہوں نے پوچھا یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ ایک مرد کوفی ہیں صاحب نقد و نظر ہیں اور صاحب رائے ہیں ان کو نعمان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا شاید یہی وہ ہیں جو ہر مسئلہ میں قیاس سے کام لیتے ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یہ وہی ہیں۔ یہ سن کر آپ ان کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے نعمان کیا تم اپنے سر کے متعلق قیاس کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا جب تم اپنے سر کے متعلق قیاس نہیں کر سکتے تو پھر دوسروں کی اشیاء کے متعلق کیا قیاس کر سکو گے۔ اچھا یہ بتاؤ کیا تم اس کلمہ کو جانتے ہو جس کا پہلا حصہ کفر اور آخری حصہ ایمان ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ آنکھوں میں نمکینیت، کانوں میں تلخی نرخروں میں تری اور لبوں میں شیرینی کیوں ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ہم لوگوں کے لئے ان سب کی وضاحت فرما دیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے اپنے آبائے کرام کے واسطہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی دونوں آنکھوں کو چربی کے دو ٹکڑوں سے خلق فرمایا اور اس میں نمکینیت پیدا کی اگر ایسا نہ ہوتا تو آنکھیں پگھل کر بہہ جاتیں علاوہ بریں آنکھوں میں اگر کوئی تنکا وغیرہ پڑ جاتا ہے تو یہ نمکینیت اس کو باہر نکال پھینکتی ہے اور کانوں میں تلخی اس لئے پیدا کی کہ دماغ اس کی وجہ سے محفوظ رہے کوئی کیڑا مکوڑا اگر اس میں گھس جائے تو فوراً اس کی تلخی کی وجہ سے باہر نکلنے کی کوشش کرے اگر ایسا نہ ہو تو وہ رینگتے ہوئے دماغ تک پہنچ جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر احسان کرتے ہوئے لبوں میں شیرینی رکھ دی تاکہ اس سے وہ لعاب دہن اور کھانے پینے کی لذت محسوس کرے ناک کے نرخروں میں تری اس لئے کہ وہ دماغ کے اندر سے ہر فاسد مادے کو باہر نکال دے۔ میں نے عرض کیا وہ کونسا کلمہ ہے جس کا اول کفر اور آخر ایمان ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کسی شخص کا کہنا کہ **لا الہ الا اللہ** ہے کہ اس کا پہلا حصہ **لا الہ** کفر ہے اور آخری حصہ **الا اللہ** ایمان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اے نعمان قیاس سے پرہیز کرو اس لئے کہ میرے پدر بزرگوار نے اپنے آبائے کرام کے واسطہ سے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص ایک شے پر دوسری شے کا قیاس کرے اس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ابلیس کا ہم نشین بنا دے گا اس لئے کہ اسی نے سب سے پہلے اپنے رب کے مقابلہ پر قیاس کیا تھا اس لئے اپنی رائے اور اپنے قیاس کو ترک کرو کیونکہ کسی کی رائے اور کسی کے قیاس سے دینی احکامات وضع نہیں کئے گئے ہیں۔

باب (۸۲) وہ سبب جس کی بنا پر لوگ عقل رکھتے ہیں مگر علم نہیں رکھتے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی عطار اور انہوں نے روایت کی یعقوب بن یزید سے انہوں نے احمد بن ابی محمد بن ابی نصر سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے معمر بن یحیی سے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہ لوگ عقل و سمجھ رکھتے ہیں مگر علم نہیں رکھتے؟ آپ نے فرمایا جس وقت اللہ تعالی نے حضرت آدمؑ کو خلق کیا تو ان کی اجل کو ان کی دونوں آنکھوں کے سامنے رکھا اور ان کی امیدوں و تمناؤں کو ان کی پشت پر رکھا مگر جب ان سے خطا سرزد ہوئی تو اپنی امیدوں اور خواہشوں کو سامنے رکھا اور اجل کو پس پشت ڈال دیا اسی بنا پر لوگ عقل و سمجھ رکھتے ہیں مگر علم نہیں رکھتے۔

باب (۸۳) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالی نے احمقوں کے رزق میں وسعت دی ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی عطار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسی سے اور انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے ربیع بن محمد المسلی سے انہوں نے عبداللہ ابن سلیمان سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالی نے احمقوں کے رزق میں وسعت اس لئے دی تاکہ عقلمند اس سے سبق لیں اور یہ جان لیں کہ دنیا عقل یا کسی حیلہ و تدبیر سے نہیں ملتی۔

باب (۸۴) وہ سبب جس کی بنا پر انسان کبھی کبھی بلا سبب غمزدہ اور محزون ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی بلا وجہ خوش اور مسرور ہو جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی عطار نے روایت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن یحیی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی نے انہوں نے روایت کی ابن عباس سے انہوں نے اسباط سے انہوں نے ابو عبد الرحمن سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں کبھی کبھی یک بیک محزون ہو جاتا ہوں حالانکہ مجھے اپنے اہل و عیال کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہوتا اور کبھی کبھی یک بیک خوش و مسرور ہو جاتا ہوں جبکہ مجھے اپنے اہل و عیال و مال و متاع کے متعلق کچھ خبر نہیں ہوتی آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا دنیا میں ایسا کوئی شخص نہیں جس کے ساتھ ایک ملک اور ایک شیطان نہ ہو۔ جب فرحت و خوشی ہو تو سمجھ جانا چاہیئے کہ ملک قریب ہے جب حزن ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ شیطان قریب ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالی کا قول ہے الشیطن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرۃ منہ وفضلا واللہ واسع علیم (اور دیکھو شیطان کا کہنا مانا وہ تم کو تنگدستی کا خوف دلاتا ہے اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور خدا تم سے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ کرتا ہے اور خدا بڑی کشائش والا ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے) سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۲۶۸۔

(۲) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مالک نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے احمد بن مدین نے جو مالک بن حارث اشتری کی اولاد میں سے تھے انہوں نے روایت کی محمد بن عمار سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ ہمارے اصحاب میں سے ایک صاحب اور تھے میں نے ان جناب سے عرض کیا کہ فرزند رسول آپ پر قربان میں کبھی غمگین ہو جاتا ہوں

لیکن اس کا سبب معلوم نہیں ہوتا؟ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ حزن اور خوشی جو تم لوگوں تک پہنچتی ہے ہم لوگوں کی طرف سے پہنچتی ہے اس لئے کہ جب کوئی غم یا کوئی خوشی ہم لوگوں تک آئے گی تو وہ تم لوگوں تک بھی پہنچے گی کیونکہ ہم لوگ اور تم لوگ نور خدا سے پیدا ہوئے ہم لوگوں کی طینت اور تم لوگوں کی طینت ایک ہے اگر تم لوگوں کی طینت ویسی ہی چھوڑ دی جاتی جیسی کہ دی گئی تھی تو ہم اور تم دونوں برابر تھے مگر تمہاری طینت کے ساتھ تمہارے دشمنوں کی طینت مخلوط کر دی گئی اگر ایسا نہ ہوتا تو تم لوگ بھی تا ابد کوئی گناہ نہ کرتے۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان کیا ہم لوگوں کی طینت اور ہم لوگوں کا نور پھر پلٹ کر ایسا ہی ہو جائے گا جیسا کہ شروع میں تھا آپ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم اے بندہ خدا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ یہ سرخ شعاع جب سورج سے نکلتی ہے تو وہ سورج سے متصل رہتی ہے یا سورج سے نکل کر دور پہنچتی ہے؟ میں نے عرض کیا وہ سورج سے نکل کر دور پہنچتی ہے آپ نے فرمایا مگر جب سورج غروب ہونے لگتا ہے تو یہ شعاع دور رہ جاتی ہے یا سمٹ کر سورج تک واپس پہنچ جاتی ہے؟ میں نے عرض کیا واپس سورج کے پاس پہنچ جاتی ہے اور جیسے پہلے تھی ویسی ہی ہو جاتی ہے آپ نے فرمایا پس خدا کی قسم نور خدا سے ہم لوگوں کی مثال بھی ایسی ہے اسی سے پیدا ہوئے اور اسی طرف واپس جائیں گے۔ خدا کی قسم تم لوگوں کی شفاعت کی جائے گی اور تمہیں شفاعت نصیب ہوگی اور تم میں سے ہر شخص کے بائیں جانب جہنم ہوگی اور داہنے جانب جنت ہوگی اس کے دوست جنت میں جائیں گے اور اس کے دشمن جہنم میں جائیں گے۔

باب (۸۵) مشابہ اور حافظہ کا سبب اور یہ کہ لوگ اپنے چچا یا اپنے ماموں کے مشابہ کیوں ہو جاتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے علی بن حکم سے اور انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابو بصیر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ اکثر لوگ اپنے ماموں سے مشابہ ہوتے ہیں اور اکثر لوگ اپنے چچا سے؟ آپ نے فرمایا کہ مرد کا نطفہ سفید اور گاڑھا ہوتا ہے۔ عورت کا نطفہ زرد اور رقیق ہوتا ہے اگر مرد کا نطفہ عورت کے نطفہ پر غالب آ جائے تو بچہ اپنے باپ اور چچا سے مشابہ ہوگا اور عورت کا نطفہ مرد کے نطفہ پر غالب آ گیا تو بچہ اپنے ماموں کے مشابہ ہوگا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بذریعہ اس خط کے جو انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن حسین سے اور انہوں نے حسین بن ولید سے انہوں نے ابن بکیر سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ کچھ بچے اپنے باپ اور چچا کے مشابہ ہوتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر مرد کا نطفہ سبقت لے گیا تو بچہ اپنے باپ اور چچا کے مشابہ ہوگا اور اگر عورت کا نطفہ سبقت لے گیا تو بچہ اپنی ماں اور ماموں کے مشابہ ہوگا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے ابو العباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یوسف خلال نے انہوں نے بیان کیا کہ کہا مجھ سے ابو جعفر محمد بن خلیل محرمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن بکر سہمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمید طویل نے انہوں نے روایت کی انس بن مالک سے ان کا بیان ہے کہ جب عبداللہ بن سلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر سنی تو وہ کھیت میں کام کر رہا تھا اسے چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں جس کا جواب نبی یا وصی نبی کے سوا کوئی اور نہیں دے سکتا۔ (۱) قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟ (۲) اہل جنت کی پہلی غذا کیا ہوتی ہے؟ (۳) بچہ اپنے باپ یا اپنی ماں کی شکل پر کیوں جاتا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ابھی ابھی جبرئیلؑ نے آکر مجھے ان باتوں کی خبر دی ہے عبداللہ بن سلام نے کہا کیا آپؐ کے پاس جبرئیلؑ خبر لائے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ عبداللہ بن سلام نے کہا وہی تو ملائکہ میں یہودیوں کے دشمن ہیں راوی کا بیان ہے کہ پھر آنحضرتؐ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ **قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ** (کہدو کہ جو جبرئیل کا دشمن

ہے (وہ مان لے) کہ اس نے اس قرآن کو تیرے دل پر اللہ کے حکم سے نازل کیا ہے) سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۹۷ پہلا سوال یعنی قیامت کی پہلی نشانی تو وہ مشرق میں ایک آگ بلند ہوگی جو مغرب کی طرف آئے گی دوسرا سوال کہ اہل جنت کی پہلی غذا تو وہ زیادہ تر مچھلی کا جگر ہو گا تیسرے سوال کا جواب وہ یہ کہ اگر مرد کا نطفہ سابق ہو جائے عورت کے نطفہ سے تو بچے کی شکل باپ کی طرف جائے گی۔ عبداللہ بن سلام نے کہا، **اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد انک رسول اللہ** مگر قوم یہود تو پہلے سے ہی بہوت ہے اب اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں اسلام لاچکا ہوں تو آپ اور میرے متعلق لوگوں سے پوچھنے سے پہلے ہی وہ لوگ مجھ کو بھی بہوت کر دیں گے۔ اس کے بعد یہودی لوگ رسول اللہؐ کے پاس آئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا یہ عبداللہ بن سلام کون ہے؟ انہوں نے کہا وہ تو بہترین باپ کے بہترین بیٹے اور ہمارے سردار کے فرزند ہمارے سردار ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر وہ اسلام لائیں تو پھر تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ ان لوگوں نے کہا خدا کی پناہ (ایسا کیسے ممکن) اتنے میں عبداللہ بن سلام باہر آگئے اور پکار کر کہا **اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ** یہ سن کر وہ لوگ بولے ہمارے اندر بدترین باپ کے بدترین بیٹے ہیں اور یہ کہہ کر چلے گئے تو عبداللہ بن سلام نے کہا یارسول اللہ مجھے اسی بات کا خوف تھا۔

(۴) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن الحسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد ابن عبداللہ بن زرارہ سے روایت کرتے ہوئے علی بن عبداللہ نے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے جد سے اور انہوں نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رحم کے اندر دو نطفے آپس میں ملتے ہیں ان میں جو زیادہ ہوا وہ اسی کے مشابہ ہو جاتا ہے اگر عورت کا نطفہ زیادہ ہوا تو بچہ اپنے ماموں سے مشابہ ہو گا اور مرد کا نطفہ زیادہ ہو تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہو گا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا پھر یہ نطفہ رحم میں چالیس دن تک اپنی حالت کو بدلتا رہتا ہے اب اگر کوئی چاہے تو اس چالیس دن کے اندر خلق ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے پھر اللہ تعالیٰ رحم کے فرشتے کو بھیجتا ہے وہ اس کو اٹھا کر اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور کہتا ہے پروردگار لڑکا ہے یا لڑکی؟ تو اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو جو چاہتا ہے وحی کر دیتا ہے اس کے بعد فرشتہ پھر کہتا ہے پروردگار اس کو بدبخت ہونا ہے یا نیک بخت؟ تو اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اس کی طرف وحی کر دیتا ہے فرشتہ اس کو لکھ دیتا ہے اس کے بعد پھر عرض کرتا ہے پروردگار اس کا رزق کتنا ہو اور اس کی عمر کتنی ہو؟ پھر وہ فرشتہ یہ اور وہ تمام چیزیں جو اس کو دنیا میں ملیں گی وہ اس کے ماتھے پر لکھ دیتا ہے۔ پھر اس کو واپس لاتا ہے رحم میں ڈال دیتا ہے اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے **ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتٰب من قبل ان نبراھا** (نہ کوئی مصیبت زمین میں پہنچی اور نہ تمہاری جانوں میں مگر یہ کہ قبل اس کے کہ ہم نے اسے پیدا کیا وہ ایک کتاب میں موجود ہے) سورۃ الحدید۔ آیت نمبر ۲۲۔

(۵) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمزہ بن قاسم علوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین بن حمید براز نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن موسیٰ الفراء نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ثور نے اور انہوں نے روایت کی معمر سے انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے انہوں نے عبداللہ بن مرہ سے انہوں نے ثوبان سے ان کا بیان ہے کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے محمدؐ میں آپ سے چند سوال کروں گا آپ اس کا جواب دیں یہ سن کر ثوبان نے اس کو ایک لات ماری اور کہا تم رسول اللہؐ کہو۔ اس نے کہا میں تو اسی نام سے پکاروں گا جو ان کے گھر والوں نے ان کا نام رکھا ہے۔ پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا قول ہے **یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات** (جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے) سورۃ ابراہیم۔ آیت نمبر ۴۸ اس دن زمین و آسمان بدل دیئے جائیں گے تو یہ بتائیں پھر اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا محشر سے پہلے ظلمت کے اندر۔ اس نے کہا اہل جنت جب اس میں داخل ہوں گے تو پہلی غذا کیا کھائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا مچھلی کا جگر۔ پھر پوچھا وہ کیا پئیں گے؟ فرمایا سلسبیل۔ اس یہودی نے کہا آپؐ نے سچ فرمایا۔ اس کے بعد کہا کیا میں آپ سے ایک ایسی بات پوچھوں جس کا علم سوائے

نبی کے اور کسی کو نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ اس نے کہا بچے کی ماں، باپ سے مشابہ ہونے کی وجہ؟ آپ نے فرمایا مرد کا نطفہ سفید اور گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا نطفہ زرد اور رقیق ہوتا ہے اگر مرد کا نطفہ غالب آجائے تو لڑکا پیدا ہوگا حکم خدا سے اور اگر عورت کا نطفہ غالب آجائے تو لڑکی پیدا ہوگی اذن خدا سے اور اسی طرح پیدائش سے قبل ہی اس کی شبیہ بن جاتی ہے۔ اس کے بعد آپ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو کچھ تو نے سوال کیا اس کے متعلق پہلے مجھے کوئی علم نہ تھا ابھی ابھی اس نشست میں اللہ تعالیٰ نے مجھے آگاہ کیا ہے۔

(۶) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے ابن خالد برقی سے انہوں نے ابوہاشم داؤد بن قاسم جعفری سے اور انہوں نے ابوجعفر ثانی (امام علی النقی علیہ السلام) سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام حضرت سلمان کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے اور امام حسن علیہ السلام کو ساتھ لئے ہوئے تشریف لائے اور مسجد حرام میں آکر بیٹھ گئے اتنے میں ایک خوش ہیئت و خوش پوش مرد آپ کی خدمت میں آیا اور بولا امیر المومنینؑ میں آپ سے تین مسئلے پوچھنا چاہتا ہوں اگر آپ نے بتادیا تو میں سمجھوں گا کہ قوم نے آپ کے معاملہ میں خود اپنا ہی نقصان کیا اور وہ لوگ دین و دنیا کسی میں بھی محفوظ نہیں اور اگر آپ بتا نہ سکے تو میں یہ سمجھوں گا کہ آپ اور یہ لوگ سب یکساں اور برابر ہیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا جو تمہارا جی چاہے پوچھو۔ تو اس نے کہا۔ بتائیں کہ ایک شخص جب سو جاتا ہے تو اس کی روح کہاں چلی جاتی ہے اور ایک شخص کیسے یاد کر لیتا ہے اور کیسے بھول جاتا ہے؟ اور ایک شخص کے بچے چچا اور ماموں سے مشابہ کیسے ہو جاتے ہیں؟ یہ سن کر امیر المومنینؑ امام حسنؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابو محمد تم ان سوالوں کا جواب دیدو۔ امام حسنؑ نے اس مرد سے کہا تمہارا یہ سوال کہ جب آدمی سو جاتا ہے تو اس کی روح کہاں چلی جاتی ہے تو سنو اس کی روح ریح سے متعلق ہو جاتی ہے اور ریح ہوا سے اس وقت تک متعلق رہتی ہے جب تک سونے والا جاگنے کے لئے حرکت نہ کرے اور جب اللہ اذن دیتا ہے تو اس کی روح اس کے بدن میں پلٹا دی جاتی ہے اس طرح کہ روح کو ریح سے کھینچ لیا جاتا ہے اور ریح کو ہوا سے کھینچ لیا جاتا ہے اور روح صاحب روح کے بدن میں آکر ساکن ہو جاتی ہے اگر اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہو کہ صاحب روح کو اس کی روح واپس کر دی جائے تو ہوا ریح کو کھینچ لیتی ہے اور ریح روح کو کھینچ لیتی ہے اور پھر صاحب روح کو اس کی روح دوبارہ محشور ہونے تک واپس نہیں کی جائے گی۔ تمہارا دوسرا سوال کہ آدمی کیسے یاد کرتا ہے اور بھول کیسے جاتا ہے تو آدمی کا قلب ایک ڈبیہ میں ہوتا ہے اور اس ڈبیہ پر ایک طباق ڈھکا ہوتا ہے اگر آدمی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کامل و تام بھیجے تو اس ڈبیہ سے وہ طباق کا ڈھکن ہٹ جاتا ہے اور آدمی جو کچھ بھول گیا ہے اسے یاد آجاتا ہے۔ تمہارا تیسرا سوال بچہ اپنے چچا یا ماموں سے کیسے مشابہ ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب مرد اپنی زوجہ کے پاس سکون قلب ٹھہری ہوئی رگوں اور غیر مضطرب بدن کے ساتھ جاتا ہے اور اس کا نطفہ اس کی زوجہ کے رحم میں سکون کے ساتھ قرار پاتا ہے تو بچہ اپنے باپ اور ماں کے مشابہ پیدا ہوتا ہے اور اگر مرد اپنی زوجہ کے پاس اس حال میں جاتا ہے اس کا قلب ساکن نہیں ہے اس کی رگیں ٹھہری ہوئی نہیں ہیں اس کا بدن مضطرب ہے تو اس کا نطفہ بھی رحم میں پہنچ کر مضطرب ہوگا اور اندرونی رگوں میں سے کسی رگ پر گرے گا اب اگر وہ رگ ان رگوں میں سے ہے جو چچاؤں کے لئے ہے تو بچہ اپنے چچاؤں سے مشابہ ہوگا اور اگر وہ رگ ان رگوں میں سے ہے جو ماموں کے لئے ہے تو بچہ اپنے ماموں سے مشابہ ہوگا۔ یہ جواب سن کر اس مرد سائل نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ کے سوا اس اللہ کے اور یہ گواہی میں ہمیشہ دیتا رہوں گا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور یہ گواہی بھی دیتا رہوں گا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں اور ان کے بعد ان کی حجت پر قائم ہیں۔ یہ کہتے ہوئے اس نے امیر المومنینؑ کو مخاطب کیا اور کہا میں اس کی گواہی ہمیشہ دیتا رہوں گا۔ پھر امام حسنؑ کو مخاطب کر کے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ان کے (امیر المومنینؑ) کے وصی اور ان کی حجت پر قائم ہوں گے اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے بعد حسینؑ اپنے باپ کے وصی ہوں گے اور ان کی حجت پر قائم ہوں گے اور گواہی دیتا ہوں کہ ان کے بعد علی ابن الحسین ان کے جانشین ہوں گے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن علی جانشین ہوں گے علی ابن الحسین کے میں گواہی دیتا ہوں کہ پھر جعفر ابن

محمد جانشین ہوں گے محمد بن علی کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ پھر موسیٰ بن جعفر جانشین ہوں گے جعفر ابن محمد کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ پھر علی ابن موسیٰ جانشین ہوں گے موسیٰ بن جعفر کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ پھر محمد ابن علی جانشین ہوں گے علی ابن موسیٰ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ پھر علی ابن محمد جانشین ہوں گے محمد بن علی کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ پھر حسن ابن علی جانشین ہوں گے علی بن محمد کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اولاد حسین میں سے ایک مرد حجت ہوگا جس کا نہ نام لیا جاسکتا ہوگا اور نہ جس کو اس کنیت سے پکارا جاسکتا ہوگا۔ اس کی حکومت سب پر غالب آئے گی وہ زمین کو عدل سے اس طرح بھر دے گا کہ جس طرح وہ ظلم بھری ہوئی ہوگی اور اب یا امیرالمومنینؑ آپ میرا اسلام قبول فرمائیں آپ پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ یہ کہہ کر وہ شخص اٹھا اور چلا گیا تو امیرالمومنینؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا اے ابو محمد دیکھو یہ کہاں جارہا ہے۔ امام حسنؑ نکلے اور واپس آکر عرض کیا کہ وہ تو مسجد سے باہر پاؤں رکھتے ہی معلوم نہیں کہاں غائب ہوگیا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا اے ابو محمد ان کو پہچانا یہ کون ہیں؟ امام حسنؑ نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول اور امیرالمومنینؑ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ یہ کون تھے۔ فرمایا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

باب (۸۶) وہ سبب جس کی بنا پر اکثر لوگوں میں ایک طرح کی عقل ہوتی ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ بن علی بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن اسباط نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الطیب احمد بن محمد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن جعفر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے اپنے آبائے کرام کے واسطے سے روایت کرتے ہوئے عمر بن علی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے عقل کو کس چیز سے پیدا کیا تو آپؐ نے فرمایا اس کو ایک ملک کی شکل میں پیدا کیا جس کے اتنی تعداد میں سر ہیں جتنی تعداد تمام خلائق کی ہے خواہ اب تک پیدا ہو چکے یا آئندہ تا قیامت پیدا ہوں گے اور اس کے ہر سر میں ایک چہرہ ہے اور ہر آدمی کے لئے اس عقل کے سروں میں سے ایک سر ہے اور اس انسان کا نام اسی سر کے چہرے پر لکھا ہوا ہے اور ہر چہرے پر ایک پردہ لٹکا ہوا ہے وہ پردہ اس چہرے سے اس وقت تک نہیں ہٹایا جا سکتا جب تک کہ وہ پیدا ہو کر حد بلوغت کو نہیں پہنچ جائے مرد ہو یا عورت۔ اور جب وہ پردہ ہٹایا جاتا ہے تو اس انسان کے قلب میں وہ نور آجاتا ہے جس سے وہ اپنے واجبات، مستحبات نیک و بد کو سمجھ لیتا ہے۔ آگاہ ہو کہ قلب کے اندر عقل ایسی ہے جیسے کسی گھر کے درمیان کوئی چراغ روشن ہو۔

باب (۸۷) وہ سبب جس کی بنا پر انسان میں اعضاء و جوارح پیدا ہوئے

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو العباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید الحسن بن علی عدوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباد بن صہیب بن عباد ابن صہیب نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے اپنے جد سے انہوں نے ربیع مصاحب منصور سے اس کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام دربار میں تشریف لائے اس وقت منصور کے پاس ایک مرد ہندی طب کی کتابیں پڑھ کر منصور کو سنا رہا تھا امام جعفر صادق علیہ السلام خاموش بیٹھے ہوئے سنتے رہے جب وہ مرد ہندی سنا کر فارغ ہوا تو امام جعفر صادق علیہ السلام سے بولا جو کچھ میرے پاس ہے وہ آپ کو چاہیے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں اس لئے کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے اس سے بہتر ہمارے پاس خود موجود ہے۔ اس نے کہا آپ کے پاس کیا ہے؟ آپ نے فرمایا میں حار کے علاج بارد سے کرتا ہوں اور بارد کا حار سے رطب کا یابس سے علاج کرتا ہوں اور یابس کا رطب سے اور تمام امور خدائے عزوجل کے حوالے کر دیتا ہوں نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو

کچھ فرمایا ہے اس پر عمل کرتا ہوں چنانچہ آنحضرتؑ نے یہ فرمایا کہ واضح رہے کہ معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور بخار خود ایک دوا ہے اور میں بدن کو اس طرف پلٹاتا ہوں جس کا وہ عادی ہو۔ مرد ہندی نے کہا یہی تو طب ہے اس کے علاوہ اور کیا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں نے طب کی کتابیں پڑھ کر یہ سبق حاصل کیا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم میں نے جو کچھ لیا ہے صرف اللہ سے لیا ہے۔ اچھا بتاؤ میں علم طب زیادہ جانتا ہوں یا تم؟ مرد ہندی نے کہا نہیں آپ سے زیادہ میں جانتا ہوں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اچھا یہ دعویٰ ہے تو میں تم سے کچھ سوال کرتا ہوں۔ اے ہندی یہ بتاؤ کہ سر میں ہڈیوں کے جوڑ کیوں ہیں؟ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا اور سر کے اوپر بال کیوں بنائے گئے ہیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا اور پیشانی کو بالوں سے خالی کیوں رکھا گیا؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا اور پیشانی پر یہ خطوط اور لکیریں کیوں ہیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا دونوں ابروؤں کو دونوں آنکھوں کے اوپر کیوں قرار دیا گیا؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ آنکھیں بادام کی طرح کیوں بنائی گئیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا یہ ناک دونوں آنکھوں کے درمیان کیوں بنائی گئی؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ ناک کے سوراخ نیچے کی طرف کیوں ہیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا ہونٹ اور مونچھیں منہ کے اوپر کیوں بنائی گئیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ سامنے کے دانت تیز کیوں ہیں؟ داڑھ کے دانت چوڑے اور سے کے دانت لمبے کیوں ہیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا مردوں کے داڑھی کیوں نکلتی ہے؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم فرمایا بتاؤ ہتھیلیاں بالوں سے خالی کیوں ہوتی ہیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ ناخنوں اور بالوں میں جان کیوں نہیں ہوتی؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ انسان کا دل صنوبری شکل کا کیوں بنایا؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ پھیپھڑوں کو دو ٹکڑوں میں کیوں بنایا گیا اور اس کی حرکت اپنی جگہ پر کیوں ہے؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ جگر ابھرا ہوا کبڑے کی شکل کا کیوں ہے؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ گردہ لوبیا کے دانے جیسی شکل کا کیوں ہے؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا بتاؤ گھٹنے پیچھے کی طرف کیوں مڑتے ہیں؟ اس نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا (تجھے نہیں معلوم یہ درست ہے) لیکن مجھے معلوم ہے۔ اب مرد ہندی نے کہا (آپ کو معلوم ہے تو) بتائیے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ سر میں ہڈیوں کے جوڑ اس لئے ہیں کہ یہ اندر سے کھوکھلا ہے اگر یہ بلا جوڑ اور بلا فصل ہوں تو بہت جلد سر میں درد ہونے لگتا ہے جوڑ وفصل کی وجہ سے درد سر دور رہتا ہے اور سر پر بالوں کی پیدائش اس لئے ہے تاکہ اس کی جڑوں کے ذریعے تیل وغیرہ دماغ تک پہنچے اور اس کے اطراف سے بخارات نکلتے رہیں اور سر، گرمی و سردی کے اثرات کو دور رکھے اور پیشانی کو بالوں سے خالی اس لئے رکھا گیا کہ وہاں سے آنکھوں کی طرف روشنی کی ریزش ہوتی ہے اور پیشانی پر خطوط (لکیریں) اس لئے ہیں کہ سر سے جو پسینہ بہہ کر آنکھوں کی طرف آئے وہ اس پر رکا رہے جس طرح زمین پر نہریں اور دریا جو پانی کو پھیلنے سے بچاتے ہیں۔ اور آنکھوں پر یہ دونوں ابرو اس لئے پیدا کئے گئے کہ آنکھوں تک بقدر ضرورت روشنی پہنچے۔ اے ہندی کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ روشنی تیز ہوتی ہے تو لوگ اپنی آنکھوں کے اوپر ہاتھ رکھ لیتے ہیں تاکہ اس تک بقدر ضرورت روشنی پہنچے اور ان دونوں آنکھوں کے درمیان ناک اللہ نے اس لئے رکھی تاکہ دونوں کے درمیان روشنی برابر تقسیم ہو جائے اور آنکھوں کو بادام کی شکل میں اس لئے بنایا تاکہ اس میں سرمہ کی سلائی مع دوا مناسب طور پر چل سکے اور آنکھوں کا مرض دور ہو سکے۔ اور ناک کے سوراخ اس لئے نیچے رکھے گئے تاکہ دماغ سے جو فاسد مادہ نکلے وہ نیچے گر جائے اور ناک سے خوشبو اوپر جائے۔ اگر یہ سوراخ اوپر ہوتے تو نہ دماغ کا فاسد مادہ نیچے گرتا اور نہ کسی شے کی خوشبو وغیرہ ملتی اور مونچھیں اور ہونٹ منہ کے اوپر اس لئے رکھے گئے تاکہ وہ دماغ سے بہتے ہوئے فاسد مادے کو روکے اور منہ تک نہ پہنچے تاکہ انسان کے کھانے پینے کی چیزوں کو آلودہ نہ کرے۔ اور مردوں کے چہرے پر داڑھی اس لئے تاکہ ایک نظر میں عورت و مرد کی پہچان ہو سکے۔ اور پتہ چل جائے کہ آنکھوں کے سامنے مرد ہے یا عورت اور سامنے کے دانتوں کو تیز اس لئے بنایا کہ اس سے چیزوں کو کاٹتے ہیں اور داڑھ کے دانت چوکور اس لئے کہ اس سے غذا کو پیستا ہے اور سے کے دانت کو طویل اس لئے رکھا تاکہ داڑھیں اور سامنے کے

دانت مستحکم رہیں جس طرح کسی عمارت کے ستون ہوں۔ ہتھیلیوں کو بالوں سے اللہ نے اس لئے خالی رکھا کہ انسان اسی سے چھوتا اور مس کرتا ہے اگر ان دونوں میں بال ہوں تو انسان کو پتہ نہ چلے کہ کیا چیز چھو رہا ہے اور بال و ناخن کو حیات سے اس لئے خالی رکھا کہ اس کا طویل ہونا گندگی کا سبب ہے اس کا تراشنا اچھا ہے اگر دونوں میں جان اور حیات ہوتی تو انسان کو اس کے کاٹنے میں تکلیف ہوتی اور قلب صنوبر کے پھل کی مانند اس لئے ہے کہ وہ سرنگوں رہے اور اس کا سر پتلا رہے اس لئے کہ وہ پھیپھڑوں میں داخل ہو کر اس سے ٹھنڈک حاصل کرے تاکہ اس کی گرمی سے دماغ بھن نہ جائے اور پھیپھڑوں کو دو ٹکڑوں میں اس لئے بنایا تاکہ ان دونوں کے بیچ اور دباؤ میں وہ اندر رہے اور ان کی حرکت سے راحت حاصل کرے۔ اور جگر کو کبڑے کی شکل اس لئے دی تاکہ وہ معدہ پر وزن ڈالے اور پورا اس پر گر جائے اور نچوڑ دے تاکہ وہ بخارات وغیرہ جو اس میں ہیں نکل جائیں اور گردے کو لوبیا کے دانے جیسی شکل اس لئے دی کیونکہ منی کا انزال اس پر قطرہ قطرہ ہوتا ہے اگر یہ چوکور یا گول ہوتا تو پہلا قطرہ دوسرے کو روک لیتا اور اس کے خروج سے کسی جاندار کو لذت محسوس نہ ہوتی کیونکہ منی ریڑھ کی گرہوں سے گردہ پر گرتی ہے جو کیڑے کی مانند سکڑتا ہے اور پھیلتا رہتا ہے اور منی کو ایک ایک قطرہ کر کے مثانے کی طرف پھینکتا رہتا ہے جیسے کمان سے تیر۔ اور گھٹنے کو پیچھے کی طرف اس لئے اللہ نے موڑا کہ انسان اپنے آگے کی طرف چلے تو اس کی حرکت معتدل رہے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ چلنے میں گر پڑے؟۔ اس مرد ہندی نے کہا آپ کو یہ علم کہاں سے ملا؟ فرمایا میں نے یہ علم اپنے آبائے کرام سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور انہوں نے حضرت جبرئیلؑ سے اور انہوں نے اس رب العالمین سے جس نے تمام اجسام وارواح کو خلق کیا۔ اس مرد ہندی نے کہا آپ سچ فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اور محمدؐ اس کے رسول اور بندے ہیں اور آپ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

باب (۸۸) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ احمق ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے اور انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی نظر میں احمق سے زیادہ ناپسندیدہ شے پیدا ہی نہیں کی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی پسندیدہ ترین شے سلب کر لی اور وہ ہے عقل۔

(۲) مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابن فضال سے انہوں نے حسن بن جہم سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر شخص کی دوست اس کی عقل ہوتی ہے اور اس کی دشمن اس کی جہالت ہوتی ہے۔

باب (۸۹) وہ سبب جس کی بنا پر ہتھیلی کے اندرونی طرف بال نہیں اگتے ہتھیلی کی پشت پر اگتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل برمکی سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہشام بن حکم نے انہوں

نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے کہ ہتھیلی کی اندرونی جانب بال نہیں اگتے اور بیرونی جانب بال اگتے ہیں ؟آپ نے فرمایا اس کے دو سبب ہیں پہلا سبب یہ ہے کہ وہ زمین جس پر لوگ کام کرتے رہتے ہیں اسے گھستے ہیں اور اس پر کثرت سے چلتے ہیں اس پر کوئی چیز نہیں اگتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ جسم کے ان حصوں میں ہے جو برابر چیزوں سے ملاقی ہوتی رہے گی اور اس پر بال نہیں اگے گا تاکہ چیزوں کو چھو کر نرم و سخت کا احساس ہو اور بال وغیرہ بھی درمیان میں حائل نہ ہو اور بقائے خلق اس کے بغیر ممکن نہیں۔

باب (۹۰) وہ سبب جس کی بنا پر لوگوں میں سلام کے موقع پر "السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ" کہنے کا رواج ہو گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان بروذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن محمد بن حارث بن سفیان حافظ سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالمنعم بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے وہب یمانی سے انہوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے آدم کو سجدہ کرایا اور ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا یہاں سے نکل جا تو رجیم ہے اور قیامت کے دن تک تجھ پر میری لعنت۔ اس کے بعد حضرت آدمؑ کو حکم دیا کہ اے آدم تم ان ملائکہ کے مجمع میں جاؤ اور کہو "السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ" پس حضرت آدمؑ نے فرشتوں کو جا کر سلام کیا، فرشتوں نے جواب میں کہا" وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ "اس کے بعد جب حضرت آدمؑ اپنے رب کی طرف پلٹے تو آپ کے رب نے کہا اے آدم یہ تمہارا اور تمہارے بعد تمہاری ذریت کا تا یوم قیامت سلام رہے گا۔

باب (۹۱) زود فہمی اور دیر فہمی

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے علی بن معبد سے انہوں نے حسین بن خالد سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ کچھ لوگ میرے پاس ایسے آتے ہیں کہ میں ان سے ذرا سی بات کرتا ہوں اور وہ میرا پورا مطلب سمجھ لیتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے آتے ہیں جن سے میں پوری بات کرتا ہوں تو وہ پوری بات سمجھ لیتے ہیں بلکہ وہ ہماری پوری بات کو سنا بھی دیتے ہیں کہ آپ نے یہ کہا اور کچھ لوگ ایسے آتے ہیں کہ میں ان سے پوری بات کہہ لیتا ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ آپ نے کیا کہا دوبارہ بیان کیجئے ؟آپ نے فرمایا اے ابو اسحاق کیا تم نہیں سمجھتے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے ؟میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ جن سے تم نے ذرا سی بات کی اور وہ تمہارا پورا مطلب سمجھ گئے یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کا نطفہ عقل کے ساتھ ہی خمیر ہوا ہے اور وہ لوگ جو پوری بات سن کر پوری بات سمجھ لیتے ہیں اور پھر اس کو سنا بھی دیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو بطن مادری میں عقل دیدی گئی۔ اور وہ لوگ پوری بات سننے کے بعد کہتے ہیں میں سمجھا نہیں پھر سے کہئے یہ وہ لوگ ہیں کہ جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو ان کو عقل ملتی ہے وہی کہتے ہیں کہ پھر کہئے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی اور آپ نے فرمایا کہ انسان کا ستون عقل ہے اور عقل سے ہی زیرکی، سمجھ، حافظہ اور علم سب ملتا ہے اور جب اس کی عقل کی تائید نور سے ہوتی ہے تو وہ شخص عالم، حافظ، زیرک اور فہیم ہوتا ہے عقل ہی سے انسان کامل ہوتا ہے وہی اس کی رہنما راستہ دکھانے والی اور اس کے تمام امور کی کنجی ہے۔

باب (۹۲) خوش خلقی اور بد خلقی کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ ابن ثابت نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن احمد نے روایت کرتے ہوئے قاسم بن عروہ سے انہوں نے یزید بن معاویہ عجلی سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے پاس جنت سے ایک حوریہ نازل فرمائی تو آپ نے اپنے دو لڑکوں میں سے ایک لڑکے کا نکاح اس حوریہ سے کر دیا اور دوسرے لڑکے کا نکاح جنیہ سے فرمایا اور ہم لوگ سب کے سب ان ہی دونوں سے پیدا ہوئے چنانچہ انسانوں میں جتنے لوگ خوش شکل اور خوش خلق نظر آتے ہیں وہ حوریہ سے ہیں اور جتنے بد خلق نظر آتے ہیں وہ جنیہ سے ہیں اور ایسا نہیں ہے کہ آپ نے اپنے لڑکوں کا نکاح اپنی لڑکیوں سے کیا ہو۔

باب (۹۳) وہ سبب جس کی بنا پر کسی شخص کا اپنی اولاد کے لئے یہ کہنا مناسب نہیں کہ یہ بچہ نہ مجھ سے مشابہ ہے نہ میرے آباؤاجداد سے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن الحسین بن ابی الخطاب سے اور انہوں نے جعفر بن بشیر سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بچے کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کے باپ سے لے کر حضرت آدمؑ تک کے درمیان تمام صورتوں کو یکجا کرتا ہے اور پھر ان میں سے کسی ایک شکل پر بچہ کو پیدا کرتا ہے لہذا کسی کے لئے یہ کہنا ہرگز مناسب نہیں کہ یہ بچہ میرے یا میرے آباؤاجداد میں سے کسی ایک کے مشابہ نہیں ہے

باب (۹۴) وہ سبب جس کی بنا پر باپ کو اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے اتنی اولاد کو باپ سے نہیں ہوتی

(۱) بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن عامر نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ ہم لوگ اپنے دلوں میں جتنی محبت پاتے ہیں اتنی ہماری اولاد کے دلوں میں ہم لوگوں کی محبت نہیں ہوتی؟ آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سب تم سے ہیں اور تم ان سے نہیں ہو۔

باب (۹۵) بڑھاپے کا سبب اور اس کی ابتداء

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ایوب بن نوح نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حفص بن بختری سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے لوگ بوڑھے نہیں ہوا کرتے تھے سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ریش مبارک میں ایک سفید بال بڑھاپے کا دیکھا تو عرض کیا پروردگار یہ کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ وقار ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا یہ وقار ہے تو میرے اس وقار میں اور زیادتی کر۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس ابن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسین بن عمار سے انہوں نے نعیم سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دن صبح کو حضرت ابراہیم نے اپنی ریش مبارک میں ایک سفید بال دیکھا تو کہا اس اللہ کی حمد ہو جو تمام عالمین کا پروردگار ہے اور جس نے مجھے اس عمر تک پہنچایا اور میں نے اس عرصے میں چشم زدن کے لئے بھی کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔

(۳) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یزید بن ہارون نے روایت کرتے ہوئے عثمان سے اور انہوں نے جعفر بن ریان سے انہوں نے حسن بن حسین سے انہوں نے خالد بن اسماعیل بن ایوب مخزومی سے انہوں نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اسماعیل کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ اگلے زمانے میں لوگ عمر رسیدہ ہو جاتے تھے مگر ان کے سر کے بال سفید نہ ہوتے تھے اور کسی مجمع میں باپ اور بیٹے پہنچتے تو لوگ تمیز نہیں کر سکتے تھے کہ ان میں باپ کون ہے اور بیٹا کون ہے لوگوں کو پوچھنا پڑتا تھا کہ تم میں سے باپ کون ہے اور بیٹا کون ہے مگر جب حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ آیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ پروردگار تو مجھے بڑھاپا عطا کر تاکہ میں پہچانا جا سکوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑھاپا عطا کیا اور ان کے سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی پیدا کر دی۔

باب (۹۶) انسانی طبائع و شہوات و خواہشات کے اسباب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے عمرو بن ابی مقدام سے انہوں نے جابر سے اور انہوں نے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے بیان کیا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جب روئے زمین پر جن اور نسناس کو بستے ہوئے سات ہزار سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ایک مخلوق کو اپنے ہاتھ سے خلق فرمائے اور جب مشیت الٰہی یہ ہوئی کہ آدم کو پیدا کرے اور اس تقدیر و تدبیر کا ارادہ کر لیا جو آسمان و زمین کے اندر وہ کرنا چاہتا تھا اور اس کے علم میں تھا، تو اس نے آسمانوں کے پردے اٹھا دیئے اور ملائکہ سے کہا تم لوگ روئے زمین پر میری مخلوق جن و نسناس کو دیکھو اب جو ملائکہ نے نظر ڈالی تو یہ دیکھا کہ یہ سب معاصی میں مبتلا ہیں آپس میں خونریزی کر رہے ہیں اور ناحق زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں تو یہ بات ان کو گراں گزری وہ غضبناک ہوئے اور اہل زمین کے حال پر افسوس کا اظہار کرنے لگے اور انہوں نے عرض کیا کہ پروردگار تو صاحب قوت و قدرت ہے صاحب جبر و قہر ہے تو عظیم الشان ہے اور یہ تیری مخلوق جو تیری زمین پر بستی ہے وہ کمزور و ذلیل ہے تیرے قبضے میں ہے تیرے دیئے ہوئے رزق پر عیش کر رہے ہیں ہر طرح کا سامان عافیت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اس کے باوجود یہ تیری نافرمانی کر رہے ہیں ایسے ایسے عظیم گناہ کر رہے ہیں تجھے تاسف نہیں آتا یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں یا بکتے ہیں اسے دیکھ کر یا سن کر تجھے غصہ نہیں آتا۔ ان کو سزا نہیں دیتا۔ بہر حال تیرے متعلق تو ان لوگوں کی یہ باتیں ہم لوگوں پر بے حد گراں گزری ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب ملائکہ کی یہ باتیں سنیں تو ارشاد ہوا کہ میں زمین والوں پر اپنا ایک نائب اور خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اور وہ ان لوگوں پر میری مخلوق میں میری زمین پر میری حجت ہو گا۔ ملائکہ نے عرض کیا اے پاک پروردگار تو اس زمین پر ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے اور اس میں خونریزی کرے حالانکہ ہم لوگ تیری حمد کی تسبیح پڑھتے اور تیری تقدیس کا اقرار کرتے ہیں۔ بس ہم لوگوں میں سے کسی کو خلیفہ بنا۔ ہم لوگ نہ زمین میں فساد برپا کریں گے اور نہ خونریزی کریں گے تو اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ اے میرے ملائکہ میں وہ سب کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے ایک مخلوق پیدا کروں جس کی ذریت کو میں انبیاء، مرسلین، صالح بندے اور ہدایت یافتہ آئمہ قرار دوں اور انہیں اپنی زمین پر اپنی مخلوق پر اپنا خلیفہ بناؤں جو ہمارے بندوں کو گناہوں سے منع کریں۔ انہیں عذاب سے ڈرائیں

میری اطاعت کی طرف ہدایت کریں اور میرے راستے پر سب کو چلائیں تاکہ حجت تمام ہو اور ان کو ڈرایا جائے اور میں نسناس کی اپنی زمین میں سے بیخ کنی کروں گا اور نافرمان و سرکش جنوں کو اپنی اس مخلوق سے ہٹا کر انہیں ہوا میں کے دور دراز حصوں میں ساکن کروں گا تاکہ وہ ہماری اس مخلوق کے ہمسایہ نہ رہیں اور جنوں کے درمیان اور اپنی اس مخلوق کے درمیان پردہ ڈال دوں گا تاکہ ہماری یہ مخلوق جنوں کو دیکھ سکے نہ ان سے مانوس ہوں نہ ان سے گھلیں ملیں اور نہ ان کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں۔ پس اب میری اس مخلوق کی نسل میں سے جس کو ہم نے منتخب کیا ہے اور جن کو ہم ان نافرمانوں اور سرکشوں کی جگہ ساکن کریں گے اور اگر وہ میری نافرمانی کریں گے تو اس کا حشر بھی وہی کریں گے جو ان نافرمانوں کا کریں گے۔ ملایکہ نے عرض کیا پروردگار تو جو چاہے وہ کر اس لئے کہ ہم لوگوں کو تو بس اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں بتایا ہے۔ بے شک تو ہی صاحب علم و صاحب حکمت ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے ملایکہ میں خلق کرنے والا ہوں ایک بشر کو گیلی مٹی سے تو جب میں اسے درست کروں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے سامنے سجدے کے لئے جھک جانا اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم حضرت آدمؑ کے متعلق حضرت آدمؑ کی خلقت سے پہلے ہی ملایکہ کو دے دیا تھا تاکہ اللہ کی طرف سے ان پر حجت قائم رہے۔

آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے آب شیریں و خوشگوار سے ایک چلو بھرا اور اس کو جب نچوڑا تو وہ بستہ ہو گیا تو اس سے کہا میں تجھ سے انبیاء و مرسلین و عباد صالحین و ائمہ مہتدین اور جنت کی طرف دعوت دینے والوں اور ان کے شیعوں کو تا قیامت پیدا کرتا رہوں گا مجھے کسی کی پرواہ نہیں اور جو کچھ میں کروں مجھ سے پوچھنے والا کوئی نہیں [illegible] مخلوقات سے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آب تلخ و نمکین سے ایک چلو بھرا اور [illegible] سرکشوں، شیاطین کے بھائیوں اور جہنم کی طرف دعوت دینے والوں اور ان کی پیروی کرنے والوں کو قیامت تک پیدا کرتا رہوں گا اور مجھے کسی کی پرواہ نہیں اور جو کچھ میں کروں مجھ سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں بلکہ ان ہی سے باز پرس کی جائے گی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے [illegible] شرط لگائی مگر اصحاب یمین میں بداء کی شرط نہیں لگائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں پانیوں کو ملا دیا اور ان دونوں کو متفرق کر کے عرش کے سامنے ڈال دیا۔ اور اب وہ دونوں پانی مٹی کے جوہر تھے۔ پھر [illegible] ٹھیک کریں ان پر ہلکی ہلکی ہوائیں چلائیں انہیں ریزہ ریزہ کریں اور [illegible] ریح و صفرا و سودا، بلغم و خون، پس شمال و جنوب مشرق و مغرب کے ملایکہ اس پر چلے [illegible] کے ملایکہ کی طرف سے اور بلغم مشرق کے ملایکہ کی طرف سے اور سودا مغرب کے ملایکہ کی طرف سے [illegible] خون جنوب کے ملایکہ کی طرف سے پیدا ہو گیا۔ خلقت تمام ہوئی اور بدن کامل ہو گیا۔ پس ریح کی وجہ سے اس میں حب حیات [illegible] لازم ہو گیا اور [illegible] کی وجہ سے کھانے پینے کی خواہش اور [illegible] لازم ہوا اور سودا کی وجہ سے غصہ، سفاہت، شیطنت، تمرد و تجبر و عجلت لازم ہوئی اور خون کی وجہ سے اس میں عورتوں کی خواہش و لذت، ارتکاب حرام و شہوت لازم آئی عمرو کا بیان ہے کہ مجھے جابر نے بتایا کہ [illegible] علیہ السلام نے فرمایا میں نے یہ [illegible] کتابوں میں سے ایک کتاب میں تحریر کیا ہوا پایا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے بیان کیا مجھ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ نے انہوں نے روایت کی متعدد لوگوں سے اور ان لوگوں نے ابی طاہر بن حمزہ سے انہوں نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ انسانی طبائع چار ہیں ان میں سے ایک بلغم ہے اور یہ جنگجو دشمن ہے دوسرا خون ہے اور یہ غلام ہے مگر کبھی کبھی غلام بھی مالک کو قتل کر دیتا ہے تیسرے ریح جو بادشاہ ہے اور اس کو چلاتا ہے۔ چوتھے سودا اس پر افسوس ہے افسوس۔ جب زمین پر زلزلہ آتا ہے تو اس پر کی ہر شے زلزلہ کی نذر ہو جاتی ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے احمد بن محمد [illegible] سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام ابو

جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا جگر میں غلظت (گاڑھا پن یا سختی) ہوتی ہے۔ پھیپھڑے میں حیات ہوتی ہے اور عقل کا مسکن قلب ہے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے ایک مرفوع حدیث کی روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی طینت کو خلق کیا تو ہر چار طرف کی ہواؤں کو حکم دیا کہ وہ اس پر چلیں تو ہوائیں چلیں اور ہر ایک ہوا کی طبیعت و خصوصیت طینت آدمؑ نے حاصل کرلی۔

(۵) بیان کیا مجھ سے علی ابن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید سے انہوں نے اسماعیل ابن ابی زیاد سکونی سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ انسان آگ کی وجہ سے کھانے اور پینے لگا اور نور کی وجہ سے دیکھنے اور کلام کرنے لگا اور ہوا کی وجہ سے سننے اور سونگھنے لگا اور پانی کی وجہ سے کھانے اور پینے کی لذت حاصل کرنے لگا اور روح کی وجہ سے حرکت کرنے لگا۔ اگر اس کے معدہ میں آگ نہ ہوتی تو جو کچھ کھاتا وہ ہضم نہیں ہوتا یہ فرمایا کہ پھر کھانا اور پینا اس کے پیٹ میں خشک پڑا رہ جاتا۔ اور اگر ہوا نہ ہوتی جو آگ اس کے معدہ میں ہے مشتعل نہ ہوتی تو اس کے معدہ کو جلا ڈالتی اور اگر نور نہ ہوتا تو وہ نہ دیکھ سکتا اور نہ بجھ سکتا اگرچہ صورت اس کی مٹی کی ہے مگر اس کے جسم میں ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے جیسے اس پر کوئی درخت ہو اور اس کے جسم میں خون جیسے زمین میں پانی ہو جس طرح زمین بغیر پانی کے قائم نہیں رہ سکتی اسی طرح انسان کا جسم بغیر خون کے قائم نہیں رہ سکتا اور ہڈی کا گودا اور حقیقت خون کا مکھن و بالائی جھاگ ہے۔ پس اس طرح انسان دنیا و آخرت کی چیزوں سے مل کر پیدا ہوا ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جمع رکھے گا زمین پر وہ باحیات رہے گا اس لئے کہ وہ آسمان سے زمین پر نازل کیا گیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جدا کردے گا تو یہی جدائی ہے آخردی ہوئی چیز آسمان کی طرف واپس چلی جائے گی۔ پس زمین میں اس کی حیات اور آسمان میں اس کی موت ہے اس لئے کہ جسم و روح دونوں جدا ہو جائیں گے اب روح اور نور دونوں اپنی سابقہ منزل پر پہنچ جائیں گے اور جسم یہیں چھوٹ جائے گا اس لئے کہ یہ دنیاوی چیز ہے بلکہ جسم دنیا میں مٹ جائے گا اس لئے کہ ہوا پانی کو جذب کرلے گی تو وہ خشک رہ جائے گی اور اب صرف مٹی باقی رہ جائے گی اور وہ چند دنوں میں بوسیدہ ہو کر چور چور ہو جائے گی اور ہر چیز اپنی سابق اصل کی طرف واپس ہو جائے گی اور روح حرکت کرتی ہے نفس کے ذریعہ اور نفس میں حرکت ہوتی ہے ریح کے ذریعہ۔ پس مومن کا نفس جو نور ہے اس کی تائید عقل سے ہوتی ہے اور کافر کا نفس جو نار ہے اس کی تائید چالاکی و مکر و فریب سے ہوتی ہے تو یہ صورت نار کی ہے اور یہ صورت نور کی ہے اور موت مومن بندوں کے لئے اللہ کی رحمت ہے اور کافروں کے لئے عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ دو طرح کی سزا دیتا ہے ایک سزا جس کا تعلق روح سے ہے اور دوسری سزا یہ کہ بعض لوگوں کو بعض پر مسلط کردیتا ہے۔ روحانی سزا بیماری اور فقر و افلاس ہے اور کسی کا کسی پر مسلط ہو جانا یہ عذاب و سزا ہے اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے وکذٰلک نولی بعض الظلمین بعضاً بما کانو یکسبون (اور اسی طرح ہم ظالموں کو ان کے اعمال کے سبب جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے پر مسلط کردیتے ہیں) سورۃ انعام۔ آیت نمبر ۱۲۹ پس اگر روح کا گناہ ہے تو اس کے لئے بیماری اور فقر ہے اور کسی ظالم کا مسلط ہو جانا یہ سزا ہے اور مومن کے لئے یہ سزا دنیا میں ہی دے دی جاتی ہے اور کافر کے لئے یہ سزا دنیا میں ہے پھر آخرت میں اس کے لئے بدترین عذاب بھی ہے اور یہ ساری سزا بغیر گناہوں کے نہیں ہوگی اور گناہ کیا ہے؟ بری خواہشات یہ اگر مومن کی طرف سے ہے تو اس کا شمار خطا و نسیان میں ہوگا اور اگر کافر کی طرف سے تو اس کا شمار دیدہ و دانستہ عمداً۔ انکار حد سے تجاوز اور حسد میں ہوگا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (کفاراً حسداً من عند انفسھم (یہ صرف حسد کی وجہ سے ہے جو ان کے دلوں میں ہے) سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۱۰۹۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ

سے احمد بن محمد بن عیسی نے روایت کرتے ہوئے حسن بن محبوب سے اور انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے لئے اپنے نفس کا عرفان یہ ہے کہ وہ اس کے چار طبائع و چار ستونوں اور چار ارکان کی معرفت حاصل کرے۔ اس کے چار طبائع خون و سوداو صفراء اور بلغم ہیں اور اس کے چار ستون عقل اور (اسی کی وجہ سے زیرکی) فہم و حفظ اور علم ہیں اور اس کے چاروں ارکان نور، نار و روح و ماء (یعنی پانی) ہیں۔ پس نور کے ذریعہ انسان دیکھتا، سنتا اور سمجھتا ہے۔ نار کے ذریعہ کھاتا پیتا ہے۔ روح کے ذریعہ حرکت کرتا ہے اور پانی کے ذریعہ وہ چیزوں کا ذائقہ محسوس کرتا ہے یہ ہے انسان کی بنیادی شکل۔ اب اگر وہ عالم و حافظ و ذکی و زیرک و صاحب فہم ہے تو اسے حاصل وحدانیت اور اطاعت کے اقرار کے ساتھ یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس جگہ ہے یہ اشیاء کہاں سے آئی ہیں وہ یہاں کس مقصد کے لئے آیا ہے کس طرف جانے والا ہے اور کبھی نفس بحالت حرارت اس میں عمل کرتا ہے اور کبھی کبھی بحالت برودت اس میں عمل کرتا ہے۔ پس اگر حرارت ہے تو تکبر، اکڑ، چستی، قتل، چوری، سرور، خوشی، فسق و فجور، زنا، خوشی سے جھومنا اور شان بگھارنا یہ سب کچھ ہو گا۔ اور اگر برودت ہے تو پھر غم، حزن، عاجزی، پژمردگی، نسیان اور مایوسی ہے اور یہی وہ عوارض ہیں جو مختلف بیماریوں کو راستہ دیتے ہیں اور یہ بیماریاں اول اول اس وقت شروع ہوتی ہیں جب انسان کسی کام میں غلطی کرتا ہے اور اس غلطی میں اس کے مطابق کچھ کھا پی لیتا ہے اور ایسے وقت میں کھا پی لیتا ہے جو اس کے لئے نامناسب ہوتا ہے اس سے مختلف اقسام کے امراض و اسقام پیدا ہو جاتے ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا کہ انسان کے تمام اعضاء و جوارح اور رگیں یہ سب کی سب اللہ کی فوج ہیں جو انسان پر تعینات ہیں جب اللہ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس انسان کو مرض میں مبتلا کردے تو اس کو اس پر مسلط کر دیتا ہے اور اللہ جہاں چاہتا ہے یہ فوج اس جگہ سقم پیدا کر دیتی ہے۔

(۷) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسی برقی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ روایت کی احمد بن ابی عبد اللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں محمد بن سنان سے اور انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ ایک مرفوع روایت کی ہے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ انسان کے اندر سب سے حیرت انگیز شے اس کا قلب ہے کہ وہ علم و حکمت کا سرچشمہ بھی ہے اور پھر اس میں اس کے اضداد بھی موجود ہیں اگر اس کو کچھ امید پیدا ہوئی تو اس پر طمع سوار ہو جاتی ہے اور جب طمع سوار ہوتی ہے تو اس کو حرص آکر ہلاک کر دیتی ہے اور اگر اس کے اندر مایوسی اور ناامیدی آئی تو تاسف اس کو مار ڈالتا ہے اگر اس کو غصہ آیا تو اس کا غیظ شدید ہو جاتا ہے اگر قسمت سے خوشی مل تو اس کے تحفظ کو بھول جاتا ہے اگر کوئی ہولناک شے سامنے آتی ہے تو اس سے بچنے کی کوشش میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر اگر امن نصیب ہوا تو غفلت اس کو سلب کر لیتی ہے اگر کوئی نعمت ہاتھ آئی تو غرور میں گرفتار ہو جاتا ہے اگر کوئی مصیبت آئی تو رونے اور چلانے لگتا ہے۔ اگر مال ہاتھ آگیا تو دولت و ثروت اسے گمراہ کر دیتی ہے اگر فاقہ کشی کی نوبت آئی تو بلا میں پھنس جاتا ہے اور اگر بھوک نے ستایا تو کمزوری نے آکر اسے بٹھا دیا۔ اگر پیٹ حد سے زیادہ بھر گیا تو بد ہضمی میں گرفتار ہو جاتا ہے لہذا ہر کمی صفر اور زیادتی فساد برپا کرتی ہے۔

(۸) اسی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے کہ محمد بن سنان سے اور انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو ایک شخص سے فرماتے ہوئے سنا کہ اے فلاں تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ جسم کے اندر قلب کو وہی مقام حاصل ہے جو لوگوں میں امام کو حاصل ہے کہ وہ ان لوگوں کے لئے واجب الاطاعت ہوتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جسم کے تمام اعضاء قلب کے معاون و مددگار اور ترجمان ہیں یہ دونوں کان یہ دونوں آنکھیں۔ ناک یہ منہ یہ دونوں ہاتھ پاؤں یہ شرم گاہ یہ سب کے سب قلب کی طرف سے امور انجام دیتے ہیں چنانچہ قلب جب دیکھنا چاہتا ہے تو انسان اپنی آنکھیں کھول دیتا ہے جب سننا چاہتا ہے تو دونوں کان حرکت میں آجاتے ہیں سامع کھلتے ہیں اور انسان سنتا ہے جب قلب کچھ سونگھنا چاہتا ہے تو ناک کے ذریعے سونگھتا ہے اور ناک اس خوشبو کو قلب تک پہنچاتی ہے جب بات کرنا چاہتا ہے تو زبان کے ذریعے بات کرتا ہے جب کسی چیز کو گرفت میں لینا چاہتا ہے تو ہاتھ کام کرتے ہیں جب چلنے کا ارادہ کرتا ہے تو پاؤں چلنے لگتے ہیں جب خواہش پوری کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو شرم گاہ حرکت میں آجاتی ہے اور یہ سب قلب کی نیابت میں اور اسی کی تحریک کا کام

الہام دیتے ہیں جس طرح یہ تمام اعضاء قلب کے مطیع ہیں اسی طرح لوگوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنے امام کے مطیع و فرمانبردار ہوں۔

(۹) خبر دی مجھ کو ابو عبد اللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان برورازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن محمد بن حارث بن سفیان سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے روایت کی عبد المنعم بن ادریس سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے وھب بن منبہ سے روایت کی ہے انہوں نے توریت میں حضرت آدم کی خلقت کے متعلق لکھا ہوا پایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میں نے آدم کو پیدا کیا اور ان کے جسم میں چار چیزیں رکھیں رطوبت، یبوست (خشکی)، حرارت، برودت اور یہ اس لئے کہ ان کو میں نے مٹی اور پانی سے پیدا کیا۔ اس میں نفس و روح ودیعت کر دیا۔ پس ہر جسم میں یبوست مٹی کی وجہ سے آئی اور پانی کی وجہ سے تری اور حرارت نفس کی وجہ سے اور برودت روح کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ پھر جسم کے اس ابتدائی خلقت کے بعد میں نے اس جسم میں چار چیزیں پیدا کیں اور میرے حکم سے جسم ان ہی چیزوں پر قائم اور بغیر ان کے قائم نہیں رہ سکتا اور یہ چاروں بغیر ایک دوسرے کے قائم نہیں رہ سکتے اور وہ سودا و صفرا و بلغم و خون ہیں ان چاروں چیزوں کو ان چار چیزوں میں رکھا یعنی یبوست کو سودا میں رکھا، رطوبت کو صفرا میں رکھا، حرارت کو خون میں رکھا اور برودت کو بلغم میں رکھا۔ پس جس جسم میں یہ چاروں چیزیں اعتدال پر رہیں گی اور ان میں سے کوئی چیز کم یا سوا نہ ہوگی تو اس کی صحت کامل رہے گی اور اگر ان میں سے ایک چیز بھی زیادہ ہو گئی تو وہ اور تینوں کو مغلوب کر دے گی اور جسم میں جس قدر زیادہ ہوگی اتنا ہی زیادہ اس کی وجہ سے سقم پیدا ہو جائے گا اور اگر کم ہو تو اس پر اور تینوں کا دباؤ بڑھ جائے گا وہ کمزور پڑ جائے گی اور مشکل سے اس قابل رہے گی کہ ان تینوں کے ساتھ دے سکے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل کو اس کے دماغ میں رکھا اور اس کی مسرت کو اس کی طینت میں اس کے غصہ کو اس کے جگر میں اس کے ارادے کو اس کے قلب میں اس کی رغبت کو اس کے پھیپھڑے میں اس کی ہنسی کو اس کے طحال میں اس کی فرحت کو اس کے سینے میں اس کے کرب کو اس کے چہرے میں رکھ دیا۔

وہب کا قول ہے کہ پس وہ طبیب جو مرض اور دواؤں سے واقف ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ مرض کیسے لاحق ہوتا ہے اور یہ چاروں اخلاط میں سے کسی خلط کی زیادتی یا کمی کی وجہ سے ہے اور وہ اس دوا کو بھی جانتا ہے جس سے اس کا علاج ممکن ہے جس خلط میں کمی ہے اس کو کیسے زیادہ کیا جا سکتا ہے یا جس خلط میں زیادتی ہے اس میں کمی کس طرح کی جا سکتی ہے تاکہ جسم اعتدال پر آ جائے اور وہ خلط جس میں کمی یا زیادتی ہوتی ہے وہ دوسرے اخلاط سے اپنا توازن کیسے قائم رکھے پھر یہی اخلاط جن سے یہ مرکب ہے انہی پر بنی آدم کے اخلاق کی داغ بیل پڑی ہے اور ان سے انسان کے اندر اوصاف پیدا ہوتے ہیں پس مٹی سے عزم اور پانی سے نرمی اور حرارت سے حدت اور برودت سے ٹھکاؤ پیدا ہوتا ہے پس اگر یبوست آگئی تو قوت و سختی پیدا ہوگی اگر رطوبت کی طرف مائل ہے تو نرمی اور کمزوری اور اگر مائل بہ حرارت ہے تو اس کی حدت طیش و سفاہت بنے گی اگر مائل بہ برودت ہے تو اس کا ٹھکاؤ شک اور کند ذہنی کی طرف ہوگا اور اگر اس کے اخلاط معتدل اور مساوی ہوں گے اور اس کی فطرت میں استقامت ہوگی تو اس کے کام میں قطعیت، عزم میں نرمی، تیزی وحدت میں متانت ہوگی اس کے اخلاق میں سے کوئی خلق اس پر غالب نہ آئے گا وہ جس کو جب چاہے گا مستقل اور جسے چاہے گا بدل دے گا۔ اور وہ ہر خلق کے متعلق یہ بھی جانتا ہے کہ جب وہ اس پر غالب ہو تو کسی شے کو مخلوط کر دے تاکہ وہ درست ہو جائے اور ہر خلق کو جیسا معتدل ہونا چاہیئے ہو جائے۔ پس تراب (مٹی) سے کہ اس میں قوت و بخل و تنگی اور سختی و بے قراری و حرص و یاس و قنوطیت و عزم و گریز ہے اور پانی کی طرف سے اس میں کرم و نیکو کاری و کشادگی و سہولت و توسل و قرب و رجاء، پر امیدی و خوشخبری ہے۔ پس جب کسی صاحب عقل کو یہ خوف ہو کہ تراب کے اخلاق اس پر غالب آ رہے ہیں اور وہ اس طرف مائل ہو جائے گا تو اسے چاہیئے کہ تراب (مٹی) کے ہر خلق کے ساتھ پانی کے مخالف خلق کو ملا دے۔ قوت (سختی) میں نرمی کو ملا دے۔ تنگی میں کشادگی کو، بخل میں عطا کو، سخت دلی میں کرم کو، تنگ دلی میں توسل کو حرص میں سخاوت کو، یاس میں رجاء کو، قنوطیت میں پر امیدی کو، عزم میں قبول کو، گریز میں ملانے کو مخلوط کر دے۔ ہر نفس کی طرف سے اس میں حدت (گرم مزاجی) خفت، لہو و لعب، ضحک (ہنسی) سفاہت، دھوکا، سختی اور خوف پیدا ہوتا ہے اور روح

کی طرف سے اس میں حلم و وقار و عفت و حیا، وبہادری و فہم و کرم و صدق و مہربانی پیدا ہوتی ہے اگر کوئی صاحب عقل یہ محسوس کرتا ہے کہ نفس کے اخلاق اس پر چھا رہے ہیں تو اس کو چاہیئے کہ نفس کے ہر خلق کے ساتھ روح کے کسی خلق کو مخلوط کر دے جو اس کو معتدل بنادے یعنی حدت کے ساتھ حلم کو، خفت کے ساتھ وقار کو، شہوت کے ساتھ عفت کو، لہو و لعب کے ساتھ حیا کو، ضحک کے ساتھ فہم کو سفاہت کے ساتھ کرم کو، خداع (دھوکہ) کے ساتھ صدق کو، سختی کے ساتھ مہربانی کو، خوف کے ساتھ صبر کو مخلوط کر دے۔

پھر اسی نفس کی وجہ سے اولاد آدم سنتی بھی ہے، دیکھتی بھی ہے، کھاتی بھی ہے، پیتی بھی ہے، نشست و برخاست بھی کرتی ہے، ہنستی بھی ہے، روتی بھی ہے، خوش بھی ہوتی ہے اور محزون و مغموم بھی ہوتی ہے اور روح کی وجہ سے انسان حق و باطل میں، ہدایت و گمراہی میں، صحیح و غلط میں امتیاز کرتا ہے اسی کی وجہ سے انسان پڑھاتا ہے اور پڑھتا ہے، فیصلہ کرتا ہے اور عدل کرتا ہے۔ حیا کرتا ہے اور مکرم ہوتا ہے۔ تفقہ و تفہیم کرتا ہے۔ عزم کرتا ہے اور اقدام کرتا ہے پھر اس روح کے اخلاق کے پہلو بہ پہلو دس خصلتیں ہیں۔ احتری، ایمان، حلم، علم، عمل، لین، ورع، صدق، صبر، رفق اور انہیں دس اخلاق وخصائل میں پروا دین ہے مگر ان میں سے ہر خلق وخصلت کے ساتھ اس کا دشمن بھی ہے۔ ایمان کا دشمن کفر، علم کا دشمن حمق، عقل کی دشمن گمراہی، علم کا دشمن جہل، عمل کا دشمن کسل، لین کا دشمن عجلت، ورع کا دشمن فسق و فجور، صدق کا دشمن کذب، صبر کا دشمن بیقراری و حرج، رفق کا دشمن عنف ہے۔ جب ایمان میں کمزوری آتی ہے تو اس پر کفر مسلط ہو جاتا ہے اور وہ اس کے اور ہر اس شے کے درمیان حائل ہو جاتا ہے جس سے منفعت کی امید ہو اور جب ایمان مضبوط ہوتا ہے تو اس کی نگاہ میں کفر کمزور و بے جان نظر آتا ہے اور جب حلم کمزور ہوتا ہے تو حماقت ابھر کر اسے گھیر لیتی ہے اور وہ اسے شرف و بزرگی کے بدلے حقارت کا لباس پہنا دیتی ہے اور جب حلم قائم و مضبوط ہوتا ہے تو حماقت اس کے نزدیک رسوا ہو کر ساکت ہو جاتی ہے اور قول درست ہوتی ہے اور جب نرمی قائم رہتی ہے تو وہ خفت اور عجلت سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ حسد کو چھوڑ دیتا اور وقار پیدا ہو جاتا ہے۔ پاکدامنی ظاہر ہوتی ہے سکون نظر آتا ہے اور جب ورع و تقویٰ کمزور پڑتا ہے تو اس پر فسق و فجور مسلط ہو جاتا ہے اور گناہ سرزد ہوتا ہے سرکشی ظاہر ہوتی ہے۔ ظلم کی کثرت ہوتی ہے۔ حماقت کا نزول ہوتا ہے اور باطل پر عمل ہوتا ہے اور جب صدق کمزور ہوتا ہے تو کذب میں زیادتی ہوتی ہے، افترا و بہتان ہر جانب صاف نظر آتا ہے مگر جب صدق موجود ہوتا ہے تو کذب ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے افترا کی رسائی نہ اور بہتان بے جان و مردہ ہوتے ہیں نیکی و خیر و قریب ہوتا ہے شر دور رہتا ہے اور جب صبر میں کمزوری ہوتی ہے تو دین کمزور ہو جاتا ہے حزن بڑھ جاتا ہے نیکیاں مردہ ہو جاتی ہیں اجر و ثواب معدوم ہوتا ہے شر دور رہتا ہے اور جب صبر مضبوط ہوتا ہے تو دین خالص ہو جاتا ہے حزن و افسوس نہیں رہ جاتا۔ حرج ختم ہو جاتا ہے نیکیوں میں جان آجاتی ہے اجر و ثواب عظیم ہوتا ہے۔ عزم ظاہر ہوتا ہے ذہن سے کمزوری دور ہو جاتی ہے جب انسان رفق کو ترک کر دیتا ہے تو فریب ظاہر ہوتا ہے۔ بدخلقی آجاتی ہے۔ تندخوئی شدید ہو جاتی ہے۔ ظلم کی کثرت ہوتی ہے۔ عدل متروک ہو جاتا ہے۔ منکرات و منہیات کھل کر سامنے آجاتی ہیں۔ حسن سلوک متروک ہوتا ہے سفاہت و بیوقوفی کا اظہار ہوتا ہے۔ حلم و بردباری سے کنارہ کشی ہوتی ہے عقل زائل ہو جاتی ہے علم متروک ہوتا ہے عمل میں فتور آتا ہے دین مردہ اور صبر کمزور اور بزدلی میں اضافہ صدق کی توہین ہوتی ہے اور اہل ایمان کی ساری عبادت خاک میں مل جاتی ہے اور عقل کے اخلاق میں دس اخلاق صالح ہیں۔ حلم، علم، رشد، عفت، حفاظت، حیا، سنجیدگی، خیر پر مداومت، شر سے کراہت اور ناصح کی اطاعت یہ دس عدد اخلاق جن میں سے ہر ایک خلق سے دس دس خصائل کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔ حلم سے حسن عاقبت، لوگوں میں قابل تعریف، باشرف و منزلت، بیوقوفی سے پاک، نیک اعمال، نیکوکاروں کی صحبت، کمینگی سے احتیاط، خساست سے بالاتر ہونا، نرمی کا شوق اور بلند درجات کا قرب، علم سے مندرجہ ذیل خصائل متفرع ہوتے ہیں۔ شرف اگرچہ اس کا تعلق کسی طبقے سے کیوں نہ ہو۔ عزت اگرچہ وہ آدمی حقیری کیوں نہ ہو۔۔ طبیعت میں غنا اگرچہ فقیری کیوں نہ ہو قوت اگرچہ وہ ضعیف و کمزوری ہی کیوں نہ ہو۔ شرافت و وجاہت اگرچہ انسان حقیری کیوں نہ ہو۔ قرب اگرچہ دور کا تعلق۔ جود و سخاوت اگرچہ بخیل کیوں نہ ہو۔ حیا اگرچہ وہ بے وقت ہی کیوں نہ ہو۔ رعب اگرچہ وہ حقیری کیوں نہ ہو۔ سلامتی اگرچہ وہ سقیم ہی کیوں نہ ہو۔ رشد سے مندرجہ ذیل خصائل پیدا ہوتے ہیں۔ پختگی، ہدایت

نیکی، تقویٰ، عبادت، قصد، کفایت شعاری، قناعت، کرم اور صدق۔ عفت سے مندرجہ ذیل خصائل متفرع ہوتے ہیں۔ کفایت، استکانت، مصادقت، مراقبت، صبر، نصر، یقین، رضا، راحت اور تسلیم۔ صیانت سے مندرجہ ذیل خصائل پیدا ہوتے ہیں۔ حفظ آبرو، ورع، حسن ثنا، تزکیہ مروت، کرم، غبطہ سرور، متانت و تفکر۔ حیاء سے مندرجہ ذیل خصائل حاصل ہوتے ہیں۔ نرمی، رافت، رحمت، مداومت، بشاشت، مطاوعت، ذل نفس، تقویٰ، ورع اور حسن خلق۔ مداومت علی الخیر سے صلاح، اقتدار، عزت، عاجزی وانکساری، انابت، سیادت، امن، رضائی الناس، حسن عاقبت۔ کراہت شر سے امانتداری، ترک خیانت، برائیوں سے اجتناب، پاکدامنی، صدق، تواضع، تفرع مافوق، ماتحت کے ساتھ انصاف، حسن جوار برے ساتھیوں سے پرہیز، متانت (سنجیدگی سے)، توقیر، سکون، تانی (دیر آتا تاخیر)، علم، تمکین، حفظ، محبت، فلاح، پاکیزگی، امانت، اطاعت ناصح سے زیادتی عقل، کمال مجداری، ممدوح الناس، ملامت خلق سے بچاؤ، لڑائی جھگڑے سے دوری، اصلاح حال جو ہو رہا ہے اس پر نگاہ، مستقبل کی تیاری، دستور پر قائم رہنا، ہدایت پر مسلسل قیام۔ پس یہ ایک مرد عاقل کے لئے ایک سو خصائل ہیں۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ برقی نے روایت کرتے ہوئے علی بن حدید سے انہوں نے سماعہ بن مہران سے ان کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اس وقت آپ کے پاس بہت سے دوست اور بھی موجود تھے۔ اثنائے گفتگو میں عقل و جہل کا ذکر آگیا تو آپ نے ارشاد فرمایا عقل اور اس کی فوج کو پہچان لو ہدایت پا جاؤ گے۔ اور جہل اور اس کی فوج کو پہچان لو ہدایت پا جاؤ گے میں نے عرض کیا جب تک آپ پہچان نہیں کرائیں گے ہم لوگ نہیں پہچان سکتے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یمین عرش کی جانب اپنے نور سے روحانین میں جس کو سے پہلے پیدا کیا وہ عقل ہے اور اس سے کہا پیچھے ہٹ وہ پیچھے ہٹ گئی۔ پھر کہا آگے آؤ تو وہ آگے آگئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا میں نے تجھے ایک عظیم مخلوق بنایا اور تمام مخلوقات پر برتری عطا کی۔ پھر جہل کو ایک کھارے اور سیاہ پانی سے پیدا کیا اس کو حکم دیا پیچھے ہٹ وہ پیچھے ہٹ گیا پھر اس کو حکم دیا آگے آ مگر اس نے حکم کو قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے کہا تجھ میں تکبر آگیا تجھ پر لعنت۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عقل کو پچھتر (۷۵) کی تعداد میں ایک فوج عنایت کی۔ جب جہل نے یہ دیکھا کہ عقل کو اللہ تعالیٰ نے اتنا کرم کیا اور اسے اتنی بڑی فوج دے دی تو اس کے دل میں عقل کی طرف بغض و عداوت پیدا ہوئی اور اس نے کہا پروردگار یہ بھی میری ہی طرح کی ایک مخلوق ہے مگر تو نے اسے اتنا کرم کر دیا اور اتنی قوت دیدی اور میں اس کی ضد ہوئی میرے پاس تو کوئی طاقت بھی نہیں ہے لہٰذا مجھے اس کے برابر فوج عطا کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا اگر اس کے بعد بھی تو نے میری نافرمانی کی تو میں تجھے اپنی رحمت سے نکال باہر کروں گا۔ اس نے کہا مجھے قبول ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی پچھتر (۷۵) کی تعداد میں فوج عطا کر دی۔ وہ یہ ہے کہ (۱) خیر جو عقل کا وزیر ہے اور اس کی ضد شر جو جہل کا وزیر ہے۔ (۲) ایمان اور اس کی ضد کفر ہے۔ (۳) تصدیق اور اس کی ضد انکار ہے۔ (۴) رجاء اور اس کی ضد مایوسی و قنوط ہے۔ (۵) عدل اور اس کی ضد جور و ظلم ہے۔ (۶) رضا اور اس کی ضد ناراضگی ہے۔ (۷) شکر اور اس کی ضد کفران نعمت ہے۔ (۸) طمع اس کی ضد یاس ہے۔ (۹) توکل اور اس کی ضد حرص ہے۔ (۱۰) دانائی اس کی ضد نادانی ہے۔ (۱۱) فہم اس کی ضد حماقت ہے۔ (۱۲) عفت اور اس کی ضد ہتک عزت ہے۔ (۱۳) زہد اور اس کی ضد رغبت ہے (۱۴) رفق اور اس کی ضد خرق ہے۔ (۱۵) رہبت اس کی ضد جرات ہے۔ (۱۶) تواضع اس کی ضد تکبر ہے۔ (۱۷) تودت اس کی ضد تسرع ہے۔ (۱۸) علم اس کی ضد سفاہت ہے۔ (۱۹) صمت اس کی ضد بیہودہ گوئی ہے۔ (۲۰) استسلام اس کی ضد استکبار ہے (۲۱) تسلیم اس کی ضد تجبر ہے۔ (۲۲) عفو اس کی ضد دشمنی و کینہ ہے۔ (۲۳) رحمت اس کی ضد قساوت ہے۔ (۲۴) یقین اس کی ضد شک ہے۔ (۲۵) صبر اور اس کی ضد بیقراری ہے۔ (۲۶) معافی اور اس کی ضد انتقام ہے۔ (۲۷) غنی اس کی ضد فقر ہے۔ (۲۸) تذکر اس کی ضد سہو ہے۔ (۲۹) حفظ اس کی ضد نسیان ہے۔ (۳۰) تعطف اس کی ضد قطیعت ہے۔ (۳۱) قناعت اس کی ضد حرص ہے (۳۲) مواسات اس کی ضد منع ہے۔ (۳۳) مودت اس کی ضد عداوت ہے۔ (۳۴) وفا اور اس کی ضد غداری ہے۔ (۳۵) اطاعت اور اس کی ضد معصیت ہے۔ (۳۶) خضوع اور اس کی

ضد تغافل ہے۔ (۲۷) سلامتی اور اس کی ضد بلاء ہے۔ (۲۸) حب اور اس کی ضد بغض ہے۔ (۲۹) صدق اور اس کی ضد کذب ہے۔ (۳۰) حق اور اس کی ضد باطل ہے۔ (۳۱) امانت اور اس کی ضد خیانت ہے۔ (۳۲) اخلاص اور اس کی ضد شرک ہے۔ (۳۳) شہامت اس کی ضد بزدلی ہے۔ (۳۴) تیز ذہن اور اس کی ضد کند ذہن ہے۔ (۳۵) معرفت اس کی ضد انکار ہے۔ (۳۶) مدارات اس کی ضد بھڑا دینا ہے۔ (۳۷) سلامت الغیب اس ضد مکساکرہ ہے۔ (۳۸) کتمان اور اس کی ضد افشاء ہے۔ (۳۹) دعا اور اس کی ضد ضائع کرنا ہے۔ (۵۰) صوم اور اس کی ضد افطار ہے۔ (۵۱) جہاد اس کی ضد پسپائی و بزدلی ہے۔ (۵۲) حج اور اس کی ضد میثاق شکنی ہے۔ (۵۳) رازداری اور اس کی ضد چغلخوری ہے۔ (۵۴) والدین کے ساتھ نیک سلوک اور اس کی ضد نافرمانی ہے۔ (۵۵) حقیقت اس کی ضد ریاکاری ہے۔ (۵۶) معروف اس کی ضد منکر ہے۔ (۵۷) ستر اس کی ضد تبرج ہے۔ (۵۸) تقیہ اس کی ضد اعلان ہے۔ (۵۹) انصاف اور اس کی ضد حمیت ہے۔ (۶۰) نظافت اور اس کی ضد پلیدگی ہے۔ (۶۱) حیا اور اس کی ضد خلع ہے۔ (۶۲) قصد اور اس کی ضد عدوان ہے۔ (۶۳) راحت اور اس کی ضد تعب ہے۔ (۶۴) سہولت اور اس کی ضد صعوبت ہے۔ (۶۵) برکت اس کی ضد نحوست ہے۔ (۶۶) عافیت اس کی ضد بلا ہے۔ (۶۷) قوام اس کی ضد مکاثرہ ہے۔ (۶۸) حکمت اور اس کی ضد نفاوت ہے۔ (۶۹) وقار اور اس کی ضد خفت ہے۔ (۷۰) سعادت اور اس کی ضد شقاوت ہے۔ (۷۱) توبہ اور اس کی ضد اصرار ہے۔ (۷۲) استغفار اس کی ضد دھوکہ کھانا ہے۔ (۷۳) محافظت اور اس کی ضد تہاون ہے۔ (۷۴) دعا اور اس کی ضد استنکاف ہے۔ (۷۵) نشاط اور اس کی ضد کسل ہے۔ (۷۶) فرح اور اس کی ضد حزن ہے۔ (۷۷) الفت اس کی ضد فرقت ہے۔ (۷۸) سخاوت اور اس کی ضد بخل ہے۔

الغرض یہ تمام خصلتیں جو عقل کی فوج ہیں وہ سوائے نبی یا وصی نبی یا مومن کے جس کے ایمان کا اللہ تعالیٰ نے امتحان لے لیا ہے اور کسی میں پوری کی پوری جمع ہو ہی نہیں سکتیں اور باقی رہ گئے ہمارے دوستدار تو ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو ان خصائل میں سے بالکل خالی ہو ہر ایک کے اندر اس میں چند خصائل ہیں جس کے ذریعہ جہل کی فوج سے اپنا دفع کر سکے اور وہ اس وقت انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کے ساتھ اعلیٰ ترین درجات میں ہوگا۔ غرض حق کا ادراک اسی وقت ممکن ہے جب انسان کو عقل اور اس کی فوج اور جہل اور اس کی فوج کی معرفت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ ہم لوگوں اور تم لوگوں کو اپنی اطاعت اور اپنی رضا کے لئے محفوظ رکھے۔

(۱۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن ہاشم نے انہوں نے روایت کی ابو اسحاق ابراہیم بن ہیثم خفاف سے انہوں نے ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص سے اس نے عبدالملک بن ہشام سے اس نے علی اشعری سے اور انہوں نے مرفوع روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صاحب عقل کی مانند کسی نے اللہ کی عبادت نہیں کی اور انسان کی عقل اس وقت کامل و تمام سمجھی جائے گی جب اس میں یہ دس صفات ہوں۔ (۱) لوگ اس سے بھلائی کی امید رکھتے ہوں۔ (۲) لوگ اس کے شر سے خود کو مامون و محفوظ سمجھتے ہوں۔ (۳) اس کی طرف سے مستقلاً خیر کثیر ہو (۴) اس کے مقابلے میں دوسروں کی طرف سے بہت کم خیر ہو۔ (۵) جو لوگ اپنی حاجت طلب کرنے کے لئے اس کے پاس آئیں ان سے کراہت محسوس نہ کرتا ہو۔ (۶) مرتے دم تک طلب علم سے نہ تھکے۔ (۷) اس کے نزدیک غنیٰ کے مقابلے میں فقر (۸) عزت کے مقابلے میں ذلت زیادہ پسند ہو۔ (۹) دنیا میں اس کا حصہ صرف قوت یعنی کھانے اور زندگی بسر کرنے پر ہو۔ (۱۰) معاشرے میں اس انداز سے رہے کہ جو بھی اسے دیکھے وہ یہ کہے کہ یہ مجھ سے زیادہ بہتر اور مجھ سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ دنیا میں اسے دو طرح کے اشخاص ملیں گے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اس سے بہتر ہوں گے اور کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو اس سے برے ہوں گے پس جو وہ اپنے سے بہتر اور متقی سے ملے تو اس سے تواضع سے پیش آئے اس جیسا بنے اور اس سے ملحق ہو جائے اور جب وہ اپنے سے برے شخص سے ملے تو کہے کہ شاید اس کا باطن اچھا ہو اور صرف بظاہر خراب ہو یا یہ کہ شاید اس کا خاتمہ خیر پر ہو۔ جب وہ ایسا کرے گا تو اس کی بڑائی میں اضافہ ہوگا اور اپنے اہل زمانے کا سردار بن جائے گا۔

(۱۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابی نہشل سے انہوں نے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابی حمزہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو طینت اعلیٰ علیین سے پیدا کیا اور ہمارے شیعوں کے دلوں کو بھی اس طینت سے پیدا کیا جس سے ہم لوگ اور ان کے ابدان کو اس سے پست طینت سے پیدا کیا اسی بنا پر لوگوں کے دل ہم لوگوں کی طرف مڑتے ہیں اس لئے کہ ان کے دل اسی طینت سے بنے ہیں جس سے ہم لوگ بنے ہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی **كلا ان كتٰب الابرا ر لفي عليين ○ وماادراک ماعليون ○ کتٰب مرقوم ○ يشهده المقربون ○** (یہ ہرگز نہیں مانیں گے یقیناً نیکوں کا نوشتہ علیین میں ہوگا اور تجھے کس چیز نے بتلایا کہ علیون کیا چیز ہے وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے اس پر (اللہ تعالیٰ کے) مقرب (فرشتے) حاضر رہتے ہیں) سورۂ مطففین۔ آیت نمبر ۱۸/۱۹/۲۰/۲۱ اور دشمنوں کو طینت سجین سے خلق کیا اور ان کے ابدان کو اس سے بھی بد تر طینت سے پیدا کیا۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی **كلا ان كتب الفجار لفي سجين ○ وماادراک ماسجين ○ کتٰب مرقوم ○ ويل يومئذ للمكذبين ○** (یقیناً بدکار کتاب سجین میں ہیں اور تجھے کس نے بتایا کہ سجین کیا چیز ہے ایک کتاب ہے لکھی ہوئی اس دن جھٹلانے والوں کے لئے خرابی ہے) سورۂ مطففین۔ آیت نمبر ۷/۸/۹/۱۰۔

(۱۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن ہارون نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ حمیری نے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابی نعیم ہذلی سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت علی بن الحسینؑ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السلام کے قلوب و ابدان دونوں کو طینت علیین سے خلق فرمایا اور مومنین کے قلوب بھی اسی طینت سے خلق کئے مگر ان کے ابدان کو اس کے علاوہ دوسری طینت سے خلق کیا۔ اور کافروں کے قلوب و ابدان کو طینت سجین سے خلق کیا اور پھر ان دونوں طینتوں کو آپس میں مخلوط کر دیا یہی وجہ ہے کہ مومن کی نسل سے کافر پیدا ہوتا ہے اور کافر کی نسل سے مومن اور اسی وجہ سے مومن سے گناہ سرزد ہوتے ہیں اور کافروں سے نیکیاں ظہور میں آتی ہیں۔ پس مومنین کے قلوب ادھر مائل ہوتے ہیں جس سے پیدا ہوئے ہیں اور کافروں کے قلوب اس طرف مائل ہوتے ہیں جس سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔

(۱۴) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے جنہوں نے اس روایت کو مرفوع کیا محمد بن سنان کی طرف اور انہوں نے روایت کی زید شحام سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو اس نور سے پیدا کیا جسے اس نے طینت اعلا علیین میں ودیعت کیا ہوا تھا اور ہمارے شیعوں کے قلوب کو اس طینت سے خلق کیا جس سے ہمارے ابدان خلق ہوئے اور ان کے ابدان کو اس طینت سے پیدا کیا جو طینت اعلا علیین سے پست درجہ کی تھی اور یہی وجہ ہے کہ ان کے قلوب ہم لوگوں کی طرف مائل ہیں کیونکہ وہ اس طینت سے خلق ہوئے ہیں جس سے ہمارے ابدان خلق ہوئے ہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی **كلا ان كتٰب الابرا ر لفي عليين ○ وماادراک ماعليون ○ کتٰب مرقوم ○ يشهده المقربون ○** اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے دشمنوں کے قلوب کو طینت سجین سے پیدا کیا اور ان کے ابدان کو اس سے بھی پست طینت سے پیدا کیا اور ہمارے دشمنوں کے ماننے والوں کے قلوب کو اس طینت سے خلق کیا جس سے ہمارے دشمنوں کے ابدان خلق ہوئے اسی بنا پر ان کے قلوب ان کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی **كلا ان کتٰب الفجار لفي سجين ○ وماادراک ماسجين ○ کتٰب مرقوم ○ ويل يومئذ للمكذبين ○**

(۱۵) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابی یحییٰ واسطی سے انہوں نے اس روایت کو مرفوع کیا اور کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کو طینت علیین سے پیدا کیا اور ہماری روحوں کو اس سے بھی اعلیٰ طینت سے خلق کیا اور ہمارے شیعوں کی روحوں کو طینت علیین سے پیدا کیا اور ان کے اجسام کو اس سے پست طینت سے پیدا کیا۔ تو یہ ہے ہمارے اور ہمارے شیعوں کے درمیان قرابت اور اسی بنا پر ان کے قلوب ہم لوگوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

(۱۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے روایت کی احمد بن محمد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابن عرزمی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے جابر جعفی سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا اگر تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ تمہارے اندر کچھ خیر و بھلائی ہے تو اپنے قلب پر نظر کرو اگر وہ اللہ کی اطاعت کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور اللہ کی معصیت کرنے والوں سے بغض و نفرت کرتا ہے تو سمجھ لو کہ تم میں خیر و بھلائی ہے اور اللہ بھی تم سے محبت کرتا ہے اور اگر وہ اللہ کی اطاعت کرنے والوں سے بغض رکھتا ہے اور اللہ کی معصیت کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ تم میں ذرا بھی خیر و بھلائی نہیں ہے اور اللہ بھی تم سے نفرت کرتا ہے اور آدمی اسی کے ساتھ محشور ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

باب (۹۷) اللہ کی معرفت اور اس سے انکار کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے ابن بکیر سے انہوں نے زرارہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ کے اس قول **واذا خذ ربک من بنی ادم من ظهور ہم ذریتهم واشهدهم علی انفسهم الست بربکم قالوا بلی** (اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کے بیٹوں سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرایا یعنی ان سے پوچھا کہ میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں وہ کہنے لگے ہاں تو ہمارا پروردگار ہے) سورۂ اعراف۔ آیت نمبر ۱۷۲ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس آیت سے معرفت ثابت ہے۔ اس کے بعد لوگ اسے بھول گئے مگر ایک دن انہیں یاد آجائے گا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی ایک بھی یہ نہ جانتا کہ اس کا خالق کون ہے اور اس کا رازق کون ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفری حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے اور انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے عبدالرحمن بن کثیر سے انہوں نے داؤد رقی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ مخلوقات کو خلق کرے تو اس نے مخلوقات کو خلق کیا اور انہیں اپنے سامنے بکھیر دیا اور ان سے خطاب کیا۔ بتاؤ تم سب کا رب کون ہے؟ تو سب سے پہلے جس نے جواب دیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیرالمومنین علی ابن ابی طالب اور آئمہ طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ تو ہی ہم لوگوں کا رب ہے پس اللہ تعالیٰ نے علم اور دین کا اثاثہ ان لوگوں کے سپرد کیا اور ملائکہ سے کہا دیکھو یہ لوگ میرے دین اور میرے علم کے حامل اور امین ہیں اور ان ہی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اس کے بعد بنی آدم سے کہا گیا تم لوگ میری ربوبیت اور ان لوگوں کی اطاعت و ولایت کا اقرار کرو۔ تو سب لوگوں نے کہا ہاں پروردگار ہم لوگوں نے اس کا اقرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہا تم سب اس اقرار کے گواہ رہو۔ ملائکہ نے عرض کیا ہم تمام لوگ اس اقرار کے گواہ ہیں تاکہ کل یہ لوگ یہ نہ کہہ دیں کہ ہم لوگ اس سے واقف نہ تھے یا یہ نہ کہیں اس سے پہلے ہمارے آباؤاجداد مشرک تھے اور ہم لوگ انہی کی ذریت ہیں جو

ان کے بعد آئے تو کیا تو باطل پرستوں کے کرتوت کی وجہ سے ہمیں ہلاک کردے گا تو اے داؤد ہر دور میں انبیاء اس میثاق کی تاکید کرنے کے لئے آتے رہے ہیں۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے اور انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے صالح بن عقبہ سے انہوں نے عبداللہ بن محمد جعفی اور عقبہ سے اور دونوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو جسے اس نے پسند کیا اس کو طینت جنت سے خلق کیا اور جسے اس نے ناپسند کیا اس کو طینت جہنم سے خلق کیا پھر ان سب کو ظلال (یعنی سایہ) کی طرف بھیجا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا ظلال کیا ہے؟ فرمایا تم دھوپ میں اپنا سایہ نہیں دیکھتے حالانکہ وہ کوئی شے نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے انبیاء کو مبعوث کیا اور انبیاء نے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اقرار کی طرف دعوت دی چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ولئن سالتھم من خلقھم لیقولن اللہ (اور اگر ان سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے) سورۃ زخرف۔ آیت نمبر ۸۷ پھر انہیں انبیاء کے اقرار کی دعوت دی تو بعض نے انکار کیا پھر ان لوگوں کو ہم لوگوں کی ولایت کی دعوت دی تو خدا کی قسم ان ہی نے اقرار کیا جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھے اور انہوں نے انکار کیا جو اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (فما کانوا لیومنوا بما کذبوا من قبل) (پس جن کو وہ پہلے سے جھٹلا چکے تھے ان پر وہ ایمان نہ لائے) سورۃ اعراف۔ آیت نمبر ۱۰۱ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا یہ تکذیب اسی وقت سے ہے

باب (۹۸) اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے کیوں حجاب میں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن بندار نے روایت کرتے ہوئے محمد ابن علی سے اور انہوں نے محمد بن عبداللہ خراسانی خادم امام رضا علیہ السلام سے ان کا بیان ہے کہ ایک زندیق نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے کیوں پوشیدہ ہے؟ آپ نے فرمایا یہ پوشیدگی دراصل مخلوق کی ہی طرف سے ہے ان کی کثرت گناہ کی وجہ سے ورنہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پوشیدگی نہیں ہے نہ دن میں، رات میں۔ اس زندیق نے کہا پھر حاسہ بصر اس کا ادراک کیوں نہیں کرتی؟ آپ نے فرمایا وہ چیزیں جن کو آنکھ دیکھتی ہے ان میں اور اللہ میں فرق ہے وہ بہت بالاتر ہے اس سے کہ اس کو آنکھ دیکھ سکے یا وہم اس کا احاطہ کر سکے یا عقل اس کو گرفت میں لا سکے۔ زندیق نے کہا آپ ہمیں اللہ کی حدود بتائیں۔ آپ نے فرمایا اس کی کوئی حد نہیں بتائی جا سکتی۔ اس نے کہا یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا یہ اس لئے کہ ہر محدود کی ایک انتہائی حد ہوتی ہے اگر تحدید میں احتمال و شک ہو تو زیادتی کا بھی احتمال ہوتا ہے اور کمی کا بھی۔ لہٰذا وہ غیر محدود ہے نہ اس میں زیادتی آسکتی ہے نہ اس کے ٹکڑے ہو سکتے ہیں نہ وہ وہم میں آسکتا ہے۔

(۲) خبر دی مجھ کو علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسین بن ولید سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے انہوں نے ابی حمزہ ثمالی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو مخلوق سے پوشیدہ رکھا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی بنیاد جہل پر رکھی ہے اگر یہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتے تو ان کے دلوں میں نہ اللہ کی ہیبت ہوتی اور نہ عظمت ہوتی۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب تم لوگوں میں سے کوئی پہلے پہل خانہ کعبہ کو دیکھتا ہے تو اس کے دل میں کعبہ کی عظمت ہوتی ہے اور بار بار جا کر اسے دیکھتا ہے تو وہ عظمت جو پہلے اس کے دل میں تھی نہیں رہ جاتی۔

باب (۹۹) اثبات انبیاء و رسل علیہم السلام اور ان کے دلائل و معجزات میں اختلافات کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے حسین بن علی سے انہوں نے عمرو بن ابی مقدام سے انہوں نے اسحاق بن غالب سے انہوں نے ابی عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے ایک خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ حمد اس اللہ کی جو افق اعلیٰ و شان کبریائی و عظیم ملک میں ہوتے ہوئے اپنی مخلوق نے نور کے پردوں میں پوشیدہ ہے وہ ہر شے سے مافوق و بلند اور ہر شے کے قریب ہے۔ اس کی تجلی اس کی ہر مخلوق کے لئے ہے۔ بغیر اس کے کہ خود اس کو کوئی دیکھ سکے حالانکہ وہ منظر اعلیٰ پر ہے اس کو اپنی توحید میں اختصاص پسند ہے وہ اپنے نور میں پوشیدہ ہے اور اپنے علو میں بالاتر ہے وہ اپنی مخلوق سے اس لئے پوشیدہ ہے تاکہ اس کی حجت مکمل اور پوری ہو جائے۔ اس نے اپنی مخلوق میں انبیاء اور رسول و مبشر و منذر بنا کر بھیجے تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔ اور یہ انبیاء اللہ کے بندوں کو ان کے رب کی طرف سے بتائیں جس سے وہ نا واقف ہیں اور اللہ کی ربوبیت و وحدانیت و الوہیت کا انکار کرتے رہنے کے بعد اقرار کریں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا **ولو شاء ربک لجعل الناس امة واحدة و لا یزالون مختلفین الا من رحم ربک** (اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے اور مگر جس پر تمہارا پروردگار رحم کرے) سورہ ھود۔ آیت نمبر ۱۱۸/ ۱۱۹ سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ سب پہلے ایک امت تھے پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھیجے تاکہ ان پر حجت قائم کرے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے حمزہ بن محمد علوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے عباس بن عمرو فقیمی سے انہوں نے ہشام بن حکم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے ایک زندیق کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ انبیاء و رسل کی نبوت و رسالت کہاں تک ثابت کریں گے؟ فرمایا کہ جب ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ ہم لوگوں کا ایک خالق اور صانع ہے جو ہم لوگوں سے اور تمام مخلوقات سے بہت بالاتر ہے اور وہ صانع صاحب حکمت اور سب سے بالاتر بھی ہے تو پھر یہ ممکن نہیں کہ اس کی مخلوق اس کا مشاہدہ کرے اس کو لمس کرے وہ لوگوں کے ساتھ اٹھے بیٹھے اور لوگ اس کے ساتھ اٹھیں بیٹھیں وہ ان لوگوں سے بحث کرے اور لوگ اس سے بحث کریں۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ مخلوق میں اس کے سفراء موجود ہیں جو اس کا پیغام اس کی مخلوق اور اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں اور اس امر کی رہنمائی کرتے ہیں کہ ان کی بھلائی ان کا نفع اور ان کی بقا اس امر میں ہے اور اس کے ترک کرنے میں ان کی فنا ہے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس علیم و علیم کی طرف اس کی مخلوق میں کچھ حکم دینے والے کچھ منع کرنے والے اور اس کا پیغام بندوں تک پہنچانے والے موجود ہیں اور وہی انبیاء ہیں جو اللہ کی طرف سے منتخب ہیں۔ صاحب حکمت ہیں اور حکمت کے ذریعہ لوگوں کو آداب زندگی سکھاتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے حکمت دے کر بھیجے گئے ہیں اور ان کی ان صفات میں بندوں میں سے کوئی اس کا شریک نہیں اور خدائے علیم و علیم برابر حکمت کے ذریعہ ان کی مدد کرتا رہتا ہے اور یہ بات ہر زمانے کے لئے ثابت ہے۔ ہر دور میں انبیاء و رسل اپنے دلائل و معجزات لے کر آئے تاکہ اللہ کی زمین کبھی اپنی حجت سے خالی نہ رہے کہ جس کے پاس اللہ کا دیا ہوا علم ہو اور اس کے صدق مقال اور عدالت کو ثابت کرے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران سے اور انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق

علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ جناب سے دریافت کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی طرف انبیاء و رسل کیوں بھیجے؟ تو آپ نے فرمایا تاکہ اللہ تعالیٰ پر لوگوں کی حجت نہ رہ جائے اور لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس تو کوئی بشیر آیا نہ کوئی نذیر بلکہ لوگوں پر ہی اللہ تعالیٰ کی حجت ثابت رہے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا جو اس نے جہنم کے خزینہ داروں کی اہل جہنم سے گفتگو بیان کی ہے کہ وہ اہل جہنم سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ تو اہل جہنم جواب دیں گے کہ ہاں ڈرانے والا تو ضرور آیا تھا مگر ہم لوگوں نے اس کی تکذیب کی اور کہا کہ کوئی حکم احکام وغیرہ اللہ نے تم پر نازل نہیں کیا۔ تم خود سب بڑی گمراہی میں مبتلا ہو۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے متعدد لوگوں سے اور ان لوگوں نے حسین بن نعیم صحاف سے روایت کی کہ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک مومن کہ جس کا ایمان ثبت کر دیا گیا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کے ثبت ہونے کے بعد اس کے کفر میں بدل دے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تو عدل ہی عدل ہے اس نے رسولوں کو اس لئے بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو ایمان باللہ کی طرف دعوت دیں اور کسی ایک کو بھی کفر کی دعوت نہ دیں۔ میں نے عرض کیا تو پھر کیا ایسا ہے کہ ایک کافر عند اللہ جس کا کفر ثبت ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کفر کے بعد اس کو ایمان کی طرف منتقل کر دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو ایسی فطرت پر پیدا کیا ہے کہ وہ نہ کسی شریعت پر ایمان لانا جانتے تھے اور نہ کفر کو جانتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف رسول بھیجے تاکہ وہ انہیں ایمان باللہ کی دعوت دیں اور ان پر حجت قائم ہو جائے پس ان میں سے کچھ ایسے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت دی اور کچھ ایسے ہوئے کہ ان کو ہدایت نہیں دی۔

(۶) بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن علی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ سیاری نے روایت کرتے ہوئے ابو یعقوب بغدادی سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ ابن سکیت نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو عصا و ید بیضا اور آلہ سحر کا معجزہ دے کر حضرت عیسیٰ کو طب کا معجزہ دے کر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کلام و خطب کا معجزہ دے کر کیوں بھیجا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس دور میں حضرت موسیٰ کو مبعوث کیا تھا تو اس زمانے میں سحر کا غلبہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو ایسا معجزہ دے کر بھیجا کہ جس کی مثال اس قوم کے بس میں نہ تھی اور اس معجزہ نے ان کے تمام سحر کو باطل کر دیا اور حضرت عیسیٰ کو اس زمانہ میں بھیجا جس میں امراض کی کثرت تھی۔ لوگوں کو طب کی سخت ضرورت تھی تو وہ اللہ کی جانب سے ایسا معجزہ لے کر آئے کہ جس کی مثال ان کے بس میں نہ تھی وہ حکم خدا سے مردہ کو زندہ کرتے اور کوڑھیوں اور برصیوں کو اچھا کر دیتے تھے اور اس طرح ان پر اپنے نبی ہونے کی حجت و دلیل ثابت کر دی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد کو اس زمانے میں مبعوث کیا جس میں اس زمانے کے لوگوں میں کلام و خطبات و فصاحت و بلاغت کا غلبہ تھا یا شعر و شاعری کا بہت زور تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مواعظ و احکام کی وہ کتاب لے کر آئے جس نے ان کی تمام شعر و شاعری و فصاحت و بلاغت کلام کو ہیچ کر دیا اور اس طرح آپؐ نے ان پر اپنے نبی ہونے کی حجت ثابت کر دی۔

ابن سکیت نے یہ سن کر کہا خدا کی قسم اس عصر میں تو میں نے آپ کے مثل کسی کو بھی نہیں دیکھا۔ اچھا اب یہ ارشاد ہو کہ عصر میں خلق پر کون حجت خدا ہے؟ آپ نے فرمایا عقل ہے جس سے پہچانا جا سکتا ہے کہ کون صادق ہے تاکہ اس کی تصدیق کی جائے اور کون کاذب ہے جس کی تکذیب کی جائے۔ ابن سکیت نے کہا خدا کی قسم اس کا یہی جواب ہے۔

باب (۱۰۰) معجزہ کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران سے

انہوں نے اپنے چچا سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو اپنے رسولوں کو اور آپ لوگوں کو معجزہ کیوں عطا کیا؟ آپ نے فرمایا تاکہ جو کچھ یہ اللہ کی طرف سے لائے ہیں اس کی سچائی کی دلیل بن جائے۔ معجزہ اللہ کی طرف سے ایک نشانی ہے اللہ تعالیٰ یہ معجزہ اپنے انبیاء اپنے رسل اور اپنی حجتوں کے سوا اور کسی کو عطا نہیں کرتا تاکہ اس سے سچے کی سچائی اور جھوٹے کا جھوٹ پہچانا جاسکے۔

باب (۱۰۱) وہ سبب جس کی بنا پر اولوالعزم کو اولوالعزم کہا جاتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کی سعد بن عبداللہ سے اور انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے مفضل بن صالح سے انہوں نے جابر بن یزید سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی قول خدا **ولقد عهدنا الى آدم من قبل فنسى ولم نجد له عزما*** (اور ہم نے پہلے آدم سے عہد لیا تھا مگر وہ اسے بھول گئے اور ہم نے ان میں عزم نہ پایا سورہ طٰہٰ۔ آیت نمبر ۱۱۵ کے متعلق تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے نے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد آنے والے آئمہ کے متعلق عہد لیا مگر انہوں نے اس عہد کو ترک کردیا اور ان لوگوں کے متعلق ان کو عزم و یقین نہیں تھا کہ یہ لوگ ایسے ہیں اور اولوالعزم کو اولوالعزم اس لئے کہتے ہیں کہ ان سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد ان کے اوصیاء اور امام مہدی اور ان کی سیرت کے متعلق عہد لیا گیا اور وہ اپنے اس یقین و عزم پر قائم رہے کہ یہ ہستیاں ایسی ہی ہیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن فضال نے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اولوالعزم کو اولوالعزم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ لوگ صاحبان عزم و شریعت تھے چنانچہ حضرت نوحؑ کے بعد حضرت ابراہیمؑ تک جو بھی نبی آیا وہ حضرت نوحؑ کی شریعت و سیرت پر عمل کرتا رہا اور ان کی کتاب کا تابع رہا۔ اور پھر حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں اور اس کے بعد حضرت موسیٰؑ تک جتنے بھی نبی آئے وہ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت و طریقہ پر عمل پیرا رہے اور ان کے صحیفوں کے تابع رہے پھر حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں اور ان کے بعد جتنے بھی نبی تھے وہ حضرت موسیٰ کی شریعت و طریقہ پر عمل پیرا رہے اور ان کی کتاب کے تابع رہے حضرت عیسیٰؑ کے زمانے تک۔ پھر حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں اور اس کے بعد جتنے انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک آئے وہ سب حضرت عیسیٰؑ کی شریعت و طریقت کے پیرو رہے اور ان کی کتاب کے تابع رہے۔ تو یہ پانچ انبیاء ہیں جن کو اولوالعزم کہا جاتا ہے اور یہ انبیاء و رسل میں سب سے افضل ہیں اور شریعت محمدیؐ تاقیامت باقی رہے گی منسوخ نہیں ہوگی۔ اور اس کے بعد کوئی نبی قیامت تک نہیں ہوگا پس اگر ہمارے نبیؐ کے بعد اگر کوئی شخص اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا خون ہر اس شخص کے لئے مباح ہے جو اس کے اس دعویٰ کو سنے۔

باب (۱۰۲) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے رسولوں اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی اطاعت کا حکم دیا۔

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابن اذینہ سے انہوں نے ابان بن ابی عیاش سے انہوں نے سلیم بن قیس سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسول اور اولی الامر کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت کا حکم اس لئے دیا ہے کہ وہ معصوم اور برائیوں سے پاک

ہوں گے اور کبھی اللہ کی معصیت کا حکم نہیں دیں گے۔

باب (۱۰۳) وہ سبب جس کی بنا پر نبی اور امام کی لوگوں کو احتیاج ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحیٰی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مغیرہ بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے رجاء بن سلمہ نے روایت کرتے ہوئے عمرو بن شمر سے انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابو جعفر امام محمد بن علی باقر علیہم السلام سے عرض کیا کہ آخر نبی اور امام کی ضرورت کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس لئے کہ بقائے عالم ان ہی کی صلاح پر موقوف ہے اور وہ اس طرح کہ جب تک کوئی نبی یا امام زمین پر موجود ہوتا ہے اللہ تعالیٰ زمین سے عذاب کو اٹھائے رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا خود ارشاد ہے **وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم** (اور خدا ایسا نہ تھا کہ جب تک تم ان میں تھے انہیں عذاب دیتا) سورۃ انفال۔ آیت نمبر ۳۳ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیت زمین کے لئے امان ہیں اگر آسمان پر ستارے نہ رہیں تو اہل آسمان پر عذاب نازل ہو جائے گا اس طرح اگر ہمارے اہلبیت زمین پر نہ رہیں تو اہل زمین پر عذاب نازل ہو جائے اور آنحضرتؐ نے اپنے اہلبیت سے مراد صرف ائمہ علیہم السلام کو لیا ہے جن کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ رکھا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** (اے مومنو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو صاحب امر ہوں) سورۃ نساء۔ آیت نمبر ۵۹ اور یہ اولی الامر وہی لوگ ہیں جو معصوم اور ہر طرح کی برائیوں سے پاک ہیں۔ جن سے نہ کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے نہ وہ کبھی کسی معصیت میں مبتلا ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید و توفیق و پشت پناہی حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان ہی کے واسطے سے اپنے بندوں کو رزق دیتا ہے بستیوں کو آباد کرتا ہے ان کے واسطے سے آسمان سے بارش ہوتی ہے اور ان ہی کے واسطے سے زمین سے پھوٹ نکلتی ہے ان ہی کے واسطے گنہگاروں کو مہلت توبہ ملتی ہے اور نزول عذاب میں تعجیل نہیں کی جاتی۔ ان سے روح القدس کبھی جدا نہیں ہوتا اور نہ یہ لوگ اس سے جدا ہوتے ہیں یہ لوگ نہ کبھی قرآن سے جدا ہوتے ہیں اور نہ قرآن ان سے جدا ہوتا ہے صلوات اللہ علیہم۔

باب (۱۰۴) وہ سبب جس کی بنا پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن احمد صائغ رضی اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن عبیداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن محبوب سے انہوں نے صالح بن سہل سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قریشیوں میں سے کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہا آپ تمام انبیاء سے افضل اور سابق کیسے ہو گئے آپ تو تمام انبیاء کے آخر میں اور خاتمہ پر آئے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا میں ہی وہ پہلی مخلوق ہوں کہ جس نے اپنے رب کی ربوبیت کا اقرار کیا اور جب انبیاء سے عہد و میثاق لیا تو ان کو ان کے نفسوں پر شاہد بنایا اور پوچھا کیا میں تم سب کا رب نہیں ہوں تو سب سے پہلے میں نے جواب دیا اور سے پہلے بلی کہا اس طرح میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے اقرار میں سب کے سابق رہا۔

باب (۱۰۵) وہ سبب جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے ابی

عبد اللہ محمد بن خالد برقی سے انہوں نے جعفر بن محمد صوفی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام جعفر محمد بن علی الرضا (امام محمد تقی) علیہ السلام سے سوال کیا اور عرض کیا کہ فرزند رسول یہ بتائیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امی کے لقب سے کیوں یاد کیا جاتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا لوگوں کا خیال ہے کہ چونکہ وہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اس لئے ان کو امی کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ ان پر لعنت کرے وہ جھوٹے ہیں۔ کیسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ خود اپنی کتاب محکم میں ارشاد فرماتا ہے کہ **ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم آیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین** (وہ (اللہ تعالیٰ) وہی ہے جس نے ام القریٰ کے رہنے والوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان پر اس کی آیتیں (احکام) پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اگرچہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں تھے) سورۃ جمعہ۔ آیت نمبر ۲ سوچنے کی بات ہے جو شخص لکھنا پڑھنا خود نہ جانتا ہو وہ دوسروں کو کیسے پڑھائے گا اور حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر (۷۲) زبانوں میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ راوی کا کہنا ہے کہ یا شاید آپ نے فرمایا کہ وہ تہتر (۷۳) زبانوں میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور آپ کو امی کے لقب سے اس لئے یاد کیا گیا کہ یہ مکہ کے باشندے تھے اور مکہ ہی ام القریٰ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ (**ولتنذر ام القریٰ ومن حولھا**) (تاکہ تم مکہ والوں اور اس کے ارد گرد والوں کو ڈراؤ) سورۃ انعام۔ آیت نمبر ۹۲۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن موسیٰ خشاب نے روایت کرتے ہوئے علی بن حسان اور اسباط سے ایک مرفوع روایت کرتے ہوئے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ آپ نے فرمایا اللہ ان لوگوں پر لعنت کرے وہ لوگ غلط کہتے ہیں یہ کب ممکن ہے اللہ تعالیٰ تو یہ کہتا ہے **ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم آیٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین** پھر جب وہ لکھنا پڑھنا جانتے ہی نہ تھے تو کتاب و حکمت کی تعلیم کیسے دیتے تھے۔ میں نے عرض کیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب امی کیسے ہو گیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ مکہ کی طرف منسوب تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ **ولتنذر ام القریٰ ومن حولھا** اور ام القریٰ مکہ کو کہتے ہیں اس لئے آنحضرتؐ امی کہے گئے ہیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن عامر سے روایت کرتے ہوئے عبد الرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے یحییٰ بن عمران حلبی سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت ابی عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق دریافت کیا گیا **واوحی الی ھٰذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ** (اور یہ قرآن مجھ پر اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے آگاہ کر دوں) سورۃ انعام۔ آیت نمبر ۱۹ تو آپ نے فرمایا ہر زبان میں۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن الحسین بن ابی خطاب نے اور انہوں نے شریف بن سابق تفلیسی سے انہوں نے فضل بن ابی قرہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کے قول **قال اجعلنی علی خزآئن الارض انی حفیظ علیم** (حضرت یوسف نے کہا کہ ملک کے خزانے میرے سپرد کر دیجئے میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں) سورۃ یوسف۔ آیت نمبر ۵۵ کے متعلق روایت کی ہے کہ اس آیت میں حفیظ کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ میرے زیر قبضہ ہو گا اس کا محافظ رہوں گا اور علیم کا مطلب یہ ہے ہر زبان کا عالم ہوں۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے معاویہ بن حکیم نے روایت

کرتے۔ نے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا اللہ کی طرف سے آنحضرتؐ کے پاس جو کچھ آتا وہ پڑھ لیتے مگر لکھتے نہ تھے چنانچہ جب ابو سفیان نے عباس کے اس خط پر توجہ دی جو آپ کے پاس آیا تھا جس وقت آپ مدینہ کے بعض باغات میں تھے۔ آپ نے وہ خط پڑھا اور اصحاب کو نہیں بتایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مدینہ میں داخل ہو جائیں اور جب سب مدینہ میں داخل ہو گئے تو آپ نے انہیں بتایا۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید و محمد بن خالد برقی سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرتے تھے لکھا نہیں کرتے تھے۔

(۷) میرے والد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد ابن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے حسن بن زیاد صیقل سے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر جہاں اور عنایتیں کیں وہاں ایک عنایت یہ بھی کی کہ وہ امی تھے نہ لکھتے تھے اور نہ کتاب پڑھتے تھے۔

(۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو العباس احمد بن اسحاق مازرانی نے بصرہ میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو قلابہ عبدالملک بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے غانم بن حسن سعدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مسلم بن خالد مکی نے انہوں نے جعفر ابن محمد سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر کتاب اور وحی سوائے عربی کے کسی اور زبان میں نازل نہیں کی مگر جب وہ انبیاء کے کانوں تک پہنچی تو ان کی قوم کی زبان میں تبدیل ہو جاتی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کانوں تک عربی زبان ہی میں پہنچی اور جب آپؐ کسی غیر عربی سے بات کرتے تو عربی میں ہی بات کرتے مگر اس کے کانوں تک خود اس کی زبان میں بات پہنچی اور جب بھی ہم میں سے کوئی کسی اور زبان میں بات کرتا تو آنحضرتؐ کے گوش مبارک میں وہ بات عربی زبان پہنچتی اور اللہ کی طرف سے آپ کو یہ شرف ملا تھا کہ حضرت جبرئیلؑ دونوں کے درمیان مترجم بنے رہتے۔

باب (۱۰۶) وہ سبب جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محمد و احمد و ابو القاسم و بشیر و نذیر و داعی و ماحی و عاقب و حاشر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ کو اور انہوں نے ابو الحسن علی ابن الحسین برقی سے اور انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حسن بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے آباء سے انہوں نے اپنے جد حضرت امام حسن بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے آپ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ یہود کے چند افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ان میں جو سب سے بڑا صاحب علم تھا اس نے آنحضرتؐ سے بہت سے سوالات کئے منجملہ ان کے اس نے یہ بھی سوال کیا وجہ ہے کہ آپ کو محمد و احمد و ابو القاسم و بشیر و نذیر و داعی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آپؐ نے جواب دیا میرا نام زمین پر محمد اور آسمانوں میں احمد ہے اور میرا نام ابو القاسم اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کردے گا ایک حصہ جہنم کا ہوگا اولین و آخرین میں سے جو بھی میری نبوت سے انکار کرے گا وہ جہنم میں جائے گا اور دوسرا

حصہ جنت کا ہو گا جو بھی مجھ پر ایمان لائے گا اور میری نبوت کا اقرار کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔ میرا نام داعی اس لئے ہے کہ میں لوگوں کو اپنے پروردگار کے دین کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میرا نام نذیر اس لئے ہے کہ جو میری نافرمانی کرتا ہے۔ اس کو میں جہنم سے ڈراتا ہوں اور میرا نام بشیر اس لئے ہے کہ جو میری اطاعت کرتا ہے میں اسے جنت کی بشارت دیتا ہوں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن فضال نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن (امام رضا) علیہ السلام سے عرض کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم کیوں ہے؟ فرمایا اس لئے کہ آپ کے ایک فرزند تھے جن کا نام قاسم تھا اس لئے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہو گئی۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول کیا آپ مجھے اس کا اہل سمجھتے ہیں کہ اس کے متعلق کچھ مزید ارشاد فرمائیں؟ آپ نے فرمایا ہاں سنو میں سناتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور علی دونوں اس امت کے باپ ہیں میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا پھر کیا تم نہیں جانتے کہ آپ کی تمام امت میں علی علیہ السلام کا بھی شمار ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ حضرت علی علیہ السلام قاسم جنت و نار ہیں۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تو بس آنحضرت کو ابوالقاسم اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قاسم جنت و نار کے باپ ہیں۔ میں نے عرض کیا باپ کا مطلب؟ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت اپنی امت پر ایسی ہے جیسے باپ کی شفقت اپنی اولاد پر اور آپ کی امت میں سب سے افضل حضرت علیؑ ہیں۔ آپؐ کے بعد آپ کی امت پر حضرت علیؑ بھی ویسے ہی شفیق و مہربان تھے اس لئے کہ وہ آنحضرتؐ کے وصی اور ان کے جانشین اور ان کے بعد لوگوں کے امام تھے۔ اسی لئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہم اور علی دونوں اس امت کے باپ ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرتؐ منبر پر تشریف لے گئے اور اعلان فرمایا کہ جو شخص قرض چھوڑ کر مر جائے یا کسمپرسی کے عالم میں مر جائے تو اس کے قرض وغیرہ کی ذمہ داری میرے اوپر ہے جو شخص مال و دولت چھوڑ کر مرے تو اس کا ترکہ اس کے وارثوں کا ہو گا تو اس طرح آنحضرتؐ مرنے والوں کے ماں باپ سے بھی اولیٰ ٹھہرے بلکہ آپؐ ان کے نفسوں سے بھی زیادہ اولیٰ ہوئے اور اس طرح آنحضرتؐ کے بعد امیرالمومنین علیہ السلام کو بھی وہی حیثیت حاصل ہے جو آنحضرتؐ کو حاصل تھی۔

(۳) بیان کیا مجھ سے ابوالحسین محمد بن علی بن شاہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوبکر محمد بن جعفر بن احمد بغدادی نے مقام آمد پر انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن بخت نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسود وراق نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن سلیمان سے انہوں نے حفص بن بختری سے انہوں نے محمد بن حمید سے انہوں نے محمد بن منکدر سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں حضرت آدمؑ سے سب سے زیادہ مشابہ میں ہوں اور لوگوں میں مجھ سے سب سے زیادہ مشابہ خَلق و خُلق میں حضرت ابراہیمؑ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بالائے عرش میرے دس نام رکھے ہیں اور میرے اوصاف بیان کئے ہیں اور ہر وہ رسول جس کو اللہ نے اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا اسے اس کی زبان میں میرے آنے کی بشارت دی اور توریت میں میرے نام کا ذکر کیا اور اہل توریت و انجیل میں میرے ذکر کو پھیلایا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا مجھے علم دیا اور مجھے اپنے آسمانوں میں بلند کیا اور اپنے اسماء میں سے ایک نام میرے لئے مشتق دہ خود کیا وہ خود محمود ہے تو میرا نام محمد رکھا اور میری امت کے بہترین دور میں مجھے مبعوث کیا۔ توریت میں میرا نام احید بنایا اور توحید کی وجہ سے میری امت کے اجسام پر جہنم کو حرام کر دیا اور انجیل میں میرا نام احمد رکھا۔ پس میں اہل آسمان میں محمود ہوا اور میری امت کو حامدین قرار دیا اور زبور میں میرا نام ماحی قرار دیا میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ زمین سے بت پرستی کو محو کرے گا اور قرآن میں میرا نام محمد قرار دیا اور قیامت کے دن قضایا فیصل کرنے میں محمود ہوں گا۔ میرے علاوہ کوئی دوسرا اللہ کی بارگاہ میں شفاعت نہ کر سکے گا اور عرصۂ محشر میں میرا نام حاشر ہو گا لوگ میرے حکم پر محشور ہوں گے اور میرا نام موقف بھی ہے میں اللہ کے حضور میں لوگوں کو کھڑا کروں گا۔ میرا نام عاقب بھی ہے میں تمام انبیاء کے عقب اور بعد میں آیا ہوں میرے بعد کوئی رسول نہ ہو گا۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے رسول رحمت،

رسول توبہ، رسول ملاحم (جنگ و جدل)، اور مقتفی (سب سے بعد میں آنے والا) بنایا ہے اس لئے کہ میں انبیاء کی جماعت میں سب سے پیچھے بھیجا گیا ہوں مقیم کامل و جامع ہوں۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا۔ اے محمدؐ میں نے تمام رسولوں کو ان کی قوم اور ان کی زبان میں مبعوث کیا اور میں نے تمہیں ہر سرخ و سیاہ پر رسول بنایا اپنی مخلوق میں۔ اور تمہیں رعب دے کر تمہاری مدد اس طرح کی کہ اور کسی کی مدد نہیں کی۔ تمہارے مال غنیمت کو حلال قرار دیا حالانکہ اس سے قبل کسی کے لئے مال غنیمت حلال نہیں کیا۔ میں نے تمہیں عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ عطا کیا وہ فاتحۃ الکتاب اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں ہیں۔ ہم نے تمہاری امت کے لئے پوری روئے زمین کو جائے سجدہ قرار دیا اور اس کی مٹی کو مطہر اور پاک کرنے والی بنایا۔ میں نے تمہیں اور تمہاری امت کو نعرہ تکبیر عطا کیا۔ میں نے تمہارے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ رکھا۔ چنانچہ تمہاری امت کا کوئی بھی شخص جب میرا ذکر کرے گا تو وہ تمہارا بھی ذکر کرے گا۔ پس اے محمدؐ پس یہ خوشخبری تمہارے لئے اور تمہاری امت کے لئے ہے۔

باب (۱۰۷) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ سے کہا کہ جو کچھ میں نے تم پر نازل کیا ہے اگر اس میں تمہیں کوئی شک ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو تم سے پہلے کتاب پڑھتے ہوئے آرہے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے بکر بن صالح سے اور انہوں نے ابوالخیر سے انہوں نے محمد بن حسان سے انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن اسماعیل دارمی سے انہوں نے محمد بن سعید اذخری سے اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو موسیٰ بن محمد بن علی رضا کی صحبت میں رہا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ موسیٰ نے مجھ سے بیان کیا یحییٰ بن اکثم نے ایک مرتبہ انہیں ایک خط لکھا جس میں بہت سے مسائل دریافت کئے۔ منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق بتائیں **(فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فسئل الذین یقرؤن الکتٰب من قبلک)** (اب اگر تم کو اس کتاب کے بارے میں جو ہم نے تم پر نازل کی ہے کچھ شک ہو تو جو لوگ تم سے پہلے کی اتری ہوئی کتابیں پڑھتے ہیں ان سے پوچھ لو) سورہ یونس۔ آیت نمبر ۹۴ کہ اس آیت کا مخاطب کون ہے اگر اس کے مخاطب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خود آنحضرتؐ کو نزول وحی میں شک تھا اور اگر آنحضرتؐ کے علاوہ کوئی اور مخاطب ہے تو یہ تو جب ہوتا ہے کہ کتاب کسی غیر پر نازل ہوئی ہوتی؟ موسیٰ بن محمد کہتے ہیں کہ یہ سوال میں نے علی بن محمد علیہ السلام سے کیا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا اس آیت میں خطاب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی ہے حالانکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کیا تھا اس میں کوئی شک نہ تھا مگر عرب کے جاہل لوگ یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ملک کو نبی بنا کر کیوں نہیں بھیجا۔ اس نبی میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں جس طرح ہم لوگ کھانے پینے اور بازاروں میں گھومنے سے مستثنیٰ نہیں اسی طرح یہ نبی بھی مستثنیٰ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے اس آیت میں کہا کہ عرب کے جاہلوں کے سامنے تم ان لوگوں سے پوچھو جو تم سے قبل کی کتابوں کو پڑھتے ہیں کہ بتاؤ اس سے قبل اللہ نے ایسے ہی رسولوں کو ہی تو بھیجا جو کھاتے پیتے اور بازاروں میں گھومتے پھرتے تھے اور ان ہی لوگوں کا عمل تمہارے لئے نمونہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ اگر تمہیں کوئی شک ہے تو ایسا ہی ہے جیسا کہ آیہ مباہلہ میں ارشاد ہوا کہ **ثم نبتھل فنجعل لعنت اللہ علی الکٰذبین.** (پھر دونوں فریق خدا سے دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں) سورہ آل عمران۔ آیت نمبر ۶۱ اگر اس کے بدلے کہتا کہ آؤ ہم تم لوگوں پر اللہ کی لعنت قرار دیں تو وہ ہرگز مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوتے اس لئے کہا کہ ہم سب جھوٹے پر اللہ کی لعنت قرار دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ خود جانتا تھا کہ اس کا نبی اس کی طرف سے فریضہ رسالت ادا کر رہا ہے کہ وہ کاذبین میں سے نہیں ہے پس اس طرح اس آیت میں بھی اللہ

باب (۱۱۰) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یتیم بنایا

(۱) بیان کیا مجھ سے حمزہ بن محمد علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو العباس احمد بن محمد کوفی نے روایت کرتے ہوئے علی بن الحسن بن علی بن فضال سے انہوں نے اپنے بھائی اور انہوں نے احمد بن محمد ابن عبد اللہ بن مروان سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یتیم اس لئے بنایا تاکہ ان پر کسی کی اطاعت فرض نہ رہے۔

باب (۱۱۱) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد نرینہ باقی نہ رہی

(۱) علی بن حاتم قزوینی نے اپنے ایک خط میں مجھے بتایا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے اور انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسین بن ولید سے انہوں نے عبد اللہ بن حماد سے انہوں نے عبد اللہ ابن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کوئی اولاد نرینہ باقی نہ رہی؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی کی حیثیت سے اور علی علیہ السلام کو وصی کی حیثیت سے خلق کیا پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کا کوئی فرزند باقی رہتا تو وہ امیر المومنین علیہ السلام سے زیادہ وصی بننے کا حقدار ہوتا اور امیر المومنین علیہ السلام کی وصایت ثابت نہ ہو سکتی۔

باب (۱۱۲) سبب معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن سنانی و علی بن احمد بن محمد دقاق و حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مودب و علی بن عبد اللہ وراق رضی اللہ عنہم نے ان سب کا بیان ہے کہ ہم لوگوں سے محمد بن ابی عبد اللہ کوفی اسدی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے اور انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ثابت بن دینار سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت زین العابدین علی ابن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے دریافت کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کی کوئی جائے سکونت اور کوئی مکان ہے جہاں وہ رہتا ہو؟ آپ نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ اس سے بہت بالاتر ہے۔ میں نے عرض کیا تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمان کی طرف کیوں لے گیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے تاکہ انہیں ملکوت سموات اور ان میں جو عجیب عجیب صنعتیں و نئی نئی خلقتیں ہیں وہ سب دکھائے۔ میں نے عرض کیا پھر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ (ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ) (پھر وہ نزدیک ہوا پس وہ لٹک گیا پھر دو کمانوں کا فاصلہ رہا) سورۃ نجم۔ آیت نمبر ۸ تو آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور کے حجابوں سے قریب ہوئے تو آپؐ نے ملکوت سموات کو دیکھا ثم تدلی پھر وہاں سے نظر نیچے کی تو ملکوت ارض کو دیکھا اور ایسا محسوس کیا جیسے آپ زمین کے قریب ہیں جیسے دو کمان یا اس سے بھی کم کا فاصلہ ہو۔

(۲) بیان کیا مجھ سے حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مودب اور علی بن عبد اللہ وراق اور احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہم نے ان سب لوگوں کا بیان ہے کہ بیان کیا ہم لوگوں سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے یحییٰ بن ابی عمران اور صالح بن سندی سے انہوں نے یونس بن عبد الرحمن سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے

عرض کیا کہ کیا سبب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو آسمانوں تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اور وہاں سے حجاب نور تک لے گیا اور ان سے مخاطب ہوا اور وہاں اس نے آپ سے سرگوشی کی حالانکہ اللہ تعالیٰ کا مقام معین نہیں ہے تو آپ نے فرمایا اگرچہ اللہ تعالیٰ زمان و مکان کی قید سے بالاتر ہے مگر اس کا ارادہ ہوا کہ آنحضرتؐ کی زیارت سے اپنے ملائکہ اور آسمانوں کے ساکنین کو بھی مشرف و مکرم کرے اور آنحضرتؐ کے عالم بالا سے مبعوث ہونے کے بعد جو عظیم و عجیب چیزیں اس نے خلق کی ہیں اور جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی تھی وہ آپ کو دکھائے اور مشبہین جیسا کہتے ہیں ایسا نہیں ہے۔

باب (۱۳۱) وہ سبب جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے لئے پچاس (۵۰) نمازوں میں تخفیف کی درخواست نہیں کی جب تک کہ حضرت موسیٰ نے آپؐ سے تخفیف کی درخواست کرنے کے لئے نہیں کہا اور اس کا سبب کہ آپؐ نے پانچ نمازوں میں تخفیف کی درخواست نہیں کی

۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصام رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب نے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے علی بن محمد بن سلیمان نے روایت کرتے ہوئے اسماعیل بن ابراہیم سے انہوں نے جعفر بن محمد تمیمی سے انہوں نے حسین بن علوان سے انہوں نے عمرو بن خالد سے انہوں نے زید بن علی علیہ السلام سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے پدر بزرگوار سید العابدین علیہ السلام سے عرض کیا بابا یہ بتائیں کہ جب ہمارے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان کی طرف تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پچاس نمازوں کا حکم دیا تو انہوں نے اس میں تخفیف کی درخواست نہیں کی جب تک کہ حضرت موسیٰ نے آپؐ سے نہیں کہا کہ آپ اس میں تخفیف کی درخواست کریں اس لئے کہ آپ کی امت پچاس نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی۔ آپ نے فرمایا اے فرزند رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی حکم ملتا اس پر کوئی اعتراض اور نظر ثانی کی درخواست نہیں کرتے تھے مگر جب حضرت موسیٰ نے آپؐ سے اس کے متعلق کہا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ آپ کی امت کی شفاعت و سفارش کر رہے ہیں اور آپ کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ اپنے برادر موسیٰ کی شفاعت کو رد کریں اس لئے آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی طرف دوبارہ رجوع کیا۔ تخفیف کی درخواست کی یہاں تک کہ پچاس کے بدلے پانچ نمازیں کرائیں۔ زید بن علی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا بابا پھر آنحضرتؐ نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اپنی امت کے لئے پانچ نمازوں میں سے کچھ اور تخفیف کیوں نہ کرائی۔ فرمایا اے فرزند آنحضرتؐ نے چاہا کہ اپنی امت کے لئے تخفیف کے ساتھ پچاس نمازوں کا ثواب بھی حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **من جاء بالحسنة فله عشر امثالها** (جو کوئی خدا کے حضور نیکی لے کر آئے گا اسے ویسی دس نیکیاں ملیں گی) سورۃ انعام۔ آیت نمبر ۱۶۰ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جب آنحضرتؐ معراج سے واپس اترے تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ ان پانچ کو ہم پچاس ہی شمار کریں گے ہم نے جو کہہ دیا وہ کہہ دیا ہمارا قول نہیں بدلا کرتا اور ہم اپنے بندوں کے ساتھ ناانصافی نہیں کریں گے۔ زید بن علی کہتے ہیں میں نے عرض کیا بابا اللہ تعالیٰ کی صفت یہ نہیں بیان کی جاتی کہ وہ ذو مکان ہے آپ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ مکان و مکانیت سے بالاتر ہے وہ کسی مکان میں نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کا کیا مطلب کہ اپنے رب کے پاس واپس جا کر کہیئے تو آپ نے فرمایا اس کا مطلب وہی ہے جو حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کا مطلب ہے کہ **انی ذاهب الی ربی سیهدین** (یقیناً میں اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں وہ بہت جلد مجھے میری منزل مقصود پر پہنچا دے گا) سورۃ صافات۔ آیت نمبر ۹۹ اور اس قول کا وہی مطلب ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کا مطلب ہے کہ **وعجلت الیک رب لترضی** (اور اے میرے پروردگار میں نے تیری طرف آنے کی جلدی اس

لئے کی ہے کہ تو خوش ہو) سورۃ طہ ۔ آیت نمبر ۸۴ اور اس کا یہی مطلب ہے کہ ففروا الی اللہ (پس تم اللہ ہی کی طرف بھاگو) سورۃ الذاریات ۔ آیت نمبر ۵۰ یعنی بیت اللہ کے حج کے لئے جاؤ اے فرزند کعبہ بیت اللہ ہے جس نے بیت اللہ کا حج کیا وہ گویا اللہ کی طرف گیا اور ساری مسجدیں اللہ کا گھر ہیں جو ان مسجدوں کی طرف گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف گیا اور اللہ کی طرف اس نے قصد کیا نیز نمازی جب تک نماز میں مشغول رہتا ہے وہ اللہ کے سامنے کھڑا رہتا ہے اور (حج کے موقع پر) حاجی جب تک عرفات میں ٹھہرا رہتا ہے وہ اللہ کے سامنے ٹھہرا رہتا ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کے لئے آسمانوں میں بھی ایک خطہ ہے جو شخص اس بلندی تک پہنچا وہ گویا خدا تک پہنچا ۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا ہے کہ تعرج الملئکۃ والروح الیہ (فرشتے اور روح اس کے حضور میں ایسے دن میں بلند ہوتے) سورۃ المعارج ۔ آیت نمبر ۴ اس کی طرف ملائکہ اور روح چڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کے قصہ میں کہتا ہے بل رفعہ اللہ (بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا) سورۃ النساء ۔ آیت نمبر ۱۵۸ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ اس کے حضور میں پاکیزہ کلمے چڑھتے ہیں ۔ اور نیک عمل بھی کہ وہ (اللہ تعالیٰ) اس کو بلند کرتا ہے) سورۃ فاطر ۔ آیت نمبر ۱۰ ۔ پاک کلمے اس کی طرف بلند ہو کر پہنچتے ہیں اور عمل صالح کو وہ خود اپنی طرف بلند کر لیتا ہے ۔

باب (۱۱۴) وہ سبب جس کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو عقیل بن ابی طالب سے دو محبتیں تھیں

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو محمد حسن بن محمد بن یحیی بن حسن بن جعفر بن عبید اللہ ابن الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم اسلام نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے جد یحیی بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن محمد بن یوسف فریابی مقدسی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن الحسن نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن رستم سے انہوں نے ابی حمزہ سکری سے انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے انہوں نے عبدالرحمن بن سابا سے انہوں نے بیان کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب عقیل سے فرمایا کرتے تھے کہ اے عقیل میں تم سے دو محبتیں اپنے دل میں رکھتا ہوں ۔ ایک تو خود تمہاری محبت اور دوسرے حضرت ابی طالب کی محبت کی وجہ سے محبت ۔

باب (۱۱۵) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کے تمام اعضاء میں اگلی دست کا گوشت بہت زیادہ پسند تھا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے علی بن ریان سے انہوں نے عبید اللہ بن عبد اللہ واسطی سے انہوں نے واصل بن سلیمان سے انہوں نے درست سے یہ روایت

مرفوع کرتے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کے تمام اعضاء میں سے اگلی دست کا گوشت کیوں سب سے زیادہ پسند تھا ؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ حضرت آدم علیہ اسلام اپنی ذریت کے انبیاء کی طرف سے قربانی پیش کیا کرتے تھے اور ہر نبی کے نام سے جانور کا ایک عضو منسوب کیا کرتے تھے چنانچہ ہمارے نبیؐ کے نام سے اگلی دست منسوب کرتے اسی بنا پر آنحضرت کو اگلی دست کا گوشت سب سے زیادہ پسند تھا ۔

(۲) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگلی دست کا گوشت اس لئے بہت زیادہ پسند فرماتے تھے کہ وہ گھاس و چارہ سے قریب اور بول و براز کے مقام سے زیادہ دور ہوتی ہے ۔

باب (۱۱۶) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے مکرم ہستیوں کا نام محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ رکھا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو نصر احمد بن حسین بن احمد بن عبید نیشاپوری مروانی نے نیشاپور کے اندر میری ملاقات اس سے بڑے ناصبی سے کبھی نہیں ہوئی تھی اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسحاق بن ابراہیم بن مہران سراج نے اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن عرفہ عبدی نے اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے وکیع بن جراح نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسرائیل سے انہوں نے ابو صالح سے انہوں نے حضرت ابوذر رحمہ اللہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپؐ نے فرمایا کہ ہم اور علی ابن طالب دونوں ایک نور سے پیدا کئے گئے آدم کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے۔ اور ہم عرش میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے رہتے تھے پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو وہ نور ان کے صلب میں ودیعت کر دیا چنانچہ جب حضرت آدم کی سکونت جنت میں ہوئی تو ہم لوگ ان کے صلب میں تھے۔ جب ان سے خطا سرزد ہوئی تو ہم لوگ ان کے صلب میں تھے۔ جب حضرت نوحؑ سفینہ میں سوار ہوئے تو ہم لوگ ان کے صلب میں تھے۔ جب حضرت ابراہیم آگ میں پھینکے گئے تو ہم لوگ ان کے صلب میں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو مسلسل پاک صلبوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے ہم لوگوں کو صلب عبد المطلب میں پہنچایا پھر وہاں سے ہم لوگوں کے نور کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا مجھے صلب عبد اللہ میں قرار دیا اور علی کو صلب ابو طالب میں قرار دیا۔ مجھے نبوت و برکت سے نوازا اور علی کو فصاحت و شجاعت سے نوازا اور ہم لوگوں کے لئے اپنے دو نام سے دو نام مشتق کئے پس صاحب عرش کا نام محمود اور میرا نام محمد ہے اللہ علی ہے اور یہ علی ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن سعید ہاشمی کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے فرات بن ابراہیم کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن الحسین بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن فضل جعفر بن علی بن ابراہیم بن سلیمان بن عبد اللہ بن عباس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی زعفرانی بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سہل بن یسار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن طائی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا محمد بن عبد اللہ مولیٰ بنی ہاشم نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسحاق سے انہوں نے واقدی سے انہوں نے ہذیل سے انہوں نے مکحول سے انہوں نے طاؤس سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالب سے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی، ملائکہ نے ان کو سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی جنت میں ساکن کیا اور اپنی کنیز حوا سے ان کا نکاح کر دیا تو آدم کی نگاہ عرش کی طرف اٹھی اور دیکھا کہ اس میں پانچ سطروں میں کچھ تحریر نظر آئی تو پوچھا کہ پروردگار یہ کون لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میری مخلوق ان کو اپنا شفیع میری درگاہ میں بنائے گی تو میں ان کی شفاعت کروں گا۔ حضرت آدمؑ نے عرض کیا پروردگار تجھے اس قدر و منزلت کی قسم جو تیرے نزدیک ان کی ہے یہ بتا کہ ان کے نام کیا ہیں؟ ارشاد ہوا سنو پہلا نام میں محمود ہوں اور وہ محمد ہے، دوسرا نام میں عالی ہوں اور یہ علی ہے، تیسرا نام میں فاطر ہوں اور یہ فاطمہ ہے، چوتھا نام میں محسن ہوں اور یہ حسن ہے، پانچواں نام میں ذوالاحسان ہوں اور یہ حسین ہے یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد دقاق رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر اسدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمران نخعی نے روایت کرتے ہوئے حسین بن یزید سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے مفضل بن عمر سے انہوں نے ثابت بن دینار سے انہوں نے سعید بن جبیر سے ان کا بیان ہے کہ یزید ابن قعنب نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ میں اور عبد العزیٰ کے کچھ لوگ عباس ابن عبد المطلب کے ساتھ بیت اللہ الحرام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی والدہ گرامی حضرت فاطمہ بنت اسد تشریف لائیں اور وہ اس وقت حاملہ تھیں نواں مہینہ تھا اور درد زہ میں مبتلا تھیں اور آتے ہی دعا کی پروردگار میں تجھ پر اور جو کچھ بھی تیری طرف

سے انبیاء و رسل اور کتابیں آئیں ان سب پر ایمان رکھتی ہوں۔ اور میں اپنے جد حضرت ابراہیم خلیلؑ کے کلام کی تصدیق کرتی ہوں جنہوں نے اس بیت عتیق کی تعمیر کی ہے پس ان کے حق کا واسطہ جنہوں نے اس بیت کی تعمیر کی اور اس مولود کے حق کا واسطہ جو اس وقت میرے شکم میں ہے کہ مجھ پر وضع حمل کو آسان فرمادے۔ یزید بن قعنب کا بیان ہے کہ اس دعا کے ساتھ ہم لوگوں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی پشت کی دیوار شگافتہ ہوئی اور حضرت فاطمہ بنت اسد اس میں داخل ہو کر ہم لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں اور دیوار کا شگاف مندمل ہو گیا۔ پھر ہم لوگوں نے کوشش کی کہ دروازے کا قفل کھولیں مگر قفل ہم لوگوں سے نہ کھل سکا تو ہم لوگ سمجھ گئے کہ یہ کوئی خدائی معاملہ ہے۔ پھر چوتھے روز حضرت فاطمہ بنت اسد خانہ کعبہ سے اس شان سے نکلیں کہ آپ کے ہاتھوں پر امیرالمومنین علیہ السلام تھے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے سلف کی معزز خواتین پر فضیلت دی گئی کیوں کہ آسیہ بنت مزاحم ایسے مقام پر چھپ چھپ کر اللہ کی عبادت کرتی رہیں جہاں اللہ کی عبادت سوائے مجبوری کے مناسب نہ تھی اور مریم بنت عمران نے کھجور کے سوکھے درخت کی شاخوں کو اپنے ہاتھوں سے ہلایا اور تازہ تازہ پھل کھائے اور میں بیت الحرام میں داخل ہوئی تو جنت کے پھل اور وہاں کے طعام کھاتی رہی اور جب میں نے نکلنے کا ارادہ کیا تو ہاتف غیبی نے صدا دی اے فاطمہ اس نومولود کا نام علی رکھنا اس لئے کہ یہ واقعی علی ہے

اور اللہ علی الاعلیٰ ہے ارشاد کرتا ہے کہ میں نے اس کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے اس کو اپنا ادب سکھایا ہے اپنے اسرار سے واقف کرایا ہے یہی وہ ہے جو ہمارے گھر میں رکھے ہوئے بتوں کو توڑے گا اور ہمارے گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دے گا اور میری تقدیس و تمجید کو بجا لائے گا۔ خوش نصیبی ہے اس کی جو اس سے محبت کرے اور اس کی اطاعت کرے اور ویل ہے اس پر جو اس کی نافرمانی کرے اور اس سے بغض رکھے اللہ تعالیٰ محمدؐ اور ان کی پاک اولاد پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مغیرہ بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے رجاء بن سلمہ نے روایت کرتے ہوئے عمرو بن شمر سے انہوں نے جابر جعفی سے ایک طویل روایت کی ہے جس میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے تمام اسماء گنوائے ہیں جو توریت و انجیل و زبور و اہل ہند و اہل روم و اہل فارس و اہل ترک و اہل زنج و اہل کہانت و اہل حبش میں مذکور و مشہور ہیں نیز ان کے باپ اور ان کی ماں اور ان کے چاہنے والے اور اہل خاندان انہیں جس نام سے پکارتے تھے ان کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ پھر ایک ایک کرکے ہر نام کے معنی اور اس کی تفسیر بتائی ہے اور آخر میں کہتے ہیں۔ سنو مگر حضرت علی کا نام علی کیوں رکھا گیا۔ اس کے متعلق اہل معرفت کے اندر لوگوں میں اختلاف ہے ایک گروہ کہتا ہے کہ اولاد آدم میں اس سے پہلے یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا نہ کسی عربی کا نہ کسی عجمی کا۔ ہاں کوئی عربی اگر اپنے لڑکے کے لئے یہ کہتا کہ یہ علی ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی کہ وہ اپنے لڑکے میں علو (ترقی) چاہتا اس کا مقصد نام نہیں۔ پھر علی علیہ السلام کے نام کے بعد اہل عرب اس دور میں اور اس کے بعد یہ نام رکھنے لگے۔

ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا نام علی اس لئے رکھا گیا کہ جنت میں ان کا قصر اتنا بلند ہو گا کہ انبیاء کے منازل کے برابر ہو گا۔ اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ کعبہ میں بت شکنی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش پر ان کے قدم اطاعت الٰہی میں بلند ہوئے ان کے علاوہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش مبارک پر پاؤں رکھے۔

ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علی کو علی اس لئے کہتے ہیں کہ آسمان کی بلندیوں پر ان کا نکاح پڑھا گیا۔ ان کے علاوہ مخلوق الٰہی میں سے کسی کا نکاح اس بلندی پر نہیں ہوا۔

ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حضرت علی کا نام علی اس لئے رکھا گیا کہ آپ بعد رسول تمام لوگوں میں علم کے اندر سب سے اعلیٰ تھے۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید حسن بن علی بن حسین سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ محمد بن ذکریا بن دینار غلابی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حکیم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ربیع بن

عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن حسن سے انہوں نے محمد بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے غلابی کا کہنا ہے کہ یہی حدیث بیان کی مجھ سے شعیب بن واقد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسحاق بن جعفر بن محمد نے روایت کرتے ہوئے حسین بن عیسیٰ بن زید بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے انہوں نے جابر ابن عبداللہ انصاری سے نیز غلابی کا کہنا ہے کہ یہی حدیث بیان کی مجھ سے عباس بن بکار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حرب بن میمون نے انہوں نے روایت کی ابی حمزہ ثمالی سے انہوں نے زید ابن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جب حضرت فاطمہ زہرا السلام اللہ علیہ کے یہاں حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ اس بچے کا نام رکھئے۔ آپ نے جواب دیا میں اس بچہ کا نام رکھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہرگز سبقت نہ کروں گا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ولادت کی خبر سن کر) خود تشریف لائے تو بچہ ایک زرد پارچہ میں لپیٹ کر آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا کیا میں نے تم لوگوں کو منع نہیں کیا تھا کہ بچہ کو زرد پارچہ میں ملفوف نہیں کرنا۔ پھر آپ نے وہ زرد پارچہ نکال کر پھینکا اور ایک سفید پارچہ لے کر اس میں ملفوف کیا۔ پھر حضرت علی سے فرمایا کہ کیا تم نے اس بچہ کا نام رکھ لیا؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا مجھے حق نہیں کہ اس بچہ کا نام رکھنے میں آپ پر سبقت کروں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے حق نہیں بچہ کا نام رکھنے میں اپنے پروردگار پر سبقت کروں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کی طرف وحی کی کہ محمدؐ کے گھر میں بچہ کی ولادت ہوئی ہے جاؤ انہیں میرا سلام کہو اور مبارکباد دو اور کہو کہ علی کو تم سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی لہٰذا اس بچہ کا ہارون کے فرزند کے نام پر رکھو۔ یہ حکم سن کر حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اللہ کی طرف سے بچہ کی ولادت کی تہنیت دی اور کہا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپؐ اس بچے کا نام ہارون کے فرزند کے نام پر رکھیں۔ آنحضرتؐ نے کہا اس کا نام کیا تھا؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا اس کا نام شبر تھا۔ آپؐ نے فرمایا (مگر یہ نام تو غیر عربی ہے) اور میری زبان عربی ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا پھر آپ اس کا نام حسن رکھ دیں (شبر کا ترجمہ ہے) تو آنحضرتؐ نے ان کا نام حسن رکھ دیا اور اس کے بعد جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کی طرف وحی کی تھی کہ محمدؐ کے گھر ایک بچے کی ولادت ہوئی ہے تم جا کر میری طرف سے انہیں تہنیت دو اور کہو کہ علی کو تم سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی لہٰذا اس بچے کا نام ہارون کے فرزند کے نام پر رکھو یہ حکم پا کر حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اللہ کی طرف سے مبارکباد اور تہنیت ادا کی پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس بچے کا نام ہارون کے فرزند کے نام پر رکھو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اس کا کیا نام تھا؟ جبرئیلؑ نے کہا اس کا نام شبیر تھا۔ آپؐ نے فرمایا مگر میری زبان عربی ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا پھر آپ اس کا نام حسین رکھ دیں (جو عربی میں شبیر کا ترجمہ ہے)

(۶) اور اسی اسناد کے ساتھ غلابی سے روایت ہے اس کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن بکار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حرب بن میمون نے روایت کرتے ہوئے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے اور انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے جد عبداللہ بن عباس سے ان کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے فاطمہ حسنؑ و حسینؑ یہ دونوں اللہ کے نزدیک اتنے مکرم ہیں کہ ان کے نام اللہ نے ہارون کے دونوں فرزندوں شبر و شبیر کے نام پر رکھے ہیں۔

(۷) اور اسی اسناد کے ساتھ عباس بن بکار سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباد بن کثیر اور ابوبکر ہذلی نے روایت کرتے ہوئے ابن زبیر سے اور انہوں نے جابر سے کہ جب حضرت فاطمہ زہرا کے بطن مبارک سے امام حسنؑ پیدا ہوئے تو اس سے پہلے ہی رسول اللہؐ نے تنبیہ کر دی تھی کہ ولادت کے بعد سفید پارچہ میں ملفوف کرنا زرد پارچہ میں ملفوف نہ کرنا اور بعد ولادت حضرت فاطمہؑ نے حضرتؑ سے کہا یا علی اس بچہ کا کوئی نام تجویز کر دو تو آپ نے یہ جواب دیا کہ مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ میں نام رکھنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سبقت کروں اتنے میں آنحضرتؐ تشریف لائے اپنے بچے کو گود میں لیا اس کے بوسے لئے اور اپنی زبان بچہ کے منہ میں دے دی اور امام حسن آپ کی زبان

چومنے لگے۔ پھر آنحضرتؐ نے لوگوں سے کہا کیا میں نے تم لوگوں کو ہدایت نہیں کی تھی کہ بچے کو زرد پارچہ میں ملفوف نہ کرنا اس کے بعد آپؐ نے ایک سفید پارچہ منگوایا اور اس میں ان کو ملفوف کیا اور زرد پارچہ پھینک دیا داہنے کان میں اذان دی بائیں کان میں اقامت کہی پھر حضرت علیؑ سے پوچھا تم نے اس بچے کا کیا نام رکھا، حضرت علیؑ نے عرض کیا میں اس بچے کا نام رکھنے میں آپؐ پر سبقت کیسے کر سکتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کی طرف وحی کی کہ محمدؐ کے گھر ایک فرزند پیدا ہوا ہے ان کی خدمت میں جاؤ انہیں سلام کہو اور میری طرف سے اور اپنی طرف سے انہیں تہنیت دو پھر ان سے کہو کہ علیؑ کو آپؐ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو حضرت موسیٰؑ سے منزلت حاصل تھی لہٰذا اس بچہ کا نام وہی رکھو جو حضرت ہارونؑ کے فرزند کا تھا۔ آپؐ نے پوچھا اس کا کیا نام تھا حضرت جبرئیلؑ نے کہا شبر۔ آپؐ نے فرمایا مگر میری زبان تو عربی ہے حضرت جبرئیلؑ نے کہا پھر آپؐ اس کا نام حسن رکھدیں۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے اس کا نام حسن رکھدیا۔ پھر جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور جو کچھ امام حسن کی ولادت پر کر چکے تھے وہی امام حسین کی ولادت کے موقع پر کیا اور جبرئیل امین آنحضرتؐ پر نازل ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ علی کی منزلت آپؐ کے ساتھ وہی ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰؑ سے حاصل ہے لہٰذا اس بچہ کا نام بھی ہارون کے فرزند کے نام پر رکھیں آپؐ نے فرمایا اس کا نام کیا تھا، جبرئیلؑ نے کہا شبیر۔ آپؐ نے فرمایا مگر میری زبان تو عربی ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا پھر اس کا نام حسین رکھدیں اور آنحضرتؐ نے ان کا نام حسین رکھدیا۔

(۸) ان ہی اسناد کے ساتھ غلابی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا حکم بن اسلم نے اس کا کہنا ہے کہ بیان کیا مجھ سے وکیع نے روایت کرتے ہوئے اعمش سے انہوں نے سالم سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے دونوں فرزندوں کے نام ہارونؑ کے فرزندوں کے نام پر شبر اور شبیر رکھے ہیں۔

(۹) بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن یحییٰ علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے جد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن صالح تمیمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن عیسیٰ نے انہوں نے روایت کی حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ رسول اللہؐ کے پاس آئے اور امام حسن علیہ السلام کا نام اور لباس جنت سے ایک حریر کا خرقہ ہدیہ کیا۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن یحییٰ علوی، رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے جد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے داؤد بن قاسم نے انہوں نے کہا کہ بتایا مجھ کو عیسیٰ نے انہوں نے کہا کہ بتایا مجھے یوسف بن یعقوب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن عیینہ نے روایت کرتے ہوئے عمرو ابن دینار سے انہوں نے عکرمہ سے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے وہاں حضرت امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو انہیں آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے ان کا نام حسن رکھا پھر جب امام حسین پیدا ہوئے تو آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا یہ حسن سے بھی زیادہ حسین ہے اور ان کا نام حسین رکھا۔

باب (۱۱۷) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیت علیہم السلامؑ کی محبت بندوں پر واجب ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو سعید محمد ابن الفضل بن اسحاق مذکر نیشاپوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن عباس بن حمزہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ صوفی کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یحییٰ بن معین نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہشام بن یوسف نے انہوں نے روایت کی عبداللہ بن سلیمان نوفلی سے انہوں نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے انہوں نے اپنے باپ سے

انہوں نے ان کے بعد سے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ اس کی وجہ سے تمہیں اپنی نعمتوں سے فیضیاب کرے گا اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہلبیت سے محبت کرو میری محبت کی وجہ سے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو احمد القاسم بن بندار المعروف بابی صالح خداء نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو حاتم محمد بن ادریس حنظلی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ عشقی بن عبداللہ بن انس بن مالک انصاری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمید طویل نے روایت کرتے ہوئے انس بن مالک سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک بدوی شخص آیا اور جب اہل بادیہ میں سے کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ پوچھنے کے لئے آتا تو ہم لوگوں کو بڑی حیرت ہوتی الغرض اس نے آکر پوچھا یا رسول اللہ "قیامت کب قائم ہوگی" ابھی اس سوال کا جواب آپ نے دیا نہ تھا کہ نماز جماعت کھڑی ہو گئی تو نماز سے فراغت کے بعد آنحضرت نے فرمایا وہ کون شخص ہے جس نے قیامت کے متعلق سوال کیا تھا؟ اس بدوی نے کہا میں ہوں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا سناؤ تم نے قیامت کے دن کے لئے کیا کیا سامان فراہم کر لئے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں نے تو اس کے لئے کوئی سامان فراہم نہیں کیا۔ نہ روزہ ہے، نہ نماز ہے سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جس کے ساتھ محبت کرتا ہے وہ اسی کے ساتھ محشور ہوگا۔ انس کا بیان ہے کہ میں نے تمام مسلمانوں کو اسلام لانے کے بعد میں اتنا زیادہ خوش کبھی نہیں دیکھا جتنا وہ اس بات پر خوش ہوئے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب قرشی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو نصر منصور بن عبداللہ بن ابراہیم اصفہانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عثمان بن عمرو نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمران نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعید بن عمرو نے روایت کرتے ہوئے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے نفس سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے اور اس کے نزدیک میری عترت خود اس کی عترت سے زیادہ محبوب نہ ہو اور میرے اہل بیت اس کے نزدیک خود اس کے اہلبیت سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور میری ذات خود اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

باب (۱۱۸) عشق کے باطل ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے انہوں نے روایت کی محمد بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے مفضل بن عمرو سے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام سے عشق کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ دل جو ذکر خدا سے خالی ہو جاتا ہے تو اللہ اس کو غیر خدا کی محبت کا مزہ چکھاتا ہے۔

باب (۱۱۹) اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے بغض اور موالات کے واجب ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن قاسم استرآبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یوسف بن محمد زیاد نے اور علی بن محمد بن سیار نے ان دونوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے اور انہوں نے حسن بن علی بن محمد بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن کہا اے بندہ خدا اگر کسی سے محبت کر تو اللہ کی خوشنودی میں اور کسی سے بغض رکھ تو اللہ کی خوشنودی میں۔ کسی سے دوستی کر تو اللہ کی خوشنودی میں کسی سے دشمنی

رکھ تو اللہ کی خوشنودی میں۔ اس لئے کہ اللہ کی ولایت و دوستی اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور جب تک ایسا نہ کرے گا خواہ کثرت سے نماز پڑھتا ہو۔ کثرت سے روزے رکھتا ہو وہ ایمان کا ذائقہ بھی نہ چکھ سکے گا۔ اور تم لوگوں کے اس دور میں لوگوں کا آپس میں مواخات و برادری اکثر لوگوں کے لئے ہوتی ہے اسی کی بنیاد پر وہ کسی سے محبت اور کسی سے عداوت رکھتے ہیں۔ مگر یہ چیز انہیں اللہ کے دربار میں کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ اس صحابی نے کہا کہ میں یہ کیسے معلوم کروں کہ میں نے یہ دوستی اور دشمنی جو کی ہے تو اللہ کے لئے کی ہے اور یہ کیسے معلوم ہو کہ اللہ کا دوست کون ہے جس سے میں دوستی کروں اور اللہ کا دشمن کون ہے جس سے میں دشمنی کروں۔ آپؐ نے یہ سن کر حضرت علی کی طرف اشارہ کیا اور کہا کیا تم ان کو دیکھتے ہو" ان صحابی نے کہا جی ہاں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اس کا دوست اللہ کا دوست ہے تم اسے دوست رکھو اور اس کا دشمن اللہ کا دشمن ہے تم اس سے دشمنی رکھو پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس کو دوست رکھتا ہے تم اس کو دوست رکھو خواہ وہ تمہارے باپ یا تمہاری اولاد کا قاتل ہی کیوں نہ ہو۔ اور جو اس کو دشمن رکھتا ہے تم اس کو دشمن رکھو خواہ وہ تمہارا باپ یا تمہاری اولاد ہی کیوں نہ ہو۔

باب (۱۲۰) پاک ولادت محبت اہلبیت علیہم السلام کا اور ناپاک ولادت ان کی دشمنی کا سبب ہوتی ہے

(۱) میرے والد نے اور محمد بن حسن رحمہ اللہ دونوں نے مجھ سے بیان کیا اور کہا کہ بیان کیا ہم سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو القاسم عبدالرحمن کوفی اور ابو یوسف یعقوب بن یزید انباری نے روایت کرتے ہوئے ابو محمد عبداللہ بن محمد غفاری سے انہوں نے حسین بن زید سے انہوں نے حضرت صادق امام ابو عبداللہ جعفرؑ بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت فرمائی آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہم اہلبیت سے محبت کرتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اللہ کی دی ہوئی پہلی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے۔ آپؐ سے کہا گیا کہ پہلی نعمت کیا؟ آپؐ نے فرمایا کہ پاک ولادت اس لئے کہ وہی مومن ہم لوگوں سے محبت کرے گا جس کی ولادت پاک ہو۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی ابن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابی عبداللہ رقی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابو محمد انصاری سے انہوں نے مفضل بن شماس سے اس سب نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا جو شخص صبح کو اٹھے گا اور اپنے دل میں ہم لوگوں کی محبت کی ٹھنڈک محسوس کرے تو اس کو چاہئے کہ ابتدائی نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ پوچھا گیا کہ ابتدائی نعمت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "پاک ولادت"

(۳) بیان کیا مجھ سے حسین بن ابراہیم بن ناتانہ رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن ابراہیم نے انہوں نے اپنے باپ ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابو زیاد ہندی سے انہوں نے عبیداللہ بن صالح سے انہوں نے زید بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن الحسین سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت حسین ابن علی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے علی جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے تم سے محبت کرتا ہے اور تمہاری اولاد میں سے جو ائمہ ہیں محبت کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنی پاک ولادت پر اللہ کا شکر ادا کرے اس لئے کہ ہم لوگوں سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہو اور اس کی ولادت پاک ہو اور ہم لوگوں سے وہی بغض رکھے گا جس کی ولادت ناپاک ہو گی

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری نے انہوں نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سندی سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے فضیل

بن عثمان سے انہوں نے ابی زبیر کی سے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ جابر کو دیکھا کہ اپنی عصا پر ٹیک لگائے ہوئے انصار کی گلیوں اور مجلسوں کا چکر لگا رہے ہیں اور یہ کہتے جا رہے ہیں کہ علی خیرالبشر ہے جو اس سے انکار کرے وہ کافر ہے۔ اے گروہ انصار تم لوگ اپنی اولاد کو علی سے محبت کرنے کی تربیت دو اور اگر کوئی اس سے انکار کرے تو دیکھو کہ اس کی ماں کا کردار کیسا تھا۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے روایت کرتے ہوئے محمد بن علی کوفی قرشی سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے مفضل بن عمر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص ہم لوگوں کی محبت کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس کرے اسے چاہیئے کہ وہ اپنی ماں کو بہت بہت دعائیں دے اس لئے کہ اس نے اس کے باپ کی امانت میں خیانت نہیں کی۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے احمد بن حسین بن سعید نے روایت کرتے ہوئے علی بن حکم سے انہوں نے مفضل بن صالح سے انہوں نے جابر جعفی سے انہوں نے ابراہیم قرشی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت ام المومنین ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ حضرت علیؑ سے فرما رہے تھے کہ اے علی تم لوگوں سے تین کے سوا کوئی بغض و عداوت نہ رکھے گا ایک ولدالزنا دوسرے منافق تیسرے وہ کہ جس کی ماں حیض میں ہو اور اسی میں اس کا حمل قرار پایا ہو۔

(۷) بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے فرات بن ابراہیم بن فرات کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن معمر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ احمد بن علی بن محمد رملی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن موسیٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یعقوب بن اسحٰق مروزی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عمرو بن منصور نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن ابان نے روایت کرتے ہوئے یحییٰ بن ابی کثیر سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ہارون عبدی سے انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں تھے کہ یک بیک ہم لوگوں کی نگاہ ایک شخص پر پڑی جو بہت تضرع کے ساتھ رکوع و سجود کر رہا تھا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھیے یہ کیسے اچھے طریقے سے نماز پڑھ رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہی ہے تو تمہارے باپ (آدمؑ) کو جنت سے نکلوایا تھا۔ یہ سن کر حضرت علی بلا خوف و ہراس اس کے پاس پہنچے اور اسے پکڑ کر اس زور سے ہلایا کہ داہنی پسلیاں بائیں کو اور بائیں پسلیاں داہنی کو دھنس گئیں اور کہا اللہ میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ اس نے جواب دیا کہ اس وقت معلوم تک تو جو میرے رب نے مجھے مہلت دی ہے آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ آپ کو کیا ہو گیا ہے کیوں میرے قتل کے درپے ہیں۔ خدا کی قسم آپ کا کوئی ایک دشمن بھی ایسا نہیں ہے کہ میرا نطفہ اس کے باپ کے نطفہ سے پہلے اس کی ماں کے رحم میں نہ پہنچا ہو۔ میں آپ کے دشمنوں کے مال اور اولادوں میں شریک رہتا ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **وشارکھم فی الاموال والاولاد** اور ان کے مال اور اولاد میں شریک ہو جا (سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۶۴) جب حضرت علیؑ نے ابلیس کی گفتگو آنحضرتؐ کو سنائی تو آپؐ نے فرمایا اے علی یہ بات اس نے سچ کہی۔ قریش میں تم سے وہی بغض رکھے گا جو صحیح نکاح سے پیدا نہ ہوا ہو گا۔ انصار میں تم سے بغض وہی رکھے گا جو دراصل یہودی ہو گا۔ اہل عرب میں تم سے بغض وہی رکھے گا جو اپنے اصلی باپ سے نہیں بلکہ کسی غیر کی طرف منسوب ہو گا اور تمام لوگوں میں تم سے بغض وہی رکھے گا جو شقی و بدبخت ہو گا۔ عورتوں میں تم سے بغض وہی رکھے گی جو سلقلقیہ ہو گی سلقلقیہ اس عورت کو کہتے ہیں جسے پاخانہ کے مقام سے حیض آتا ہو۔ پھر آنحضرتؐ نے سر جھکایا ذرا خاموش رہے پھر سر اٹھایا اور فرمایا اے گروہ انصار تم اپنی اولاد کے سامنے علی کی محبت پیش کر کے دیکھو اگر وہ اسے قبول کرتا ہے تو وہ تمہاری اولاد ہے اور اگر انکار کرتا ہے تو تمہاری اولاد نہیں کسی غیر کی ہے۔ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے اس ارشاد کے بعد ہم لوگوں کا یہ دستور تھا کہ حضرت علی کی محبت اپنی اولادوں کے سامنے پیش کرتے اگر وہ علی

سے محبت کرتا تو اسے اپنی اولاد سمجھتے اور اگر وہ علی سے بغض رکھتا تو اسے اپنی اولاد ہونے کی نفی کرتے۔

(۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید حسن بن علی عدوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عمرو حفص مقدسی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے احمد بن حسان سے انہوں نے ابی صالح سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے انہوں نے کہا گروہ مردم یہ جان لو کہ اللہ نے ایک ایسی مخلوق بھی پیدا کی ہے جو ذریت آدم سے نہیں پھر بھی دشمنان علی پر لعنت بھیجتی ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی مخلوق ہے؟ ابن عباس نے کہا وہ ایک چڑیا نبرہ ہے جو روزانہ صبح کو کہتی ہے پروردگار تو علی کے دشمن پر لعنت بھیج۔ بار الہا تو دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے اور دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے۔

(۹) بیان کیا مجھ سے ابو عبد اللہ الحسین بن احمد بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی بن احمد بن موسیٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن علی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی حسن بن ابراہیم بن علی عباسی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید عمیر بن مرداس دوانقی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن بشیر مکی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے وکیع نے مرفوع روایت کرتے ہوئے حضرت سلمان فارسی رحمہ اللہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس ملعون ایک ایسے مجمع کے پاس سے ہو کر گزرا جو حضرت علی کو برا کہہ رہے تھے۔ ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ مجمع سے آواز آئی کہ یہ کون ہے؟ ابلیس نے کہا میں ابو مرہ ہوں۔ لوگوں نے کہا اے ابو مرہ تم ہم لوگوں کی باتیں سن رہے تھے؟ اس نے کہا تم لوگوں کا برا ہو تم لوگ اپنے مولا علی ابن ابی طالب کو برا کہہ رہے ہو۔ لوگوں نے کہا تمہیں کہاں سے علم ہوا کہ وہ ہم لوگوں کے مولا ہیں؟ ابلیس نے کہا یہ ہمیں تمہارے ہی نبی کے قول سے معلوم ہوا انہوں نے ہی کہا ہے کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں پروردگار تو اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھتا ہو تو اسے دشمن رکھ جو اسے دشمن رکھتا ہو تو اس کی مدد کر جو اس کی مدد کرتا ہو تو اس کا ساتھ چھوڑ دے جو اس کا ساتھ چھوڑ دے۔ لوگوں نے کہا کیا تم ان کے شیعوں اور ان کے دوستداروں میں سے ہو؟ اس نے کہا نہیں میں نہ ان کا شیعہ ہوں اور نہ اس کا دوستدار ہوں۔ ہاں میں مگر انہیں جانتا ہوں۔ ان سے بغض و دشمنی تو وہی رکھتا ہے جس کے مال و اولاد میں، میں شریک ہوں۔ لوگوں نے کہا اے ابو مرہ کیا تم علی کے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گے؟ اس نے کہا ہاں اے گروہ ناکثین و قاسطین و مارقین سنو۔ میں نے قوم جان میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی بارہ ہزار سال تک عبادت کی پھر جب اللہ نے قوم جان کو ہلاک کر دیا ان میں سے کوئی باقی نہ رہا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے تنہائی کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیاوی آسمان پر اٹھا کر پہنچا دیا۔ وہاں میں نے ملائیکہ کے ساتھ مزید اللہ کی عبادت کی اور ابھی ہم لوگ اس طرح اللہ کی عبادت و تقدیس میں مشغول تھے کہ یک بیک ایک نور چمکدار ہم لوگوں کے سامنے گزرا ملائیکہ اسے دیکھ کر سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے اے سبوح و قدوس یہ نور کسی ملک مقرب کا ہے یا نبی مرسل کا؟ آواز آئی یہ نور نہ کسی مقرب کا ہے اور نہ ہی نبی مرسل کا یہ علی ابن ابی طالب کی طینت کا نور ہے۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی جہرویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی بن حسان ابن معید ان اصفہانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو حاتم نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے احمد بن عبدہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو ربیع اعرج نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن عمران نے انہوں نے روایت کرتے ہوئے علی بن زید بن جدعان سے انہوں نے سعید بن مسیب سے انہوں نے زید بن ثابت سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میری زندگی میں اور میرے مرنے کے بعد علی سے محبت رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے مقدر میں امن و ایمان دونوں لکھ دے گا سورج کے طلوع اور غروب ہونے تک اور جو شخص میری زندگی اور میرے مرنے کے بعد علی سے بغض رکھے گا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور وہ جو بھی عمل کرے گا اس کا پورا پورا احساب لیا جائے گا۔

(۱۱) بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن حسن قزوینی المعروف بہ ابن مقبرہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبد اللہ بن عامر نے

ہاں تمہیں اس سوال کا حق ہے مگر صبر و تحمل سے کام لو کیونکہ تم اس قلق میں دبلے ہو رہے ہو۔ اس امارت و حکومت کے لئے ایک گروہ پر حرص و لالچ سوار تھی اور دوسرے گروہ کے نزدیک اس کی چنداں اہمیت نہ تھی۔ اور اللہ اور اپنے سردار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ بہترین تھا کاش ہمیں کوئی اہل ملتا اور یہی سوال جو تم نے مجھ سے کیا ہے وہی سوال میں اس سے کرتا۔ مگر بہت بری ہے وہ قوم جس نے مجھے میرے مرتبے سے گھٹایا اور دین الٰہی میں خوشامد و چاپلوسی میں لگ گئی۔ اب اگر یہ مصائب و آزمائشیں ہم سے دور ہو گئیں تو میں ان کو خالص حق پر چلاؤں گا اور اگر اس کے علاوہ کچھ اور ہوا تو اے برادر بنی دودان اس فاسق قوم پر کوئی افسوس نہ ہونا چاہیئے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے روایت کی حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ سے حضرت امیرالمومنین کے متعلق سوال کیا کہ ساری قوم حضرت امیرالمومنین کے فضل و شرف کو جانتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو مقام قرب ان کو حاصل تھا اس کے باوجود ان کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف کیسے مائل ہو گئی! (مجھ نہیں آتا)۔ آپ نے فرمایا ان کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف مائل ہونے کی ایک وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے ان کے آباد اجداد ان کے چچاؤں اور ماموں کو ان کے قریبی رشتہ داروں میں ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کیا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برسرپیکار ہوتے تھے تو اس بنا پر امیرالمومنین کی طرف سے ان سب کے دلوں میں دشمنی اور کینہ بھرا ہوا تھا وہ نہیں چاہتے تھے کہ امیرالمومنین ان کے والی و حاکم بنیں اور اس کے برخلاف دوسروں کی طرف سے ان کے دلوں میں اس طرح کی کوئی بات۔ تھی ہی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے سامنے جہاد میں اس طرح کا کوئی کام نہ کیا تھا اس لئے یہ لوگ انہیں چھوڑ کر دوسروں کی طرف مائل ہو گئے تھے۔

باب (۱۲۲) وہ سبب جس کی بنا پر امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے مخالفین سے جنگ نہیں کی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے هیثم بن ابی مسروق ہندی سے اور انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے علی بن رئاب سے انہوں نے زرارہ سے روایت کی زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے شیعوں کے تحفظ کے لئے اپنے دشمنوں کے قتل سے اپنا ہاتھ روکتے رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مرنے کے بعد ان کا غلبہ ہو جائے گا اس لئے وہ چاہتے تھے کہ میرے بعد جو آئے وہ میری سیرت کی اقتدا کرے اور جس طرح میں نے اپنا ہاتھ روکا ہے اسی طرح وہ بھی میرے بعد میرے شیعوں کے قتل سے ہاتھ روکے رہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن عامر نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ایک بیان کرنے والے سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ جناب سے پوچھا کہ کیا وجہ تھی کہ جو امیرالمومنین علیہ السلام نے فلاں و فلاں بن فلاں سے قتال نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا قرآن کریم کی ایک آیت کی وجہ سے جو یہ ہے **لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذابا الیما** (اگر وہ (مومن) جدا ہو جاتے تو ان میں سے جو کافر ہو گیا ہم ضرور ان کو دردناک عذاب کی سزا دیتے) سورہ فتح۔ آیت نمبر ۲۵۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ جدا ہونے کے کیا معنی؟ آپ نے فرمایا کچھ مومنین ہیں جو کافروں کے صلب میں ودیعت کر دیئے گئے ہیں اور اس طرح حضرت قائم آل محمد اس وقت تک ظہور نہ کریں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان ودیعتوں کو کافروں کے صلب سے نہ نکال لے جب وہ ودیعتیں تمام کی تمام صلب سے نکل آئیں گی تو آپ ظہور کریں گے اور دشمنان دین کو قتل کریں گے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے

ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے علی بن محمد سے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ابراہیم کرخی سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے یا کسی اور شخص نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کرے کیا حضرت علی علیہ السلام اللہ کے دین کے معاملہ میں قوی اور مضبوط تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں قوی تھے۔ اس نے پوچھا پھر قوم نے ان پر کیسے غلبہ پالیا انہیں کیوں نہیں مار بھگایا ان کے لئے اس میں رکاوٹ کیا تھی؟ آپ نے فرمایا کہ قرآن کی ایک آیت نے انہیں روک لیا۔ پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے فرمایا **لو تزیلو العذبنا الذین کفروا منھم عذابا الیما** سورہ فتح۔ آیت نمبر ۲۵ اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں کے صلب میں مومنین کو ودیعت کیا ہوا ہے جب تک وہ ان کے صلبوں سے نکل نہ لیں حضرت علیؑ ان کے آباء کو قتل نہیں کر سکتے اور جن جن کے صلبوں سے وہ ودیعتیں نکل گئیں تھی انہیں قتل کیا اور اسی طرح ہمارے قائم آل محمد اس وقت تک ظہور نہ کریں گے جب تک کہ کفار و منافقین کے اصلاب سے ایک ایک مومن نکل نہ آئے۔ جب تمام مومنین ان کے اصلاب سے نکل آئیں گے تو آپ ظہور کریں گے اور کفار و منافقین کو قتل کریں گے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ مجھ سے جبرئیل بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے روایت کرتے ہوئے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے منصور بن حازم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے قول خدا **لو تزیلو العذبنا الذین کفروا** کے متعلق فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مومنین کے صلبوں سے کافروں اور کافروں کے صلبوں سے مومنین کو نکالے گا تو کافروں پر عذاب نازل کرے گا۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید حسن بن علی عدوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہیثم بن عبداللہ رمانی نے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام سے سوال کیا اور کہا فرزند رسول آپ مجھے حضرت علی بن ابی طالب کے متعلق بتلائیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کے بعد پچیس سال تک اپنے دشمنوں سے جہاد کیوں نہیں کیا پھر اپنے عہد حکومت و خلافت میں کیوں جہاد کیا؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس مسئلہ میں رسول اللہ کی اقتدا کی اور ان کی سیرت پر عمل کیا اس لئے کہ آنحضرتؐ نے اعلان نبوت کے بعد مکہ میں تیرہ سال اور مدینہ میں (بعد ہجرت) انیس ماہ مشرکین سے ترک جہاد کیا اور یہ اس لئے کہ مشرکین کے مقابلہ کے لئے آپؐ کے اعوان و انصار کم تھے پس اسی طرح علی علیہ السلام بھی قلت اعوان کی وجہ سے اپنے دشمنوں سے جہاد ترک کئے رہے۔ غور کرنے کی بات ہے جب تیرہ سال انیس ماہ ترک جہاد کی وجہ سے رسول اللہ کی نبوت باطل نہیں ہوئی تو پچیس سال تک ترک جہاد کرنے سے حضرت علی کی امامت کیسے باطل ہو جائے گی جبکہ ان دونوں کے ترک جہاد کا سبب ایک ہی ہے۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ راوی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا وجہ تھی جو امیر المومنین نے ان لوگوں سے مقابلہ نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا وجہ یہ تھی کہ علم الٰہی کے اندر سابق ہی میں یہ گزر چکا تھا کہ ایسا ہوگا اور وہ ان لوگوں سے مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور امیر المومنین کے ساتھ تو فقط تین مومنین کا ایک گروہ تھا۔

(۷) بیان کیا مجھ سے عمرو بن محمد علوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد سعید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے فضل بن حباب جمحی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم حمصی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن موسیٰ طائی نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے اور انہوں نے ابن مسعود سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مسجد کوفہ کے اندر بحث چھڑی کہ امیر المومنین نے

اصحاب ثلاثہ سے کیوں جنگ نہیں کی جس طرح انہوں نے طلحہ و زبیر و عائشہ و معاویہ سے جنگ کی اس بحث کی خبر جب امیر المومنین کو پہنچی تو آپ نے حکم دیا کہ نماز جماعت کا اعلان کر دیا جائے اور جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا گروہ مردم مجھے ایسی ایسی خبر پہنچی ہے ۔ لوگوں نے کہا سچ ہے ہم لوگ یہ گفتگو کر رہے تھے ۔ آپ نے فرمایا سنو میں نے جو کچھ کیا وہ انبیاء کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے کیا اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے **لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ** "(اے لوگو) یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں ایک اچھا نمونہ ہے) سورہ احزاب ۔ آیت نمبر ۲۱ لوگوں نے پوچھا امیر المومنینؑ وہ انبیاء کون ہیں (جن کے اسوہ پر آپ نے عمل کیا) آپؑ نے فرمایا سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جب کہ انہوں نے اپنی قوم (**واعتزلکم وما تدعون من دون اللہ**) (اور میں تم سے اور ان سے جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو الگ ہوتا ہوں) سورہ مریم ۔ آیت نمبر ۴۸ میں نے تمہیں اور تمہارے ان بتوں کو جنہیں اللہ کے سوا تم پوجتے ہو سب کو چھوڑا اگر تم لوگ کہو کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم سے بغیر کچھ تکلیف پہنچے یہ کہا تو تم لوگ کافر ہو جاؤ گے اور اگر کہو گے کہ قوم نے انہیں اذیت پہنچائی اس لئے کہا تو (کہنا) وصی اس سے زیادہ معذور تھا اور میرے لئے حضرت ابراہیمؑ کے خالہ زاد بھائی حضرت لوطؑ کا عمل بھی نمونہ ہے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا **لو ان لی بکم قوۃ او اوی الی رکن شدید** ۔ (لوط نے کہا) اے کاش مجھ میں تمہارے مقابلے کی طاقت ہوتی یا کسی مضبوط قلعے میں پناہ لیتا) سورہ ہود ۔ آیت نمبر ۸۰ اگر تم لوگ یہ کہو کہ لوط میں مقابلہ کی قوت تھی تو تم لوگ کافر ہو جاؤ گے اور اگر کہو ان میں مقابلہ کی قوت نہ تھی تو اس وصی کے پاس تو اس سے بھی زیادہ عذر ہے اور حضرت یوسفؑ کا عمل بھی ہمارے لئے نمونہ ہے جبکہ انہوں نے کہا **رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ** (پروردگار جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے) سورہ یوسف ۔ آیت نمبر ۳۳ اگر تم لوگ یہ کہو کہ یوسفؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور قید خانے کے طالب ہوئے اللہ کو ناراض کرنے کے لئے تو کافر ہو جاؤ گے اور اگر کہو کہ انہوں نے قید خانے کے لئے دعا کی تاکہ اللہ ناراض ہو تو وصی رسول کے پاس تو اس سے زیادہ عذر ہے ۔ اور میرے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمل بھی ایک اچھا نمونہ ہے جب کہ انہوں نے کہا **ففررت منکم لما خفتکم** (تو جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تم سے بھاگ گیا) سورۃ الشعراء ۔ آیت نمبر ۲۱ اب اگر تم لوگ یہ کہو کہ موسیٰ کو اپنی قوم سے کوئی خوف نہ تھا پھر بھی بھاگے تو تم لوگ کافر ہو جاؤ گے اور اگر یہ کہو کہ حضرت موسیٰ کو اپنی قوم سے واقعاً خوف تھا تو وصی رسول کے پاس تو اس سے بھی زیادہ عذر ہے اور میرے لئے تو ان کے بھائی ہارونؑ کا عمل بھی نمونہ ہے جبکہ انہوں نے کہا **ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی** (اے میرے ماں کے بیٹے لوگ تو مجھے کمزور سمجھتے تھے اور قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیں) سورہ اعراف ۔ آیت نمبر ۱۵۰ اگر تم لوگ کہو کہ قوم نے حضرت ہارون کو کمزور نہیں سمجھا اور ان کے قتل پر آمادہ نہیں ہوئی تو تم لوگ کافر ہو جاؤ گے اور اگر کہو کہ قوم نے واقعاً ان کو کمزور سمجھا اور قتل پر آمادہ تھے تو حضرت ہارونؑ خاموش رہے تو وصی رسول کے پاس تو اس سے بھی زیادہ عذر ہے اور میرے لئے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل بھی بہترین نمونہ ہے جب کہ وہ اپنی قوم سے بھاگے اور ان کے خوف سے غار میں چھپے مجھے اپنے بستر پر سلایا اور خود ان لوگوں کے خوف سے غار میں پناہ لی تو ان کا وصی تو ان سے بھی زیادہ معذور تھا

(۸) خبر دی مجھ کو علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن موسیٰ نوفلی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حماد شاشی نے روایت کرتے ہوئے حسین بن راشد سے انہوں نے علی بن اسماعیل میثمی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ربعی نے روایت کرتے ہوئے زرارہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا امیر المومنین علیہ السلام کو کیا امر مانع تھا کہ ان کے مقابل خود اپنی خلافت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ؟ آپ نے فرمایا امیر المومنین نے ایسا نہیں کیا اس لئے کہ انہیں خوف تھا کہ یہ سب مرتد ہو جائیں گے ۔ علی بن حاتم کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے حدیث میں یہ بھی تھا کہ یہ سب **اشھد ان محمداً رسول اللہ** کہنا چھوڑ دیں گے ۔

(۹) اور ان ہی (علی بن حاتم) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عباس محمد بن جعفر رازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا (جنگ جمل کے موقع پر) حضرت علی علیہ السلام کا اہل بصرہ کے ساتھ سلوک اپنے شیعوں کے حق میں ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر آفتاب طلوع کرتا ہے اس لئے کہ ان کو علم تھا کہ آئندہ اس قوم کی حکومت ہوگی آج اگر ان کو اسیر بنائیں گے تو کل یہ لوگ بھی ہمارے شیعوں کو اسیر بنائیں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یہ بتائیں کہ کیا حضرت امام قائم بھی ان ہی کی سیرت پر عمل کریں گے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان لوگوں کے ساتھ احسان کا سلوک کیا اس لئے کہ انہیں معلوم تھا کہ آئندہ ان کی حکومت آئے گی اور امام قائم علیہ السلام حضرت علیؑ کے برخلاف عمل کریں گے اس لئے کہ ان کے بعد کوئی حکومت نہیں آئے گی۔

(۱۰) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے بزید بن معاویہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ کو اپنی خلافت کی طرف لوگوں کو دعوت دینے میں کوئی امر مانع نہ تھا سوائے اس کے کہ یہ خطرہ تھا کہ یہ سب گمراہ ہو جائیں گے اور اپنی خلافت کی طرف دعوت دینے سے زیادہ آپ کے نزدیک بہتر یہ تھا کہ یہ سب اسلام پر باقی رہیں اسے چھوڑ نہ جائیں کیونکہ اگر آپ ان کو اپنی طرف دعوت دیتے تو دشمنی کی وجہ سے انکار کردیتے اور بالآخر اسلام چھوڑ کر سب کے سب کافر ہو جاتے حریز کا بیان ہے کہ زرارہ نے مجھ سے امام محمد باقر علیہ السلام کی یہ روایت بھی بیان کی کہ آپ نے فرمایا اگر حضرت علیؑ اپنے مقابل جنگ کرنے والوں کو قید کرنے سے اور مال غنیمت سے ہاتھ نہ روکتے تو آئندہ ان کے شیعوں پر مصیبت عظیم نازل ہوتی۔ پھر فرمایا خدا کی قسم حضرت کا اس وقت کا عمل تم لوگوں کے لئے ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر آفتاب طلوع کرتا ہے۔

(۱۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسین نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن الحسین سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا حضرت علی علیہ السلام قوم سے کیوں ہاتھ روکے رہے جنگ نہیں کی؟ آپ نے فرمایا صرف اس لئے کہ آپ کو خطرہ تھا کہ اگر ہم نے ان سے جنگ کی تو یہ سب کے سب پھر کافر ہو جائیں گے۔

(۱۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے ابان بن تغلب سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت امیر المومنینؑ کے سامنے خلافت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا۔ آگاہ رہو خدا کی قسم ابو قحافہ برادر تیم کے بیٹے نے خلافت کو قمیض سمجھ کر پہن لیا حالانکہ ان کو اس کا بخوبی علم تھا کہ اس خلافت کے لئے میں اتنا ہی ضروری ہوں جتنا چکی کے لئے وہ میخ ہے جس پر اس کی گردش کا دارومدار ہے۔ مجھ سے علم و حکمت کے سیلاب نیچے گرتے ہیں اور میری رفعت و بلندی تک کوئی پرندہ پرواز نہیں کر سکتا مگر میں نے اس معاملہ خلافت پر پردہ ڈال دیا اور اس سے منہ پھیر لیا اور غور کرنے لگا کہ آیا میں ان کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کردوں یا اس گھٹا ٹوپ اور طویل تاریکی پر صبر کرلوں جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور بوڑھے پیر فرتوت ہو جائیں گے اور مومن بیچارہ اپنی سعی جدوجہد کرتے کرتے اللہ کو پیارا ہو جائے گا۔ بالآخر میں نے یہ سوچا اس طویل تاریکی پر صبر کرلینا ہی زیادہ بہتر ہے۔ پس میں نے صبر کرلیا حالانکہ میری آنکھوں میں وہ کھٹک محسوس ہو رہی تھی جو خس و خاشاک پڑ جانے سے ہوتی ہے اور حلق میں گویا ہڈی اٹکی ہوئی تھی اس لئے کہ میں اپنی آنکھوں سے

بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن راشد نے روایت کرتے ہوئے علی بن خزیمہ سے انہوں نے عکرمہ اور انہوں نے ابن عباس سے ہو بہو یہی حدیث روایت کی۔

(۱۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے ربعی سے انہوں نے فضیل بن یسار سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو ان کے بعد امارت و حکومت کس کے پاس تھی؟ آپ نے فرمایا ہم اہلبیت کے پاس۔ میں نے عرض کیا پھر یہ غیروں کے پاس کیسے چلی گئی؟ آپ نے فرمایا تم نے جو سوال کیا ہے اس کے جواب کو سمجھو۔ اللہ تعالیٰ چونکہ جانتا ہے کہ آئندہ زمین پر فسادات برپا ہوں گے۔ حرام نکاح ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکامات نازل کئے ہیں اس کے خلاف فیصلے ہوں گے۔ اسی اللہ نے چاہا کہ اس کے ذمہ دار ہمارے اغیار ہوں۔

باب (۱۲۳) وہ سبب جس کی بنا پر امیر المومنین علیہ السلام نے اہل بصرہ سے جنگ کی مگر ان کے اموال کو چھوڑ دیا مال غنیمت نہیں بنایا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے ربیع بن محمد سے انہوں نے عبد اللہ ابن سلیمان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اہل بصرہ سے قتال کیا مگر ان کے اموال کو ترک کر دیا اسے نہیں لوٹا؟ آپ نے فرمایا دار شرک میں جو کچھ ہے وہ سب حلال ہے مگر دار السلام میں جو کچھ ہے وہ حلال نہیں ہے۔ پھر فرمایا حضرت علیؑ نے اہل بصرہ پر احسان کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ پر کیا تھا اور حضرت علی نے ان کو اموال کو ترک کیا کہ انہیں معلوم تھا کہ آئندہ ان کے بھی شیعہ ہوں گے اور باطل کی حکومت ان پر حاوی ہوگی۔ آپ نے چاہا کہ اپنے شیعوں کے فدیہ کے طور پر ان کے اموال ترک کر دیں اور تم نے دیکھ لیا کہ اس کا اثر بعد میں ظاہر ہوا اور لوگوں نے حضرت علی کی سیرت کو اپنایا۔ حالانکہ اگر حضرت علی علیہ السلام اہل بصرہ کو قتل کر دیتے اور ان کے اموال کو مال غنیمت شمار کرتے تو ان کے لئے حلال تھا مگر انہوں نے ان لوگوں پر احسان کیا تاکہ یہ لوگ بھی آپ کے شیعوں سے احسان کریں۔

(۲) اور روایت میں یہ بھی ہے کہ جنگ بصرہ کے دن لوگوں کا مجمع حضرت علی علیہ السلام کے پاس پہنچا اور بولا کہ یا امیر المومنین آپ اہل بصرہ کے افراد اور اموال مال غنیمت کے طور پر ہم لوگوں میں تقسیم کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا پھر یہ بتاؤ تم میں سے کون ہے جو ام المومنین کو اپنے سہم اور حصہ میں لے گا۔

باب (۱۲۴) وہ سبب جس کی بنا پر امیر المومنین علیہ السلام کے پاس خلافت آئی تو انہوں نے فدک نہیں لیا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد دقاق رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبد اللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے پوچھا کہ جب امیر المومنین خلیفہ

ہوئے تو آپ نے فدک کیوں نہیں لیا اسے کیوں چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ ظالم و مظلوم دونوں جب اللہ کی بارگاہ میں پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ مظلوم کو ثواب دے اور ظالم پر عتاب کرے گا تو آپ نے اس کو پسند نہ کیا کہ جس پر مظلوم کو ثواب ہے اور ظالم کو عتاب اس کو واپس لے لیں

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن علی بن ابراہیم بن ہاشم رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابراہیم کرخی سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا اور کہا جب امیرالمومنین علیہ السلام خلیفہ ہوئے تو آپ نے فدک کیوں چھوڑا؟ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے اس لئے کہ جب آنحضرتؐ نے مکہ فتح کیا تو اس وقت تک عقیل بن ابی طالب آنحضرتؐ کا گھر فروخت کر چکے تھے۔ آپؐ سے کہا گیا یا رسول اللہ آپ اپنے گھر کیوں نہیں چلتے؟ آپؐ نے فرمایا کہ کیا عقیل نے چھوڑا ہے؟ ہم وہ اہلبیت ہیں کہ ہم اس چیز کو واپس نہیں لیتے جو ان سے ظلماً لے لیا گیا ہو۔ بس اسی وجہ سے امیرالمومنین علیہ السلام نے بھی جب خلیفہ ہوئے تو فدک کو واپس نہیں لیا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن سعید ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے امیرالمومنین علیہ السلام کے متعلق سوال کیا کہ جب امیرالمومنینؑ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فدک کیوں نہیں واپس لیا؟ آپ نے فرمایا ہم اہلبیت اپنے وہ حقوق واپس نہیں لیتے جو ہم سے بطور ظلم چھینے گئے ہوں۔ واضح رہے کہ امیرالمومنین اور ہم لوگ مومنین کے ولی ہیں اور ان کے حاکم ہیں، ہم لوگ مومنین کے حقوق جو ان سے چھینے گئے ہیں واپس دلاتے ہیں اپنے حقوق واپس نہیں لیتے۔

باب (۱۲۵) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کی کنیت ابوتراب رکھدی

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوسعید حسن بن علی سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسان عبدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز بن مسلم نے روایت کرتے ہوئے یحییٰ بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کے ساتھ نماز فجر پڑھی پھر اٹھے ہم سب کے ساتھ تھے اور ہم لوگ بھی ان کے ساتھ ہو لئے۔ چنانچہ آپؐ بیت فاطمہ پہنچے اور دیکھا کہ حضرت علی دروازے کے سامنے زمین پر سو رہے ہیں یہ دیکھ کر آنحضرتؐ وہیں بیٹھ گئے اور حضرت علی کی پشت سے مٹی صاف کرنے لگے اور کہنے لگے تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں اے ابوتراب اٹھو۔ پھر آنحضرتؐ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور دونوں گھر کے اندر داخل ہو گئے اور ہم لوگ باہر کچھ دیر ٹھہرے تھے کہ اندر سے ہنسنے کی صدا اور سنائی دی اس کے بعد آنحضرتؐ مسکراتے ہوئے باہر نکلے تو ہم لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپؐ غمگین صورت سے گھر میں داخل ہوئے اور مسکراتے ہوئے باہر آئے کیا بات تھی؟ تو فرمایا میں کیوں نہ خوش و مسرور ہوتا جبکہ میں نے ایسے دو افراد کے درمیان صلح کرا دی جو میرے نزدیک زمین والوں اور آسمان والوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن حسین سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عثمان بن عمران نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبیداللہ بن موسیٰ نے روایت کرتے ہوئے عبدالعزیز سے انہوں نے حبیب بن ابی ثابت سے اس کا بیان ہے کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے درمیان کچھ بات تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر گئے آپؐ کے لئے ایک

بستر بچھا دیا گیا آپؐ اس پر لیٹ رہے اس کے بعد حضرت فاطمہؑ آئیں اور آپؐ کے بائیں پہلو میں لیٹ رہیں۔ پھر حضرت علیؑ آئے اور دوسرے پہلو میں لیٹ رہے۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی ناف پر رکھا اور حضرت فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی ناف پر رکھ لیا اور کچھ دیر بعد ان دونوں میں صلح ہو گئی۔ پھر رسول اللہؐ گھر سے برآمد ہوئے تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ گھر میں داخل ہوئے تھے تو آپؐ کا حال کچھ اور تھا اور برآمد ہوئے تو آپؐ کے چہرے پر خوشی کے آثار ہیں آخر بات کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہ خوش ہوں میں نے ان دونوں میں صلح جو کرا دی جو میرے نزدیک تمام اہل زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(۲) محمد بن علی بن حسین اس کتاب کے مصنف کہتے ہیں یہ روایت ہمارے نزدیک ہرگز معتبر اور معتمد نہیں اور نہ اس پر ہم لوگوں کا اعتقاد ہے اس لئے کہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کے درمیان کبھی کوئی ایسی بات ہو ہی نہیں سکتی کہ آنحضرتؐ کو ان کے درمیان صلح کرانے کی ضرورت پیش آتی اس لئے کہ حضرت علیؑ سید الوصیین ہیں اور حضرت فاطمہؑ سیدہ نساء العالمین ہیں اور یہ دونوں حسن خلق میں نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیرو اور مقتدی ہیں۔ پس ہم اس سلسلے میں اس حدیث پر اعتماد اور اعتبار رکھتے ہیں جو مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو العباس احمد بن یحییٰ بن زکریا نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبد اللہ بن حبیب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے تمیم بن بہلول نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابو الحسن عبدی نے روایت کرتے ہوئے سلیمان بن مہران سے انہوں نے عبایہ ابن ربعی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے عبد اللہ ابن عباس سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کی کنیت ابو تراب کیوں رکھی تو انہوں نے کہا اس لئے کہ وہ خلیفۃ الارض ہیں اور آنحضرتؐ کے بعد تمام اہل زمین پر حجت خدا ہیں ان کی وجہ سے اس کی بقا ہے اس کی وجہ سے وہ ٹھہری ہوئی ہے چنانچہ میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور کافر دیکھے گا کہ شیعان ابو تراب کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا کیا سامان راحت و کرامت و ثواب فراہم کر رکھے ہیں تو وہ کہے گا کہ کاش میں بھی تراب ہوتا اور انہی علیؑ کے شیعوں میں سے ہوتا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول **ویقول الکفر یلیتنی کنت ترابا** (اور کافر کہے گا اے کاش میں مٹی ہوتا)

(۳) بیان کیا مجھ سے حسین بن یحییٰ بن ضریس نے روایت کرتے ہوئے معاویہ بن صالح بن ضریس بجلی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عوانہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یزید اور ہشام رفاعی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن میمون طہوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے لیث نے روایت کرتے ہوئے مجاہد سے انہوں نے ابن عمر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے نخلستانوں میں تھا وہ حضرت علیؑ کی تلاش میں تھے اور تلاش کرتے کرتے ایک باغ میں پہنچے اور نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اس میں حضرت علیؑ زمین کھودتے ہوئے نظر آئے اور وہ گرد و غبار سے سنے ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ اگر میں تمہاری کنیت ابو تراب رکھ دوں تو لوگ مجھے برا کہیں گے۔ میں نے دیکھا کہ یہ سن کر حضرت علیؑ تلملا اٹھے اور رنگ متغیر ہو گیا یہ فقرہ ان پر گراں گزرا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا اے علیؑ کیا اب میں تم کو خوش کر دوں؟ حضرت علیؑ نے کہا جی ہاں یا رسول اللہؐ پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا تم ہی میرے وزیر اور میرے خلیفہ ہو۔ میرے اہل و عیال پر تم ہی میرا قرض ادا کرو گے۔ میری ذمہ داریاں پوری کرو گے جو شخص میری زندگی میں تم سے محبت کرے گا تو اس کے لئے جنت میں جانے کا فیصلہ ہے اور جو شخص تمہاری زندگی میں میرے بعد تم سے محبت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ امن و ایمان پر کرے گا۔ اور جو شخص تمہارے بعد تم کو بغیر دیکھے ہوئے تم سے محبت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ امن و ایمان پر کرے گا اور قیامت کے دن ہولناک دن میں اس کو امن دے گا۔ اور اے علیؑ جو تم سے بغض و دشمنی رکھے ہوئے مر جائے گا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور اسلام میں رہتے ہوئے جو اس نے عمل کیا ہے اللہ اس کا حساب لے گا۔

باب (۱۲۶) وہ سبب جس کی بناء پر امیر المومنین علیہ السلام چار انگوٹھیاں پہنا کرتے تھے

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو سعید محمد بن فضل بن محمد بن اسحاق مذکر المعروف بابی سعید معلم نیشاپوری نے نیشاپور میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن احمد بن سعید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن مسلم بن زرارہ رازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یوسف فریابی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سفیان ثوری نے روایت کرتے ہوئے اسماعیل سندی سے انہوں نے عبد خیر سے انہوں نے کہا کہ حضرت علی ابن ابی طالب کے پاس چار انگوٹھیاں تھیں ایک پر یاقوت جڑا ہوا تھا جو اپنی شرافت و نجابت کی علامت کے لئے تھی دوسرے پر فیروزہ تھا فتح و نصرت کے لئے تیسرے پر حدید چینی تھا قوت و طاقت کے لئے چوتھے پر عقیق تھا حرز و حفاظت کے لئے اور یاقوت پر **لاالہ الاالملک الحق المبین** نقش تھا۔ فیروزہ پر **اللہ الملک الحق المبین** نقش تھا۔ حدید چینی پر **العزۃ للہ جمیعا** نقش تھا اور عقیق پر تین سطروں میں **ماشاء اللہ۔ لاقوۃ الا باللہ۔ استغفر اللہ** نقش تھا۔

باب (۱۲۷) حضرت امیر المومنین اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی کیوں پہنا کرتے تھے

(۱) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار نیشاپوری رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے فضل بن شاذان نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عمیر سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ یہ بتائیں کہ امیر المومنین علیہ السلام اپنے دست یمین (داہنے ہاتھ) میں انگوٹھی کیوں پہنتے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ اس لئے دست یمین میں انگوٹھی پہنتے تھے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اصحاب الیمین کے امام تھے اللہ تعالیٰ نے اصحاب یمین کی مدح اور اصحاب شمال کی مذمت فرمائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے کرتے تھے۔ اور یہ ہمارے شیعوں کی علامت ہے وہ اس سے اور اوقات نماز کی پابندی سے اور ادائیگی زکوٰۃ سے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک سے اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے پہچانے جاتے تھے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب قرشی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم ثانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو قریش نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالجبار و محمد بن منصور خزاز نے ان دونوں نے کہا بیان کیا ہم سے عبداللہ بن میمون قداح نے روایت کرتے ہوئے حضرت جعفر ابن محمد سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے اور انہوں نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب قرشی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منصور بن عبداللہ بن ابراہیم اصفہانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ اسکندرانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن عباس قانعی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعید کندی نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن خازم خزاعی سے انہوں نے ابراہیم بن موسیٰ جہنی سے انہوں نے سلمان فارسی سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا کہ اے علی اپنے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرو۔ مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مقربین کون؟ فرمایا جبرئیل و میکائیل۔ حضرت علیؑ نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ کس چیز کی انگوٹھی پہنوں؟ آپؐ نے فرمایا عقیق سرخ کی اس لئے کہ اس نے اللہ کی وحدانیت میری نبوت اور تمہاری وصایت اور تمہاری اولاد کی امامت اور تمہارے محبین کے لئے جنت اور تمہاری اولاد کے دوستداروں کے لئے فردوس کا اقرار کیا ہے۔

باب (۱۲۸) کیا وجہ ہے کہ حضرت امیرالمومنینؑ کے سر کے اگلے حصہ پر بال نہ تھے اور کیا وجہ ہے کہ ان کو انزع البطین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس و محمد بن یحییٰ عطار نے اور ان سب نے روایت کی محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے اسناد متصل کے ساتھ جو میرے حافظہ میں نہیں ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر و بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے سر کے بال اڑا دیتا ہے اور یہ دیکھو میں ایسا ہی ہوں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی عدوی نے روایت کرتے ہوئے عباد بن صہیب سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ان کے جد سے انہوں نے حضرت جعفر ابن محمد علیہما السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے امیرالمومنین علیہ السلام سے کہا کہ میں آپ سے تین چیزوں کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں جو آپ میں موجود ہیں۔ یہ بتایئے کہ آپ کا قد کیوں چھوٹا ہے؟ اور پیٹ کیوں بڑا ہے؟ اور سر کے سامنے کے بال کیوں نہیں ہیں؟ امیرالمومنین علیہ السلام نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے نہ مجھے بہت طویل بنایا اور نہ بہت قصیر بلکہ میرے قد کو معتدل بنایا تاکہ میں اپنے سے پست قد کے دو ٹکڑے لمبائی میں کردوں اور اپنے سے دراز قد کی ٹانگوں پر قط لگادوں۔ اب سوال یہ ہے کہ میرا پیٹ کیوں بڑا ہے تو سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے علم کے بہت سے باب تعلیم کئے اور ہر باب سے مجھ پر علم کے ہزار باب کھل گئے اور سینہ میں گنجائش نہ پاکر پیٹ میں بھر آئے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے روایت کرتے ہوئے تمیم بن بہلول سے انہوں نے کہا کہ ایک شخص ابن عباس کے پاس آیا اور بولا آپ مجھے انزع البطین علی ابن ابی طالب کے متعلق بتایئے اس لئے کہ ان کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے؟ ابن عباس نے کہا کہ اے شخص تو نے ایک ایسی ہستی کے متعلق سوال کیا ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بہتر اور افضل زمین پر کوئی چلنے والا نہیں وہ رسول اللہؐ کے بھائی ان کے ابن عم ان کے وصی اور ان کی امت پر ان کے خلیفہ و نائب ہیں وہ شرک سے بری ہیں ان کا پیٹ علم سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرمارہے تھے کہ جو شخص کل (قیامت) کے دن نجات چاہتا ہے وہ اس انزع (کشادہ پیشانی) یعنی علی علیہ السلام کے زیر دامن پناہ لے۔

باب (۱۲۹) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت علی علیہ السلام کو امیرالمومنین، ان کی تلوار کو ذوالفقار، امام قائمؑ کو قائم اور مہدی کو مہدی کہا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد دقاق اور محمد بن محمد بن عصام رضی اللہ عنہما نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن یعقوب کلینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن علاء نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسمٰعیل فزاری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جمہور قمی نے روایت کرتے ہوئے ابن ابی نجران سے اور انہوں نے اس سے جس کا ذکر انہوں نے کیا ہے اور انہوں نے ابی حمزہ ثابت بن دینار ثمالی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ فرزند رسول حضرت علی علیہ السلام کا نام

امیرالمومنین کیوں پڑ گیا یہ نام تو نہ پہلے کسی کا تھا اور نہ آپ کے بعد کسی کے لئے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ میرۃ العلم (علم کا ذخیرہ) ہیں انہی سے علم حاصل کیا جاتا ہے آپ کے سوا کسی دوسرے سے نہیں۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول ان کی تلوار کو ذوالفقار کیوں کہتے ہیں؟ فرمایا اس لئے کہ آپ جس کو بھی مخلوق میں اس تلوار سے مارتے تھے اس کو دنیا میں اس کے اہل و اولاد سے اور آخرت میں جنت سے جدا کر دیتے تھے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول کیا آپ حضرات سب کے سب قائم بالحق نہیں ہیں؟ فرمایا ہاں ہاں میں نے عرض کیا پھر امام قائم کو قائم کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جب ہمارے امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے تو ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں روتے ہوئے فریاد کی اے ہمارے اللہ اور ہمارے مالک جس نے تیرے منتخب ابن منتخب بندے کو قتل کر دیا اس سے کیا تو غافل ہے؟ تو اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے میرے ملائکہ بیقرار نہ ہو مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں ضرور ان سے انتقام لوں گا خواہ کچھ عرصہ بعد ہی کیوں نہ لوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں جتنے آئمہ تھے ان سے ملائکہ کے لئے حجاب کو ہٹایا اور انہیں دیکھ کر ملائکہ بہت مسرور ہوئے اور ان ہی آئمہ میں سے ایک امام کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اسی قائم (کھڑے ہوئے) کے ذریعہ ان قاتلوں سے انتقام لوں گا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصام کلینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب نے روایت کرتے ہوئے علان کلینی سے اور انہوں نے مرفوعاً روایت کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت امیرالمومنین کی تلوار کا نام ذوالفقار اس لئے پڑا کہ اس تلوار کے بیچوں بیچ لمبائی میں ایک خط تھا جو انسان کی ریڑھ کی ہڈی کے بالکل مشابہ تھا اس لئے اس کا نام ذوالفقار ہو گیا۔ اور یہ وہ تلوار تھی جس کو حضرت جبرئیل آسمان سے لے کر نازل ہوئے تھے۔ اس کا قبضہ چاندی کا تھا اور یہ وہ تلوار ہے جس کے متعلق ایک منادی نے آسمان سے ندا دی تھی کہ "لا سیف الا ذوالفقار لا فتیٰ الا علی"

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے مجھ سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ سے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی کوفی سے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے سفیان بن عبدالمومن انصاری سے انہوں نے عمرو بن شمر سے انہوں نے جابر سے روایت کی جابر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے آپ جناب سے کہا کہ یہ پانچ سو درہم لیجئے اور اس کو اس کے محل پر صرف کر دیجئے یہ میرے مال کی زکوٰۃ ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے اس سے ارشاد فرمایا۔ نہیں اسے تم خود رکھو اور اپنے پڑوسیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور اپنے مسلمان بہن بھائیوں پر صرف کر دو۔ یہ ہمارے لئے اس وقت ہو گا جب ہمارا قائم قیام کرے گا اور اس کو سب پر برابر تقسیم کرے گا اور خدائے رحمان کی مخلوق پر عدل سے کام لے گا خواہ وہ نیکو کار ہوں یا بدکار جس نے اس کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اس کا نام مہدی اس لئے ہو گا کہ وہ امر [illegible] طرف سے ہدایت کرے گا اور توریت اور ساری اللہ کی کتابوں کو غار انطاکیہ سے نکالے گا اور اہل توریت کا فیصلہ توریت سے کرے گا اہل انجیل کا [illegible] انجیل سے کرے گا اہل زبور کا فیصلہ زبور سے کرے گا اور اہل فرقان کا فیصلہ فرقان سے کرے گا اور دنیا کے سارے اموال اس کے پاس [illegible] خواہ وہ زمین کے اندر ہوں یا زمین کے اوپر اور وہ لوگوں سے کہے گا کہ ادھر آجاؤ جس مال کے لئے تم قطع رحم کرتے تھے خونریزی کرتے اور امر حرام کا ارتکاب کیا کرتے تھے وہ مجھ سے لیجاؤ پھر وہ لوگوں کو اتنا دے گا کہ اس سے قبل کسی [illegible] نے بھی اتنا نہ دیا ہو گا۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ ہم میں سے ہو گا اس کا نام میرا نام ہو گا، میری سنت پر عمل کرے گا زمین کو قسط و عدل و نور سے بھر دے گا بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور اور برائیوں سے بھری ہو گی۔

(۴) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ کیا مجھ سے جعفر ابن محمد بن مسعود نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جبرئیل بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن خرزاد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن موسیٰ بن فرات سے انہوں نے یعقوب بن سوید سے اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ حضرت

امیرالمومنین علیہ السلام کا نام امیرالمومنین کیوں قرار دیا؟ تو آپ نے ارشاد کیا اس لئے کہ وہ لوگوں کو علم تقسیم کرتے تھے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا کہ ونمیر اھلنا (اور ہم اپنے کنبے کے لئے خوراک لائیں گے) سورہ یوسف۔ آیت نمبر ۶۵

باب (۱۲۰) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت علی ابن ابی طالب قسیم الجنۃ والنار ہو گئے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ بن زکریا ابو العباس قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ محمد بن اسماعیل برکی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن داہر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن سنان سے روایت کرتے ہوئے مفضل بن عمر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ امیرالمومنین علیہ السلام قسیم الجنۃ والنار کس طرح ہیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ ان سے محبت ایمان اور ان سے بغض کفر ہے۔ اور جنت اہل ایمان کے لئے خلق ہوئی ہے اور جہنم اہل کفر کے لئے۔ پس آپ اس طرح قسیم الجنۃ والنار ہیں کہ جنت میں صرف ان سے محبت کرنے والے جائیں گے اور جہنم میں صرف ان سے بغض رکھنے والے جائیں گے۔ مفضل نے کہا فرزند رسول کیا انبیاء اور اوصیاء بھی حضرت علیؑ سے محبت رکھتے تھے اور ان کے دشمن بھی حضرت علیؑ سے بغض رکھتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ راوی نے فرمایا یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کے دن فرمایا تھا کہ کل کے دن میں علم اس کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہوں گے اور وہ اس وقت تک میدان سے واپس نہ آئے گا جب تک اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں پر فتح نہ دیدے۔ اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھنا ہوا طائر آیا تو آپ نے دعا کی کہ پروردگار تو میرے پاس ایسے شخص کو بھیج دے جو تیری مخلوق میں تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو تاکہ وہ میرے ساتھ یہ بھنا ہوا طائر کھائے۔ اور آنحضرتؐ نے اس سے حضرت علی کو مراد لیا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں فرمایا تو پھر کیا یہ ممکن ہے کہ جس شخص سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرے اس سے انبیاء اور اوصیاء محبت نہ کریں؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا پس اس سے ثابت ہوا کہ تمام انبیاء و مرسلین و جمیع مومنین حضرت علی ابن ابی طالب کے محب اور دوستدار تھے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ انبیاء اور اوصیاء کے دشمن اور مخالفین ان سے اور وہ تمام لوگ جن سے وہ محبت کرتے تھے بغض و عداوت رکھتے تھے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا پس اولین و آخرین میں جو بھی حضرت علیؑ سے محبت رکھتا ہے وہی جنت میں جائے گا اور اولین و آخرین میں جو بھی ان سے بغض و دشمنی رکھتا ہے وہ جہنم میں جائے گا۔ بس اسی طرح حضرت علی علیہ السلام قسیم الجنۃ والنار ہوئے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول آپ نے میری الجھنیں دور کر دیں اللہ آپ کی الجھنیں دور کرے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم دیا ہے اس میں سے کچھ اور حدیث کہئے۔ آپ نے فرمایا اے مفضل پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ میں نے عرض کیا فرزند رسول یہ بتائیں کہ حضرت علیؑ اپنے محبین کو جنت میں داخل کریں گے اور اپنے دشمنوں کو جہنم میں داخل کریں گے یا رضوان (خازن جنت) اور مالک (داروغہ جہنم)؟ آپ نے فرمایا اے مفضل کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت خلق سے دو ہزار سال پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کہ وہ روح تھے نبی بنا کر انبیاء کی طرف جب کہ وہ سب کے سب روح تھے مبعوث کیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت ارواح انبیاء کو اللہ کی توحید اور اس کی اطاعت و اتباع امر کی دعوت دی اور اس پر ان سے جنت کا وعدہ کیا اور جو اسے قبول نہ کرے مخالفت اور انکار کرے گا اس کے لئے جہنم کا وعدہ ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا پھر نبی علیہ السلام کیا اس وعدے کے ضامن نہیں ہیں جو انہوں نے اللہ کی طرف کیا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا علی ابن ابی طالب علیہ السلام ان کے خلیفہ و نائب اور ان کی امت کے امام نہیں ہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا رضوان و مالک بلکہ تمام ملائکہ آپ کے شیعوں کے لئے اور آپ کی محبت کے سبب نجات پانے والوں کے لئے استغفار نہیں کرتے؟ میں

نے عرض کیا جی ہاں ۔ فرمایا تو پھر علی ابن ابی طالب علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں قسیم الجنۃ والنار ہوئے اور بحکم خدا رضوان ومالک حضرت علی علیہ السلام کے حکم کو نافذ کرنے والے ہوئے اے مفضل اس کو یاد رکھو اس لئے کہ یہ ایک علم مخزون ومکنون ہے ۔ اس کو اس کے اہل کے سوا کسی اور کو نہ بتانا ۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن عرفہ نے مقام سر من رائے میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے وکیع نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسرائیل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو صالح نے روایت کرتے ہوئے ابوذر رحمہ اللہ سے ان کا بیان ہے ہم اور جعفر ابن ابی طالب حبشہ میں مہاجرین کے اندر تھے وہاں جعفر کو ایک کنیز ہدیہ میں دی گئی جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی ۔ جب ہم لوگ وہاں سے مدینہ واپس آئے تو جعفر نے وہ کنیز علی ابن ابی طالب کو ہدیہ کردیا کہ وہ اس کی خدمت کرے گی ۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس کنیز کو حضرت فاطمہؑ کے گھر میں لے جاکر رکھا ۔ ایک دن حضرت فاطمہ آئیں تو دیکھا کے اس کنیز کی گود میں حضرت علیؑ کا سر ہے ۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا اے ابوالحسن آپ نے اس سے کچھ کیا؟ انہوں نے کہا کہ اے بنت محمدؐ خدا کی قسم میں نے کچھ بھی نہیں کیا تم کیا چاہتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے باپ کے گھر جاؤں گی ۔ آپ نے کہا جاؤ میری طرف سے اجازت ہے ۔ حضرت فاطمہؑ نے اپنی چادر سر پر ڈالی اور برقعہ پہنا اور نبی صلی اللہ وآلہ وسلم کی طرف چلیں ۔ ادھر حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور آپؐ سے یہ کہتا ہے کہ فاطمہ آپ کے پاس علی کی شکایت لے کر آرہی ہیں آپ علیؑ کے متعلق ان کی کوئی شکایت قبول نہ کریں ۔ اتنے میں فاطمہ پہنچ گئیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم علی کی شکایت لے کر میرے پاس آئی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں رب کعبہ کی قسم آپ نے فرمایا واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کی خوشی کے لئے مجھے یہ سنگ دعار قبول ہے ۔ پس حضرت فاطمہ واپس آئیں اور کہا اے ابوالحسن آپ کی خوشی کے لئے مجھے یہ ننگ دعار قبول ہے یہ انہوں نے تین مرتبہ کہا حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تم نے میرے خلیل ومیرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری شکایت کردی ۔ ہائے اب میں رسول اللہؐ سے شرمندہ ہوں گا ۔ اچھا اے فاطمہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس کنیز کو لوجہ اللہ آزاد کردیا اور یہ چار سو درہم جو میرے عطایا سے فاضل بچے ہیں اس کو اہل مدینہ کے فقراء کے لئے صدقہ نکال دیا اس کے بعد آپ نے لباس پہنا اور نعلین پاؤں میں ڈالے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چلے ادھر حضرت جبرئیل نبی کے پاس نازل ہوئے اور عرض کیا ۔ یا محمدؐ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور آپؐ سے کہتا ہے کہ آپ حضرت علیؑ سے کہدیں کہ فاطمۂ زہرا کی خوشی کے لئے جو تم نے کنیز کو آزاد کردیا اس کے عوض میں ہے تم کو پوری جنت کا وقف سونپا اور وہ چار سو درہم جو تم نے تصدق کیے ہیں اس کے عوض میں نے تمہیں جہنم کا مالک بھی بنادیا ۔ اب تم جسے چاہنا جنت میں داخل کردینا اور جسے چاہنا جہنم سے نکال لینا میں اسے معاف کردوں گا ۔ تو یہ سن کر حضرت علی علیہ السلام نے کہا پھر تو میں قسیم الجنۃ والنار ہوں ۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور عبداللہ بن عامر بن سعید سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے مفضل بن عمر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا میں اللہ کا مقرر کردہ قسیم الجنۃ والنار ہوں میں فاروق اکبر ہوں میں صاحب عصا ومیسم ہوں ۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ سعدان سے انہوں نے عبداللہ بن قاسم حضرمی سے انہوں نے عمر [illegible] بن مہران سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منبر نصب کیا جائے گا جسے تمام خلائق دیکھے گی اور اس پر ایک مرد کھڑا ہوگا ۔ اور منبر کے داہنی جانب ایک ملک اور بائیں جانب ایک ملک کھڑا ہوگا ۔ داہنی جانب والا ندا دے گا کہ اے گروہ خلائق یہ علی ابن ابی طالب ہیں یہ جنت کے مالک ومختار ہیں ۔ جسے چاہیں گے جنت میں داخل کریں گے ۔ پھر بائیں جانب والا ملک ندا دے گا کہ اے گروہ خلائق

یہ علی ابن ابی طالب ہیں یہی جہنم کے مالک و مختار ہیں جسے چاہیں گے جہنم میں داخل کریں گے۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن محمد ثقفی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے محمد بن داؤد دینوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منذر شعرانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن قضیل نے انہوں نے روایت کی ابی الجارود سے انہوں نے مرفوعاً روایت کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آنحضرت نے فرمایا کہ جنت کے دروازے پر سرخ یاقوت کا کنڈا سونے کی پلیٹ پر لگا ہوا ہے جب وہ کنڈا سونے کی پلیٹ سے ٹکراتا ہے تو اس سے کھنکنے کی آواز پیدا ہوتی ہے اور اس کھنکھناہٹ میں وہ یا علی کہتا ہے۔

(۶) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا کہ مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ خزاز سے انہوں نے ابی حفص عبدی سے انہوں نے ابو ہارون عبدی سے انہوں نے ابو سعید خدری سے انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جب تم لوگ میرے لئے دعا کرو تو وسیلہ کے لئے دعا کرو۔ تو ہم نے آنحضرتؐ سے وسیلہ کے متعلق پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ جنت میں میرا ایک منبر ہے جس پر پہنچنے کے لئے ایک ہزار زینے ہیں اور ایک زینہ سے دوسرے زینے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جیسے ایک تیز رفتار گھوڑا ایک مہینہ کی راہ طے کرے۔ دو زینوں کے درمیان جواہرات جڑے ہوئے ہیں ایک زینے تک موتی دوسرے زینے تک زبرجد تیسرے زینے تک یاقوت چوتھے زینے تک سونا پانچویں زینے تک چاندی۔ ایسے قیامت کے دن لاکر انبیاء کے منبروں کے درمیان نصب کر دیا جائے گا۔ اور یہ انبیاء کے منبروں کے درمیان اس طرح جلوہ دے گا جیسے ستاروں کے درمیان چاند۔ اور ہر نبی ہر صدیق اور ہر شہید اسے دیکھ کر یہی کہے گا کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا یہ منبر ہے۔ اتنے میں ایک منادی ندا دے گا جسے تمام انبیاء صدیقین و شہداء و مومنین سنیں گے کہ یہ منبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا پھر اس دن میں ایک چادر اوڑھے ہوئے سر پر شاہی تاج اکلیل کرامت رکھے ہوئے آگے بڑھوں گا ملائکہ کرام و علی بن ابی طالب میرے آگے آگے ہوں گے اور میرا علم یعنی لواء حمد علی ابن ابی طالب اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ جس پر یہ تحریر ہوگا کہ لا الہ الا اللہ المفلحون هم الفائزون نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اور جس نے نجات پائی وہی کامیاب ہے! جب ہم لوگ انبیاء کی صفوں سے ہو کر گزریں گے تو وہ کہیں گے کہ یہ دونوں کوئی ملک مقرب معلوم ہوتے ہیں اور جب ملائکہ کی صفوں سے گزریں گے تو کہیں گے کہ یہ دونوں کوئی نبی مرسل معلوم ہوتے ہیں یہاں تک کہ میں ایک زینہ پر قدم رکھوں گا اور علیؑ میرے پیچھے ہوں گے اور تمام زینوں پر چڑھ کر جو سب سے بلند اور آخری زینہ پر پہنچ جاؤں گا اور علیؑ مجھ سے ایک زینہ نیچے رہیں گے اور ان کے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا پھر ہر نبی ہر وصی اور ہر مومن گردن اٹھا کر ہمیں دیکھے گا اور کہے گا کہ کس قدر خوش نصیب ہیں یہ دونوں بندے اور کتنے مکرم ہیں یہ اللہ کے نزدیک۔ تو اللہ کی طرف سے ندا آئے گی جسے تمام انبیاء اور تمام مخلوقات سنے گی کہ یہ میرا حبیب محمدؐ ہے اور یہ میرا ولی علیؑ ہے خوش نصیب ہے وہ جس نے اس سے محبت کی اور بد نصیب ہے وہ جس نے اس سے بغض رکھا اور اس کی تکذیب کی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے کہا کہ اے علیؑ اس ندائے الٰہی کو سن کر اس عرصہ محشر میں تمہارا ہر محب خوش و مسرور ہو جائے گا، اس کا چہرہ چمک اٹھے گا، اس کا دل شادمان ہو جائے گا۔ اور تم سے بغض و عداوت رکھنے والے اور جنگ کرنے والے کا چہرہ سیاہ پڑ جائے گا اس کے پاؤں کانپنے لگیں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اسی اثناء میں دو ملک آئیں گے۔ ان میں سے ایک خازن جنت رضوان ہوگا اور دوسرا داروغہ جہنم مالک ہوگا۔ پہلے رضوان آگے بڑھے گا اور مجھے سلام کرے گا اور کہے گا السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں اس کو جواب دوں گا اور کہوں گا کہ اے خوشبو اور حسین چہرے اور اپنے پروردگار کے نزدیک مکرم ملک تو کون ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ میں رضوان خازن جنت ہوں۔ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جنت کی کنجیاں آپ کے سپرد کر دوں لہٰذا یہ کنجیاں حاضر ہیں اسے لے لیجئے اور میں کہوں گا کہ میں نے اسے قبول کیا میں اللہ کی اس عنایت کا شکر گزار ہوں۔ اچھا تم یہ کنجیاں میرے بھائی علیؑ ابن ابی طالب کے حوالے کر دو۔

چنانچہ رضوان یہ کنجیاں علی ابن ابی طالب کے سپرد کر کے واپس چلا جائے گا۔ اس کے بعد مالک آگے بڑھے گا اور کہے گا کہ اے احمد آپ پر میرا سلام۔ میں جواب میں کہوں گا کہ اے ملک تجھ پر بھی میرا سلام ہو۔ یہ تیری شکل کتنی بھیانک ہے تیرا چہرہ کتنا بدنما ہے تو کون ہے؟ وہ کہے گا کہ میں داروغہ جہنم ہوں مجھے رب نے حکم دیا ہے کہ جہنم کی کنجیاں آپ کے حوالے کر دوں۔ میں کہوں گا کہ میں نے قبول کیا اللہ کا شکر کہ اس نے مجھے یہ فضل و شرف دیا۔ لیجاؤ یہ کنجیاں اور میرے بھائی علی ابن ابی طالب کے حوالے کر دو۔ لہٰذا داروغہ جہنم کنجیاں حضرت علی کے سپرد کر کے واپس چلا جائے گا پھر علی ابن ابی طالب جنت و جہنم کی کنجیاں لے کر آگے بڑھیں گے اور جہنم کے کنارے جا کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اس وقت جہنم کے شعلے بلند ہوتے ہوں گے۔ اس کی حدت بہت شدید ہو گی۔ اس کی چنگاریاں چھوٹ رہی ہوں گی۔ جہنم عرض کرے گی کہ اے علی ذرا دور ہٹ کر کھڑے ہوں آپ کے نور سے میرے شعلے بجھ رہے ہیں۔ آپ فرمائیں گے کہ اے جہنم ٹھہر اس شخص کو لے لے یہ میرا دشمن ہے اور اس شخص کو چھوڑ دے یہ میرا دوستدار ہے اور جہنم حضرت علی کی اطاعت اس دن اس سے زیادہ کرے گا جتنی اطاعت ایک غلام اپنے آقا و مالک کی کرتا ہے۔

میں نے یہ ساری روایت اور اس کے ہم مضمون ساری روایات کتاب المعرفت سے حذف کی ہیں۔

باب (۱۳۱) وہ سبب جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے سوا کسی دوسرے کو اپنا وصی نہیں بنایا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سہل بن زیادہ آدمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ولید صیرفی نے روایت کرتے ہوئے ابان بن عثمان سے اور انہوں نے حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے ان کے جد امجد سے انہوں نے بیان فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت وفات قریب ہوا تو آپ نے عباس بن عبدالمطلب اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو طلب فرمایا اور پہلے عباس سے کہا اے محمدؐ کے چچا کیا آپ محمد کی میراث لیں گے اور ان کے قرض کو ادا اور ان کے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کریں گے؟ انہوں نے انکار کیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہت بوڑھا کثیر العیال، قلیل المال آدمی ہوں بھلا آپ کا بوجھ کون برداشت کر سکتا ہے آپ تو چلتی ہواؤں کے ساتھ سخاوت کرتے ہیں۔ یہ سن کر آپ ذرا دیر خاموش رہے اس کے بعد پھر فرمایا اے عباس آپ رسول اللہ کی میراث لیں گے ان کے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کریں گے اور ان کے قرض کو ادا کریں گے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں ایک بہت بوڑھا کثیر العیال، قلیل المال آدمی ہوں بھلا آپ کا بوجھ کون برداشت کر سکتا ہے آپ تو چلتی ہواؤں کے ساتھ سخاوت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا تو اب میں اپنی یہ میراث ایسے شخص کو دوں گا جو اس کا پورا حق ادا کرے گا۔ یہ کہہ کر آپ حضرت علیؑ کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا اے علیؑ اے محمدؐ کے بھائی کیا تم محمدؐ کے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرو گے ان کے قرضوں کو ادا کرو گے اور ان کی میراث لو گے؟ حضرت علیؑ نے کہا جی ہاں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ پس میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے اپنی انگوٹھی اپنی انگلی سے نکال کر حضرت علی کو دی اور فرمایا لو تم یہ انگوٹھی میری زندگی ہی میں پہن لو۔ میں نے دیکھا کہ وہ انگوٹھی آنحضرتؐ نے حضرت علی نے اپنی انگلی میں پہن لی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز دی اے بلال میرا خود، میری زرہ، میرا علم، میری تلوار ذوالفقار، میرا عمامہ سحاب، میری ردا، میرا ابرقہ (آفتابہ) میری چھڑی (جس کو مشوق کہتے ہیں) لاؤ۔ اور بخدا میں نے ایسا ابرقہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا جس سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں غالباً یہ جنت کا ابرقہ تھا پھر فرمایا اے علی یہ جبرئیل لائے تھے اور مجھ سے کہا تھا کہ اے محمد اس کو زرہ کی کڑیوں میں کمر کے پٹکے کی جگہ رکھ لو پھر دو جوڑ عربی نعلین منگوائی۔ جس میں ایک سلی ہوئی اور ایک بے سلی ہوئی تھی پھر وہ قمیص جسے پہن کر معراج پر تشریف لے گئے تھے پھر رسول

عباس سے کہا میری وصیت قبول کریں گے، میرا قرض ادا کریں گے، میرے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کریں گے؟ انہوں نے کہا میں بہت سن رسیدہ اور کثیر العیال ہوں میرے پاس مال و دولت کچھ نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے ان سے تین مرتبہ یہی پوچھا اور انہوں نے یہی جواب دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اچھا تو اب میں ایسے شخص کو وصی بناؤں گا جو میری وصیت قبول کرے گا۔ وہ یہ بات نہیں کہے گا جو آپ کہہ رہے ہیں۔ پھر فرمایا اے علی تم میری وصیت قبول کرو، تم میرے قرض کو ادا کرنا، میرے کئے ہوئے وعدوں کو پورا کرنا۔ یہ سن کر حضرت علی کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی (کچھ جواب نہ دے سکے) آنحضرتؐ نے پھر دوبارہ کہا تو حضرت علیؑ نے کہا جی بہتر یا رسول اللہؐ۔ یہ جواب پا کر آنحضرتؐ نے حضرت بلال کو آواز دی اے بلال رسول اللہ کا زرہ لاؤ وہ زرہ لے کر آ گئے۔ فرمایا اے بلال رسول اللہ کی تلوار لاؤ وہ تلوار بھی لے کر آئے تو فرمایا اے بلال رسول اللہ کا علم لاؤ بلال وہ بھی لے آئے یہاں تک کہ اپنا عصابہ بھی تلاش کرایا جو آنحضرتؐ جنگ کے موقع پر اپنی کمر میں باندھا کرتے تھے اور بلال وہ تلاش کر کے لائے۔ پھر فرمایا اے بلال رسول اللہؐ کا فرس مع زین اور لگام کے لاؤ جب بلال یہ سب لا چکے تو حضرت علیؑ سے کہا تم ان مہاجرین و انصار کے سامنے ان چیزوں کو اپنے قبضہ میں کر لو یہ سب لوگ گواہ رہیں گے تاکہ بعد ان میں ان چیزوں کے متعلق تم سے کوئی جھگڑا نہ کرے زید بن علی کہتے ہیں پھر حضرت علیؑ اٹھے اور ان چیزوں کو اپنے گھر میں لے جا کر رکھا اس کے بعد واپس آ گئے۔

باب (۱۳۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی پرورش کیوں کی

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو محمد حسن بن محمد بن یحیی بن حسن بن عبید اللہ بن حسین بن علی ابن ابی طالب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے جد یحیی بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن عبید اللہ طلحی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے ابن ابی ہانی غلام بنی مخزوم سے انہوں نے محمد بن اسحاق سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن نجیح نے روایت کرتے ہوئے مجاہد بن جبر ابی الحجاج سے انہوں نے کہا کہ حضرت علی ابن ابی طالب پر اللہ کا ایک لطف و کرم یہ بھی تھا اور اللہ تعالی نے ان کے ساتھ جو کیا وہ بھلائی کے ارادہ سے کیا صورت یہ ہوئی کہ قریش شدید قحط میں مبتلا تھے اور حضرت ابو طالب کثیر العیال تھے یہ محسوس کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا عباس سے جو بنی ہاشم میں سب سے زیادہ دولتمند تھے کہا اے ابو الفضل آپ کے بھائی ابو طالب کثیر العیال ہیں اور قحط میں لوگوں کا جو حال وہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں چلئے ہم آپ اور آپ دونوں چلیں اور ان کے عیال کا بار ان پر سے کچھ کم کریں ان کے لڑکوں میں سے ایک کو میں لے لوں اور ایک کو آپ لے لیں اور ان دونوں کی کفالت کریں۔ عباس نے کہا تو پھر اٹھیں اور چلیں۔ چنانچہ یہ دونوں حضرت ابو طالب کے پاس گئے اور کہا ہم لوگ چاہتے کہ جب تک لوگ قحط سالی میں مبتلا ہیں آپ پر عیال کا بار بہت زیادہ ہے اسے ہلکا کر لیں۔ حضرت ابو طالب نے کہا آپ لوگ میرے لئے عقیل کو چھوڑ دیں اور جسے چاہیں لے لیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو لے لیا اور حضرت عباس بن عبد المطلب نے جعفر کو لیا پھر حضرت علی مسلسل آنحضرت کی زیر کفالت رہے اور جب آنحضرت مبعوث بہ رسالت ہوئے حضرت علیؑ ان پر ایمان لائے ان کی اتباع کی ان کی رسالت کی تصدیق کی۔ اور حضرت جعفر مسلسل حضرت عباس کے زیر کفالت رہے یہاں تک کہ اسلام لائے اور حضرت عباس کی کفالت سے مستغنی ہو گئے۔

باب (۱۳۳) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث حضرت علی علیہ السلام ہوئے کوئی دوسرا نہ ہوا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد العزیز بن یحیی جلودی نے مقام بصرہ

پر انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ذکریا نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد ابن غیاث نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عوانہ نے روایت کرتے ہوئے عمرو بن مغیرہ سے انہوں نے ابو صادق سے انہوں نے ربیعہ ابن ناجد سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے مجمع میں حضرت علیؑ سے پوچھا کہ یا امیرالمومنین اپنے چچا کے رہتے ہوئے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث کیسے ہوگئے؟ آپ نے فرمایا اے گروہ مردم کان کھول کر اچھی طرح سن لو (وقت بعثت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام بنی عبدالمطلب کو ہم لوگوں

میں سے ایک شخص کے گھر میں یا شاید آپ نے ہم لوگوں میں سے سب سے بڑے شخص کے گھر میں جمع کیا اور صرف ڈیڑھ سیر دعفرانی کھانا تیار کرایا اور لسے ہی کھانے میں ہم لوگ اچھی طرح کھا پی کر سیر ہوگئے پھر بھی کھانا اور پانی جتنا تھا اتنا ہی رہ گیا (اس میں کوئی کمی نہیں آئی) حالانکہ ہم لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے جو ایک سالم بکرا کا بچہ کھا جاتے اور ایک ڈول بھر پانی پیتے۔ جب سب کا کھانا پانی ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے یہ (معجزہ) دیکھا۔ اب بتاؤ تم میں سے کون ہے جو میری بیعت کرے میرا بھائی، میرا وارث اور میرا وصی بننے کو تیار ہے تو اگرچہ میں اس مجمع میں سے کم سن تھا اٹھ کھڑا ہوا اور کہا میں اس کے لئے تیار ہوں۔ آپؐ نے سارے مجمع سے تین مرتبہ یہی پوچھا اور ہر مرتبہ میں اٹھا اور کہا کہ میں اور آپؐ نے مجھے کہا بیٹھ جاؤ۔ جب تیسری بار آپ نے پوچھا اور میں نے کہا کہ میں تو آنحضرتؐ نے (بیعت لینے کے لئے) میرے ہاتھ پر ہاتھ مارا اس لئے میں اپنے ابن عم کا وارث بنا اور میرے عم (عباس) وارث نہ بنے۔

(۲) اور ان ہی رحمہ اللہ سے یہ بھی روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مغیرہ بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن محمد عبدالرحمان ازدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قیس بن ربیع اور شریک بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے اعمش سے انہوں نے منہال بن عمرو سے انہوں نے عبداللہ بن حارث بن نوفل سے انہوں نے حضرت علی ابن ابی طالب سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جس وقت آیہ **وانذر عشیرتک الاقربین** (اور تو اپنے سب سے زیادہ قریبی قبیلہ والوں کو ڈرا) سورۃ الشعراء آیت ۲۱۴ نازل ہوئی تو آپ نے بنی عبدالمطلب کو بلایا اور اس وقت کم و بیش چالیس مرد تھے اور پوچھا تم میں سے کون شخص میرا بھائی میرا وصی میرا وارث میرا وزیر اور میرے بعد میرا خلیفہ بننے کو تیار ہے اور یہ بات آپؐ نے فرداً فرداً ایک ایک شخص سے پوچھی مگر سب انکار کرتے رہے یہاں تک کہ آخر میں میری باری آئی اور مجھ سے پوچھا میں نے عرض کیا میں تیار ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آنحضرت نے مجمع سے خطاب کرکے کہا اے بنی عبدالمطلب یاد رکھو یہ میرا بھائی، میرا وارث، میرا وصی، میرا وزیر اور میرے بعد تمہارے درمیان میرا خلیفہ ہے۔ یہ سن کر ساری قوم ایک دوسرے کو دیکھتے دیکھتے ہوئے ہنس کر کھڑی ہوئی اور حضرت ابوطالب سے بولی کہ لیجئے آپ کو بھی حکم ملا ہے کہ اس بچے کی بات سنیں اور اس کی اطاعت کریں۔

باب (۱۳۴) وہ سبب جس کی بنا پر امیرالمومنین علی علیہ السلام نے شوریٰ میں شریک ہونا منظور کرلیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ اور ان ہی اسناد کے ساتھ یہ روایت انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہنچائی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت عمرؓ نے اصحاب شوریٰ کی فہرست لکھی تو اس میں پہلا نام حضرت عثمانؓ کا اور آخری نام علی امیرالمومنین کا لکھا اور اس طرح انہوں نے حضرت علی کو ساری قوم کے بالکل آخر میں کردیا۔ یہ دیکھ کر عباس نے کہا اے ابوالحسن جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفات پائی تھی میں نے اسی دن تم سے کہا تھا کہ تم ہاتھ بڑھاؤ ہم لوگ تمہاری بیعت کرلیں اس لئے کہ جس کی بیعت پہلے ہوگی اسی کی حکومت ہوگی مگر تم نے میری بات نہیں مانی اور ابوبکر کی بیعت ہوگئی۔ اور آج بھی میرا مشورہ ہے کہ عمرؓ نے اصحاب شوریٰ کی فہرست میں تمہارا نام بالکل آخر میں رکھا ہے یہ لوگ تم کو اس سے نکالنا چاہتے ہیں۔ میری مان لو

اور شوریٰ میں نہ جاؤ۔ حضرت علیؑ نے عباس کی سنی مگر کوئی جواب نہیں دیا۔ اور جب عثمان کی بیعت ہو چکی تو عباس نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا (دیکھو وہی بات ہوئی) حضرت علیؑ نے کہا ایک بات آپ کے ذہن سے نکل گئی تھی۔ کیا آپ نے اس شخص کو منبر پر یہ کہتے ہوئے نہیں سنا تھا اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ اس گھرانے میں خلافت اور نبوت دونوں جمع کر دے۔ لہذا میں نے چاہا کہ خود اس کی زبان سے اس کو جھوٹا ثابت کر دوں اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ کل جو کچھ اس نے کہا تھا وہ سراسر جھوٹ و غلط تھا اور ہم خلافت کے اس وقت بھی اہل تھے۔ یہ سن کر عباس خاموش ہو گئے۔

باب (۱۳۵) وہ سبب جس کی بنا پر بعض آئمہ نے تلوار اٹھائی اور بعض اپنے گھر میں خاموش بیٹھ گئے بعض نے اپنی امامت کا اظہار کیا بعض نے اس کو مخفی رکھا بعض نے نشر علوم کیا اور بعض نے نہیں کیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ابو القاسم ہاشمی سے اور انہوں نے عبید بن قیس انصاری سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن سماعہ نے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جبرئیل آسمان سے ایک صحیفہ لے کر نازل ہوئے اور اس سے پہلے نہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس کوئی صحیفہ بھیجا اور نہ اس کے بعد کوئی صحیفہ بھیجا۔ اس صحیفے میں سونے کی مہریں تھیں۔ الغرض حضرت جبرئیل نے کہا یا محمدؐ یہ آپ کا وصیت نامہ آپؐ کے اہل میں جو سب سے زیادہ نجیب و شریف ہو اس کے لئے ہے۔ آنحضرت نے فرمایا اے جبرئیل میرے اہل میں سے سب سے زیادہ نجیب کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ علی ابن ابی طالب ہیں۔ آپؐ انہیں حکم دیں کہ جب آپؐ وفات پا جائیں تو وہ اس میں سے ایک کو توڑیں اور اس میں جو کچھ بھی تحریر ہے اس پر عمل کریں چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو حضرت علی نے اس صحیفہ کی ایک مہر توڑی اور اس پر عمل کیا اور وقت وفات وہ صحیفہ امام حسن علیہ السلام کے حوالے کیا انہوں نے ایک مہر توڑی اس میں جو مرقوم تھا اس پر عمل کیا اور وقت وفات امام حسین علیہ السلام کے حوالہ کیا انہوں نے مہر توڑی تو اس میں یہ تحریر پایا کہ ایک ایسے گروہ کو ساتھ لے کر نکلو جو تمہارے ساتھ شہادت کے لئے تیار ہوں اور تم اپنی جان اللہ کے لئے قربان کر دو اور انہوں نے اس میں جو کچھ تھا اس پر عمل کیا۔ پھر صحیفہ اپنے بعد ایک مرد کے حوالے کیا انہوں نے ایک مہر توڑی اور اس میں یہ لکھا ہوا پایا کہ خاموشی اختیار کرو چپ رہو اپنے گھر میں بیٹھو اور تادم مرگ اللہ کی عبادت کرتے رہو۔ پھر انہوں نے اپنے بعد وہ صحیفہ ایک مرد کے حوالے کیا انہوں نے مہر توڑی تو اس میں تحریر پایا کہ تم لوگوں سے حدیثیں بیان کرو انہیں فتوے دو اور اپنے آباؤ اجداد کی علم کی نشرو اشاعت کرو۔ انہوں نے جو کچھ اس میں لکھا تھا اس پر عمل کیا پھر اپنے بعد انہوں نے وہ صحیفہ ایک مرد کو دیا انہوں نے مہر توڑی تو اس میں یہ تحریر پائی کہ تم لوگوں سے احادیث بیان کرو انہیں فتوے دو اور تمہارے آباء و اجداد کے علم کی نشرو اشاعت کرو انہوں کچھ اس میں لکھا تھا اس پر عمل کیا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے وہ صحیفہ ایک مرد کو دیا انہوں نے مہر توڑی تو اس میں یہ تحریر پائی کہ تم لوگوں سے احادیث بیان کرو انہیں فتوے دو اور تمہارے آباء نے جو کچھ کہا ہے اس کی تصدیق کرو اور سوائے خدا کے اور کسی سے نہ ڈرو کیونکہ تم اللہ کے حفظ و امان میں ہو۔ پھر وہ اپنے بعد یہ صحیفہ ایک اور مرد کے حوالے کریں گے اور اپنے بعد یہ صحیفہ ایک اور مرد کے حوالے کریں گے اس طرح یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔

کیا مجھ سے محمد بن ابی بشر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن ہیثم نے روایت کرتے ہوئے سلیمان بن داؤد سے انہوں نے علی بن غراب سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ثابت بن ابی صفیہ نے روایت کرتے ہوئے سعد بن طریف سے اور انہوں نے اصبغ ابن نباتہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے لئے خضاب لگانے میں کیا امر مانع ہے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تو خضاب لگایا کرتے تھے ؟ تو آپ نے فرمایا انتظار کر رہا ہوں کہ میری داڑھی وقت معبود پر خون سے خضاب ہو جس کی خبر مجھے میرے حبیب رسول اللہ ؐ نے دی ہے۔

باب (۱۳۹) وہ سبب جس کی بنا پر سطح کعبہ سے بتوں کو گراتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بار امیر المومنین علیہ السلام نہ اٹھا سکے

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو علی احمد بن یحییٰ المکتب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد وراق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بشر بن سعید بن قلیوبہ المعدل بالرافقہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالجبار بن کثیر تمیمی یمانی نے انہوں نے کہا کہ میں نے امیر مدینہ محمد بن حرب ہلالی کو بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے سوال کیا اور کہا فرزند رسول میرے ذہن میں ایک سوال ہے چاہتا ہوں کہ آپؑ سے پوچھوں۔ آپؑ نے فرمایا اگر تم کہو تو وہ سوال جو تمہارے ذہن میں ہے تمہارے سوال کرنے سے پہلے ہی بتادوں اور اگر تمہاری منشاء سوال کرنے کی ہے تو کرلو۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول آپ میرے سوال کرنے سے پہلے کیسے معلوم کرلیں گے کہ میرے ذہن میں کیا سوال ہے ؟ فرمایا توسم اور تفرس (ظاہری علامات ونشانیوں) سے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا ہے ان فی ذلک لآیات للمتوسمین (یقیناً اس (واقعہ) میں پہچان والوں کے لئے نشانیاں ہیں) سورۃ الحجر۔ آیت نمبر ۷۵ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے کہ مومن کی فراست سے خود کو بچاؤ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نور سے دیکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول اچھا بتلایئے میرے ذہن میں کیا سوال ہے ؟ فرمایا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو کہ سطح کعبہ سے بتوں کو گراتے وقت آنحضرت ؐ کو حضرت علیؑ بن ابی طالب کیوں نہ اٹھا سکے باوجود اس قوت وطاقت کے جس کا ظہور ان سے خیبر میں قلعہ قموص کے اکھاڑنے کے وقت ہوا کہ جس کے دروازے کو چالیس آدمی بھی نہیں اٹھا سکتے تھے آپ نے اس کو اکھاڑ کر چالیس ہاتھ دور پھینک دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر اونٹ اور گھوڑے اور گدھے پر سوار ہوتے ہی تھے اور شب معراج براق پر بھی سوار ہوئے جو حضرت علیؑ سے قوت وطاقت میں بہرحال کم تھے۔ میں نے عرض کیا ہاں ہاں خدا کی قسم میں یہی پوچھنا چاہتا تھا اے فرزند رسول اب آپ اس کا جواب بتائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا سنو حضرت علیؑ کو جو بھی شرف اور جو رفعت و بلندی ملی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی اور ان ہی کی وجہ سے وہ اس حد تک پہنچے کہ شرک کی آگ کو بجھایا اور اللہ کے سوا تمام معبودوں کو باطل کردیا۔ اب اگر بتوں کو گرانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؑ کے دوش پر قدم رکھ کر بلند ہوتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا آنحضرت ؐ علی علیہ السلام کی وجہ سے بلند ہوئے تو یہ شرف ان کو علیؑ کی وجہ سے ملتا اور بتوں کے گرانے کے لئے بلندی پر وہ علیؑ کی وجہ سے پہنچے پھر اگر ایسا ہوتا تو پھر حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل قرار پاتے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جب میں دوش پیغمبر پر قدم رکھ کر بلند ہوا تو اتنا بلند ہوگیا کہ اگر چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا کیا تمہیں معلوم نہیں چراغ جس سے لوگ اندھیرے میں راہ پاتے ہیں اس کی لو اصل چراغ سے ہی نکلتی ہے چنانچہ علیؑ نے فرمایا ہے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کی نسبت رکھتا ہوں جس طرح کی نسبت ضوء کو ضوء سے ہے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ محمدؐ اور علیؑ خلقت خلق سے دو ہزار سال قبل اللہ کے سامنے نور تھے اور ملائکہ نے جب اس نور کو دیکھا تو یہ دیکھا کہ یہ اصل میں اور اس سے بہت سی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں تو

انہوں نے کہا اے ہمارے اللہ اور اے ہمارے مالک یہ نور کیسا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان ملائکہ کی طرف وحی کی یہ نور میرے نور سے پیدا ہوا ہے اس کی اصل نبوت ہے اور فرع امامت ہے۔ نبوت میرے عبد اور میرے رسول محمدؐ کے لئے ہے اور امامت میری حجت اور میرے ولی علی کے لئے ہے اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو میں مخلوقات کو پیدا ہی نہ کرتا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ غدیر خم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ دونوں کی سفیدی زیر بغل نمودار ہو گئی اور انہیں تمام مسلمانوں کا مولا اور امام قرار دیا اور حظیرہ بنی نجار (بنی نجار کے جانوروں کے باڑے) کے دن امام حسن و امام حسین علیہم السلام کو دوش پر اٹھایا تو بعض اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے کسی ایک کو مجھے دے دیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا دونوں بہترین سوار ہیں اور ان دونوں کا باپ ان دونوں سے بھی بہتر ہے۔ اور ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اپنے سجدوں میں سے کسی ایک سجدہ کو طول دے دیا۔ جب آپؐ نے سلام پڑھ کر نماز ختم کی تو آپؐ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ آپ نے تو اس سجدہ کو بہت طول دیا کیا بات تھی؟ آپؐ نے فرمایا میرے بچے میری پشت پر بیٹھ گئے تھے میں نے یہ پسند کیا تاکہ وہ خود اتر جائیں میں انہیں اتاروں۔ ان سب سے آنحضرتؐ کا مقصد یہ تھا کہ آپؐ ان لوگوں کی رفعت و شان و حرمت کو ظاہر کریں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی اور امام دونوں ہیں علی علیہ السلام صرف امام ہیں۔ نبی اور رسول نہیں ہیں اسلئے وہ بار نبوت کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

محمد بن حرب ہلالی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا فرزند رسول کچھ مزید ارشاد ہو۔ آپ نے فرمایا تم اس لائق ہو کہ تم کو مزید بتایا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو اپنے دوش پر بلند کیا اس سے ان کا مقصد یہ بتانا تھا کہ یہ میری اولاد کے باپ اور ان کے صلب سے جتنے امام ہوں گے ان کے امام ہیں جیسا کہ نماز استسقاء میں اپنی چادر کو الٹ کر اوڑھنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے ہم نے خشک سالی کو الٹ کر سرسبزی سے بدل دیا۔ میں نے عرض کیا کچھ مزید ارشاد ہو اے فرزند رسول۔ تو آپ نے فرمایا رسول اللہؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو اس لئے اٹھایا تاکہ آپ کی قوم کو معلوم ہو جائے کہ یہی وہ ہیں جو رسول خداؐ کے بعد ان کی پشت سے دین کی ذمہ داریوں اور ان کے کئے ہوئے وعدوں کی ادائیگی کے بوجھ کو ہلکا کریں گے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول کچھ مزید ارشاد ہو۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے دوش پر اٹھایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ انہیں رسول نے اٹھایا ہے اور اس لئے اٹھایا ہے کہ یہ معصوم ہیں ان پر گناہوں کا کوئی بوجھ نہیں ہے اور ان لوگوں کے نزدیک ان کا ہر عمل پر از حکمت اور درست سمجھا جائے۔ اور رسول اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اے علی اللہ تعالیٰ نے تمہارے شیعوں کے تمام گناہوں کو میرے حساب میں ڈالا اور پھر میری وجہ سے ان کو معاف کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتاخر** (تاکہ اللہ تعالیٰ تمہاری امت کے اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف کر دے) سورہ فتح آیت نمبر ۲ اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (**علیکم انفسکم**) تم لوگ اپنی ذات کے خود ذمہ دار ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگو جب تم لوگ ہدایت پا گئے تو پھر تم پر صرف اپنی ذات کی ذمہ داری ہے اب اگر کوئی گمراہ ہو جائے تو وہ تم لوگوں کو ضرر نہ پہنچا سکے گا اور علی میرا نفس اور میرا بھائی ہے۔ **قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ماحمل وعلیکم ماحملتم وان تطیعوہ تھتدوا وما علی الرسول الا البلاغ المبین** (کہہ دو کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو پس اگر تم منہ پھیرو گے تو سوائے اس کے نہیں ہے کہ اس پر وہی ہے جو اسے اٹھوایا گیا اور تم پر وہی ہے جو تمہیں اٹھوایا گیا اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے ہدایت پا جاؤ گے اور رسول پر سوائے کھول کر پہنچا دینے کے اور کچھ نہیں ہے) سورہ النور۔ آیت نمبر ۵۴۔

محمد بن حرب ہلالی کا بیان ہے کہ پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے امیر سطح کعبہ سے بت توڑنے کے لئے آنحضرتؐ نے جو حضرت علی کو اپنے دوش پر بلند کیا تو اس سے آنحضرت کا جو مقصد تھا اگر ان رموز و نکات کو بیان کروں تو آپ کہیں گے جعفر بن

محمد مجنون و دیوانہ ہو گیا ہے اس لئے بس آپ کے لئے اتنا ہی کافی ہے جتنا آپ نے سن لیا۔ راوی کا بیان ہے پھر میں نے کھڑے ہو کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنے پیغام کو کس کے حوالے کرے۔

باب (۱۴۰) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مجھے خروج آذار کی خوشخبری دے گا اس کے لئے جنت ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد سنانی نے اور احمد بن حسن قطان نے اور حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مودب نے اور علی بن عبداللہ وراق نے اور علی بن احمد بن محمد دقاق رضی اللہ عنہم نے ان سب نے کہا کہ بیان کیا ہم سے ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن ذکریا قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے روایت کرتے ہوئے تمیم بن بہلول سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابوالحسن عبدی سے انہوں نے سلیمان بن مہران سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور آپؐ کے پاس آپ کے چند اصحاب تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس وقت جو شخص تم لوگوں کے پاس مسجد میں آئے گا وہ جنتی ہو گا یہ سن کر چند لوگ ان میں سے اٹھے اور مسجد سے نکل گئے اور اب ان میں سے ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ سب سے پہلے داخل ہوں تاکہ جنتی قرار پاؤں۔ ادھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے اپنے اصحاب سے جو وہیں بیٹھے تھے فرمایا کچھ لوگ سب سے پہلے مسجد میں داخل ہونے کے لئے دوڑ رہے ہیں اچھا اب جو بھی ماہ آذار کے نکل جانے کی خوشخبری سنائے گا وہ جنتی ہو گا۔ تھوڑی دیر میں سب لوگ ایک ساتھ مسجد میں داخل ہوئے ان میں حضرت ابوذر بھی تھے۔ آپؐ نے فرمایا ہم لوگ رومیوں کے مہینوں میں سے کس مہینہ میں ہیں جو حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ماہ آذار نکل گیا۔ آپ نے فرمایا اے ابوذرؓ میں جانتا ہوں کہ ماہ آذار گزر گیا مگر میں چاہتا ہوں کہ میری قوم بھی یہ جان لے کہ تم اہل جنت میں سے ہو اور ایسا کس طرح نہ ہو گا اس لئے کہ تم میرے بعد میرے اہلبیت کی محبت کے جرم میں میرے شہر سے نکال دیئے جاؤ گے اور تن تنہا زندگی بسر کرو گے اور تنہا مر جاؤ گے چند لوگ تمہاری تجہیز و تکفین و تدفین کی سعادت حاصل کریں گے اور لوگ اس جنت خلد میں ہمارے ساتھ رہیں گے جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔

باب (۱۴۱) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہ آسمان نے کسی ایسے شخص پر سایہ کیا اور نہ زمین نے کسی ایسے شخص کے پاؤں چھوئے جو ابوذر سے زیادہ صادق اللہجہ ہو

(۱) بیان کیا مجھ سے ابوالحسن بن محمد بن عمرو بن علی البصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالسلام بن محمد بن ہارون ہاشمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد عتبہ شیبانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالقاسم خضر بن ابان نے روایت کرتے ہوئے ابی ہدیہ سے انہوں نے انس بن مالک سے انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت ابوذر مسجد رسول میں آئے اور کہا میں نے ایسی چیز کبھی نہیں دیکھی جو کل شب میں نے دیکھی۔ لوگوں نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر کے دروازے سے رات کے وقت نکلے اور حضرت علی کا ہاتھ پکڑا اور دونوں بقیع کی طرف چلے گئے اور میں ان دونوں کے پیچھے پیچھے چلا وہ دونوں مقابر مکہ کے پاس آئے پس آنحضرتؐ ذرا مڑ کر اپنے پدر بزرگوار کی قبر پر پہنچے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ قبر شق ہوئی اور حضرت

عبداللہ بیٹھے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں **اشھدان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہٗ ورسولہ** آنحضرتؐ نے فرمایا بابا جان آپ کا ولی کون ہے؟ انہوں نے کہا اے فرزند ولی کون؟ آنحضرتؐ نے فرمایا یہ علیؑ ہیں تو حضرت عبداللہ نے کہا علی میرے ولی ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا اب آپ اپنے روضہ میں جائیں اور آرام فرمائیں اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنی ماں کی قبر کا رخ کیا اور اس کے بعد اس طرف دو رکعت نماز پڑھی جس طرح پدر بزرگوار کی قبر پر پڑھی تھی۔ پھر یک بیک قبر شق ہو گئی اور آپ کی والدہ گرامی کہتی ہوئی سنائی دیں۔ **اشھدان لا الہ الا اللہ وانک نبی اللہ ورسولہ** آنحضرتؐ نے کہا اے مادر گرامی اور آپ کا ولی کون؟ ان محترمہ نے فرمایا اے فرزند ولی کون؟ آنحضرتؐ نے فرمایا وہ یہی علی بن ابی طالب تو ہیں ان محترمہ نے کہا ہاں میرے ولی علی ہیں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا اے والدہ گرامی اب آپ اپنی تربت اور روضہ میں جا کر آرام فرمائیں۔

حضرت ابوذر سے یہ واقعہ سن کر لوگوں نے ان کی تکذیب کی اور کہا یہ جھوٹ بولتے ہیں ان کا گریبان پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اور کہا یا رسول اللہ آج انہوں نے آپ پر بہت بڑا جھوٹ لگایا۔ آنحضرتؐ نے پوچھا انہوں نے کیا جھوٹ لگایا؟ لوگوں نے کہا جناب سے ایسا ایسا کہا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کسی ایسے شخص پر جو ابوذر سے زیادہ صادق اللہجہ اور سچ بولنے والا ہو نہ اس نیلے آسمان نے کبھی سایہ کیا اور نہ زمین نے اس کے پاؤں چومے۔

عبدالسلام بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے اسی خبر کو محمد بن عبدالاعلیٰ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے کہا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ جس صلب سے نکلے جس شکم نے آپ کو اٹھایا جس چھاتی نے آپ کو دودھ پلایا اور جس آغوش نے آپ کی پرورش کی ان سب پر جہنم حرام کر دی ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن الحسین سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا جوہری غلابی بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن عمران نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباد بن صہیب نے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا یہ بتائیں کہ حضرت ابوذر افضل ہیں یا آپ اہلبیت علیہ السلام؟ آپ نے ارشاد فرمایا اے ابن صہیب یہ بتاؤ کہ سال میں کتنے مہینے ہیں؟ میں نے عرض کیا بارہ۔ فرمایا ان میں حرمت کے مہینے کتنے ہیں؟ میں نے کہا چار۔ فرمایا کیا ان میں ماہ رمضان کا شمار ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اب بتاؤ رمضان کا مہینہ افضل ہے یا حرمت کے مہینے۔ میں نے عرض کیا رمضان کا مہینہ۔ آپ نے فرمایا بس اسی طرح ہم اہلبیت ہیں ہم لوگوں پر کسی کا قیاس و موازنہ نہیں کیا جا سکتا اور خود ابوذر ایک مرتبہ اصحاب رسول کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں اس امت کے فضائل کا تذکرہ ہوا تو ابوذر نے کہا اس امت میں سب سے افضل علی ابن ابی طالب ہیں وہ قسیم الجنۃ والنار ہیں وہ اس امت کے صدیق و فاروق ہیں وہ اس امت میں اللہ کی حجت ہیں یہ سن کر سب لوگوں نے منہ بنایا اور ان کی بات کی نفی کی اور ان کی تکذیب کی۔ ابو امامہ باہلی ان میں سے اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور ابوذر کے قول اور لوگوں کے منہ بنانے اور ان کی تکذیب کو آنحضرتؐ کے سامنے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اے ابو امامہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر ابوذر سے زیادہ صادق اللہجہ اور سچ بولنے والا ہو۔

باب ۱۴۲ حضرت فاطمہ علیہا السلام کا نام فاطمہ کیوں رکھا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید حسن بن علی ابن الحسین سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن ... مدائنی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے غلابی بن عمیر حنفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بشر بن

ابراہیم انصاری سے روایت کرتے ہوئے اوزاعی سے انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابو ہریرہ سے ان کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہ کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہؑ سے محبت کرنے والوں کو جہنم سے چھڑا دیا ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بنی ہاشم کے ایک غلام محمد بن زیاد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے ایک ثقہ بزرگ نے جس کا نام نجیہ بن اسحاق فزاری ہے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن حسن بن حسن نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابوالحسن نے دریافت کیا کہ حضرت فاطمہؑ کا نام فاطمہ کیوں رکھا گیا میں نے کہا اس نام میں اور دوسرے ناموں میں فرق ہے؟ انہوں نے کہا یہ بھی ناموں میں سے ایک نام ہے مگر یہ نام جو اللہ تعالیٰ نے ان کا رکھا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی بات کے ہونے سے پہلے ہی اس کا علم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ رسول اللہؐ مختلف قبائل میں شادیاں کریں گے اور وہ قبائل اس طمع میں کہ آنحضرت کی حکومت و وراثت میں ان کو پہنچ گی پہلے ہی وہ اپنی بیٹیاں دینے کو تیار تھے مگر جب حضرت فاطمہؑ پیدا ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا نام فاطمہ رکھا اور یہ وراثت ان کی اولاد میں رکھ دی تو سب کٹ کر رہ گئے اور ان کی ساری طمع کی رسی کٹ گئی تو اس لئے فاطمہ کا نام فاطمہ ہے کہ انہوں نے سب کے طمع کی رسی کاٹ دی اور فطم کے معنی کاٹنے یا قطع کرنے کے ہیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن عبداللہ بن یونس بن ظبیان نے انہوں نے کہا کہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت فاطمہؑ کے نو نام ہیں۔ فاطمہ، صدیقہ، مبارکہ، طاہرہ، زکیہ، راضیہ، مرضیہ، محدثہ اور زہرا۔ پھر فرمایا تمہیں معلوم ہے لفظ فاطمہ کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا مولا آپ ہی بتائیں فرمایا فاطمہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر طرح کے شر و برائی سے الگ اور کٹی ہوئی ہے۔ پھر فرمایا اگر امیر المومنین علیہ السلام نہ ہوتے تو روئے زمین پر قیامت تک ان کا کوئی کفو نہ ہوتا خواہ آدم ہوں یا کوئی اور۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے محمد بن صالح بن عقبہ سے انہوں نے یزید بن عبدالملک سے انہوں نے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جب حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پیدا ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک ملک پر وحی کی اور اس نے آکر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان کو گویا کیا اور آپ نے ان کا نام فاطمہ رکھا اور کہا کہ اے فاطمہ میں نے تمہیں علم کے لئے الگ کیا اور میں نے تمہیں حیض سے بالکل جدا رکھا۔ اس کے بعد حضرت محمد باقرؑ نے فرمایا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے علم ہی کے لئے سب سے جدا رکھا اور تمہیں سے عہد و میثاق کی بنا پر بالکل جدا رکھا

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے محمد بن مسلم ثقفی سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے لئے جہنم کے دروازے پر ایک پڑاؤ ہوگا اور جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر شخص کے ماتھے پر مومن یا کافر لکھ دیا جائے گا۔ پھر اسی اثنا میں ایک محب اہلبیت کو جس کے گناہ بہت زیادہ ہوں گے حکم دیا جائے گا کہ اس کو جہنم کی طرف بھیجا جائے جب وہ دروازہ پر پہنچے گا تو حضرت فاطمہ اس کے ماتھے پر لکھا ہوا پڑھیں گی کہ یہ محب اہلبیت ہے۔ تو بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گی اے میرے اللہ اے میرے مالک تو نے میرا نام فاطمہ رکھا اور میری وجہ سے تو نے مجھ سے تولا رکھنے والوں اور میری ذریت سے تولا رکھنے والوں کو جہنم سے بری کر دیا ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے تو ہرگز وعدہ کے خلاف نہیں کرتا تو اللہ ارشاد فرمائے گا کہ اے فاطمہ تو نے سچ کہا میں نے ہی تیرا نام فاطمہ رکھا اور تیری ہی وجہ سے تجھ سے محبت اور تولا رکھنے والوں کو اور تیری ذریت سے محبت اور تولا رکھنے والوں کو جہنم سے بالکل بری کر دیا ہے۔ میرا وعدہ سچا ہے اور میں اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ میں نے اس بندے کو جہنم کی طرف

لیجانے کا حکم صرف اس لئے دیا تھا کہ تم اس کی شفاعت کرو اور میں تمہاری شفاعت قبول کروں تاکہ میرے ملائکہ میرے انبیاء و رسل اور تمام اہل موقف پر واضح ہو جائے کہ میرے نزدیک تمہارا کیا مقام ہے۔ اب تم جس کی پیشانی پر مومن لکھا ہوا دیکھو اس کا ہاتھ پکڑو اور جنت میں داخل کردو

باب (۱۴۳) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نام زہرا رکھا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن معقل قرمیسینی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن زید جزری سے اور انہوں نے ابراہیم بن اسحاق نہاوندی سے انہوں نے عبداللہ بن حماد سے انہوں نے عمرو بن شمر سے انہوں نے جابر سے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ جناب سے دریافت کیا کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نام زہرا کیوں رکھا گیا؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان معظمہ کو اپنے نور سے خلق فرمایا اور جب یہ نور چمکا تو اس کی روشنی سے تمام آسمان اور زمین چمک اٹھی اور ملائکہ کی آنکھیں جھپک گئیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کے لئے جھک گئے اور عرض کی اے میرے اللہ اور اے میرے مالک یہ نور کیسا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کی طرف وحی کی کہ یہ نور میرے ہی نور سے پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس کو اپنے آسمان میں ساکن کیا اس کو اپنی عظمت سے پیدا کیا اور اس کو میں انبیاء میں ایک ایسی نبی کے صلب سے نکالوں گا جو تمام انبیاء سے افضل ہوگا اور اس نور سے میں ایسے ائمہ کو پیدا کروں گا جو میرے حکم سے میرے حق کی طرف ہدایت کریں گے اور وحی کا سلسلہ پورا ہونے کے بعد ان ائمہ کو اپنی زمین پر اپنا خلیفہ قرار دوں گا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن سہل صیقل نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل دارمی سے اور انہوں نے کسی شخص سے روایت کی اور اس نے محمد بن جعفر ہرمزانی سے روایت کی اور اس نے ابان بن تغلب سے روایت کی کہ میں نے دریافت کیا فرزند رسول زہرا علیہا السلام کا نام زہرا کیوں رکھا گیا؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ اپنے نور کے ساتھ امیرالمومنین کے سامنے دن میں تین مرتبہ ظاہر ہوتی تھیں ایک نماز صبح کے وقت ان کے چہرے سے نور ساطع ہوتا اور لوگ ابھی بستروں پر پڑے ہوتے اور اس کی روشنی مدینہ میں لوگوں کے حجروں اور مکانوں میں داخل ہوتی اور ان کے در و دیوار سفید نظر آنے تو لوگ دوڑتے ہوئے رسول اللہ کے پاس آتے اور پوچھتے کہ یا رسول اللہ ہم یہ کیا دیکھ رہے ہیں تو آنحضرت ان لوگوں کو فاطمہ زہرا کے گھر کی طرف بھیج دیتے اور وہاں پہنچتے تو دیکھتے کہ فاطمہ زہرا اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی نماز پڑھ رہی ہیں اور ان کے چہرہ مبارک سے نور ساطع ہو رہا ہے اس سے وہ سمجھ جاتے کہ جو روشنی ہم نے دیکھی ہے وہ فاطمہ زہرا کے چہرے کے نور کی وجہ سے ہے۔ پھر جب دوپہر کا وقت ہوتا اور وہ نماز کے لئے تیار ہوتیں تو ان کے چہرے سے زرد رنگ کا نور ساطع ہوتا اور یہ زرد روشنی ان کے حجروں میں داخل ہو جاتی جس سے ان لوگوں کے لباس اور چہرے زرد نظر آنے اور دوڑتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے جو کچھ دیکھتے اس کے متعلق سوال کرتے اور آنحضرت ان لوگوں کو حضرت فاطمہ کے گھر کی طرف بھیج دیتے وہاں پہنچ کر لوگ دیکھتے کہ فاطمہ زہرا محراب عبادت میں کھڑی ہیں اور ان کے چہرے سے زرد رنگ کا نور ساطع ہو رہا ہے تو سمجھ لیتے کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا ہے وہ فاطمہ زہرا کے چہرے کے نور کے سبب ہے۔ اور جب شام ہوتی سورج غروب ہو جاتا تو حضرت فاطمہ زہرا کے چہرے کا رنگ سرخ ہو جاتا اور خوشی و شکر خدا کی وجہ آپ کے چہرے سے سرخ رنگ کا نور ساطع ہوتا اور یہ سرخ روشنی ہم لوگوں کے گھروں میں داخل ہوتی اور ان کے در و دیوار سرخ نظر آتے اور دوڑتے ہوئے پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے اور اس کے متعلق پوچھتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو بیت فاطمہ کی طرف بھیج دیتے اور وہ دیکھتے کہ فاطمہ زہرا بیٹھی ہوئی تسبیح الٰہی پڑھ رہی ہیں اور آپ کے چہرہ مبارک سے سرخ نور ساطع ہو رہا ہے اور وہ سمجھ جاتے کہ یہ سرخی جو انہیں نظر آ رہی ہے وہ حضرت فاطمہ زہرا کے چہرے کے نور کی وجہ سے ہے اور یہ نور آپ کے چہرے پر مسلسل رہا یہاں تک کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو وہ ان کی طرف منتقل ہو گیا اور اب وہ تا قیامت ائمہ اہلبیت میں

ایک امام کے بعد دوسرے امام کی طرف منتقل ہوتا رہے گا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحٰق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا جوہری نے روایت کرتے ہوئے جعفر بن محمد عمارہ سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کا نام زہرا کیسے ہو گیا تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ جب وہ معظر محراب عبادت میں کھڑی ہوتی تھیں تو آپ کا نور اہل آسمان کے لئے اس طرح ضو فگن ہوتا جس طرف اہل زمین کے لئے چاند چمکتا ہے۔

باب (۱۴۴) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا نام بتول ہے نیز حضرت مریم علیہا السلام کا بھی

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن اسباط نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد القطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الطیب احمد بن محمد عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن جعفر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہوئے اپنے آبائے کرام سے اور انہوں نے عمر بن علی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بتول کا کیا مطلب ہے اس لئے کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ مریم بتول اور فاطمہ بتول تو آپ نے فرمایا کہ بتول وہ عورت ہوتی ہے جو (خون حیض کی) سرخی کبھی نہیں دیکھتی یعنی اسے حیض کبھی نہیں آتا اس لئے کہ حیض دختران انبیاء کے لئے مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔

باب (۱۴۵) وہ سبب جس کی بنا پر فاطمہ زہرا علیہا السلام دوسروں کے لئے دعا کرتی تھیں اور اپنے لئے کوئی دعا نہ کرتی تھیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن حسن قزوینی المعروف بہ ابن مقبرہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ حضرمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جندل بن والق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر بصری نے روایت کرتے ہوئے عبادہ کلیبی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت علی ابن الحسین سے انہوں نے فاطمہ صغریٰ سے انہوں نے حضرت حسین ابن علی سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت حسن ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے آپ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی والدہ گرامی حضرت فاطمہ زہرا کو دیکھا کہ وہ ہر شب جمعہ محراب عبادت میں کھڑی ہو جاتیں اور مسلسل رکوع اور سجود میں مشغول رہتیں یہاں تک کہ سپیدۂ سحری نمودار ہو جاتا اور میں نے سنا کہ وہ نام بہ نام مومنین و مومنات کے لئے دعا فرماتیں اور ان کے لئے بہت بہت دعا کرتیں مگر اپنے لئے کوئی دعا نہ کرتیں ایک مرتبہ میں نے عرض کیا مادر گرامی جس طرح آپ دوسروں کے لئے دعا فرماتی ہیں اپنے لئے دعا کیوں نہیں کرتیں؟ تو انہوں نے فرمایا اے فرزند پہلے پڑوسی پھر اپنا گھر۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد عبدالرحمان حاکم مروزی مقری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر مقری ابو عمرو نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن موصلی نے بغداد میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عاصم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے

ابو زید الکوک نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے حضرت موسیٰ بن جعفر سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے انہوں نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جب دعا کرتی تھیں تو مومنین و مومنات کے لئے دعا فرماتی تھیں خود اپنے لئے دعا نہیں کرتی تھیں۔ تو ان سے کہا گیا بنت رسول آپ سب کے لئے دعا کرتی ہیں، خود اپنے لئے کوئی دعا نہیں کرتیں۔ تو آپ نے فرمایا پہلے پڑوسی پھر گھر۔

باب (۱۳۶) وہ سبب جس کی بنا پر فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا نام محدثہ رکھا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی سکری نے روایت کرتے ہوئے محمد بن زکریا جوہری سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے شعیب بن واقد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسحٰق بن جعفر بن محمد عیسیٰ بن زید بن علی نے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو محدثہ اس لئے کہتے ہیں کہ آسمان سے ملائکہ نازل ہوتے تھے اور ان کو اس طرح پکارتے تھے جس طرح حضرت مریم بنت عمران کو پکارتے تھے اور کہتے تھے کہ اے فاطمہ تم کو خدا نے برگزیدہ کیا اور تمام گناہوں سے پاک و صاف رکھا اور ساری دنیا کی عورتوں میں سے تم کو منتخب کیا۔ اے فاطمہ اس کے لئے شکریہ میں اپنے پروردگار کی فرمانبرداری کرو اور سجدہ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہو۔ تو حضرت فاطمہ ملائکہ سے باتیں کرتیں اور ملائکہ ان سے باتیں کرتے۔ چنانچہ ایک شب معشرِ ملائکہ سے کہا۔ کیا مریم بنت عمران تمام دنیا کی عورتوں سے افضل و برتر نہیں ہیں؟ تو ملائکہ نے کہا کہ وہ اپنے زمانہ کی تمام دنیا کی عورتوں کی سردار تھیں اور اللہ نے تمہیں تمہارے زمانہ کی اور مریم کے زمانے کی نیز تمام اولین و آخرین عورتوں کی سردار بنایا ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن حسن مؤدب نے روایت کرتے ہوئے احمد بن علی اصفہانی سے انہوں نے ابراہیم بن محمد ثقفی سے انہوں نے اسماعیل بن بشار سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن جعفر حضرمی نے مصر میں جس کو تیس سال گزرے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سلیمان نے کہ محمد ابن ابی بکر سے کسی نے پوچھا کہ کیا ملائکہ انبیاء کے سوا کسی اور سے بھی باتیں کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا حضرت مریم نبی نہیں تھیں مگر محدثہ (ملائکہ سے بات کرنے والی) تھیں۔ مادر موسیٰ بن عمران نبی نہیں تھیں مگر محدثہ تھیں۔ حضرت سارہ زوجہ ابراہیم نبی نہیں تھیں مگر انہوں نے فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور فرشتوں نے ان کو اسحٰق کی پیدائش کی خوشخبری دی اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی بھی۔ اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نبی نہیں تھیں مگر محدثہ تھیں۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بتایا ہے کہ اس نے عورتوں میں سے کسی کو رسول بنا کر لوگوں کی طرف نہیں بھیجا چنانچہ وہ کہتا ہے **وما ارسلنا قبلک الا رجالا نوحی الیھم** (اور نہیں بھیجا ہم نے (رسول بنا کر) تم سے پہلے مگر یہ کہ وہ مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے) سورہ انبیاء آیت نمبر ۷۔ یہ نہیں کہا کہ عورتوں کو ہم نے محدث (ملائکہ سے بات کرنے والا) نہ رسول ہوتا ہے نہ نبی ہوتا ہے۔ اور جو یہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت سلمان فارسی محدث تھے تو اس کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ان سے کون بات کرتا تھا تو آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علیہ السلام اور یہ دونوں حضرات جن لوگوں سے بات کرتے تھے ان میں محدث صرف سلمان فارسی تھے اس لئے کہ ان سے یہ حضرات اپنی باتیں کرتے کہ جو علم الٰہی میں پوشیدہ اور مخزون تھیں اور جن کا متحمل سلمان فارسی کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔

باب (۱۴۷) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کے اکثر بوسے لیا کرتے تھے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن عمارہ کندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے جابر سے اور انہوں نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام سے اور ان جناب نے جابر بن عبداللہ سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ آپ فاطمہ زہرا کو اتنا قریب بلاتے ہیں گلے لگاتے ہیں اور ان کے بوسے لیتے ہیں اتنا تو آپ اپنی کسی لڑکی سے نہیں کرتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ جبرئیل میرے پاس جنت کا ایک سیب لائے میں نے اسے کھایا اس کا پانی میرے صلب میں آگیا اور وہی پانی رحم حضرت خدیجہ میں منتقل ہوا اور فاطمہ کا حمل قرار پایا اس سے فاطمہ میں جنت کی خوشبو محسوس کرتا ہوں۔

(۲) ان ہی اسناد کے ساتھ محمد بن زکریا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ... انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبیداللہ بن موسیٰ العبسی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جبلہ مکی نے روایت کرتے ہوئے طاؤس یمانی سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رسول اللہ کے پاس آئیں تو دیکھا کہ آپ حضرت فاطمہ کے بوسے لے رہے ہیں پوچھا کہ آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر تم جان لو کہ مجھے فاطمہ سے کیوں اتنی محبت ہے تو تم فاطمہ سے اور زیادہ محبت کرنے لگو گی۔ شب معراج میں مجھے چوتھے آسمان پر بھیجا گیا تو حضرت جبرئیل نے اذان دی اور میکائیل نے اقامت کی اور مجھ سے کہا گیا کہ اے محمد آگے بڑھیں میں نے کہا اے جبرئیل تمہاری موجودگی میں میں آگے بڑھوں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء مرسلین کو ملائکہ مقربین پر فضیلت دی ہے اور آپ کی حقیقت تو خصوصی ہے۔ پس میں قریب گیا اور چوتھے آسمان کے سارے ساکنین کو نماز پڑھائی۔ پھر میں نے اپنے داہنی جانب مڑ کر دیکھا کہ حضرت ابراہیم جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تشریف فرما ہیں اور ملائکہ کا ایک گروہ ان کو گھیرے ہوئے ہے۔ پھر میں پانچویں آسمان پر اس کے بعد چھٹے آسمان پر پہنچا تو مجھ سے پکار کر کہا گیا کہ اے محمد کتنے اچھے باپ ہیں تمہارے ابراہیم اور کتنے اچھے بھائی ہیں تمہارے علی۔ پھر جب میں حجاب ہائے نور تک پہنچا تو جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور جنت میں داخل کر دیا جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ ایک درخت ہے جس کی جڑ نور کی ہے اور دو ملک ہیں جو اس کے لئے حلے اور سامان زینت تیار کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا اے میرے دوست جبرئیل یہ درخت کس کے لئے ہے؟ انہوں نے کہا یہ آپ کے بھائی علی ابن ابی طالب کے لئے ہے۔ اور یہ دونوں اس کے لئے قیامت کے دن تک حلے و زینت تیار کرتے رہیں گے پھر میں آگے بڑھا ایک رطب کا درخت دیکھا جو مکھن سے زیادہ ملائم، مشک سے زیادہ خوشبودار اور شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ میں نے ایک رطب اس میں سے لے کر کھا لیا اور وہی رطب تحویل ہو کر میرے صلب میں نطفہ بن گیا اور جب معراج سے واپس آیا حضرت خدیجہ سے ہمبستر ہوا تو اسی سے فاطمہ کا حمل قرار پایا۔ پس فاطمہ زہرا جنت کی ایک حور ہے بشکل انسان اور جب میں جنت کا مشتاق ہوتا ہوں تو فاطمہ زہرا کی خوشبو سونگھ لیتا ہوں۔

باب (۱۴۸) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے وفات پائی تو امیر المومنین علیہ السلام نے انہیں غسل دیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن سالم سے انہوں نے مفضل ابن عمر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ بتائیں کہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کو غسل کس نے دیا؟ آپ نے فرمایا امیر المومنین علیہ السلام نے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ جناب کی یہ بات گویا مجھے بہت عظیم معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ جو بات میں نے تمہیں بتائی ہے اس سے تم دل تنگ ہوگئے۔ تو میں نے کہا ہاں کچھ ایسی ہی ہے میں آپ پر قربان تمہیں تنگ دل ہونے کی بات نہیں۔ یہ معظمہ صدیقہ تھیں اور صدیقہ کو صدیق ہی غسل دیتا ہے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ ہی نے غسل دیا تھا۔

باب (۱۳۹)　　وہ سبب جس کی بنا پر حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام شب میں دفن کی گئیں دن میں دفن نہیں کی گئیں

(۱)　　بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمران نخعی نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا حسین بن یزید سے انہوں نے حسن بن علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے اپنے والد سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کیا سبب تھا کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا شب میں دفن کی گئیں دن میں دفن نہیں کی گئیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ ان معظمہ نے وصیت کر دی تھی کہ میرا جنازہ میں وہ دونوں مرد شریک نہ ہوں۔

(۲)　　بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے عمرو بن ابی مقدام اور زیاد بن عبداللہ سے ان دونوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا جنازے کے ساتھ آگ یعنی مشعل یا چراغ لے کر جانا صحیح ہے یا جنازے کے ساتھ انگیٹھی یا قندیل یا ان کے علاوہ کوئی شے جس سے روشنی ہو لے جانا درست ہے؟ اس کا یہ سوال سن کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا سنو۔ ایک مرتبہ ایک بدبخت وشقی حضرت فاطمہؑ بنت رسول کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ علیؑ نے ابو جہل کی دختر سے شادی کا پیغام دیا ہے۔ ان معظمہ نے کہا کیا تم سچ کہتے ہو؟ اس نے کہا میں سچ کہتا ہوں آپ نے اس سے تین مرتبہ پوچھا کیا تم سچ کہتے ہو؟ اور اس نے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا کہ میں سچ کہتا ہوں۔ حضرت فاطمہ کو ایسی غیرت آئی کہ وہ اسے برداشت نہ کر سکیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے عورت کے لئے غیرت اور مرد کے لئے جہاد فرض کر دیا ہے اور اس پر صبر اور برداشت کرنے والی کے لئے وہی اجر مقرر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے ہے۔ چنانچہ حضرت فاطمہؑ کو اس کا سخت دکھ ہوا۔ تھوڑی دیر متفکر رہیں یہاں تک کہ شام ہو گئی اور رات آگئی تو آپ نے امام حسنؑ کو اپنے داہنے کاندھے پر بٹھایا اور امام حسینؑ کو بائیں کاندھے پر بٹھایا اور ام کلثومؑ کا بایاں ہاتھ اپنے داہنے ہاتھ سے پکڑا اور وہاں سے اپنے پدر بزرگوار کے حجرہ میں آگئیں۔ اور جب حضرت علیؑ آئے تو دیکھا کہ اپنا حجرہ خالی ہے اور فاطمہؑ نہیں ہیں۔ اس سے حضرت علیؑ کو بڑا دکھ ہوا انہیں معلوم نہ تھا کہ قصہ کیا ہے۔ اور انہیں حضرت فاطمہؑ کو ان کے پدر بزرگوار کے حجرے سے بلاتے ہوئے شرم آئی۔ آپ اپنے حجرے سے نکل کر مسجد میں آئے کچھ نمازیں پڑھیں پھر مسجد کی کچھ ریت جمع کی اور اس کو تکیہ بنا کر لیٹ رہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ فاطمہؑ بہت رنجیدہ ہیں تو آپ نے ان کے بالا منہ دھلائے اس کے بعد لباس زیب تن کیا مسجد میں آئے اور مسلسل نماز پڑھتے رہے اور رکوع و سجود کرتے رہے اور جب دو رکعت نماز پڑھ لیتے تو دعا کرتے کہ اے اللہ تو فاطمہؑ کے حزن و غم کو دور کر کیونکہ جب آپ فاطمہؑ کے پاس آئیں تھیں تو دیکھا تھا کہ وہ کروٹیں بدل رہی ہیں اور ٹھنڈی سانسیں لے رہی ہیں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ فاطمہ کی نیند اچاٹ ہے اور انہیں قرار نہیں۔ فرمایا بیٹی اٹھو وہ اٹھیں تو امام حسن کو گود میں لے لیا اور حضرت فاطمہ نے حسین کو گود میں لے لیا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑا اور حضرت علیؑ کے پاس پہنچے اور دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے ہیں آنحضرتؐ نے اپنا پاؤں حضرت علی کے پاؤں پر رکھا اور کہا اے ابوتراب اٹھو تم نے کتنے لوگوں کے سکون کو خراب کیا جاؤ ابوبکر کو ان کے گھر سے عمر کو ان کی نشست گاہ سے اور طلحہ کو بلاؤ۔ حضرت علیؑ گئے اور ان سب کو بلا لائے جب یہ سب جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی کیا تمہیں نہیں معلوم کہ فاطمہ میری پارہ جگر ہے وہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے میرے مرنے کے بعد اسے اذیت دی ایسا ہی ہے جیسا اس نے میری زندگی میں اسے اذیت دی اور جس نے میری حیات میں اس کو اذیت دی ایسا ہی ہے جیسے اس نے میری موت کے بعد اسے اذیت دی۔ حضرت علیؑ نے کہا جی ہاں مجھے معلوم ہے یا رسول اللہ آپؐ نے فرمایا پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت علیؑ نے کہا میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے جو خبر فاطمہ تک پہنچی ہے وہ غلط ہے اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے بلکہ میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ یہ سن کر فاطمہؑ زہرا خوش ہو گئیں اور اس طرح مسکرائیں کہ ان کے دندان مبارک نظر آنے لگے اور وہ دونوں (حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ) آپس میں کہنے لگے تعجب ہے اس وقت رات گئے صرف اتنی سی بات کے لئے ہم لوگوں کو بلایا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کی انگلیوں میں انگلیاں ڈالیں اور آپ نے امام حسن کو گود میں اٹھایا حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کو گود میں اٹھایا فاطمہؑ زہرا نے ام کلثوم کو گود میں اٹھایا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کو لئے ہوئے حضرت علیؑ کے حجرے میں پہنچے اور ان لوگوں پر ایک مخملی چادر ڈال دی اور رخصت ہوئے اور باقی رات نمازیں پڑھتے رہے۔

پھر جب فاطمہ زہرا السلام اللہ علیہا مرض الموت میں مبتلا ہوئیں تو وہ دونوں عیادت کے لئے آئے اور ان سے ملاقات کی اجازت چاہی تو حضرت فاطمہ نے ان دونوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا کہ میں جب تک فاطمہ سے ملاقات کر کے ان کو راضی نہ کر لوں گا کسی مکان کی چھت کے سایہ میں نہ جاؤں گا۔ چنانچہ ایک شب انہوں نے بقیع کے میدان میں بسر کی اور کھلے آسمان کے نیچے رہے۔ پھر حضرت عمرؓ علی ابن ابی طالب کے پاس آ کر بولے ابوبکرؓ ایک بوڑھے اور نرم دل کے آدمی ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے اور انہیں رسول کی صحبت کا شرف بھی حاصل ہے، ہم لوگ فاطمہ کے پاس کئی مرتبہ آئے کہ وہ ہمیں ملاقات کی اجازت دیں تاکہ ان سے مل کر ان سے صلح صفائی کر لیں مگر انہوں نے اجازت دینے سے انکار کیا اب اگر تم اجازت دلا سکتے ہو تو دلا دو۔ حضرت علیؑ نے کہا اچھا یہ کہہ کر آپ فاطمہ زہرا کے پاس گئے اور کہا۔ اے بنت رسول ان دونوں نے جو کچھ کیا وہ تو تم نے دیکھ ہی لیا ہے اور یہ بار بار کئی مرتبہ تم سے ملاقات کے لئے آئے مگر تم نے انہیں اجازت نہ دی اب انہوں نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ تم سے انہیں ملاقات کی اجازت دلا دوں؟ حضرت فاطمہ نے فرمایا خدا کی قسم میں ان دونوں کو ملاقات کی ہرگز اجازت نہ دوں گی اور سرے سے کوئی بات ہی۔ کروں گی یہاں تک کہ میں اپنے پدر بزرگوار سے بات کروں گی اور ان دونوں نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی شکایت کروں گی۔ حضرت علیؑ نے کہا مگر میں نے ان دونوں سے وعدہ کر لیا ہے کہ اجازت دلا دوں گا۔ حضرت فاطمہ نے کہا اچھا اگر آپ نے وعدہ کر لیا ہے تو یہ گھر آپ ہی کا ہے عورتیں مردوں کی تابع ہوتی ہیں میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گی۔ جسے چاہے آنے کی اجازت دیجئے۔ یہ سن کر حضرت علی باہر نکلے اور ان دونوں کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ جب دونوں اندر آئے اور انہوں نے فاطمہ زہرا کو دیکھا تو سلام کیا مگر انہوں نے ان دونوں کو سلام کا کوئی جواب نہ دیا اور ان دونوں سے منہ پھیر کر دوسری کروٹ ہو لیں اسی طرح کئی مرتبہ ہوا کہ جب وہ لوگ ادھر آتے وہ معظمہ ادھر منہ پھیر کر اس کروٹ ہو جاتیں اور جب ادھر جاتے تو آپ منہ پھیر کر اس کروٹ ہو جاتیں جب دیکھا کہ یہ لوگ نہیں ملتے تو حضرت علی سے کہا اے علی ذرا چہرے سے کپڑا کشادہ کر دیجئے اور پاس کی بیٹھی ہوئی عورتوں سے کہا تم سب مجھے اس کروٹ پھیر دو۔ جب عورتوں نے کروٹ پھیر دیا تو وہ دونوں ادھر آئے اور ابوبکرؓ نے کہا اے بنت رسولؐ ہم

دونوں تمہاری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور تمہاری ناراضگی سے بچنے کے لئے تمہارے پاس آئے ہیں اور تم سے درخواست کرتے ہیں تم
ہمیں معاف کر دو۔ اور جو کچھ ہم لوگوں نے تمہارے ساتھ کیا ہے اسے درگزر کرو۔ معظمہ نے فرمایا میں تم لوگوں سے سرے سے ایک بات بھی نہ کروں
گی اور جب اپنے پدر بزرگوار سے [illegible] تو تم لوگوں کی اور تم لوگوں نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے اس کی شکایت کروں گی۔ ان دونوں نے
کہا ہم تم سے معذرت خواہی کے لئے اور رضا چاہنے کے لئے آئے ہیں ہمیں بخش دو اور درگزر کرو اور جو کچھ ہم لوگوں سے ہوا اس کا مواخذہ نہ کرو۔ یہ سن کر
وہ معظمہ حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہا میں ان دونوں سے کوئی ایک بات بھی نہ کروں گی جب تک کہ یہ دونوں میری ایک بات کا
جواب سچ سچ نہ دے دیں جو ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے اگر انہوں نے اس کی تصدیق کی تو اس کے بعد پھر ان سے
گفتگو کے متعلق دیکھوں گی۔ ان دونوں نے کہا ہاں یہ پوچھیں ہم لوگ صحیح صحیح اور سچ سچ کہیں گے۔ ان معظمہ نے فرمایا میں تم لوگوں کو خدا کی
قسم دے کر پوچھتی ہوں کیا تمہیں یاد ہے کہ ایک مرتبہ علیؑ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شب کے اندر تم دونوں کو بلایا
تھا۔ انہوں نے کہا ہاں یاد ہے۔ پھر تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر پوچھتی ہوں کہ کیا تم لوگوں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ
فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے اور میں اس سے ہوں جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت
دی اور جس نے میری موت کے بعد اس کو اذیت دی گویا اس نے میری حیات میں اس کو اذیت دی اور جس نے میری حیات میں اس کو اذیت دی
گویا اس نے میری موت کے بعد اس کو اذیت دی۔ ان دونوں نے کہا ہاں سنا تھا۔ ان معظمہ نے فرمایا الحمد للہ (کہ تم نے اقرار کیا) پھر فرمایا کہ
پروردگار تو گواہ رہنا اور جتنے لوگ موجود ہیں وہ گواہ رہیں کہ ان دونوں نے مجھے میری زندگی میں اذیت دی میری موت کے وقت مجھے
اذیت دی خدا کی قسم میں ان دونوں سے ہرگز کوئی بات نہیں کروں گی۔ جو کچھ بھی تم لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے اس کی شکایت میں اللہ سے
وقت ملاقات کروں گی۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر نے [illegible] شروع کر دی اور چیخنے لگے اور کہنے لگے کاش میری ماں نے مجھے پیدا ہی نہ کیا ہوتا تو
حضرت عمر نے [illegible] کو اپنا خلیفہ کیسے بنا لیا۔ تم ایک عورت کے ناراض ہونے پر ہائے
وائے کر رہے [illegible] ناراض ہو جائے تو اس سے کسی کا کیا بگڑتا ہے۔ یہ کہہ کر دونوں کھڑے ہوئے
اور باہر نکل گئے [illegible] کے پاس آئیں [illegible] معظمہ کو عورتوں میں سب سے زیادہ
محبوب تھیں [illegible] انہیں بلا لائیں جب حضرت علیؑ آئے تو انہوں نے کہا اے
میرے ابن عم میں چاہتی ہوں کہ آپ سے چند وصیتیں کر لوں [illegible]۔ حضرت علیؑ نے کہا کہو کیا کہنا چاہتی ہو انہوں نے کہا
آپ میرے بعد فلاں عورت سے [illegible] اور ایک تابوت بنائیں جس کی شکل ملائکہ نے
مجھے [illegible] معظمہ نے تابوت کی شکل کھینچ کر انہیں [illegible]
[illegible] اس وقت میرے تجہیز و تکفین کا سامان کیجئے گا اور رات ہو خواہ دن ہو اور دشمنان رسولؐ میں
سے کوئی ایک بھی میرے جنازے میں نہ آئے۔ حضرت علیؑ نے کہا جو میں ایسا ہی کروں گا پس جب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا انتقال ہو گیا تو وہ
نصف شب کا وقت تھا۔ حضرت علیؑ نے [illegible] تابوت میں رکھا روشنی کے لئے کھجور کی شاخوں کی مشعل بنائی مشعل
کی روشنی میں [illegible] نماز جنازہ پڑھی اور رات ہی کے وقت دفن کر دیا جب صبح ہوئی تو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر عیادت کے
[illegible] قریش کے [illegible] پوچھا کہاں سے آ رہے ہو اس نے کہا حضرت علیؑ کے پاس حضرت فاطمہؑ کی تعزیت ادا
[illegible] نصف شب کو دفن بھی ہو گئیں یہ سن کر دونوں بہت پیچھے چلائے اور حضرت علیؑ کے پاس
[illegible] صرف اس لئے ہے کہ تمہارے دل میں ہم لوگوں کی
طرف سے بغض [illegible] تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود غسل دے دیا اور ہم لوگوں

کو اس میں شریک نہ ہونے دیا۔ پھر تمہارے فرزند نے حضرت ابو بکر سے باآواز بلند پکار کر کہا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جاؤ۔ حضرت علیؑ نے کہا اگر میں حلف سے کوئی بات کہوں تو تم لوگ اس کو سچ مان لو گے؟ انہوں نے کہا ہاں تو حضرت علیؑ ان دونوں کو مسجد میں لے گئے اور کہا میں حلف سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے وصیت کی تھی اور مجھے ہدایت کی تھی کہ سوائے ہمارے ابن عم کے ہماری شرمگاہ پر کوئی مطلع نہ ہو اس لئے میں نے خود ان کو غسل دیا ملائکہ نے ان کو کروٹ بدلواتے رہے اور فضل بن عباس جن کی آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی تھی پانی ڈالتے رہے۔ غسل دیتے وقت میں نے چاہا کہ آنحضرت کی قمیض اتار دوں ایک ندا دینے والے نے گھر کے اندر سے آواز دی۔ میں نے ان کی صورت تو نہیں دیکھی آواز سنی کہ رسول اللہ کی قمیض نہ اتاریں اور یہ آواز میں نے کئی بار سنی تو قمیض کے اندر ہاتھ ڈال کر انہیں غسل دیا۔ پھر آپ کا کفن پیش کیا گیا میں نے انہیں کفن پہنایا اور پھر آپ کی قمیض اتاری۔ اب رہ گئی میرے فرزند حسنؑ کی بات تو تم دونوں بھی جانتے ہو اور سارے اہل مدینہ بھی جانتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں ہوتے تو حسن صفوں کو چیرتے ہوئے جاتے اور آنحضرت کی پشت پر بیٹھ جایا کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کھڑے ہوتے کہ آپ کا ایک ہاتھ حسن کی پشت پر ہوتا اور دوسرا ہاتھ گھٹنے پر ہوتا اور اس طرح آنحضرتؐ اپنی نماز قائم کرتے تھے۔ ان دونوں نے کہا ہاں ہم لوگ جانتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے پھر کہا اور تم لوگ اور سارے مدینے والے یہ بات جانتے ہیں کہ حسن دوڑتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے اور آپ کی گردن پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور اپنے دونوں پاؤں آنحضرتؐ کے سینے پر لٹکا دیتے یہاں تک کہ ان کے پاؤں کے خلخال کی چمک مسجد کے آخر تک لوگ دیکھتے اور حسن اس طرح مسلسل آپ کی گردن پر بیٹھے رہتے کہ اپنا خطبہ اختتام تک پہنچا دیتے۔ اب اس لڑکے نے جب یہ دیکھا کہ اس کے باپ کے منبر پر کوئی اور شخص بیٹھا ہے تو اس کو شاق گزرا (اور اس نے کہہ دیا میرے باپ کے منبر سے اتر جاؤ)۔ خدا کی قسم نہ تو میں نے اس کو حکم دیا کہ ایسا کہو اور نہ اس نے میری ایماء سے ایسا کہا۔

اب رہ گیا فاطمہ زہرا کا معاملہ تو ان سے ملاقات کی خود میں نے تم لوگوں کو جرأت دلائی تھی مگر تم لوگوں سے جو گفتگو انہوں نے کی تم لوگوں نے دیکھ ہی لیا۔ خدا کی قسم انہوں نے مجھے وصیت کر دی تھی کہ تم دونوں ان کے جنازے میں شریک نہ ہو اور نہ تم دونوں ان کی نماز جنازہ میں ہو اس لئے میں مجبور تھا ان کی وصیت کے خلاف نہیں کر سکتا تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا اچھا یہ بحث چھوڑو ہم لوگ قبرستان جاتے ہیں اور ان کی قبر کھود کر ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا خدا کی قسم اگر تم نے اس ارادے سے ذرا بھی قدم بڑھایا تو سمجھ لو کہ وہاں پہنچنے سے پہلے یہ سر، جبیں اور تمہاری یہ دونوں آنکھیں اڑ جائیں گی اس لئے قبل اس کے کہ تم لوگ وہاں پہنچو میں سوائے تلوار کے تم سے کوئی اور معاملہ نہ کروں گا۔ پس حضرت علیؑ اور حضرت عمرؓ کے درمیان تند و ترش باتیں شروع ہو گئیں بالآخر سب و شتم کی نوبت پہنچی۔ مہاجرین و انصار جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم ہم لوگ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم ان کے بھائی اور ان کے وصی کو برا بھلا کہا جائے اور قریب تھا کہ کوئی فتنہ کھڑا ہو جاتا دونوں ہٹا دیئے گئے۔

باب (۱۵۰) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو سورۂ براءت دیکر بھیجا تھا اس کو واپس بلا لیا اور اس کے بدلے حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ بن زہیر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یوسف بن موسیٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مالک بن اسمعیل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منصور بن ابی اسود نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے کثیر ابو اسماعیل نے روایت کرتے ہوئے جمیع بن عمیر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے جامع مسجد میں نماز پڑھی تو

دیکھا کہ ابن عمر بیٹھے ہوئے ہیں میں بھی ان کے قریب جاکر بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ آپ حضرت علیؑ کے متعلق کوئی بات بتائیں تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ابو بکر کو سورہ برات دیکر بھیجا اور ابھی وہ مقام ذوالحلیفہ تک ہی پہنچے تھے کہ پیچھے سے حضرت علی پہنچ گئے اور سورہ برات کن سے لے لیا تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے علی کیا میرے متعلق کوئی آیت نازل ہو گئی؟ حضرت علیؑ نے کہا نہیں بلکہ رسول اللہؐ نے کہا ہے کہ اس سورہ کی تبلیغ میں کروں گا یا میرے اہلبیت میں سے کوئی مرد۔ ابن عمر کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رسول اللہؐ کی خدمت میں واپس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میرے حق میں کوئی آیت نازل ہو گئی؟ آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ میری طرف سے اس فریضہ کی ادائیگی یا میں خود کروں گا یا میرے اہلبیت میں سے کوئی مرد کرے گا۔ کثیر کا بیان ہے کہ میں نے جمیع سے کہا کیا تم گواہ ہو کہ ابن عمر نے یہی بات کہی تھی؟ انہوں نے تین بار کہا کہ ہاں ہاں ہاں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے خلف بن حماد اسدی سے انہوں نے ابی الحسن عبدی سے انہوں نے سلمان بن مہران سے انہوں نے حکیم بن مقسم سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق کو سورہ برارۃ دے کر بھیجا پھر ان کے پیچھے حضرت علی کو بھیج دیا اور انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے سورہ برات لے لیا تو حضرت ابو بکرؓ پلٹ کر رسول اللہؐ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ کیا وجہ ہو گئی؟ آپؐ نے فرمایا کوئی بات نہیں بات صرف یہ ہے کہ اس کی تبلیغ یا میں خود کروں گا یا علی کریں گے اور حضرت جس اعلان کے لئے بھیجے گئے تھے وہ یہ تھا کہ سوائے مسلمان کے کوئی اور جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا۔ خانہ کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کوئی نہیں کرے گا۔ اور جن لوگوں اور رسول اللہؐ کے درمیان معاہدہ ہوا ہے وہ اپنی مدت تک رہے گا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جریر طبری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سفیان بن عبدالجبار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن قادم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسرائیل نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن شریک سے انہوں نے حرث بن مالک سے انہوں نے کہا کہ میں ایک مرتبہ مکہ گیا اور وہاں سعد بن مالک سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا کہ علی کی کوئی منقبت آپ نے سنی ہے؟ انہوں نے کہا کہ ان کی ایسی چار منقبتوں کا تو میں خود شاہد ہوں کہ اگر ان میں ایک منقبت بھی میرے لئے ہوتی تو وہ میرے لئے دنیا میں عمر نوح جلنے سے بھی زیادہ پسندیدہ تھی۔ ان میں سے ایک یہ کہ رسول اللہؐ نے حضرت ابو بکر کو سورہ برات دے کر مشرکین قریش کے پاس بھیجا وہ وہ ایک دن اور ایک رات اسے لے کر چلتے رہے پھر آپؐ نے حضرت علی ابن ابی طالب سے فرمایا کہ تم جاؤ اور حضرت ابو بکرؓ سے سورہ برات لے کر انہیں میرے پاس بھیجو اور سورہ برات کی تم خود جاکر تبلیغ کرو۔ حضرت علیؑ نے حکم کی تعمیل کی حضرت ابو بکرؓ سے سورہ برات لے لیا اور انہیں واپس بھیج دیا۔ جب ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو پوچھا کہ یا رسول کیا میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہو گیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں مگر یہ ہے کہ میری طرف سے اس کی تبلیغ یا میں خود کروں یا ہم میں سے کوئی مرد کرے گا۔

(۴) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن اسحاق دینوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو القاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن منصور نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سلمہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حماد بن سلمہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سماک بن حرب نے انہوں نے روایت کی انس بن مالک سے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت ابو بکر کو سورہ برات دے کر اہل مکہ کی طرف روانہ کیا پھر حضرت علیؑ ابن ابی طالب کو بھیجا یہ کہہ کر کہ اس کی تبلیغ ہم اہلبیت میں سے کوئی مرد ہی کرے گا۔

○ نوٹ اس مضمون کی بہت سی احادیث میں نے روایت کی ہیں جنہیں یہاں میں نے بقدر ضرورت نقل کیا ہے۔

باب (۱۵۱) وہ سبب جس کی بنا پر خالد بن ولید کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے قتل کر دینے کا حکم دیا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے اور انہوں نے ایک شخص سے روایت کی اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت فاطمہ کو فدک دینے سے انکار کر دیا اور ان کے وکیل و کار پرداز کو فدک سے نکال دیا تو امیر المومنین مسجد میں آئے حضرت ابو بکر صدیقؓ بیٹھے ہوئے تھے اور مہاجرین و انصار ان کے گرد تھے آپ نے فرمایا اے ابو بکر تم نے فاطمہ زہرا کو اس چیز کے دینے سے انکار کیوں کر دیا جس کو رسول اللہؐ نے خود انہیں دیدیا تھا اور کئی برس سے فاطمہؑ کا وکیل و کار پرداز اس میں کام کر رہا ہے ۔حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہ مال غنیمت ہے جو مسلمانوں کا حق ہے اگر فاطمہ عادل گواہ لائیں تو میں اس پر نظر ثانی کروں گا ورنہ ان کا اس میں کوئی حق نہیں ۔آپ نے فرمایا اے ابو بکرؓ کیا تم مسلمانوں کے معاملات میں جو قانون چلاتے ہو ہم لوگوں کے معاملہ میں اس کے خلاف قانون چلاؤ گے ۔انہوں نے کہا نہیں ۔ حضرت علی نے فرمایا اچھا تو پھر یہ بتاؤ کہ اگر مسلمانوں کے قبضہ میں کوئی چیز ہو اور میں اس پر دعویٰ کروں کہ میری ہے تو پھر تم ثبوت و گواہ کس سے طلب کرو گے ۔انہوں نے کہا تم سے ثبوت و گواہ طلب کروں گا ۔آپ نے فرمایا پھر جب میرے قبضہ میں ایک چیز ہے اور مسلمانوں کا اس پر دعویٰ ہے کہ تو پھر تم ثبوت و گواہ ہم سے کیوں طلب کرتے ہو ۔اب انہیں اس کا جواب کچھ نہ بن پڑا اور بالکل خاموش ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے کہا اس میں نے کہہ دیا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے ہم اس کے متعلق تم سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہتے ۔ حضرت علیؑ نے کہا اچھا تو پھر قرآن مجید کی یہ آیت ہے **انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا** (ماسوائے اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اے اہلبیت (نبوت) وہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے) سورۃ احزاب ۔آیت نمبر ۳۳ بتاؤ یہ ہم لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے یا ہم لوگوں کے علاوہ دوسروں کے بارے میں ۔حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ تم لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔آپ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ اگر مسلمانوں میں سے دو آدمی فاطمہ زہرا کے خلاف گواہی دے دیں کہ وہ فحش کی مرتکب ہوئی ہیں تو تم کیا کرو گے ۔انہوں نے کہا کہ میں فاطمہ پر حد جاری کر دوں گا جیسا کہ دوسری مسلمان عورتوں پر جاری کی جاتی ہے ۔آپ نے فرمایا اگر ایسا کرو گے تو پھر تم اللہ کے نزدیک کافروں میں سے ہو جاؤ گے ۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہ کیوں ؟آپ نے فرمایا اس لئے کہ اگر تم اللہ کی گواہی کو مسترد کرو گے اور اللہ کے سوا دوسروں کی گواہی کو قبول کرو گے اس لئے کہ اللہ نے ان کی طہارت کی گواہی دی ہے اور تم اللہ کی گواہی کو رد کرو گے اور غیر خدا کی گواہی کو قبول کرو گے تو اللہ کے نزدیک کافر ہو جاؤ گے ۔یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ رونے لگے اور مجمع شور و غل کرتا ہوا منتشر ہو گیا ۔اب جبکہ حضرت ابو بکرؓ مسجد سے واپس اپنے گھر پہنچے تو حضرت عمرؓ کو بلا بھیجا اور کہا وائے ہو تم پر اے ابن خطاب تم نے نہیں دیکھا کہ علی نے مجھے کیسا جواب دیا اگر کوئی دوسری نشست ایسی ہی ہو گئی تو پھر تو ہم لوگوں کی یہ خلافت ہی ختم ہو جائے گی اور جب تک یہ زندہ ہیں ہم لوگوں کی چلنے نہ دیں گے ۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ کام تو صرف خالد ابن ولید ہی کے بس کا ہے ۔چنانچہ ان لوگوں نے خالد ابن ولید کو بلا بھیجا اور اس سے حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایک بہت بڑا کام سپرد کروں ۔خالد نے کہا جو کام چاہے سپرد کیجئے خواہ حضرت علیؑ کا قتل ہی کیوں نہ ہو ۔ حضرت عمرؓ نے کہا وہ کام حضرت علی کا قتل ہی تو ہے ۔ اچھا تم نماز کے صف میں حضرت علیؑ کے پہلو میں کھڑے ہو جانا اور جب میں نماز ختم کر کے سلام پھیروں تو فوراً ان کی گردن اڑا دینا ۔اسماء بنت عمیس محمد ابن ابی بکر کی ماں یہ سب سن رہی تھیں انہوں نے اپنی خادمہ کو فاطمہ زہرا کی خدمت میں بھیجا اور کہا ان سے میرا سلام کہنا اور جب گھر میں داخل ہو تو یہ آیت پڑھ دینا **ان الملا یاتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من النصحین** (یقیناً سردار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر ڈالیں پس تو نکل جا ۔یقیناً میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں) سورۃ قصص ۔آیت نمبر ۲۰ اگر وہ سمجھ جائیں تو ٹھیک ورنہ دوبارہ اس آیت کو پڑھ دینا ۔وہ خادمہ آئی گھر کے اندر داخل ہوئی اور بولی میری مالکہ نے پوچھا ہے کہ اے بنت رسول آپ کیسی ہیں ۔ پھر اس نے آیت پڑھی اور جب اس نے وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا تو اس نے پھر یہ آیت پڑھی تو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جاؤ

اپنی مالک کو میرا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ اگر اللہ نے چاہا تو وہ ان کے اور اس کے ارادوں کے درمیان حائل ہو جائے گا اور ادھر خالد امیر المومنینؑ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور جب ابو بکرؓ نے نماز ختم کی اور سلام پھیرنا چاہا تو سلام نہیں پھیرا بلکہ یہ کہا کہ **یا خالد لا تفعل ما امرتک السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ** (اے خالد جس کام کا میں نے حکم دیا ہے وہ کام نہ کرنا تم لوگوں پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکت ہو) امیر المومنین نے خالد سے پوچھا وہ کیا کام تھا جس کا تم کو انہوں نے حکم دیا تھا اور پھر منع کر دیا سلام پھیرنے سے پہلے؟ خالد نے کہا انہوں نے مجھے تمہاری گردن اڑانے کا حکم دیا اور کہا تھا کہ مگر سلام ختم ہونے کے بعد گردن اڑا دینا۔ آپ نے پوچھا تو کیا تم ایسا کرتے؟ اس نے کہا ہاں خدا کی قسم اگر وہ منع نہ کر دیتے تو ایسا ہی کرتا۔ یہ سن کر امیر المومنین کھڑے ہو گئے اور خالد کا گریبان تھاما اور اسے دیوار سے ٹکرانے لگے اور کہا اے پسر صہاک خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحریر پہلے سے نہ ہوتی تو تم لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ کس کا لشکر کمزور اور کس کی تعداد کم ہے۔

باب (۱۵۲) ائمہ علیہم السلام کے حجت خدا ہونے کا ثبوت

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے منصور بن حازم سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا ایک مرتبہ ایک گروہ سے میرا مناظرہ ہوا تو میں نے ان لوگوں سے پوچھ کر کیا تم لوگ یہ جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام خلق پر اللہ کی طرف سے حجت ہیں مگر جب وہ اس دار فانی سے تشریف لے گئے تو یہ بتاؤ کہ ان کے بعد خلق پر کون حجت ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ قرآن حجت ہے۔ مگر میں نے قرآن پر نظر کی تو دیکھا کہ اس سے مرجیہ اور حروریہ بلکہ زندیق تک جو اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس قرآن سے اپنے مد مقابل کے سامنے دلیل پیش کرتے ہیں اور اپنے مخالف پر غالب آجاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ قرآن بغیر کسی قیم کے حجت نہیں بن سکتا اور وہ قیم ہی قرآن کا جو مفہوم بتائے وہی حق ہے تو اب بتاؤ کہ قرآن کا قیم کون ہے؟ ان لوگوں نے کہا عبداللہ ابن مسعود اور فلاں اور فلاں عالم و قیم قرآن تھے۔ میں نے کہا کہ کیا وہ پورے قرآن کے عالم تھے؟ ان لوگوں نے کہا ایسا تو ہمیں آج تک کوئی ایک بھی ایسا نہیں ملا جو یہ دعویٰ کرے کہ ہم پورے قرآن کا علم رکھتے ہیں۔ سوائے علی ابن ابی طالب کے اور جب قوم کو کوئی مسئلہ پیش آتا تو یہ کہتا کہ میں نہیں جانتا وہ کہتا کہ میں نہیں جانتا اور وہ کہتا کہ میں نہیں جانتا اور حضرت علی ابن ابی طالب کہتے کہ ہاں میں جانتا ہوں میں نے کہا اس لئے ہم گواہی دیتے ہیں کہ علی ہی قیم قرآن ہیں اور ان ہی کی اطاعت فرض ہے اور بعد رسولؐ وہی تمام لوگوں پر حجت تھے اور قرآن کا جو مفہوم انہوں نے بتایا وہی حق تھا یہ سنکر امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تم پر رحم کرے اور میں نے اٹھ کر آپ کی پیشانی پر بوسہ لیا پھر کہا اور علیؑ ابن ابی طالب اس وقت تک دنیا سے نہیں گئے جب تک اپنے بعد کے لئے ایک حجت نہیں چھوڑی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے بعد کے لئے ایک حجت چھوڑی تھی اور حضرت علی علیہ السلام کے بعد حضرت امام حسن بن علی حجت تھے میں گواہی دیتا ہوں کہ حسن بن علی حجت تھے اور ان کی اطاعت فرض تھی آپ نے فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے تو میں نے بڑھ کر آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت حسن ابن علی بھی اس وقت تک دنیا سے نہیں گئے جب تک کہ انہوں نے اپنے بعد کے لئے حجت نہیں چھوڑی جیسا کہ رسول اللہ اور ان کے پدر بزرگوار نے اپنے بعد کے لئے حجت چھوڑی تھی اور امام حسن کے بعد امام حسین علیہ السلام حجت تھے ان کی اطاعت فرض تھی۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے تو میں نے آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت حسین ابن علی بھی اس وقت تک دنیا سے نہیں گئے جب تک کہ انہوں نے اپنے بعد کے لئے ایک حجت نہیں چھوڑی اور ان کے بعد حجت حضرت علی ابن الحسین تھے اور ان کی اطاعت فرض تھی آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے تو میں نے اٹھ کر آپ کی پیشانی پر بوسہ لیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی ابن الحسین بھی اس وقت تک دنیا سے نہیں گئے جب تک کہ انہوں نے اپنے بعد کے لئے ایک حجت کو نہیں چھوڑا اور ان کے بعد کے لئے حجت حضرت

محمد بن علی ابو جعفر علیہ السلام ہیں۔ ان کی اطاعت فرض تھی۔ آپ نے فرمایا رحمک اللہ۔ اللہ تجھ پر رحم کرے تو میں نے عرض کیا اللہ آپ کا بھلا کرے ذرا اپنی پیشانی تو کھولئے [illegible] اور میں نے آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور آپ مسکرا دیئے میں نے کہا اللہ آپ کا بھلا کرے آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار بھی دنیا سے اس وقت نہیں گئے جب تک کہ انہوں نے اپنے بعد کے لئے حجت نہیں چھوڑی جیسا کہ ان کے پدر عالی مقدار نے حجت چھوڑی تھی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ان کے بعد اب حجت ہیں اور آپ کی اطاعت فرض ہے۔ آپ نے فرمایا بس اس کے بعد خاموش رہو اللہ تم پر رحم کرے میں نے [illegible] بوسہ دوں گا تو آپ ہنسے اور فرمایا جو کچھ تمہیں پوچھنا ہو پوچھ تو میں اس کے بعد تم سے کبھی نہ ابد انکار کروں گا

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن ہاشم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن مرار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یونس بن عبد الرحمن نے روایت کرتے ہوئے یونس بن یعقوب سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آپ کے اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی جس میں حمران بن اعین و مومن طاق وہشام بن سالم وطیار نیز آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی جس میں ہشام بن حکم بھی تھے اور وہ جوان سال تھے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اے ہشام انہوں نے عرض کیا لبیک یا ابن رسول اللہ آپ نے فرمایا کیا تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم نے عمرو بن عبید سے کس طرح بحث کی اور تم نے اس سے کیا سوال کیا؟ ہشام نے عرض کیا فرزند رسولؐ میں آپ پر قربان میں آپ کے سامنے کچھ کہتے ہوئے شرماتا ہوں اور آپ کے سامنے میری زبان کام نہیں کرتی۔ آپ نے فرمایا جب میں تمہیں حکم دیتا ہوں تو اس پر عمل کرو (الامر فوق الادب) ہشام نے کہا بہتر ایک مرتبہ مجھ تک یہ خبر پہنچی کہ عمرو بن عبید مسجد بصرہ میں اپنی مجلس جمائے ہوئے رہتا ہے اور اس میں طرح طرح کی باتیں کہتا ہے یہ چیز مجھے ناگوار اور گراں گزری میں نکل پڑا اور جمعہ کے دن بصرہ پہنچا اور فوراً مسجد بصرہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اس میں ایک بہت بڑا مجمع لگا ہوا ہے اور عمرو بن عبید سیاہ رنگ عمامہ اور صوف کا ازار اور اس کا شملہ چادر کی طرح دوش پر پڑا ہوا ہے۔ بیٹھا ہے لوگ اس سے اپنے اپنے مسئلے پوچھ رہے ہیں میں نے مجمع سے درخواست کی کہ ذرا راستہ دیں لوگوں نے راستہ دے دیا تو میں بالکل آخری صفؔ میں دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور کہا اے عالم میں ایک مرد مسافر ہوں کیا مجھے بھی اجازت ہے چند مسئلے پوچھ لوں۔ اس نے کہا ہاں پوچھو میں نے کہا یہ بتائیں کہ کیا آپ کی آنکھیں ہیں؟ اس نے کہا اے بچے یہ تیرا کیسا سوال ہے اور جس چیز کو تم خود دیکھ رہے ہو (کہ میری آنکھیں ہیں) اس کے متعلق کیا پوچھتے ہو میں نے کہا بس یہی تو میرا سوال ہے آپ جواب دیں۔ اس نے کہا اچھا پوچھو اگرچہ تمہارا سوال بالکل احمقانہ ہے۔ میں نے کہا کچھ بھی ہو آپ اس کا جواب تو دیجئے۔ اس نے کہا اچھا میاں پوچھو۔ میں نے کہا کیا آپ کے آنکھ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا اس سے آپ کیا دیکھتے ہیں؟ آپ نے کہا میں اس سے الوان واشخاص کو دیکھتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے ناک ہے؟ اس نے کہا ہاں ہے۔ میں نے کہا آپ اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا میں اس سے بو سونگھتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے منہ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا آپ اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا میں اس سے مختلف قسم کے ذائقوں کا پتہ چلاتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے زبان ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا آپ اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا میں اس سے باتیں کرتا ہوں۔ میں نے کہا کیا آپ کے کان ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا آپ اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا اس سے آوازیں سنتا ہوں۔ میں نے کہا آپ کے ہاتھ ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا آپ ان دونوں سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا اس سے میں چیزوں کو پکڑتا ہوں اور نرم و سخت کو پہچانتا ہوں۔ میں نے پوچھا آپ کے دو پاؤں ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا آپ ان سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا اس سے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا آپ کے قلب (دل) ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا اس سے آپ کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا ان اعضاء کو جو کچھ پیش آتا ہے ان میں امتیاز کرتا ہوں میں نے پوچھا تو کیا یہ تمام اعضاء قلب سے مستغنی نہیں اور انہیں قلب کی ضرورت ہے؟ اس نے کہا نہیں یہ سب قلب سے مستغنی نہیں ہیں۔ میں نے کہا یہ کیسے اور کیوں جبکہ یہ تمام اعضاء بالکل صحیح وسالم حالت میں ہیں۔ اس نے کہا اے بچے یہ اعضاء جب سونگھنے، دیکھنے، چکھنے اور سننے میں کچھ شک

کرتے ہیں تو وہ اسے قلب کے سامنے پیش کرتے ہیں تو وہ انہیں یقین دلاتا ہے اور ان کے شک کو دور کر دیتا ہے۔ میں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قلب کو اعضاء و جوارح کے شک و شکوک کو دور کرنے کے لئے رکھا ہے۔ میں نے کہا اچھا تو پھر قلب کا ہونا لازمی اور ضروری ہے تاکہ وہ اعضاء و جوارح کے شک کو دور کرے اور ان کو یقین دلائے میں نے کہا ابن مروان اللہ تعالیٰ نے جب تمہارے اعضاء و جوارح کو بغیر امام کے نہیں چھوڑا کہ وہ ان کے صحیح کو صحیح بتا دے اور جس امر میں ان کو شک ہے ان کے شک کو دور کر کے انہیں یقین پیدا کرے تو کیا اتنی بڑی مخلوق کو حیرت و شک و اختلاف میں چھوڑ دے گا اور ان کے لئے کوئی امام مقرر نہیں کرے گا تاکہ لوگ اسی کے سامنے اپنے شکوک کو پیش کریں اور اسے دور کر لیں اور آپ کے چند اعضاء و جوارح کے شک و شکوک دور کرنے کے لئے وہ امام مقرر کر دے۔ یہ سب کر عمرو بن عبید چپ ہو گیا مجھ سے کچھ نہ کہا تھوڑی دیر بعد وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہا تم ہشام ہو؟ میں نے کہا نہیں اس نے کہا قسم کھاؤ کہ تم وہ نہیں ہو۔ میں نے کہا نہیں اس نے کہا پھر ہشام کے ہم نشینوں میں سے ہو گے؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا پھر تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا میں کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ اس نے کہا پھر تو تم وہی ہشام ہو۔ یہ کہہ کر اس نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور مجھے اپنی جگہ بٹھایا اور خود مجلس سے اٹھ کر چلا گیا اور جب تک کہ میرا قیام بصرہ میں رہا اس نے کوئی بات نہیں کی۔ یہ سارا قصہ سن کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہنسے پھر فرمایا اے ہشام یہ بحث تم کو کس نے سکھائی ہشام نے کہا فرزند رسول یہ بحث خود بخود میری زبان سے جاری ہو گئی۔ فرمایا اے ہشام خدا کی قسم یہ صحف ابراہیم و موسیٰ میں تحریر ہے۔

باب (۱۵۳) وہ سبب جس کی بنا پر زمین کبھی حجت اللہ علی الخلق سے خالی نہیں رہتی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے عثمان رازی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم اور بشیر دھان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ جب حضرت آدم کی نبوت کی مدت پوری ہو گئی اور ان کا کھانا پینا منقطع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے آدم تمہاری نبوت کی مدت پوری ہو چکی تمہارا کھانا پینا منقطع ہے تو اب جو کچھ بھی تمہارے پاس علم و ایمان و میراث نبوت و علمی آثار اور اسم اعظم ہے وہ سب اپنی نسل در اپنی ذریت میں سے ہبۃ اللہ کے سپرد کر دو اس لئے کہ میں زمین کو بغیر کسی ایسے عالم کے نہیں چھوڑوں گا کہ جس سے ہماری اطاعت اور ہمارا دین معلوم کیا جا سکے تاکہ وہ اطاعت گزاروں کے لئے باعث نجات ہو۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے ابو اسحاق ہمدانی سے روایت کی انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے اصحاب میں سے ایک مرد ثقہ نے بیان کیا کہ اس نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ پروردگار زمین کو اپنی حجت کے بغیر۔ چھوڑنا خواہ وہ حجت ظاہر ہو یا خوف کی بنا پر پوشیدہ ہو تاکہ تیری حجتیں اور تیری دلیلیں باطل نہ ہو سکیں

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسن بن ابی الخطاب سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے یعقوب سراج سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا زمین باقی رہ سکتی ہے بغیر کسی ایسے عالم کے جو زندہ ہو ظاہر ہو جس کی طرف لوگ اپنے مسائل حلال و حرام میں رجوع کریں؟ آپ نے فرمایا اے ابو یوسف اگر ایسا ہو تو پھر تو اللہ کی عبادت نہیں ہو سکے گی۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے محمد بن سنان اور صفوان بن یحییٰ اور عبداللہ ابن مغیرہ اور علی بن نعمان سے اور ان سب نے عبداللہ بن مسکان سے اور انہوں نے ابو بصیر سے اور انہوں

نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو بغیر کسی ایسے عالم کے نہ چھوڑے گا جو زیادتی اور کمی کو پہچانتا ہو گا کہ اگر مومن اپنی طرف سے کچھ زیادتی کریں تو وہ اس کو روک دے اگر کمی کریں تو اس کو مکمل کر دے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ پورے احکامات لیا کرو اگر ایسا نہ کرو گے تو مومنین کو اپنے امور میں التباس ہو گا اور وہ حق و باطل میں فرق نہ کر سکیں گے۔

(۵) مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن فضیل سے انہوں نے ابی حمزہ سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کیا زمین بغیر امام کے رہ سکتی ہے آپ نے فرمایا اگر زمین بغیر امام کے رہ جائے تو دھنس جائے گی۔

(۶) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن محمد سے انہوں نے ابن خشاب سے انہوں نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے بزرگوں سے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر انسان ختم ہو جائیں اور صرف دو آدمی رہ جائیں تو ان میں سے ایک امام ہو گا۔ نیز آپ نے فرمایا اور ان دونوں کے اندر جو بعد میں مرے گا وہ امام ہو گا۔ تاکہ کوئی اللہ کے سامنے یہ نہ کہہ سکے کہ اللہ نے اس کو بغیر حجت کے چھوڑا۔

(۷) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن موسیٰ خشاب سے انہوں نے عبدالرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے عبدالکریم وغیرہ سے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل اپنے رب عزوجل کی طرف سے ایک خط لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں زمین کو بغیر کسی ایسے عالم کے جو میری اطاعت اور میری ہدایت کو جانتا ہو اور وہ نبی کی قبض روح سے آخری حجت کے ظہور کے درمیان نجات کا ذریعہ ہو اور میں ابلیس کو نہیں چھوڑوں گا کہ وہ لوگوں کو بہکاتا رہے اور میری کوئی حجت اور میری طرف دعوت دینے والا اور میرے راستے کی ہدایت کرنے والا اور میرے احکامات کو جاننے والا نہ ہو۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہو گا جس سے سعادتمند لوگ ہدایت حاصل کریں اور بدبختوں اور اشقیا کے لئے حجت بنا رہے گا۔

(۸) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے سعد بن ابی خلف سے انہوں نے حسن بن زیاد سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ زمین نہیں رہ سکتی جب تک کہ اسمیں کوئی ایک ایسا عالم نہ ہو جو لوگوں کی اصلاح کرے اور لوگوں کی اصلاح بغیر اس کے نہیں ہو سکتی۔

(۹) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے ابن مسکان سے انہوں نے حسن بن زیاد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا لوگوں کی اصلاح بغیر امام کے ہو ہی نہیں سکتی اور زمین کی اس کے بغیر اصلاح ہو ہی سکتی ہی نہیں۔

(۱۰) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے ابی عمارہ ابن طیار سے ان کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ اگر روئے زمین پر کوئی نہ رہے صرف دو آدمی رہ جائیں تو ان میں ایک حجت ہو گا۔

(۱۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے اس روایت کو اوپر بڑھایا ابی حمزہ تک انہوں نے روایت کی حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم جس دن آدم کی روح قبض ہوئی اللہ تعالیٰ نے زمین کو بغیر کسی امام کے نہیں چھوڑا جس سے لوگ اللہ کی طرف رہنمائی حاصل نہ کریں اور وہی بندوں پر اللہ کی طرف سے حجت نہ ہو اور زمین بغیر کسی حجت اللہ علی العباد کے باقی ہی نہیں رہ سکتی۔

(۱۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے سندی بن محمد انہوں نے علا بن زرین سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ زمین بغیر امام کے باقی نہیں رہ سکتی خواہ امام ظاہر ہو یا غائب۔

(۱۳) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے اور انہوں نے محمد بن حفص سے انہوں نے ہیثم بن اسلم سے انہوں نے ذریح محاربی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو فرماتے سنا وہ فرما رہے تھے کہ خدا کی قسم جب سے حضرت آدم کی روح قبض ہوئی اللہ تعالیٰ نے اب تک ایک لمحے کے لئے بھی زمین کو بغیر امام کے نہیں چھوڑا جس سے عزوجل کی طرف ہدایت حاصل کی جا سکے اور وہی بندوں پر اللہ کی حجت ہوتا ہے جس نے اس کو چھوڑا وہ ہلاک ہوا اور جو اس سے وابستہ رہا اس نے نجات پائی۔ امام کا موجود ہونا اللہ نے اپنے او پر لازم قرار دے لیا ہے۔

(۱۴) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن ابراہیم سے انہوں نے زید شحام سے انہوں نے داؤد بن علاء سے انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اس وقت سے لے کر تاقیامت زمین کبھی امام عادل سے خالی نہیں رہے گی اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت تمام کرنے کے لئے۔

(۱۵) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی الخطاب اور ہیثم بن ابی مسروق نے روایت کرتے ہوئے داؤد بن سلیمان بن سفیان مسترق سے انہوں نے احمد بن عمر حلال سے انہوں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کے سامنے کہا کہ زمین بغیر امام کے بھی باقی رہے گی۔ اس لئے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہم لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ زمین بلاامام کے باقی نہیں رہے گی علاوہ یہ کہ اللہ اپنے بندوں سے ناراض ہو جائے تو آپ نے فرمایا نہیں باقی نہیں رہے گی اور اگر باقی بھی رہی تو پانی میں نیچے دھنس جائے گی۔

(۱۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی خطاب اور محمد بن عیسیٰ بن عبید سے اور انہوں نے محمد بن فضیل صیرفی سے انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا زمین بغیر امام کے رہ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا اگر بغیر امام کے باقی رہی تو پانی میں دھنس جائے گی۔

(۱۷) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور علی بن اسماعیل بن عیسیٰ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن معروف نے انہوں کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن مہزیار سے انہوں نے محمد بن قاسم سے انہوں نے محمد بن فضیل سے انہوں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ زمین ہو اور اس میں کوئی امام نہ ہو؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ ممکن نہیں اگر ایسا ہوا تو زمین سارے کے سارے اہل زمین کے ساتھ کے ساتھ پانی میں دھنس جائے گی۔

(۱۸) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی خطاب سے اور انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے محمد بن فضیل سے انہوں نے ابی حمزہ ثمالی سے ان کا بیان ہے کہ ایک امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ فرمایا کہ نہیں اگر زمین بغیر امام کے باقی رہی تو دھنس جائے گی۔

(۱۹) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے عباد بن سلیمان نے سعد بن سعد اشعری سے

انہوں نے احمد بن عمر سے اور انہوں نے حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا مگر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تو ہم لوگ یہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا زمین بغیر کسی امام کے باقی نہیں رہ سکتی الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ناراض ہو جائے آپ نے فرمایا نہیں باقی نہیں رہے گی اور اگر بغیر امام کے رہی تو پانی میں دھنس جائے گی۔

(۲۰) بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن عامر نے روایت کرتے ہوئے معلی بن محمد بصری سے انہوں نے حسن بن علی وشاء سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا مگر ہم لوگ تو یہ روایت کرتے ہیں وہ باقی نہیں رہے گی الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ناراض ہو۔ آپ نے فرمایا نہیں باقی رہ سکتی اگر باقی رہی تو پانی میں دھنس جائے گی۔

(۲۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی دینوری اور محمد بن احمد بن ابی قتادہ سے انہوں نے احمد بن حلال سے انہوں نے سعد بن سلیمان ابن جعفر جعفری سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا زمین حجت خدا سے خالی رہ سکتی ہے آپ نے فرمایا اگر وہ چشم زدن کے لئے بھی حجت سے خالی ہوئی تو پانی میں دھنس جائے گی۔

(۲۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین ابن ابی خطاب اور محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے ابن سنان اور علی ابن نعمان سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو نہیں چھوڑا بغیر کسی ایسے عالم کے جو روئے زمین پر جو کمی و زیادتی کو جانتا ہو تاکہ اگر مومنین اپنی طرف سے کچھ زیادہ کریں ان کو رد کردے اور اگر کمی کریں تو اس کو مکمل کردے اس کے بعد یہ فرمایا تم لوگ پورے احکام پر عمل کیا کرو ورنہ مومنین کو اپنے امور میں التباس ہو جائے گا اور وہ حق و باطل میں فرق نہ کر سکیں گے۔

(۲۳) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے کہا یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے منصور بن یونس سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی اس کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ زمین کبھی خالی نہیں رہے گی اس میں کوئی نہ کوئی ایسا عالم ضرور ہوگا کہ جب مومنین احکام خداوندی میں کچھ اضافہ کردیں تو وہ اسے مسترد کردے اور اگر اس میں کچھ کمی کریں تو وہ ان کے لئے پورا کردے۔

(۲۴) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد رحمہ اللہ نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن عبدالجبار سے انہوں نے عبداللہ بن محمد حجال سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ زمین اس امر سے خالی نہیں رہ سکتی کہ اس میں کوئی ایسا شخص ہو جو زیادتی اور نقصان کو جانتا ہو تاکہ اگر مسلمان احکام خداوندی میں اپنی طرف سے کچھ اضافہ کردیں تو وہ اسے گھٹادے اور اگر اس میں کمی کریں تو وہ اس کو مکمل کرادے اگر ایسا نہ ہوگا تو مسلمانوں کے امور آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے۔

(۲۵) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد اور محمد بن عبدالجبار سے انہوں نے محمد بن خالد برقی سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے شعیب سے انہوں نے ابی حمزہ سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ زمین باقی ہی نہیں رہے گی جب تک کہ اس میں کوئی ایسی ہستی نہ ہو جو حق کو پہچانتی ہو تاکہ اگر لوگ اس میں کچھ اضافہ کریں تو وہ بتادے کہ اس میں اس قدر زیادہ ہے اور اس میں کچھ کمی کریں تو وہ بتائے اس میں اتنی کمی ہے جب لوگ اس کے پاس حق لے

کر آئیں تو وہ ان کی تصدیق کر دے اور اگر ایسا نہ ہو گا تو پھر حق و باطل میں امتیاز نہ ہو سکے گا۔

(۲۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے انہوں نے روایت کی حسین بن معبد سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے یحیی بن عمران حلبی سے انہوں نے شعیب حذاء سے انہوں نے ابی حمزہ ثمالی سے اور انہوں نے روایت کی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا زمین باقی ہی نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس میں ہم لوگوں میں سے ایک ایسا فرد نہ ہو جو حق کو جانتا ہو تاکہ اگر لوگ کچھ اپنی طرف سے اضافہ کریں تو وہ بتادے کہ اس میں اتنا اضافہ کیا گیا ہے۔ اور اگر کمی کریں تو بتادے کہ ان لوگوں نے اتنی کمی کر دی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو لوگوں کو حق و باطل کے درمیان فرق کا پتہ نہ چلے گا۔

(۲۷) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن ابراہیم نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے یحیی بن ابی عمران ہمدانی سے انہوں نے یونس سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام باقر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ اللہ نے زمین کو بغیر کسی امام کے نہیں چھوڑا جس کو دین خدا میں زیادتی اور کمی کا علم ہو تاکہ اگر مومنین دین میں کچھ اضافہ کریں تو وہ ان کو مسترد کر دے اور اگر اس میں کچھ کمی کریں تو وہ اس کو مکمل کرا دے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمان کو اپنے امور میں التباس پیدا ہوتا۔

(۲۸) بیان کیا مجھ سے حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے اور انہوں نے روایت کی حسین بن سعید سے انہوں نے علی ابن اسباط سے انہوں نے طربال کے غلام سلیم سے انہوں نے اسحاق ابن عمار سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ زمین کبھی بھی خالی نہ رہے گی اس میں ایک عالم ایسا ضرور ہو گا کہ جب مومنین اپنی طرف سے کچھ اضافہ کریں تو وہ اس کو رد کر دے اور اگر کمی کریں تو وہ اس کو مکمل کر دے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ (دینی احکامات کو) کاملاً گر ایسا نہ ہو گا تو مومنین کو اپنے امور میں التباس پیدا ہو گا اور حق و باطل میں فرق نہ کر سکیں گے۔

(۲۹) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی یعقوب بن یزید اور محمد بن عیسی بن عبید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے منصور بن یونس سے انہوں نے اسحاق ابن عمار سے انہوں نے حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب کو فرماتے سنا وہ فرما رہے تھے کہ زمین کبھی خالی نہیں رہے گی لیکن یہ کہ اس میں ایک ایسا عالم ضرور ہو گا کہ مومنین اگر کچھ اپنی طرف سے اضافہ کر دیں تو وہ اس کو مسترد کر دے اور اگر کمی کر دیں تو وہ ان کے لئے مکمل کر دے۔

(۳۰) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسی اور محمد بن عبدالجبار سے انہوں نے عبداللہ بن محمد حجال سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے کہا کہ حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین ایسے خالی نہ رہے گی اس میں ضرور کوئی عالم ایسا ہو گا جو زیادتی اور نقصان کا علم رکھتا ہو کہ اگر مسلمان کچھ اپنی طرف سے بڑھا دیں تو وہ اس کو گھٹا دے اور کمی کر دیں تو وہ اس کو مکمل کر دے تاکہ مسلمانوں کے لئے ان کے امور خلط ملط نہ ہو جائیں۔

(۳۱) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسی اور محمد بن عبدالجبار سے انہوں نے محمد بن خالد برقی سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے شعیب حذاء سے انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا زمین ہرگز باقی نہ رہے گی جب تک کہ اس میں کوئی ایک ایسا مرد نہ ہو جو حق کو پہچانتا ہو تاکہ لوگ

اگر اس میں اضافہ کریں تو وہ کہہ دے کہ ان لوگوں نے اضافہ کیا ہے، اور اگر کمی کریں تو وہ کہہ دے کہ ان لوگوں نے کمی کی ہے اور اگر کوئی شخص حق لے کر اس کے پاس آئے تو وہ اس کی تصدیق کردے اور اگر ایسا نہ ہو گا تو حق و باطل کی ہرگز شناخت نہ ہو سکے گی۔

(۳۲) میرے والد رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے انہوں نے روایت کی علی بن اسماعیل میثمی سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے آل سام کے غلام عبدالاعلیٰ انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو بغیر کسی ایسے عالم کے نہیں چھوڑا کہ جب لوگ کچھ اضافہ کریں تو وہ اس کو کم کردے اور جب لوگ اس میں کمی کردیں تو پورا کردے اگر ایسا نہ ہو گا تو لوگوں کے لئے ان کے امور خلط ملط ہو جائیں گے۔

باب (۱۵۴) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام لوگوں کے دروازے جو مسجد میں کھلتے تھے بند کرادیئے سوائے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے دروازے کے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسماعیل برمکی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن احمد نے انہوں نے روایت کی سلیمان بن حفص مروزی سے انہوں نے عمرو بن ثابت سے انہوں نے سعد بن طریف سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تمام دروازے جو مسجد میں کھلتے تھے بند کرادیئے سوائے حضرت علیؑ کے دروازے کے تو آپ کے اصحاب نے اس کے متعلق بڑا شور و غل کیا اور بولے یا رسول اللہ آپ نے ہم لوگوں کے دروازے کیوں بند کرادیئے اور اس نوجوان کا دروازہ کیوں چھوڑ دیا؟ تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تم لوگوں کے دروازے بند کرنے اور علیؑ کا دروازہ چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے اور میرے رب کی طرف سے جو مجھے وحی ہوتی ہے میں اسی کی تکمیل کرتا ہوں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے نصر بن احمد بغدادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن مہران سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محوک نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالرحمن بن اسود نے انہوں نے روایت کی محمد بن عبیداللہ بن ابی رافع سے انہوں نے اپنے باپ اور چچا سے ان دونوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابو رافع سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا اور کہا ایہا الناس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارون کو حکم دیا کہ تم دونوں اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور انہیں حکم دے دو کہ وہ مسجد میں حالت جنابت، شب باشی اور اس میں عورتوں سے مباشرت نہ کریں سوائے ہارونؑ اور ان کے ذریت کے۔ اور علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی لہٰذا کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ میری مسجد میں بحالت جنابت، شب باشی ہو یا عورتوں سے مباشرت کرے سوائے علیؑ اور ان کی ذریت کے۔ اب یہ بات جس کو بری محسوس ہو تو وہ اسے دیکھے اور یہ کہہ کر آپؐ نے شام (بیت المقدس) کی طرف اشارہ کیا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رحمہ اللہ نے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے نصر بن احمد بغدادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبید بن عتبہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن ابان نے روایت کرتے ہوئے سالم بن ابی عمرہ سے انہوں نے معروف بن خربوذ سے انہوں نے طفیل سے انہوں نے حذیفہ بن اسید غفاری سے ان کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ

اگر میں نے علی کی سکونت مسجد میں باقی رکھی اور دوسروں کو اس سے خارج کر دیا تو لوگ اپنے دلوں میں بات محسوس نہ کریں اس لئے کہ خدا کی قسم نہ میں نے ان لوگوں کو نکالا اور نہ علی کو رہنے دیا بلکہ اللہ ہی نے ان لوگوں کو نکالا اور علی کو رہنے دیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی کی طرف وحی کی کہ تم لوگ اپنی قوم کے لئے مصر میں مکانات بناؤ اور خود اپنے گھر کو قبلہ بناؤ اور نماز قائم کرو تو حضرت موسیٰ نے قوم کو حکم دیا کہ ہماری مسجد میں کوئی ساکن نہ رہے اور نہ اس میں عورتوں سے ہمبستر ہو اور نہ اس کے اندر حالت جنابت میں داخل ہو سوائے حضرت ہارونؑ اور ان کی ذریت کے۔ اور علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی۔ وہ میرے بھائی ہیں اور سوائے علیؑ اور ان کی ذریت کے کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ میری مسجد میں عورتوں سے ہمبستر ہو اور اگر کسی کو یہ بات بری لگے تو اس طرف دیکھے یہ کہہ اپنے ہاتھ سے شام کی طرف اشارہ کیا۔

باب (۱۵۵) وہ سبب جس کی بنا پر لازمی ہے کہ امام کسی مشہور قبیلہ، کسی مشہور قوم، مشہور نسل اور مشہور گھرانے کا ہو نیز وہ سبب جس کی بنا پر واجب ہے کہ امام مخلوق میں، سب سے زیادہ سخی، سب سے زیادہ شجاع، سب سے زیادہ عفو کرنے والا اور تمام گناہوں سے بچا ہوا اور معصوم ہو

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعد آبادی نے اور انہوں نے روایت کی احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حسن بن علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ ضرار نے ہشام بن الحکم سے نبیؐ کے بعد امام کی دلیل و ثبوت کے متعلق سوال کیا گیا تو ہشام نے کہا اس کے لئے آٹھ عدد دلیلیں اور نشانیاں ہیں۔ ان میں سے چار نسبی ہیں اور چار ذاتی۔ وہ چار نشانیاں جو نسب سے متعلق ہیں وہ یہ ہیں کہ امام کو کسی معروف قبیلہ، معروف قوم، معروف نسب اور معروف گھرانے سے ہونا لازم ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوگا تو پھر روئے زمین پر ہر کس و ناکس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ امام بن جائے اور جب ایسا ہونا جائز نہیں ہے تو ہم تمام عالم میں کوئی ایسی قوم و جنس نہیں پاتے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنس سے زیادہ مشہور ہو اور وہ جنس و قوم عرب ہے اور اسی قوم سے وہ صاحب ملت و صاحب دعوت ہے جس کے نام کی منادی دن و رات ہر روز پانچ مرتبہ تمام مسجدوں اور عبادت گاہوں سے سارے ممالک میں ان الفاظ میں کی جاتی ہے کہ **اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمد رسول الله** (میں گواہی دیتا ہوں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اللہ نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں) اور آپ کی یہ دعوت ہر نیک و بد اور عالم و جاہل تک روزانہ دن رات پہنچتی ہے اس سے سب واقف ہیں اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ لہٰذا یہ مسلم ہے کہ اس سے زیادہ مشہور اور کوئی قوم نہیں اس لئے کہ محمدؐ کا تعلق اسی قوم سے ہے جو دنیا کی مشہور ترین قوم ہے اور جب یہ مشہور قوم ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ امام بھی اسی قبیلہ سے ہو اور سب سے زیادہ مشہور ہو تاکہ لوگ اسے پہچان سکیں اور جب یہ لازم ہے تو یہ بھی لازم کہ ہے امام اس خاندان اور گھرانے سے ہو جو محمدؐ کا گھرانہ ہے۔ پھر اس گھرانے میں بھی صرف وہ امام ہو جس کے متعلق آنحضرت کی نص ہو اگر ایسا نہ ہوگا تو اس خاندان کا ہر فرد دعویٰ کرنے لگے گا کہ میں امام ہوں چنانچہ آپس میں اختلاف ہوگا اور لوگوں کو شناخت میں دقت ہوگی۔ اور آنحضرتؐ کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اہلبیت اور اپنے گھرانے ہی میں سے کسی کے لئے نص فرمائیں دوسرے گھرانے کے کسی فرد کے لئے نہیں تاکہ آنحضرتؐ کے خاندان اور گھرانے والے اس سے اختلاف نہ کریں اور یہ نہ کہیں کہ ہم اس سے افضل، اس سے زیادہ عالم اور اس امر کی اس سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ آنحضرتؐ اپنے گھرانے میں کسی ایک کے لئے نص کر جائیں تاکہ ان میں بھی باہم اختلاف ہو کر ایک نہ کہے کہ وہ دوسرے سے زیادہ صاحب علم و باصلاحیت ہے۔

اب وہ چار خصوصیات جو ذاتی ہیں تو وہ یہ ہے کہ امام وہ ہونا چاہیئے جو مخلوق میں سب سے زیادہ صاحب علم، مخلوق میں سے زیادہ سخی، سب سے زیادہ شجاع، سب سے زیادہ درگزر کرنے والا اور سب سے زیادہ گناہان صغیرہ و کبیرہ سے بچنے والا ہو اس میں زمانہ مسرت و ایام جہالت کا بالکل شائبہ نہ ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس صفت سے ایک لحہ کے لئے بھی خالی نہ ہو اور تاقیامت اس پر قائم رہے۔ عبداللہ بن یزید اباضی نے جو اس مجمع میں موجود تھا اس نے پوچھا اے ہشام تمہارا یہ کیوں خیال ہے کہ وہ مخلوق میں سب سے زیادہ صاحب علم ہو "ہشام نے جواب دیا اس لئے اگر وہ عالم نہ ہو گا تو اس پر اعتماد و یقین نہیں کیا جا سکتا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ شرعی احکامات کو بدل رہا ہو اور جس پر صرف حد جاری کرنی ہے اس کے ہاتھ کاٹ دے اور جس کا ہاتھ کاٹنا ہو اس پر صرف حد جاری کر دے یا چھوڑ دے اور میرے اس قول کی تصدیق اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے **افمن یهدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یهدی الا ان یهدی فمالکم کیف تحکمون** (جو شخص حق کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ زیادہ اتباع کا حقدار ہے یا وہ شخص جو ہدایت کر ہی نہیں سکتا جب تک خود اس کی ہدایت نہ کر دی جائے۔ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے تم لوگ کیسا فیصلہ کرتے ہو) سورۂ یونس۔ آیت نمبر ۳۵۔

اباضی نے کہا اچھا یہ تم نے کیسے کہا کہ اس کا تمام گناہوں سے معصوم ہونا ضروری ہے "ہشام نے کہا اگر وہ معصوم نہ ہو گا تو اس پر اطمینان نہیں ہو گا کہ شاید اس نے بھی وہی گناہ کیا جو دوسرے نے کیا ہے اور وہ اسی حد شرعی (سزا) کا مستحق ہے جس کا وہ دوسرا شخص مستحق ہے اور جب وہ خود گناہ میں آلودہ ہو گا تو اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کہ شاید وہ بھی اپنے پڑوسی، اپنے دوست، اپنے اقرباء اور اپنے مخلصین کے جرائم کو نظرانداز کر جائے اور اسے پوشیدہ کرے۔ اور میرے اس قول کی تصدیق بھی اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے **انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عهدی الظلمین** (اللہ تعالیٰ نے (حضرت ابراہیمؑ سے) فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا امام بنا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا اور میری ذریت میں سے "ارشاد ہوا مگر میری طرف سے عہدہ ظالموں کو عطا نہ ہو گا) سورۂ بقرہ۔ آیت نمبر ۱۲۴۔

اباضی نے پوچھا اچھا تم نے یہ کیسے کہا کہ امام کا سب سے زیادہ شجاع ہونا ضروری ہے "انہوں نے جواب دیا اس لئے کہ وہ جنگ میں سب کا نگراں اور منتظم ہے لوگ جنگ میں اس کی طرف رجوع کریں گے اسی کی پیروی کریں گے اگر وہ بھاگا تو وہ اللہ کے غضب میں آگیا۔ اور امام کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اللہ کے غضب میں آئے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **یایها الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوهم الادبار ○ ومن یولهم یومئذ دبره الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئة فقد باء بغضب من الله وماواه جهنم وبئس المصیر ○** (اے ایمان لانے والو جب میدان جنگ میں ان لوگوں سے تمہارا مقابلہ ہو جائے جو کافر ہو گئے۔ تو تم ان کو پیٹھ نہ دکھاؤ۔ اور جو اس دن پیٹھ دکھائے گا سوائے اس کے کہ وہ جنگ کے لئے پہلو بدلتا یا کسی اور دستہ کی طرف جگہ پکڑتا ہے تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آگیا۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے) سورۂ انفال۔ آیت نمبر ۱۶/۱۵

اباضی نے کہا اچھا چلو یہ بھی مانا لیکن تم نے کیسے کہا کہ اس کا سب سے زیادہ سخی ہونا بھی ضروری ہے "ہشام نے کہا یہ اس لئے کہ اگر وہ سخی نہ ہو گا تو وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھے گا اس لئے کہ لوگوں کو اس کے جود و بخشش کی ضرورت ہے اور یہ کہ وہ لوگوں میں (مال غنیمت وغیرہ مساوی تقسیم کرے اور تمام لوگوں کو حق پر قائم رکھے اس لئے کہ اگر وہ سخی ہو گا تو وہ مسلمانوں کے حقوق میں سے کوئی شے لینے میں باک محسوس کرے گا اور تقسیم کے موقع پر رعایا کے حصہ سے زائد حصہ نہیں رکھے گا۔ اور ہم کہہ چکے کہ اس کا معصوم ہونا ضروری ہے لہٰذا اگر وہ سب سے زیادہ شجاع، سب سے بڑا عالم، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ صاحب عفو نہ ہو گا تو اس کے امام ہونے کا کوئی جواز نہیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے کہا کہ ہشام بن حکم سے اور مجھ سے ایک طویل صحبت رہی مگر اس عرصہ میں میں نے ان سے اس سے زیادہ بہترین بات کوئی نہیں سنی جو اس نے عصمت امام کے متعلق کہی۔ میں نے ایک مرتبہ اس سے امام کے متعلق پوچھا کہ کیا وہ معصوم ہوتا ہے "اس نے کہا

ہاں وہ معصوم ہوتا ہے ۔ میں نے کہا اس میں عصمت کی صنف کیا ہے اور کیسے پہچانا جائے کہ وہ معصوم ہے؟ اس نے کہا تمام گناہوں کے چار سبب ہیں پانچواں کوئی سبب نہیں، حرص، حسد، غضب اور شہوت اور یہ چاروں چیزیں امام میں نہیں ہوں گی ۔ امام کے لئے ممکن نہیں کہ وہ دنیا کا حریص ہو جبکہ ساری دنیا اس کے زیر نگین ہے اور وہ سارے مسلمانوں کا خازن ہے تو وہ حرص کیوں کرے گا ۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ حاسد ہو اس لئے کہ انسان اس سے حسد کرتا ہے جو اس سے بالاتر ہو اور امام سے کوئی بالاتر نہیں پھر وہ کیسے اور کیوں حسد کرے گا جب کہ سب لوگ اس سے پست ہیں اور یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اللہ کے معاملہ کے علاوہ کسی دنیاوی معاملہ میں غضبناک ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر حدود کا قائم رکھنا فرض کیا ہے اور اس معاملہ میں اسے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ ہوگی اور نہ وہ اللہ کے دین کے معاملہ میں کسی سے رعایت کرے گا جب تک کہ حدود الٰہی کو قائم نہ کرے ۔ اور اس کے لئے یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اپنے خواہشات نفس کی پیروی کرے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دے اس لئے کہ اللہ نے اس کے دل میں آخرت کی محبت پیدا کر دی ہے جس طرح ہم لوگوں کے دلوں میں دنیا کی محبت ہے لہٰذا جس طرح ہم لوگوں کی نظر دنیا پر ہے اسی طرح اس کی نظر آخرت پر ہے ۔ کیا تم نے کسی کو دیکھا ہے کہ وہ ایک بدصورت چیز کے لئے کسی خوبصورت چیز کو چھوڑ دے یا کسی تلخ کھانے کے لئے شیریں اور دلپسند کھانے کو ترک کرے یا کسی موٹے کھردرے لباس کے لئے نرم لباس کو چھوڑ دے یا دنیا کی زائل ہونے والی نعمت کے لئے آخرت کی ہمیشہ قائم رہنے والی نعمت کو چھوڑ دے ۔

باب (۱۵۶) وہ سبب جس کی بنا پر امامت نسل امام حسینؑ میں آئی نسل امام حسنؑ میں نہیں گئی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے علی بن اسماعیل سے انہوں نے سعدان سے انہوں نے کسی شخص سے اس نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جب حضرت فاطمہؑ کے شکم میں امام حسین آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہؑ تم کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا دیا ہے اس کا نام حسین ہے مگر میری امت اس کو قتل کر دے گی ۔ حضرت فاطمہؑ نے کہا بابا مجھے پھر ایسے لڑکے کی ضرورت نہیں ۔ آپؐ نے فرمایا فاطمہ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ امامت کو اسی کی نسل میں قرار دے گا ۔ فاطمہ زہراؑ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ پھر میں اس پر راضی ہوں ۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن موسیٰ خشاب سے اور انہوں نے علی بن حسان واسطی سے انہوں نے اپنے چچا عبدالرحمن بن کثیر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا** ماسوائے اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اے اہلبیت (نبوت) وہ تم سے ہر قسم کی ناپاکی دور رکھے اور تم کو ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے) سورۃ احزاب ۔ آیت نمبر ۳۳ سے کس کو مراد لیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ آیت نبیؐ اور حضرت امیرالمومنین اور حضرت فاطمہ زہراؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے لئے نازل ہوئی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وفات دی تو ان کے بعد امیرالمومنین تھے پھر امام حسنؑ تھے پھر امام حسینؑ تھے اس طرح اس آیت **واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ** (اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بعض رشتہ دار بعض سے زیادہ حقدار ہیں) سورۃ انفال ۔ آیت نمبر ۷۵ کی تفسیر شروع ہوئی اور حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام امام ہوئے پھر یہ سلسلہ ان کی اولاد و اوصیاء علیہم السلام میں جاری ہے ۔ ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور ان کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے ۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن رحمہ اللہ نے آپ نے فرمایا بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے تمیم بن بہلول نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسان واسطی نے روایت کرتے

ہوئے عبدالرحمان بن کثیر ہاشمی سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ فرمائیں کہ امام حسین کی اولاد کو امام حسن کی اولاد پر کہاں سے فضیلت حاصل ہو گئی حالانکہ وہ دونوں ایک ہی اصول پر یکساں چلتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اسے قبول نہ کرو گے مگر سنو۔ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ حضرت محمدؐ پر نازل ہوئے اور اس وقت تک حضرت امام حسینؑ پیدا نہیں تھے اور عرض کیا یا رسولؐ اللہ آپ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا اور آپؐ کے بعد آپ کی امت اس کو قتل کر دے گی۔ آپؐ نے فرمایا اے جبرئیل مجھے ایسے لڑکے کی ضرورت نہیں۔ مگر جب حضرت جبرئیل نے تین مرتبہ آپؐ سے یہی کہا تو آپؐ نے حضرت علی کو بلایا اور ان سے کہا کہ جبرئیل اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ پیغام لائے ہیں کہ تمہارے گھر ایک لڑکا پیدا ہو گا اور تمہارے بعد تمہاری امت اسے قتل کر دے گی۔ حضرت علیؑ نے کہا یا رسولؐ اللہ مجھے ایسے لڑکے کی ضرورت نہیں آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے یہ تین مرتبہ کہا اور حضرت علیؑ یہی جواب دیتے رہے تو آپؐ نے فرمایا اے علی یہ بھی سنو کہ اس میں اور اس کی اولاد میں امامت وراثت و خزانہ (علم) عطا ہوں گے۔ پھر آپؐ نے حضرت فاطمہؑ کے کہلا بھیجا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتا ہے اور یہ کہ میرے بعد میری امت اس کو قتل کر دے گی۔ حضرت فاطمہؑ نے کہلا بھیجا کہ بابا مجھے ایسے لڑکے کی ضرورت نہیں۔ آپؐ نے حضرت فاطمہؑ کے پاس تین مرتبہ یہی پیغام بھیجا اور انہوں نے یہی جواب دیا تو پھر کہلایا بیٹی سنو کہ اس کو امامت وراثت و خزانہ (علم) عطا ہوں گے تو حضرت فاطمہؑ نے عرض کیا پھر میں اللہ کے اس پیغام پر راضی ہوں۔ اس کے بعد آپ کے بطن مبارک میں حضرت امام حسین آئے اور یہ حمل چھ ماہ رہا اس کے بعد امام حسین کی ولادت ہوئی اور چھ ماہ کے حمل کا کوئی بچہ سوائے امام حسینؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے آج تک زندہ نہیں رہا۔ ولادت کے بعد حضرت ام المومنین ام سلمہ نے ان کی پرورش کی اور ہر روز آنحضرت آتے اور اپنی زبان امام حسین کے منہ میں دیتے وہ آپ کی زبان کو چوستے اور شکم سیر ہو جاتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے امام حسین کا گوشت پوست رسولؐ اللہ کے گوشت پوست سے بنایا۔ امام حسین نے کبھی نہ فاطمہؑ کا دودھ پیا اور نہ کبھی کسی اور عورت کا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **وحمله وفصاله ثلاثون شهرا حتى اذا بلغ اشده وبلغ اربعين سنة قال رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي وعلى والدي وان اعمل صالحا ترضاه واصلح لي في ذريتي** (اور اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کی دودھ بڑھائی کے تیس مہینے ہوئے یہاں تک کہ جب اپنی پوری جوانی تک پہنچا اور چالیس برس کے سن کو پہنچتا ہے تو خدا سے عرض کرتا ہے کہ پروردگار تو مجھے توفیق عطا فرما کہ تو نے جو نعمتیں مجھے دی ہیں اور میرے والدین کو دی ہیں اس کا شکر ادا کروں اور یہ بھی توفیق دے کہ ایسے نیک کام کروں جسے تو پسند کرے اور میرے لئے میری ذریت میں صلاحیت پیدا کر) سورۃ احقاف۔ آیت نمبر ۱۵ پس اگر **اصلح لي في ذريتي** کے بدلے **واصلح لي ذريتي** کہا ہوتا تو ذریت میں کل کے کل ائمہ ہوتے مگر اس طرح اس کو مخصوص کر دیا۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزند احمد اور عبداللہ سے اور ان دونوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے عبدالرحیم قصیر سے انہوں نے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے ایک مرتبہ قول خدا **النبي اولى بالمومنين من انفسهم وازواجه امهتهم واولوالارحام بعضهم اولى ببعض في كتاب الله** (نبی تو مومنین سے خود ان کی جانوں سے بڑھ کر حق رکھتے ہیں (کیونکہ وہ امت کے مہربان باپ ہیں) اور ان کی بیویاں گویا ان کی مائیں ہیں اور مومنین میں سے جو ایک دوسرے کے قرابت دار ہیں وہ کتاب خدا کی رو سے غیروں کی نسبت ایک دوسرے کے ترکے کے زیادہ حق دار ہیں) سورۃ احزاب۔ آیت نمبر ۶۔ کے متعلق دریافت کیا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ آپ نے فرمایا یہ آیت امارت و حکومت کے لئے نازل ہوئی اور ایک سلسلہ حضرت حسینؑ ابن علی اور ان کے بعد ان کی اولاد میں چلا ہیں ہم لوگ تمام مومنین و مہاجرین میں سب سے زیادہ رسولؐ اللہ کے قریبی رشتہ داروں اور اس کی وراثت اور امارت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت جعفر کی اولاد کے لئے

بھی اس میں کوئی حصہ ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر میں نے بنی عبد المطلب کی اولاد کو ایک ایک کرکے دریافت کیا اور آپ نے فرمایا نہیں۔ مگر اس وقت اولاد حسن کے متعلق دریافت کرنا بھول گیا تو اس کے بعد دوبارہ حاضر خدمت ہوا اور پوچھا کیا اولاد حسن کے لئے بھی اس میں کوئی حصہ ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اے ابا عبد الرحمن اس میں ہم لوگوں کے علاوہ کسی محمدی کے لئے کوئی حصہ نہیں۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے عبد الاعلیٰ بن اعین سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصایت کے لئے حضرت علی کو مخصوص فرمایا اور امام حسن و امام حسین علیہما السلام نے ان کے وصی ہونے کا اقرار کیا۔ پھر ان کی وصیت امام حسن کے لئے ہوئی تو امام حسین نے امام حسن کا وصی ہونا تسلیم کرلیا یہاں تک کہ یہ وصیت امام حسین تک پہنچی اور ان کے وصی ہونے میں بھی کسی کو اعتراض و اختلاف نہیں ہوا۔ پھر ان کے بعد اس وصیت کے مستحق حضرت علی ابن الحسین قرار پائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **والوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ** (اور مومنوں اور مہاجروں میں سے بعض رشتہ دار اللہ کی کتاب میں بعض سے زیادہ حق رکھنے والے ہیں) سورۃ انفال۔ آیت نمبر ۶، اب حضرت علی ابن الحسین کے بعد یہ وصیت ان کی اولاد در اولاد در اولاد چلتی رہے گی۔

(۶) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے ابی سلام سے انہوں نے سورہ بن کلیب سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کا قول **وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ** (اور اس نے اسے اپنی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ قرار دیا) سورۃ زخرف۔ آیت نمبر ۲۸ کے متعلق فرمایا کہ فی عقبہ سے مراد فی عقب الحسین ہے یعنی امام حسین کی اولاد چنانچہ یہ امامت جب سے امام حسین کو تفویض ہوئی یہ ان کی اولاد در اولاد چلتی رہے گی یہ کسی بھائی یا کسی چچا کے پاس نہیں جائے گی اور ان کی اولاد میں کوئی امام ایسا نہ ہوگا جس کے کوئی فرزند نہ ہو اور عبد اللہ دنیا سے رخصت ہوئے اور ان کے کوئی لڑکا نہ تھا اور وہ اپنے اصحاب کے درمیان صرف ایک ماہ زندہ رہے۔

(۷) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے قاسم بن محمد سے انہوں نے عبد الصمد بن بشیر سے انہوں نے فضیل بن سکرہ سے انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اے فضیل تمہیں معلوم ہے کہ میں اس وقت کیا چیز دیکھ رہا تھا؟ میں نے عرض کیا مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا میں اس وقت صحیفۂ فاطمہ زہرا علیہا السلام کا مطالعہ کر رہا تھا اور کوئی امام ایسا نہیں جس کو امامت ملے اور اس کا نام مع ولدیت اس میں تحریر نہ ہو لیکن اولاد امام حسن کے لئے، ہم نے کوئی چیز اس میں نہیں پائی۔

(۸) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابراہیم بن عمر یمانی سے انہوں نے ابی طفیل سے انہوں نے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے علی جو میں کہوں وہ لکھ لو۔ حضرت علیؑ نے کہا یا رسولؐ اللہ کیا آپ کو یہ ڈر ہے کہ میں بھول جاؤں گا؟ ارشاد ہوا کہ نہیں مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم بھول جاؤ گے اس لئے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کردی ہے کہ تمہیں ہر چیز یاد رہے کوئی بات نہ بھولو لیکن یہ اپنے شرکاء کے لئے لکھ لو۔ حضرت علیؑ نے کہا اے نبی اللہ میرے شرکاء کون ہیں؟ ارشاد ہوا کہ تمہاری اولاد میں ائمہ ہیں۔ ان ہی کے واسطے سے میری امت بارش کے پانی سے سیراب ہوگی اور ان ہی کے واسطے سے ان لوگوں کی دعا قبول ہوگی۔ ان کے واسطے اللہ ان کی بلاؤں کو ٹالے گا ان ہی کے واسطے سے آسمان سے رحمتیں نازل ہوں گی

اور یہ ان میں سے پہلا ہے یہ کہہ کر آپؑ نے امام حسن کی طرف اشارہ کیا اور دوسرا یہ ہے یہ کہہ کر آپؑ نے امام حسین کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا باقی ائمہ اسی کی اولاد میں سے ہوں گے۔

(۹) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے علی بن محمد سے انہوں نے قاسم بن محمد سے انہوں نے سلمان بن داؤد منقری سے انہوں نے محمد بن یحییٰ سے انہوں نے حسین واسطی سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمان سے انہوں نے ابی فاختہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بعد امامت دو بھائیوں میں جنہیں جائے گی بلکہ اولاد حسینؑ میں اولاد در اولاد چلے گی۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن عبداللہ برقی نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ان کے جد سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن ابی یعقوب بلخی سے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ امام ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کس سبب کی بنا پر امامت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں رہی اور امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں جنہیں رہی ؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اولاد حسینؑ میں قرار دیا اور امام حسنؑ میں قرار جنہیں دیا اور اللہ جو چاہے کرے اس سے پوچھا جنہیں جا سکتا۔

(۱۱) بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن ہارون ہاشمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن ابی ثلج نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن مہران نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منذر شراک نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن علیہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسلم بن میسرہ عجلی نے روایت کرتے ہوئے انس بن مالک سے انہوں نے معاذ بن جبل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی خلقت سے سات ہزار سال پہلے مجھے اور علی اور فاطمہ و حسن و حسین کو خلق فرمایا میں نے عرض کیا (جب دنیا ہی نہ تھی تو) پھر آپ لوگ کہاں تھے یا رسولؐ اللہ ؟ آپؐ نے فرمایا ہم لوگ عرش کے سامنے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید و تقدیس و تمجید کرتے رہے۔ میں نے عرض کیا کس شکل میں ؟ آپؐ نے فرمایا نور کی شکل میں یہاں تک کہ جب اللہ نے چاہا کہ ہماری صورتوں کو خلق کرے تو ہم لوگوں کو ایک عمود نور کی شکل میں ڈھالا اور پھر اس کو صلب آدم میں ڈال دیا اور اس کے بعد وہ آباء کے پاک صلبوں سے ماؤں کے پاک رحم میں منتقل کرتا رہا اور اس عرصہ میں شرک کی نجاست اور کفر کی بدکاریوں سے ہم لوگوں کے اسلاف کو بچاتا رہا ہم ہی لوگوں کی وجہ سے بعض قومیں سعادت مند ہوتی رہیں اور ہم ہی لوگوں کی وجہ سے بعض قومیں بدنصیب ہوتی رہیں یہاں تک کہ جب ہم لوگ صلب حضرت مطلب میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے اس نور کو ان کے صلب سے نکالا اور اس کے دو ٹکڑے کئے ایک ٹکڑا عبداللہ کے صلب میں ودیعت کیا اور دوسرا ٹکڑا ابو طالب کے صلب میں رکھا۔ اب میرے حصہ کا نور صلب عبداللہ سے نکال کر شکم آمنہ کی طرف منتقل کر دیا اور دوسرا ٹکڑا صلب ابو طالب سے نکال کر شکم فاطمہ بنت اسد کی طرف منتقل کیا۔ پس اس نے مجھے شکم آمنہ سے پیدا کیا اور فاطمہ بنت اسد کے شکم سے علی کو پیدا کیا۔ پھر اس عمود نور کو میری طرف پلٹایا اور مجھ سے فاطمہ پیدا ہوئیں اور عمود نور کے دوسرے حصے کو علی کی طرف پلٹایا اور دونوں حصوں سے حسن و حسین پیدا ہوئے علی کے حصہ کا نور اولاد حسن میں چلا اور میرے حصہ کا نور اولاد حسین میں چلا اور وہ تاقیامت حسین کی اولاد میں جو ائمہ ہوں گے منتقل ہوتا رہے گا۔

(۱۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید حسن بن علی سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن زکریا بن دینار غلابی بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ربیع بن عبداللہ نے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے ××× اور عبداللہ بن حسن کے درمیان مسئلہ امامت پر بحث ہوئی۔ عبداللہ بن حسن نے کہا امامت امام حسنؑ اور امام حسینؑ دونوں کی اولاد میں ہے میں نے کہا جنہیں صرف امام حسین کی اولاد میں تاقیامت رہے گی اور اولاد امام حسنؑ میں جنہیں جائے گی۔ انہوں نے کہا صرف امام حسین کی اولاد میں کیسے رہے گی اور امام حسن کی اولاد میں کیوں نہ رہے گی جبکہ دونوں سردار جوانان جنت میں دونوں ہی فضل و شرف میں برابر ہیں بلکہ بڑے ہونے کی وجہ سے امام حسنؑ کا فضل و شرف بڑھا ہوا ہے اور اس کو ملحوظ رکھا جائے تو افضل ہی کی

اولاد میں امامت ہونا واجب و لازم ہے۔

میں نے جواب دیا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ دونوں ہی نبی مرسل تھے اور حضرت موسیٰ حضرت ہارونؑ سے افضل تھے مگر اللہ تعالیٰ نے نبوت و خلافت کو اولاد ہارونؑ میں رکھا موسیٰ کی اولاد میں نہیں رکھا۔ پس اسی طرح اللہ تعالیٰ نے امامت کو امام حسینؑ کی اولاد میں رکھا امام حسنؑ کی اولاد میں نہیں رکھا تاکہ اس امت میں بھی وہی سنت قدم بہ قدم جاری رہے جو اگلی امتوں میں جاری تھی۔ اب آپ کا جو جواب حضرت موسیٰ و حضرت ہارونؑ کے متعلق ہوگا وہی جواب میرا امام حسنؑ و امام حسینؑ کے متعلق ہوگا۔ اس پر وہ کٹ کر رہ گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اس کے بعد میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ جب آپ جناب کی نگاہ مجھ پر پڑی تو فرمایا اے ربیع تم نے عبداللہ بن حسن سے بہت اچھے انداز میں بحث کی اللہ تم کو اس پر ثابت قدم رکھے۔

باب (۱۵۷) وہ سبب جس کی بنا پر امت کے لئے یہ لازم ہے کہ بعد نبی و امام کی معرفت رکھے۔ لیکن نبی سے پہلے جتنے امام گزرے ہیں ان کی معرفت لازم نہیں ہے

(۱) علی ابن حاتم نے جو مجھے خط لکھا اس میں یہ بتایا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن ولید نے روایت کرتے ہوئے ابن بکیر سے انہوں نے حنان بن سدیر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ہم لوگوں کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر امام کی معرفت لازم ہے بغیر معرفت حاصل کئے چارہ نہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے ہادی اور امام گزرے ان کی معرفت ہم لوگوں کے لئے لازم نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ شریعتوں میں اختلاف ہے۔

باب (۱۵۸) وہ سبب جس کی بنا پر امیرالمومنین اپنے دشمنوں سے ہاتھ روکے رہے اور ان پر احسان کرتے رہے مگر جب امام قائمؑ ظہور فرمائیں گے تو وہ ہاتھ نہ روکیں گے اور انہیں گرفتار کریں گے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے حسن بن ہارون سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ معلی بن خنیس نے آپ جناب سے سوال کیا کہ یہ بتائیں کہ امام قائم جب ظہور کریں گے تو کیا وہ امیرالمومنین کی سیرت کے خلاف عمل کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں امیرالمومنین اپنے دشمنوں سے ہاتھ روکے رہے اور ان کے ساتھ احسان کرتے رہے اس لئے کہ انہیں علم تھا کہ میرے بعد میرے شیعوں پر دشمن غالب آجائیں گے (اس کے بدلے میں شاید ہمارے شیعوں سے نرمی برتیں) مگر جب امام قائم ظہور کریں گے تو ان دشمنوں کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے اور انہیں گرفت میں لیں گے اس لئے کہ انہیں علم ہوگا کہ اب یہ دشمن شیعوں پر تا ابد غالب نہ آسکیں گے۔

باب (۱۵۹) وہ سبب جس کی بنا پر امام حسن علیہ السلام نے معاویہ بن ابی سفیان سے صلح کر لی اور بظاہر میل کر لیا اس سے جنگ نہیں کی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے ابن فضال سے انہوں نے ثعلبہ سے انہوں نے عمر بن ابی نصر سے انہوں نے سدیر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں اپنے فرزند کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں تھا آپ نے مجھ سے خطاب کر کے فرمایا اے سدیر تم اپنے اس عقیدہ کو بیان کرو جس پر تم قائم ہو۔ اگر وہ حد سے بڑھا تو میں تمہیں روک دوں گا۔ اور اگر حد سے گھٹا ہوا ہوگا تو میں تمہاری ہدایت کروں گا۔ جب میں بیان کرنے چلا تو آپ نے فرمایا ٹھہرو میں خود بتادوں وہ علم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ کے پاس رکھ گئے ہیں جس نے ان کو پہچانا وہ مومن ہے اور جس نے ان سے انکار کیا وہ کافر ہے۔ پھر ان کے بعد امام حسن علیہ السلام ہوئے۔ میں نے عرض کیا ان کے لئے یہ مرتبہ کیسے ہو سکتا ہے انہوں نے تو جو ان کا عہد تھا وہ معاویہ کے حوالے کر دیا آپ نے فرمایا خاموش وہ خوب جانتے تھے کہ میں کیا کر رہا ہوں اگر وہ ایسا کرتے تو بہت تباہی ہوتی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن داؤد دقاق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن احمد بن لیث نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حمید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یحییٰ بن ابی بکیر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالعلا خفاف نے روایت کرتے ہوئے ابی سعید سے طنزیہ انداز میں انہوں نے حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب سے کہا فرزند رسول آپ کا معاویہ سے میل ملاپ ہو گیا آپ نے اس سے صلح کر لی حالانکہ آپ کو یہ علم ہے کہ یہ حق آپ کا ہے اس کا نہیں ہے معاویہ باغی اور گمراہ ہے ؟ آپ نے فرمایا اے ابو سعید یہ بتاؤ کیا میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر اللہ کی طرف سے حجت نہیں ہوں ؟ اور کیا میرے پدر بزرگوار ان لوگوں کے امام نہ تھے ؟ اس نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کیا میں وہ نہیں ہوں جس کے متعلق اور جس کے بھائی کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن و حسین یہ دونوں امام ہیں خواہ کھڑے ہوں یا بیٹھے رہیں ؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا پھر تو میں اگر کھڑا ہو جاؤں تو بھی امام اور اگر بیٹھا رہوں تو بھی امام۔ اے ابو سعید میرا معاویہ سے صلح کرنے کا سبب وہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بنی حمزہ و بنی اشجع اور اہل مکہ سے حدیبیہ سے پلٹتے وقت صلح کرنے کا سبب تھا۔ بلکہ وہ لوگ تو سرے سے قرآن کی تنزیل سے انکار کرتے تھے اور معاویہ اور اس کے اصحاب (تنزیل سے تو انکار نہیں کرتے) تاویل و تفسیر سے انکار کرتے ہیں۔ اے ابو سعید جب میں اللہ کی طرف سے امام بنایا گیا ہوں تو میں صلح کروں یا جنگ جو بھی طے کروں اس میں نا سمجھی اور سفاہت کو دخل نہیں۔ صرف یہ ہے کہ میں نے جو اقدام کیا ہے اس کی حکمت (تم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئی) تم لوگوں کو اشتباہ پیدا ہو گیا ہے (اور یہ بڑے بڑوں سے ہوتا ہے) کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب حضرت خضر نے سفینہ میں شگاف کیا، ایک لڑکے کو قتل کیا اور ایک گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کیا تو حضرت موسیٰ ان کے اس فعل سے ناراض ہوئے محض اس بنا پر کہ اس کی حکمت ان کی سمجھ میں نہ آئی اور انہیں اشتباہ ہوا۔ اور جب حضرت خضر نے انہیں اس کی وجہ بتائی تو انہوں نے اسے مان لیا اور راضی ہو گئے۔ اسی طرح چونکہ تم لوگ اس صلح کی مصلحت کو نہیں جانتے اس لئے ناراض ہو۔ سنو اگر میں یہ صلح نہ کرتا تو روئے زمین پر ہمارے شیعوں میں سے کوئی نہ بچتا سب قتل ہو جاتے۔

اس کتاب کے مصنف محمد بن علی (علیہ الرحمہ) فرماتے ہیں کہ محمد بن بحر شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مشہور کتاب **"الفروق بین الاباطیل والحقوق"** میں حسن بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام اور معاویہ کے درمیان صلح کا ذکر کیا ہے اور اس ذیل میں انہوں نے حدیث یوسف بن مازن راشی کی حدیث کے متعلق ایک سائل کا سوال اور اس کا جواب تحریر کیا ہے اور یہ وہ حدیث ہے جس

کی بنا پر ابو بکر محمد بن حسن بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری نے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابو طالب زید بن اخرم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو داؤد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن فضل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یوسف بن مازن راشی نے اس نے کہا کہ حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام نے معاویہ کی بیعت مندرجہ ذیل شرائط پر کرلی کہ۔

۱ معاویہ کبھی بھی خود کو امیر المومنین نہیں کہلائے گا۔

۲ وہ ان کو اپنے بیان کی گواہی میں طلب نہ کرے گا۔

۳ وہ حضرت علی کے شیعوں کے کبھی درپے آزار نہ ہوگا۔

۴ میرے والد کے ساتھ جو لوگ جنگ جمل اور جنگ صفین میں قتل ہوئے ہیں ان کی اولاد کو ایک ایک ہزار درہم تقسیم کرے گا اور یہ دار ابجرد کے خراج سے دے گا۔

اس کے بعد یوسف مازن کہتا ہے کہ یہ دیکھئے کتنے لطیف پیرائے سے امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کو امیر المومنین کے عہدہ سے ہٹایا نیز یوسف مازن یہ بھی کہتا ہے کہ میں نے قاسم بن محیہ کو بیان کرتے ہوئے سنا وہ بیان کررہا تھا کہ مگر معاویہ نے ان شرائط میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور میں نے امام حسن علیہ السلام کے اس خط کو پڑھا ہے جو آپ نے معاویہ کو تحریر کیا تھا اور جس میں آپ نے اس کے ان تمام مظالم و جرائم کو گنوایا جو اس نے خود آپ جناب کے ساتھ اور شیعان علی کے ساتھ کئے تھے چنانچہ آپ نے ان مظالم کی فہرست کو عبداللہ بن یحیی حضرمی اور ان کے ساتھ قتل ہونے والوں کے ذکر سے شروع فرمایا ہے۔

اب میں (یعنی مصنف علیہ الرحمہ) کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے جو کچھ یوسف بن مازن نے حضرت امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے متعلق تحریر کیا ہے۔ یہ اہل عقل و تمیز کے نزدیک جنگ بندی کے لئے معاہدہ کہا جائے گا (نہ کہ بیعت) آپ خود ہی دیکھ لیں انہوں نے خود چند سطروں کے بعد یہ کہہ دیا کہ مگر معاویہ نے امام حسن سے جو معاہدہ کیا تھا اس کو پورا نہیں کیا یہ نہیں کہا آپ جناب نے ان شرائط پر اس کی بیعت کی۔ لیکن یہ دعوی کرنے والے جو غلط دعوی کرتے ہیں کہ مندرجہ بالا شرائط پر بیعت ہوئی مگر معاویہ نے ان شرائط کو پورا نہ کیا اول تو اس سے حضرت امام حسن علیہ السلام پر تو کوئی الزام عائد نہیں ہوتا اور پھر سب سے بڑی اور مستحکم دلیل جو ان بحث کرنے والوں کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہے وہ عہد ہے جو آپ نے معاویہ سے لیا تھا کہ وہ خود کو امیر المومنین کبھی نہیں کہلائے گا۔ اور امام حسن علیہ السلام اپنی نظر میں تو لا محالہ مومن تھے اس لئے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاویہ ان پر حاکم اور امیر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ امیر وہ ہے کہ حکم دے اور اس کے حکم کی تعمیل کی جائے چنانچہ امام حسن علیہ السلام نے اس تدبیر سے معاویہ کی امارت کو اپنی ذات پر سے ساقط کردیا نیز امیر وہ ہوتا ہے (جو خود امیر نہ بن بیٹھے بلکہ) جس کو اوپر سے امیر بنایا جائے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ نہ اللہ نے اس کو ان پر امیر بنایا اور نہ اللہ کے رسولؐ نے اس کو ان پر امیر بنایا۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مال غنیمت اس کے لئے نہیں ہے جو خود مال غنیمت بنا ہو مطلب یہ کہ اس کا معاملہ بالکل ان ہوازن کے لوگوں جیسا معاملہ ہے جو مہاجرین و انصار کے لئے مال غنیمت سے تھے اور یہ لوگ مہاجرین و انصار کے آزاد کردہ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت سے اس کی ابتدائی مدد فرمائی تھی اور قریش اور اہل مکہ کا معاملہ بھی بالکل اہل ہوازن کا سا معاملہ ہے اور آنحضرتؐ نے ان لوگوں پر کسی کو امیر بنایا تھا۔ امیر بنانا یا اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہوتا ہے یا لوگوں کی طرف سے جیسا کہ معاویہ کے علاوہ دوسروں کے لئے کہا جاتا ہے کہ امت نے اجماع کیا اور فلاں و فلاں و فلاں کو اپنا امیر بنایا تو یہ بھی ایک طرح سے امیر بنانا ہے بس اتنی بات ہے کہ وہ لوگوں کی طرف سے امیر ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے نہیں ہے۔ اور اگرچہ وہ اللہ اور اس کے رسول اور مومن کی طرف سے امیر نہیں بنے مگر جن لوگوں نے ان کو امیر بنایا وہ ان کے تو امیر ضرور ہوئے۔ اور امام حسن علیہ السلام بھی مومنین کے ایک فرد تھے اور انہوں نے یہ شرط لگا کر کہ معاویہ اپنے آپ کو

امیرالمومنین نہیں کہلانے کا آپ نے اپنے اوپر معاویہ کو امیر نہیں بنایا اور کسی امیر اور اس کا حکم ماننا آپ پر لازم نہیں تھا اور اس طرح آپ نے معاویہ کی ماتحتی و محکومیت سے خود کو جدا کر لیا کہ وہ مومنین کا اور جن کے دلوں پر ایمان نقش ہے ان کا بھی امیر نہیں ہے۔ اس لئے کہ مومنین کے اس طبقہ نے کبھی بھی اس کو اپنا امیر اور اپنے لئے اس کو واجب الاطاعت تسلیم نہیں کیا۔ اور اس لئے کہ امام حسن خود نیکو کاروں کے امیر اور فاجروں کے قاتل تھے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے لئے ارشاد فرمایا کہ "علی ابن ابی طالب امیر ابررہ وقاتل الفجرہ ہیں" اور آنحضرت کا یہ ارشاد اس امر کا موجب ہے کہ ان ابرار و نیکو کار ہستیوں پر کوئی شخص امیر بننے کی کوشش نہ کرے اور پھر امیرالابرار پر امیر بننا تو کسی طرح بہتر و مناسب نہیں ہے۔ آنحضرت کے ارشاد کا در حقیقت یہی مقصد ہے۔

علاوہ بریں اگر امام حسن علیہ السلام معاویہ سے ان شرائط پر صلح نہ بھی کرتے اور وہ خود کو امیرالمومنین کہلاتا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بھی تو موجود ہے کہ قریش تمام لوگوں کے امام و سردار ہیں قریش کے نیکو کار تمام نیکو کاروں کے امام ہیں اور قریش کے بدکار و فجار تمام بدکاروں اور فجاروں کے امام ہیں نیز اگر کوئی شخص اس بات کا اعتقاد رکھے کہ قریش میں سے معاویہ کی امامت در حقیقت اللہ کی طرف سے ہے اور اس کی اطاعت واتباع اس پر واجب ہے تو اس کو یہ اعتقاد رکھنا پڑے گا کہ مال خدا ہضم کر کے اللہ کے بندوں کو اپنا لونڈی و غلام بنانا اور دین خدا میں دخل اندازی کرنا اور حکم خدا کو ترک کرنا اس کے لئے واجب ہے اور اگر وہ اپنی نظر میں واقعی مومن ہے تو اللہ تعالیٰ نے مومنین کو نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کا حکم دیا چاہیے ارشاد ہوتا ہے کہ **وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان** (اور تم نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو) سورۃ مائدہ آیت نمبر ۲ پس اگر مال خدا کا ہضم کر لینا اور اللہ کے بندوں کو لونڈی و غلام بنانے اور دین خدا میں دخل کرنے کا شمار نیکی اور تقویٰ میں ہے تو آپ کی تاویل کے اعتبار سے معاویہ کو اپنا امام بنانا بھی آپ کے لئے جائز ہے۔

مگر جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مال خدا پر قبضہ ان کے مقہور ہونے کی وجہ سے اور دین خدا میں دخل اندازی اہل دین کے مغلوب ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ اس کے قہر و غلبہ کی وجہ سے جس نے ان لوگوں کو لونڈی و غلام بنا رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی حکم دے دیا ہے کہ مال خدا کو ناجائز تصرف اور دین خدا کو بیجا دخل اندازی سے اللہ کے بندوں کو لونڈی و غلام بننے سے بچاؤ تو وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ نیکی ایک فاجر کے ہاتھ میں جا کر بے بس ہو جاتی ہے اور نیکو کار لوگ فاجروں کے ہاتھوں مغلوب ہو جاتے ہیں اور یہ محض اس لئے ہے کہ یہ لوگ ایک ایک مرد فاجر کا فسق و فجور، و گناہ و ظلم میں تعاون کر رہے ہیں حالانکہ اس سے ان کو منع کیا گیا ہے اور اس کے خلاف ان کو حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سفیان ثوری سے دریافت کیا گیا کہ بتائیے عدوان (یعنی ظلم) کسے کہتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ سنو ظلم یہ بھی ہے کہ بانقیہ کے صدقہ کا مال حیرہ لے جا کر وہاں مستحقین کو تقسیم کر دیا جائے جبکہ بانقیہ میں خود مستحقین موجود ہوں اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سفیان و معاویہ بن مرہ و ملک بن مسول و خیثمہ بن عبدالرحمن کا ہشام بن عبدالملک کے حکم پر کناس کوفہ میں زید بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی سولی کی لکڑی کی حفاظت و چوکیداری بھی عدوان و ظلم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سخت منع فرمایا ہے۔ ان مذکورہ لوگوں کا زید بن علی رضوان اللہ علیہ کی سولی کی لکڑی پر پہرہ دینا سبب بنا بانقیا کے مال صدقہ کے حیرہ منتقل کرنے کا اور اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص اپنے عجز و مجبوری کا عذر پیش کرے اور کہے کہ ہم لوگ اس فاسق و فاجر کے مقابلے میں جو فاجروں کی اعانت سے امیر بن بیٹھا تھا۔ اس نیکو کار کی مدد سے عاجز تھے جو اللہ کی طرف سے امام تھا اور جس کی اطاعت تمام بندوں پر واجب تھی تو مجھے اپنی جان کی قسم میں بھی کہوں گا ایک عاجز و مجبور شخص جس کو واقعی مجبور کر دیا گیا ہو وہ تو عذر پیش کر سکتا ہے مگر ایک ناواقف اور جاہل یہ عذر نہیں پیش کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بات اس پر فرض اور واجب کی تھی یعنی اپنی اطاعت اور اپنے رسول کی اطاعت اور اولی الامر کی اطاعت اس کو اس نے معلوم کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ اور یہ ممکن نہیں کہ والیان امر کا باطن ان کے ظاہر

کے خلاف ہو جیسا کہ یہ ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باطن ان کے ظاہر کے خلاف ہو اس لئے کہ وہی سب کی اصل ہیں اور والیان امران کی شاخیں ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام رازوں اور پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے اسے معلوم ہے کہ بندوں کے دلوں میں کیا ہے وہ عالم ہے ہر اس علم کا جو ایک بندہ دوسرے بندے کے متعلق علم نہیں رکھتا۔ وہ کہیں بالاتر ہے اس امر سے کہ وہ بندوں کو ایسے امر کی تکلیف دے جو ان کے بس میں اور ان کی طاقت میں نہیں ہے اس لئے کہ یہ تکلیف دینے والے کی طرف سے ظلم ہوگا اور اس کا یہ فعل عبث ہوگا اور کسی کے لئے ممکن نہیں کہ ان باتوں کو جانتا ہو۔ شخص عام کے لئے تو یہ ممکن ہے کہ جب موقع پائے اپنے شر کو دور کرے مگر کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ نیکی کے امام یعنی امام ابرار سے ناواقف رہے۔ عاجز تو اپنے عجز کی وجہ سے معذور ہوگا مگر جاہل معذور نہیں سمجھا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ نیکوکاروں کا کوئی امام نہ ہو اگرچہ وہ کسی ظالم یا فاجروں سے مغلوب کیوں نہ ہو اور یہ بھی یاد رہے اگر کوئی اپنے امام کو نہ پہچانے وہ امام خواہ غالب ہو یا مغلوب تو وہ مرے گا تو جاہلیت کی موت مرے گا۔

اور اگر تم یہ سوال کرو کہ امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان عہد نامہ میں اس شرط کا کیا مطلب ہوگا کہ معاویہ اپنے سامنے کسی گواہی میں آپ کو طلب نہیں کرے گا جبکہ معاویہ پر یہ شرط عائد کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ دیا ہے کہ جس کو واقعہ کا علم ہو اس پر گواہی دینا واجب ہے؟

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ گواہ پر گواہی دینے کے لئے کچھ شرائط اور شریعت کی طرف سے کچھ معینہ حدود ہیں کہ جس سے تجاوز کرنا جائز نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود سے جو شخص تجاوز کرے گا وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا اور اس کی سب سے بڑی اور تاکیدی شرط یہ ہے کہ ایسے حاکم و قاضی کے سامنے گواہی دینی ہو جو عدل و نصف کا فیصلہ کرتا ہو اور گواہ کو اس امر کا اطمینان اور بھروسہ ہو کہ حاکم و قاضی میری گواہی کو حق تصور کرے گا اور ہماری اس گواہی سے ظلم و زیادتی کا ازالہ ہو جائے گا۔ اگر ایسا نہیں تو پھر گواہی دینے کا فرض اس سے ساقط ہے۔ اور امام حسن علیہ السلام کے نزدیک معاویہ امیر ہی نہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے امیر مقرر کیا ہو یا ایسے کسی امیر نے اسے حاکم مقرر کیا ہو جو خود منجانب اللہ ہو اور پھر امام حسن علیہ السلام کو علم تھا کہ جو امیر ہے وہی حاکم و قاضی اور جو قاضی و حاکم ہے وہی امیر بھی بنا ہے اور آپ نے یہ شرط لگا دی تھی کہ تم اپنے کو امیر المومنین نہیں کہلاؤ گے اس طرح آپ نے اس کی امارت کو تسلیم نہیں کیا تو پھر اس کے سامنے جا کر گواہی دینا فرض کہاں رہ گیا۔ اس لئے کہ گواہی دینے کی جو شرط تھی وہ ختم ہو گئی اور جو نہ امیر ہے اور نہ حاکم و قاضی پھر اس کا فیصلہ بھی لغو اور بیکار ہے اور اس کے سامنے گواہی دینا بھی لغو اور عبث ہے۔

اور اگر تم یہ سوال کرو کہ امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان معاہدہ میں اس شرط کا کیا مطلب کہ معاویہ شیعان علیؑ کا درپئے تعاقب نہ کرے گا؟

تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ امام حسن علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ یہ قوم تاویل کو اپنے لئے جائز تصور کرے گی اور اس تاویل میں اس امر کا جواز پیدا کرے گی کہ وہ لوگ جس کا چاہیں خون بہا دیں اگرچہ اللہ نے اس کے بہانے کو منع کیا ہو اور وہ لوگ جس کا چاہیں خون نہ بہائیں اگرچہ اللہ نے اس کے خون بہانے کا حکم دیا ہو۔ تو امام حسن علیہ السلام نے چاہا کہ شیعان علیؑ کے لئے معاویہ کے اس تاویل کے فساد اور بطلان ظاہر کر دیں جس طرح آپ نے یہ شرط رکھ کر کہ وہ خود کو امیر المومنین نہ کہلائے گا اس کی امارت کو باطل اور اسے فاسد قرار دے دیا اور آپ نے یہ شرط رکھ کر کہ معاویہ آپ اور آپ کے شیعوں میں سے کسی کو کسی گواہی و شہادت میں طلب نہیں کرے گا لہٰذا اس طرح معاویہ کا اقتدار اور اس کا دائرہ کار امام حسنؑ اور مومنین کے سوا دوسرے لوگوں پر رہ گیا اور اس کا دائرہ کار بخت نصر کی مانند ہو گیا اور آپ ان کے حضرت دانیال کی مانند تھے یہ معاویہ کا دائرہ کار عزیز مصر کے مانند ہوا اور آپ ان کے درمیان حضرت یوسفؑ کے مانند تھے۔

اب اگر کوئی کہنے والا کہے کہ مگر حضرت دانیال اور حضرت یوسف علیہما السلام تو بخت نصر اور عزیز مصر کی طرف سے حاکم و قاضی تھے تو ہم کہیں گے کہ اگر بخت نصر حضرت دانیال سے اور عزیز مصر حضرت یوسفؑ سے یہ کہتے کہ عمار بن ولید و عقبہ بن ابی معیط کی گواہی پر اور ابی بردہ بن ابی موسیٰ کی گواہی پر اور عبدالرحمن بن اشعث بن قیس کی گواہی پر حجر بن عدی بن ادہم اور ان کے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم کے قتل کا حکم دیں اور یہ کہ زیاد کے متعلق فیصلہ کر دیں کہ وہ ان کا بھائی ہے تو ان مذکورہ لوگوں کی شہادت و گواہی پر حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کے قتل کا فیصلہ بخت نصر اور عزیز مصر کے کہنے پر کرنا ان کے لئے جائز نہ تھا اور حاکم اپنے عادلانہ فیصلہ کا ہی تو تیر چلاتا ہے خواہ وہ کسی عادل کے اقتدار و بادشاہت میں ہو یا ظالم کے اقتدار میں ہو خواہ وہ کسی مومن کے اقتدار و بادشاہت میں ہو یا کسی کافر کے اقتدار میں ہو۔ خاص کر جبکہ حاکم کسی ظالم و کافر اور حق و ناحق کا دیانتداری کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہتا ہو۔

اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ امام حسن علیہ السلام نے خاص کر اپنے اوپر اور شیعان علی کے اوپر جو مظالم ہوئے وہی کیوں گنوائے اور ان میں عبداللہ بن یحییٰ حضرمی اور ان کے اصحاب کے ذکر کو کیوں مقدم کیا حالانکہ حجر بن عدی اور ان کے اصحاب وغیرہ بھی تو قتل کئے گئے تھے؟

تو ہم جواب میں یہ کہیں گے کہ اگر حضرت امام حسنؑ معاویہ کے سامنے اس مظالم کی فہرست میں عبداللہ بن یحییٰ حضرمی کے ذکر پر حجر بن عدی کے ذکر کو مقدم کرتے تو اس کے بعد بھی تمہارا یہ سوال قائم رہتا اور تم یہ کہتے کہ انہوں نے حجر بن عدی کے ذکر کو عبداللہ بن یحییٰ اور ان کے اصحاب پر کیوں مقدم کیا وہ بھی تو متقی و پرہیزگار اور نیکو کار لوگوں میں سے تھے ان کے ذکر سے کیوں گریز کیا تو سنو معاویہ کے سامنے ان لوگوں کے قتل کو (بطور مثال) اس لئے پیش کیا کہ ان لوگوں کو امیر المومنین علیہ السلام سے شدید وابستگی اور بے انتہا محبت تھی۔ یہ لوگ آپ کے فضائل کا ذکر بالاعلان کیا کرتے اس لئے ان لوگوں کو گرفتار کر کے لایا گیا اور ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر قتل کر دیا گیا۔ پھر ایک صومعہ سے ایک راہب اترا اور اس کو بغیر کسی گناہ کے قتل کر دیا گیا اور اس سے بھی تعجب خیز یہ امر ہے کہ ایک قسیس (پادری) اپنے دیر سے نکلا تو اسے بھی قتل کر دیا گیا محض اس لئے کہ یہ صاحب صومعہ سے بہت قربت رکھتا تھا اس لئے اگر دیکھا جائے تو حضرت امام حسنؑ نے عابدوں کے ذکر پر عابدوں کے ذکر کو اور زاہدوں کے ذکر کو زاہدوں کے ذکر پر آبادیوں کے چراغوں کو آبادیوں کے چراغوں پر مقدم کیا اور اس پر تعجب نہ کرنا چاہئے بلکہ اس پر تعجب ہونا اگر وہ ذکر علی میں میانہ روی اختیار کرنے والے کے ذکر کو مقدم کرتے ان لوگوں کے ذکر پر جنہوں نے اس سلسلہ میں بڑی جدوجہد سے کام لیا۔

اب اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ امام حسن علیہ السلام کے دار ابجرد کے اموال کو تمام طرح کے اموال پر منتخب کیوں کیا اور آپ نے یہ شرط کیوں رکھ دی کہ امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ جنگ جمل اور جنگ صفین میں جو لوگ شہید ہوئے ہیں ان کی اولاد کو وہاں سے نکال دیا جائے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا اس لئے کہ دار ابجرد والوں نے امام حسنؑ کے نام خطبہ پڑھا تھا تمام اہل فارس کے برخلاف۔ اور ہم یہ بھی کہیں گے کہ مال دو قسم کے ہوتے ہیں ایک مال فئی ہے (مال غنیمت) جس کے متعلق لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ مال قومی معاملات و ضروریات اور ملت کی تعمیر و بقا کے لئے صرف کیا جائے گا جیسے فوجوں کی تیاری، سرحدوں کا دفاع اور قیدیوں کا زادِ راہ اور اخراجات وغیرہ دوسرا مال صدقہ ہے جو مخصوص ہے اہل سہام کے لئے اور یہ دستور فارس اور اہواز نیز دیگر ممالک کے فتوحات سے جاری ہے خواہ وہ صلح سے جو قبضہ میں آیا ہو یا زبردستی جنگ کر کے قبضہ میں آیا ہو یا وہاں کے باشندے اسلام لائے ہوں اس لئے قبضہ میں آیا ہو یا ان کے علاوہ دیگر اسباب ہوں یا چند شرائط کے ساتھ قبضہ میں آئے ہوں۔ اور ابن عبدالعزیز نے اپنے عراق کے عامل عبدالحمید بن زید بن خطاب کو نامہ تحریر کیا کہ اللہ تمہاری مدد کرے تم وہاں کے اطراف کی آبادیوں کو دیکھو ان میں جو لوگ تاتاری گھوڑوں کی سواری کرتے ہیں، سونے کی انگوٹھیاں پہنتے ہیں اور اطلس کے ریشمی کپڑے پہنتے ہیں ان کی فاضل آمدنی لے لو اسے بیت المال میں داخل کر دو۔ اور ابن زبیر نے اپنے عامل کو نامہ تحریر کیا کہ پلوں اور میلوں ٹھیلوں سے جو آمدنی ہوتی ہے اس

کو مسلمانوں کے بیت المال میں رکھنے سے اجتناب کرو اس لئے کہ یہ مال حرام ہے۔ اب جب وہاں کی آمدنی میں کمی ہوئی تو انہوں نے پھر لکھا کہ آمدنی میں کمی کیوں ہوئی؟ تو عاملوں نے جواب دیا کہ چونکہ امیر المومنین نے پلوں اور میلوں ٹھیلوں کی رقموں سے منع فرمایا ہے اس لئے آمدنی میں کمی واقع ہو گئی۔ تو انہوں نے لکھا کہ اچھا تو پھر تم لوگ جیسے پہلے وصول کرتے تھے وصول کیا کرو حالانکہ وہ پہلے دیکھ چکے تھے کہ یہ آمدنی حرام ہے۔ چنانچہ یہ امر یقینی ہے کہ وہ اصحاب علی صلوات اللہ جو جنگ جمل اور جنگ صفین میں شہید ہوئے تھے ان کی اولاد مال غنیمت و مال مصالحت و صدقہ و سہام کے مستحق تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے میں صدقہ تمہارے دولت مندوں سے وصول کروں اور تمہارے فقراء کو دیدوں۔ یعنی جن لوگوں کے مال سے صدقہ (زکوۃ) نکالنا واجب ہے اس کو وصول کروں اور جن لوگوں کو صدقہ کی رقم دینی واجب ہے انہیں دوں۔ ایسی صورت میں امام حسن علیہ السلام کو یہ ڈر تھا کہ ان شہدائے جمل و صفین کی اولاد میں سے اکثر لوگ اپنے صدقہ لینا گوارا نہیں کرتے اور بہت سے لوگ صدقہ کا کھانا نہیں کھاتے اس لئے کہ صدقہ نکالنے والوں کے گناہوں کا کفارہ اور دھوون ہوتا ہے اور خود امام حسن علیہ السلام کا مال صدقہ میں سے کوئی سہم اور حصہ نہ تھا

روایت کی ہے بہز بن حکیم بن معاویہ بن حیدہ قشیری نے اپنے باپ سے اور انہوں نے ان کے جد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر چالیس اونٹ میں سے ایک دودھ دینے والی اونٹنی (زکوۃ) ہے اس کے حساب میں سے ایک اونٹ بھی جدا نہ ہونا چاہیے اب جو شخص یہ بنظر ثواب ہمارے پاس خود دے جائے گا اس کو اجر ملے گا اور جو دینے سے انکار کرے گا اس سے ہم خود وصول کریں گے اور اس کے دوست کا یہ حصہ ہمارے رب کے عائد کردہ فرائض میں سے ایک فریضہ ہے اس میں محمدؐ اور آل محمدؐ کے لئے کوئی حصہ نہیں اور ہر مال غنیمت میں از روئے قرآن پانچواں حصہ اہل خمس کے لئے ہے حالانکہ ان کو دینے سے انکار کر دیا گیا ہے تو امام حسن علیہ السلام نے اس کو اس لئے مخصوص کر دیا کہ ان کی نظر میں شاید وہاں کا مال اردشیر کے مال سے زیادہ پاک صاف ہو اس لئے کہ اس کا سات سال تک محاصرہ رہا اور اس مدت محاصرہ میں وہاں کا محاصرہ کرنے والوں نے وہاں کے کارخانے اور عمارات سب قبضہ میں کر لیں پھر ان کے دیگر مفتوحات میں کسی ترکیب سے اصطخر اول اور اصطخر ثانی وغیرہ کے درمیان شامل کر لیا۔ امام حسنؑ نے اپنے علم ربانی کی بنا پر ان لوگوں کے لئے وہ چیز منتخب کر لی جس کو وہ پاک صاف سمجھتے تھے چنانچہ نبیؐ سے روایت کی گئی ہے کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول **وقفوهم انهم مسئولون** (انہیں روکو ان لوگوں سے پوچھ سوال کیا جائے گا) سورۂ صافات۔ آیت نمبر ۲۴ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ کوئی بندہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتا جب تک کہ اس سے ان چار باتوں کے متعلق پوچھ نہ لیا جائے۔ (۱) اس کی جوانی کے متعلق کہ اس نے اس کو کن کاموں میں بسر کیا۔ (۲) اس کی عمر کے متعلق کہ اس کو اس نے کن باتوں میں کھپایا۔ (۳) اس کے مال کے متعلق کہ اس نے اس کو کہاں سے جمع کیا اور کہاں کہاں خرچ کیا (۴) اور ہم اہل بیت کی محبت کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔

اور حضرت علیؑ کے دونوں فرزندوں حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام وہ مال جو سواریوں پر لد کر معاویہ کی طرف سے آتے تھے اسے لے لیا کرتے تھے مگر اپنے اوپر یا اپنے اہل و عیال پر اس میں سے ذرا بھی صرف نہیں کرتے تھے۔

شیبہ بن نعامہ کا بیان ہے کہ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام بہت زیادہ داد و دہش کیا کرتے تھے جب ان کی وفات ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ مدینہ کے چار سو خاندانوں کی پرورش اس طرح کیا کرتے تھے کہ لوگوں کو پتہ نہ چلتا تھا۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ دیکھئے یہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری ہیں جو کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے ابو البشر واسطی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے خالد بن داؤد نے روایت کرتے ہوئے عامر سے انہوں نے کہا کہ حضرت حسنؑ بن علیؑ نے معاویہ کی بیعت اس بات پر کی کہ معاویہ کی جس سے صلح ہوگی اس سے ان کی بھی صلح ہوگی اور معاویہ کی جس سے جنگ ہوگی اس سے ان کی بھی جنگ ہوگی اس بات پر بیعت نہیں کی

کہ معاویہ امیر المومنین ہے۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ اس حدیث کا آخری حصہ پہلے حصہ کو خود توڑ رہا ہے۔ آخری حصہ میں یہ ہے کہ آپ نے اس کو امیر نہیں مانا اور جب امیر المومنین نہیں مانا تو پھر وہ جو حکم دے اس کی تعمیل آپ پر لازم نہیں ہے اور ہم لوگوں نے ایک دوسری طرح کی بھی روایت کی ہے جو عامر کی روایت کے پہلے حصہ کو توڑ دیتی کہ جس سے معاویہ کی صلح ہوگی اس سے ان کی بھی صلح ہوگی اور جس سے معاویہ کی جنگ ہو گی اس سے ان کی بھی جنگ ہوگی۔ یہ امر مسلم ہے کہ امت کا کوئی فرقہ معاویہ کی دشمنی میں خوارج سے زیادہ شدید نہ تھا چنانچہ کوفہ کے اندر خوارج میں سے جو یہ بن زراع یا کسی اور نے خروج کیا تو معاویہ نے امام حسنؑ سے کہا کہ ان کے مقابلہ میں آپ جائیں اور ان سے جنگ کریں تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء نہیں ہے کہ میں ایسا کروں۔ معاویہ نے کہا کہ یہ سب آپ کے اور ہمارے دشمن نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اے معاویہ مگر جو شخص حق کو تلاش کرے اور خطا کر جائے وہ ویسا نہیں ہے کہ جو باطل کو تلاش کرے اور اسے پا جائے۔ یہ سن کر معاویہ خاموش ہو گیا اور اس روایت کے مطابق اگر ایسا ہوتا کہ آپ نے اس کی بیعت اس بات پر کی تھی کہ جس سے اس کی صلح اس سے ان کی صلح اور جس سے اس کی جنگ اس سے ان کی جنگ تو معاویہ ہرگز خاموش نہ ہوتا اور امام حسنؑ سے کہتا آپ نے میری بیعت اس بات پر کی ہے کہ جس سے میری جنگ اس سے آپ کی جنگ خواہ کوئی بھی ہو اور جس سے میری صلح اس سے آپ کی صلح خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ علاوہ بریں عامر نے جب اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ امام حسنؑ نے اس بات پر بیعت نہیں کی تھی کہ معاویہ امیر المومنین ہے تو یہ بھی پہلے حصہ کو توڑ دیتا ہے اس لئے کہ امیر وہ ہے جو حکم دے اور تنبیہ کرے اور مامور وہ ہے جو حکم مانے اور تنبیہ پائے تو آپ نے معاویہ کے حکم پر چلنے سے انکار کر دیا۔ اس طرح امام حسنؑ نے معاویہ کی محکومی سے انکار کر دیا اور اس کی حاکمیت سے نکل گئے جب کہ آپ نے یہ شرط کر دی کہ وہ خود کو امیر المومنین نہیں کہلائے گا۔ اور اگر معاویہ امام حسن کی اس شرط کا مطلب سمجھ لیتا تو وہ یہ کہتا کہ اے ابو محمد آپ مومن ہیں اور میں امیر ہوں اگر آپ کا امیر نہ ہوا تو پھر میں تمام مومنین کا امیر کیسے ہو سکتا ہوں یہ آپ کی ایک چال ہے کہ آپ پر میری امیری نہیں ہوگی آپ اپنے اوپر میری حکومت سے انکار کر رہے ہیں اگر آپ نے یہ کہا ہوتا کہ مجھ سے جس کی جنگ ہوگی میں اس سے جنگ کروں گا بلا قید و مطلقاً۔ اور یہ ہوتا کہ اگر مجھ سے اس شخص کی جنگ ہوگی جو مجھ سے بدتر ہوگا تو میں اس سے جنگ کروں گا اور اگر مجھ سے اس شخص کی جنگ ہوگی جو شر میں مجھ سے بہتر ہوگا تو میں اس سے جنگ نہیں کروں گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے امام حسنؑ بلکہ اپنے تمام بندوں سے اس بات کا عہد لیا ہے کہ وہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں لوگوں سے تعاون کریں اور گناہ و سرکشی کے کاموں میں ان کا تعاون نہ کریں اور جو شخص حق کی تلاش کرے اور اس سے خطا ہو جائے اس کی جنگ اس سے جو باطل کو تلاش کرے اور اسے پا جائے اس میں کسی کا تعاون در حقیقت گناہ اور سرکشی میں تعاون کرنا ہے یہ مبایعت مبایعت نہیں اور اس کی ذمہ داری نہیں۔

اور اگر کہنے والا کہے کہ یہ دیکھیے یہ انس بن سیرین کی حدیث ہے جو روایت کرتے ہیں محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بشار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن ابی عدی نے انہوں نے روایت کرتے ہوئے ابن عون سے انہوں نے انس بن سیرین سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت حسن بن علی علیہ السلام نے جس دن وہ زخمی کر دئے گئے تھے کہ جابرسا اور جابلقا کے درمیان کوئی شخص ایسا نہیں جس کا جد نبی ہو سوائے میرے اور بھائی کے۔ مگر میری رائے یہ ہوئی کہ امت محمدی کے درمیان صلح ہو جائے حالانکہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں تو ہم نے معاویہ سے بیعت کر لی اور شاید یہ ایک مدت تک لوگوں کے لئے دور آزمائش ہو۔

اب میں کہتا ہوں کہ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ انس کیسے کہہ رہے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام جس دن زخمی کر دیئے گئے یہ نہیں کہا کہ جس دن بیعت کی اس لئے کہ ان کے نزدیک بھی در حقیقت یہ بیعت نہ تھی بلکہ یہ ایک جنگ بندی تھی جیسا کہ دشمنان خدا اور دوست داران خدا کے درمیان ہوا کرتی ہے ان کے درمیان مطابقت نہیں ہوا کرتی۔ چنانچہ امام حسن کی یہ رائے ہوئی کہ تلوار روک لی جائے اپنے اور معاویہ کے درمیان اپنی مجبوری کے پیش نظر جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ رائے ہوئی کہ تلوار روک لی جائے اپنے اور ابو سفیان و سہیل بن عمرو کے درمیان اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صلح پر مجبور نہ ہوتے تو صلح ہرگز نہ کرتے۔

پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اپنے اور ابو سفیان و سہل کے درمیان صلح کی تو ایک مدت مقرر کر دی تھی۔ مگر امام حسن نے تو اپنے اور معاویہ کے درمیان صلح کی کوئی مدت مقرر نہیں کی۔ تو میں کہوں گا ان کے اور معاویہ کے درمیان صلح کی ایک مدت مقرر ہے اگرچہ ہم لوگ اس سے ناواقف ہیں اور وہ فتنہ و فساد کا مرتفع ہونا ہے اس مدت کی انتہا ہے اور ایک خاص مدت کے لئے ٹھہرائی ہے۔

پس اگر کہنے والا کہے کہ جب جبیر بن نفیر نے امام حسن علیہ السلام سے یہ کہا کہ لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ پھر سے خلافت کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس کے جواب میں آپ نے کہا کہ اس وقت تو عرب کے بہت سے سردار میرے قابو میں تھے اور اس وقت جس سے میں جنگ کرتا وہ لوگ بھی اس سے جنگ کرتے اور جس سے میں صلح رکھتا اس سے وہ بھی صلح رکھتے مگر اس وقت اللہ کی خوشنودی اور امت محمدی کا خون بہنے سے بچانے کے لئے میں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر میں اب اہل حجاز کے بکروں کو ساتھ لے کر جنگ کروں گا؟ میں اس کے متعلق عرض کروں گا کہ جبیر ایک جاسوس تھا جس کو معاویہ نے جاسوسی کے لئے امام حسنؑ کے پاس بھیجا تھا کہ وہ پتہ چلائے کہ کیا اب بھی ان کے دل میں جنگ کا کوئی خیال ہے؟ اور جبیر بھی یہ جانتا تھا کہ وہ معاہدہ جو معاویہ سے ہوا ہے وہ جنگ کا مانع نہیں ہے جس کا وہ الزام آپ پر لگا رہا ہے اور اگر امام حسن علیہ السلام کے لئے اس صلح اور جنگ بندی کے باوجود اس امر کا جواز نہ ہوتا کہ وہ خلافت کا مطالبہ کریں تو جبیر کو اس کا علم ہوتا اور آپ سے ہرگز ایسا سوال نہ کرتا اس لئے کہ وہ یہ جانتا تھا کہ امام حسنؑ ہرگز اس کا مطالبہ نہیں کریں گے جس کے مطالبہ کا ان کو حق نہیں۔ پس جب اس نے اس کا اہتمام رکھ کر آپ کا عندیہ لیا اور اسے علم ہو گیا کہ وہ صادق ابن صادق ہیں اور جب انہوں نے اپنی زبان سے کہہ دیا کہ ہم جنگ بندی کے بعد جنگ نہیں کریں گے اور اپنے وعدہ کو پورا کریں گے۔ مگر امام حسن علیہ السلام کو جبیر کا اس طرح اہتمام رکھ کر پوچھنا ناپسند اور ناگوار ہوا تو فرمایا کہ اب میں اہل حجاز کو ساتھ لے کر جنگ کروں گا۔

اور آپ کا یہ ارشاد کہ میرے پاس عرب کے بڑے بڑے سردار تھے تو آپ نے سچ فرمایا مگر ان سرداروں میں سے ایک اشعث بن قیس تھا جس کے ماتحت بیس ہزار ملک اس سے کچھ زیادہ کی فوج تھی اور جس دن [illegible] نیزوں پر بلند کیا گیا تو وہ اس دھوکے میں پھنس گیا اور بولا کہ جس کی طرف آپ کو دعوت دی جا رہی ہے اگر آپ نے اس کو قبول [illegible] میں آپ کی طرف سے نہ تیر چلانے کا اور نہ کوئی بھی آپ کی طرف سے نیزہ چلائے گا اور نہ کوئی بھی آپ کی طرف سے تلوار چلائے گا۔ اور اسی سبب سے آپ نے اپنے ساتھیوں کی طرف لاچ کی اولاد کہہ کر اشارہ فرمایا اور ان ہی سرداروں میں سے ایک شبیث بن ربعی تھا جو ہر پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہتا اور ہر فتنہ کو ابھارتا۔ اور عمرو بن حریث جو حضرت علی کی پشت پر تھا اور اشعث نے منذر بن جارود سرکش و باغی کے ساتھ مل کر ایک سوسمار پکڑا اور اس کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی۔ تو امام حسن علیہ السلام نے سچ فرمایا کہ یہ تمام سردار آپ کے ساتھ تھے اور اگر آپ جنگ کرتے تو یہ لوگ بھی بر بنائے طمع و لالچ آپ کے ساتھ ان لوگوں سے جنگ کرتے اور اسی لالچ کی بنا پر جس سے آپ صلح کرتے اس سے یہ لوگ بھی صلح کر لیتے۔ مگر وہ لوگ جو اللہ کے لئے اور اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اور اس کی محبت میں جنگ کرتے وہ بہت کم تھے۔ ان کی اتنی تعداد نہ تھی جو راہ خدا میں جنگ کرنے کے لئے کافی ہو اور اولیاء خدا کے لئے کھڑے ہوں اور اللہ تعالیٰ صاحبان حجت کے لئے پوری قوت و پوری شدت کے ساتھ مدد کر سکیں۔

باب (۱۶۰) وہ سبب جو امام حسن علیہ السلام کے لئے معاویہ سے معاہدہ کرنے کا داعی ہوا اور وہ معاہدہ کیا ہوا اور کیسے ہوا

معاویہ نے عمرو بن حریث و اشعث بن قیس و حجر بن حجر و شبیث بن ربعی کے پاس فرداً فرداً اپنے خفیہ آدمی بھیجے اور یہ پیغام دیا کہ اگر تم

حضرت حسن بن علی کو قتل کر دو تو میں تمہیں دو لاکھ درہم دوں گا اور شام کے لشکروں میں سے ایک لشکر کا سردار بناؤں گا اور اپنی لڑکیوں میں سے ایک کی شادی تم سے کروں گا۔ جب یہ خبر امام حسن علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے زرہ پہنی اور پوستین پہنی اور اسے چھپا لیا۔ اور احتیاط کرنے لگے اور ان لوگوں کے ساتھ نماز کے لئے زرہ پہنے بغیر آگے کھڑے نہیں ہوتے تھے چنانچہ ان میں سے کسی نے آپ کو تیر مارا لیکن ان پر اثر نہیں ہوا اس لئے کہ آپ زرہ پہنے ہوئے تھے۔ پھر ان میں سے کسی نے آپ پر زہر آلود خنجر کا وار کیا اور آپ اس سے زخمی ہو گئے تو آپ نے حکم دیا کہ مجھے زخمیوں کی مرہم پٹی کی جگہ لے چلو اور اس جگہ پر اس وقت مختار بن ابی عبید مسعود بن قیلہ کے چچا متعین تھے تو مختار نے اپنے چچا سے کہا آیئے ہم لوگ امام حسن کو پکڑ کر معاویہ کے حوالے کر دیں اور وہ ہم لوگوں کو عراق کی حکومت دے دے گا۔ مختار کی بات سن کر شیعہ فوراً اس کے چچا کے پاس پہنچے اور مختار کو قتل کرنا چاہا مگر مختار کے چچا نے مختار کی طرف سے ان لوگوں سے معافی چاہی اور ان لوگوں نے اسے معاف کر دیا۔ ان واقعات کو سن کر امام حسنؑ نے فرمایا وائے ہو تم لوگوں پر معاویہ نے میرے قتل کے بدلے جو تم لوگوں سے وعدہ کیا وہ کبھی اپنے وعدہ کو پورا نہیں کرے گا۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر میں اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھدوں اور اس سے صلح کر لوں تو وہ مجھے اپنے جد کے دین کی خدمت نہیں کرنے دے گا اور میں تنہا اللہ کی عبادت کر سکوں گا۔ مگر مجھے نظر آتا ہے کہ تمہاری اولاد ان لوگوں کی اولاد کے دروازوں پر کھڑے کھانا اور پانی مانگ رہے ہیں لیکن وہ لوگ انہیں نہ کھانا دیں گے نہ پانی دیں گے حالانکہ یہ سب اللہ نے ان ہی کے لئے قرار دیئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ تمہیں نیست و نابود کر دے۔ تم لوگوں نے خود اپنے ہاتھوں یہ کیا ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ عنقریب جان لیں گے کہ ان کا حشر کیا ہو گا اور کہاں پلٹائے جائیں گے) سورۂ شعراء۔ آیت نمبر ۲۲۷ یہ سن کر وہ لوگ آپ سے معذرت چاہنے لگے حالانکہ ان کے پاس کوئی عذر نہ تھا جو وہ پیش کر سکتے۔ چنانچہ امام حسن علیہ السلام نے فوراً یہ خط معاویہ کو لکھا۔

اما بعد میرا مقصد یہ تھا کہ حق کو زندہ رکھوں اور باطل کو مٹا دوں تو یہ ناامیدی اور مایوسی تک پہنچ گیا اور تو اپنے مقصد میں کامیاب رہا اب میں یہ حکومت چھوڑتا ہوں اور یہ جگہ تیرے لئے خالی کر دیتا ہوں اگرچہ میرا اس حکومت کو تیرے لئے چھوڑنا تیری آخرت کے لئے برا ہے مگر اس کے لئے میری کچھ شرطیں ہیں جو میں پیش کرتا ہوں اور ان شرائط اور ان عہدوں کو اگر تو نے پورا کیا تو یہ تیرے لئے کوئی دشوار ناقابل برداشت نہیں اور اگر تو نے اس سے غداری اور بیوفائی کی تو اس کو آسان بھی نہ سمجھنا۔ پھر آپ نے خط کے آخر میں معاہدہ کی شرائط تحریر کریں اور اسے قسم دلائی کہ تمہیں خدا کا واسطہ عہد کو پورا کرنا غداری نہ کرنا ورنہ اے معاویہ تم بھی نادم ہو گے جیسا کہ تم سے پہلے اور لوگ باطل کی راہیں چل کر یا حق کو چھوڑ کر بیٹھ جانے پر اس وقت نادم ہوئے جبکہ ان کو اس ندامت سے کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ والسلام

اب اگر کوئی سوال کرے کہ وہ کون لوگ ہیں جو باطل کی راہ میں چل کر یا حق کو چھوڑ کر بیٹھ رہنے پر نادم و شرمندہ ہوئے تو میں کہوں گا کہ دیکھئے یہ زبیر ہیں جن کا ذکر حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ ان حضرت کو اپنے غلط اقدام، باطل فیصلے اور پر فریب تاویل پر کس قدر یقین تھا مگر وہ اس سے الٹے پاؤں واپس ہوئے اور یہ اگر اپنی بیعت پر قائم رہتے تو ان کی عہد شکنی محو ہو جاتی لیکن انہوں نے بظاہر ندامت کا اظہار کیا مگر باطن کا حال تو جاننے والا ہی جانتا ہے۔

اور یہ عبداللہ ابن عمر خطاب ہیں جن کے فضائل میں اہل سیرت نے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اتنا کسی بات پر افسوس نہیں جتنا افسوس مجھے اس بات پر ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کے ساتھ مل کر گروہ باغی سے کیوں جنگ نہ کی۔ دیکھو یہ حق کو چھوڑ کر بیٹھے رہ جانے والے کی ندامت ہے اور یہ حضرت عائشہ ہیں ان کے متعلق راویوں نے روایت کی ہے کہ جب کسی ملامت کرنے والے نے ان کے اقدام عمل پر ملامت کی تو ان معظمہ نے فرمایا کہ قضا و قدر میں ایسا ہی تھا جو ہوا۔ اور یہی قسمت میں لکھا ہوا تھا۔ مگر خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرے بیس بیٹے عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کے مانند پیدا ہوتے اور ان سب کے قتل یا موت پر میں روتی تو یہ میرے لئے آسان تھا بہ نسبت

اس کے کہ میں نے علی کے خلاف خروج کیا اور ان کے خلاف دوڑ دھوپ کی اب میں اللہ سے رجوع کرتی ہوں کسی غیر سے نہیں۔ اور یہ سعد بن ابی وقاص ہیں کہ جب ان کو یہ خبر ملی کہ حضرت علی نے ذوالثدیہ کو قتل کیا تو وہ اپنی ابتداء اور اپنے انجام کو سوچ کر بہت رنج و قلق میں مبتلا ہوئے اور بولے خدا کی قسم اگر میں جانتا کہ معاملہ یوں نہیں یوں ہے تو میں حضرت علیؑ کے پاس جاتا خواہ گھٹنوں کے بل کیوں نہ جانا پڑتا۔ پھر جب معاویہ آیا تو اس سے ملنے گئے معاویہ نے ان سے کہا اے ابو اسحٰق تم خلیفہ مظلوم کے خون کا بدلہ لینے کے لئے میری مدد کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے جواب دیا کہ میں تمہارے ساتھ مل کر علی ابن ابی طالب سے جنگ کرتا رہا حالانکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علیؑ کے متعلق فرماتے ہوئے سن چکا تھا اے علی تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے تھی۔ معاویہ نے کہا کیا یہ بات تم نے رسولؐ اللہ کو خود کہتے ہوئے سنی تھی۔ سعد نے کہا ہاں اور اگر نہ سنا ہو تو اللہ کرے یہ میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ معاویہ نے کہا (اگر تم رسول اللہ سے یہ سننے کے بعد بھی علی سے جنگ کر چکے تو) اب تو تمہارے پاس میری مدد چھوڑ کر بیٹھ رہنے کا کوئی عذر نہیں۔ اور سنو اگر میں اپنے کانوں سے رسولؐ اللہ کو حضرت علیؑ کے متعلق یہ کہتے ہوئے سنتا تو کبھی ان سے جنگ نہیں کرتا۔ حالانکہ معاویہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی علیہ السلام کے متعلق اس سے بھی زیادہ سن چکا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ اس کی سلطنت اور اقتدار کی بقاء اسی میں ہے۔ اس نے سعد سے یہ بات صرف اس لئے کہی کہ وہ اس کی مدد چھوڑ بیٹھنے کے عذر کو قطع کرے۔ واللہ المستعان۔

اور اگر کوئی کہنے والا اپنی حماقت اور بیوقوفی کی بناء پر یہ کہے کہ مگر جس طرح یہ لوگ حضرت علیؑ سے جنگ کرنے پر یا ان کا ساتھ چھوڑ کر بیٹھ رہنے پر نادم ہوئے اسی طرح حضرت علیؑ بھی تو ان جنگوں پر اور اس خون بہنے پر نادم ہوئے۔ تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ تم غلط کہتے ہو اس لئے کہ ان لوگوں کی ندامت کا مقام اور تھا اور ان کے افسوس کا مقام اور تھا۔ چنانچہ حضرت علیؑ کا خود ارشاد ہے کہ میں نے اپنے معاملہ کو الٹ پلٹ کر ہر طرح دیکھا سوائے اس کے اور کوئی صورت نظر نہ آئی کہ یا تو ان لوگوں سے جنگ کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ [illegible] نکار کر نھوں۔ پھر [illegible] جناب سے یہ روایت بھی کی جاتی ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ناکثین و قاسطین و [illegible] قتل کرو [illegible] اور [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث بھی شمارہ (۱۸) مسلسل اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے فرمایا کہ تم ناکثین و قاسطین و مارقین سے قتال کرو گے (اور جسے تم ندامت کہتے ہو) اس کو حضرت علی نے [illegible] نبی کریمؐ کی زبان سے نبی کریم کی مذکورہ حدیث سن چکے تھے۔ اگر یہ ندامت ہوتی تو گویا وہ خود اپنے کو [illegible] عمار جیسے مہاجرین اور ابی ہیثم و ابی ایوب جیسے انصار اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی تھے اور اگر وہ اس خوف سے [illegible] کہ جس کا اہم جسم ہے تو ان لوگوں سے تو حیاء و شرم کرتے جو مہاجرین و انصار میں ذی وجوہ لوگ تھے۔ اور عمار تو وہ ہیں کہ جن کے متعلق [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ عمار حق کے ساتھ ہیں اور حق عمار کے ساتھ ہے جدھر عمار جائیں گے ادھر حق بھی جائے گا۔ [illegible] کے ساتھ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ قصبات ہجر تک آ گئے تو میں سمجھ لوں گا کہ میں حق پر ہوں اور یہ لوگ باطل پر ہیں وہ حلف سے کہتے تھے کہ وہ آج صفین میں جس جھنڈے کے نیچے جنگ کر رہے ہیں یہی جھنڈا بدر میں بھی تھا اور یہی جھنڈا احزاب میں بھی تھا اور خدا کی قسم میں اس جھنڈے کے نیچے چار مرتبہ مقابلہ کر چکا ہوں نیز وہ کہتے تھے کہ یہ لوگ اس وقت اسلام کا اظہار کرتے تھے اور کفر کو چھپائے ہوئے تھے مگر اب انہیں اعوان و مددگار مل گئے ہیں۔ پس اگر حضرت علیؑ اپنے اس قول کے بعد کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ناکثین و قاسطین اور مارقین سے [illegible] اظہار ندامت کرتے تو حضرت علیؑ کے ساتھ جو لوگ تھے وہی کہتے آپ نے رسول اللہؐ پر اتہام رکھا اور ایک طرح سے انہوں نے [illegible] اتہام رکھا اور پھر بصرت میں حضرت زبیر، حضرت عائشہؓ اور ان کا گروہ اور حضرت علیؑ اور ابو ایوب خزیمہ بن ثابت و [illegible] اور سعد بن عمر اور ان کے اصحاب تھے اگر یہ سب کے سب (یعنی طرفین اپنی اپنی جگہ) نادم ہوئے تو یہ لازمی ہے کہ وہ ایسا [illegible] نہیں کرنا چاہئے تھا اور اس پر نہیں ندامت ہے اور جو کام کر بیٹھے وہ باطل تھا اور سب باطل پر مجتمع ہو گئے تھے اور یہ وہ امت ہے

جو باطل پر کبھی مجتمع نہیں ہو سکتی۔ یا اس کام کے نہ کرنے پر مجتمع ہوئے انہیں چاہئے تھا یہ کام نہ کرتے اور یہ لوگ حق کو چھوڑ کر باطل پر مجتمع ہو گئے۔ اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ تم ناکثین و قاسطین و مارقین سے مقابلہ کرو گے تو آنحضرتؐ نے اس کی آئندہ کے لئے خبر دی تھی اور یہ جائز نہ تھا کہ قتال ترک کر کے آپ کی خبر کو جھٹلایا جائے اس سے آنحضرت کی تکذیب ہوتی اور آپ کی نافرمانی بھی لازم آتی اسی بناء پر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ کفر ہے۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ امام حسن علیہ السلام کے متعلق تو یہ خبر ہے کہ آپ نے خون کو بہنے سے روکا اور جب ادعویٰ یہ ہے کہ حضرت علیؑ خون بہانے پر متعین اور مامور تھے تو جس کے بہانے کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے حکم دیا ہو اس خون کو بہنے سے روکنا کیا گناہ اور نافرمانی نہیں ہے؟ تو میں عرض کروں گا کہ وہ امت جس کا امام حسنؑ نے ذکر کیا ہے در حقیقت وہ دو امت دو فرقے اور دو گروہ ہیں ایک ہلاکت میں پڑنے والا اور ایک نجات پانے والا، ایک باغی گروہ اور دوسرا وہ کہ جس کے خلاف بغاوت کی جائے۔ پس جب جس کے خلاف بغاوت کی گئی اس کا خون بہنے سے روکا جائے گا جب تک کہ باغی کے خون کے بہنے کو روکا جائے اس سے کہ ان میں باغی کو مار ڈالنے کی طاقت نہیں تو پھر مجبوراً اس کے خون کے بہنے سے بچانے کے لئے باغی کے خون کو بہنے سے روکا ہی پڑے گا اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں اس کی وجہ یہی تھی

اور اگر کوئی سوال کرے کہ تمہارے نزدیک باغی کون ہے وہ مومن ہے یا کافر یا یہ مومن ہے۔ کافر تو میں کہوں گا کہ باغی تو وہی ہے جو تمام اہل صلاۃ اور اہل قبلہ کے نزدیک بلا اجماع باغی ہو مگر مرجئہ ان کو باغی کہنے کے باوجود انہیں مومن بھی کہتے ہیں اور اہل وعید ان کو کافر کہتے ہیں مشرک نہیں کہتے جیسے اباضیہ اور زیدیہ فرقے کے لوگ ہیں اور واصل بن عطاء کے ماننے والے لوگ ایسا فاسق کہتے ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں جائیں گے اور حسن اور ان کے اصحاب جیسے لوگوں کو ایسا منافق کہتے ہیں جو جہنم کے نچلے طبقے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈالے جائیں گے۔ پس یہ سب کے سب اپنے اس اعتقاد سے ہٹ گئے جو بغاوت سے پہلے رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ کفر و شرک کی طرف نکل گیا جیسے خوارج کہ ان میں اباضیہ کا شمار نہیں اور ایک گروہ صرف کفر کی طرف نکلا شرک کی طرف نہیں جیسے اباضیہ اور زیدیہ۔ اور ایک گروہ فسق و نفاق کی طرف نکل گیا اور مرجئہ کا فتویٰ ان کے لئے کم سے کم یہ ہے کہ وہ لوگ حسن و عدالت سے گر گئے اور فاسق ہو گئے ہیں۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو باغی کو مومن کہا ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے کہ **وان طائفتان من المومنین اقتتلوا** (اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں مقاتلہ کریں) سورۂ حجرات آیت ۹ میں دونوں قسموں کو مومن قرار دیا۔

تو میں یہی کہوں گا کہ دو حال سے خالی نہیں جو شخص ان دو مسلم گروہوں میں صلح کرانے پر مامور ہے اس کو سب علم ہے کہ ان میں مقابلہ سے پہلے کیا معاملہ تھا اور دونوں سے زیادتی اور بغاوت کس نے کی یا نہیں معلوم تھا کہ ان دونوں میں سے کون باغی ہے۔ پس اگر اس کو پہلے ہی سے معلوم ہے کہ ان دونوں میں باغی کون ہے تو اس کا فرض ہے کہ جس کے خلاف بغاوت کی گئی ہے اس کے ساتھ ہو کر باغی سے جنگ کرے یہاں تک کہ وہ اپنی بغاوت کو ترک کرے حکم خدا کو تسلیم کرے اور اگر اصلاح پر مامور شخص کو یہ معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کون باغی ہے اور کس کے خلاف بغاوت ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے نہیں معلوم تھا کہ مومن باغی کون ہے اور مومن غیر باغی کون ہے تو جب تحقیق یہ معلوم ہوا کہ یہ گروہ باغی نہیں ہے تو اس کے مومن ہونے پر تو اہل مدار (مسلمانوں) کا اجماع ہے اور اس گروہ کے مومن ہونے پر کسی کو اختلاف نہیں۔ اب رہ گیا آپ کا خیال کہ باغی بھی مومن ہے تو جس طرح اس کے باغی ہونے پر اجماع امت ہے اسی طرح اس کے مومن ہونے پر بھی اجماع امت ہونا چاہیئے اور بغیر اجماع کے باغی کو مومن نہیں کہہ سکتے۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے باغی کو مومنین کا بھائی کہا ہے اور مومنین کا بھائی تو مومن ہی ہو سکتا ہے۔

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ تم بہت دور چلے گئے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے حضرت [illegible] علیہ السلام [illegible]

اس کا بھائی کہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے **والی عاد اخاھم ھودا** (ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ھود کو بھیجا) سورۃ اعراف۔ آیت نمبر ۶۵ نیز اکثر کسی شامی کو اے بھائی شامی اور کسی یمنی کو اے بھائی یمنی کہا جاتا ہے بلکہ کسی تلوار رکھنے والے کو جس تلوار کو وہ فقط جنگ میں استعمال کرتا ہے کہا کہ فلاں **شخص اخ السیف** (تلوار کا بھائی) ہے لہذا اس تاویل کرنے والے کو کہ مومن کا بھائی صرف مومن ہی ہو سکتا ہے اس سے اس کو کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اس لئے کہ قرآن کی گواہی اس کے خلاف ہے اور لغت بھی اس امر کی گواہ ہے کہ مومن کو بےجان جمادات کا بھائی کہہ لیا جاتا ہے جیسے شام کے بھائی، یمن کے بھائی، تلوار کے بھائی، نیزے کے بھائی وغیرہ وغیرہ۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے دینی اور دنیاوی معاملات میں اور ہمارے آخرت کے معاملات میں ہمارا مددگار ہے اور ہم لوگ اس سے توفیق کا سوال کرتے ہیں جو اس کے تقرب کا ذریعہ بن جائے اور اس کے جود و کرم سے اس کی نزدیکی حاصل ہو۔

باب (۱۶۱) وہ سبب جس کی بناء پر امام حسن علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن نہ ہو سکے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے ان کا بیان ہے کہ کہا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے سلیمان بن خالد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ امام حسن علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کریں تو بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا کہ میں نے امام حسن کو کہتے ہوئے سنا کہ وہ امام حسین سے کہہ رہے تھے کہ حسین سے کہہ دو کہ وہ میرے لئے کشت و خون نہ کریں اور اگر امام حسن یہ نہ کہہ دیتے تو امام حسین علیہ السلام ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن کئے بغیر نہ رہتے نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلی عورت جو خچر پر سوار ہوئی وہ حضرت عائشہ تھیں وہ خچر پر سوار ہو کر آئیں اور انہوں نے امام حسن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کرنے کو منع کر دیا۔

باب (۱۶۲) وہ سبب جس کی وجہ سے روز عاشورا تمام دنوں میں سب سے بڑی مصیبت اور غم کا دن ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن بشار قزوینی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالفرج مظفر بن احمد قزوینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر کوفی اسدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سہل بن زیاد آدمی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سلیمان بن عبداللہ خزاز کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن فضل ہاشمی نے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ فرزند رسولؐ یوم وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و یوم وفات حضرت فاطمہؑ اور یوم قتل امیرالمومنین علیہ السلام اور وہ یوم کہ جس میں امام حسن زہر سے شہید کر دئے گئے یہ سب ہی تو یوم غم و مصیبت ہیں مگر ان سب سے بڑے غم و مصیبت و گریہ و زاری کا دن یوم عاشور کیوں قرار پایا؟ آپ نے فرمایا کہ شہادت حسین کا دن ان تمام دنوں میں سب سے بڑے غم اور مصیبت کا دن ہے اس لئے ہے کہ اصحاب کساء جو پنجتن پاک ہیں وہ اللہ کے نزدیک مخلوقات میں سب سے زیادہ مکرم ہیں جب ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو لوگوں کو بڑا غم ہوا مگر ایک طرح کی تسلی بھی تھی کہ ابھی ان میں سے چار یعنی حضرت امیرالمومنین و حضرت فاطمہ زہرا و حضرت امام حسن و حضرت امام حسین علیہم السلام موجود ہیں۔ پھر جب حضرت فاطمہ زہرا نے رحلت فرمائی تو لوگوں کو بڑا غم اور دکھ ہوا مگر لوگوں کو چ

خیال کر کے تسلی تھی کہ ابھی ان میں سے تین یعنی حضرت امیرالمومنینؑ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ موجود ہیں۔ پھر جب حضرت امیرالمومنین کی شہادت ہوئی تو لوگوں کو بڑا غم و رنج ہوا مگر یہ سوچ کر تسلی کر لیتے کہ ابھی اللہ رکھے حسنؑ و حسینؑ موجود ہیں اور جب امام حسنؑ بھی شہید کر دئے گئے تو لوگوں کو بڑا دکھ اور رنج ہوا مگر یہ خیال کر کے دل کو تسلی دے لیتے کہ رسول اللہ کا ایک نواسہ حسینؑ زندہ ہے۔ اور جب امام حسینؑ بھی شہید کر دیے گئے تو اب اہل کساء میں سے کوئی نہ رہا اب لوگوں کے دلوں کو کس سے تسلی ہوتی امام حسینؑ کے چلے جانے سے گویا سارے اہل کساء چلے گئے اس لئے کہ ان کی بقا سے گویا سارے اہل کساء کی بقا تھی اس لئے امام حسین کی شہادت کا دن سب سے بڑی مصیبت اور سب سے بڑے غم کا دن ہے۔

عبداللہ بن فضل ہاشمی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ امام حسین کی شہادت کے بعد ابھی ان کے فرزند حضرت علی ابن حسین تو موجود تھے ان سے لوگوں کو جس طرح ان کے آباء کرام سے تسلی ہوتی رہی ان سے کیوں نہ رہی؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ سید العابدین تھے امام تھے اور اپنے آباء کرام کے بعد خلق پر اللہ کی طرف سے حجت تھے لیکن ان کو رسولؐ سے شرف ملاقات حاصل نہ تھی نہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ فرماتے ہوئے سنا تھا۔ ان کو رسول اللہ کا جو علم ملا تھا وہ اپنے پدر بزرگوار اور اپنے جد نامدار کے ذریعے وراثت میں ملا تھا۔ اور حضرت امیرالمومنین و حضرت فاطمہ و امام حسن و امام حسین علیہم السلام کو لوگوں نے مختلف مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دیکھا تھا اور جب لوگ ان میں سے کسی ایک کو بھی دیکھ لیتے تو انہیں فوراً یاد آجاتا کہ میں نے ان کو رسولؐ اللہ کے ساتھ فلاں موقع اور فلاں حال میں دیکھا تھا۔ آنحضرتؐ نے ان کے متعلق یہ فرمایا تھا۔ اور جب یہ سب کے سب دنیا سے رخصت ہو گئے تو لوگ اللہ کے ان مکرم بندوں کی زیارت سے محروم اس وقت ہو گئے جب امام حسینؑ بھی اس دنیا سے اٹھ گئے اس لئے کہ یہ ان مکرم بندوں کے آخری فرد تھے اس لئے ان کی شہادت کا دن تمام مصیبت کے دنوں میں سے بڑی مصیبت کا دن ہے۔

عبداللہ بن فضل ہاشمی کا بیان ہے کہ میں نے پھر عرض کیا فرزند رسولؐ پھر لوگ یوم عاشور کو یوم برکت کیسے کہنے لگے؟ میرے اس سوال پر فرزند رسول آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا جب وہ لوگ امام حسین کو قتل کر چکے تو لوگ یزید کا تقرب حاصل کرنے کے لئے شام پہنچے اور اس کے لئے وضعی و خود ساختہ روایات سنا کر انعام و اکرام حاصل کرنے لگے اور منجملہ ان وضعی اور خود ساختہ روایات کے ایک روایت اس دن کے متعلق یہ بھی پیش کی کہ یہ دن عید اور برکت کا دن ہے تاکہ لوگ جزع و بکاء رنج و غم و حزن کو چھوڑ کر خوشی اور عید منائیں ایک دوسرے کو مبارکباد دیں۔ ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان اللہ فیصلہ کرے گا۔

پھر آپ نے فرمایا اے میرے ابن عم، اسلام اور اہل اسلام کو کم از کم یہ ضرر تو ضرور پہنچا کہ ایک گروہ جسے ہماری مودت کا دعویٰ ہے اور اسے گمان ہے کہ وہ ہمارے دوست ہیں اور ہماری امامت کے قائل ہیں انہوں نے اپنے ذہن سے یہ اختراع کر لیا اور کہہ بیٹھے کہ امام حسین علیہ السلام قتل نہیں ہوئے بلکہ ان کے مشابہ کوئی دوسرا آدمی قتل ہو گیا اور لوگوں کو شبہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے جیسے حضرت عیسیٰ ابن مریم کے متعلق لوگوں کو اشتباہ ہوا حالانکہ وہ قتل نہیں ہوئے۔ تو ان کے خیال کے مطابق پھر بنی امیہ قابل ملامت نہیں اور نہ ان پر قتل کا کوئی جرم ثابت ہے۔ اے ابن عم جو لوگ یہ گمان رکھتے ہیں کہ امام حسینؑ قتل نہیں ہوئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام ان کے بعد آئمہ علیہم السلام کی تکذیب کی اس لئے کہ ان سب نے امام حسینؑ کے قتل کی خبر دی ہے اور جو ان سب کی تکذیب کرے وہ کافر ہے اور ان کا خون ہر شخص پر مباح ہے جو ان لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنے۔

عبداللہ بن فضل کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا فرزند رسول پھر آپ ان شیعوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو اس کے قائل ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ ہمارے شیعوں میں سے نہیں ہیں میں ان لوگوں سے بری و لاتعلق ہوں (اس سے اس طرح اس طرح اس طرح اور اس طرح

قرآن مجید اور جنت و جہنم کی بھی ہوتی ہے) راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے قرآن کی اس آیت کے متعلق آپ سے دریافت کیا **ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خٰسئین** (اور یقیناً تمہیں علم ہے ان لوگوں کا جنہوں نے تم میں سے سبت (کے دن) میں زیادتی کی تو ہم نے انہیں کہا تم ذلیل و خوار بندر بن جاؤ) سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۶۵۔

آپ نے فرمایا وہ سب کے سب تین دن میں مسخ ہوگئے اس کے بعد مر گئے ان کی نسل نہیں چلی اور آج جو بندر ہیں ان کی ہمشکل ہیں اور اسی طرح سور بلکہ تمام مسوخات جو آج کل پائے جاتے ہیں یہ سب ان کے مشابہ و ہمشکل ہیں ان کا گوشت کھانا حلال و جائز نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا مگر ان عاصیوں اور ملعونوں کو اللہ تعالیٰ نے چھوڑ رکھا ہے حالانکہ انہوں نے حقوق و فرائض کی ادائیگی سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو بیراہم اور حقیر سمجھا، کفر و شرک اختیار کیا خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد ہمدانی نے روایت کرتے ہوئے علی بن حسن بن فضال سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت ابوالحسن امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص عاشور کے دن اپنے حوائج و ضروریات کو ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا و آخرت کے سارے حوائج کو پورا کرے گا اور جو شخص یوم عاشور کو مصیبت و حزن و گریہ وزاری کا دن بنائے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کا دن اس کے لئے خوشی و فرحت و سرور کا دن قرار دے گا۔ اور ہم لوگوں کے دیدار سے جنت میں اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور جو شخص عاشور کے دن اپنے حوائج و ضروریات و کاروبار میں لگا رہے اس کو یوم عید و یوم برکت سمجھ کر اپنے گھر میں کچھ لائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کو نامبارک قرار دے گا اور قیامت کے دن اس کا حشر یزید، عبیداللہ بن زیاد و عمر سعد لعنہم اللہ کے ساتھ ہوگا اور وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ڈال دیا جائے گا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریس رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے محمد ابن الحسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے نضر بن مزاحم سے انہوں نے عمرو بن سعید سے انہوں نے ارطاۃ بن حبیب سے انہوں نے فضیل رسان سے انہوں نے جبلہ مکیہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت میثم تمار (قدس اللہ روحہ) کو بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم یہ امت اپنے نبی کے نواسے کو ماہ محرم کی دس تاریخ کو قتل کرے گی اور یہ دشمنان خدا اس دن کو عید و برکت کا دن قرار دیں گے۔ اور یہ ضرور ہو کر رہے گا یہ علم الٰہی میں پہلے سے طے ہو چکا ہے میں جانتا ہوں میرے مولا امیر المومنین نے مجھے بتادیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اس کی شہادت پر ہر شے گریہ کرے گی جنگل کے وحشی جانور، پانی کی مچھلیاں، فضا کے طائر، سورج چاند ستارے، آسمان و زمین، جن و انس میں سے صاحبان ایمان، آسمانوں اور زمینوں کے ملائکہ، رضوان جنت، مالک جہنم، حاملان عرش سب اس پر روئیں گے۔ آسمان سے خون اور راکھ کی بارش ہوگی اس کے بعد فرمایا کہ قاتلان امام حسین علیہ السلام پر اسی طرح اللہ کی لعنت واجب و لازم ہے جس طرح ان مشرکین پر جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے اللہ کو شریک سمجھتے ہیں اور جیسے یہود و نصاریٰ اور مجوس اللہ کی لعنت کے مستحق ہیں۔ جبلہ کہتی ہے کہ میں نے ان سے کہا اے میثم پھر لوگ امام حسینؑ کے قتل کے دن کو عید اور برکت کا دن کیسے قرار دیں گے۔ اس سوال پر میثم رنجیدہ ہوگئے اور کہا وہ لوگ ایک حدیث وضع کریں گے جس کی بناء پر ان کا خیال ہوگا کہ اس دن حضرت داؤدؑ کی توبہ قبول ہوئی تھی حالانکہ حضرت داؤدؑ کی توبہ ماہ ذی الحجہ میں قبول ہوئی تھی۔ ان کا خیال ہوگا کہ اس دن حضرت یونسؑ کو اللہ تعالیٰ نے شکم ماہی سے نکالا تھا حالانکہ حضرت یونسؑ ماہ ذی الحجہ میں شکم ماہی سے نکلے تھے ان کا خیال کہ اس دن حضرت نوحؑ کی کشتی جودی پر ٹھہری تھی حالانکہ ان کی کشتی اٹھارہ ذی الحجہ کو ٹھہری تھی ان کا خیال کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا کو شگافتہ کیا حالانکہ ان کے لئے دریا ماہ ربیع الاول میں شگافتہ ہوا تھا۔ اس کے بعد میثم نے کہا اے جبلہ یہ جان لو کہ قیامت کے دن حضرت حسین ابن علیؑ تمام شہیدوں کے سردار ہوں گے اور ان کے اصحاب کا درجہ تمام شہیدوں سے بلند ہوگا اے جبلہ جب تم دیکھو کہ آسمان گاڑھے خون کی طرح سرخ ہو گیا ہے تو سمجھ لینا کہ حسین سید الشہداء قتل کر دیئے گئے۔ جبلہ کہتی ہیں کہ ایک دن میں گھر سے نکلی تو دیکھا کہ دیواروں پر دھوپ ایسی پڑ رہی تھی جیسے وہ

گہرے زرد رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے ہو۔ یہ دیکھ کر میں زور زور سے چیخنے اور رونے لگی اور کہنے لگی کہ خدا کی قسم میرے سردار حسین علیہ السلام قتل کر دیئے گئے۔

باب (۱۶۳) وہ سبب جس کی بناء پر امام حسین علیہ السلام کے اصحاب قتل ہونے کے لئے خود آگے بڑھتے گئے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز ابن یحییٰ جلودی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا جوہری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن عمارہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے عرض کیا آپ بتائیں کہ امام حسین علیہ السلام کے اصحاب خود موت کی طرف اقدام کر رہے تھے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ ان کے سامنے سے پردے ہٹ گئے تھے اور وہ اپنی آنکھوں سے جنت میں اپنے منازل دیکھ رہے تھے اس لئے ہر شخص قتل ہونے کے لئے بڑھ رہا تھا تاکہ جلد از جلد حور ان جنت سے ہمکنار ہو اور جنت میں اپنی منزل پر پہنچے۔

باب (۱۶۴) وہ سبب جس کی بناء پر امام قائم علیہ السلام قاتلان حسین کی ذریت کو ان کے آباء و اجداد کے کرتوت پر قتل کریں گے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے عبدالسلام بن صالح ہروی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ فرزند رسول آپ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اس حدیث کے متعلق کیا فرماتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا کہ جب امام قائم ظہور فرمائیں گے تو وہ قاتلان امام حسین السلام کی ذریت کو ان کے آباؤ و اجداد کے کرتوت کی بناء پر قتل کریں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے تو میں نے عرض کیا مگر اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ولاتزروازرۃ وزر اخری (کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) سورۂ فاطر آیت نمبر ۱۸ اس کے کیا معنی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کہتا ہے وہ سچ کہتا ہے بات یہ ہے کہ قاتلان امام حسینؑ کی ذریت اپنے آباء و اجداد کے افعال پر راضی و خوش تھے بلکہ اس پر ان لوگوں کو فخر تھا اور جو شخص کسی [illegible] خوش ہو گا تو گویا ایسا ہے کہ وہ کام اس نے خود کیا ہے یوں سمجھو کہ اگر ایک شخص مشرق میں [illegible] اس کے اس قتل کرنے پر راضی اور خوش ہے تو اللہ کے نزدیک وہ قاتل کے ساتھ قتل میں شریک ہو گا اور امام قائم جب ظہور کریں گے تو ان کی ذریت کو اس لئے قتل کریں گے کہ وہ اپنے آباؤ و اجداد کے اس فعل پر راضی و خوش تھے میں نے عرض کیا کہ جب امام قائم [illegible] کس سے شروع کریں گے؟ آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے بنی شیبہ کو سزا دیں گے ان کے ہاتھ قطع کریں گے اس لئے کہ یہ خانہ کعبہ کے چور ہیں۔

باب (۱۶۵) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کا لقب زین العابدین ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن نصر بن سمعان تمیمی فرقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے [illegible] انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن عبداللہ بن محمد بن عمر اطروش حرانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے [illegible]

انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عثمان عبداللہ بن میمون سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن معن اودی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عمران بن سلیم نے انہوں نے کہا کہ امام زہری جب حضرت علی ابن حسین علیہ السلام سے کوئی روایت بیان کرتے تو کہا کرتے کہ بیان کیا مجھ سے زین العابدین علی ابن الحسین نے تو ان سے سفیان بن عیینہ نے پوچھا کہ آپ ان کو زین العابدین کیوں کہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اس لئے کہ میں نے سعید بن مسیب کو ابن عباس سے روایت کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو ایک منادی ندا دے گا کہ زین العابدین کہاں ہیں؟ تو گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا فرزند علی ابن الحسین بن علی ابن ابی طالب لوگوں کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس ابن معروف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سہل بحرانی سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک منادی ندا دے گا کہ زین العابدین کہاں ہیں؟ تو گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت علی بن الحسین علیہ السلام صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن قاسم استرآبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن سیار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو یحییٰ محمد بن یزید منقری نے روایت کرتے ہوئے سفیان بن عیینہ سے انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ زہری سے پوچھا گیا کہ دنیا میں سب سے زیادہ زاہد کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ علی ابن الحسین علیہما السلام اور اس کا علم مجھے اس طرح ہوا کہ آپ جناب کے درمیان اور محمد حنفیہ کے درمیان حضرت علی علیہ السلام کے اوقاف کے معاملہ میں کچھ نزاع پیدا ہوئی تو ان سے کہا گیا کہ اگر آپ ولید بن عبدالملک کے پاس چلے جاتے تو اس کے شر سے بچ جاتے اور آپ کے مقابلہ میں وہ جو محمد حنفیہ کی طرف مائل ہے یہ میلان نہ رہ جاتا۔ اس لئے کہ ان کے اور عبدالملک کے درمیان دوستی ہے اور پھر محمد حنفیہ بھی مکہ ہیں اور ولید بھی مکہ میں ہے۔ تو آپ نے کہنے والے سے کہا کہ تجھ پر وائے ہو۔ کیا حرم خدا میں پہنچ کر غیر خدا سے درخواست کروں؟ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ اس دنیا کے خالق سے دنیا کی درخواست کروں پھر وہ شخص جو مجھ جیسا مخلوق ہے اس سے دنیا کی درخواست کروں گا۔ زہری کا بیان ہے کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ولید کے دل میں آپ کی ہیبت ڈال دی اور اس نے محمد حنفیہ کے خلاف آپ کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن قاسم استرآبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن سیار نے روایت کرتے ہوئے ابی یحییٰ محمد بن یزید منقری سے انہوں نے سفیان بن عیینہ سے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ زہری سے پوچھا کہ آپ کبھی حضرت علی ابن الحسینؑ سے ملے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں ان سے ملا ہوں اور اب تک کسی ایسے سے نہیں ملا جو ان سے افضل و بہتر ہو۔ اور میرے علم میں کوئی ایسا نہیں ہے جو در پردہ ان کا دوست ہو اور کوئی ایسا نہیں جو بظاہر ان کا دشمن ہو۔ ان سے کہا گیا کہ کیسے ہو سکتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا مجھے کوئی ایسا نظر نہیں آیا جو ان سے اظہار محبت کرتا ہو مگر دل میں ان سے حسد نہ رکھتا ہو اس لئے کہ وہ ان کی فضیلتوں سے سب سے زیادہ واقف ہیں اور کوئی ایسا نظر نہیں آتا کہ اگرچہ دل میں ان سے بغض رکھتا ہے مگر آپ جناب کی شدید خاطر مدارات کی وجہ سے وہ ان کی خاطر مدارات نہ کرتا ہو۔

(۵) ان ہی اسناد کے ساتھ سفیان بن عیینہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ زہری نے حضرت علی ابن الحسین کو دیکھا کہ وہ شب کے وقت بارش میں اپنی پشت پر آٹا اور لکڑی رکھے ہوئے پیادہ چلے جا رہے ہیں۔ زہری نے کہا کہ فرزند رسول یہ کیا؟ آپ نے فرمایا میرا ارادہ ایک سفر کا ہے اس کے لئے سامان فراہم کر رہا ہوں اور اسے ایک محفوظ مقام پر پہنچا کر رکھنا چاہتا ہوں۔ زہری نے کہا یہ میرا غلام موجود ہے وہ اس کو اٹھا لے گا مگر آپ نے انکار کیا تو میں نے عرض کیا کہ اچھا میں خود آپ کا سامان اٹھا کر پہنچا دیتا ہوں اس لئے کہ میں آپ کی ذات اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ سمجھتا

ہوں کہ آپ بوجھ اٹھائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا لیکن میں تو اپنی ذات کو اس چیز کے اٹھانے سے ارفع و اعلیٰ نہیں سمجھتا جو سفر میں میرے کام آئے اور جہاں وارد ہوں وہاں آرام سے قیام کروں۔ اچھا اب خدا کے لئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور جس کام کے لئے جا رہے ہو جاؤ۔ مجبوراً میں ان سے رخصت ہوا۔ مگر چند دنوں کے بعد میں ان جناب سے عرض کیا فرزند رسول جس سفر کا آپ نے ذکر فرمایا تھا اس کا نشان تو مجھے نظر نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا ہاں اے زہری۔ وہ سفر نہیں ہے جس کو تم سمجھ رہے ہو بلکہ یہ سفر موت ہے جس کے لئے میں تیاری کر رہا ہوں اور موت کی تیاری حرام سے اجتناب اور بخشش و کار خیر کرنا ہے۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے روایت کرتے ہوئے علی بن اسباط سے انہوں نے اسماعیل بن منصور سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت علی ابن حسین علیہ السلام کو غسل دینے کے لئے تخت پر لٹایا گیا اور ان کی پشت کو دیکھا گیا تو آپ کی پشت پر ایسے گھٹے پڑے ہوئے تھے جیسے اونٹ کے گھٹنوں پر ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ اپنی پشت پر لاد کر فقراء و مساکین کے گھروں پر ان کے کھانے کا سامان پہنچایا کرتے تھے۔

(۷) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے بیان کیا کہ بتایا مجھے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے علی بن اسماعیل سے انہوں نے محمد بن عمر سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے علی بن مغیرہ سے انہوں نے ابان بن تغلب سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کو دیکھا کہ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم علی ابن الحسین علیہ السلام جانتے تھے کہ میں کس ذات کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں۔

(۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہمارے بعض اصحاب نے بیان کیا روایت کرتے ہوئے ابی حمزہ ثمالی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت علی ابن حسین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک کاندھے سے رداگر گئی مگر آپ نے اس کو درست نہیں کیا اور ویسے ہی نماز پڑھتے رہے جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا تم پر افسوس تم کو معلوم ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑا تھا۔ سنو بندے کی نماز کا صرف اتنا ہی حصہ قبول ہوتا ہے جتنا وہ رجوع قلب سے پڑھتا ہے۔ اور حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کا یہ دستور تھا کہ وہ رات کی تاریکی میں ایک چمڑے کا تھیلا لئے ہوئے نکلتے جس میں درہم و دینار سے بھری ہوئی تھیلیاں ہوتی تھیں اور ایک ایک در پر جاتے دروازہ کھٹکھٹاتے اور جو بھی باہر نکلتا اس کو ایک تھیلی دیدیتے مگر جب ان جناب کا انتقال ہو گیا اور تھیلیاں ملنی بند ہو گئیں تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضرت علی ابن الحسین تھے جو تھیلیاں تقسیم کیا کرتے تھے۔

(۹) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے محمد ابن عبد اللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسماعیل برمکی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن ہیثم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن یعقوب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی ابی حمزہ سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی ابن الحسین کی ایک کنیز سے میں نے آپ جناب کی رحلت کے بعد کہا کہ حضرت علی ابن الحسین کے کچھ حالات بیان کرو۔ اس نے کہا تفصیل سے یا مختصراً میں نے کہا کہ مختصراً اس نے کہا مختصر یہ کہ دن کے وقت میں نہ ان کے لئے کبھی کھانا لائی اور نہ شب کو ان کے لئے کبھی بستر لگائی تھی۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو معمر اسماعیل بن ابراہیم بن معمر

نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز بن ابی حازم نے ان کا بیان ہے کہ میں نے ابو حازم کو کہتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے کسی ہاشمی کو علی ابن حسینؑ سے افضل و بہتر نہیں پایا۔ وہ ایک رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اس کی وجہ سے ان کی پیشانی پر اس طرح گٹا پڑ گیا تھا جیسے اونٹ کے سینہ پر پڑجاتا ہے۔

باب (۱۶۶) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت علی ابن الحسین کو سجاد کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصام کلینی رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب کلینیؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن حسنی اور علی بن محمد ابن عبداللہ نے اور ان سب نے روایت کی ابراہیم بن اسحاق احمر سے انہوں نے عبدالرحمن بن عبداللہ فزاری سے انہوں نے نصر بن مزاحم منقری سے انہوں نے عمر بن شمر سے انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے ان کا بیان ہے کہ حضرت ابو جعفر محمد بن علی باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام جب کبھی اللہ کی کسی نعمت کو یاد کرتے تو سجدہ کرتے جب بھی کوئی آیت قرآنی جس میں ذکر ہوتا تو سجدہ کرتے اور جب بھی اللہ تعالیٰ ان سے کسی بدی کو رفع کرتا اور گزند سے بچاتا یا کسی مکار کی دور کرتا تو آپ سجدہ شکر بجالاتے اور جب کسی نماز فریضہ سے فارغ ہوتے تو سجدہ کرتے جب دو آدمیوں کے درمیان صلح کراتے تو سجدہ کرتے اور سجدہ کا نشان آپ کے تمام اعضائے پر نمایاں تھا اس لئے ان کا لقب سجاد ہو گیا۔

باب (۱۶۷) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام کا لقب ذات الثفنات پڑ گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصام کلینی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب کلینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد نے روایت کرتے ہوئے ابی علی بن محمد ابن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار کے اعضاء سجدہ پر گھٹے پڑ جایا کرتے تھے جسے آپ سال میں دو مرتبہ کٹوایا کرتے تھے اور ہر مرتبہ پانچ گھٹے کٹے ہوئے نکلتے تھے۔ اس لئے آپ کو ذوالثفنات کہا جانے لگا۔

باب (۱۶۸) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام کو باقر کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

( ) بیان کیا مجھ سے ابو العباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز بن یحیی بصری نے بصرہ کے مقام پر انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مغیرہ بن محمد نے انہوں کہا کہ بیان کیا مجھ سے رجاء بن سلمہ نے روایت کرتے ہوئے عمر بن شمر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے جابر بن یزید جعفی سے دریافت کیا اور کہا کہ امام محمد باقر کو باقر کیوں کہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اس لئے کہ آپ نے اس طرح علم کو چیرا جس طرح چیرنے کا حق ہے اس طرح پھاڑا جیسا کہ پھاڑنے کا حق ہے یعنی اس کا اس طرح اظہار کیا جیسا اظہار کرنے کا حق ہے اور مجھ سے جابر بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا کہ اے جابر تم اتنے دنوں تک زندہ رہو گے کہ میرے فرزند محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے ملاقات کرو گے جن کو توریت میں باقر کے لقب سے یاد کیا گیا ہے اور جب ان سے تمہاری ملاقات ہو تو میری طرف سے ان کو میرا سلام کہنا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مدینہ کی ایک گلی میں جابر کی ان سے ملاقات ہوئی۔ جابر نے ان سے پوچھا صاحبزادے تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں محمد بن علی بن حسین بن علی بن

ابی طالب ہوں۔ جابر نے کہا صاحبزادے ذرا سامنے تو آنا وہ سامنے آئے۔ پھر کہا ذرا پیچھے تو آنا وہ پیچھے پھرے تو جابر نے ہر پہلو سے دیکھ کر کہا رب کعبہ کی قسم پورا حلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل رہا ہے۔ پھر کہا صاحبزادے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام کہا ہے انہوں نے کہا جب تک زمین وآسمان قائم ہیں رسول اللہؐ پر میرا سلام اور تم پر بھی میرا سلام اے جابر کیونکہ تم نے ان کا سلام مجھ تک پہنچایا پھر جابر نے کہا اے باقر آپ واقعی باقر ہیں آپ علم کو شگافتہ کریں گے جیسا کہ شگافتہ کرنے کا حق ہے۔ اس کے بعد جابر بن عبداللہ کا دستور تھا کہ آپ کی خدمت میں آتے آپ کے سامنے بیٹھتے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں سناتے اور جہاں جابر سے غلطی ہوتی یا بھول ہوتی اس کو وہ رد کردیتے اور انہیں صحیح یاد دلاتے اور وہ اسے قبول کرتے اور جابر برابر کہا کرتے اے باقر اے باقر اے باقر میں اللہ کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ آپ کو بچپن ہی میں علم وحکمت دی گئی ہے۔

باب (۱۶۹) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت ابو عبداللہ امام جعفر بن محمد کو صادق کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ہارون صوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو بکر عبیداللہ بن موسیٰ حبال طبری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین خشاب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حصین نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مفضل بن عمر نے روایت کرتے ہوئے ابو حمزہ ثابت بن دینار ثمالی سے انہوں نے حضرت علی بن الحسینؑ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے جد سے ان کا ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرا فرزند جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب پیدا ہو تو اس کا نام صادق رکھا جائے اس لئے کہ اس کی اولاد میں ایک شخص پیدا ہو گا جس کا بھی نام جعفر ہوگا اور وہ ناحق امامت کا دعویٰ کرے گا اور اس کو جعفر کذاب کہیں گے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد سنانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی بشیر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن ہیثم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سلیمان بن داؤد منقری نے ان کا بیان ہے کہ حفص بن غیاث جب بھی کوئی روایت حضرت جعفر بن محمد سے بیان کرتے تو کہتے کہ بیان کیا مجھ سے جعفروں میں سب سے بہتر جعفر یعنی جعفر بن محمد علیہ السلام نے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی بشیر سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن ہیثم نے روایت کرتے ہوئے سلیمان بن داؤد منقری سے ان کا بیان ہے کہ علی بن غراب جب بھی حضرت جعفر ابن محمد سے کوئی روایت کرتے تو کہا کرتے کہ بیان کیا مجھ سے من جانب اللہ صادق حضرت جعفر بن محمد علیہ اسلام نے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو احمد محمد بن زیاد ازدی نے انہوں نے کہا کہ میں نے فقیہ مدینہ مالک بن انس کو بیان کرتے ہوئے سنا انہوں نے کہا جب میں صادق جعفر بن محمد علیہ السلام کی خدمت میں جاتا تو وہ بڑی عزت افزائی فرماتے اور کہتے کہ اے مالک مجھے تم سے محبت ہے یہ سن کر بہت مسرور ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتا اور میں جب بھی جاتا تو دیکھتا کہ وہ تین حال میں سے کسی ایک حال سے خالی نہیں رہتے تھے یا تو وہ حالت صوم میں ہوتے یا حالت نماز میں یا ذکر الٰہی میں مصروف رہتے اور ان کا شمار عظیم عبادت گزاروں اور ان بڑے زاہدوں میں ہوتا تھا جو خوف خدا رکھتے ہیں۔ وہ کثیر المقال وخوش باش اور کثیر الفوائد تھے۔ جب وہ کہتے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تو ان کے چہرے کا رنگ کبھی سبز ہو جاتا اور کبھی زرد اتنا زرد کہ ان کو پہچاننے والے بھی اس وقت ان کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ میں حج کے لئے ایک سال ان کے ساتھ ہوا اور احرام کے وقت ان کا راحلہ (سواری) تیار ہوتا تو جب بھی **لبیک اللھم لبیک** کہنے کا ارادہ کرتے تو گلے میں ان کی آواز اٹک جاتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ اب وہ سواری سے گر جائیں گے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول لبیک کہنا آپ کے لئے بہت ضروری ہے تو آپ نے فرمایا اے ابن ابی عامر **لبیک اللھم لبیک** کہنے کی کیسے جسارت کروں ڈرتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ میرے لئے یہ نہ کہہ دے کہ **لا لبیک ولا سعدیک**.

باب (۱۷۰) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت امام موسیٰ بن جعفر کو کاظم کہتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ برقی نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ربیع بن عبدالرحمن سے روایت کی انہوں نے کہا خدا کی قسم حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام بہت صاحب فراست اور مردم شناس تھے وہ جانتے تھے کہ ان کی موت کے بعد کون لوگ ان پر ٹھہر جائیں گے اور ان کی امامت کے بعد آئندہ کی امامت سے انکار کریں گے مگر اس کے باوجود وہ غصے کو پیتے رہے اور آپ جو کچھ ان کے متعلق جانتے تھے اس کا اظہار ان لوگوں پر نہیں کیا اسی لئے ان کا نام کاظم ہو گیا۔

باب (۱۷۱) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت موسیٰ بن جعفر پر وقف (یعنی ٹھہرنے) کو کہا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن حسین بن سعید سے انہوں نے محمد بن جمہور سے انہوں نے احمد بن فضل سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے ان کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو ان کے کارندوں اور منتظموں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کے پاس آپ کا مال کثیر جمع نہ ہو اور یہی ان پر وقف کرنے اور ان کی موت سے انکار کرنے کا سبب بنا۔ چنانچہ آپ کے کارندہ زیاد قندی کے پاس ستر ہزار دینار اور علی بن حمزہ کے پاس تیس ہزار دینار تھے راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ دیکھا اور حق واضح ہو گیا اور امام ابوالحسن رضا علیہ السلام کی امامت کی معرفت ہو گئی تو اب بولنا شروع کیا اور لوگوں کو ان کی امامت کی طرف دعوت دینے لگا۔ جب زیاد قندی اور علی بن ابی حمزہ کو یہ معلوم ہوا تو ان دونوں نے میرے پاس پیغام بھیجا اور پیغام کے ساتھ دس ہزار دینار بھیجے پیغام یہ کہلایا کہ تم خاموش ہو جاؤ مگر میں نے انکار کر دیا اور جواب میں کہلا دیا کہ ہم لوگ صادقین علیہم السلام سے روایت کرتے آئے ہیں کوئی بدعت ظاہر ہو تو عالم پر فرض ہے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کرے اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو اس سے نور ایمان سلب کر لیا جائے گا۔ لہٰذا میں ایسا نہیں کر سکتا کہ امر الٰہی کے لئے کوشش و جدوجہد کو ترک کر دوں میں ہر حال میں یہ کوشش جاری رکھوں گا میرا یہ جواب پا کر وہ دونوں میرے دشمن ہو گئے اور مجھ سے دلی عداوت رکھنے لگے۔

(۲) اسی سند کے ساتھ روایت کی گئی ہے محمد بن جمہور سے اور انہوں نے روایت کی ہے احمد بن حماد سے ان کا بیان ہے کہ آپ کے کارندوں میں سے ایک عثمان بن عیسیٰ بھی تھا جو مصر میں مقیم تھا اس کے پاس حضرت موسیٰ بن جعفر کی کثیر رقم اور چھ عدد کنیزیں تھیں امام ابوالحسن رضا علیہ السلام نے اس کے پاس اپنی جمع کردہ رقم اور کنیزیں طلب کیں تو اس نے اس کے جواب میں خط لکھا کہ آپ کے پدر بزرگوار ہرگز نہیں مرے (وہ زندہ ہیں پھر میراث کیسی) آپ نے اس کے جواب لکھا کہ میرے والد نے رحلت فرمائی اور ہم لوگوں نے ان کی میراث آپس میں تقسیم بھی کر لی اور ان کی موت کی خبریں بالکل صحیح و درست ہیں۔ تو اس نے جواب میں لکھا کہ اگر آپ کے والد مرے نہیں ہیں (زندہ ہیں) تو ان

کے مال میں آپ کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور اگر جیسا کہ آپ کہتے ہیں کہ وہ مر گئے تو انہوں نے مجھے حکم نہیں دیا کہ ان کے مال میں سے آپ کو کچھ دوں اور میں نے ان کنیزوں کو آزاد کر کے ان کا نکاح کر دیا ہے۔

اس کتاب کے مولف محمد بن علی بن حسین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ان لوگوں میں سے جنہیں یہ مال و دولت جمع کریں مگر ہارون رشید کے دور میں دشمنوں کی کثرت تھی اس لئے اس کا تقسیم کرنا ممکن نہ تھا۔ پس چند ایسے قدرے قلیل لوگوں پر تقسیم کرتے جن پر بھروسہ ہو تاکہ وہ راز کو فاش نہ کریں گے۔ اس لئے اتنا مال جمع ہو گیا۔ نیز آپ جانتے تھے کہ وہ لوگ جو ہارون رشید سے جا کر چغلخوری کرتے ہیں کہ ان کے معتقدین امانت ان کے پاس جمع کر رہے ہیں اور ان کو آپ کے خلاف خروج کرنے کے لئے تیار کر رہے ہیں تو میرے اوپر یہ الزام نہ ہو جائے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ یہ تمام مال تقسیم کر چکے ہوتے۔ حالانکہ یہ مال جو ان کے پاس جمع تھا وہ فقراء و مساکین کی مدکا نہیں تھا بلکہ ان کے ماننے والوں نے ان کو بطور نذر ازراہ کرم و نیک سلوک دیئے تھے۔

باب (۱۷۲) وہ سبب جس کی بناء حضرت امام علی ابن موسیٰ علیہ السلام کو رضا کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن علی بن ابراہیم رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے اور انہوں نے روایت کی اپنے جد ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے احمد بن ابی نصر بزنطی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابو جعفر امام محمد بن علی ثانی علیہما السلام (یعنی امام محمد تقی علیہ السلام) سے عرض کیا کہ آپ کے مخالفین کا ایک گروہ یہ سمجھتا ہے کہ آپ کے والد چونکہ ولیعہدی کے قبول کرنے پر راضی ہو گئے اس لئے مامون نے ان کو رضا کا لقب دیدیا۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور بہتان رکھتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کو رضا کا لقب دیا ہے اس لئے آپ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی اور اللہ کے رسولؐ اور ان کے بعد ائمہ طاہرین کی رضا پر راضی تھے۔ میں نے عرض کیا کیا آپ کے آبائے کرام میں سے ہر ایک اللہ کی رضا پر راضی اور اس کے رسولؐ اور اس کے بعد آنے والے ائمہ کی رضا پر راضی نہ تھے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض پھر ان سب کے درمیان صرف آپ کے والد ہی کو رضا کہہ کر کیوں پکارا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ جس طرح آپ کے موافقین اور دوستدار آپ کی ولایت پر راضی تھے اسی طرح آپ کے مخالفین نے بھی ان کی ولایت تسلیم کر لی تھی اور راضی تھے اور یہ بات آپ کے آباء میں سے کسی اور کو حاصل نہیں تھی اس لئے ان کو رضا کہا گیا کہ ان کی ولایت پر مخالف و موافق سب راضی تھے۔

باب (۱۷۳) وہ سبب جس کی بناء پر امام رضا علیہ السلام کو مامون کی ولیعہدی قبول کرنی پڑی

(۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن ابراہیم ناتانہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے ابی الصلت ہروی سے ان کا بیان ہے کہ مامون نے امام رضا علیہ السلام سے کہا فرزند رسول مجھے آپ کے علم و فضل و زہد و ورع و تقویٰ اور عبادت کی معرفت ہو گئی اور اب میرا خیال ہے کہ آپ ہی مجھ سے زیادہ حقدار خلافت ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا مجھے تو صرف اللہ کی عبودیت پر فخر ہے اور امید کرتا ہوں کہ ترک دنیا کے ذریعہ دنیا کے شر سے محفوظ رہوں محرمات میں سے اجتناب کے ساتھ کسب معاش کروں دنیا میں لوگوں سے تواضع و انکساری سے پیش آؤں تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھے رفعت و بلندی نصیب ہو۔ مامون نے کہا میرا ارادہ ہے کہ خلافت سے خود کو الگ کر کے آپ کو خلافت سپرد کر دوں اور میں خود آپ کی بیعت کروں۔ امام رضا علیہ السلام نے جواب دیا سنو اگر یہ خلافت تمہاری ہے اور اللہ نے تم کو خلیفہ بنایا ہے تو تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ اس خلعت کو اتار دو جو اللہ نے تمہیں پہنایا ہے اور اس نے کسی

غیر کو نہیں پہنایا ہے اور اگر یہ خلافت تمہاری نہیں ہے تو وہ چیز جو تمہاری نہیں تمہیں کیا حق کہ کسی غیر کو عطا کرو۔ مامون نے کہا فرزند رسول یہ تو آپ کو قبول کرنا ہی پڑے گا۔

آپ نے فرمایا میں اپنی خوشی سے تا ابد ایسا نہیں کروں گا۔ اس کے بعد مامون بہت دنوں تک کوشش کرتا رہا کہ امام رضا علیہ السلام خلافت قبول کر لیں مگر جب اس سے مایوسی ہوئی تو کہا اچھا اگر آپ خلافت قبول نہیں کرتے اور آپ نہیں چاہتے کہ میں آپ کی بیعت کروں تو میری ولیعہدی ہی قبول کر لیجئے تاکہ آپ میرے بعد خلیفہ ہو جائیں۔ امام رضاؑ نے فرمایا خدا کی قسم میرے پدر بزرگوار نے مجھے بتادیا ہے روایت کرتے ہوئے اپنے آبائے کرام سے اور انہوں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ میں تم سے پہلے ہی زہر سے شہید ہو کر دنیا سے مظلوم چلا جاؤں گا (پھر ولیعہدی کا کیا سوال) اور مجھ پر آسمان اور زمین کے فرشتے گریہ کریں گے اور عالم مسافرت میں میری موت ہوگی اور ہارون رشید کے پہلو میں دفن کیا جاؤں گا۔ یہ سن کر مامون رونے لگا پھر بولا فرزند رسول میری زندگی میں کسی کی مجال ہے جو آپ کو قتل کرے یا آپ سے بے ادبی سے پیش آئے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا اگر میں چاہوں تو یہ بتادوں کہ مجھے کون قتل کرے گا۔ مامون نے کہا فرزند رسول آپ اس بوجھ سے سبکدوش رہ کر اور خلافت کے قبول کرنے سے انکار کر کے یہ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کو زاہد اور تارک الدنیا کہیں آپ نے فرمایا خدا کی قسم جب سے میں خلق کیا گیا ہوں اس وقت سے آج تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ کبھی دنیا حاصل کرنے کے لئے زاہد اور تارک الدنیا بنا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ تیرا کیا ارادہ ہے۔ مامون نے کہا بتلایئے میرا کیا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا مقصد یہ ہے کہ لوگ یہ کہیں علی بن موسیٰ رضا نے دنیا کو ترک نہیں کیا تھا بلکہ دنیا نے ان کو کیا تھا اب دیکھو انہوں نے خلافت کی لالچ میں ولیعہدی کیسے قبول کر لی۔ یہ سن کر مامون کو غصہ آیا اور اس نے کہا آپ ہمیشہ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں جو مجھے ناپسند ہوں آپ کو میری سطوت و طاقت کا بالکل خوف نہیں ہے۔ اچھا اب میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر آپ ولیعہدی قبول کر لیں تو خیر ورنہ میں آپ سے بالجبر قبول کرانے کی کوشش کروں گا اور اگر اس پر بھی قبول نہ کیا تو آپ کی گردن ماردوں گا۔ امام رضاؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خود کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا ہے۔ اگر بات یہاں تک پہنچی ہے تو جو تیرے جی میں آئے کر میں اسے قبول کر لوں گا مگر اس شرط پر کہ نہ میں کسی کو والی مقرر کروں گا۔ اور نہ کسی والی کو معزول کروں گا۔ اور نہ کسی رسم کو اور نہ کسی سنت کو توڑوں گا۔ اور امر حکومت میں میری حیثیت ایک دور سے مشورہ دینے والے کی ہوگی۔ مامون اس پر راضی ہو گیا اور اس نے آپ کو اپنا ولیعہد بنایا حالانکہ یہ ولیعہدی امام رضا علیہ السلام کو ناپسند تھی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن نصیر نے روایت کرتے ہوئے حسن بن موسیٰ سے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے کہا خدا آپ کا بھلا کرے آپ کیسے اس طرف پھر گئے جدھر مامون آپ کو پھیرنا چاہتا تھا اور وہ آپ پر تعریض کرنا چاہتا تھا۔ تو آپ نے فرمایا اے شخص یہ بتا نبی افضل ہوتا ہے یا وصی؟ اس نے کہا نبی افضل ہوتا ہے۔ پھر فرمایا یہ بتا کون افضل ہے مسلم یا مشرک؟ اس نے کہا مسلم افضل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اب سن لے کہ عزیز بادشاہ مصر مشرک تھا اور حضرت یوسفؑ نبی تھے۔ اور مامون مسلم ہے اور میں وصی ہوں۔ اور حضرت یوسفؑ نے خود درخواست کی کہ مجھے اپنا ولیعہد بنالے یہ کہہ کر **اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم** (تو مجھے ملک کے سارے خزانوں پر مقرر کردے میں جانتا ہوں کہ اس کی کیسے حفاظت کی جائے گی) سورۃ یوسف۔ آیت نمبر ۵۵ اور یہاں میں نے درخواست نہیں کی تھی بلکہ مامون نے مجھے زبردستی ولیعہد بنایا ہے۔ اور امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت یوسفؑ کے اس کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ بھی میرے ہاتھ میں ہوگا اس کی حفاظت کروں گا۔ میں ہر زبان کا عالم ہوں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد ہمدانی رحمۃ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے ریان بن صلت سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا فرزند رسول لوگ چہ میگوئیاں کرتے ہیں کہ آپ زہد اور ترک دنیا کا اظہار کرتے ہیں مگر اس کے باوجود آپ نے ولیعہدی قبول فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ جانتا ہے کہ اس ولیعہدی سے مجھے کتنی نفرت ہے مگر جب مجھ سے کہا گیا کہ دونوں میں سے تمہیں ایک چیز قبول کرنی پڑے گی یا ولیعہدی قبول کرو یا قتل ہونا قبول کرو تو میں نے قتل ہونے پر ولیعہدی قبول کرنے کو ترجیح دی۔ اور ان لوگوں پر افسوس کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ حضرت یوسفؑ نبی اور رسول تھے۔ مگر انہیں ضرورت نے مجبور کر دیا کہ وہ بادشاہ مصر کے خزانوں کے والی بن جائیں تو کہا **اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم** اور میں ولیعہدی قبول کرنے پر اس لئے مجبور ہوا کہ مجھ پر جبر و اکراہ کیا گیا مجھے قتل کی دھمکیاں دی گئیں اور بات ہلاکت تک پہنچی تھی۔ اور میں نے ولیعہدی اس شرط پر قبول کی کہ میں امور حکومت میں کوئی دخل نہیں دوں گا بالکل الگ تھلگ رہوں گا۔ اور اس کی شکایت تو میں اللہ سے کروں گا اور وہی مددگار ہے۔

باب (۱۷۴) مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو زہر سے کیوں شہید کیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو طیب حسین بن احمد بن محمد لولوئی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن خالد برقی نے انہوں نے کہا کہ بتایا مجھے ماردہ کے بھائی اور معتصم کے ماموں ریان بن شبیب نے کہ جب مامون رشید نے ارادہ کیا کہ لوگوں سے اپنے لئے امیر المومنین ہونے کی اور حضرت ابوالحسن موسیٰ رضا علیہ السلام کے لئے ولیعہد ہونے کی اور فضل بن سہل کے لئے وزیر ہونے کی بیعت لے تو حکم دیا کہ تین کرسیاں رکھی جائیں اور جب یہ کرسیاں رکھی گئیں اور یہ تینوں اس پر بیٹھے تو حکم دیا کہ لوگ آکر بیعت کریں۔ لوگ آکر بیعت کرنے لگے اور بیعت میں اپنا ہاتھ انگوٹھے کے اوپری حصہ چھنگلیا کے اوپری حصہ کو مس کر کے ہٹا لیتے یہاں تک کہ انصار میں سے بالکل آخری شخص بیعت کے لئے آیا تو اس نے چھنگلیا کے اوپری حصے سے انگوٹھے کے اوپری حصہ کی طرف ہاتھ مس کیا اور ہاتھ کھینچ لیا۔ اس پر حضرت ابوالحسن علیہ السلام مسکرائے اور کہا اب تک جس نے بھی بیعت کی اس نے بیعت کو توڑنے والی بیعت کی سوائے اس شخص کے کہ اس نے بیعت جوڑنے والی بیعت کی۔ مامون نے کہا اس کا کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بیعت جو چھنگلیا کے اوپر سے انگوٹھے کے اوپر کی طرف ہوتی ہے وہ بیعت جوڑنے کی ہوتی ہے اور جو انگوٹھے کے اوپر سے چھنگلیا کے اوپر کی طرف ہوتی ہے وہ بیعت توڑنے کے لئے ہوتی ہے۔ یہ سن کر لوگوں میں ایک اضطراب کی لہر پیدا ہو گئی اور مامون نے کہا جس طرح ابوالحسن کہتے ہیں اس طرح لوگ پھر سے بیعت کریں۔ چنانچہ لوگوں نے اس طرح بیعت کی مگر آپس میں کہنے لگے کہ بھلا امامت و امارت کا مستحق وہ کیسے ہو سکتا ہے جس کو بیعت لینی بھی نہیں آتی اس سے زیادہ بیعت کا حقدار تو وہ ہے جس کو یہ علم ہے کہ بیعت کیسے کی جاتی ہے اور اس بات نے مامون کو اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ انہیں زہر سے شہید کر دے

(۲) بیان کیا مجھ سے حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام (مودب) اور علی بن عبداللہ وراق اور احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہم نے ان سب نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے مولا و آقا امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں خراسان میں موجود تھا اور مامون کا یہ دستور تھا کہ یوم دوشنبہ اور یوم پنجشنبہ کو جب بھی دربار عام کرتا تو امام رضا علیہ السلام کو اپنے داہنے پہلو کی جانب بٹھاتا۔ چنانچہ ایک دن دربار لگا تھا کہ مامون کے سامنے ایک صوفی کا مقدمہ پیش ہوا جس نے چوری کی تھی۔ مامون نے حکم دیا کہ اس صوفی کو حاضر دربار کیا جائے۔ جب وہ حاضر کیا گیا اور مامون نے اس پر نظر ڈالی تو اس نے دیکھا کہ اس کی پیشانی پر سجدہ کا نشان ہے۔ تو کہا بھی کتنی بری بات ہے کہ تمہارا یہ حلیہ یہ سجدہ کا نشان اور تمہاری طرف ایسے فعل قبیح

کو منسوب کیا جارہا ہے کہ تم نے چوری کی ہے۔ حالانکہ ظاہری آثار و قرائن جو میں دیکھ رہا ہوں اس سے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تم چور ہو گے۔ صوفی نے کہا یہ فعل مجھ سے بحالت مجبوری و اضطراری سرزد ہوا ہے اختیاری نہیں۔ جب خمس اور مال غنیمت میں سے مجھے میرا حق نہیں دیا جاتا تو بتاؤ میں کیا کروں، مامون نے کہا مال خمس اور مال غنیمت میں تیرا کیسے حق؟ صوفی نے کہا اللہ تعالیٰ نے مال خمس کو چھ حصوں پر تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے **واعلموا انما غنمتم من شی فان لله خمسه و للرسوله ولذی القربیٰ والیتامی والمساکین وابن السبیل ان کنتم امنتم بالله وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان** (یہ جان لو کہ جو نفع تم کو کسی شے سے حاصل ہو تو اس کا پانچواں حصہ خدا اور رسول اور رسول کے قرابتداروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پردیسیوں کا ہے اگر تم خدا پر اس کی غیبی امداد پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ) پر فیصلہ کے دن بدر میں نازل کی تھی جس میں دونوں جماعتیں باہم گتھم گتھا تھیں) سورۃ انفال۔ آیت نمبر ۴۱ اور اللہ تعالیٰ نے مال فئے کو بھی چھ حصوں پر تقسیم کرنے کا حکم دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ما افاء الله علی رسوله من اهل القریٰ فلله و للرسول ولذی القربیٰ والیتامیٰ والمسکین وابن السبیل کیلا یکون دولة بین الاغنیاء منکم** (جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے بے لڑے دلوایا ہے وہ خاص خدا اور رسول اور رسول کے قرابتداروں اور یتیموں محتاجوں اور مسافروں کا ہے تاکہ تم میں سے جو لوگ دولتمند ہیں ان ہی کے پاس پھر یہ دولت۔ پہنچ جائے) سورۃ حشر۔ آیت نمبر ۷ حالانکہ میں ایک مرد مسافر اور پردیسی ہوں، وطن سے جدا ہوں، مسکین و محتاج ہوں، میرے پاس کچھ نہیں اور میں حافظان قرآن میں سے ہوں۔ مامون نے کہا اچھا تو تمہاری ان بے بنیاد باتوں سے اللہ تعالیٰ نے جو سزا مقرر کی ہے اور جو حکم دیا ہے اس حکم کو معطل کر دوں گا اور حد جاری نہ کروں گا صوفی نے کہا پہلے تم اپنے اوپر حد جاری کراؤ اور پاک ہو جاؤ پھر دوسرے پر حد جاری کر کے اسے پاک کرنا۔ یہ سن کر مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور بولا سنتے ہیں یہ کیا کہتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ کہتا ہے کہ تم نے بھی چوری کی ہے اور اس نے بھی چوری کی ہے۔ یہ سن کر مامون کو بہت غصہ آیا اور طیش میں آکر اس صوفی سے بولا خدا کی قسم میں تیرے ہاتھ کاٹوں گا۔ صوفی نے کہا ارے تم میرے ہاتھ کاٹو گے تم تو میرے غلام ہو؟ مامون بولا ارے تجھ پر لعنت میں تیرا غلام کیسے ہو گیا صوفی نے جواب دیا اس طرح کہ تیری ماں مسلمانوں کے مال سے خریدی گئی تھی اس لئے تم مشرق و مغرب میں جتنے بھی مسلمان ہیں ان سب کے غلام ہو جب تک کہ وہ لوگ تم کو آزاد نہیں کر دیتے۔ اور میں نے تو تم کو ہرگز آزاد نہیں کیا۔ پھر اس کے بعد تم مال خمس بھی نگل گئے نہ آل رسول کو ان کا حق دیا ہے اور نہ مجھے اور نہ ہم جیسوں کو ان کا حق دیا دوسری بات یہ کہ نجس چیز کسی نجس شے کو پاک نہیں کر سکتی۔ کسی نجس کو طاہر شے ہی پاک کر سکتی۔ لہذا جس کے ذمہ خود حد ہو وہ کسی اور پر حد جاری نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنے اوپر حد جاری نہ کرائے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا ہے وہ فرماتا ہے **اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون** (تم لوگوں کو تو نیکی کرنے کو کہتے ہو اور خود بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتب خدا کو برابر پڑھا کرتے ہو تو کیا تم واقعی اس کو نہیں سمجھتے) سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۴۴ صوفی کی باتیں سن کر مامون حضرت امام رضا علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا آپ کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **قل فلله الحجة البالغة** (کہہ دو کہ حق تک پہنچانے والی دلیل خدا ہی کے لئے خاص ہے) سورۃ انعام آیت نمبر ۱۴۹ اور یہی وہ دلیل ہے کہ ایک جاہل اپنی جہالت کے ذریعہ اس تک پہنچتا ہے جس طرح ایک عالم اپنے علم کے ذریعہ اس تک پہنچتا ہے۔ اور یہ دنیا اور آخرت دونوں حجت و دلیل پر ہی تو قائم ہیں اور اس شخص نے قرآن سے دلیل و حجت پیش کی ہے۔ یہ جواب سن کر مامون نے حکم دیا کہ اچھا اس صوفی کو چھوڑ دو۔ اس کے بعد مامون نے لوگوں سے منہ چھوڑ دیا اور اب وہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی فکر میں لگ گیا یہاں تک کہ اس نے ان کو زہر دے کر شہید کر دیا اور فضل بن سہل کو اور شیعوں کی کافی تعداد کو قتل کرا دیا۔

باب (۱۷۵) وہ سبب جس کی بناء پر امام محمد تقی علیہ السلام کو تقی اور امام علی النقی علیہ السلام کو نقی کے لقب سے پکارا جاتا ہے

کتاب معانی الاخبار میں جس باب کے اندر مصنف نے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اور ائمہ طاہرین کے اسمائے گرامی کے معنی تحریر کئے ہیں۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت محمد بن علی ثانی علیہ السلام کا لقب تقی اس لئے ہوا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو مامون کے شر سے اس وقت بچایا جب نشہ کے عالم میں رات کے وقت آپ کے پاس پہنچا اور آپ پر تلوار سے پے در پے وار کرنے لگا۔ اور اس نے سمجھ لیا کہ میں نے ان کو قتل کر دیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو صاف بچا لیا۔ اور علی بن محمد علیہما السلام کو ان کی نفاست و پاکیزگی اور صاف باطن ہونے کی وجہ سے نقی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

باب (۱۷۶) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت امام علی النقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام کو عسکرین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے

میں نے اپنے بزرگوں کو فرماتے ہوئے سنا ہے وہ فرما رہے تھے کہ سر من رائے کے اندر وہ محلہ جس کے اندر امام علی النقی علیہ السلام اور حسن عسکری علیہ السلام سکونت پذیر تھے۔ اس کا نام عسکر تھا اس لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو عسکری کہتے ہیں۔

باب (۱۷۷) وہ سبب جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کو تمام حالات میں غالب نہیں بنایا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں شیخ بزرگ ابو القاسم حسین بن روح قدس اللہ روحہ کی خدمت میں حاضر تھا ان کے پاس کچھ اور لوگ بھی تھے جن میں علی بن عیسیٰ قصری بھی تھے کہ اس مجمع سے ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا اے شیخ میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کیا پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ اس شخص نے کہا یہ بتائیں کہ حضرت حسین ابن علی علیہما السلام اللہ کے دوست اور ولی تھے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا اچھا یہ بتائیں کہ کیا ان کا قاتل اللہ تعالیٰ کا دشمن تھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کیا یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمن کو اپنے دوست پر مسلط کر دے؟ یہ سن کر شیخ ابو القاسم حسین بن روح قدس اللہ روحہ نے کہا اچھا جو کچھ میں کہوں اس کو سمجھنے کی کوشش کرنا۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ خود سے آکر لوگوں سے مخاطب نہیں ہوتا اور نہ بالمشافہ دو بدو لوگوں سے کلام کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی طرف ان ہی کی جنس اور ان ہی کی صنف اور ان ہی کے مثل بشر کو رسول بنا کر بھیجا۔ اور اگر وہ رسول ان کی ہی صنف اور شکل و صورت کا نہ ہوتا تو لوگ اس سے بھاگتے، قریب نہ آتے نہ اس کی بات سنتے۔ مگر جب یہ رسول ان ہی کی جنس و صنف و شکل و صورت کے آئے اور ان ہی کی طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں گھومتے پھرنے لگے تو لوگوں نے ان سے کہا کہ تم بھی تو ہم جیسے ہی ہو ہم تمہاری بات اس وقت تک نہ مانیں گے جب تک تم کوئی معجزہ نہ دکھا دو جسے اور کوئی مخلوق نہ کر کے دکھا سکے۔ چنانچہ ان رسولوں میں سے بعض نے بہت دنوں تک ڈرانے دھمکانے کے بعد طوفان کو بطور اعجاز پیش کیا جس سے تمام سرکش و نافرمان لوگ غرق ہو گئے اور کسی کو آگ میں ڈال دیا گیا اور وہ آگ اس پر برد و سلام بن گئی۔ کسی نے سخت چٹان سے ناقہ نکالا اور اس کے تھنوں سے دودھ جاری کر دیا۔ کسی نے دریا کو شگافتہ کیا

اور ایک پتھر سے کئی چشمے جاری کر دیے نیز خشک لکڑی کے عصا کو اژدھا بنا دیا جو جادوگروں کے بنائے ہوئے تمام سانپوں کو نگل گیا کسی نے اللہ کے حکم سے مجذوموں اور مبروصوں کو اچھا کیا بلکہ مردوں تک کو زندہ کر کے دکھایا اور یہ بھی بتایا کہ تم لوگ اس وقت کیا کھا کر آئے ہو اور اپنے گھروں میں کہاں پر کیا چیز چھپائے ہوئے ہو۔ کسی نے چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھایا اور اونٹ اور بھیڑ کے اندر قوت نطق پیدا کیا اور ان سے گفتگو کی۔ الغرض ان رسولوں نے ایسے ایسے کام اور ایسے ایسے معجزے کر کے دکھائے کہ ان کی قوم و امت ویسا کرنے سے عاجز رہی مگر باوجود ان تمام معجزات کے اللہ تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت یہ تھی کہ وہ ان انبیاء کو بعض حالات میں غالب رکھے اور بعض حالات میں مغلوب بعض حالات میں قاہر اور بعض حالات میں مقہور رکھے۔ اگر ایسا نہ کرتا اور یہ ہر حال میں غالب اور ہر حال میں قاہر ہی رہتے انہیں مصائب میں مبتلاء کرتا انہیں آزمائش میں نہ ڈالتا تو لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان ہی کو اللہ سمجھنے لگتے اور پھر ان آزمائشوں میں پورے اتر کر ان کو جو فضل و شرف حاصل ہوا ہے اس سے لوگ واقف نہ ہو پاتے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ان آزمائشوں اور مصیبتوں کے موقع پر ان لوگوں کا حال بھی وہی رکھا جو عام لوگوں کا حال ہے تاکہ یہ لوگ مصیبتوں پر صبر کا مظاہرہ کریں اور عافیت حاصل ہو اور دشمنوں پر غالب آجائیں تو اللہ کا شکر ادا کریں اور ہر حال میں تواضع و انکساری سے کام لیں اپنی بڑائی نہ دکھائیں لوگوں پر جبر و استبداد سے کام نہ لیں تاکہ بندے یہ سمجھیں ان رسولوں کا بھی کوئی اللہ ہے جو ان کا خالق ہے ان کا مدبر ہے اس لئے یہ سب لوگ اسی اللہ کی عبادت کریں اور اس کے رسولوں کی اطاعت کریں اور جو ان رسولوں کے متعلق حد سے تجاوز کرے اور ان کو رب سمجھنے لگے یا ان سے دشمنی رکھے اور ان کی مخالفت کرے ان کی بات نہ مانے اور جو کچھ یہ انبیاء اور رسول اللہ کی طرف سے لے کر آتے ہیں اس سے انکار کرے تو اس پر اللہ کی حجت ثابت و قائم ہو جائے گی لیهلک من هلک عن بینة و یحیی من حی عن بینة تاکہ جو ہلاک اور گمراہ ہو وہ اللہ کی طرف سے حجت تمام ہونے کے بعد ہلاک و گمراہ ہو اور جو شخص زندہ رہے اور ہدایت پائے وہ اللہ کی طرف سے حجت تمام ہونے کے بعد زندہ رہے اور ہدایت پائے۔ سورۃ انفال۔ آیت نمبر ۴۲

باب (۱۷۸) بنی امیہ اور بنی ہاشم میں عداوت کا سبب

(۱) اس باب کے صفحات خالی اور سادہ ہیں غالباً نقل کرنے والا اسے چھوڑ گیا۔ مگر سید جزائری نے انوار نعمانیہ میں کلینی علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام اور یزید کے مابین اصلی اور فرعی دونوں قسم کی عداوتیں تھیں۔ اصلی عداوت اس طرح کہ حضرت عبد مناف کے یہاں دو بڑے ہاشم اور امیہ جڑواں پیدا ہوئے دونوں کی پشت ایک دوسرے سے چسپاں تھی جسے تلوار سے کاٹ کر الگ الگ کیا گیا۔ پھر اس کے بعد ان دونوں کے درمیان اور ان دونوں کی اولاد کے درمیان ہمیشہ تلوار چلتی رہی چنانچہ حرب بن امیہ اور عبدالمطلب بن ہاشم کے درمیان اور ابی سفیان بن حرب اور ابو طالب کے درمیان اور معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے درمیان اور یزید بن معاویہ اور حضرت امام حسین ابن علی علیہم السلام کے درمیان معرکہ آرائیاں ہوتی رہیں۔

باب (۱۷۹) غیبت امام علیہ السلام کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے اپنے والد احمد بن ابی عبد اللہ برقی سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابان وغیرہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس فرزند کے لئے غیبت لازمی ہے تو دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ یہ کیوں ؟ تو فرمایا اس لئے کہ اس کو قتل کا خوف ہوگا

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ سے انہوں نے احمد بن حسین بن عمر سے انہوں نے محمد بن عبداللہ سے انہوں نے مروان انباری سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے دہن مبارک سے یہ الفاظ نکلے کہ اللہ تعالیٰ جب ہم لوگوں کا کسی قوم کے جوار میں رہنا پسند نہیں کرتا تو ہم لوگوں کو ان کے سامنے سے ہٹا لیتا ہے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ہلال سے انہوں نے عبدالرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے سدیر سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ امام قائمؑ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی کچھ سنت ہوگی۔ میں نے عرض کیا شاید آپ ان کی خبر یا ان کی غیبت کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے مجھ سے فرمایا مگر اس امت میں سے کچھ خوک و خنزیر سے مشابہ لوگ اس سے انکار کیوں کرتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ برادران یوسف اسباط اور اولاد انبیاء میں سے تھے جنہوں نے ان کی تجارت کی انہیں فروخت کیا حالانکہ وہ سب حضرت یوسفؑ کے بھائی اور حضرت یوسف ان سب کے بھائی تھے۔ ان سے گفتگو کرکے بھی انہیں نہیں پہچانا جب تک کہ حضرت یوسف نے خود یہ نہیں کہا کہ میں یوسف ہوں۔ پھر یہ امت ملعونہ اس غیبت سے کیوں انکار کرتی ہے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی وقت اپنی حجت کو پردے میں رکھنے کا ارادہ کرلے۔ اور حضرت یوسفؑ تو خدا کے نزدیک ملک مصر سے زیادہ محبوب تھے اور حضرت یوسف اور ان کے والد کے درمیان صرف اٹھارہ دن کی راہ تھی اگر اللہ چاہتا کہ حضرت یعقوب کو معلوم ہو جائے کہ یوسف کہاں ہیں تو وہ ان کے بتانے پر قادر تھا بلکہ حضرت یعقوب کو جب خوشخبری ملی تو انہوں نے اپنے گھر سے مصر تک کا راستہ صرف نو دن میں طے کیا۔ پھر یہ امت کیوں نہیں تسلیم کرتی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ سے جو سلوک کیا وہ اپنی اس حجت کے ساتھ بھی کرے اور یہ ہو کہ وہ ان بازاروں میں گھومتے پھرتے ہوں چلتے پھرتے ہوں مگر لوگ ان کو نہ پہچانتے ہوں جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو حکم نہ دے دے کہ خود کو پہچنوا دو جیسا کہ حضرت یوسف کو حکم دیا کہ اور انہوں نے کہا کہ **هل علمتم مافعلتم بیوسف واخیه اذانتم جاهلون قالوا ءانک لانت یوسف قال انا یوسف وهذا اخی** (تمہیں معلوم بھی ہے کہ جب تم لوگ جاہل ہو رہے تھے تو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا اس پر وہ لوگ چونک پڑے اور کہا ارے کیا تم ہی یوسف ہو؟ انہوں نے کہا ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے) سورۂ یوسف۔ آیت نمبر ۸۹ / ۹۰

(مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ) میں نے اس مضمون کی بہت سی روایات کتاب الغیبۃ میں پیش کر دی ہیں)

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن عیسیٰ بن محمد بن علی بن جعفر سے انہوں نے اپنے جد محمد بن علی بن جعفر سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ساتویں کی اولاد میں سے پانچواں مفقود الخبر ہو جائے (غیبت اختیار کرے) تو خدا کے لئے تم لوگ اپنے دین کی حفاظت کرنا تم میں سے کوئی اپنے دین سے برگشتہ نہ ہو جائے۔ اے فرزند اس صاحب امر کے لئے غیبت ضروری ہے یہاں تک کہ وہ لوگ بھی اس سے پلٹ جائیں گے جو یہ کہا کرتے ہوں گے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش ہے اس نے اپنے بندوں کا امتحان لیا ہے اور تمہارے آباء و اجداد کے علم میں کوئی اور دین ہوتا جو اس سے زیادہ صحیح اور بہتر ہوتا تو وہ اسی کی پیروی کرتے۔ میں نے عرض کیا مولا آقا یہ بتائیں کہ ساتویں کی اولاد میں پانچواں کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا اے فرزند تمہاری عقلیں چھوٹی ہیں یہ اس میں نہیں سما سکتی تمہاری سمجھ اتنی تنگ ہے کہ اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر تم لوگ زندہ رہے تو ضرور اس کو پا جاؤ گے۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد علوی نے روایت کرتے ہوئے ابی ہاشم جعفری سے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن عسکری علیہ السلام یعنی (امام علی النقی علیہ السلام) کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد میرا فرزند حسن میرا جانشین ہوگا اور اس جانشین کے بعد اس کا جانشین آئے گا تو تم لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ ہم نے عرض کیا میں

آپ پر قربان کیوں کیا بات ہو جائے گی؟ آپ نے فرمایا (وہ پردہ غیبت میں رہے گا) اس کو تم لوگ نہ دیکھ سکو گے اور نہ اس کا نام لینا تم لوگوں کے لئے جائز و حلال ہو گا۔ میں نے عرض کیا پھر اس کو کیا کہیں گے؟ فرمایا تم لوگ یہ کہنا (**الحجة من آل محمد صلوات الله و سلامه علیه**)

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے تیسرے فرزند کے عہد میں شیعہ چراگاہ تلاش کرتے پھرتے ہیں اور انہیں چراگاہ نہیں ملتی میں نے عرض کیا فرزند رسول ایسا کیوں ہو گا؟ فرمایا اس لئے کہ ان کا امام ان سے غائب ہو گا۔ میں نے عرض کیا یہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ جب وہ تلوار لے کر نکلیں تو اس کی گردن پر کسی کی حکومت کا جوا نہ رہے۔

(۷) بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن مسعود اور حیدر بن محمد سمرقندی نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن مسعود نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جبرئیل بن احمد نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن جعفر بغدادی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد صیرفی نے روایت کرتے ہوئے حنان بن سدیر سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا ہم لوگوں میں سے جو امام قائم ہو گا اس کے لئے غیبت ہے اور یہ غیبت بہت طویل ہو گی۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہی طے کر لیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں جو غیبت کا دستور جاری تھا وہی دستور ان میں بھی جاری کرے اور اے سدیر یہ لابدی اور لازمی ہے کہ تمام انبیاء نے جس جس مدت کے لئے غیبت اختیار کی ان کی تھوڑی مدت تک یہ بھی غیبت ہی میں رہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **لتركبن طبقا عن طبق** (ضرور تم ایک سے دوسری حالت پر سوار ہو گے) سورۃ الانشقاق۔ آیت نمبر ۱۹

(۸) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن سلیمان نیشاپوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن عبداللہ بن جعفر مدائنی نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن فضل ہاشمی سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ اس صاحب الامر کے لئے غیبت لابد اور ضروری ہے جس میں ہر باطل پرست کو شک ہو گا۔ میں نے عرض کیا میری جان آپ پر قربان یہ کیوں؟ فرمایا اس کی ایک وجہ ہے کہ جس کے بتانے کی ہم لوگوں کو اجازت نہیں۔ میں نے عرض کیا مگر اس غیبت میں اللہ کی حکمت کیا ہے؟ فرمایا اس کی غیبت میں بھی وہی حکمت ہے جو سابق انبیاء کی غیبت میں حکمت تھی۔ اور ان انبیاء کی غیبت کی حکمت ان کے ظہور کے بعد منکشف ہوئی جیسے کہ حضرت خضر کا کشتی میں سوراخ کرنا، ایک بچے کو قتل کرنا، گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کر دینا۔ ان سب کی حکمت حضرت موسیٰ پر اس وقت منکشف ہوئی جب ان دونوں میں جدائی ہونے لگی۔ اے فضل یہ اللہ کے معاملوں میں سے ایک معاملہ ہے۔ اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور اللہ کے غیب میں سے ایک غیب ہے۔ اور جب لوگوں نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے تو اس کا بھی یقین کر لیا کہ اس کے تمام افعال سراسر حکمت ہیں اگرچہ اس کی وجہ ہم لوگوں پر منکشف نہیں ہوئی ہے۔

(۹) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد قتیبہ نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن سلیمان سے انہوں نے محمد بن حسین سے انہوں نے ابن محبوب سے انہوں نے علی بن رباب سے انہوں نے زرارہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ امام قائم کے لئے ظہور سے پہلے غیبت ہو گی۔ میں نے عرض کیا یہ کیوں؟ تو آپ نے فرمایا وہ ڈر رہیں گے اس سے اور یہ کہہ کر آپ نے اپنے شکم کی طرف اشارہ کیا یعنی قتل سے۔

(مصنف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ) میں نے اس سلسلہ کی روایات اپنی کتاب "کمال الدین وتمام النعمۃ میں اثبات غیبت وکشف حیرت میں جمع کردی ہیں۔

باب (۱۸۰) اللہ تعالیٰ کا گنہگاروں پر عذاب نہ نازل کرنے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن ہارون الفامی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ ابن جعفر حمیری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے مسعدہ بن صدقہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی آبادی کو دیکھتا ہے کہ اس کے باشندے حد سے زیادہ گناہ کر رہے ہیں مگر ان میں تین نفر مومن ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں پکار کر کہتا ہے اے معصیت کارو اگر تم میں یہ مومنین نہ ہوتے جو میرے جلال سے ڈرتے ہیں میری زمین کو اپنی نمازوں اور مسجدوں کے لئے استعمال کر رہے ہیں اور میرے خوف سے وقت سحر استغفار کرتے ہیں تو میں کوئی پرواہ نہ کرتا اور تم لوگوں پر عذاب نازل کر دیتا۔

باب (۱۸۱) گرمی اور سردی کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو ہیثم عبداللہ بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن برید صائغ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعید بن منصور نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سفیان نے روایت کرتے ہوئے زہری سے انہوں نے سعید بن مسیب سے انہوں نے ابی ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب گرمی شدید پڑے تو جلدی کرو نماز میں اس لئے کہ یہ گرمی جہنم کی ایک لپک ہے اور جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی اس لئے کہ اس کو صرف دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت ہے ایک سانس گرمی میں اور ایک سانس جاڑے میں اور تم لوگ جو یہ گرمی محسوس کرتے ہو یہ اس کی سانس کی لپک ہے اور یہ سردی جو تم لوگ محسوس کرتے ہو یہ اس کے ٹھنڈی سانس کی وجہ سے ہے۔

باب (۱۸۲) شرائع اور اصول اسلام کے اسباب وعلل

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن مہزیار نے روایت کرتے ہوئے اپنے بھائی علی سے انہوں نے حماد بن عیسی سے انہوں نے ابراہیم بن عمر سے وہ اس روایت کو اسی سند کے ساتھ اوپر پہنچایا حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام تک کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے افضل چیز جس کو وسیلہ بنانے والے اپنا وسیلہ بنائیں وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد ہے اور کلمہ اخلاص ہے کیونکہ یہی فطرت ہے اور پوری نماز ہے کیونکہ یہی ملت ہے اور زکوۃ ہے کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض میں سے ہے اور ماہ رمضان کے روزے ہیں اس لئے کہ یہ عذاب الہی کے لئے سپر ہے اور حج بیت اللہ ہے کیونکہ یہ فقر کو دور کر دینے والا ہے اور گناہوں کو برطرف کرنے والا ہے اور صلہ رحم (رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک) اس لئے کہ اس سے مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے اور اجل کو دور رکھتا ہے۔ اور در پردہ صدقہ اس لئے کہ یہ خطاؤں کو بجھا دیتا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور لوگوں کے ساتھ نیکی اس لئے کہ یہ بری طرح کی موت کو دور رکھتی ہے اور ذلت وبلیات سے بچاتی ہے اے لوگو صدقہ دو اس لئے کہ اللہ صدقہ دینے والے کے ساتھ ہوتا ہے۔ جھوٹ سے پرہیز کرو اس لئے کہ جھوٹ ایمان سے بعد دیتا ہے۔ آگاہ رہو کہ سچ بولنے والا نجات اور بزرگی کے کنارے پر

استادہ ہے۔ اکاور ہو جھوٹ بولنے والے رسوائی و ہلاکت کے کنارے پر ہیں۔ اکاور ہو کہ تم لوگ بھلی بات کو اس سے پہچانے جاؤ گے اور اس کو جانو پھر تم اہل خیر میں سے ہو جاؤ گے۔ لوگوں کی رکھی ہوئی امانتوں کو ادا کرو۔ صلہ رحم کرو اس کے ساتھ بھی جو تمہارے ساتھ قطع رحم کرے۔ اور جو تم سے سوال کرے اس کو دوبارہ دے دو۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اسماعیل بن مہران سے انہوں نے احمد بن محمد بن جابر سے انہوں نے زینب بنت علیؑ سے اور انہوں نے کہا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا تم لوگوں کے بارے میں ایک عہد ہے جس کو اس نے تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے اور یہ ایک سدا باقی رہنے والی چیز ہے جس کو اس نے تم لوگوں پر حاکم بنایا ہے وہ کتاب خدا ہے جس کی بصیرتیں واضح ہیں جس کے اسرار منکشف ہونے والے ہیں اور اس کے براہین بظاہر صاف و روشن ہیں۔ مخلوق کے لئے اس کی سماعت دائمی ہے اس کی اتباع رضائے الٰہی تک پہنچانے والی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ چلنا نجات کا سبب ہے اللہ تعالیٰ کی حجتیں بالکل روشن اور صاف ہیں اس کے محارم ہمیشہ محارم رہیں گے اس کا ہر جملہ کافی ہے۔ اس میں عطا کردہ رخصت ہے اور لازمی واجبی احکامات بھی ہیں۔ اس کی آیات بینات واضح اور جلی ہیں۔ پس شرک سے پاک کرنے کے لئے ایمان اور تکبر سے منزہ رکھنے کے لئے نماز اور رزق میں زیادتی کے لئے زکوٰۃ اور خلوص نیت کو ثابت کرنے کے لئے روزہ اور دین چمکانے کے لئے حج اور دلوں کی تسکین کے لئے عدل و ملت کو منظم کرنے کے لئے اطاعت اور فرقہ بندی سے بچانے کے لئے امامت اور اسلام کی عزت کے لئے جہاد، مستوجب اجر کے لئے صبر، عوام کی اصلاح کے لئے نیکی کا حکم، خدا کی ناراضگی سے بچنے کے لئے والدین کے ساتھ نیک سلوک، تعداد میں اضافے کے لئے افراد اقارب سے میل ملاپ، خونریزی سے بچنے کے لئے قصاص، مغفرت کے حصول کے لئے نذر کو پورا کرنا، نقصان اور گھاٹے سے بچنے کے لئے پورا پورا ناپ تول، لعنت سے بچنے کے لئے شوہردار عورتوں پر تہمت سے اجتناب، عفت اور نیک کردار پیدا کرنے کے لئے سرقہ اور چوری کے مال سے دور رہنا، ظلم سے بچنے کے لئے یتیموں کا مال نہ کھانا۔ رعایا کے دل میں انس و محبت پیدا کرنے کے لئے عدل کے ساتھ فیصلہ یہ تمام امور واجب اور فرض کر دیئے گئے ہیں اور ربوبیت میں خلوص کے لئے اللہ تعالیٰ نے شرک کو حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا جن امور کے کرنے کا حکم اللہ نے دیا اور جس کے نہ کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے تم لوگ اس میں اللہ سے ڈرو۔

(۳) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسلم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالجلیل باقلانی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے حسن بن موسیٰ خشاب انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ عبداللہ بن محمد علوی نے انہوں نے اپنے خاندان کے متعدد افراد سے اور انہوں نے حضرت زینب بنت علی سے اور انہوں نے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔

(۴) علی بن حاتم نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ کہا مجھ سے محمد بن ابی عمیر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمارہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم مصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہارون بن یحییٰ ناشب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن موسیٰ عبسی نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن موسیٰ عمری سے انہوں نے حفص احمر سے انہوں نے زید بن علی سے انہوں نے اپنی پھوپھی حضرت زینب بنت علی سے انہوں نے حضرت فاطمہ زہراؑ سے اسی کے مثل روایت کی ہے بلکہ بعض بعض فقرات اس میں زیادہ بھی ہیں۔

(۵) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن علی عبدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن ابراہیم باکی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے [illegible] بن ابراہیم دیری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالرزاق ابن ہمام نے روایت [illegible] انہوں نے قتادہ سے انہوں نے انس بن مالک سے ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ [illegible] حضرت جبریل آئے انہوں نے کہا اے محمدؐ اسلام دس حصوں پر مشتمل ہے وہ شخص بالکل ناکامیاب ہے جس کے لئے اس میں سے کوئی حصہ نہیں ہے [illegible] سب سے پہلا گواہی دینا اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اور یہی کلمہ ہے، دوسرے نماز اور یہی طہارت ہے

تیسرے زکوۃ اور یہی فطرہ ہے، چوتھے روزہ اور یہ سپر ہے، پانچویں حج اور یہ شریعت ہے، چھٹے جہاد اور یہی عزت ہے، ساتویں امر بالمعروف اور یہ وفا ہے، آٹھویں نہی عن المنکر اور یہ اتمام حجت ہے، نویں جماعت اور یہی الفت ہے، دسویں اطاعت اور یہی گناہوں سے بچنا ہے۔ میرے دوست جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ اس دین کی مثال ایک درخت کی سی ہے جو سیدھا کھڑا ہے۔ ایمان اس کی جڑ ہے، نماز اس کے رگ و ریشے ہیں، زکوۃ اس کا پانی ہے، روزہ اس کی شاخیں ہیں، حسن خلق اس کے پتے ہیں، اور حرام باتوں سے پرہیز اس کا پھل ہے اور بغیر پھل کے درخت مکمل نہیں ہوتا اسی طرح حرام باتوں سے بغیر بچے ہوئے ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

(۶) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب نے روایت کرتے ہوئے علی بن محمد سے انہوں نے اسحاق بن اسماعیل نیشاپوری سے اس کا بیان ہے کہ عالم علیہ السلام یعنی حضرت حسن بن علی علیہ السلام نے مجھے اپنے خط میں لکھا کہ اللہ تعالی نے یہ فرائض جو تم لوگوں پر عائد کئے ہیں تو خود اس کو ان کی کوئی حاجت و ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ تو اس کی مہربانی اور اس کا تم لوگوں پر احسان ہے اور نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس کے یہ تو صرف اس لئے یہ عائد کئے ہیں کہ اس سے خبیث اور طیب کو جدا جدا کرے اور ٹٹول لے کہ تم لوگوں کے سینوں میں کیا ہے اور تم لوگوں کے دلوں میں کیا چیز ہے اور اس لئے کہ تم لوگ اللہ کی رحمت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اور اس کی جنت میں اپنے اپنے درجات کو بلند کرو۔ اس لئے اس نے حج و عمرہ، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، روزہ رکھنا اور ولایت کو تم لوگوں پر فرض کیا اور تم لوگوں کے لئے یہ ایک ایسا دروازہ بنادیا جس کے ذریعے تم لوگ اپنے فرائض کے دروازے کھول لو اور اسے اللہ کے راستے کی کنجی سمجھو کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی اولاد میں سے اوصیاء نہ ہوتے تو تم لوگ جانوروں کی مانند حیران رہتے اور فرائض میں سے کسی فرض کو نہ پہچان سکتے۔ اور کیا تم کسی شہر میں بغیر دروازے کے داخل ہو سکتے ہو پس تمہارے نبی کے بعد جب اللہ تعالی نے اولیاء مقرر کئے تو فرمایا **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** (آج کے دن میں نے لوگوں کے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم لوگوں پر تمام کردی اور تم لوگوں کے لئے دین اسلام پر راضی و خوش ہوں) سورۃ المائدہ۔ آیت نمبر ۳ اور تم لوگوں پر اپنے اولیاء کے لئے کچھ حقوق مقرر کئے اور تم لوگوں کو ان حقوق کے ادا کرنے کا حکم دیا تاکہ تمہاری صلب سے تمہاری ازواج کے بطن سے جو بچے پیدا ہوں وہ اور تمہارے اموال تمہارے اکل و شرب تمہارے لئے جائز و حلال ہوں اور تمہیں پتہ چل جائے کہ اسی سے برکت ترقی و ثروت و دولت ہے اور اللہ تعالی بھی یہ جان لے کہ تم میں سے اس کے حکم کی تعمیل کون کرتا ہے۔ نیز اللہ تعالی نے فرمایا **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ** (اے رسول امت سے کہہ دو کہ میں اس رسالت پر تم لوگوں سے اور کوئی اجر نہیں چاہتا سوائے اس کے کہ تم لوگ میرے قرابتداروں سے مودت رکھو) سورۃ شوری۔ آیت نمبر ۲۳ اور تم لوگ یہ بھی سمجھ لو کہ جو اس میں بخل کرے گا وہ اپنے ہی حق میں بخل کرے گا اللہ بے نیاز ہے، غنی ہے وہ تم لوگوں کا محتاج نہیں بلکہ تم ہی لوگ اللہ کے محتاج ہو۔ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس کے۔ اور اب اس کے بعد تم لوگ جو چاہو عمل کرو اللہ تعالی اور اس کا رسول عنقریب تمہارے اعمال کو دیکھیں گے اور جب تم لوگ عالم غیب و شہود کی طرف واپس کئے جاؤ گے تو جو کچھ تم لوگوں نے کیا ہے اس پر تم لوگوں کی خبر لی جائے گی۔ اور عاقبت متقیوں کے لئے اور ہر طرح کی حمد اسی اللہ کے لئے سزاوار ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(۷) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے اور انہوں نے یحیی بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے صباح مدائنی سے انہوں نے مفضل بن عمر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہیں ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا کہ اللہ تعالی نے کبھی بھی کسی ایسے نبی کو مبعوث نہیں کیا جو اللہ کی معرفت کی طرف لوگوں کو دعوت دے اور اس کے ساتھ امر و نہی میں اس کی اطاعت کی دعوت نہ ہو۔ اللہ تعالی اپنے بندوں کے فرائض پر ان کے حدود کے ساتھ عمل کو اس وقت قبول کرے گا جب اس کے ساتھ اس عمل پر دعوت دینے والے کی معرفت بھی ہو اور اس کی اطاعت بھی کرے، حرام کو ظاہراً

وہاں کو حرام سمجھے، نماز پڑھے، روزہ رکھے، حج و عمرہ بجالائے، اللہ تعالیٰ کی تمام حرمتوں کو عظمت کی نگاہ سے دیکھے اس کو دمیت دے اس میں کسی کو بھی نہ چھوڑے تمام نیکی کے کام کرے، بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرے، بداخلاقی سے پرہیز کرے۔ اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ بغیر نبی کی معرفت کے حرام و حلال پر عمل کر رہا ہے تو اس نے گویا اللہ کے حکم پر حرام و حلال پر عمل نہیں کیا۔ اور وہ اس ذات کی معرفت کے بغیر جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض کی ہے اگر نماز پڑھے زکوٰۃ ادا کرے حج اور عمرہ کرے اور تمام اعمال بجالائے تو سمجھ لو کہ اس نے اس میں سے کچھ بھی نہیں کیا یعنی نہ نماز پڑھی، نہ روزہ رکھا، نہ زکوٰۃ دی، نہ حج کیا اور نہ عمرہ کیا، نہ غسل جنابت کیا، نہ پاک ہوا اور نہ اس نے اللہ کے حلال کئے ہوئے کو حلال کیا، نہ اس کے حرام کئے ہوئے کو حرام کیا۔ پھر۔ اس کی نماز ہوگی خواہ کتنے ہی رکوع و سجود کرے۔ نہ اس کی زکوٰۃ ہوگی۔ نہ اس کا حج ہوگا۔ یہ تو اس وقت ہوتا جب انسان کو اس ذات کی معرفت ہوتی جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اطاعت کا حکم دیا ہے اور یہ کہا ہے جو کچھ لینا ہو جو کچھ پوچھنا ہو اس سے لو اور اس سے پوچھو۔ پس جو آدمی اس ذات کی معرفت رکھے گا اور احکام اس سے لے گا تو سمجھ لو کہ اس آدمی نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جو آدمی یہ سمجھے کہ صرف معرفت کا حکم ہے اور یہ معرفت ہی اس کے لئے کافی ہے اطاعت کی ضرورت نہیں ہے تو گویا اس نے تکذیب کی اور اس نے شرک کیا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ پہلے نبی و امام کی معرفت حاصل کر لو اس کے بعد عمل خیر کرو کیونکہ تمہارا کوئی عمل خیر بغیر معرفت قبول نہ ہوگا۔ جب تم یہ بات سمجھ گئے تو پھر تم کم یا زیادہ جتنی بھی اطاعت و عبادت کرو قبول ہوگی۔

(۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے ابی الحسن علی بن حسین برقی سے انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے انہوں نے معاویہ ابن عمار سے انہوں نے حسن بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے آباء سے اور انہوں نے ان کے جد حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ چند یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں [illegible] ان میں جو سب سے زیادہ صاحب علم تھا اس نے کہا کہ مجھے " **سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر** " کی تفسیر سے آگاہ کیجئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ بنی آدم اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق کیا کیا جھوٹ اور افترا باندھیں گے تو اس نے کہا **سبحان اللہ** یعنی یہ لوگ جو کچھ اس کے متعلق کہتے ہیں وہ ان تمام باتوں سے بری اور پاک ہے اور **الحمد للہ** تو اللہ تعالیٰ کو اس کا بھی علم تھا کہ اس کے بندے اس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا نہ کریں گے اس لئے اس نے اپنی ذات کی خود حمد کر لی اور **لا الہ الا اللہ** یعنی اس کی وحدانیت کا اقرار ہے اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔ یہ کلمہ تقویٰ ہے اس سے قیامت کے دن تولتے وقت اعمال میں وزن آئے گا اور **اللہ اکبر**۔ تمام کلمات میں سب سے اعلیٰ کلمہ ہے اور یہ اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑا کوئی نہیں وہ سب سے بڑا ہے۔ بندہ کر کے بغیر نماز شروع نہیں ہوتی اس لئے کہ اللہ کے نزدیک اس کی بڑی اہمیت اور حرمت ہے یہ سب سے زیادہ معزز اور مکرم اسم ہے۔ یہودی نے کہا اے محمد آپ نے سچ فرمایا اب یہ بتائیں کہ اس کے کہنے والے کو جزا کیا ملے گی۔ آپ نے فرمایا جب کوئی بندہ **سبحان اللہ** کہتا ہے تو عرش کے نیچے جتنی چیزیں ہیں وہ سب اس کے ساتھ تسبیح پڑھتی ہیں اور اس کے کہنے والے کو اس کے دس گنا عطا ہوتی ہے اور جب بندہ کہتا ہے کہ **الحمد للہ** تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کی نعمتوں کے ساتھ ساتھ آخرت کی نعمتیں بھی عطا کرتا ہے اور یہ وہ کلمہ ہے کہ جب اہل جنت، جنت میں داخل ہوں گے تو یہی کہیں گے اور دنیا میں جو کچھ کہتے ہیں ان کی گفتگو اسی فقرہ پر ختم ہو جائے گی سوائے **الحمد للہ** کہنے کے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **دعواھم فیھا سبحانک اللھم وتحیتھم فیھا سلام واخر دعواھم ان الحمد للہ رب العالمین** (اور ان کا بس قول ہوگا کہ اے اللہ تو پاک و پاکیزہ ہے اور وہ لوگ باہم خیر صلاح کے لئے ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور ان کا آخری قول یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے) سورۂ یونس۔ جنت اس بندہ کا بدلہ ہے جو **لا الہ الا اللہ** کہتا **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** یعنی کیا وہ شخص جو **لا الہ الا اللہ** کہتا ہے اس کی جزا جنت کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتی ہے۔ یہودی نے کہا اے محمد آپ نے سچ فرمایا۔

(۹) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار نے انہوں نے کہ کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو محمد فضل بن شاذان نیشاپوری نے کہ اگر ایک سائل سوال کرے کہ یہ بتائیے کہ کیا صاحب حکمت ذات کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنے بندے کو بلا علت و بلا سبب کسی کام کا حکم دے تو اس سے کہا جائے گا کہ نہیں اس لئے کہ وہ حکمت والا ہے وہ جاہل نہیں ہے بلا سبب کوئی حکم نہیں دے گا۔

○ پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ پھر یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو کیوں تکلیف دی، تو کہا جائے گا کہ اس کے بہت سے اسباب ہیں پس اگر وہ پوچھے کہ وہ اسباب کیا ہیں، وہ معلوم و موجود ہیں یا غیر معلوم و غیر موجود ہیں، تو کہا جائے گا کہ وہ اپنے اہل کے نزدیک معلوم و موجود ہیں۔ اگر وہ کہے کہ کیا تم لوگ بھی ان کو جانتے ہو یا بالکل نہیں جانتے، تو کہا جائے گا کہ بعض کو ہم لوگ جانتے ہیں اور بعض کو ہم لوگ نہیں جانتے۔ پس اگر وہ پوچھے کہ سب سے پہلا فریضہ کیا ہے، تو کہا جائے گا پہلا فریضہ اللہ اور اس کے رسول کی حجت اور جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا ہے اس کا اقرار ہے اب اگر پوچھنے والا پوچھے کہ بتاؤ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی اللہ اور اس کے رسول اور اس کی حجت اور جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا ہے اس کے اقرار کا کیوں حکم دیا، تو کہا جائے گا غالباً اس کی بہت سی وجوہات ہیں اور ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا اقرار نہیں کرتا وہ گناہوں سے اجتناب اور خصوصاً گناہان کبیرہ کے ارتکاب سے باز نہیں رہے گا۔ اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں دوسرے کی رعایت کرے گا بلکہ ظلم و فساد کے ذریعے اس سے لطف اندوز ہو گا۔ اور جب انسان ایسی باتیں کرے گا اور ہر شخص جو چاہے گا کرے گا اس میں دوسرے کا لحاظ نہیں کرے گا تو اس سے سارا انسانی معاشرہ تباہ ہو جائے گا لوگ ایک دوسرے پر جھپٹیں گے ان کے اموال اور ان کی عورتوں کو چھین لیں گے ناحق اور بے جرم و خطا ایک دوسرے کا خون بہائیں گے تو اس طرح دنیا تباہ ہو جائے گی لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ کھیتیاں اور نسلیں برباد ہو جائیں گی۔

○ اور چونکہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور وہ حکیم صاحب حکمت اسی وقت کہلائے گا جب فتنہ و فساد کو منع کرے اصلاح کا حکم دے۔ ظلم پر زجر و توبیخ کرے اور فواحش سے منع کرے اور فساد سے باز رہنا، امور کی اصلاح کرنا، اور فواحش سے اجتناب انسان کے لئے ممکن ہی نہیں جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اقرار نہ کرے۔ اس کی معرفت حاصل نہ کرے۔ جو نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے منع کرنے والا ہے، اگر انسان بغیر اقرار باللہ اور بغیر کسی حکم دینے والے اور منع کرنے والے کی معرفت کے یونہی چھوڑ دیا جائے تو نہ اصلاح ہو سکتی ہے اور نہ کوئی فساد سے باز رہ سکتا ہے اس لئے کہ نہ کوئی حکم دینے والا ہو گا نہ کوئی منع کرنے والا۔ علاوہ بریں، ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ نگاہ حق سے پوشیدہ ہو کر برے کام کیا کرتے ہیں تو اگر اللہ تعالیٰ کا اقرار اور در پردہ اس کا خوف نہ ہو گا تو کوئی ارتکاب جرائم اور معاصی سے اجتناب نہ کرے گا اس لئے کہ اس کے ذہن میں یہ ہو گا کہ نگاہ خلق سے تو پوشیدہ ہی ہیں اور اس کے علاوہ کوئی دیکھنے والا نہیں ہے اور اس طرح سارا معاشرہ تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گا اس لئے مخلوق کی بقا و اصلاح ممکن ہی نہیں جب تک کہ وہ کسی ایسی ذات کا اقرار نہ کرے جو علیم بھی ہو، خبیر بھی ہو۔ وہ تمام پوشیدہ اور سربستہ رازوں سے واقف ہو۔ وہ برائیوں سے منع کرے اس سے کوئی امر چھپا ہوا نہ ہو اور اس طرح وہ برائیوں سے اجتناب کریں گے۔

○ اور اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ (اللہ تعالیٰ کا اقرار تو تسلیم مگر) رسولوں کی معرفت ان کا اقرار اور ان پر یقین اور ان کی اطاعت کیوں واجب ہے، تو کہا جائے گا کہ اس لئے کہ مخلوق اپنے نقص و ضعف و عجز کی وجہ سے اللہ سے ملاقات نہیں کر سکتا تاکہ براہ راست اس سے گفتگو کر کے اس کا حکم اور اس کی مرضی معلوم کر سکے اور اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند و بالا اور منزہ ہے کہ وہ خود آکر مخلوق کو حکم دے اور اپنی مرضی بتائے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان لازمی ہے کہ کوئی رسول اور پیغمبر ہو اور معصوم ہو جو ان کی طرف سے آکر اس کے امر و نہی کو مخلوق تک پہنچائے اور انہیں یہ بتائے کہ کیا چیز ان کے لئے مفید ہے اور کیا ان کے لئے مضر ہے کیونکہ بندہ خلقی طور پر تو اپنے نفع و نقصان کو نہیں سمجھتا لہٰذا بندوں کے لئے اس رسول کی معرفت اور اس کی اطاعت لازم و واجب ہے۔ اگر ایسا نہ ہو گا تو رسول کے آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور ان کا بھیجا جانا فعل عبث ہو گا اور اس صاحب حکمت ذات کا یہ فعل عبث ہرگز نہیں ہو سکتا جس نے ہر کام مستحکم اور بے عیب کیا۔

○ اور اب اگر کوئی سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کیوں بنائے ہیں اور ان کی اطاعت کا کیوں حکم دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے بہت سے اسباب ہیں منجملہ ان کے ایک سبب یہ ہے کہ جب بندے اپنے حدود و محل سے واقف ہو گئے اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ ان حدود سے آگے نہ بڑھیں اس لئے کہ حد سے تجاوز کرنے میں خرابی ہے تو اب اگر وہ اپنی حد پر قائم نہیں رہ سکتے تو لازم ہے کہ ان میں سے کوئی ان حدود کا امین ہو اور وہ بتاتا رہے کہ کس وقت کیا فعل ان کے لئے مباح ہے اور کس حد تک مباح ہے اور اگر انہیں حد سے تجاوز کرتے دیکھے تو انہیں منع کرے اگر ایسا نہ ہو گا تو ہر شخص اپنی لذت اور منفعت کو ترک کرنے کے لئے تیار نہ ہو گا خواہ اس میں کسی غیر کا نقصان ہی کیوں نہ ہو اس لئے اللہ تعالیٰ بندوں پر اولی الامر اور قیم معین کئے تاکہ انہیں فتنہ و فساد سے منع کرے اور ان پر حدود احکام جاری کرے نیز ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں کوئی فرقہ کوئی قوم اور کوئی ملت بغیر قیم اور سردار کے باقی اور زندہ نہیں رہ سکتی اس لئے کہ خواہ دینی امور ہوں یا دنیاوی امور انہیں ایک قیم و سردار کی لازمی ضرورت ہے تو پھر ایک صاحب حکمت اور ذات حکیم یہ کیسے کر سکتا ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو بغیر اس کے چھوڑ دے جو اس کے لئے لابدی اور ضروری ہے اور جس کے بغیر وہ باقی اور زندہ نہیں رہ سکتے تاکہ وہ اپنے سردار کے ساتھ مل کر اپنے دشمنوں سے جنگ کریں اور وہ انہیں مال غنیمت تقسیم کرے اس کی جمعیت و جماعت کو قائم رکھے اور ظالم کو مظلوم پر ظلم کرنے سے باز رکھے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے کوئی امام، کوئی قیم، کوئی محافظ اور کوئی مدار الہام نہ بنائے گا تو پھر ملت ختم ہو جائے گی دین مٹ جائے گا سنتیں اور احکامات تبدیل ہو جائیں گے بدعتی لوگ اس میں اضافہ کر دیں گے اور ملحد اس میں کمی کر دیں گے اور نتیجہ میں مسلمانوں پر ان کے دینی احکامات مشتبہ ہو جائیں گے اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بندوں میں نقائص ہیں احتیاج ہے پھر ان میں آپس کا اختلاف ہے ان کی خواہشات مختلف ہیں ان کے حالات مختلف ہیں ایسی صورت میں اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی ایسا قیم و سردار مقرر نہ کرے گا جو رسول کے لائے ہوئے پیغام کی حفاظت کرے تو یہ لوگ اسے تباہ و برباد کر دیں گے جیسا کہ میں نے عرض کیا شریعت اور سنتیں اور احکامات اور ایمان بدل جائیں گے اور اس میں تمام بندوں کی تباہی و بربادی ہے۔

○ اب اگر کوئی پوچھے کہ روئے زمین پر ایک وقت میں دو امام یا اس سے زیادہ کیوں نہیں ہو سکتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے بھی کئی اسباب ہیں

پہلا سبب تو یہ کہ اگر امام ایک ہے تو اس کے فعل اور تدبیر و انتظام میں کوئی اختلاف نہ ہو گا اور اگر دو ہیں تو ان کے افعال و تدابیر و انتظامات میں کبھی اتفاق نہیں ہو گا اس لئے کہ ہم نے دنیا میں جب بھی دو شخصوں کو دیکھا تو یہی پایا کہ ان دونوں کی سوچ اور ارادے مختلف ہیں۔ پھر اگر دنیا میں ایک وقت دو امام ہوتے اور دونوں کی سوچ اور دونوں کے ارادے مختلف ہوتے اور دونوں واجب الاطاعت ہوتے اور دونوں میں سے کسی ایک کو دوسرے پر وجہ ترجیح بھی نہیں تو اس سے بندوں میں اختلاف، جھگڑا اور فساد بڑھے گا۔ پھر اگر کسی بندے نے ایک امام کی اطاعت کر لی تو وہ دوسرے امام کا نافرمان ہو گا اور یہ نافرمانی اور یہ عصیان سارے روئے زمین پر عام ہو جائے گی اور دنیا میں کسی کے لئے ایمان و اطاعت کا راستہ نہ رہ جائے گا اور یہ اس خالق کی طرف سے ہو گا جس نے دو امام ایک وقت مقرر کرکے اور ان دونوں کی اطاعت کا حکم دے کر اختلاف اور جھگڑے کا راستہ کھول دیا ہے۔

نیز اگر دو امام ہوتے تو دونوں میں سے ہر ایک کو یہ حق ہو گا کہ دوسرا امام جس کی طرف دعوت دے رہا ہے اس کے خلاف دعوت دے دوسرا جو حکم دے رہا ہے وہ اس کے خلاف حکم دے اور امام، امام دونوں برابر کسی کو کسی پر ترجیح نہیں کہ دوسرے کو چھوڑ کر اس کا حکم مانا جائے اس طرح تمام حقوق و احکام اور حدود سب کے سب باطل ہو جائیں گے۔

یہ یہ کہ اگر دو امام ہوں گے تو ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کے مقابلے میں مقدمات پر نظر کرنے، فیصلہ کرنے اور امرو [illegible] سے اولیٰ اور زیادہ حقدار نہ ہو گا اور جب ایسا ہو گا تو پھر ان دونوں پر واجب ہو گا کہ اپنی اپنی جگہ ابتدا بہ کلام کرے اور اگر ایک ہی

معیار کی امامت ہے تو ان دونوں میں سے کسی ایک کو حق نہیں کہ دوسرے پر سبقت یہ کلام کرے کسی معاملہ میں بھی ہو۔ اور اگر یک کے لئے جائز ہے کہ وہ سکوت کرے تو دوسرے کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ سکوت کرے اور جب دونوں کے لئے سکوت جائز ہے تو اس طرح تمام حقوق و احکام و حدود اب باطل ہو جائیں گے اور لوگ ایسے ہو جائیں گے جیسے ان کا کوئی امام ہی نہیں ہے۔

اور اگر سوال کیا جائے کہ رسول کی قوم اور اس کے خاندان کے علاوہ اگر کوئی دوسرے خاندان کا امام ہو تا کیوں جائز نہیں ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس کے بھی چند اسباب و وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ امام کی اطاعت (اللہ کی طرف سے) فرض ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس کی کوئی دلیل ہو جس سے وہ شناخت کیا جاسکے پہچانا جاسکے اور لوگ اس کی ذات تک پہنچ سکیں دھوکہ نہ کھا سکیں۔

دوسری وجہ کہ اگر یہ جائز سمجھ لیا جائے کہ رسول کے قرابتدار کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے قرابتدار کا امام ہونا جائز ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ رسول پر غیر رسول کو فضیلت دے رہے ہیں اس لئے کہ وہ دور رسول کو رسول کے دشمنوں کی اولاد کا تابع بنا رہے ہیں جیسے ابو جہل اور ابو معیط وغیرہ کی اولاد کہ اگر وہ مسلمان ہو گئے تو گویا امامت کا ان کی طرف منتقل ہونا جائز ہو گا اور پھر رسول کی اولاد تابع بن جائے اور دشمنان رسول کی اولاد متبوع بن جائے۔ حالانکہ رسول دوسرے کے مقابلے میں اس فضیلت کے زیادہ حقدار ہیں (کہ ان کی اولاد امام ہو)

تیسری وجہ یہ ہے کہ جب بندوں نے رسول کی رسالت کا اقرار کر لیا اور ان کی طاعت پر تیار ہو گئے تو ان کی اولاد اور ان کی ذریت کی اطاعت سے کسی کو عذر نہ ہو گا نہ اس کی اطاعت بندوں کے دلوں پر بار ہو گی اور اگر رسول کے علاوہ کسی غیر کی اولاد و ذریت امام بنے گی تو ہر ایک کے دل میں بات ہو گی کہ ہم امامت کے زیادہ حقدار تھے اس کی وجہ سے ان میں کینہ و حسد پیدا ہو گا اور وہ جو امام بن گیا ہے اس کی اطاعت کی طرف ان کا دل مائل نہ ہو گا۔ اور یہ اختلاف و نفاق و فساد کا سبب ہے گا۔

اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ کے واحد اور ایک ہونے کا اقرار بندوں پر کیوں واجب ہے تو جواب میں کہا جائے گا کہ اس کے بھی کئی وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اگر یہ واجب نہ ہو تو پھر ان کے لئے یہ جائز ہو گا کہ وہ دو سے زائد مدبر عالم کا اعتقاد رکھیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ انسان اپنے اصل خالق تک نہ پہنچ سکے گا کیوں کہ ہر انسان کے ذہن میں یہ بات ہو گی کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم اپنے خالق کو چھوڑ کر کسی دوسرے خالق کی عبادت کر رہے ہیں اور ہم اپنے خالق کے حکم پر عمل کر رہے ہیں اور ان کو پتہ نہیں چل سکے گا کہ ان کا خالق اور ان کا ماننے والا در حقیقت ان میں سے کون ہے اور طے نہ ہو سکے گا کہ یہ حکم دینے والا یا منع کرنے والا کون ہے یہ اس کے خالق کا حکم ہے یا کسی غیر کے خالق کا

دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ دو اللہ ہیں اور الوہیت میں دونوں برابر کے شریک ہیں تو یہ جائز نہ ہو گا کہ عبادت میں یک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے اور اس کو عبادت کے لئے دوسرے سے اولیٰ سمجھا جائے۔ اور اگر یہ جائز ہو گا کہ اس شریک کی عبادت کی جائے تو یہ بھی جائز ہو گا کہ اصل اللہ کی اطاعت نہ کی جائے اور اللہ کی طاعت نہ کرنا کفر ہو گا۔ اور اس کی تمام نازل کی ہوئی کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں سے انکار اور ہر باطل کا اقرار اور ہر حق کا ترک ہر حرام کو حلال کرنا ہر حلال کو حرام کرنا ہر معصیت میں داخل ہونا ہر طاعت سے خارج ہونا ہر فساد کو مباح سمجھنا اور ہر حق کو باطل سمجھنا لازم آئے گا۔

اور اگر بالفرض یہ جائز ہو کہ اللہ ایک سے زیادہ ہو سکتا ہے تو پھر ابلیس کے لئے یہ جائز ہو گا کہ وہ دعویٰ کرے کہ وہ دوسرا اللہ میں ہوں اور وہ ہر حکم میں اللہ کی مخالفت کرے اور بندوں کو خدا کی طرف سے پھیر کر اپنی طرف مائل کرے۔ ایسی صورت میں یہ سب سے بڑا کفر اور شدید ترین نفاق ہو گا۔

○ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ کیوں واجب ہے کہ اس امر کا اقرار کیا جائے کہ اللہ کے مثل کوئی شے نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ اس کی بھی چند وجوہ ہیں۔

○ پہلی وجہ یہ کہ تاکہ بندے عبادت اور اطاعت میں صرف اسی اللہ کا قصد رکھیں غیر کا نہیں اور ان کا رب اور ان کا خالق اور ان کا رازق ان پر مشتبہ نہ ہو جائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جب تک ان بندوں کو یہ علم اور یقین ہوگا کہ اس اللہ کا کوئی مثل نہیں تو وہ اس خیال سے باز نہیں رہ سکیں گے کہ شاید ان کے خالق بھی اصنام ہوں جن کو ان کے آباؤ اجداد نے نصب کیا ہے یا یہ سورج، چاند اور آتش ہوں۔ اگر یہ خیال جائز ہوا تو پھر اس سے بڑی خرابیاں پیدا ہوں گی لوگ اللہ کی ہر طرح کی اطاعت ترک کر دیں گے۔ ہر طرح کی گناہوں کے مرتکب ہوں گے جس کی ان کو نہی کی گئی ہے اور یہ امر و نہی جو احادیث روایات میں آئی وہ سب معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

تیسری وجہ یہ کہ اگر اللہ کے متعلق اس امر کا علم و یقین کرنا واجب نہ ہوگا کہ اس کے مثل کوئی شے نہیں تو پھر بندوں کو اس امر کا جواز حاصل ہو جائے گا کہ وہ اللہ کے اندر (ہم مثلی کی بنا پر) مخلوق کی صفات کو بھی ثابت کریں جیسے عجز و جہل و تغیر و زوال و فنا و کذب و عدہ سے تجاوز وعید وغیرہ اور ظاہر ہے کہ جس کے اندر یہ صفات ہوئے تو وہ فنا سے نہیں بچے گا۔ اس کے عدل پر بھروسہ نہیں کیا جائے گا۔ اس کے قول اس کے امر و نہی وعدہ وعید اس کے ثواب و عتاب کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا جس میں مخلوق کی خرابی ہوگی اور اللہ کی ربوبیت باطل ہو کر رہ جائے گی۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بعض امور کے کرنے کا حکم کیوں دیا ہے اور بعض کے نہ کرنے کا حکم کیوں دیا؟ تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ مخلوق کی بقا اور بھلائی امر و نہی کے بغیر اور فساد اور آپس میں ایک دوسرے کے حقوق غصب کرنے کو منع کئے بغیر نہیں ہو سکتی ہے۔

○ اگر سوال کیا جائے کہ ہم لوگ اللہ کی عبادت کیوں کریں؟ تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ تاکہ لوگ اس کے ذکر کو نہ بھول جائیں اس کے ادب کو ترک نہ کر دیں اس کے امر و نہی کو محض کھیل نہ سمجھیں جبکہ اسی میں ان کی بھلائی برائی اور بقا ہے اگر بغیر عبادت کے چھوڑ دیئے جائیں گے تو ایک عرصہ کے بعد ان کے دل سخت ہو جائیں گے۔

اگر سوال کیا جائے کہ (اچھا اگر عبادت کرنی ہے تو کوئی اور طریقہ اختیار کریں) بندوں کو نماز کا حکم کیوں دیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ اس میں اللہ کی ربوبیت کا اقرار ہے اور ایک اصلاح عام ہے اس میں شرک سے چھٹکارا اور ذلت و مسکنت و خضوع و خشوع کے ساتھ خدائے جبار کے سامنے کھڑا ہونا ہے گناہوں کا اعتراف گذشتہ گناہوں کی معافی کی درخواست کرنا اور روزانہ زمین پر اپنی پیشانی رکھنا تاکہ بندہ اللہ کو یاد رکھے اسے بھولے نہیں ڈرتا اور خوف کھاتا رہے اس کی طرف رغبت و طلب رہے دین و دنیا دونوں میں وسعت و زیادتی کی درخواست ... کے علاوہ ... سخت عبرت کا اظہار کرے اور یہ عمل اس کا ہر دن اور ہر رات ہو تاکہ بندہ اپنے مدبر اور خالق کو بھلا کر سرکش ... اپنے رب کے سامنے اس کا شب و روز قیام اسے گناہوں سے روکے اور طرح طرح کے فتنہ و فساد سے باز رکھے۔

○ اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ نماز سے پہلے وضو کا حکم کیوں دیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے تاکہ بندہ جب خدائے جبار کے سامنے مناجات کے لئے کھڑا ہو تو پاک و پاکیزہ ہو اس کا مطیع ہو تمام کثافتوں اور نجاستوں سے پاک و صاف ہو اور علاوہ بریں وضو سے کسل و سستی دور ہو جائے۔ اونگھ جاتی رہے اور اس کا دل خدائے جبار کے سامنے کھڑے ہونے کے لئے مکمل تیار ہو جائے۔

اور اگر کوئی سوال کرے کہ وضو میں چہرے اور دونوں ہاتھوں کا دھونا اور سر اور دونوں پاؤں پر مسح کیوں واجب ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس لئے کہ جب بندہ خدائے جبار کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو وہی اعضاء جن پر وضو واجب ہے کھلے ہوئے اور ظاہر ہوتے ہیں ... اپنے چہرے ... سجدہ کرتا ہے خضوع و خشوع کرتا ہے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کرتا ہے اللہ کی طرف

رغبت و خوف کا اظہار کرتا ہے اور دنیا سے ہاتھ اٹھا کر اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ سر سے اپنے رکوع و سجود میں رو بہ قبلہ ہوتا ہے اپنے پاؤں سے قیام و قعود کرتا ہے۔

○ پس اگر سوال کیا جائے کہ چہرے اور ہاتھوں کا دھونا اور سر اور پاؤں کا مسح کیوں واجب ہے ان تمام اعضاء کا دھونا یا تمام اعضاء کا مسح کیوں واجب نہیں؟ تو جواب دیا جائے گا کہ اس کے مختلف وجوہ ہیں ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ عبادت دراصل رکوع و سجود کا نام ہے اور رکوع و سجود چہرے اور ہاتھوں سے ہوتا ہے سر اور پاؤں سے نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بندے ہر وقت اپنا سر اور اپنے پاؤں نہیں دھو سکتے بلکہ سردی میں، سفر میں، بیماری میں دن رات ان کا دھونا سخت تکلیف کا باعث ہوگا اور چہرے اور ہاتھوں کے دھونے میں انہیں کم تکلیف ہوگی بہ نسبت سر اور پاؤں کے دھونے کے۔ اور شریعت کی طرف سے جو فرائض عائد کئے ہیں وہ کم سے کم طاقت والے صحتمند کا لحاظ رکھتے ہوئے عائد کئے گئے ہیں اور پھر یہ فریضہ ہر قوی اور ضعیف کے لئے عام کر دیا گیا ہے۔ علاوہ بریں سر اور پاؤں ہر وقت کھلے نہیں رہتے جس طرح چہرے اور ہاتھ کھلے رہتے ہیں اس لئے کہ سر پر عمامہ ہوتا ہے اور پاؤں میں موزے ہوتے ہیں۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ پیشاب اور پاخانہ کے مقام سے خارج ہونے کے بعد خاص کر اور نیند کے بعد وضو کیوں واجب اور دوسرے مقامات سے جو چیزیں خارج ہوئی اس کے بعد نہیں؟ تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ پیشاب اور پاخانے کے مقامات ہی دو نجاست کے راستے ہیں جس سے انسان اپنی طرف سے نجس ہوتا ہے اس لئے لوگوں کو حکم دیا گیا کہ جب خود پیشاب اور پاخانہ سے فارغ ہو جاؤ تو وضو کرو۔ اب رہ گیا نیند کے بعد وضو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سونے والے پر نیند غالب ہو جاتی ہے تو اس کے جسم کی ہر شے کھل جاتی ہے ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور اکثر اشیاء خارج ہوتی ہیں اس سبب سے نیند کے بعد وضو کو واجب کر دیا گیا۔

○ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ پاخانہ اور پیشاب کے بعد غسل کیوں نہیں واجب کیا گیا جس طرح جنابت کے بعد غسل واجب ہے؟ تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ یہ پیشاب اور پاخانہ دائمی چیز ہے بندوں کے لئے یہ ممکن نہیں کہ ہر پیشاب اور پاخانہ کے بعد غسل کریں اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے امکان اور وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اور جنابت یہ کوئی دائمی امر نہیں ہے یہ تو صرف شہوت اور خواہش کی بنیاد ہوتی ہے جب ارادہ کرے گا تو جنابت ہوگی اور اسمیں تعجیل و تاخیر ممکن ہے تین دن اس سے کم اور اس سے زیادہ بھی ممکن ہے مگر پیشاب پاخانہ میں ایسا نہیں ہے۔

○ پس اگر یہ سوال کیا جائے گا کہ جنابت کی وجہ سے غسل کا کیوں حکم دیا گیا اور پاخانہ اور پیشاب کی وجہ سے نہیں حالانکہ پاخانہ تو جنابت سے بھی نجس اور گندہ ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ جنابت انسان کی ذات سے نکلتی ہے اور وہ انسان کے پورے جسم سے نکل کر آتی ہے اور پاخانہ انسان کی ذات سے نہیں نکلتا وہ تو وہی غذا ہے جو ایک دروازے سے داخل ہوتی ہے اور دوسرے دروازے سے نکل جاتی ہے۔

○ پھر اگر سوال کیا جائے کہ پانی سے استنجا کیوں فرض ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا اس لئے کہ یہ جائز نہیں کہ کوئی بندہ اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو اور اس کے کپڑے یا اس کا جسم نجس ہو۔

(مصنف کتاب ہذا فرماتے ہیں) کہ اس مقام پر فضل سے غلطی اور تسامح ہوا اس لئے کہ پانی سے استنجا فرض نہیں بلکہ سنت ہے اور اب آگے فضل کا بیان ہے کہ

○ اگر کوئی سوال کرے کہ اذان کے متعلق بتائیں کہ اس کا حکم کیوں دیا گیا؟ اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس کی بہت سی وجوہ ہیں۔ اس میں سے ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ اذان بھولے ہوئے کو یاد دلانے کے لئے اور غافل کو متنبہ کرنے اور جو وقت نماز کو نہیں جانتا اس کو بتانے کے لئے اور خالق کی عبادت کی طرف دعوت دینے کے لئے اس کی طرف رغبت دلانے کے لئے ہے اور اللہ کی توحید کا اقرار ایمان کا اظہار اور اسلام کا

اعلان کرے کے سے اور جو بھولا ہوا ہے اس کو آگاہ کرنے کے لئے ہے اور موذن کو موذن اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نماز کا اعلان کرتا ہے۔

○ پس اگر سوال کیا جائے اذان کو تسبیح و تہلیل و تحمید سے پہلے تکبیر سے کیوں شروع کرتے ہیں؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس لئے کہ اس کا منشاء یہ ہے کہ یہ چیز اس کے ذکر اور اس کے نام سے شروع ہو اور چونکہ تکبیر میں پہلے اللہ کا نام آتا ہے اور تسبیح و تہلیل و تحمید میں اللہ کا نام آخر میں آتا ہے اس لئے اس سے شروع کیا جس میں پہلے اللہ کا نام آتا ہے اور اس سے شروع نہیں کیا جس میں اللہ کا نام آخر میں آتا ہے۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ اذان میں ہر فقرہ دو دو مرتبہ کیوں کہا جاتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے تاکہ سننے والوں کے کان میں مکرر پہنچے اور تاکید ہو اگر پہلی مرتبہ سہو ہو جائے تو دوسری مرتبہ سہو نہ ہو سکے۔ نیز اس لئے کہ نماز اصل میں دو، دو رکعت ہے اس لئے اذان کے فقرات بھی دو، دو مرتبہ ہیں۔

○ اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ پھر اذان کے اندر تکبیر چار مرتبہ کیوں ہے؟ تو کہا جائے گا کہ اذان یک بیک لوگوں کی غفلت میں شروع ہوتی ہے اس سے پہلے کوئی فقرہ نہیں ہوتا جس سے سننے والوں کو تنبیہ ہو اس لئے شروع میں دو تکبیریں سامعین کے انتباہ کے لئے اور اس کے بعد کی دو تکبیریں اذان کے لئے ہیں۔

○ اور اگر سوال کیا جائے دو تکبیروں کے بعد دو شہادتیں کیوں ہیں؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ ایمان کی تکمیل توحید یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کے ساتھ ساتھ اقرار سے ہے اور ان دونوں کی اطاعت اور دونوں کی معرفت فرض ہے اور پس اذان میں دو شہادتیں قرار دی گئیں تاکہ جب بندہ اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کا اقرار کرے گا تو گویا اس نے مکمل ایمان کا اقرار کر لیا کیونکہ اصل ایمان ہی اللہ اور اس کے رسول کا اقرار ہے۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ شہادتوں کے بعد نماز کی طرف دعوت کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اذان تو نماز کی طرف دعوت دینے ہی کے لئے وضع کی گئی ہے چنانچہ نماز کی طرف دعوت دینے کو اذان کے وسط میں رکھا گیا شروع میں چار تکبیریں اور دو شہادتیں رکھی گئیں اور آخر میں لوگوں کو فلاح کی طرف نیکی اور نماز کے لئے آمادگی کی طرف دعوت پھر خیر عمل کی طرف رغبت کے لئے دعوت پھر تکبیر اور تہلیل لا الہ الا اللہ تاکہ جس طرح شروع میں چار فقرات ہیں اسی طرح آخر میں بھی چار ہو جائیں اور اذان اللہ کے نام پر اور اس کی حمد پر اسی طرح تمام ہو جس طرح اللہ کے نام اور اس کی حمد سے شروع ہوئی تھی۔

○ اگر سوال ہو کہ اذان کے اندر سب سے آخر میں لا الہ الا اللہ کیوں ہے اللہ اکبر کیوں نہیں جیسا کہ شروع میں تکبیر ہے؟ تو جواب میں کہا جائے گا اس لئے کہ لا الہ الا اللہ میں آخری لفظ اللہ ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اذان جس طرح اس کے نام سے شروع ہوئی اسی طرح اس کے نام سے ختم بھی ہو۔

○ اگر یہ سوال کیا جائے کہ لا الہ الا اللہ کے بدلے سبحان اللہ اور الحمد للہ کیوں نہیں قرار دیا ان میں بھی تو اللہ تعالیٰ کا نام آخر میں ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا اس لئے کہ لا الہ الا اللہ میں اللہ کی وحدانیت کا اقرار ہے اور اس کے علاوہ تمام خداؤں کی نفی ہے۔ یہی اول درجہ کا ایمان ہے یہ سبحان اللہ اور الحمد للہ سے عظیم تر ہے۔

○ اگر یہ سوال کیا جائے کہ نماز کے شروع کرتے وقت اور رکوع و سجود و قیام و قعود کرتے وقت اللہ اکبر کیوں کہا جائے تو اس کا جواب وہی ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

○ اگر سوال کیا جائے کہ پہلی رکعت میں سوروں کی قرأت سے پہلے دعا اور دوسری رکعت میں سوروں کی قرأت کے بعد قنوت کیوں ہے؟ تو جواب میں کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ بندہ اپنے رب کے لئے قیام اور عبادت کا افتتاح کرے تو اللہ کی تحمید و تقدیس و رغبت و خوف کے ساتھ اسی طرح اس کا اختتام بھی کرے اور دوسری رکعت کے اندر قیام میں قنوت کے لئے تھوڑی دیر گزارے ہو سکتا ہے جو جماعت میں

شریک ہونا چاہتا ہے وہ رکوع میں شریک ہو سکے تاکہ وہ جماعت کی دونوں رکعتوں سے محروم نہ رہ جائے۔

○ اگر یہ سوال کیا جائے کہ نماز میں قرآن کے سوروں کی قرأت کا کیوں حکم دیا گیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تاکہ قرآن متروک و ضائع نہ ہو جائے بلکہ محفوظ رہے اور پڑھا جاتا رہے اس میں اضمحلال نہ آئے لوگ اس سے ناواقف نہ ہو جائیں۔

○ اگر یہ سوال ہو کہ قرآن کی ساری سورتوں کو چھوڑ کر نماز میں قرأت کی ابتداء سورہ الحمد سے کیوں ہوتی ہے؟ تو جواب میں کہا جائے گا کہ سورہ الحمد میں خیر و حکمت کی جتنی باتیں جمع ہیں وہ قرآن کے کسی کلام میں نہیں ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول کہ **الحمد لله** اس سے بندوں کو اللہ نے جو خیر کی توفیق دی ہے اور اس توفیق پر جو اس کا شکر واجب ہے وہ شکر ادا ہوتا ہے **رب العالمين** اس سے اللہ کی تحمید اور تمجید کے ساتھ ساتھ اس امر کا اقرار ہے کہ وہی خالق و مالک ہے اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے **الرحمن الرحيم** اس میں اللہ تعالیٰ سے طلب رحمت اور اس کی نعمتوں کا ذکر ہے جو اس نے اپنی تمام مخلوقات پر کی ہیں **مالک يوم الدين** اس میں دوبارہ زندہ ہونے، حساب کتاب و سزا و جزا کا اقرار اور اس امر کو تسلیم کرنا ہے کہ جس طرح وہ دنیا کا مالک ہے اسی طرح آخرت کا بھی مالک ہے **اياک نعبد** اس میں اللہ سے تقرب کی خواہش ہے اور یہ کہ ہر عمل خالصتاً اسی کے لئے ہے اس کے غیر کے لئے نہیں ہے **واياک نستعين** اس میں اللہ تعالیٰ نے بندے کو جو عبادت کی توفیق دی ہے اس میں اضافے کی درخواست ہے اور اس نے بندے پر جو عنایتیں کی ہیں اور جو مدد و نصرت اس کو مسلسل باقی رکھنے کی التجا ہے **اهدنا الصراط المستقيم** اس میں آداب الٰہی اور اس کی رسی کو مضبوط پکڑنے کی درخواست اور اپنے رب کی عظمت و کبریائی کی معرفت میں زیادتی کی التجا ہے **صراط الذين انعمت عليهم** یہ دعا میں رغبت میں تاکید کے لئے ہے اور اللہ کی ان نعمتوں کا ذکر ہے جو اس نے اپنے اولیا کو عطا کی تھیں اور ان ہی جیسی نعمتوں کے لئے درخواست ہے **غير المغضوب عليهم** یہ پناہ چاہنا ہے اس امر سے کہ دشمنوں اور کافروں سے اور امر و نہی الٰہی کا استخفاف کرے دونوں میں اپنا شمار نہ ہو جائے **ولا الضالين** اس میں بچنا ہے اس بات سے کہ وہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جائے جو اللہ کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نیکی کے کام انجام دے رہے ہیں چنانچہ اس سورہ میں تمام امور خیر اور دنیا و آخرت کی تمام حکمتیں ایسی جمع ہو گئی ہیں کہ جو کسی دوسرے سورہ میں جمع نہیں ہوئی ہیں۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ تسبیح در رکوع و سجود کیوں ہے؟ تو جواب میں کہا جائے گا کہ اس کے کئی اسباب ہیں بلکہ ان کے ایک سبب یہ ہے کہ بندہ چاہے کہ وہ انتہائی خضوع و خشوع و تضرع و تواضع و تعبد و تذلل و عاجزی کے ساتھ حصول تقرب کے لئے اپنے خالق و رازق کی بارگاہ میں حاضر ہو تو اس کی تسبیح پڑھے اس کی بزرگی و عظمت کا اظہار کرے اس کا شکر ادا کرے **سبحان الله** اور **الحمد لله** کہتا ہے **الله اكبر** اور **لا اله الا الله** کہتا ہے اور اس کا دل و دماغ ذکر میں مشغول رہے اور اللہ کے سوا کوئی فکر اور کوئی آرزو اس کے دل میں نہ ہو۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ اصل نماز تو دو دو ہے۔ پھر کسی نماز میں ایک رکعت کسی میں دو رکعت زائد کیوں کر دی گئی اور کسی میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اصل نماز تو صرف ایک رکعت ہے اس لئے کہ اصل عدد ایک ہے اور اگر نماز ایک رکعت سے کم ہو تو نماز نہیں ہوگی اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ بندے ایک رکعت کو تمام و کمال کے ساتھ ادا نہ کر سکیں گے اور اگر اس میں کمی ہوئی تو وہ نماز ہی نہ ہوگی تو اس ایک رکعت کے ساتھ دوسری رکعت کو اور ملا دیا تاکہ یہ دوسری رکعت اس ایک میں جو کمی رہ گئی اسے پوری کر دے اس لئے اللہ تعالیٰ نے دو رکعت نماز فرض کر دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ محسوس کیا کہ یہ بندے یہ دو رکعتیں بھی تمام و کمال کے ساتھ ادا نہ کر سکیں جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے اس لئے آپ نے ظہر و عصر و عشاء میں دو دو رکعتوں کا اضافہ فرمایا تاکہ پہلے کی دو رکعت میں جو کمی رہ گئی ہو وہ ان سے پوری ہو جائے پھر آپ نے محسوس فرمایا کہ نماز مغرب کے وقت لوگ اکثر مشغول رہتے ہیں کچھ لوگوں کو افطار کی کچھ کو وضو کی کچھ کو آرام کی جلدی ہوتی ہے اس لئے آپ نے نماز مغرب میں صرف ایک رکعت کا اضافہ فرمایا تاکہ ان لوگوں پر بوجھ نہ ہو اور دن و رات دونوں کی نمازوں کی رکعتیں سب مل کر طاق رہیں۔ پھر صبح کی نماز (دو رکعت) کو اپنے حال پر چھوڑا اس لئے کہ اس وقت لوگوں کی مشغولیت

بڑھی ہوتی ہے لوگوں کو عام طور پر اپنے کام کاج کے لئے جانے کی جلدی ہوتی ہے اور چونکہ رات میں دین کے معاملات کم ہوتے اس لئے صبح کو انسان کا دماغ فکروں سے خالی رہتا ہے اور وہ نماز کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے بہ نسبت اور اوقات کی نمازوں کے کیونکہ رات کو کوئی کام نہیں رہتا اس لئے فکر بھی کم ہوتی ہے۔

○ اور اگر کوئی سوال کیا جائے کہ نماز کا افتتاح سات تکبیروں سے کیوں قرار دیا گیا ؟ تو اس کا جواب میں یہ کہا جائے گا کہ اصل میں تو ایک ہی تکبیر فرض اور بقیہ سنت ہے اور اس لئے کہ نماز میں تکبیریں تو اصل ہے اور وہ سات تکبیریں یہ ہیں تکبیر افتتاح، تکبیر رکوع اور سجود کی دو تکبیریں پھر رکوع کی ایک تکبیر اور سجود کی دو تکبیریں پس جب انسان نے نماز کی ابتدا میں سات تکبیریں کہہ لیں تو وہ گویا تمام مقامات تکبیر حاوی ہو گیا اب اگر کہیں تکبیر کہنا بھول گیا یا اس نے ترک کر دیا تو اس کی نماز میں کوئی نقص نہیں آنے کا جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص نماز کی ابتدا میں سات مرتبہ تکبیر کہہ لے تو پھر افتتاح کی ایک تکبیر بھی اس کے لئے کافی ہے اور اگر وہ ایک تکبیر بھی نہ کہے تو وہ پہلے سات کہی ہوئی تکبیریں اس کے لئے) کافی ہیں اور اس سے مراد آپ کی یہ ہے کہ اگر وہ تکبیر کہنا سہو کر جائے یا بھول جائے۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فضل (راوی) سے یہ غلطی ہو گئی اس لئے کہ تکبیر افتتاح فرض ہے اور باقی سب سنت واجب ہیں۔

○ اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ایک رکعت میں دو سجدے کیوں قرار دیئے گئے ؟ تو اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ اس لئے کہ رکوع قیام کے عمل میں سے ہے اور سجود قعود کے عمل میں سے ہے۔ بیٹھ کر نماز پڑھنا۔ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے نصف شمار ہوتی ہے اس لئے سجود دو کر دئے تاکہ وہ ایک رکوع کے برابر ہو جائے اور نماز رکوع اور سجود ہی کا تو نام ہے۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ دو رکعتوں کے بعد تشہد کیوں قرار دیا گیا ؟ تو جواب میں یہ کہا جائے گا کہ جس طرح رکوع سجود سے پہلے اذان دعا اور قرآت قرآن ہے اسی طرح رکوع و سجود کے بعد تشہد تحمید اور دعا ہے۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ نماز کے اختتام کے لئے سلام کیوں ہے اس کے بدلے تکبیر یا تسبیح یا اسی طرح کی کوئی دوسری چیز نہیں ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لئے کہ نماز میں داخل ہوتے ہی مخلوق سے گفتگو حرام ہے صرف خالق کی طرف توجہ مرکوز ہوتی ہے اور نماز ختم ہوتے ہی مخلوق سے گفتگو حلال ہو گی اور بندہ کی توجہ خالق سے مخلوق کی طرف منتقل ہو گی اور مخلوق سے گفتگو کی ابتدا کی جائے تو پہلے سلام سے شروع ہو۔

○ اگر سوال کیا جائے کہ ابتدا کی دو رکعتوں میں قرآن کے سوروں کی قرات اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح اربعہ کیوں ہے ؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا تاکہ فرق ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے فرض ہے۔

○ پس اگر کوئی سوال کرے کہ باجماعت نماز کا حکم کیوں دیا گیا ؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس لئے تاکہ اللہ کے لئے اخلاص اس کی توحید و اسلام اور عبادت ظاہر بالظاہر ہو ڈھکی چھپی چیز نہ ہو بلکہ ایسی ہو کہ لوگوں کو نظر آئے۔ کیونکہ اس کے اظہار سے تمام اہل مشرق و مغرب پر خدائے وحدہ لاشریک کی طرف سے حجت تمام ہو گی اور اس لئے کہ منافق اور اسلامی احکام کو بے وقعت اور خفیف جاننے والوں کو بھی ظاہر اسلام کے قریب لایا جائے۔ نیز اس لئے کہ لوگوں کے لئے ایک دوسرے کے اسلام کی گواہی دینا جائز اور ممکن ہو جائے اور اس کے علاوہ جماعت اور بھی فوائد ہیں لوگوں میں نیکی اور پرہیزگاری آتی ہے اور انسان بہت سے گناہوں سے بچتا ہے۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ بعض نمازوں کو بلند آواز سے اور بعض کو خفیف آواز سے پڑھنے کا حکم کیوں دیا گیا ؟ تو کہا جائے گا کہ جن نمازوں کو بلند آواز سے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ نمازیں وہ ہیں جو اندھیرے اوقات میں پڑھی جاتی ہیں اس لئے حکم دیا گیا کہ ان کو بلند آواز سے پڑھو تاکہ ادھر سے گزرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہاں جماعت ہو رہی ہے اگر وہ نماز پڑھنا چاہے تو نماز پڑھ لے اس لئے کہ اگر وہ اندھیرے

ہیں جماعت کو نہیں دیکھتا تو آواز سن کر اس کو علم ہو جائے اور وہ وہ نمازیں جن کو خفیف آواز سے پڑھنے کا حکم ہے وہ روز روشن میں پڑھی جاتی ہیں اس کا مشاہدہ سے اس کو علم ہو جاتا ہے اسے سننے کی ضرورت نہیں ہے۔

○ اور اگر کوئی شخص سوال کرے کہ ان نمازوں کو ان اوقات میں کیوں رکھا گیا اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد ؟ تو کہا جائے گا کہ یہ اوقات تمام روئے زمین پر بسنے والوں کو معلوم ہیں اور مشہور ہیں یہ چار اوقات تو ہر جاہل اور عالم بھی جانتا ہے چنانچہ غروب آفتاب مشہور و معروف ہے پس اس وقت مغرب کی نماز رکھ دی گئی اور شفق کی سرخی کا زائل ہونا مشہور ہے اس لئے اس میں عشاء کی نماز رکھ دی گئی۔ اور طلوع فجر مشہور ہے اس لئے اس میں فجر کی نماز رکھ دی گئی اور زوال آفتاب اور سایہ کا ڈھلنا مشہور ہے اس لئے اس میں ظہر کی نماز رکھ دی گئی اور عصر کے لئے کوئی وقت معلوم اور مشہور نہیں ہے جس طرح یہ چاروں وقت مشہور ہیں اس لئے اس کے وقت میں وسعت دے دی گئی کہ اس سے پہلے ظہر کی نماز کے وقت سے لے کر اس وقت تک جب کہ ہر شے کا سایہ اپنے سے چار گنا ہو جائے۔

علاوہ بریں ایک دوسرا سبب بھی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ لوگ اپنے ہر کام کو اس کی اطاعت و عبادت سے شروع کریں چنانچہ دن کی ابتداء اس کی عبادت سے کریں پھر دنیاوی امور میں جس کام کے لئے چاہیں پھیل جائیں اس لئے فجر کی نماز ان پر واجب کر دی۔ اور جب نصف النہار ہو تو یہ وقت وہ ہے جس میں انسان اپنے تمام مشاغل روک دیتا ہے اس میں انسان اپنے کپڑے اتار دیتا ہے آرام کرتا ہے اور اپنے کھانے پینے اور قیلولہ میں مصروف ہوتا ہے اس لئے حکم دیا کہ اس کی ابتداء بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے کرو چنانچہ ظہر کی نماز واجب کر دی اور جب ظہر کی نماز سے فارغ ہوں تو پھر کھانا پینا اور آرام وغیرہ جو چاہیں کریں اور جب آرام سے فارغ ہوں اور اپنے کاموں پر پھر جانے لگیں تو حکم ہوا نماز عصر پڑھو ہیں اس کے بعد اپنے اپنے کاموں کے لئے جہاں چاہیں چلے جائیں یعنی اس کی ابتداء بھی عبادت سے کریں اور جب رات آ جائے اپنے کاموں سے گھر واپس ہوں تو اس کی ابتداء بھی عبادت سے کریں پھر جو چاہیں کریں چنانچہ اس وقت نماز مغرب کا حکم دیا۔ اس کے بعد اپنے رات کے مشاغل سے فرصت پائیں اور سونے کا وقت آئے تو اللہ نے چاہا کہ اس کی ابتداء بھی اس کی عبادت سے اور اس کی اطاعت سے ہو چنانچہ نماز عشاء واجب کر دی کہ اب اس کے بعد جو چاہیں کریں۔ اس طرح انسان کا ہر عمل اللہ کی عبادت و اطاعت سے شروع ہو جب ایسا کریں گے تو پھر اللہ کو نہ بھولیں گے اس کی یاد سے غافل نہ ہوں گے ان کے دل سخت نہ ہوں گے اور اللہ کی طرف ان کی رغبت کم نہ ہوگی۔

○ پس اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جب نماز عصر کا کوئی وقت دیگر نمازوں کے اوقات کے مانند مشہور و معروف نہیں ہے تو پھر اسے ظہر و مغرب کے درمیان ہی کیوں رکھا۔ نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان یا نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان کیوں نہیں رکھا؟

تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس لئے کہ اس وقت سے زیادہ ہلکا آسان و مناسب کوئی اور وقت تمام انسانوں کے لئے مناسب نہیں ہے جس میں قوی اور ضعیف سب کے لئے اس نماز کا ادا کرنا آسان ہو اس لئے کہ فجر سے ظہر تک لوگ اپنے کاموں میں، تجارتوں میں اور اپنے حوائج کے لئے جاتے ہیں اور بازاروں کے اندر رہنے میں لگے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ لوگ اپنے طلب معاش اور دنیا کے کاموں میں مشغول رہیں پھر ہر شخص تو راتوں کو نہیں جاگ سکتا اور نہ اس کے لئے وقت پر جاگ کر نماز پڑھ سکتا ہے اگر یہ نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان واجب ہوتی تو ان کے لئے ممکن نہ تھا اس لئے اس نماز کو سخت وقت میں نہیں بلکہ ایک آسان وقت میں رکھ دیا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے لئے آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا) سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۱۸۵۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ تکبیر میں دونوں ہاتھ کیوں بلند کئے جاتے ہیں ؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ دونوں ہاتھوں کو بلند کرنا یہ دعا مانگنے، دنیا سے ہاتھ اٹھانے اور اللہ کی بارگاہ میں عاجزی و انکساری کی ایک شکل ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کو پسند آیا کہ اس کے ذکر کے وقت بندہ عاجزی و انکساری کے ساتھ اس کی طرف لو لگائے رہے اور دعا مانگے نیز یہ کہ دونوں ہاتھ بلند کرتے وقت بندہ نیت نماز کرتا ہے اور جس کا قصد کرتا

ہے اور جو کچھ کہتا ہے اس کی طرف اپنے قلب کو رجوع کرتا ہے کیونکہ ذکر میں اصل فرض افتتاح ہے اور ہر سنت فرض کی طرف مائل کرتی ہے تو جب افتتاح میں جو کہ فرض ہے اس میں ہاتھوں کا بلند کرنا ہے تو اس نے چاہا کہ سنت بھی اسی طرف مائل ہو جس طرف فرض مائل ہے۔

○ پس اگر کوئی سوال کرے کہ سنتی نمازیں چونتیس (۳۴) رکعت کیوں ہیں تو اس کے جواب میں کہا جائے گا اس لئے کہ فرض نمازیں سترہ (۱۷) رکعتیں ہیں اور سنتی کو فرض سے دوگنا اس لئے کر دیا تاکہ فرض میں جو کمی رہ گئی ہو اسے مکمل کر دے۔

○ پس اگر کوئی یہ سوال کرے کہ یہ سنتی نمازیں مختلف اوقات میں کیوں رکھی گئیں ایک ہی وقت میں سب (چونتیس رکعات) کیوں نہ رکھ دی گئیں؟ تو کہا جائے گا کہ سب سے افضل اوقات تین ہیں وقت زوال آفتاب، بعد غروب آفتاب اور وقت سحر پس ان ہی اوقات میں نماز کو واجب کیا گیا اور پھر یہ کہ مختلف اوقات میں سنت کا پڑھنا زیادہ آسان ہے بہ نسبت ایک ہی وقت میں چونتیس رکعت سنتی نماز پڑھنے کے۔

○ پس اگر کوئی سوال کرے کہ نماز جمعہ اگر امام کے ساتھ ہو تو دو رکعت اور اگر بغیر امام کے ہو تو چار رکعتیں یہ کیوں؟ تو کہا جائے گا کہ اس کی کئی وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ لوگ جمعہ کی نماز کے لئے دور دراز سے آتے ہیں تو اللہ عزوجل نے چاہا کہ لوگ تھک جاتے ہیں اس لئے ان کے تعب و مشقت کو کم کر دیا جائے۔

دوسری وجہ یہ کہ امام ان لوگوں کو خطبہ کے لئے روکے رکھتا ہے اور وہ لوگ نماز کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں اور جو شخص نماز کے انتظار میں ہے وہ پوری نماز پڑھنے والے کے حکم میں ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ امام کے ساتھ نماز پڑھنے سے امام کے علم و فضل و تفقہ و عدل کی وجہ سے نماز پوری اور مکمل ہوتی ہے۔

چوتھی وجہ یہ کہ جمعہ بھی ایک عید ہے اور نماز عید دو ہی رکعت ہوتی ہے اس میں دو خطبوں کی وجہ سے کمی نہ ہوگی۔

○ پس اگر کوئی سوال کرے کہ نماز جمعہ میں خطبہ کیوں رکھا گیا؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ جمعہ میں عام مجمع ہوتا ہے تو اللہ نے چاہا کہ امام جمعہ کے لئے ایک صورت پیدا ہو جائے کہ وہ عوام کو پند و نصیحت کرے انہیں اطاعت الہی کی ترغیب دے انہیں معصیت سے ڈرائے انہیں دینی و دنیاوی مصالح سے آگاہ کرے اور انہیں بتائے کہ وہ حالات کیا ہیں جن میں ان کا فائدہ یا نقصان ہے اور نماز میں آنے والے اس سے بے تعلق نہیں رہ سکتے یہ کام امام جمعہ ہی کر سکتا ہے اس کے علاوہ دیگر یومیہ نمازوں کی امامت کرنے والے یہ کام نہیں کر سکتے۔

○ پس اگر کوئی سوال کرے کہ جمعہ میں دو خطبے کیوں رکھے گئے؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا اس لئے کہ ایک خطبہ اللہ کی حمد و ثنا اور اس کی تقدیس و تمجید کے لئے ہو اور دوسرا خطبہ دیگر ضروریات کے لئے ان پر حجت تمام کرنے کے لئے انہیں تنبیہ کرنے کے لئے اور دعا کے لئے اور امام انہیں جو امر و نہی کرنا چاہے کرے جس میں ان کی بھلائی اور برائی ہو۔

○ پس اگر کوئی سوال کرے کہ جمعہ کے دن نماز سے پہلے کیوں خطبہ رکھا گیا اور عیدین میں نماز کے بعد؟ تو یہ کہا جائے گا کہ اس لئے کہ جمعہ مسلسل چلتا رہتا ہے ہر ماہ میں کئی بار اور پورے سال میں اکثر بار آتا ہے اور جو چیز ان لوگوں کے سامنے بار بار کثرت سے آئے اس سے اکتا جاتے ہیں اسے چھوڑ دیتے اس کے لئے نہیں رکتے چلے جاتے ہیں اس لئے نماز سے پہلے خطبہ رکھ دیا گیا تاکہ وہ نماز کے لئے ٹھہرے رہیں گے خطبہ سنیں گے اور منتشر و متفرق نہیں ہوں گے۔ اب رہ گئی عیدیں تو یہ سال میں صرف دو مرتبہ آتی ہیں۔ یہ جمعہ سے بھی زیادہ عظیم ہے اس میں بڑا اژدحام ہوتا ہے اور لوگ اس میں بڑے شوق و رغبت سے آتے ہیں نماز کے بعد اگر کچھ لوگ چلے بھی جائیں تو عوام کی اکثریت موجود رہتی ہے اور اس سے اکثر لوگ گھبراتے اور اکتاتے نہیں ہیں (اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ) روایت میں اس طرح آیا ہے کہ جمعہ اور عیدین کے خطبے نماز کے بعد ہیں اس لئے کہ یہ دونوں بمنزلہ دو رکعت کے ہیں مگر سب سے پہلے جس نے ان دونوں خطبوں کو نماز سے مقدم کیا وہ حضرت عثمان ہیں اس لئے کہ انہوں نے احداث فی الدین کئے اس کی بناء پر لوگ ان کے خطبہ کو سننے کے لئے نہیں ٹھہرتے تھے اور کہتے تھے کہ انہوں نے یہ بدعتیں

اور احداث فی الدین کیں، ہم لوگ ان کے وعظ کو سن کر کیا کریں گے چنانچہ حضرت عثمان نے نماز سے پہلے ہی خطبہ دینا شروع کر دیا اسے نماز سے مقدم کر دیا اس لئے کہ لوگ نماز کے انتظار میں بیٹھے رہیں گے۔

○ پس اگر کوئی سوال کرے کہ جہاں نماز جمعہ ہو رہی ہے وہاں سے دو فرسخ تک رہنے والوں پر نماز جمعہ واجب ہے اس سے زیادہ پر نہیں ؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ دو فرسخ کا نامہ بر اپنی نماز قصر نہیں کرے گا خواہ صرف جانے کے دو فرسخ ہوں یا جانے اور آنے کے ملا کر دو فرسخ ہوں اور چار فرسخ کا نامہ بر اگر ابھی اپنی نصف راہ تک ہے تو اس پر نماز جمعہ واجب ہے اگرچہ اس کو اپنی نماز قصر کرنا واجب ہے اور وہ دو فرسخ والا اگرچہ دو دو فرسخ جائے گا اور دو فرسخ آئے گا اس طرح اس کے بھی چار فرسخ ہو جائیں گے اور وہ ایک مسافر کی نصف راہ کی مسافت ہو جائے گی۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ جمعہ کے دن سنتی نماز میں چار رکعت کا اضافہ کیوں ؟ تو کہا جائے گا کہ یہ اس دن کی تعظیم کے لئے ہے اور اس لئے ہے تاکہ جمعہ کے دن میں اور دوسرے دنوں میں فرق ہے۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ سفر میں نماز قصر کیوں ہے ؟ تو کہا جائے گا کہ اول نماز دس رکعت فرض کی گئی اور سات رکعت بعد میں زیادہ کی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس زیادتی میں تخفیف کر دی۔ سفر کے موقع پر مسافر کے تعب و تکلیف کوچ و اقامت کے کاموں میں مشغولیت کو دیکھتے ہوئے تاکہ اس کے ضروری امور نہ رہ جائیں۔ یہ اللہ کا کرم اور اس کی مہربانی ہے۔ سوائے نماز مغرب کے کہ اس میں قصر نہیں ہے اس لئے کہ یہ اصل ہی میں قصر کر دی گئی تھی۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ آٹھ فرسخ سفر میں ہی قصر کا حکم کیوں، نہ اس سے کم پر ہے نہ اس سے زیادہ پر ؟ تو کہا جائے گا کہ آٹھ فرسخ عام طور پر لوگوں کی، قافلوں کی اور بار برداری والوں کی ایک دن کی مسافت ہے لہٰذا ایک دن کی راہ میں قصر واجب ہوا۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ ایک دن کی راہ میں ہی قصر کیوں واجب ہوا ؟ تو کہا جائے گا کہ اگر سفر کے پہلے دن میں قصر واجب نہ ہوتا تو ایک ہزار سال تک بھی قصر واجب نہ ہوپاتا اس لئے کہ سفر میں پہلے دن کی نظیر دوسرا دن ہے جب پہلے دن میں قصر نہیں تو دوسرے دن میں قصر کیوں۔ وہ بھی تو اسی کی نظیر ہے ان دونوں میں کوئی فرق تو نہیں۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ رفتار، رفتار میں فرق ہے۔ ایک بیل دن میں چار فرسخ جاتا ہے اور گھوڑا بیس فرسخ تو آپ نے ایک دن کی مسافت کو آٹھ ہی فرسخ کیوں قرار دے لیا ؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ آٹھ فرسخ اونٹوں قافلوں کی ایک دن کی مسافت ہے اور یہی اکثر مسافت اور بڑی رفتار اونٹوں کو کرایہ پر چلانے والوں کی ہے۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ سفر کے اندر دن کی سنتی نمازیں کیوں ترک کر دی گئیں اور رات کی سنتی نمازیں ترک نہیں ہوتیں ؟ تو کہا جائے گا کہ ہر وہ نماز جس میں کوئی قصر نہیں ہے اس کی سنت میں بھی کوئی قصر نہیں چنانچہ نماز مغرب میں کوئی قصر نہیں تو اس کے بعد کی سنتی نماز میں بھی کوئی قصر نہیں اور صبح کی نماز میں بھی قصر نہیں تو اس کے پہلے کی سنتی نماز میں بھی کوئی قصر نہیں۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ مگر نماز عشاء میں تو قصر ہے مگر اس کی دو رکعت سنتی ترک نہیں ہیں ؟ تو کہا جائے گا کہ ان دو رکعتوں کا شمار پچاس میں نہیں ہے بلکہ یہ پچاس سے زیادہ ہے یہ فریضہ کی ایک رکعت کے بدلے سنتی دو رکعت شمار ہو جاتی ہے۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ مسافر اور مریض پر کیوں واجب ہے کہ وہ نماز شب ابتدائے شب میں پڑھ لے ؟ تو کہا جائے گا کہ یہ مسافر کی مشغولیت اور مریض کی ضعف و ناتوانی کی بناء پر ہے تاکہ مریض اپنے آرام کے وقت آرام کرلے اور مسافر اپنے کوچ اور سفر کے انتظام میں مشغول ہو۔

○ اگر کوئی کہے کہ لوگوں کی نماز میت کا کیوں حکم دیا گیا ؟ تو کہا جائے گا تاکہ لوگ اس کے لئے شفاعت اور اس کی مغفرت کے لئے دعا کریں اس لئے کہ اس وقت سے زیادہ کوئی ایسا وقت نہیں کہ جس میں اس کو شفاعت و دعائے مغفرت کی زیادہ ضرورت ہو۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ اس میں پانچ تکبیریں کیوں ہیں چار یا چھ کیوں نہیں؟ تو کہا جائے گا کہ یہ پانچ تکبیریں دن و رات کی پانچ نمازوں سے ماخوذ ہیں اور یہ اسلئے کہ نماز میں کوئی تکبیر فرض نہیں سوائے تکبیر افتتاح (تکبیرۃ الاحرام) کے۔ پس دن رات کی نمازوں کی فرض تکبیریں جمع کر کے نماز میت میں رکھ دی گئیں۔

○ اگر کوئی کہے کہ نماز میت میں رکوع اور سجود کیوں نہیں؟ تو کہا جائے گا کہ اس نماز کا مقصد اظہار تذلل و خضوع نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد اس بندے کے لئے شفاعت ہے جو اپنے پیچھے جو کچھ تھا چھوڑ گیا اور اب آگے کے لئے محتاج ہے۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ میت کو غسل دینے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ تو کہا جائے گا کہ میت اکثر نجاستوں اور بیماریوں وغیرہ سے آلودہ رہتی ہے اس لئے اللہ نے چاہا کہ جب وہ ان پاک و پاکیزہ لوگوں سے ملے جو کہ اس کو اپنے قریب بلائیں گے اس کو مس کریں گے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچائیں گے تو اس کو بھی صاف ستھرا اور پاک و پاکیزہ ہونا چاہیئے۔

اور بعض آئمہ علیہم السلام سے یہ بھی روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہر مرنے والا جو بھی مرتا ہے اس کے جنابت نکل آتی ہے اس لئے اس پر غسل واجب ہے۔

○ پھر اگر سوال کیا جائے کہ میت کو تکفین کا کیوں حکم دیا گیا ہے؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے تو اس کا جسد طاہر ہو اور اس لئے تکفین کا حکم ہے تاکہ جو لوگ اس کو اٹھا کر لیجائیں یا اس کو دفن کریں ان پر اس کی شرمگاہ نہ ظاہر ہو جائے اور تاکہ لوگ اس کے بعض حالات اور قبیح منظر کو نہ دیکھ سکیں اور تاکہ لوگ کثرت سے مردہ دیکھنے سے سخت دل نہ ہو جائیں اور اسی طرح کی بہت سی خرابیاں ہیں اور اس لئے کہ زندوں کے نزدیک وہ اچھا اور بہتر رہے اس کے حال کو دیکھ کر خود اس کے دوست اس سے نفرت نہ کرنے لگیں اور اس کا تذکرہ اور اس کی محبت نہ چھوڑ دیں اس کو یاد نہ رکھیں کہ اپنے بعد کے لئے اس نے کیا وصیت کی، کیا کہا اور وہ کیا چاہتا تھا۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ میت کو دفن کا حکم کیوں دیا گیا؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ لوگوں پر اس کا گلا سڑا جسم اور قبیح منظر اور بو میں تغیر ظاہر نہ ہو اور اس کی بو سے زندوں کو اذیت نہ پہنچے۔ اس کے جسم کا برا حال، گندگی و گھناؤنا لوگ نہ دیکھ سکیں۔ اس کا حال دوستوں اور دشمنوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہے ورنہ دشمن طعنہ زنی کرے گا اور دوست اس کے لئے محزون نہ ہو گا۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے جو شخص میت کو غسل دے رہا ہے اس کو غسل مس میت کا حکم کیوں ہے؟ تو کہا جائے گا اس لئے تاکہ میت پر پانی ڈالنے سے جو چھینٹ وغیرہ سے وہ آلودہ ہوا ہے اس سے پاک و صاف ہو جائے۔ اس لئے کہ جب روح نکل جاتی ہے تو اکثر جراثیم اور آلودگیاں اس میں باقی رہ جاتی ہیں اور غسل مس میت اس لئے تاکہ لوگ اس سے ملنے اور اس کے مس ہونے سے پرہیز نہ کریں اس لئے کہ نجاست وغیرہ کا خیال ان کے ذہنوں پر غالب رہتا ہے۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ انسان کے علاوہ دیگر مردہ جانوروں مثلاً چڑیا، چوپائے اور درندوں کو اگر کوئی مس کرے تو اس پر غسل کیوں واجب نہیں ہے؟ تو کہا جائے گا کہ یہ تمام پروں، بالوں اور روؤں سے ملبوس ہیں اور سب پاک و صاف ہیں ان میں سے روح نہیں نکلتی ہے اور اس کو جو مس کیا جاتا ہے وہ صرف بالوں اور پروں کو مس کیا جاتا ہے جو پاک و صاف ہے خواہ زندہ کا ہو یا مردہ کا یہ تو ان جانوروں کا لباس ہے جو ان کے اوپر ہے۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ آپ لوگوں نے بغیر وضو کے نماز میت پڑھنا کیوں جائز قرار دے دیا؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ اس میں رکوع و سجود نہیں ہے یہ صرف دعا و التجا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا اور التجا تو ہر حالت میں کرنا جائز ہے صرف اسی نماز کے لئے وضو واجب ہے جس میں رکوع اور سجود ہو۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ تم لوگوں نے نماز میت کو قبل مغرب اور بعد فجر کیوں جائز قرار دے دیا؟ تو کہا جائے گا کہ یہ نماز اس وقت

واجب ہے جب نماز میت کا سبب پیدا ہو جائے اس کا کوئی وقت دیگر نمازوں کی طرح نہیں ہے یہ تو حادثہ رونما ہونے کے ساتھ ہی واجب ہے جو انسان کے اختیار میں نہیں ہے اور یہ میت کا ایک حق ہے جو ادا کیا جاتا ہے اور حقوق تو کسی وقت بھی ادا کئے جا سکتے ہیں جب کہ اس کا کوئی وقت مقرر نہ کیا گیا ہو۔

○ اور اگر کہا جائے کہ سورج گرہن کے لئے نماز کیوں قرار دی گئی ؟ تو کہا جائے گا کہ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ سورج گرہن رحمت کے لئے ہوا ہے یا عذاب کے لئے اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ آپ کی امت اپنے خالق و رحمان کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا کرے کہ وہ اس گہن کے برے اثرات سے بچائے جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کو کہ جب اس نے اپنے خالق سے گڑگڑا کر دعا مانگی تو اللہ نے ان سے عذاب ٹال دیا۔

○ اگر سوال کرے کہ نماز گہن میں دس رکعتیں کیوں قرار دی گئیں ؟ تو کہا جائے گا کہ اول اول جو فرض نمازوں کا حکم آسمان سے نازل ہوا وہ دن و رات میں مل کر دس رکعتیں تھیں تو یہ رکعتیں یہاں جمع کر دی گئیں اور ان میں سجدے اس لئے قرار دیئے گئے کہ وہ نماز جس میں رکوع ہو وہ سجدے سے خالی نہیں رہ سکتی اور اس لئے بھی کہ یہ نماز بھی سجدہ اور خضوع و خشوع پر ختم ہو اور اس میں چار سجدے قرار دیئے گئے اس لئے کہ ہر وہ نماز جس میں سجدے چار سے کم ہوں وہ نماز نہیں ہوگی اس لئے کہ نماز میں کم از کم چار سجدے تو لازمی ہیں۔

○ اور اگر کہا جائے کہ رکوع کے بدلے سجدے کیوں قرار پائے ؟ تو کہا جائے گا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا افضل ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے سے، لیکن کھڑا شخص گرہن لگنے اور اس کے چھوٹنے کو دیکھ سکتا ہے اور جو سجدے میں ہے وہ نہیں دیکھ سکتا۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ اصل نماز کی صورت سے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اس سے اس نماز کی صورت کو کیوں بدل دیا گیا ؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس لئے کہ یہ نماز ایک سبب کی بناء پر ہے اور وہ سورج گرہن ہے۔ پھر جب سبب بدل گیا تو نماز کی صورت بھی بدل گئی۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ یوم الفطر کو عید کا دن کیوں قرار دیا گیا ؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ اس میں مسلمانوں کا اجتماع عام ہوتا ہے لوگ اللہ کی خوشنودی کے لئے نکلتے ہیں اور اللہ نے جو ان پر احسان کیا ہے اس کا شکر ادا کرتے ہیں اس لئے یہ دن یوم عید و یوم اجتماع و یوم فطرہ یوم زکوٰۃ و یوم رغبت و یوم تضرع ہے اور اس لئے کہ یہ سال میں پہلا دن ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے کھانا پینا حلال کیا ہے اس بناء پر کہ اہل حق کے نزدیک رمضان ہی سال کا پہلا مہینہ ہے اس لئے اللہ نے چاہا کہ اس دن لوگوں کا مجمع ہو اور لوگ اللہ کی تحمید و تقدیس کریں۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ نماز عید میں دوسری نمازوں سے زیادہ تکبیریں کیوں رکھی گئیں ؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ تکبیر در اصل اللہ کی عظمت کا اظہار اور اس امر پر اس کا شکر ادا کرنا ہے کہ اس نے ہدایت اور عافیت عطا فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولتکبروا اللہ علی ما ھدیکم ولعلکم تشکرون** (تاکہ تم (روزوں کی گنتی پوری کرنے کے بعد) اللہ کی بڑائی کا اظہار کرو اس بات پر اس نے تم کو ہدایت دی اور تم شکر گزار بن جاؤ) سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۱۸۵۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ اس میں بارہ تکبیریں کیوں قرار دی گئیں ؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ دو رکعتوں میں بارہ تکبیریں ہوتی ہیں اس لئے اس میں بارہ تکبیریں قرار دی گئیں۔

○ اگر سوال کیا جائے کہ پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کیوں قرار دی گئیں دونوں برابر برابر کیوں نہ رکھی گئیں ؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ فرض نماز میں سات تکبیروں سے افتتاح کرنا سنت ہے اس لئے یہاں بھی سات تکبیروں سے شروع کیا گیا اور چونکہ دن و رات کی نمازوں میں پانچ تکبیرۃ الاحرام ہیں اس لئے دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں رکھی گئیں یہ اس لئے کہ دو رکعتوں کو تکبیر الگ کر دے۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ روزے کا حکم کیوں دیا گیا ؟ تو کہا جائے گا اس لئے تاکہ لوگ جان لیں کہ بھوک پیاس میں کیا اذیت و تکلیف

ہوتی ہے اور وہ جان لیں کہ آخرت کے فقراء کا حال وہاں کیا ہوگا اس پر استدلال کریں نیز اس لئے کہ روزہ دار فروتن و مسکین و ذلیل، امیدوار ثواب اپنے اعمال کا حساب کرنے والا اور اللہ کو پہچاننے والا بنتا ہے اور بھوک پیاس سے جو اس کو تکلیف پہنچ رہی ہے اس پر صبر کرکے ثواب کا مستحق بن جائے نیز خواہشات کو قابو میں رکھے اور یہ چیز فی الوقت اس کے لئے نصیحت آموز ہو اس کو ریاضت کا عادی بنادے تاکہ وہ اوپر اپنے عائد کردہ فرائض کی ادائیگی کرے اور خود کو ثواب کا امیدوار بنائے نیز اس لئے کہ اس دنیا میں فقیروں اور مسکینوں کو اس سے کتنی شدید تکلیف ہوتی ہے اسے محسوس کرے اور اس پر مالی فرائض جو اللہ نے عائد کئے ہیں انہیں ادا کرے۔

○ اور اگر کوئی سوال کرے کہ یہ روزے خاص ماہ رمضان ہی میں کیوں فرض ہیں دوسرے مہینوں میں کیوں نہیں؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا جس میں اللہ نے اہل حق اور اہل باطل کو جدا جدا کردیا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **شهر رمضان الذي انزل فيه القران هدى للناس وبينات من الهدىٰ والفرقان** (رمضان کا مہینہ وہ ہے کہ اس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی واضح دلیلیں اور حق و باطل کو کھول کر دکھلانے والا ہے) سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۱۸۵۔

○ اور اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی بنائے گئے اور اس میں وہ شب قدر ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور **وفيها يفرق كل امر حكيم** (اور اس میں حکمت و مصلحت کے ہر کام فیصل کئے جاتے ہیں) سورۃ دخان۔ آیت نمبر ۴ اور یہ سال کا پہلا مہینہ ہے اور اس میں سال بھر کے اندر جو ہونے والا ہوتا ہے۔ بھلائی ہو یا برائی، نفع ہو یا نقصان، روزی ہو یا موت سب طے کردیئے جاتے ہیں۔ اسی لئے اس کو قدر کی رات کہتے ہیں۔

○ اگر سوال کیا جائے کہ پورے ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کا حکم کیوں دیا گیا نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ؟ تو کہا جائے گا اس لئے کہ یہ عام بندوں کی قوت اور عام طور پر قوی اور ضعیف اتنے روزے رکھ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر جو فریضہ عائد کرتا ہے وہ اکثریت کی وسعت و قوت کو پیش نظر رکھ کر عائد کرتا ہے پھر اتنے روزے تو قوی لوگ عام طور پر رکھ ہی سکتے ہیں اب رہ گئے ضعیف لوگ تو ان میں تو انہیں رخصت دے دی گئی ہے اور قوی لوگوں کو اس سے زیادہ روزہ رکھنے کی رغبت دلائی ہے۔ اگر بندوں کی اصلاح اس سے کم روزے سے ہوتی تو وہ اسے کم کردیتا اور اس سے زیادہ کی ضرورت ہوتی تو وہ ان روزوں میں زیادتی کا حکم دیتا۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ جب عورت ایام حیض میں ہو تو وہ نہ روزہ رکھے گی اور نہ نماز پڑھے گی یہ کیوں؟ تو کہا جائے گا کہ اس لئے کہ وہ نجاست میں رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بغیر طہارت کے اس کی عبادت نہ کی جائے اور پھر جس کے لئے نماز نہیں اس کے لئے روزہ بھی نہیں ہے۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ یہ حکم کیوں ہوا کہ عورت روزے کی قضا کرے نماز کی قضا نہ کرے؟ تو کہا جائے گا کہ اس کی کئی وجوہ ہیں پہلی وجہ تو یہ ہے کہ روزہ عورت کو اپنا کام کرنے اور اپنے شوہر کی خدمت کرنے اور اپنے امور خانہ داری کے انجام دینے سے مانع نہیں مگر نماز ان تمام باتوں میں رکاوٹ بنتی ہے اس لئے کہ ہر نماز ہر دن اور ہر رات میں دو مرتبہ ہو جائے گی اور روزہ میں ایسا نہیں ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ نماز میں تعب و مشقت ہے اس کے ارکان بجالانے پڑتے ہیں اور روزے میں صرف کھانا پینا چھوڑنا پڑتا ہے اس میں کوئی ارکان نہیں بجالانے پڑتے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ دن رات میں کوئی ایسا وقت نہیں آتا کہ جس میں کوئی جدید نماز واجب نہ ہو اور روزے میں ایسا نہیں ہے اس لئے ایسا نہیں ہے کہ جب کوئی دن آئے تو عورت پر کوئی روزہ واجب ہو اور نماز کا کوئی وقت آئے تو اس پر نماز واجب ہے۔

○ اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ایسا کیوں ہے کہ اگر ماہ رمضان میں کوئی شخص بیمار پڑے یا سفر کرے اور پھر ابھی مرض سے صحتیاب نہ ہو

یا اس کا سفر ختم نہ ہو کہ دوسرا ماہ رمضان آجائے تو ایسے کے لئے فدیہ ہے اور قضا ساقط ہے اور اگر دوسرے ماہ رمضان آنے سے پہلے وہ صحتیاب ہو گیا تھا یا اس نے سفر میں کہیں قیام کیا تھا مگر اس نے قضا روزہ نہیں رکھا تھا تو اس پر فدیہ اور قضا دونوں واجب ہے؟ تو کہا جائے گا کہ اس لئے کہ یہ روزہ اس پر اسی سال اور اسی مہینہ واجب تھا لیکن وہ مریض تھا جو صحتیاب نہیں ہوا اور سال گذر گیا اللہ نے اس کو مرض سے مغلوب کیا ہوا تھا تو اس بے چارے کے لئے اس کی ادائیگی کی کوئی صورت ہی نہ تھی تو اس پر سے قضا ساقط ہے اور اسی طرح ہے کہ اگر دن رات کسی شخص پر غشی طاری رہے تو اس پر نماز کی قضا نہیں ہے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی بندہ منجانب اللہ مغلوب و مجبور ہو تو وہ معذور ہے اس لئے کہ دوسرا رمضان آگیا اور وہ مسلسل مریض ہی رہا تو اس پر روزہ نہ اس مہینہ واجب ہے نہ اس سال میں واجب ہے اس لئے کہ وہ بیمار اور مریض تھا مگر اس پر فدیہ واجب ہے اس لئے کہ وہ بمنزلہ اس کے ہے جس پر روزہ واجب ہے مگر اس میں اس کے ادا کرنے کی استطاعت نہ تھی لہذا اس پر فدیہ واجب چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا فمن لم يستطع فاطعام ستين مسكينا** (پس جو کوئی (غلام آزاد کرانے کی استطاعت نہ پائے تو قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو مس کریں دو ماہ کے لگاتار روزے (فرض) ہیں۔ پھر جو کوئی (اس کی بھی) استطاعت نہ رکھے تو ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو کھانا کھلانا واجب ہے) سورۃ مجادلہ۔ آیت نمبر ۴ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **ففدية من صيام او صدقة** (پھر اس کا بدلہ روزے یا خیرات) سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۱۹۶ لہذا جب معذور ہو تو روزہ کے بدلے صدقہ ہے۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ اگر اس وقت وہ روزہ نہیں رکھتا تھا تو اب تو رکھ سکتا ہے؟ تو کہا جائے گا کہ جب اس کے لئے دوسرا ماہ رمضان آگیا تو اس پر گذشتہ کے لئے فدیہ واجب ہوا اس لئے کہ وہ بمنزلہ اس شخص کے ہے جس پر روزہ واجب ہو کفارہ نہیں مگر وہ روزہ نہ رکھ سکے تو اس پر فدیہ واجب اور جب فدیہ واجب ہوا تو روزہ ساقط ہو گیا اور فدیہ لازم ہوا۔ اور اگر ان دونوں رمضانوں کے درمیان اس کو مرض سے افاقہ ہوا اور اس کے باوجود اس نے روزہ نہیں رکھا تو اس وقت کو ضائع کرنے کی وجہ سے اس پر فدیہ واجب اور اب چونکہ اس میں استطاعت ہے وہ روزہ رکھ سکتا ہے اس لئے روزہ بھی واجب ہوگا۔

○ اگر سوال کیا جائے کہ سنتی روزہ کیوں قرار دیا گیا تو کہا جائے گا تاکہ وہ اپنے فریضہ صوم کی تکمیل کرے۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ ہر مہینہ میں تین روزے کیوں رکھے گئے ہیں یعنی ہر دہائی میں ایک دن؟ تو کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **من جاء بالحسنة فله عشر امثالها** (جو شخص ایک نیکی کرے گا اس کو اس کے مثل دس نیکیوں کا ثواب ملے گا) سورۃ انعام آیت نمبر ۱۶۰ لہذا جو شخص ہر دہائی کے اندر ایک دن روزے رکھے گا تو گویا اس نے سارے سال روزہ رکھا جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رحمۃ اللہ نے بیان کیا کہ ہر مہینے میں تین دن کا روزہ سارے سال کا روزہ ہے۔ اور اگر کوئی شخص سارا سال روزہ نہ رکھ سکے تو انہی تین دنوں کا روزہ رکھے

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ عشرہ اول میں پہلا پنجشنبہ اور آخری عشرہ میں آخری پنجشنبہ اور درمیان کے عشرہ میں چہار شنبہ روزہ کے لئے کیوں قرار دیا گیا؟ تو کہا جائے گا کہ پنجشنبہ کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہر پنجشنبہ کو بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں تو اس نے چاہا کہ جب بندہ کے اعمال اللہ کے سامنے پیش ہوں تو وہ بندہ روزے سے ہو۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ آخری پنجشنبہ کیوں قرار دیا گیا؟ تو کہا جائے گا کہ جب بندے کے اعمال تین دن پیش ہوتے ہیں اور بندہ روزے سے ہوتا ہے تو بہتر یہی ہے کہ بندے کے دونوں دن جب اعمال پیش ہوں تو اس وقت بھی وہ روزے سے ہو اور درمیانی عشرہ کا چہار شنبہ تو اس کے متعلق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن جہنم کو خلق کیا اور اسی دن اگلی قوموں کو ہلاک کیا یہ دن مسلسل نحس ہے تو اللہ نے چاہا کہ بندہ اس دن روزہ رکھ کر اس دن کی نحوست سے خود کو بچائے۔

○ اگر کوئی سوال کرے کہ اگر کوئی شخص ایک بندہ آزاد کرانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو پھر کفارہ میں روزہ کیوں واجب ہے۔ حج و نماز یا ان دونوں کے علاوہ کوئی اور چیز کیوں نہیں واجب ہے؟ تو کہا جائے گا کہ حج اور نماز اور اس کے علاوہ سارے فرائض انسان کے لئے اس کے دنیاوی معاملات کی انجام دہی اور کسب معاش میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ نیز وہ تمام اسباب بھی جس کا ذکر ہم حائض کے ذیل میں کر چکے ہیں کہ وہ روزہ کی قضا کیوں کرے گی اور نماز کی قضا کیوں نہیں کرے گی۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ مسلسل پے در پے رکھے کا کیوں حکم دیا گیا؟ تو کہا جائے گا تاکہ اس کی ادائیگی کو کوئی شخص آسان نہ سمجھے اور خفیف امر۔ جان لے کیونکہ جب متفرق طور پر قضا کی ادائیگی کا حکم ہوگا تو اس کے لئے آسان ہوگا اور وہ اسے خفیف امر سمجھے گا۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ حج کا حکم کیوں دیا گیا؟ تو کہا جائے گا اس لئے تاکہ اللہ کی بارگاہ میں وفد کی شکل میں جائیں اور اس سے توفیقات کی زیادتی کی التجا کریں اور اب تک جو انہوں نے گناہ کئے ہیں اس کو ترک کریں گزشتہ سے توبہ کریں۔ اور آئندہ کے لئے از سر نو ارادہ کریں کہ اب ہم اللہ کی مرضی کے مطابق اپنا مال خرچ کریں گے جسمانی مشقت برداشت کریں گے۔ مال بچوں میں پھنسے نہ رہیں گے۔ اپنے نفس کو لذات سے بچائیں گے۔ گرمی و سردی کی پرواہ نہیں کریں گے۔ اور اس پر قائم و دائم رہیں۔ خضوع و خشوع، عاجزی و انکساری کے ساتھ اور اس کے علاوہ اس میں تمام لوگوں کا فائدہ ہے۔ اس سے لوگوں کو اللہ کی طرف رغبت ہوگی۔ اس سے ڈریں گے اور قساوت قلبی خساست نفسی اور ذکر الٰہی کے بھولنے اور مایوسی و ناامیدی کو ترک کریں گے اور از سر نو حقوق العباد ادا کریں گے نفس کو شر و فساد سے بچائیں گے۔ نیز اس میں تمام مشرق و مغرب کی قوموں کا نفع ہے خواہ خشکی میں ہوں یا تری میں وہ حج کر رہے ہوں یا نہ کر رہے ہوں، تاجر ہوں یا مزدور، خریدار ہوں یا بیچنے والے، ہنرمند ہوں یا کرایہ پر چلانے والے، مفلس ہوں یا محتاج، اس میں تمام اطراف کے لوگوں کی حاجات پوری ہوں گی جہاں جہاں یکجا ہونے کا موقع ہو علاوہ بریں اس میں دینی علوم کے سیکھنے سکھانے اور آئمہ طاہرین علیہ السلام کی احادیث کو پھیلانے کا موقع بھی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون** (ان میں سے ہر گروہ کی ایک جماعت اپنے گھروں سے کیوں نہیں نکلتی کہ علم دین حاصل کرے اور جب اپنی قوم کی طرف پلٹ کر آئے تو ان کو عذاب آخرت سے ڈرائے) سورۂ توبہ۔ آیت نمبر ۱۲۲۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ لوگوں کو صرف ایک ہی مرتبہ حج کا کیوں حکم دیا گیا اس سے زیادہ کا نہیں؟ تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ جب کوئی فریضہ عائد کرتا ہے تو کم قوت والوں کو ملحوظ رکھ کر حکم دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے **فما استيسر من الهدىٰ** قربانی کے لئے کم سے کم جو آسانی سے مل سکے یعنی بکری جو ہر قوی اور ضعیف کی وسعت میں ہے پس اسی طرح سارے فرائض قوم کے کم سے کم قوت و سول کو ملحوظ رکھتے ہوئے عائد کئے گئے ہیں اور ان ہی فرائض میں سے ایک حج ہے اس کے بعد اہل قوت کو ان کی طاقت کے مطابق رغبت دلائی گئی ہے۔

اور اگر سوال کیا جائے کہ حج میں تمتع کا کیوں حکم دیا گیا؟ تو جواب میں کہا جائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے تاکہ لوگ اپنے احرام میں سلامت رہیں اور احرام کی مدت ان کے لئے طویل نہ ہو جائے ورنہ تمام امور فاسد ہو جائیں گے اور یہ کہ حج اور عمرہ یہ دونوں واجب ہیں اور اس لئے عمرہ باطل اور معطل نہ ہو اور عمرہ کو چھوڑ کر حج تنہا نہ رہ جائے نیز تمتع اس لئے کہ حج اور عمرہ کے درمیان فاصلہ رہے اور اس لئے بھی تاکہ خانہ کعبہ کا طواف متروک اور بند نہ ہو جائے اس لئے کہ محرم جب طواف کرلے گا تو محل ہو جائے گا لہٰذا اگر تمتع نہ ہوگا تو حاجی کے لئے طواف جائز نہ ہوگا اور اس لئے کہ اگر طواف کرے تو اس کا احرام ختم اور فاسد ہو جائے گا اور ادائیگی حج سے پہلے ہی وہ احرام سے خارج ہو جائے گا اور اس لئے کہ لوگوں پر قربانی اور کفارہ بھی واجب ہے اور لازم ہے کہ وہ جانور ذبح کریں اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کریں ایسا نہ ہو کہ قربانی اور صدقہ ختم اور باطل ہو جائے۔

( ) اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس کا وقت دس ذی الحجہ ہی کیوں ہے نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد ہے تو کہا جائے گا کہ اللہ تعالی نے اس عبادت کو ایام تشریق میں جائز کیا ہے مگر سب سے پہلے ملائکہ نے اس گھر کا طواف اسی دن کیا لہذا یہ ان کی سنت بن گئی اور قیامت تک کے لئے یہ دن مقرر ہو گیا چنانچہ انبیاء میں سے حضرت آدمؑ و نوحؑ و ابراہیمؑ و عیسیٰؑ اور محمد صلوات اللہ علیہم وغیرہ۔ دیگر انبیاء نے اسی وقت حج کیا لہذا ان کی اولاد کے لئے یہ دن قیامت تک کے لئے سنت اور دستور بن گیا۔

○ اور اگر سوال کیا جائے کہ احرام کا حکم کیوں دیا گیا ہے تو اس کے جواب میں کہا جائے گا تاکہ حرم خدا اور اس جائے امن میں داخل ہونے سے پہلے لوگ عاجزی اور فروتنی اختیار کریں اس کو کھیل کود نہ سمجھیں اور امور دنیا اور اس کی زینتوں اور لذتوں میں مشغول نہ رہیں صبر و ضبط سے کام لیں اور بالکل ان کا رجحان اور مقصد اللہ تعالی کی طرف رہے اور اس کے ساتھ احرام سے اللہ اور اس کے گھر کی تعظیم کا اور اپنی عاجزی و انکساری کا بھی اظہار ہو گا کہ جب وہ اللہ کی طرف ثواب کا امیدوار اور عتاب سے خائف اس کے گھر کی چوکھٹ پر حاضری دے رہا ہے تو وہ کس قدر مسکنت و ذلت اور خضوع و خشوع کے ساتھ آیا ہے۔ وصلی اللہ علی محمدؐ وآلہ اجمعین۔

بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے انہوں نے کہا کہ جب میں نے یہ تمام علل و اسباب سنے تو فضل بن شاذان سے کہا یہ بتائیں کہ یہ علل و اسباب جو آپ نے بتائیں ہیں یہ آپ نے اپنی عقل سے استنباط کئے ہیں اور آپ کی اپنی فکر کا نتیجہ ہیں یا آپ نے کسی سے سنا ہے اور روایت کی ہے تو انہوں نے کہا اللہ تعالی نے جتنے فرائض عائد کئے ہیں اس سے اس کا کیا مقصد ہے یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شرعی احکامات دیئے ہیں اور جو سنتیں آپ نے جاری فرمائی ہیں ان سے آپ کی کیا مراد ہے یہ تو مجھے کبھی معلوم ہی نہ تھا۔ اور نہ یہ علل و اسباب میں نے اپنے دل سے بتائیں ہیں۔ بلکہ میں نے یہ سب کچھ اپنے مولا و آقا حضرت ابوالحسن امام علی ابن موسی رضا علیہ السلام سے کبھی ایک شے کا سبب اور کبھی کسی دوسری شے کا سبب یکے بعد دیگرے سنتا رہا اور جمع کرتا رہا۔ پھر میں نے آپ جنابؑ سے عرض کیا کہ کیا میں ان علل و اسباب کو آپ کے حوالے سے بیان کروں تو ان جنابؑ نے ارشاد فرمایا ہاں (یعنی اجازت ہے)

باب (۱۸۳) پائخانہ اور اس کی بدبو کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے اور انہوں نے نوفلی سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر ابن محمد سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے آپ جنابؑ سے پائخانہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اولاد آدم کو یہ جتانے کے لئے ہے کہ وہ حقیر اور ذلیل ہے وہ پائخانہ اپنے ساتھ لئے لئے پھرتا ہے تاکہ اس میں تکبر اور گھمنڈ نہ آئے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے سہل بن زیاد آدمی سے اور انہوں نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن موسی علیہم السلام کو ایک خط لکھا اور اس میں آپ جناب سے پائخانہ اور اس کی بدبو کا سبب دریافت کیا تو آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم کو پیدا کیا تو ان کا جسد بالکل پاک اور طیب تھا اور چالیس سال تک یونہی پڑا رہا ملائکہ ادھر سے گذرتے تو کہتے کہ تو کس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور ابلیس ان کے منہ سے داخل ہوتا اور پائخانہ کی جگہ سے نکل جاتا۔ اس لئے آدمؑ کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ بدبودار اور غیر طیب ہو گیا۔

باب (۱۸۳)۔ پائخانہ کرتے وقت انسان اپنے نیچے کی جانب کیوں دیکھتا ہوں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحیی سے انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے ابی جعفر سے انہوں نے داؤد جمال سے انہوں نے عیس بن ابی جنیہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ عمر بن عبید نے آپ جناب سے سوال کیا کہ کیا بات ہے کہ جب انسان قضائے حاجت کے ارادے سے بیٹھتا ہے تو وہ اپنے نیچے کی طرف نظر کرتا ہے اور جو کچھ اس میں سے نکلتا ہے اس کو دیکھتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جو اسے دیکھنے کا ارادہ کرے مگر اللہ تعالی ایک فرشتہ کو مقرر کر دیتا ہے کہ اس کی گردن پکڑ کر اسے جھکا دیتا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ اس میں سے حلال نکل رہا ہے یا حرام۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے متعدد لوگوں سے ان سب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے ان کے جد علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا مجھے اولاد آدم پر تعجب ہے کہ ابتداء میں تو نطفہ تھا اور آخر میں ہو جائے گا مردار ان دونوں کے درمیان جب تک رہے گا پائخانہ کا برتن بنا ہوا رہے گا اور اس کے باوجود وہ تکبر کرتا ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے مفضل بن عمر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی سے اور کسی شخص سے تکرار ہو گئی اس نے ان سے کہا تم کون ہو اور تمہاری کیا حقیقت ہے؟ سلمان نے کہا سنو ہم اور تم دونوں کی ابتداء قطرہ نجس سے ہے اور ہم اور تم دونوں کا انجام مردار ہے جو سڑا گلا ہو گا مگر جب قیامت کا دن آئے گا اور بندوں کے اعمال کے تولنے کے لئے ترازو نصب کی جائے گی تو جس کے اعمال نیک کا پلہ ہلکا ہو گا وہ بد بخت و بد نصیب ہو گا اور جس کے اعمال نیک کا پلہ بھاری ہو گا وہ خوش نصیب ہو گا۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے صالح بن سندی سے انہوں نے جعفر بن بشیر سے انہوں نے صالح حذاء سے انہوں نے اسامہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ مغیریہ میں سے ایک شخص نے کسی سنت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کوئی ایسا نہیں کہ جس میں سنت نہ ہو جو اسے جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ اس سے انکار کرتا ہے۔ اس نے کہا بیت الخلاء کے اندر داخل ہونے میں کیا سنت ہے آپ نے فرمایا جب بیت الخلاء کو جاؤ تو اللہ کا ذکر کرو۔ شیطان سے پناہ چاہو اور جب فارغ ہو جاؤ تو کہو الحمد اللہ کہ جو تکلیف میرے اندر تھی وہ نکل گئی بنہایت آسانی اور عافیت کے ساتھ۔ تو اس شخص نے کہا کہ پھر انسان قضائے حاجت کرتے وقت نیچے کو نظر کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ اس میں سے کیا نکلتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ دو فرشتے مقرر نہ ہوں اور جب انسان قضائے حاجت میں مشغول ہوتا ہے تو وہ دونوں فرشتے اس کی گردن پکڑ کر جھکا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے آدم کی اولاد اس چیز کو دیکھ کہ جس کے لئے دنیا میں تو نے مشقت کو برداشت کیا اس کا اب کیا ہو گیا۔

باب (۱۸۵) وہ سبب جس کی بناء پر پھلدار درختوں کے نیچے قضائے حاجت منع ہے اور وہ سبب کہ جس کی بناء پر جن درختوں پر پھل ہوتے ہیں ان سے انس پیدا ہوتا ہے اور وہ سبب جس کی بناء پر سدرۃ المنتہیٰ کا نام سدرۃ المنتہیٰ رکھا گیا

(۱) میرے والد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن محبوب سے اور انہوں نے مالک بن عینیہ سے انہوں نے حبیب سجستانی سے انہوں نے کہا میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے قول خدا **ثم دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ** (پھر قریب ہوا اور آگے کی طرف بڑھا تو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی قریب پھر اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی بھیجی سو بھیجی) سورۂ نجم۔ آیت نمبر ۹ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ حبیب اس آیت کو اس طرح مت پڑھو بلکہ اس طرح پڑھو **ثم دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین فی القرب او ادنیٰ فاوحیٰ الیٰ عبدہ یعنی رسول اللہ ما اوحیٰ** اے حبیب جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ فتح کر چکے تو آپ کی اللہ کی عبادت اور اس کی نعمت کا شکر ادا کرنے اور خانہ کعبہ کے طواف وغیرہ میں معروف رہنے لگے اور حضرت علی بھی آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ ایک مرتبہ جب شب آئی تو دونوں سعی کے ارادے سے صفا و مروہ کی طرف گئے اور صفا سے اترے اور مروہ کی طرف وادی میں پہنچے تو آسمان سے آتے ہوئے ایک نور نے ان دونوں کو ڈھانپ لیا جس سے مکہ کی تمام پہاڑیاں چمک اٹھیں اور ان دونوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں یہ حال دیکھ کر دونوں سخت خوفزدہ ہوئے۔ پھر آنحضرتؐ جلدی سے اوپر چلے اور حضرت علیؑ آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ تھے یکایک آنحضرتؐ نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا تو دیکھا کہ آپؐ کے سر کے اوپر دو انار لٹک رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ان دونوں اناروں کو لے لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ اے محمد یہ انار جنت سے آئے ہیں اس لئے اس کو تم اور تمہارے وصی علی ابن ابی طالب ہی کھائیں گے چنانچہ ایک انار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھایا اور ایک حضرت علی علیہ السلام نے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو وحی کی وہ کی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا اے حبیب پھر آنحضرتؐ نے اس کو دوسری مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا اور اسی کے پاس جنت الماوی ہے یعنی وہاں حضرت جبرئیل نے آپ سے ملاقات کی جب آپ آسمان کی طرف بلند ہوئے اور محل سدرہ تک پہنچے تو حضرت جبرئیل کھڑے ہو گئے اور کہا اے محمدؐ بس یہیں تک میری پرواز ہے میں اوپر نہیں جا سکتا آپ آگے بڑھیں آپ کے سامنے سدرہ ہے آپ یہاں سے آگے بڑھ جائیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرہ کی طرف بڑھے اور جبرئیل کو پیچھے چھوڑ دیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے سدرۃ المنتہیٰ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اہل زمین کے بندوں کے اعمال کو لے کر نگہبان فرشتے مقام سدرہ تک پرواز کرتے ہیں اور سدرہ کے نیچے کچھ بزرگ و نیک و نگہبان فرشتے جو کچھ اوپر بندوں کے اعمال بلند ہو کر آتے ہیں وہ اسے تحریر کرتے ہیں اور مقام سدرہ تک پہنچاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر آنحضرتؐ نے سدرہ کو دیکھا کہ اس کی شاخیں عرش کے نیچے اطراف میں پھیلی ہوئی ہیں۔ لکھتے ہیں محمدؐ کے لئے نور جبار نے تجلی کی اور جب وہ نور آنحضرتؐ پر چھا گیا تو آپ کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں اور آپؐ لرز اٹھے تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے دل کو مضبوط کیا اور نگاہ کو قوت دی یہاں تک کہ آپ نے اپنے رب کی نشانیاں دیکھیں جو بھی دیکھی ہوں اور اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (**ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ عندھا جنۃ الماویٰ**) (اور یقیناً اس نے اسے ایک بار اور سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک (شب

معراج) میں دیکھا کہ اس کے نزدیک ہی رہنے کی جگہ جنت ہے) سورۂ نجم۔آیت نمبر ۱۳/ ۱۴/ ۱۵ آپ نے فرمایا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کی آیات کبریٰ دیکھیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ درخت سدرہ کا پھیلاؤ دنیا کے سالوں کے اعتبار سے ایک سو سال کی مسافت کے برابر ہے اور اس کا ایک پتہ ساری دنیا کے لوگوں کو ڈھانپ لے گا اور اللہ تعالیٰ کے ملائکہ میں بعض زمین کے پودوں کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں ہر درخت اور کھجور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے اور اگر اس کی حفاظت پر کوئی مقرر نہ ہوتا تو جب اس میں پھل آتے تو سارے پرندے اور زمین کے کیڑے کوڑے اسے کھا جاتے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی مسلمان پھلدار درختوں اور کھجوروں کے نیچے قضائے حاجت کرے اس لئے کہ ان درختوں پر فرشتے مقرر ہیں۔ پھر فرمایا کہ اسی بناء پر جب درختوں اور کھجوروں پر پھل ہوتے ہیں تو ان سے انس و رونق پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ وہاں فرشتے رہتے ہیں۔

باب (۱۸۶) پیشاب سے بچنے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے علی بن اسماعیل سے انہوں نے صفوان سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ پیشاب سے بچتے تھے چنانچہ جب آپؐ پیشاب کا ارادہ کرتے تو کسی بلند مقام پر تشریف لے جاتے یا ایسی جگہ پر جاتے جہاں دھول اور ریت ہو تاکہ پیشاب کی چھینٹ آپؐ پر نہ آجائے۔

باب (۱۸۷) بیت الخلاء میں بہت دیر تک بیٹھنا مکروہ ہے اس کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے فضل بن عامر سے انہوں نے موسیٰ بن قاسم بجلی سے انہوں نے اس شخص سے جس نے ان سے اس کا ذکر کیا اور اس نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ بیت الخلاء میں دیر تک بیٹھنے سے بواسیر کا مرض پیدا ہوتا ہے۔

باب (۱۸۸) وہ سبب جس کی بناء پر وضو کے لئے کسی دوسرے سے مدد لینا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن حماد سے اور انہوں نے ابراہیم بن عبدالحمید سے انہوں نے شہاب بن عبدالرب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امیر المومنینؑ جب وضو فرماتے تو کسی کو اپنے اوپر پانی نہیں ڈالنے دیتے اور فرماتے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ اپنی نماز کے کام میں کسی اور کو شریک کروں۔

باب (۱۸۹) وہ سبب جس کی بناء پر وضو کا حکم دیا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے اور انہوں نے حماد

بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز بن عبداللہ سے انہوں نے زرارہ اور محمد بن مسلم سے اور ان دونوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ وضو اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض میں سے ایک فریضہ ہے تاکہ اللہ تعالیٰ یہ جان لے کہ کون اس کی اطاعت کرتا ہے اور کون اس کی نافرمانی کرتا ہے اور مومن کو کوئی شے نجس نہیں کرتی اس وضو کے لئے اتنا ہی پانی کافی ہے جیسے کہ تیل وغیرہ لگانا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے اور انہوں نے نوفلی سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وضو میں حد سے تجاوز کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا اس میں کمی کرنے والا۔

باب (۱۹۰) وہ سبب جس کی بناء پر سر کے بعض حصے اور پاؤں کے بعض حصے پر مسح قرار دیا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا آپ مجھے بتائیں کہ آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا جو آپ نے کہا کہ مسح سر کے بعض حصے پر اور پاؤں کے بعض حصے پر ہوگا؟ یہ سن کر آپ ہنسے اور فرمایا اے زرارہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے اور اس کے متعلق قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اس کا ارشاد ہے **وایدیکم الی المرافق** (اور اپنے دونوں ہاتھ کہنی تک) پھر فاصلہ دیا دونوں کلام میں پھر کہا **وامسحوا برؤسکم** (اور مسح کرو اپنے سروں کے کچھ حصہ کا) کہا تو ہم لوگوں کو علم ہوا کہ بعض سر کا مسح ہے اس لئے کہ اس میں "ب" ہے جو یہاں بعض کے معنی دیتا ہے پھر اسی **برؤسکم** سے **ارجلکم** کو ملایا جس طرح **ایدیکم** کو **وجوھکم** سے ملایا اور کہا **وارجلکم الی الکعبین** (اور اپنے پاؤں کا ان کی پیٹھ کی ہڈی کے ابھار تک) اس سے ہم لوگوں کو علم ہو گیا کہ جس طرح سر کا مسح ہے اسی طرح پاؤں کا مسح بھی ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اس کی یہی مطلب بتایا لیکن لوگوں نے آپ کے قول کو ضائع کر دیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منه** (پھر تم کو پانی نہ ملا تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو پس تم مسح کرو اس سے اپنے چہروں کا اور اپنے ہاتھوں کے کچھ حصوں کا) سورۂ مائدہ۔ آیت نمبر ۶ پس جب پانی نہ ملنے کی صورت میں یہ رکھ دیا گیا تو اس کا مطلب یہ کہ دھونے کے بدلے مسح ہے اس لئے کہ فرمایا اپنے چہروں کو اسی سے ملا کر کہا اور اپنے ہاتھوں کو پھر کہا اس سے یعنی اس خاک سے کیونکہ اس کو علم ہے کہ یہ خاک ہاتھ کے بعض حصے میں لگے گی اور بعض میں نہیں سب کی سب چہرے پر نہیں جاری ہو سکتی۔ اس کے لئے فرمایا **ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج** (اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے) سورۂ مائدہ۔ آیت نمبر ۶ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ نہیں کہ دینی احکام میں تم لوگوں پر کوئی حرج ڈالے اور حرج کا مطلب تنگی اور سختی ہے۔

باب (۱۹۱) وہ سبب جس کی بناء پر صرف چار اعضاء پر وضو کیا جاتا ہے دوسروں پر نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے فضالہ سے انہوں نے حسن بن ابی العلاء سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ چند یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور بہت سے سوالات کئے ان میں ایک سوال یہ بھی کیا کہ اے محمدؐ یہ بتلایئے کہ آپ جسم کے صرف چار اعضاء پر وضو کیوں کرتے ہیں حالانکہ یہ جسم تو اور اعضاء سے

زیادہ پاک و صاف رہتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا کہ جب شیطان نے حضرت آدمؑ کے دل میں وسوسہ ڈالا تو آپ درخت کے قریب گئے اس پر نظر ڈالی تو ان کے چہرے کی آب جاتی رہی۔ پھر کھڑے ہوئے اور ادھر چلے اور یہ پہلا قدم تھا جو معصیت کے لئے اٹھا اور اپنے ہاتھ سے اس درخت سے پھل توڑا اور کھایا۔ اس کے کھاتے ہی آپ کے جسم کے تمام لباس گر گئے اور حضرت آدمؑ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور رونے لگے مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی تو ان پر اور ان کی ذریت پر ان چار اعضاء کا دھونا فرض کر دیا اور چونکہ انہوں نے شجر کی طرف دیکھا اس لئے چہرے کے دھونے کا حکم دیا ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے کا حکم اس لئے کہ انہوں نے اس سے لیا اور تناول کیا اور سر کے مسح کا حکم اس لئے کہ وہ سر پر ہاتھ دھر کر بیٹھ گئے، پاؤں پر مسح اس لئے کہ ان ہی دونوں سے وہ خطا کرنے گئے تھے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے محمدؒ بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن سنان سے کہ حضرت ابو الحسن امام رضا علیہ السلام نے ان کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ وضو جس کی بناء پر منہ اور ہاتھوں کا دھونا اور سر اور پاؤں کا مسح فرض ہوا اس کا سبب یہ ہے کہ اپنے ظاہری پاک و صاف اعضاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہونا اور کراماً کاتبین سے ملاقات کرنا ہے۔ پس چہرے کا دھونا خشوع اور خضوع کے لئے ہے اور دونوں ہاتھوں کا دھونا اس لئے کہ ان کے ذریعے انسان دنیا سے کٹ کر اللہ کی طرف رغبت اور اس سے خوف کا اظہار کرے گا اور سر اور پاؤں کا مسح اس لئے کہ یہ دونوں ظاہر اً کھلے ہوئے رہتے ہیں ہر حال میں سامنے رہتے ہیں اور چہرے اور ہاتھوں سے جو دنیا سے بے تعلقی اور خضوع کا جو اظہار ہوتا ہے وہ سر اور پاؤں سے نہیں ہوتا (اس لئے ان پر صرف مسح ہے)۔

باب (۱۹۲) وہ سبب جس کی بناء پر وضو کرتے وقت آنکھوں کا کھولنا مستحب ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابی ھمام نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن سعید بن غزوان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سکونی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن جریج نے انہوں نے عطار سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ وضو کے وقت اپنی آنکھیں کھلی رکھو اس کی وجہ سے تم لوگ ممکن ہے کہ جہنم کی آگ نہ دیکھو۔

باب (۱۹۳) وہ سبب جس کی بناء پر وضو میں منہ پر چھینٹا مارنا مستحب ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے معاویہ بن حکیم سے انہوں نے ابن مغیرہ سے انہوں نے ایک شخص سے اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص وضو کرے تو اپنے منہ پر چھینٹا مارے تاکہ اگر اونگھ رہا ہو تو بیدار ہو جائے اور اگر سردی ہے تو اس سے ڈرے گا اور پھر سردی محسوس نہ کرے گا۔

باب (۱۹۴) وہ سبب جس کی بناء پر آفتاب سے گرم شدہ پانی کا استعمال مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے درست سے انہوں نے ابراہیم بن عبد الحمید سے اور انہوں نے حضرت ابو الحسن علیہ السلام سے آپ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہؐ حضرت عائشہ کے حجرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ تانبے کا دیگچہ دھوپ میں رکھا ہوا ہے۔ آپؐ نے پوچھا اے حمیرا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا (یہ پانی ہے) اس سے میں اپنا سر اور بدن دھوؤں گی۔ فرمایا خبردار ایسا نہ کرنا اس سے مرض برص پیدا ہوتا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے نوفلی سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام سے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ پانی جو دھوپ سے گرم ہوا ہو اس سے نہ وضو کرو نہ غسل کرو نہ آٹا گوندھو اس لئے کہ اس سے مرض برص پیدا ہوتا ہے۔

باب (۱۹۵) وہ سبب جس کی بناء پر جنابت سے غسل واجب ہوتا ہے اور پیشاب و پائخانہ سے نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے اپنے چچا محمد بن علی کوفی سے انہوں نے روایت کی محمد بن سنان سے کہ امام رضا علیہ السلام نے ان کے بذریعہ خط پوچھے ہوئے مسائل کے جواب میں خط لکھا جس میں غسل جنابت کا سبب بھی تحریر فرمایا کہ غسل جنابت اس لئے ہے کہ انسان خود کو پاک و صاف رکھے اور تمام بدن کی تطہیر اس لئے کہ جنابت سارے جسم سے خارج ہوتی ہے اس لئے سارے جسم کی تطہیر واجب ہے اور پائخانہ و پیشاب میں تخفیف اس لئے کہ یہ جنابت کی بہ نسبت اکثر اور ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اس لئے اس میں وضو پر ہی اللہ راضی ہے اس کی کثرت کو دیکھتے ہوئے کہ ہر مرتبہ پیشاب و پائخانہ پر غسل بڑی دقت و مشقت کا سبب ہوگا۔ پھر یہ بغیر ارادہ و بغیر خواہش و شہوت کے بھی آتا ہے مگر جنابت بغیر خواہش لذت بلا ارادہ کے نہیں آتی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا احمد بن ابی عبداللہ سے اور انہوں نے ابوالحسن علی بن الحسن برقی سے انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حسن بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے آباء سے انہوں نے اپنے جد حضرت امام حسن ابن علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ یہود کے چند لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ان میں جو سب سے زیادہ صاحب علم تھا اس نے آپؑ سے چند مسائل دریافت کئے ان میں ایک مسئلہ یہ بھی دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے جنابت پر غسل واجب کیا اور پیشاب پائخانے پر نہیں ؟ تو رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت آدمؑ نے درخت سے پھل کھایا تو اس کا عرق ان کے جسم کے تمام رگ و ریشہ اور بال بال میں دوڑ گیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت پر جنابت کا غسل قیامت تک کے لئے واجب قرار دے دیا۔ اور پیشاب تو یہ انسان جو کچھ پیتا ہے اس کا فضلہ ہے اور پائخانہ انسان جو کچھ کھاتا ہے یہ اس کا فضلہ (تمام جسم سے اس کا تعلق نہیں) اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر فقط وضو واجب کیا یہودی نے کہا اے محمدؐ آپ نے سچ فرمایا۔

باب (۱۹۶) وہ سبب جس کی بناء پر جب انسان نیند سے بیدار ہو تو اس کو بغیر ہاتھ دھوئے ہوئے کسی برتن میں ہاتھ ڈالنا مناسب نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے ابن مسکان سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے عبدالکریم ابن عتبہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ان سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جو نیند سے بیدار ہوا تو کیا وہ ہاتھ دھونے سے پہلے کسی برتن میں ہاتھ ڈالے ؟ انہوں نے کہا نہیں یہ مناسب نہیں اس لئے کہ اسے معلوم نہیں کہ سوتے میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں پہنچا تھا لہٰذا اس کو ہاتھ دھو لینا چاہئے۔

باب (۱۹۷) وہ سبب جس کی بناء پر انسان کے پیٹ سے جو نکلتا ہے اس پر وضو واجب اور پیٹ میں جو کچھ داخل ہوتا ہے اس پر وضو واجب نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے دادا اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے حسین بن حسن بن ابان سے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی اور عبدالرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے مثنی حناط سے انہوں نے منصور بن حازم سے انہوں نے سعید بن احمد سے انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پیٹ سے جو کچھ خارج ہو تو اس پر وضو کرو اور پیٹ میں جو کچھ داخل ہو اس پر وضو نہ کرو اس لئے کہ پیٹ میں جو کچھ داخل ہوتا ہے وہ طیب اور پاک ہے اور جو کچھ نکلتا ہے وہ نجس اور خبیث و گندہ ہے۔

باب (۱۹۸) کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے قاسم بن محمد وغیرہ سے انہوں نے صفوان بن مہران جمال سے انہوں نے ابی نمیرہ سے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرنا فقر و تنگی کو دور کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا یہ دونوں وضو فقر دور کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ دونوں فقر کو دور کرتے ہیں۔

باب (۱۹۹) وہ سبب جس کی بناء پر اشنان سے دہن کے باہر دھونا چاہیے دہن کے اندر نہیں

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن موسیٰ بن جعفر بن ابی جعفر کمیدانی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے عبدالعزیز سے انہوں نے امام رضا علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اشنان سے منھ کا بیرونی حصہ دھونا چاہیئے اندرونی حصہ اس کو قبول نہ کرے گا۔

باب (۲۰۰) وہ سبب جس کی بناء پر پاک و صاف پانی میں پیشاب کرنا منع ہے

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر ہرگز پانی نہ پیو اور کسی قبر کے گرد ہرگز چکر نہ لگاؤ اور پاک و صاف پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرو اس لئے کہ جو ایسا کرے گا اس کو اگر کوئی مرض لگ جائے تو وہ اپنے سوا کسی کو برا نہ کہے اور پھر اس سے وہی چھٹکارہ پائے گا جس کو اللہ چاہے گا۔

باب (۲۰۱) وہ سبب جس کی بناء پر بیت الخلاء میں گفتگو جائز نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے

موسیٰ بن عمران نخعی سے انہوں نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بیت الخلاء میں بات نہ کرو جو اس میں بات کرے گا اس کی حاجت کبھی پوری نہ ہوگی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریس رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے ابراہیم بن ہاشم وغیرہ سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی قضائے حاجت کر رہا ہو اور کوئی شخص اس کو پکارے تو اس کو جواب دینے سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ جب تک وہ اس سے فارغ نہ ہو بات نہ کرے۔

باب (۲۰۲) وہ سبب جس کی بناء پر قضائے حاجت کرتے ہوئے شخص کے لئے جائز ہے کہ مؤذن کی اذان کی تکرار کرے اور اللہ کا ذکر کرے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اگر تم بیت الخلاء میں بھی ہو اور اذان کی آواز سنو تو وہ کہو جو مؤذن کہہ رہا ہے اور اس حال میں بھی ذکر خدا کرو اس لئے کہ خدا کا ذکر ہر حال میں اچھا ہے پھر فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ بن عمران نے اللہ تعالیٰ سے گفتگو کی تو کہا اے پروردگار یہ بتا تو مجھ سے بہت دور ہے تاکہ میں تجھ کو بہت زور سے پکاروں یا تو مجھ سے قریب ہے کہ آہستہ آہستہ تجھ سے بات کروں" تو آواز آئی اے موسیٰ میں اس شخص کا ہم نشیں ہوتا ہوں جو میرا ذکر کرے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار میں جس حال میں بھی ہوں تیرا ذکر کروں" ارشاد ہوا اے موسیٰ ہاں ہر حال میں تم میرا ذکر کرو۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں حریز بن عبداللہ سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا اے مسلم کے فرزند تم اللہ کا ذکر کسی حال میں بھی نہ چھوڑنا اگر تم بیت الخلاء میں بھی ہو اور مؤذن کی اذان سنو تو جس طرح وہ کہتا ہے اسی طرح تم بھی کہو۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے عمیر بن اذینہ سے انہوں نے زرارہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا یہ فرمائیں کہ جب اذان کی آواز سنوں تو کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا تم ہر ذکر کرنے والے کے ساتھ اللہ کا ذکر کیا کرو۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد سنانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمزہ بن قاسم علوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مالک کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن سلیمان مروزی نے روایت کرتے ہوئے سلیمان بن مقبل مدائنی سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا سبب ہے جب انسان مؤذن کی اذان سنے تو اس کو بھی وہی کہنا مستحب ہے جو مؤذن کہہ رہا ہے خواہ پاخانہ یا پیشاب ہی کیوں نہ کر رہا ہو؟ آپ نے فرمایا اس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔

باب (۲۰۳) بروز جمعہ غسل واجب ہونے کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے علی بن معبد سے انہوں نے حسین بن خالد صیرفی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن اول علیہ السلام سے دریافت کیا کہ غسل جمعہ کیوں واجب کر دیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نماز فریضہ کو نماز نافلہ سے پورا کر دیتا ہے، روزہ واجب کو روزہ سنت سے پورا کر دیتا ہے اور وضو واجب کو روز جمعہ کے غسل سے پورا کر دیتا ہے۔ اگر اس میں کچھ سہو ہو گیا یا کوئی کوتاہی ہو یا نسیان ہو گیا ہو

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے ابراہیم بن اسحاق سے انہوں نے عبداللہ بن حماد انصاری سے انہوں نے صباح مزنی سے انہوں نے حارث بن اصبغ بن نباتہ سے ان کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جب کسی کو ڈانٹتے تو فرماتے تو اس سے بھی زیادہ کاہل اور سست ہے جتنا غسل جمعہ کو ترک کرنے والا کاہل وسست ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے انسان ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک صاف ستھرا رہتا ہے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن عبداللہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے بیان فرمایا کہ انصار اپنے کھیتی باڑی اور آب پاشی کے کاموں میں مشغول رہتے تھے اور جمعہ کے دن آتے تو ان کے بغلوں اور جسموں کی بو سے لوگوں کو اذیت ہوتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز جمعہ غسل کا حکم دیا پھر دین میں سے یہ سنت جاری ہو گئی۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا سے اور انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن سنان سے روایت کی ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان کے مسائل کے جواب میں خط لکھا تو اس میں غسل عیدین و غسل جمعہ وغیرہ و دیگر اغسال کی علت بھی تحریر کی کہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بندے کے دل میں اپنے رب کی کتنی عظمت ہے۔ وہ ایک کریم و جلیل کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنے آرہا ہے اور چونکہ یہ ان لوگوں کی مشہور عید ہے۔ اور یہ لوگ ذکر الٰہی کے لئے جمع ہوں گے اس لئے اس دن کی عظمت کے پیش نظر اس میں غسل کا حکم دیا تاکہ اس دن کو دیگر ایام سے فضیلت رہے اور اس میں لوگ نوافل اور عبادت زیادہ کریں اور اس لئے کہ یہ لوگ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک پاکیزہ رہیں۔

باب (۲۰۴) وہ سبب جس کی بناء پر عورتوں کو سفر میں غسل جمعہ کے ترک کی اجازت ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ سے ایک مرفوع روایت کی ہے کہ غسل جمعہ مردوں اور عورتوں دونوں پر واجب ہے سفر ہو یا حضر لیکن یہ کہ پانی کی قلت کی بناء پر عورتوں کو اجازت ہے کہ وہ سفر میں چاہیں تو غسل ترک کر لیں۔

باب (۲۰۵) وہ سبب جس کی بناء پر لوگ تین ڈھیلوں سے آب دست کرتے تھے اور وہ سبب جس کی بناء پر لوگ پانی سے آب دست کرنے لگے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین نے روایت

کرتے ہوئے عبدالرحمن بن ہاشم بجلی سے انہوں نے ابی خدیجہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگ پہلے تین ڈھیلوں سے آب دست کرتے تھے اس لئے کہ یہ کھجوریں کھاتے اور پاخانہ مینگنیوں کی طرح کرتے تھے۔ پھر انصار میں سے ایک شخص نے کدو کھالیا اور پاخانہ ڈھیلا اور پتلا ہو گیا تو اس نے پانی سے آب دست لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پاس آدمی بھیجا۔ وہ آیا مگر ڈر رہا تھا کہ اس نے چونکہ پانی سے آب دست لیا ہے اس کی برائی میں کوئی آیت نازل ہوگی۔ وہ آیا تو آپ نے پوچھا کیا آج تو نے کوئی نئی بات کی ہے؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ میں نے آج پانی سے آب دست اس لئے کیا کہ آج میں نے ایسا کھانا کھایا کہ مجھے دست آگئے اور آب دست میں ڈھیلے سے کام نہ چلا تو میں نے پانی سے آب دست لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھے مبارک ہو اللہ نے تیری مدح میں آیت نازل فرمائی کہ ان الله يحب التوابين و يحب المتطهرين (بیشک اللہ رجوع کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) سورۂ بقرہ۔ آیت نمبر ۲۲۲ تو پہلا وہ شخص ہے جس نے پانی سے آب دست لیا اور اب تو۔ تو ابین میں پہلا اور متطہرین میں پہلا شخص ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے مسعدہ بن زیاد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعض بیویوں سے فرمایا کہ مومنین کی عورتوں کو حکم دے دو کہ وہ پانی سے آب دست لیا کریں اور اس میں پورا پورا مبالغہ کریں اس لئے کہ یہ اطراف کو پاک کر دیتا ہے اور بواسیر کو بھی دور کر دیتا ہے۔

باب (۲۰۶) وہ سبب جس کی بناء پر کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا شمار وضو میں نہیں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اسماعیل بن مرار سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے اور انہوں نے اس سے کہ جس سے انہیں سنایا اور اس نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ان دونوں نے ارشاد فرمایا کہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا شمار وضو میں نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں جسم کے اندرونی حصے ہیں۔

باب (۲۰۷) وہ سبب جس کی بناء پر اگر استنجا کئے ہوئے پانی میں کوئی کپڑا گر جائے تو اس کو دھونا واجب نہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے اہل مشرق کے ایک شخص سے اس نے ابن احول سے روایت کی ہے کہ اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو تو میں مسائل دریافت کرتے کرتے رکا تو آپ نے فرمایا نہیں جو مسئلہ چاہو پوچھو میں نے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ایک شخص استنجا کر رہا تھا کہ اس کا کپڑا اس استنجا کئے ہوئے پانی میں گر پڑا آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اور یہ کہکر خاموش ہو گئے پھر آپ نے فرمایا نہیں معلوم ہے کہ حرج کیوں نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں خدا کی قسم میں آپ پر قربان آپ نے فرمایا اس لئے کہ اس نجس سے پانی کی مقدار زیادہ ہے۔

باب (۲۰۸) وہ سبب جس کی بناء پر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل جنابت میں واجب نہیں ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابی یحییٰ واسطی سے انہوں نے ایک شخص سے جس نے ان سے بیان کیا اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ غسل جنابت کرنے والا کلی کرے اور منھ میں پانی ڈالے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس لئے کہ وہ جسم کے ظاہری حصہ پر غسل جنابت کرے گا باطنی حصہ پر نہیں اور منھ جسم کا باطنی حصہ ہے

(۲) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ غسل جنابت میں اگر تم چاہو تو غسل جنابت میں کلی کر لو اور ناک میں پانی ڈال لو مگر یہ واجب نہیں ہے اس لئے کہ غسل ظاہری جسم پر ہے باطنی جسم پر نہیں ہے

باب (۲۰۹) وہ سبب جس کی بناء پر اگر کوئی مرد پیشاب کرنے سے پہلے غسل جنابت کرلے اور غسل کے بعد مثانہ سے کچھ نکلے تو وہ دوبارہ غسل کرے اور عورت اگر غسل جنابت کے بعد اندر سے کچھ نکلے تو وہ دوبارہ غسل نہیں کرے گی

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے ابن مسکان سے انہوں نے سلیمان بن خالد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے پیشاب کرنے سے پہلے غسل جنابت کر لیا اور بعد میں اس کے مثانہ سے کچھ نکلا تو آپ نے فرمایا کہ وہ دوبارہ غسل کرے گا۔ میں نے کہا اور اگر عورت کے اندر سے بعد غسل کچھ نکلے؟ آپ نے فرمایا وہ دوبارہ غسل نہیں کرے گی۔ میں نے عرض کیا ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا عورت کے اندر سے جو کچھ نکلا ہے وہ مرد کی منی ہے

باب (۲۱۰) وہ سبب جس کی بناء پر حائضہ عورت اور جنب مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ مسجد سے گذر جائیں مگر مسجد میں ان کے لئے کچھ رکھنا جائز نہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یعقوب بن یزید نے روایت کرتے ہوئے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ اور محمد بن مسلم سے اور ان دونوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ان دونوں کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے آپ جناب سے پوچھا کہ حائضہ عورت اور جنابت والا مرد مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ حائضہ عورت اور جنابت والا مرد یہ دونوں مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے صرف اس سے گذر سکتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولا جنباً الا عابری سبیل حتی تغتسلوا** (اور نہ حالت جنابت میں (مسجد میں داخل ہو) سوائے اس کے کہ راہ کے گذرنے والے ہو جب تک کہ غسل نہ کر لو) سورۃ النساء۔ آیت نمبر ۴۳ اور مسجد سے کوئی شے لے سکتے ہیں مگر اس میں کوئی چیز رکھ نہیں سکتے زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا آخر ایسا کیوں ہے کہ یہ دونوں مسجد سے کچھ لے تو سکتے ہیں مگر اس میں کچھ رکھ نہیں سکتے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اگر

مسجد میں کوئی شے ہے اور انہیں لینا ہے تو انہیں بغیر اٹھائے ہوئے کوئی چارہ نہیں اور رکھنے کے لئے تو وہ مسجد کے علاوہ دوسری جگہ بھی رکھ سکتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کیا وہ دونوں قرآن بھی پڑھ سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں سوائے آیات سجدہ کے ویسے وہ اللہ کا ذکر ہر حال میں کر سکتے ہیں۔

باب (۲۱۱) صحیح شخص کے مثانہ سے جو پانی نکلتا ہے اور مریض کے مثانہ سے جو پانی نکلتا ہے ان دونوں میں فرق کی وجہ

(۱) میرے والد رحمہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابن مغیرہ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے ابن ابی یعفور سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ میں مجامعت کر رہا ہوں اور شہوت محسوس کرتا ہے مگر جب بیدار ہوتا ہے تو اپنے کپڑے وغیرہ پر کچھ نظر نہیں آتا۔ پھر کچھ دیر بعد اس کے مثانہ میں سے کچھ نکلتا ہے؟ آپ نے فرمایا اگر وہ مریض ہے تو پھر وہ غسل جنابت کرے گا اور اگر تندرست ہے تو پھر اس پر غسل وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا آدمی اگر تندرست ہے تو منی کا پانی قوت کے ساتھ اچھل کر نکلتا ہے اور اگر مریض ہے تو پانی ضعف کے ساتھ نکلتا ہے (اچھل کر نہیں نکلتا)

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے حماد سے روایت کرتے ہوئے حریز سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا جب تم کبھی مریض ہوتے ہو اور اس میں تم کو شہوت ہوتی ہے تو کبھی کبھی منی نکلتی ہے تو اچھل کر نکلتی ہے لیکن تمہارے مرض کی وجہ سے اس میں قوت نہیں ہوتی کمزوری اور ضعف کے ساتھ نکلتی ہے ایک ساعت کے بعد دوسری ساعت میں اور تھوڑی تھوڑی نکلتی ہے تو اس کی وجہ سے غسل جنابت کرو۔

باب (۲۱۲) نوادرات (متفرقات)

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی کوفی سے اور انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے انہوں نے ایک شخص سے اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص چالیس سال تک اللہ کی عبادت کرے مگر وضو میں اللہ کی اطاعت نہیں کرتا تو بے سود ہے

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے حکم بن مسکین سے انہوں نے محمد بن مروان سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص ساٹھ ستر سال کا ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں کرتا میں نے عرض کیا یہ کیوں اور کیسے؟ فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے وضو میں جس پر مسح کرنے کا حکم دیا ہے وہ اس کو دھوتا ہے

باب (۲۱۳) وہ سبب جس کی بناء پر وضو کے وقت بسم اللہ کہنا واجب ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے داؤد عجلی غلام ابی مغیرہ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر

صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا اے ابو محمد جو شخص وضو کرتے وقت بسم اللہ کہے تو اس کا تمام جسد پاک ہو جائے گا اور ایک وضو سے دوسرے وضو تک جتنے گناہ اس سے سرزد ہوئے ان کا کفارہ ہو جائے گا اور جس نے وضو کرتے وقت بسم اللہ نہیں کہا اس کا جسد اسی حد تک پاک ہو گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچا ہے۔

باب (۲۱۴) وہ سبب جس کی بناء پر اگر وضو کرنے والا ہاتھ کا دھونا یا سر کا مسح بھول جائے تو پھر سے وضو کرے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن عامر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے معلی بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی وشاء نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حماد بن عثمان نے روایت کرتے ہوئے حکم بن حکیم سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک ایسے شخص کے متعلق جو وضو میں ہاتھ دھونا یا سر کا مسح کرنا بھول گیا، تو آپ نے فرمایا وہ پھر سے وضو کرے اس لئے کہ وضو میں ایک عمل کے بعد فوراً دوسرا عمل ہونا چاہیے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے سماعہ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا اگر تم وضو کر رہے ہو اور ابھی وضو کا کچھ حصہ ہی کیا ہے کہ تمہیں کوئی ضرورت پیش آگئی اور تم اس میں لگ گئے ادھر وضو کا کیا ہوا حصہ خشک ہو گیا تو پھر سے وضو کرو اس لئے کہ وضو مسلسل ہوتا ہے کچھ ابھی اور کچھ بعد میں نہیں ہوتا۔

باب (۲۱۵) حیض کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسی سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے ابی جمیلہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی لڑکیوں کو حیض نہیں آیا کرتا یہ حیض ایک طرح کی عقوبت اور سزا ہے اور سب سے پہلے جسے حیض آیا وہ سارا تھیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسی بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ برقی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن محبوب نے روایت کرتے ہوئے ابی ایوب خزاز سے انہوں نے ابی عبیدہ حذاء سے انہوں نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی یعنی امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حیض ایک نجاست ہے جسے اللہ نے ان پر پھینک دیا ہے پھر فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں عورتوں کو سال بھر میں ایک مرتبہ حیض آیا کرتا تھا چنانچہ اس وقت کچھ عورتیں پردے سے باہر نکلیں اور ان کی تعداد سات سو تھی وہ زرد رنگ کے کپڑے اور زیورات پہنے ہوئے عطریات میں بسی بسائی نکلیں اور شہروں میں پھیل گئیں مردوں کے ساتھ بیٹھنے اور عید کے مجمعوں میں شریک ہونے اور مردوں کی صفوں میں بیٹھنے لگیں تو اللہ تعالی نے ان میں حیض جاری کر دیا اور اب ان کو ہر مہینہ حیض آنے لگا اور اللہ تعالی نے ان عورتوں کو حیض میں مبتلا کر دیا اور ان کی شہوت زیادہ ہو گئی۔ آپ نے فرمایا اور ان کے علاوہ دوسری عورتیں جنہوں نے ایسا نہیں کیا وہ سال میں ایک مرتبہ حیض میں مبتلا ہوتی تھیں۔ آپ نے فرمایا پھر ان عورتوں کے لڑکے جو ہر مہینہ حیض میں مبتلا ہوتی تھیں ان کی شادیاں ان عورتوں کی لڑکیوں سے ہوئی جو سال میں ایک مرتبہ حیض میں مبتلا ہوتی تھیں اسی طرح

ساری قوم آپس میں مخلوط ہو کر رہ گئی ۔ اس کے بعد ان کی لڑکیاں اور ان کی لڑکیاں دونوں حیض میں مبتلا ہونے لگیں اور ان عورتوں کی اولاد کی تعداد جن کو سال میں ایک مرتبہ حیض آتا تھا فساد خون کی وجہ سے کم ہو گئی ۔ آپ نے فرمایا اس طرح ان کی اولاد بڑھ گئی اور ان کی اولاد کم ہو گئی ۔

باب (۲۱۶) وہ سبب جس کی بناء پر طعام سے قبل صاحب خانہ کو ہاتھ دھونے کی ابتداء کرنا چاہیئے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن عجلان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کی ابتداء صاحب خانہ کرے گا تاکہ کسی کو جھجک محسوس نہ ہو ۔ اور جب لوگ کھانے سے فارغ ہو جائیں تو ہاتھ دھونے کی ابتداء وہ کرے گا جو دروازے کی داہنی جانب بیٹھا ہے وہ خواہ آزاد ہو خواہ غلام ہو ۔

(۲) ایک اور حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے صاحب خانہ ہاتھ دھوئے گا اس کے بعد وہ جو اس کے داہنی جانب بیٹھا ہے اور جب کھانا اٹھا لیا جائے تو پھر ہاتھ دھونے کی ابتداء وہ کرے گا جو صاحب خانہ کے بائیں جانب بیٹھا ہے اور خود صاحب خانہ سب کے بعد آخر میں ہاتھ دھوئے گا اور یہی اس کے لئے مناسب ہے اس طرح اعتدال ہو جائے گا ۔

باب (۲۱۷) وہ سبب جس کی بناء پر نفاس والی عورتوں کو اٹھارہ دن دیئے گئے ہیں نہ اس سے زیادہ دیئے گئے نہ اس سے کم

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان ابن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسین بن ولید سے انہوں نے حنان بن سدیر سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ان سے پوچھا کہ نفاس والی عورتوں کو اٹھارہ دن دیئے گئے نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ ؟ تو انہوں نے کہا اس لئے کہ حیض کی اصل مدت تین دن ہے اور اوسط مدت پانچ دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن کی ہے پس نفاس والی کو اصل مدت ، اوسط مدت اور اکثر مدت سب کو جوڑ کر (اٹھارہ دن) دیئے گئے ۔

باب (۲۱۸) وہ سبب جس کی بناء پر حائضہ عورت کے لئے خضاب لگانا جائز نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیٰی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد ابن یحیٰی سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے علی بن اسباط سے انہوں نے اپنے چچا یعقوب سے انہوں نے ابی بکر حضرمی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ کیا حائضہ عورت خضاب لگائے ؟ آپ نے فرمایا نہیں اس لئے کہ ڈر ہے کہ شیطان اس پر غالب نہ آجائے ۔

باب (۲۱۹) وہ سبب جس کی بناء پر حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی القاسم نے روایت کرتے ہوئے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے عبداللہ

بن عبدالرحمن اصم سے انہوں نے ہیثم بن واقد سے انہوں نے مقرن سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت سلمان رحمہ اللہ نے حضرت علی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس بچہ کی غذا کے متعلق جو شکم مادر میں ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالی نے حاملہ عورت کے حیض کو روک لیا ہے اسی کو شکم مادر میں اس بچہ کی غذا بنادیا ہے۔

باب (۲۲۰) آداب حمام

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے حسن بن علی سے انہوں نے عبداللہ بن بکیر سے انہوں نے عبداللہ بن ابی یعفور سے انہوں نے کہا کہ بغل کے بالوں کے نوچنے اور مونڈنے کے معاملہ میں زرارہ بن اعین نے مجھ سے اختلاف کیا میں کہتا تھا کہ بغل کے بالوں کا نوچنا مونڈنے سے بہتر ہے۔ اور اس پر نورہ لگانا ان دونوں سے بہتر ہے چنانچہ ہم لوگ حضرت امام جعفر صادق کی ڈیوڑھی پر فیصلہ کے لئے آئے اور ملاقات کی اجازت چاہی تو بتایا گیا کہ وہ حمام تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ ہم لوگ حمام پہنچے تو آپ ہم لوگوں کے پاس حمام سے باہر نکلے اور آپ اپنی بغل میں نورہ لگائے ہوئے تھے میں نے زرارہ سے کہا دیکھو اب تو یہ تمہارے لئے کافی ہے "انہوں نے کہا نہیں ہوسکتا کسی اور سبب سے ایسا کیا ہے۔ تو آپ جناب نے پوچھا تم لوگ کس لئے آئے ہو میں نے عرض کیا کہ بغل کے بال نوچنے اور مونڈنے میں زرارہ مجھ سے اختلاف کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ نوچنا مونڈنے سے بہتر ہے اور اس پر نورہ لگانا ان دونوں سے بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا تم صحیح سنت پر پہنچے اور زرارہ نے غلطی کی واقعتاً بال نوچنا مونڈنے سے بہتر ہے اور ان دونوں سے بہتر نورہ لگانا ہے۔ پھر فرمایا تم لوگ نورہ لگاؤ۔ ہم لوگوں نے کہا کہ تین دن سے لگائے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر سے لگاؤ اس لئے کہ نورہ طہارت بخش ہے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا پھر فرمایا اے ابن ابی یعفوب تم آداب حمام جانتے ہو میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان آپ مجھے اس کی تعلیم دیں۔ فرمایا حمام میں ہر گز کسی کروٹ نہ لیٹو اس سے گردن کی چربی پگھل جاتی ہے۔ حمام میں ہر گز چت نہ لیٹو اس سے پیٹ کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ حمام میں کبھی کنگھی نہ کرو اس سے بال کی بیماریاں لاحق ہوجاتی ہیں۔ حمام میں ہر گز مسواک نہ کرو اس سے دانت کی بیماریاں عارض ہوتی ہیں۔ اپنا سر مٹی سے کبھی نہ دھو اس سے چہرہ بدشکل ہوجاتا ہے اپنا سر اور چہرے ازار و تہبند سے کبھی نہ رگڑو اس سے چہرے کی آب جاتی رہتی ہے۔ اپنے پاؤں کے تلوے کو جھانوے اور اینٹ سے نہ رگڑو اس سے برص کا مرض پیدا ہوتا ہے حمام کے اس پانی سے جس میں غسل کیا جاچکا ہو تم ہر گز غسل نہ کرو کیونکہ اس میں یہودی و نصرانی و مجوسی اور ہم اہلبیت کے دشمن ناصبی غسل کرچکے ہیں اور ناصبی تو ان سب سے زیادہ برے ہیں اس لئے اللہ نے کتے سے زیادہ نجس شے کو نہیں پیدا کیا اور یہ ناصبی کتے سے بھی زیادہ نجس ہیں۔

مصنف کتاب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دوسری حدیث میں روایت کی ہے وہ مٹی (جس سے سر نہ دھونا چاہیئے) مصر کی ہے اور وہ جھانوا (جس سے پاؤں کے تلوے نہ رگڑنا چاہیئے) شام کا جھانوا ہے۔

باب (۲۲۱) وہ سبب جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر نماز کے ساتھ مسواک کو واجب نہیں کیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے عبداللہ بن میمون سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میں اپنی امت کے لئے یہ پر مشقت بات نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے لئے مسواک کا حکم دیدیتا۔

باب (۲۲۲) وہ سبب جس کی بناء پر شب کے وقت مسواک کو سنت قرار دیا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ایک شخص سے جس نے ان سے اس کا ذکر کیا اس نے عبداللہ بن حماد سے اس نے ابی بکر بن ابی سماک سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز شب کے لئے کھڑے ہو تو مسواک کر لیا کرو اس لئے کہ اس موقع پر ایک فرشتہ تمہارے پاس آتا ہے اور تمہارے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیتا ہے اور حرف حرف جس کی تم تلاوت کرتے ہو یا بولتے ہو اسے لے کر آسمان کی طرف پرواز کر جاتا ہے اس لئے تمہارے منہ کو خوشبودار ہونا چاہئے

باب (۲۲۳) وہ سبب جس کی بناء پر ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غسل جنابت کرتیں تو اپنے جسد پر زردی کو باقی رکھتی تھیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے نوفلی سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ ازواج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غسل جنابت کرتیں تو اپنے جسد پر پاک وطیب زردی باقی رکھتی تھیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کہا تھا کہ وہ اپنے جسم پر خوب اچھی طرح پانی ڈالا کریں۔

باب (۲۲۴) وہ سبب جس کی بناء پر حائضہ عورت اپنے روزوں کی قضا رکھے گی مگر نمازوں کی قضا نہیں پڑھے گی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے محمد بن عبدالجبار سے انہوں نے علی بن مہزیار سے ان کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب کو خط لکھا کہ ایک عورت پہلی رمضان کو حیض یا نفاس سے پاک ہوئی پھر اس کو استحاضہ آنے لگا مگر وہ پورے رمضان نماز پڑھتی اور روزہ رکھتی رہی بغیر اس کے کہ وہ عمل کرے جو استحاضہ والی عورتیں کرتی ہیں کہ ہر نماز کے لئے غسل کریں تو کیا اس عورت کا روزہ اور نماز جائز ہے یا نہیں ؟ تو آپ نے اس کے جواب میں لکھا کہ وہ عورت اپنے روزوں کی قضا رکھے گی اور اپنی نمازوں کی قضا نہیں پڑھے گی۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مومنات کو یہی حکم دیا تھا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمران نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا سے اور انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ حائضہ اپنے روزوں کی قضا رکھے گی مگر اپنی نمازوں کی قضا نہیں پڑھے گی ؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ روزہ سال بھر میں ایک مہینہ ہوتا ہے مگر نماز ہر دن اور ہر رات ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر روزے کی قضا واجب کی اور نماز کی قضا واجب نہیں کی۔

باب (۲۲۵) وہ سبب جس کی بناء پر دودھ پیتی ہوئی لڑکی کا دودھ اور پیشاب اگر کپڑے پر لگ جائے تو اسے دھویا جائے گا اور اگر دودھ پیتے لڑکے کا دودھ اور پیشاب لگ جائے تو دھویا نہیں جائے گا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے اسماعیل بن مسلم سکونی سے اور انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ لڑکی جو ابھی کچھ کھاتی نہیں صرف دودھ پیتی ہے اگر اس کا دودھ اور پیشاب کپڑے پر لگ جائے تو اسے دھویا جائے گا اس لئے کہ اس کا دودھ اس کی ماں کے مثانہ سے نکلتا ہے اور وہ لڑکا جو ابھی کچھ نہیں کھاتا صرف دودھ پیتا ہے اس کا دودھ یا اس کا پیشاب اگر کپڑے پر لگ جائے تو اس کو دھونے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اس کا دودھ کاندھوں اور بازؤں سے تیار ہو کر نکلتا ہے۔

باب (۲۲۶) وہ سبب جس کی بناء پر اگر کسی کی ناک سے خون آجائے تو ناک کے اندر کا دھونا واجب نہیں ہے

اس باب کے ذیل میں کاتب کچھ لکھنا بھول گیا ہے مگر کتاب الوسائل میں اپنے اسناد کے ساتھ عمار ساباطی سے یہ روایت مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کی ناک سے خون آگیا کیا اس پر لازم ہے کہ وہ ناک کے اندرونی حصہ کو بھی پاک کرے آپ نے فرمایا اس پر ناک کے ظاہری حصہ کو پاک کرنا واجب ہے۔

باب (۲۲۷) وہ سبب جس کی بناء پر ازد کے لوگ سب سے زیادہ شیریں دہن ہوتے ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے محمد بن حسان رازی سے انہوں نے محمد بن یزید رازی سے انہوں نے ابی البختری سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ اسلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب لوگ گروہ در گروہ دین اسلام میں داخل ہوئے تو ان میں قوم ازد بھی آئی جو سب سے زیادہ شیریں زبان تھے۔ تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم دل تو ہم جانتے ہیں مگر وہ لوگ سب سے زیادہ شیریں زبان کیسے ہوگئے؟ فرمایا اس لئے کہ یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں بھی مسواک کیا کرتے تھے نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہر شے کے لئے ایک طاہر رکھنے والی چیز ہے اور منہ کو طاہر کرنے والی چیز مسواک ہے۔

باب (۲۲۸) وہ سبب جس کی بناء پر امام جعفر صادق علیہ السلام نے انتقال سے دو سال پہلے مسواک کرنا ترک کردی تھی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے عبد اللہ بن حماد سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت امام جعفر صادقؑ کے غلام مسلم نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ

السلام نے اپنی وفات سے دو سال پہلے مسواک کرنی ترک کردی تھی اور یہ اس لئے کہ ان کے دہن مبارک کمزور ہوگئے تھے۔

باب (۲۲۹) وہ سبب جس کی بناء پر حیض کے مقام کے سوا حائضہ کا تمام جسم پاک و طاہر ہے

اس باب کے ذیل میں کاتب کچھ لکھنا چھوڑ گیا۔ لیکن کتب الوسائل میں اپنے اسناد کے ساتھ سورہ بن کلیب سے یہ روایت مرقوم ہے۔
راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حائضہ عورت جو لباس حالت حیض میں پہنے ہوئے تھی اسے کیسے پاک کرے؟ آپ نے فرمایا لباس کا وہ حصہ جس میں خون لگ گیا ہے اس کو پاک کرے گی اس کے علاوہ دوسرے حصوں کو چھوڑ دے گی۔ میں نے عرض کیا اگر حالت حیض میں اس کو پسینہ بھی تو آتا ہے؟ فرمایا پسینہ کا شمار حیض میں نہیں ہے۔

باب (۲۳۰) وہ سبب جس کی بناء پر انسان کو ہر حال میں باوضو رہنا مستحب ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عیسیٰ یقطینی نے روایت کرتے ہوئے قاسم بن یحییٰ سے انہوں نے اپنے دادا حسن بن راشد سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے روایت کرتے ہوئے میرے جد نامدار سے اور انہوں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ مسلمان کو رات سوتے وقت بغیر غسل و طہارت نہیں سونا چاہیئے اگر پانی نہیں تو پاک مٹی پر تیمم کرے اس لئے کہ مومن کی روح سوتے وقت اللہ کی درگاہ میں جاتی ہے۔ اس سے ملاقات کرتی اور برکت حاصل کرتی ہے اب اگر اس کا وقت وفات آگیا ہے تو پھر وہ اسے اپنے پردہ رحمت میں رکھ لے گا اور اگر وفات کا وقت نہیں آیا ہے تو پھر اس کی روح کو اپنے امانت دار ملائکہ کے ساتھ واپس بھیج دیتا ہے اور وہ اسے اس کے جسم میں لوٹا دیتے ہیں۔

باب (۲۳۱) وہ سبب جس کی بناء پر مذی اور وذی سے وضو نہیں ٹوٹتا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے [illegible] رطوبت کوئی مذی یا وذی بہنے لگے اور تم نماز میں ہو تو نماز نہ توڑو۔ وضو کرو [illegible] بمنزلہ ناک کی رینٹ کے ہے اور ہر وہ شے جو وضو کے بعد نکلے وہ رگوں سے [illegible] کوئی چیز نہیں [illegible] اس سے اپنے کپڑے کو بھی نہ دھوؤ جب تک تم کپڑے کو خود نجس نہ کرلو۔

(۲) اور اسی اسناد کے ساتھ حریز سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مذی [illegible] تناسل سے خارج ہو) کے متعلق دریافت کیا [illegible] اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا [illegible] کا اس لئے کہ اگرچہ یہ مخرج منی سے نکلتی ہے مگر یہ ناک کی رینٹ اور رطوبت کے مانند ہے

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے [illegible] ہاشم سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے عمر بن اذینہ سے انہوں نے یزید بن معاویہ سے انہوں نے کہا میں نے [illegible] میں سے کسی ایک سے مذی (آلہ تناسل کی رطوبت) کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا [illegible]

کا یہ بمنزلہ تھوک اور ناک کی رطوبت کے ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن فضال نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن بکیر نے انہوں نے عمر بن حنظلہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مذی (آلہ تناسل کی رطوبت) کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا کہ وہ اور ناک کی رطوبت برابر ہے (دونوں میں کوئی فرق نہیں)

باب (۲۳۲) وہ سبب جس کی بناء پر اہل کتاب اپنے مردوں کو شام میں لے جاتے ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن ابن علی بن فضال سے انہوں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں چاند کا طلوع ہونا بند ہو گیا تو اللہ تعالی نے حضرت موسی کی طرف وحی کی کہ حضرت یوسف کی ہڈیاں مصر سے نکالو تو یہ وعدہ ہے کہ جب ان کی ہڈیاں نکلیں گی تو چاند طلوع ہو گا تو حضرت موسیٰ نے ایسے شخص کو تلاش کرایا جو حضرت یوسف کی قبر کو جانتا ہو۔ آپ کو بتایا گیا کہ فلاں مقام پر ایک بڑھیا ہے جو اس جگہ کو جانتی ہے حضرت موسیٰ نے آدمی بھیجے وہ لوگ اس بڑھیا کو لائے جو چلنے پھرنے سے بالکل معذور تھی اور اندھی تھی حضرت موسی نے اس سے پوچھا کیا تجھے حضرت یوسف کی قبر کی جگہ معلوم ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں آپ نے کہا پھر بتاؤ اس نے کہا نہیں جب تک کہ تم مجھے چار چیزیں نہ دے دو گے۔ میرے پاؤں میں چلنے کی طاقت دے دو۔ میری آنکھوں کی روشنی واپس کر دو۔ میری جوانی مجھے واپس کر دو اور اس بات کا وعدہ کرو کہ تم اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤ گے۔ یہ بات حضرت کو بہت دشوار اور بڑی معلوم ہوئی تو اللہ تعالی نے وحی کی کہ اے موسی یہ جو مانگتی ہے اسے دے دو اس لئے کہ وہ اپنے کام کی اجرت مانگتی ہے پھر عورت نے راستہ دکھایا اور حضرت موسی نے دریائے نیل کے کنارے سے سنگ مرمر کے صندوق میں رکھی ہوئی حضرت یوسف کی لاش نکالی اور جب لاش نکالی تو چاند طلوع ہو گیا اور لوگ اس کو شام اٹھا لے گئے اسی بناء پر اہل کتاب اپنے مردوں کو شام لے جاتے ہیں۔

باب (۲۳۳) وہ سبب جس کی بناء پر ایک شب کا بخار ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے قاسم بن محمد سے انہوں نے سلیمان بن داؤد سے انہوں نے سفیان بن عیینہ سے انہوں نے زھری سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ایک شب کا بخار ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اس لئے کہ اس کا اثر جسم میں سال بھر رہتا ہے۔

باب (۲۳۴) میت کو قبلہ رو کرنے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے ابی جعفر احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے ابی جوازاء منبہ بن عبداللہ سے انہوں نے حسین بن علوان سے انہوں نے عمرو بن خالد سے انہوں نے زید بن علی سے انہوں نے اپنے آبائے کرام سے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اولاد عبد المطلب میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ جانکنی کے عالم میں ہے اور اس کا چہرہ غیر قبلہ کی طرف ہے آپ نے فرمایا کہ اس کا رخ قبلہ کی طرف کر دو جب ایسا کرو گے تو فرشتے اس کے پاس آئیں گے اور اللہ تعالی اس کی طرف رخ کرے گا چنانچہ وہ کچھ دیر قبلہ رو رہا اور اس کی روح قبض ہو گئی۔

باب (۲۳۵) مومن و کافر کے عالم نزع میں سہولت و صعوبت کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی القاسم ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے مفضل بن عمر سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اے مفضل گناہوں سے بچو اور ہماری شیعوں سے بھی کہو کہ وہ اس سے گریز کریں اس لئے کہ خدا کی قسم تم لوگوں میں سے کسی ایک کے لئے اس سے زیادہ جلد نقصان پہنچانے والی کوئی اور چیز نہیں ہے۔ چنانچہ تم لوگوں میں سے کسی ایک کو جو عام وقت سے نقصان پہنچتا ہے یہ اس کی گناہوں کی ہی وجہ سے تو ہے۔ اور وہ کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے وہ ان ہی گناہوں کی وجہ سے تو ہے۔ اس کا رزق جو رک جاتا ہے یہ اس کے ان گناہوں ہی کی وجہ سے تو ہے اور یہ جو موت کے وقت اس پر سختی آتی ہے یہ اس کے گناہوں ہی کی وجہ سے تو ہے۔ اور جو شخص اس کے پاس اس وقت موجود ہوتا ہے وہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ موت کی سختی اور کٹھن ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سب سن کر میری جو کیفیت ہوئی اسے دیکھکر آپ جناب نے فرمایا اے مفضل تمہیں معلوم ہے یہ سب کیوں ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان مجھے نہیں معلوم۔ تو فرمایا یہ سب اس لئے ہوتا ہے کہ اس دنیا ہی میں تم لوگوں کو تمہارے گناہوں کی سزا مل جائے اور آخرت میں تم لوگوں سے کوئی مواخذہ نہ کیا جائے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن قاسم المعروف بہ ابی الحسن جرجانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن حسینی نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی الناصر سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار امام رضا علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہم السلام سے انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ کچھ موت کے متعلق ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا مومن کے لئے موت ایسی ہے جیسے ایک بہت اچھی خوشبو وہ اس خوشبو کو سونگھ کر اونگھ جاتا ہے اور ساری تعب و تکلیف ختم ہو جاتی ہے۔ اور کافر کے لئے موت ایسی ہے جیسے اس کو کسی سانپ نے کاٹ لیا ہو، بچھو نے ڈنک مارا ہو بلکہ اس سے بھی سخت تکلیف۔ آپ سے عرض کیا گیا مگر کچھ لوگ تو کہتے ہیں کہ موت ایسی ہے جیسے کسی کو آرہ سے چیرا جا رہا ہو یا جیسے کوئی قینچی سے کاٹا جا رہا ہو جیسے کسی پر پتھر برسائے جا رہے ہوں یا جیسے کسی کو چکی میں پیسا جا رہا ہو۔ آپ نے فرمایا یہ بعض بعض کافروں اور فاجروں کے لئے ہوتا ہے جو اللہ سے انکار کرتے ہیں اور کیا تم لوگ نہیں دیکھتے ہو کہ ان میں سے بعض بعض ایسی ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید سختیاں جھیلتے ہیں حالانکہ آخرت کی سختیاں اس سے بھی شدید تر ہوں گی جن سختیوں میں وہ دنیا میں مبتلا ہیں۔ پھر آپ سے عرض کیا گیا آخر کیا بات ہے کہ ہم لوگ بعض کافروں کو دیکھتے ہیں کہ ان پر نزع کا عالم آسان ہوتا ہے وہ بات کرتے کرتے ہنستے ہنستے اور گفتگو کرتے کرتے یکبیک ختم ہو جاتے ہیں اور مومنین میں سے بعض بعض ایسے ہی ہوتے ہیں مگر مومنین اور کافرین دونوں میں سے بعض بعض سکرات میں ایسی ہی سختیاں جھیلتے ہیں؟ آپ نے فرمایا مومنین میں سے جن کو سکرات میں راحت نصیب ہوتی ہے تو سمجھ لو کہ ثواب عاجل ہوتا ہے اور جو سکرات کی سختیاں جھیلتے ہیں ان کو گویا انہیں سزا دے دی جاتی ہے تاکہ آخرت میں پہنچیں تو بالکل صاف ستھرے اور دائمی ثواب کے مستحق ہوں اور اس کے پانے میں ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اور کافر کو جو سکرات میں آسانی ہوتی ہے تو اس کی نیکیوں کا اجر اس کو اسی دنیا میں دے دیا جاتا ہے تاکہ آخرت میں پہنچے تو وہ صرف عذاب کا مستحق ہو اور کافر پر جو موت کے وقت سختی ہوتی ہے تو سمجھ لو کہ اللہ تعالی نے اس پر عذاب کی ابتدا یہیں سے کر دی اس لئے کہ اللہ تعالی عادل ہے ظالم نہیں

(۳) ان ہی اسناد کے ساتھ راوی بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ کچھ طاعون کے متعلق ارشاد ہو تو آپ نے فرمایا یہ ایک قوم کے لئے عذاب ہے اور دوسری قوم کے لئے رحمت ہے تو عرض کیا گیا جو چیز رحمت ہو تو وہ عذاب کیسے ہو جائے گی؟ تو فرمایا کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ جہنم کی آگ کافروں کے لئے عذاب ہے اور مومنین جہنم کے لئے رحمت ہے حالانکہ یہ ان ہی اہل جہنم کے ساتھ رہتے ہیں۔

باب (۲۳۶) وہ سبب جس کی بنا پر حائض اور جنب کو میت کی تلقین کرتے وقت قریب نہ رہنا چاہیئے۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے اپنی اسناد متصل کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ مرفوع روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ حائض اور جنب میت کو تلقین کے وقت قریب نہ رہیں ان دونوں کی موجودگی سے ملائکہ کو اذیت ہوتی ہے۔

باب (۲۳۷) روح نکلنے کے بعد ریح (بو) مصیبت کے بعد تسلی و صبر اور اناج میں گھن لگ جانے کا سبب۔

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر خاص طور سے تین احسانات فرمائے ہیں۔ پہلا یہ کہ جسم سے روح نکلنے کے بعد اس میں بو پیدا کر دیتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو کوئی دوست اپنے دوست کو زمین میں دفن نہیں کرتا۔ دوسرے مصیبت کے بعد صبر و تسلی پیدا کر دیتا ہے اگر ایسا نہ کرتا تو نسل منقطع ہو جاتی۔ تیسرے اناجوں میں گھن پیدا کر دیتا ہے اگر ایسا نہ کرتا تو بادشاہ لوگ جس طرح سونا چاندی جمع کر لیتے ہیں اناج بھی جمع کر لیتے۔

(۲) میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ مجھ سے بیان کیا احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے علی بن حکم سے انہوں نے ابی ایوب خزاز سے انہوں نے ابی حمزہ ثمالی سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان فرمایا کہ کھانے کے لئے اناج پیدا کر دیا اور پھر اس پر گھن مسلط کر دیا اگر ایسا نہ کرتا تو شاہان وقت سونے چاندی کی طرح اسے بھی اپنے خزانوں میں ذخیرہ کر لیتے۔

باب (۲۳۸) وہ سبب جس کی بناء پر میت کو غسل دیا جاتا ہے اور جو میت کو غسل دیتا ہے وہ بھی غسل مس میت کرتا ہے اور وہ سبب جس کی بناء پر میت پر نماز پڑھی جاتی ہے

( ) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن سلیمان نے اور بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطار رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے ہارون بن حمزہ سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے انہوں نے حضرت علی بن حسین علیہم السلام سے آپ نے فرمایا کہ کوئی مخلوق اس وقت تک نہیں مرتی جب تک کہ اس میں سے وہ نطفہ نہ نکل جائے جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے خواہ اس کی منہ کی طرف سے، خواہ کسی اور جگہ سے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن مخلد نے انہوں نے کہا کہ ابراہیم بن محمد بن بشیر نے مجھ سے بیان کیا روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے انہوں نے ابی عبداللہ قزوینی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے غسل میت کے بارے میں سوال کیا کہ اس کو کیوں غسل دیا جاتا ہے اور پھر جو اس کو غسل دیتا ہے وہ پھر بعد میں غسل کیوں کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ جنب کی حالت میں ہوتا ہے اسے غسل اس لئے دیتے ہیں کہ جب اس سے ملائکہ ملاقات کریں تو باطہارت ہو اور اس طرح غسل دینے والا اس لئے کہ اس سے مومنین ملاقاتیں کریں گے۔

(۳) خبر دی مجھ کو میرے والد رحمہ اللہ نے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے انہوں نے روایت کی محمد بن سنان سے کہ حضرت امام ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان کے مسائل کے جواب میں غسل میت کا یہ سبب تحریر فرمایا کہ میت کو غسل اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ امراض اور مختلف قسم کی علتوں کی گندگی سے پاک ہو جائے اس لئے کہ اسے ملائکہ سے ملاقات کرنی ہے اور اہل آخرت کے ساتھ رہنا ہے تو بہتر یہ ہے کہ وہ جب اللہ کی بارگاہ اور اہل طہارت کے سامنے وارد ہو تو اس لوگوں کو مس کرے اور وہ لوگ اسے مس کریں تو یہ پاک وصاف ستھرا ہو اور اس طرح اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو تاکہ اس کے لئے اللہ کی رضا طلب کی جائے اور اس کی شفاعت کی جائے اور دوسری یہ کہ جس شخص نے میت کو غسل دیا ہے یا اس کو مس کیا ہے اس کا غسل مس میت کرنا تو وہ اس لئے ہے کہ میت کے غسل دینے میں جو ظاہر طور پر آلودہ ہوا ہے اس سے پاک ہو جائے اس لئے کہ جب جسم سے روح نکل جاتی ہے تو اس کے جسم و امراض باقی رہ جاتے ہیں اس لئے چاہیئے کہ غسل دینے والا خود کو بھی پاک صاف کرے۔

(۴) اور ان ہی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر بن ابی عمیر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمار بصری نے روایت کرتے ہوئے حماد بن حبیب سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آپ جناب سے سوال کیا گیا کہ میت کو غسل کیوں دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس نطفہ کی وجہ سے جس سے وہ پیدا کیا گیا ہے اس سے اس کو دور کرنا ہوتا ہے۔

(۵) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے عبدالرحمن بن حماد سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میت کو غسل جنابت کیوں دیا جاتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس امر سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے کسی شے کو بنائے اللہ تعالیٰ کے پاس دو فرشتے ہیں جو خلق کا کام کرتے ہیں چنانچہ جب اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ کسی کو خلق کرے تو ان خلق پر مامور فرشتوں کو حکم دیتا ہے اور وہ مٹی میں سے کچھ لیتے ہیں چنانچہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اخرى** (اسی مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اسی میں تمہیں پلٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ تم لوگوں کو نکالیں گے) سورہ طٰہٰ۔ آیت نمبر ۵۵ پس وہ فرشتے اس مٹی کو اس نطفہ میں گوندھتے ہیں جو عورت کے رحم میں ساکن ہے اور جب اسے گوندھ لیتے ہیں تو عرض کرتے ہیں کہ پروردگار ہم لوگ اس سے کیا بنائیں تو اللہ تعالیٰ جو کچھ بنانے کا ارادہ کرتا ہے وہ ان دونوں فرشتوں کو وحی کر دیتا ہے کہ لڑکا بنائیں یا لڑکی، مومن بنائیں یا کافر، کالا بنائیں یا گورا، بدبخت بنائیں یا نیک بخت، اور جب انسان مرجاتا ہے تو وہی نطفہ بعینہٖ بہہ جاتا ہے اس لئے میت کو غسل جنابت بھی دیا جاتا ہے۔

باب (۲۲۹) وہ سبب جس کی بناء پر جب میت کو دفن کیا جاتا ہے تو اس کا رخ قبلہ کی طرف کر دیا جاتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے اپنے

باپ سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ براء بن معرور انصاری مدینہ میں تھے اور رسول اکرم مکہ میں تھے اور مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ جب براء مرنے لگے تو انہوں نے وصیت کی کہ جب انہیں دفن کیا جائے تو ان کا رخ آنحضرت کی طرف کردیا جائے چنانچہ یہی سنت جاری ہوگئی اور اسی کا حکم قرآن میں دیا گیا۔

باب (۲۴۰) وہ سبب جس کی بناء پر میت کے وارثوں کو چاہیئے کہ برادری میں اس کی موت کا اعلان کردیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ابی ولاد اور ابن سنان دونوں سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ میت کے وارثوں کو چاہیئے کہ وہ میت کے مرنے کی خبر اس کے بھائی بندوں میں کرادیں تاکہ وہ سب اس کے جنازے میں شریک ہوں ان کی نماز جنازہ پڑھیں اور انہیں اس کا ثواب حاصل ہو اور میت کو مغفرت کی دعا حاصل ہو اور وارثوں کو بھی اس کا اجر ملے کہ انہوں نے میت کے لئے مغفرت کی دعا حاصل کی۔

باب (۲۴۱) وہ سبب جس کی بناء پر مستحب ہے کہ میت کو عمدہ اور نفیس کفن دیا جائے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے یہ مرفوع روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کی ہے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے مرنے والوں کو عمدہ اور نفیس کفن دو یہ ان مرنے والوں کی زینت ہے۔

(۲) اور انہی نے احمد بن ادریس سے یہ روایت بھی کی ہے کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے علی بن حکم سے انہوں نے یونس بن یعقوب سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ میرے والد نے مجھ سے وصیت فرمائی، کہ اے جعفر! میرے کفن کے لئے چادر بہت عمدہ و نفیس خریدنا اس لئے کہ مردے اپنے کفنوں پر فخر و مباہات کرتے ہیں۔

باب (۲۴۲) وہ سبب جس کی بناء پر میت کے لئے کافور کا وزن ۳ ا- ۱۳ درہم قرار پایا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ اور محمد بن حسن دونوں نے بیان فرمایا کہ ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے ابو اسحاق ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے ابن سنان سے اور انہوں نے اس روایت کو مرفوع کیا اور انہوں نے کہا کہ حنوط ۳ /۱- ۱۳ درہم کافور سنت ہے۔ محمد بن احمد نے کہا اور لوگوں نے روایت کی ہے کہ حضرت جبرئیلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو حنوط کے لئے کافور لے کر نازل ہوئے اس کا وزن چالیس درہم تھا پس آنحضرتؐ نے اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنے لئے، ایک حضرت علیؑ کے لئے، اور ایک حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لئے۔

باب (۲۴۳) وہ سبب جس کی بناء پر میت کے پاس جریدتین (دو بیر کی شاخیں) رکھی جاتی ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد بن

عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ جناب سے عرض کیا کہ اگر میت کے ساتھ جرید تین نہ رکھے جائیں تو اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب تک یہ لکڑیاں گیلی رہیں گی عذاب و حساب کو دور رکھیں گی اور سارا حساب و عذاب تو ایک دن میں بلکہ ایک ساعت میں اور اتنی دیر میں کہ میت قبر میں داخل ہو اور لوگ اس کو دفن کر کے واپس جائیں ہو جاتا ہے اور اسی لئے یہ جرید تین رکھے گئے ہیں پھر ان کے خشک ہونے کے بعد نہ عذاب ہوگا نہ حساب۔ انشاء اللہ۔

باب (۲۴۳) وہ سبب جس کی بناء پر نماز میت میں پانچ تکبیریں قرار پائیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے علی بن حکم سے اور انہوں نے عثمان بن عبد الملک سے انہوں نے ابی بکر حضرمی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابو بکر کیا تمہیں معلوم ہے کہ میت کی کتنی نماز ہوتی ہے؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا اس میں پانچ تکبیریں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد یہ فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کہاں سے لی گئیں؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ پانچ تکبیریں پانچ نمازوں سے لی گئیں یعنی ہر نماز سے ایک تکبیر۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے فضل بن عامر سے انہوں نے موسیٰ بن قاسم سے انہوں نے سلیمان بن جعفر سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کیں اور میت کے لئے ہر نماز کی ایک تکبیر قرار دے دی۔

(۳) خبر دی مجھ کو علی بن حاتم نے کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن محمد نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے محمد بن مہاجر سے انہوں نے اپنی ماں ام سلمہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں مکہ کے لئے نکلی۔ میرا ساتھ ایک ایسی عورت سے ہو گیا جو فرقہ مرجیہ سے تعلق رکھتی تھی۔ جب ہم لوگ زبدہ پہنچے تو سب لوگوں نے احرام باندھا اور اس عورت نے بھی احرام باندھا اور میں نے اپنے احرام کو وادی عقیق تک مؤخر کیا اور وہاں پہنچ کر باندھا۔ تو اس عورت نے مجھ سے کہا اے گروہ شیعہ تم لوگ ہر چیز میں ہم لوگوں کی مخالفت کرتے ہو۔ سارے لوگوں نے تو زبدہ سے احرام باندھا اور تم لوگوں نے وادی عقیق سے احرام باندھا اور اسی طرح تم لوگ نماز میت میں بھی ہم لوگوں کی مخالفت کرتے ہو سارے لوگ تو اس میں چار تکبیریں کہتے ہیں اور تم لوگ اس میں پانچ تکبیریں کہتے ہو۔ اور وہ واللہ کو گواہ کر کے کہتی تھی کہ نماز میت میں چار ہی تکبیریں ہیں۔

ام سلمہ کا بیان ہے کہ پھر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا اللہ آپ کو صحیح و سلامت رکھے۔ اس سفر میں ایک مرتبہ عورت میرے ساتھ ہو گئی اور اس نے ایسا ایسا کہا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میت میں پانچ تکبیریں ہی کہتے تھے۔ ایک مرتبہ تکبیر کہتے تو تشہد پڑھتے پھر تکبیر کہتے تو نبی پر درود بھیجتے اور ان کے لئے دعا کرتے۔ پھر تکبیر کہتے تو مومنین اور مومنات کے لئے استغفار کرتے۔ پھر تکبیر کہتے تو میت کے لئے دعا کرتے پھر تکبیر کہتے اور واپس ہو جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے منافقین پر نماز پڑھنے کو منع کیا تو اس کے اوپر آپ تکبیر کہتے اور تشہد پڑھتے پھر تکبیر کہتے اور نبی پر درود بھیجتے پھر تکبیر کہتے اور مومنین و مومنات کے لئے دعا کرتے پھر چوتھی تکبیر کہتے اور واپس آجاتے اور میت کے لئے دعائے مغفرت نہ کرتے۔

باب (۲۳۵) وہ سبب جس کی بناء پر مخالفین نماز میت میں صرف چار تکبیریں کہتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران سے انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کیا سبب ہے کہ (ہم لوگ) نماز میت میں پانچ تکبیریں کہتے ہیں اور ہمارے مخالفین چار تکبیریں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ ستون جن پر اسلام کی بنیاد ہے وہ پانچ ہیں۔ نماز و زکوٰۃ و صوم و حج اور ہم اہلبیت کی ولایت تو اللہ تعالیٰ نے ہر ستون اسلام میں سے ایک تکبیر میت کے لئے رکھ دی اور تم لوگ ان پانچوں کا اقرار کرتے ہو اور ہمارے مخالفین صرف چار کا اقرار کرتے ہیں اور پانچویں ستون سے انکار کرتے ہیں اس لئے وہ اپنے مردوں پر چار تکبیریں پڑھتے ہیں اور تم لوگ پانچ تکبیریں کہتے ہو۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض لوگوں کی نماز جنازہ پر پانچ تکبیریں پڑھتے اور بعض لوگوں کی نماز جنازہ پر صرف چار تکبیریں اور جب کسی پر چار پڑھتے تو لوگ سمجھ جاتے کہ یہ شخص آپ کی نظر میں متہم ہے۔

(۳) محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کی ہے محمد بن یحییٰ عطار سے انہوں نے جعفر بن محمد بن مالک سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ہیثم نے روایت کرتے ہوئے علی بن حسان جمال سے انہوں نے ابراہیم بن محمد بن عمران سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ مکہ گئے تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں نماز جنازہ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ مومن و منافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکبیر سے پہچانے جاتے تھے آپ مومن کے جنازے پر پانچ تکبیریں کہتے اور منافق کے جنازے پر چار تکبیریں کہتے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے اس سے جس نے ان سے تذکرہ کیا ان کا بیان ہے کہ امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ نماز میت میں پانچ تکبیر کہنے کا سبب کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ پانچ تکبیریں پانچ نمازوں سے لی گئی ہیں آپ نے فرمایا یہ تو اس حدیث کا ظاہر ہے مگر حدیث باطنی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ فرائض عائد کئے ہیں۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ و صوم و حج اور ولایت پس میت کے لئے ہر فریضہ میں سے ایک تکبیر مقرر دی گئی ہے۔ پس جس نے ولایت کو قبول کیا اس کے لئے پانچ تکبیریں ہیں اور جس نے ولایت کو قبول نہیں کیا اس کے لئے چار تکبیریں ہیں اسی بناء پر تم لوگ پانچ تکبیریں کہتے ہو اور تمہارے مخالفین چار تکبیریں کہتے ہیں۔

باب (۲۳۶) وہ سبب جس کی بناء پر مخالفین کے جنازے کے آگے چلنا مکروہ ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے وہب سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ جب میں کسی جنازے کے ساتھ چلوں تو کیا کروں آگے چلوں یا پیچھے چلوں داہنے جانب چلوں یا بائیں جانب چلوں؟ آپ نے فرمایا اگر کسی مخالف کا جنازہ ہے تو اس کے آگے نہ چلو اس لئے کہ عذاب کے فرشتے مختلف قسم کے عذابوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔

باب (۲۴۷) وہ سبب جس کی بناء پر اقربا کو قبر میں مٹی ڈالنے سے منع کیا گیا ہے

(۱) خبردی مجھ کو علی بن حاتم نے انہوں نے بیان کیا مجھ سے ابوالفضل عباس بن محمد بن قاسم علوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن سہل نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سہل سے انہوں نے محمد بن حاتم سے انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن اسباط نے انہوں نے عبید بن زرارہ سے ان کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے کسی صاحب کے لڑکے کا انتقال ہو گیا تو آپ اس کے جنازے میں شریک ہوئے جب میت کو قبر میں اتار لیا گیا تو اس کا باپ مٹی دینے کے لئے آگے بڑھا آپ اس کے بازو پکڑ کر کہا تم مٹی نہ ڈالو بلکہ جو بھی اس کا قریبی رشتہ دار ہے وہ بھی مٹی نہ ڈالے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا فرزند رسول آپ تنہا اسی کے لئے منع کر رہے ہیں (یا سب کے لئے یہی حکم ہے) فرمایا میں سب لوگوں کو منع کرتا ہوں کہ وہ اپنے قریبی رشتہ دار پر مٹی نہ ڈالیں اس لئے کہ اس سے قساوت قلبی پیدا ہوتی اور جو قسی القلب ہے وہ اللہ سے دور ہوتا ہے۔

باب (۲۴۸) وہ سبب جس کی بناء پر قبر کو مربع (چوکور) بنایا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسین بن ولید سے انہوں نے اس سے کہ جس نے ان سے بیان کیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ آخر قبر چوکور اور مربع کیوں بنائی جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ جس گھر کو وہ چھوڑ کر آیا ہے وہ بھی چوکور اور مربع تھا۔

باب (۲۴۹) وہ سبب جس کی بناء پر جوتا پہن کر قبر میں داخل ہونا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسی سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے علی بن یقطین سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن اول کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم عمامہ یا ٹوپی یا جوتا پہن کر یا چادر اوڑھ کر قبر میں نہ اترو اور اپنے ازار کو ڈھیلا کر لو اس لئے کہ یہ رسول اللہ کی سنت ہے۔ میں نے عرض کیا اور موزے پہن کر؟ آپ نے فرمایا میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے عرض کیا اور جوتا پہن کر کیوں مکروہ ہے؟ فرمایا اس میں ڈر ہے کہ پاؤں الجھے اور وہ گر پڑے

مصنف کتاب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قبر میں موزے پہن کر یا جوتے پہن کر داخل ہونا جائز نہیں اور میں نہیں جانتا کہ موزے پہن کر داخل ہونے کی کسی حدیث میں اجازت ہو سوائے اس حدیث کے اور اس کو میں نے علت و سبب کے موقع پر پیش کر دیا ہے۔

باب (۲۵۰) وہ سبب جس کی بناء پر اگر میت اور جنب جمع ہو جائیں تو جنب والا غسل کرے اور میت کو چھوڑ دے

(۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن

النضر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام سے ایک ایسے قافلہ کے متعلق دریافت کیا جو سفر میں ہے۔ ان میں سے ایک شخص مرگیا اور ان کے ساتھ ایک شخص جنب ہے اور ان کے ساتھ پانی اتنا کم ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک ہی کو غسل ہو سکتا ہے تو پہلے غسل کس کا ہو؟ آپ نے فرمایا جنب والا غسل کرے اور میت کو چھوڑ دے اس لئے کہ غسل جنابت واجب ہے اور غسل میت سنت ہے

باب (۲۵۱) وہ سبب جس کی بناء پر میت کو دفعتاً قبر تک نہ پہنچایا جائے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے محمد بن عجلان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم اپنے بھائی کی میت کو قبر تک لے کر آؤ تو اس کو بوجھ بچھ کر نہ پٹک دو بلکہ اس کو قبر کے پائین دو تین ہاتھ ہٹا کر رکھ دو تاکہ وہ تیاری کرلے اسکے بعد اسکو قبر میں رکھو اور اگر ممکن ہو تو اسکا چہرہ زمین سے ملادو اور چہرہ کھول دو دنیا اس شخص کیلئے روتی ہے جو اسکے سر کے قریب ہے اور چاہیئے کہ شیطان سے اللہ کی پناہ مانگی جائے اور سورہ فاتحہ، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس، قل ہو اللہ احد اور آیت الکرسی پڑھی جائے پھر وہ کہے جو اس کے لئے جانتا ہے پھر اپنے ساتھیوں سے مل جائے۔

(۲) اور ایک دوسری حدیث میں روایت ہے کہ جب تم میت قبر تک لے کر آؤ تو اسے یک بیک قبر میں نہ ڈال دو اس لئے کہ قبر بہت پر ہول چیز ہے ہول مطلع سے پناہ چاہتے رہو۔ بلکہ میت کو قبر کے کنارے کے قریب نہ رکھو اور تھوڑا صبر کرو۔ پھر اسے تھوڑا آگے بڑھاؤ اور پھر ٹھہرو تاکہ میت یہ تیاری کرے اس کو بالکل قریب کے کنارے پہنچاؤ۔

باب (۲۵۲) وہ سبب جس کی بناء پر نماز کی صفوں میں سب سے اچھی اگلی صف ہے اور نماز جنازہ میں سب سے اچھی پچھلی صف ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن ابراہیم نوفلی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن ابی زیاد نے روایت کرتے ہوئے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام سے انہوں نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کی صفوں میں سب سے اچھی اگلی صف ہے اور نماز جنازہ کی صفوں سب سے اچھی پچھلی صف ہے تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ یہ کیوں؟ تو آپ نے فرمایا یہ عورتوں کے پردے کی بناء پر ہے۔

باب (۲۵۳) وہ سبب جس کی بناء پر موت کے وقت مرنے والے کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی علی بن مہزیار سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے معاویہ بن وہب سے انہوں نے یحییٰ بن سابور سے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا موت کے وقت مرنے والے کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ پھر فرمایا وہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا ہے خوش ہو جاتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے فرمایا کہ تم ہی تو دیکھتے ہو کہ جب

کوئی شخص کسی ایسی چیز کو دیکھتا ہے جس سے اس کو بے انتہا خوشی ہو تو فرط مسرت میں آنسو آجاتے ہیں اور وہ ہنسنے لگتا ہے۔

باب (۲۵۴) وہ سبب جس کی بناء پر صاحب مصیبت کو چاہیئے کہ وہ دوش پر ردا نہ ڈالے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے آپ نے فرمایا بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے سعدان بن مسلم سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی عبداللہ یا ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ صاحب عزاء مصیبت کو چاہیئے کہ وہ دوش پر عباء ورداء نہ ڈالے وہ صرف قمیض پہنے رہے تاکہ لوگ اس کو پہچان کر تعزیت ادا کر سکیں اور پڑوسیوں کو چاہیئے کہ تین دن تک اسے طعام عزاء کھلائیں۔

(۲) اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ملعون ہے وہ شخص جو کسی غیر کی مصیبت و عزاء میں اپنی ردا اتار دے۔

باب (۲۵۵) وہ سبب جس کی بناء پر پانی قبر پر چھڑکا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قبر پر پانی چھڑکنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا جب تک مٹی گیلی رہتی ہے میت سے عذاب دور رہتا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے بکر بن صالح سے انہوں نے حسین بن علی رافقی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک زمین سے ایک بالشت بلند ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ قبروں پر پانی چھڑکا جائے۔

باب (۲۵۶) وہ سبب جس کی بناء پر میت کو اکیلے چھوڑنا جائز نہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے اپنے ایک خط میں مجھے تحریر فرمایا کہ میت کو اکیلے نہ چھوڑنا چاہیئے اس لئے کہ اس میں شیطان طول کر جاتا ہے۔

باب (۲۵۷) وہ سبب جس کی بناء پر مستحب ہے میت کا سب سے قریبی رشتہ دار لوگوں کے پلٹ جانے کے بعد میت کی قبر کے پاس رہ جائے اور بلند آواز سے تلقین پڑھے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا بہتر ہے دفن کے بعد لوگوں کے پلٹ جانے کے بعد میت کا سب سے قریبی رشتہ دار قبر کے پاس رہ جائے اور قبر پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور باآواز بلند تلقین پڑھے اور جب ایسا کرے گا میت سے جو قبر میں سوال ہوگا اس کے لئے یہی کافی ہے۔

باب (۲۵۸) وہ سبب جس کی بناء پر کفن کو دھونی دینا اور میت کو عطر لگانا منع ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے انہوں نے اپنے جد حسین بن راشد سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے روایت کرتے ہوئے اپنے جد نامدار سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے کہ حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم لوگ کفن کو دھونی نہ دو اور سوائے کافور کے میت کے بدن پر کسی قسم کی خوشبو نہ لگاؤ اس لئے کہ میت احرام باندھے شخص کے بمنزلہ ہوتی ہے۔ (اور احرام میں خوشبو منع ہے)

باب (۲۵۹) وہ سبب جس کی بناء پر انسان پیدا کسی اور جگہ ہوتا ہے اور مرتا کہیں اور ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن مخلد نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابراہیم سے انہوں نے محمد بن بشیر سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے ابی عبداللہ قزوینی سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا اور کہا کہ کیا سبب ہے کہ انسان پیدا کہیں ہوتا ہے اور مرتا کسی اور جگہ ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسانوں کو پیدا کیا تو انہیں سارے روئے زمین کی مٹی سے پیدا کیا۔ پس ہر انسان اپنی مٹی کی طرف پلٹے گا۔

باب (۲۶۰) وہ سبب جس کی بناء پر مومن کی موت کو چھپانا نہ چاہیئے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعدآبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے ابن محبوب سے انہوں نے عبدالرحمن بن سیابہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ مومنین میں سے کسی مرنے والے کی موت کو جو غیبت میں مرگیا ہو نہ چھپاؤ تا کہ اس کی زوجہ عدہ رکھے اور مرنے والے کی میراث تقسیم کرلی جائے۔

باب (۲۶۱) وہ سبب جس کی بناء پر جب جسم سے روح نکلنے لگتی ہے تو اسے مس کرکے محسوس کیا جاتا ہے اور

جب جسم کے اندر موجود ہوتی ہے تو اسے مس کرکے محسوس نہیں کیا جاتا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسین بن ولید سے انہوں نے عمران بن حجاج سے انہوں نے عبدالرحمن سے انہوں نے ابی عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ جب انسان کے جسم سے روح نکلنے لگتی ہے تو وہ اسے مس کرکے محسوس کرتا ہے اور جب اس میں موجود رہتی ہے تو اس کو کوئی علم نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اسی پر بدن کی نشوونما ہوتی ہے۔

باب (۲۶۲) وہ سبب جس کی بناء پر عذاب قبر ہوتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے سندی بن محمد سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے صفوان بن مہران بن حسن سے انہوں نے حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے کہا کہ فرمایا احبار میں سے ایک شخص کو اس کی قبر میں بٹھایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ ہم تجھ کو عذاب الٰہی کے سو (۱۰۰) کوڑے لگائیں گا اس نے کہا میں اس کو برداشت نہ کرسکوں گا۔ پھر فرشتے اس کو گھٹاتے گھٹاتے ایک کوڑے تک پہنچے اور کہا اب ایک کوڑا تو ضروری ہے۔ اس نے کہا تم لوگ آخر ہمیں کوڑے کیوں لگاتے ہو؟ لوگوں نے کہا اس لئے کہ ایک دن تم نے بغیر وضو کے نماز پڑھی تھی اور ایک مرتبہ تم ایک ضعیف شخص کی طرف سے ہو کر گزر رہے تھے مگر تم نے اس کی کوئی مدد نہیں کی اس کے بعد ان فرشتوں نے اس کو عذاب الٰہی کا ایک کوڑا لگایا تو اس کی پوری قبر آگ سے بھر گئی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منذر بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن قاسم نے روایت کرتے ہوئے ابی خالد سے انہوں نے زید بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے ان کے جد سے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ عذاب قبر چغل خوری اور اپنے اہل خانہ سے چھپ جانے (لاپتہ ہو جانے) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے اسماعیل بن مسلم سکونی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن نے جو نعمتیں ضائع کی ہیں اس کا کفارہ فشار قبر ہے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی بن حسین بن سفیان بن یعقوب بن حارث بن ابراہیم ہمدانی نے کوفہ میں اپنے گھر پر کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ جعفر بن احمد بن یوسف ازدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن نوح حناط نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عمرو بن الیسع نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن سنان سے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق بن امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ کے پاس کسی نے خبر دی کہ سعد بن معاذ کا انتقال ہو گیا۔ یہ سن کر آپ اٹھے اور آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی اٹھے میت کو اٹھایا اور حکم دیا تو دروازے کے ایک پٹے پر انہیں غسل دیا گیا اور پھر جب حنوط اور کفن ہو چکا اور تابوت میں رکھ کر اٹھایا گیا تو رسول اللہ جنازے کے پیچھے پیچھے چلے کبھی تابوت کے داہنی طرف کندھا دیتے اور کبھی بائیں طرف۔ یہاں تک کہ اس کی قبر پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود قبر میں اترے اور انہیں لحد میں اتارا اور اینٹوں سے اس کو بند کیا اور کہتے رہے کہ پتھر لاؤ۔ گیلی مٹی لاؤ جس سے اینٹوں کی درازیں بند کر دی جائیں۔ پھر جب آپ اس سے فارغ ہوئے اور مٹی ڈال کر قبر برابر کر دی گئی تو رسول اللہ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ یہ ملا میں مٹلا ہوں گے مگر اللہ کو یہ پسند ہے کہ بندہ کوئی کام کرے تو اللہ تعالیٰ خود اس کا فیصلہ کرے الغرض جب قبر برابر کر دی گئی تو سعد کی ماں کی آواز ایک گوشہ سے آئی اے سعد تمہیں جنت مبارک ہو۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے سعد کی ماں ٹھہرو ایسا نہ کہو اور اللہ پر اپنا کوئی حتمی حکم نہ چلاؤ سعد بہت سے باتوں میں ماخوذ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سعد کو دفن کر کے جب رسول اللہ اور سب لوگ واپس ہوئے تو لوگوں نے آنحضرت سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں نے دیکھا کہ آپ نے سعد کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ کسی کے ساتھ نہیں کیا آپ بلا ردا اور پابرہنہ چل رہے تھے؟ آپ نے فرمایا میں نے فرشتوں کی تاسی اور پیروی کی۔ لوگوں نے عرض کیا اور آپ کبھی تابوت کے داہنے تو

کاندھا دیتے اور کبھی بائیں کو آپ نے فرمایا اس وقت میرا ہاتھ جبرئیل کے ہاتھ میں تھا وہ مڑ جاتے تھے میں جاتا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا آپ نے خود ان کے غسل کا حکم دیا اور ان کی نماز جنازہ پڑھی، انہیں قبر میں اتارا، اور اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ سعد چند باتوں میں ماخوذ ہیں آپ نے فرمایا ہاں۔ ان کا برتاؤ اپنی اہل خانہ کے ساتھ اچھا نہ تھا۔

بحمد اللہ "جزاول" کا ترجمہ تمام

الھم صل علی محمد وآل محمد

مورخہ ۱۱ رجب ۱۴۱۲ھ

مطابق روز چہار شنبہ ۸ جنوری ۱۹۹۲ء

احقر العباد سید حسن امداد ممتاز الافاضل غازی پوری

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد اس اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور اللہ اپنی رحمتیں نازل کرے محمدؐ اور ان کی پاک آل پر

الصلوۃ

باب (۱) وضو واذان اور نماز کے علل واسباب

(۱) اس کتاب (علل الشرائع) کے مصنف حضرت شیخ فقیہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعید بن عبداللہ نے اور انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن ابی عمیر و محمد بن سنان سے انہوں نے صباح سدی وسدیر صیرفی و محمد بن نعمان و مومن طاق و عمر بن اذینہ سے اور انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے نیز یہی حدیث بیان کی مجھ سے محمد بن حسن ابن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی خطاب و یعقوب بن یزید و محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن جبلہ سے انہوں نے صباح مزنی وسدیر صیرفی و محمد بن نعمان احول و عمر بن اذینہ سے اور ان سب نے روایت کی حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا اے عمر بن اذینہ یہ ناصبی لوگ اپنی اذان و نماز کے متعلق کیا کہتے ہیں، میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں یہ لوگ کہتے ہیں کہ ابی بن کعب انصاری نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بلند و بالا ہے اس بات سے کہ کوئی شخص اس کو خواب میں دیکھے۔ اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا سنو خدائے عزیز و جبار اپنے نبی کو اپنے سات آسمانوں کی بلندیوں کی طرف لے گیا۔ پہلے آسمان میں ان پر اپنی برکتیں نازل کیں، دوسرے آسمان میں ان کو ان کے فرائض کی تعلیم دی (اور جب انہیں معراج پر بلانے کا ارادہ کیا تو) خدائے عزیز و جبار نے نور کی ایک محمل نازل فرمائی جس میں نور کے اقسام میں سے چالیس قسم کے ایسے نور تھے جو عرش کے اطراف حلقہ کئے ہوئے تھے اور جسے دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ ان میں سے ایک نور زرد تھا اور زرد رنگ میں جو یہ زردی ہے اسی کی وجہ سے ہے۔ ایک سرخ نور تھا اور سرخ رنگ میں یہ سرخی اسی کی وجہ سے ہے۔ ایک نور سفید تھا اور سفید رنگ میں یہ سفیدی اسی کی وجہ سے ہے۔ باقی اور بھی قسم قسم کے انوار تھے جو اللہ نے پیدا کئے ہیں۔ اس محمل میں چاندی کے قلابے اور زنجیریں پڑی ہوئی تھیں، چنانچہ آنحضرتؐ اس میں بیٹھے اور آسمان دنیا کی طرف بلند ہوئے۔ ملائکہ نے آتے ہوئے دیکھا تو آسمان کے اطراف بھاگے اور سجدے میں گر پڑے اور بولے **سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح** یہ نور ہمارے رب کے نور سے کس قدر مشابہ ہے تو جبرئیلؑ نے کہا "**اللہ اکبر اللہ اکبر**" یہ سن کر ملائکہ ٹھہر گئے۔ آسمان کے دروازے کھول دیئے۔ اور تمام ملائکہ جمع ہو گئے اور گروہ در گروہ آکر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہوں نے سلام کیا اور پوچھا کہ اے محمد آپ کے بھائی کیسے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

دنیا بغیر ہیں۔ ملائکہ نے کہا اچھا آپؐ واپس جائیں تو انہیں ہمارا سلام کہہ دیں۔ نبیؐ نے فرمایا تم لوگ ان کو جانتے ہو؟ ملائکہ نے کہا ہم لوگ ان کو کیوں نہیں جانیں گے اللہ تعالیٰ نے تو آپؐ کے متعلق اور ان کے متعلق ہم لوگوں سے عہد و پیمان لیا ہے اور ہم لوگ مسلسل آپؐ پر اور ان پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس محمل میں چالیس اقسام کے نور کا مزید اضافہ فرمادیا جو پہلے چالیس قسم کے نوروں میں سے کسی ایک سے بھی مشابہ نہ تھے۔ اور اس محمل میں کچھ قلابوں اور زنجیروں کا بھی اضافہ کر دیا اور آپؐ اس کے ذریعہ دوسرے آسمان کی طرف بلند ہوئے اور جب دوسرے آسمان کے دروازے کے قریب پہنچے تو وہاں کے فرشتے بھاگ کر آسمان کے اطراف میں چلے گئے اور سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے **سبوح قدوس رب الملائیکۃ والروح** یہ نور ہمارے رب کے نور سے کس قدر مشابہ ہے پس جبرئیلؑ نے کہا **اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ** یہ سن کر ملائکہ پھر سے مجتمع ہوگئے اور آسمان کے دروازے کھول دیئے اور بولے۔ اے جبرئیل تمہارے ساتھ یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا یہ محمدؐ ہیں۔ ملائکہ نے پوچھا کیا یہ مبعوث ہوگئے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ پھر وہ لوگ میرے پاس آئے مجھے سلام کیا اور کہا اپنے بھائی کو ہم لوگوں کا سلام کہئے گا۔ تو میں نے پوچھا کیا تم لوگ ان کو جانتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا ہاں اور ہم لوگ ان کو کیونکر نہ جانیں گے اللہ نے ہم لوگوں سے عہد و پیمان لے لیا ہے آپؐ کے متعلق اور ان کے متعلق اور ان کے ان شیعوں کے متعلق جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ اور ہم لوگ تو ان کے شیعوں کے چہرے کو دن میں پانچ مرتبہ دیکھتے رہتے ہیں یعنی نماز کے اوقات میں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے چالیس قسم کے مزید انوار کا اور اضافہ کر دیا جو سابقہ انوار میں سے کسی نور سے مشابہ نہ تھے۔ اور محمل میں کچھ قلابے اور زنجیریں بڑھادیں۔ پھر مجھے تیسرے آسمان کی طرف لے گیا۔ مجھے آتا دیکھ کر ملائکہ بھاگ کر آسمان کے اطراف میں چلے گئے اور سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے **سبوح قدوس رب الملائیکۃ والروح** یہ کیسا نور ہے جو ہمارے رب کے نور سے بالکل مشابہ ہے یہ سن کر حضرت جبرئیلؑ نے کہا **اشھد ان محمداً رسول اللہ اشھد ان محمداً رسول اللہ**

یہ سن کر تمام ملائکہ مجتمع ہوگئے اور آسمان کے دروازے کھول دیئے اور کہنے لگے اول خوش آمدید آخر خوش آمدید حاشر خوش آمدید ناشر خوش آمدید محمدؐ خاتم النبیین ہیں اور علیؑ تمام اوصیاء میں سب سے بہتر ہیں۔ آنحضرتؐ نے بیان کیا کہ پھر ان سب نے مجھے سلام کیا اور پوچھا کہ علیؑ کہاں ہیں؟ میں نے کہا وہ زمین پر میرے خلیفہ و نائب ہیں کیا تم لوگ ان کو جانتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا ہاں ہم لوگ ان کو کیسے نہ جانیں گے ہم لوگ بیت معمور سال میں ایک مرتبہ حج کے لئے جاتے ہیں اس پر ایک کتبہ سفید قرطاس پر آویزاں ہے جس میں محمدؐ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ اور دیگر ائمہ اور ان کے شیعہ جو تاقیامت ہوتے رہیں گے کے نام تحریر ہیں اور ہم لوگ برکت کے لئے ان ناموں پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے چالیس اقسام کے انوار مزید بڑھائے جو سابقہ انوار میں سے کسی نور سے مشابہ نہ تھے۔ اور محمل میں قلابے اور زنجیریں بڑھادیں اور مجھے چوتھے آسمان کی طرف لے گیا وہاں کے ملائکہ کچھ نہ بولے مگر میں نے ایسی آوازیں سنیں جیسے لوگ دل ہی دل میں گنگنارہے ہوں۔ پھر تمام ملائکہ آگئے اور آسمان کے دروازے کھول دیئے میرے پاس آئے۔ اس وقت جبرئیلؑ نے کہا **حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح** تو ملائکہ نے کہا دونوں آوازیں قریب قریب ہیں (اس کا مطلب یہ ہے کہ) محمدؐ کے ذریعہ صلوٰۃ قائم ہوگی اور علیؑ کے ذریعہ دین میں فلاح قائم ہوگی۔ پھر جبرئیلؑ نے کہا **قد قامت الصلاۃ قد قامت الصلاۃ** تو ملائکہ نے کہا کہ یہ نماز ان کے شیعوں کے لئے ہے جو قیامت تک اس کو قائم کرتے رہیں گے اس کے بعد ملائکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہوئے اور دریافت کیا کہ آپؐ نے اپنے بھائی کو کہاں چھوڑا اور وہ کیسے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیا تم لوگ انہیں جانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ ہم لوگ انہیں بلکہ ان کے شیعوں کو بھی جانتے ہیں اس وقت سے کہ جب وہ عرش کے گرد نور کی شکل میں تھے اور بیت معمور میں نور کا ایک ورق ہے جس میں نور کی ایک تحریر ہے جس میں محمدؐ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ اور ائمہؑ اور ان کے شیعوں کے نام درج ہیں نہ ان میں ایک زائد ہوگا اور نہ اس میں ایک کم ہوگا

ہم ہی لوگوں کا عہد نامہ ہے جو ہم لوگوں سے لیا گیا ہے اور یہ ہر جمعہ ہم لوگوں کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔ یہ سن کر میں نے اللہ کے شکر کا سجدہ کیا تو ارشاد باری ہوا۔ اے محمدؐ اپنا سر اٹھاؤ۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو آسمان کی فضائیں کھل گئیں اور درمیان سے سارے پردے اٹھ گئے۔ پھر فرمایا اچھا سر جھکا کر دیکھو۔ اب جو میں نے سر جھکا کر دیکھا تو تمہارا یہ خانہ کعبہ اس بیت معمور کے بالکل ایسا سیدھ پر تھا کہ اگر میں اپنے ہاتھ سے کوئی چیز بیت معمور سے گراتا تو وہ سیدھے اس خانہ کعبہ پر آکر گرتی۔ تو ارشاد ہوا اے محمدؐ یہ حرم ہے اور وہ بیت الحرام ہے۔ ہر ایک شے کی ایک مثال ہوتی ہے۔ پھر مجھ سے میرے رب نے کہا اے محمدؐ اپنا ہاتھ بڑھاؤ تمہیں وہ پانی ملے گا جو ساق عرش کے داہنی جانب سے بہہ رہا ہے۔ چنانچہ وہ پانی نازل ہوا تو میں نے اسے اپنے داہنے ہاتھ میں لیا اور اسی بناء پر وضو کی ابتداء داہنے ہاتھ سے ہے۔ پھر فرمایا اے محمدؐ یہ پانی لو اور اس سے اپنا منھ دھولو۔ اس لئے کہ تم ہماری عظمت کے دیکھنے کے خواہشمند ہو تو تمہیں پاک و باوضو ہونا چاہیئے پھر اپنے دونوں داہنے اور بائیں ہاتھ کہنیوں سے دھولو۔ اس لئے کہ تم اپنے ان ہی دونوں ہاتھوں سے میرے کلام کو لوگے۔ پھر تمہارے ہاتھ میں جو فاضل پانی ہے اس سے اپنے سر اور اپنے دونوں پاؤں پر ٹخنوں تک مسح کرو میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے سر پر مسح کرو اور میں تم پر برکتیں نازل کروں۔ اور پاؤں کا مسح تو میں چاہتا ہوں کہ تم ایسے مقام پر قدم رکھو کہ جہاں تم سے پہلے کوئی قدم نہ رکھ سکا اور نہ تمہارے سوا کوئی قدم رکھ سکے گا۔ تو یہ ہے وضو اور اذان کی علت اور سبب

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اے محمدؐ اب حجر اسود کی طرف رخ کرو اور جتنے میرے حجاب ہیں اتنی مرتبہ تکبیر کہو۔ اس لئے تکبیریں سات ہو گئیں کیونکہ حجاب سات ہیں اور ان سات تکبیروں کے بعد قرات کا افتتاح کرو اس لئے افتتاح بھی سنت قرار پائی۔ اور جب آپؐ تکبیر و افتتاح سے فارغ ہوئے تو ارشاد ہوا اب تم مجھ تک پہنچ گئے ہو۔ اب میرا نام لو تو آنحضرتؐ نے کہا **بسم اللہ الرحمن الرحیم** اور اسی بنا پر **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کو ہر سورے کی ابتداء میں قرار دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اچھا اب میری حمد کرو۔ آنحضرتؐ نے زبان سے کہا **الحمد للہ رب العالمین** اور دل میں کہا شکراً تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا تم نے میری حمد کا سلسلہ قطع کر دیا اب پھر میرا نام لو اسی لئے سورہ حمد میں دو مرتبہ **الرحمن الرحیم** ہے۔ اور جب پوری سورہ پڑھتے ہوئے **ولا الضالین** تک پہنچے تو پھر آنحضرتؐ نے کہا الحمد للہ رب العالمین شکراً اور ادھر خدائے عزیز و جبار نے کہا تم نے میرے ذکر کو قطع کر دیا اب پھر میرا نام لو تو آنحضرتؐ نے کہا **بسم اللہ الرحمن الرحیم** اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے سورہ حمد کے بعد دوسرے سورہ کے قبل **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کو قرار دیا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اب تم **قل ھو اللہ احد** کے سورے کی قرات کرو جیسا کہ میں نے تم پر نازل کر دیا ہے اس لئے کہ یہ میری نسبت ہے اس کو کہہ سے نسبت ہے پھر اپنے دونوں ہاتھ جھکاؤ اور اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھو اور میرے عرش کی طرف دیکھو۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ میں نے نظر اٹھائی تو وہ عظمت دیکھی کہ میرے ہوش و حواس گم ہو گئے اور غشی طاری ہو گئی مگر مجھ پر الہام ہوا اور میں نے اس عظمت کو دیکھ کر کہا **سبحان ربی العظیم وبحمدہ** "جب میں نے یہ کہا تو غشی سے افاقہ ہوا اور میں نے یہ الہام کے موجب کہا اور اب میرے گئے ہوئے ہوش و حواس واپس آ گئے اسی بناء پر رکوع میں سات بار **سبحان ربی العظیم وبحمدہ** کہنا قرار پایا۔ اس کے بعد ارشاد الٰہی ہوا اب اپنا سر اٹھاؤ۔ میں نے سر اٹھایا تو ایک ایسی شے دیکھی کہ جس سے میری عقل گم ہو گئی اور میں فوراً منھ اور ہاتھ کے بل زمین پر گر گیا اور پھر مجھے الہام کیا گیا تو میں نے وہ علو اور بلندی جو دیکھی تھی اس کی بناء پر کہا **سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ** اسے میں نے سات بار کہا پس جان میں جان آئی۔ اسے جب بھی ایک مرتبہ کہتا تو غشی دور ہوتی اور اب میں اٹھ کر بیٹھ گیا لہذا سجدے میں **سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ** کا کہنا قرار پایا اور دو سجدوں کے درمیان قعود غشی سے استراحت موجب الہام قرار پایا۔ اب میرا جی چاہا کہ میں اپنا سر اٹھاؤں میں نے سر اٹھایا تو وہی علو اور بلندی پھر نظر آئی تو مجھ پر پھر غشی طاری ہو گئی۔ بے منھ اور ہاتھ کے بل زمین پر گر پڑا اور میں نے کہا **سبحان ربی الاعلیٰ** یہ میں نے سات مرتبہ کہا پھر سر اٹھایا اور کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ گیا تاکہ اس علو اور بلندی کو دوبارہ دیکھوں اس طرح دو سجدے

اور ایک رکوع ہو گیا اور اسی بنا پر قیام سے پہلے قعود یعنی خفیف سی نشست معین ہو گئی۔ پھر میں کھڑا ہوا تو ارشاد ہوا اے محمدؐ پھر سورہ حمد کی قرات کرو۔ میں نے اس سورہ کی قرآت کی جس طرح پہلی رکعت میں کر چکا تھا اس کے بعد ارشاد ہوا اب سورہ انزلناہ کی قرآت کرو یہ تمہارے اور تمہارے اہلبیت کی طرف تاقیامت نسبت رکھے گی پھر رکوع کیا اور سجدہ کیا۔ رکوع و سجدہ میں وہی کہا جو پہلی رکعت کے رکوع و سجدہ میں کہا تھا اب میں کھڑے ہونے کے لئے تیار ہوا تو ارشاد ہوا اے محمدؐ بس اب تم ذکر کرو نعمتوں کا جو میں نے تم کو عطا کی ہیں اور میرا نام لو۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر الہام کیا اور میں نے کہا **بسم الله وبالله لا اله الا الله له الاسماء الحسنى كلها لله** پھر ارشاد ہوا اے محمدؐ آپ اپنے اوپر اور اپنے اہلبیت پر درود بھیجو تو میں نے کہا **صلى الله عليّ وعلى اهل بيتي** اور اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا ہے اس کے بعد میں متوجہ ہوا تو دیکھا کہ میں ملائکہ و انبیاء و مرسلین کی صفوں کے ساتھ ہوں تو ارشاد ہوا اے محمدؐ میں سلام ہوں اور تحیہ و رحمت و برکت تم ہو اور تمہاری ذریت ہے پھر مجھے میرے پروردگار عزیز و جبار نے حکم دیا کہ اب بائیں طرف ملتفت نہ ہونا۔ اور پہلا سورہ جو میں نے **قل هو الله احد** کے بعد سنا وہ سورہ انا انزلناہ تھی اور اسی بناء پر سلام ایک مرتبہ ہے رو بہ قبلہ رو کر۔ اور اسی بناء پر سجود میں تسبیح (یعنی سبحان اللہ) سجود و رکوع دونوں میں ہے شکر کے طور پر اور **سمع الله لمن حمده** اس لئے ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب میں نے ملائکہ کا شور و غوغا سنا تو کہا کہ جس شخص نے بھی اللہ کی حمد اور اس کی تسبیح و تہلیل کی اس کو اللہ نے سنا اور اسی بناء پر ابتدائی دو رکعتوں میں اگر کسی شخص سے کوئی حدث صادر ہو جائے تو اس کا اعادہ واجب ہے اور یہی (دو رکعت) سب سے پہلے فرض ہوئی نیز یہ دو رکعت سب سے پہلے زوال کے وقت یعنی نماز ظہر میں فرض ہوئی۔

باب (۲) وہ سبب جس کی بناء پر نماز کو اللہ نے فرض کیا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل برقی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن عباس نے روایت کرتے ہوئے عمر بن عبدالعزیز سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہشام بن حکم نے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز کا سبب پوچھا۔ اس لئے کہ ان اوقات میں لوگ اپنے کام کاج میں مشغول رہتے ہیں اور پھر لوگ جسمانی طور پر تھک بھی جاتے ہیں ؟ تو آپ نے فرمایا اس کے متعدد اسباب ہیں۔ ایک سبب یہ ہے کہ اگر لوگ بغیر انتباہ اور بغیر تذکرہ نبیؐ کے جو اولین کی پیشگوئیوں سے بھی زیادہ ہو چھوڑ دیئے جاتے اور فقط کتاب ان کے ہاتھوں میں دیدی جاتی تو ان کا انجام بھی وہی ہوتا جو اگلی امتوں کا ہوا۔ انہوں نے اپنا ایک مسلک اختیار کر لیا اور کتابیں وضع کرالیں پھر جس مسلک پر وہ چلے اسی پر لوگوں کو دعوت دی اور اس پر لوگوں کو قتل کیا اس طرح ان کا معاملہ ختم ہو گیا اور اس دنیا سے رخصت ہو گئے جب وہ رخصت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کو نہ بھولیں انہیں یاد کریں اور روزانہ پانچ وقت ان کے نام کا اعلان کریں اور نماز میں اللہ کی عبادت کریں اللہ کا ذکر کریں تاکہ اللہ سے غافل نہ ہوں اور انہیں نہ بھولیں ورنہ ان کا ذکر بند ہو جائے گا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن عباس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے کہ حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے ان کے مسائل کے جواب جو کچھ لکھا اس میں نماز کا سبب بھی لکھا کہ نماز اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اور اس کے بے مثل اور بے نظیر ہونے کا اقرار ہے اور بندہ ذلیل و مسکین بن کر خشوع و خضوع کے ساتھ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے پچھلے گناہوں کے لئے عفو کی درخواست لے کر خدائے جبار و جل جلالہ کی درگاہ میں کھڑا ہوتا ہے اور اللہ عزوجل کی تعظیم کے لئے دن میں پانچ مرتبہ اپنا چہرہ زمین پر رکھتا ہے اور نماز سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ اپنے

خالق کو یاد کرنے والا ہے، بھولنے والا نہیں ہے اس میں اکڑ اور تکبر نہیں ہے فروتنی اور انکساری ہے دین و دنیا دونوں میں زیادتی کا طالب ہے دن رات ذکر میں مسلسل مشغول ہے۔ نماز اس لئے ہے کہ بندہ اپنے مالک اور مربی و خالق کو نہ بھول جائے، اس میں تکبر و سرکشی نہ آجائے وہ اپنے رب کے ذکر میں رہے اور خود کو اللہ کی بارگاہ میں کھڑا سمجھے خود کو معاصی اور گناہوں سے روکے اور مختلف قسم کے فسادات میں آلودہ نہ ہونے دے۔

باب (۳) قبلہ اور ذرا بائیں جانب کج ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن ادریس رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن حسان سے انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے علی بن حسان واسطی سے انہوں نے اپنے چچا عبد الرحمن بن کثیر سے انہوں نے مفضل بن عمر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ہمارے اصحاب قبلہ سے ذرا بائیں جانب کج کیوں ہوتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ حجر اسود جب جنت سے نازل ہوا اور اپنے مقام پر رکھا گیا تو جہاں تک اس حجر اسود کی روشنی پہنچی وہاں تک حرم کی حد مقرر ہوئی اور اس کی روشنی کعبہ کے داہنے جانب چار میل اور بائیں جانب آٹھ میل پہنچی اور یہ کل بارہ میل ہوئے اب اگر انسان داہنے جانب کج ہو گا تو حدود قبلہ سے خارج ہو جائے گا اس لئے کہ حرم کے حدود سے باہر ہو جائے گا اور اگر بائیں جانب کج ہو گا تو حدود قبلہ سے خارج نہیں ہو گا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے ابراہیم بن ابی البلاد سے انہوں نے ابی عزہ سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ خانہ کعبہ قبلہ ہے مسجد حرام والوں کے لئے اور مسجد الحرام قبلہ ہے مکہ والوں کے لئے اور مکہ قبلہ ہے حدود حرم میں رہنے والوں کے لئے اور حدود حرم ساری دنیا کا قبلہ ہے۔

باب (۴) وہ سبب جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے مسجد کی تعظیم کا حکم دیا اور وہ سبب جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو بیت المقدس پر مسلط کر دیا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبد اللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران سے انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسجدوں کی تعظیم کا کیوں حکم دیا؟ فرمایا اس لئے کہ یہ روئے زمین پر خدا کے گھر ہیں۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے کلیب صیداوی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا توریت میں تحریر ہے کہ زمین میں میرے گھر مسجدیں ہیں۔ اور اس شخص کا کیا کہنا جو اپنے گھر سے باطہارت ہو کر میرے گھر میں میری ملاقات کو آئے اور میزبان کا فرض ہے کہ وہ مہمان کا اکرام کرے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے موسیٰ بن بکر سے انہوں نے ابو الحسن اول علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت

موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ میں تمہارے پاس آسمان سے آگ نازل کر رہا ہوں تم اس سے بیت المقدس میں روشنی کیا کرو۔ پھر آپ نے فرمایا مگر جب بخت نصر نے بیت المقدس کو مسمار کر دیا اس کی عبادت گاہوں کو ڈھا دیا اس میں بیت الخلاء بنا دیا تو اس بقعہ نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی کہ پروردگار تو نے مجھے اپنے ملائکہ کے ہاتھوں تعمیر کرایا مجھے اپنا گھر قرار دیا اور اپنے انبیاء اور رسولوں کا جائے قیام بنایا اور پھر تم نے مجھ پر ایک مجوسی آتش پرست کو مسلط کر دیا جس نے میرے ساتھ جو سلوک چاہا وہ کر گزرا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس بقعہ کی طرف وحی کی کہ میں نے تیرے ساتھ یہ اس لئے کیا تا کہ اہل قریہ جان لیں کہ اگر انہوں نے میری نافرمانی کی تو میں بھی ان کی کوئی پرواہ نہ کروں گا۔

باب (۵) وہ سبب جس کی بناء پر مسجد پر وقف جائز نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے جعفر بن علی نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے جد حسن بن علی کوفی سے انہوں نے عباس بن عامر سے انہوں نے ابی ضحاک سے اور انہوں نے ابو عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے ایک مسئلہ پوچھا وہ یہ کہ ایک شخص نے ایک گھر خریدا اس کی تعمیر کی اور کچھ عرصہ تک وہ یونہی پڑا رہا۔ پھر اس نے اس کو غلہ کا گودام بنا لیا کیا وہ اب اس گھر کو مسجد پر وقف کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجوسی آتش کدوں پر وقف کیا کرتے تھے۔

باب (۶) وہ سبب جس کی بناء پر مسجد میں آواز بلند کرنا، گمشدہ شے کے لئے اعلان کرنا نیز اس میں تیر وغیرہ بنانا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے اور انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ یہ روایت کی ہے کہ ایک شخص مسجد میں اپنی گمشدہ شے کے اعلان کے لئے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے کہا کہ اس سے کہہ دو کہ تیری اس گمشدہ شے کو اللہ واپس نہ دلائے یہ مسجد اس لئے نہیں بنائی گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مسجد میں آواز بلند کرنا مکروہ ہے اور رسول اللہؐ ایک مرتبہ مسجد کی طرف سے ہو کر گزرے تو دیکھا کہ ایک شخص مسجد میں بیٹھا ہوا اپنے تیر بنا رہا ہے آپؐ نے اس کو منع کیا اور کہا کہ یہ مسجد اس لئے نہیں بنائی گئی ہے

(۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ محمد بن احمد سے روایت ہے اور انہوں نے روایت کی حسن بن موسیٰ خشاب سے انہوں نے علی بن اسباط سے انہوں نے بعض راویوں سے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگ اپنی مسجدوں کو بچائے رکھو خرید و فروخت اور مجنونوں اور بچوں سے اور حکم احکام و سزاؤں اور بلند آوازوں سے۔

باب (۷) وہ سبب جس کی بناء پر امیر المومنین علیہ السلام محرابوں کو توڑ دیا کرتے تھے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے محمد بن یحییٰ خزاز سے انہوں نے طلحہ بن زید سے انہوں نے حضرت جعفر ابن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جب مسجدوں میں محرابوں کو دیکھتے تو انہیں توڑ دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ تو گویا یہودیوں کے مذبح خانوں کی مانند ہے۔

باب (۸) وہ سبب جس کی بنا پر مسجد کو کنگرہ دار بنانا جائز نہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن یحییٰ خزاز سے انہوں نے طلحہ بن زید سے اور انہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام نے کوفہ میں ایک مسجد کو دیکھا کہ اس میں کنگرے بنے ہوئے ہیں۔ تو فرمایا یہ تو ایسی نظر آتی ہے جیسے کوئی کلیسا ہو مسجدوں میں کنگرے نہیں بنائے جاتے سیدھی سادی ہوتی ہے۔

باب (۹) وہ سبب جس کی بناء پر واجب ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد سے سنگریزہ نکالے تو اس میں واپس رکھ دے یا کسی دوسری مسجد میں ڈال دے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے وھب بن وھب سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے آپ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص مسجد سے کوئی کنکری یا سنگریزہ نکالے تو اس پر واجب ہے کہ اس کو اسی جگہ رکھ دے یا کسی دوسری مسجد میں رکھدے اس لئے کہ یہ سنگریزے تسبیح پڑھتے ہیں۔

باب (۱۰) حالت رکوع میں گردن بڑھائے رکھنے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن علی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد انصاری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن علی علوی نے روایت کرتے ہوئے ابی حکیم زاہد سے اور انہوں نے احمد بن عبداللہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے بہترین مخلوق کے ابن عم یہ بتائیں کہ نماز کے اندر پہلی تکبیر میں دونوں ہاتھ اٹھانے کا کیا مقصد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس اللہ اکبر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اکیلا ہے اس کا کوئی مثل نہیں کسی شے سے اس کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی کوئی جنس نہیں حواس خمسہ سے اس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ اس شخص نے پھر پوچھا حالت رکوع میں آپ کا اپنی گردن بڑھائے رکھنے کا کیا مقصد؟ آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ میں تیری وحدانیت پر ایمان لایا۔ چاہے میری یہ گردن ہی کیوں نہ ماردی جائے۔

باب (۱۱) دو نمازوں کو ایک ساتھ ملا کر پڑھنے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریس رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے علی بن حکم سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر کسی علت وسبب کے مقام واحد پر ظہر و عصر کی نمازیں ایک ساتھ ملا کر ادا کی تو حضرت عمر جو آنحضرت کی خدمت میں سب سے زیادہ جباک تھے انہوں نے پوچھا کہ کیا نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آگیا؟ آپؐ نے فرمایا نہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ

اپنی امت کو اس میں وسعت و کشادگی دوں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے عبدالملک قمی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے پوچھا کہ کیا بغیر کسی علت و سبب کے دو نمازیں ایک ساتھ جمع کر کے پڑھی جاسکتی ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں رسول اللہؐ نے ایسا کیا اور وہ اپنی امت کے لئے تخفیف چاہتے تھے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے عبداللہ بن بکیر سے انہوں نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر کسی علت و سبب کے وقت زوال ظہر و عصر کی دونوں نمازیں لوگوں کے ساتھ باجماعت ادا کیں اور ان ہی لوگوں کے ساتھ بغیر کسی علت و سبب سقوط شفق کے بعد مغرب و عشاء دونوں نمازیں باجماعت ادا فرمائیں اور یہ اس لئے کیا تاکہ اپنی امت کو نماز کے وقت میں وسعت دیں۔

(۴) بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق اور علی بن محمد بن حسن قزوینی المعروف بابن مقبرہ نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن سعید ازرق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے زہیر بن حرب نے روایت کرتے ہوئے سفیان بن عیینہ سے انہوں نے ابی زبیر سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر کسی خوف اور بغیر کسی سفر کے ظہر و عصر دونوں نمازیں ایک ساتھ جمع کر کے پڑھیں تاکہ آپ کی امت میں سے کسی ایک کو بھی اس وقت پڑھنے میں حرج نہ رہے۔

(۵) بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق اور علی بن محمد بن حسن المعروف بابن مقبرہ قزوینی نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس ابن سعید ازرق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن عون بن سلام کوفی نے روایت کرتے ہوئے وھب بن معاویہ جعفی سے انہوں نے ابی زبیر سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس سے مندرجہ بالا کے مثل روایت کی ہے۔

(۶) بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق اور علی بن محمد بن حسن قزوینی سے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ بن ابی خلف نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے والی قم محمد بن لیث کے بھائی ابو یعلی بن لیث نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عون بن جعفر مخزومی نے روایت کرتے ہوئے داؤد بن قیس فراء سے انہوں نے توامہ کے غلام صالح سے انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے بغیر کسی بارش یا سفر کے ظہر و عصر کو ایک ساتھ جمع کر کے اور مغرب و عشاء کو ایک ساتھ جمع کر کے پڑھی۔ تو ابن عباس سے کہا گیا کہ اس سے آنحضرتؐ کا مقصد کیا تھا؟ انہوں نے کہا اس سے آنحضرتؐ کا مقصد اپنی امت کو وقت نماز میں وسعت دینا تھا۔

(۷) بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو خیثمہ زہیر بن حرب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن علیہ نے روایت کرتے ہوئے لیث سے انہوں نے طاؤس سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر و حضر دونوں میں نماز ظہر و عصر کو جمع کر کے اور مغرب و عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔

(۸) بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق اور علی بن محمد بن حسن قزوینی نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے

انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن سعید ازرق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سوید ابن سعید انباری نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عثمان سے انہوں نے جمحی سے انہوں نے حکم بن ابان سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس اور نافع سے انہوں نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت مسافرت میں نہیں بلکہ مدینہ میں مقیم رہتے ہوئے دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا۔

باب (۱۲) وہ سبب جس کی بناء پر جمعہ کے دن ظہر کی نماز میں اور مغرب و عشاء و صبح کی نماز میں قراءت بلند آواز سے کی جاتی ہے اور باقی ایام میں ظہر و عصر کے اندر قراءت بلند آواز سے نہیں کی جاتی اور وہ سبب جس کی بناء پر آخری دو رکعتوں میں تسبیح اربعہ پڑھنا سوروں کی قرات سے افضل ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے حمزہ بن محمد علوی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ خبر دی مجھ کو علی بن ابراہیم ابن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے علی بن معبد سے انہوں نے حسن بن خالد سے انہوں نے محمد بن حمزہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے کہ نماز فجر و نماز مغرب و نماز عشاء کو بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور بقیہ تمام نمازوں کو مثلاً ظہر و عصر کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے ؟ اور کیا سبب ہے کہ آخری دو رکعتوں میں تسبیح اربعہ کا پڑھنا سوروں کی قرات سے افضل قرار پایا ؟ آپؑ نے فرمایا یہ اس لئے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج میں آسمان کی طرف لیجایا گیا تو پہلی نماز جو آپ پر اللہ تعالیٰ نے فرض کی وہ بروز جمعہ ظہر کی نماز تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ملائکہ بھیجے تاکہ وہ آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھیں اور آپ ہی کو حکم دیا کہ آپ قرات بلند آواز سے کریں تاکہ ان ملائکہ پر آپؐ کا فضل و شرف واضح ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ پر عصر کی نماز فرض کی اور کسی ایک ملک کو بھی آپؐ کے پاس نہیں بھیجا اور حکم دیا کہ آپؐ باآواز خفی قراءت کریں اس لئے کہ آپؐ کے پیچھے کوئی ایک بھی نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نماز مغرب فرض کیا اور ملائکہ کو (آپؐ کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے) بھیجا اور اسی طرح نماز عشاء کے لئے۔ اور جب صبح قریب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نماز فجر کو فرض کیا اور آپ کو باآواز بلند قرات کا حکم دیا تاکہ ملائکہ پر آپ کا فضل و شرف واضح ہو جائے۔ اس لئے ان نمازوں کو بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔

میں نے عرض کیا اور آخری دو رکعتوں میں تسبیح اربعہ سورہ کی قرآت سے کیوں افضل قرار پائی ؟ آپ نے فرمایا کہ جب آنحضرت آخری دو رکعتوں تک پہنچے تو آپ کو وہ عظمت الٰہی یاد آئی جو آپؐ پر ظاہر ہوئی تھی اور آپؐ حیران و ششدر ہوئے اور کہا **سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر** اس لئے یہ تسبیح سوروں کی قرات سے افضل قرار پائی۔

باب (۱۳) وہ سبب جس کی بناء پر دن کی تمام نمازوں میں صرف نماز صبح بلند آواز سے پڑھی جاتی ہے دوسری نماز میں بلند آواز سے نہیں پڑھتے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے علی بن بشار سے انہوں نے موسیٰ سے انہوں نے اپنے بھائی سے انہوں نے حضرت علی بن محمد علیہما السلام سے روایت کی کہ آپ نے یحییٰ بن اکثم قاضی کے مسائل کے جواب میں تحریر فرمایا کہ فجر کی نماز جس میں قرات باآواز بلند ہوتی ہے حالانکہ اس کا شمار دن کی نمازوں میں ہے اور رات کی نمازیں باآواز بلند پڑھی جاتی ہیں اس کے جواب میں آپ نے فرمایا اس میں باآواز بلند قراءت اس لئے کی جاتی ہے کہ نبیؐ فجر کی نماز منہ اندھیرے پڑھا کرتے اور چونکہ یہ رات سے

قریب ہے اس لئے اس کی قرات آپؑ باواز بلند فرمایا کرتے تھے۔

باب (۱۴) وہ سبب جس کی بناء پر نماز مغرب سفر و حضر دونوں میں تین رکعت پڑھی جاتی ہے اور بقیہ نماز میں دو دو رکعت پڑھی جاتی ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے اپنے اس خط میں جو انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ خبر دی مجھ کو قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسن بن ابراہیم سے مرفوع کرتے ہوئے محمد بن مسلم کی طرف ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے کہ مغرب کی نماز سفر حضر میں تین رکعت پڑھی جاتی ہے اور دوسری نمازیں سفر میں دو رکعت ہو جاتی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تمام نمازیں دو دو رکعت کرکے فرض ہوئی تھیں اور آنحضرتؐ نے ان میں دو رکعت کا اضافہ فرمادیا تھا پھر آپؐ نے نماز مغرب میں سے ایک رکعت کم کردیا پھر آپؐ نے حالت سفر میں (اضافہ شدہ) دو رکعتیں کم کردیں مگر مغرب کی نماز کو اپنے حال پر چھوڑا اور فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ اس میں سے دو مرتبہ کمی کروں۔ اس لئے نماز مغرب تین رکعت سفر و حضر دونوں میں پڑھی جاتی ہے۔

باب (۱۵) وہ سبب جس کی بناء پر نماز مغرب اور اس کے نوافل کے اندر سفر و حضر میں کوئی قصر نہیں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو محمد علوی دینوری نے انہی اسناد کے ساتھ اور مرفوع کی یہ حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان جناب سے عرض کیا کہ نماز مغرب تین رکعت اور اس کے بعد نفل چار رکعت کیوں ہو گئی جس کے اندر سفر و حضر میں کوئی کمی اور قصر نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر ہر نماز کے لئے دو رکعت کا حکم نازل فرمایا حالت حضر میں اور اس اضافہ کو مقرر کردیا حالت سفر میں سوائے مغرب اور صبح کے پھر جب آپؐ نے نماز مغرب پڑھی تو حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت کی خبر آپ کو ملی تو آپؐ نے اس میں شکر کے طور پر ایک رکعت کا اضافہ کردیا اور جب حضرت امام حسن علیہ السلام کی ولادت کی خبر ملی تو دو رکعت کا اضافہ کردیا اور جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی خبر ملی تو دو رکعت کا اور اضافہ فرمادیا اور کہا کہ مرد کے لئے عورت کا دوگنا حصہ ہوتا ہے اور اس کو باقی رکھا سفر و حضر دونوں میں اس میں قصر نہیں کیا۔

باب (۱۶) وہ سبب جس کی بناء پر نماز فجر اپنے حال پر چھوڑ دی گئی

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہشام بن سالم نے روایت کرتے ہوئے ابی حمزہ سے اور انہوں نے سعید بن مسیب سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت علی بن حسین علیہما السلام سے سوال کیا اور عرض کیا کہ آج کل اہل اسلام جس نماز پر عمل پیرا ہیں یہ کب فرض ہوئی تھی؟ آپ نے فرمایا یہ مدینہ میں اس وقت فرض ہوئی جب اسلام کی دعوت کھلم کھلا دی جانے لگی اور اسلام میں

قوت آگئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد فرض کر دیا۔ اور رسول اللہؐ نے نماز میں سات رکعتوں کا اضافہ فرمایا۔ ظہر میں دو رکعت عصر میں دو رکعت، مغرب میں ایک رکعت اور عشاء میں دو رکعت اور نماز فجر کو اسی حال پر باقی رکھا جو مکہ میں فرض ہوئی تھی تاکہ رات کے ملائیکہ جلدی آسمان کی طرف پرواز کر جائیں اور دن کے ملائیکہ جلدی سے نازل ہو جائیں زمین پر اس لئے کہ نماز فجر کے لئے دن کے ملائیکہ اور رات کے ملائیکہ دونوں رسول اللہؐ کے ساتھ گواہ ہوتے ہیں اسی بناء پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے **وقرآن الفجران قران الفجر کان مشهودا** (اور نماز صبح بھی پڑھا کرو کیونکہ نماز صبح پر دن اور رات دونوں کے فرشتوں کی گواہی ہوتی ہے) سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۷۸ تاکہ مسلمین اور ان کے ملائیکہ اس کے گواہ رہیں۔

باب (۱۷) وہ سبب جس کی بناء پر اگر ماموم ایک ہے تو وہ امام کے داہنے جانب کھڑا ہو

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے اور انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسین بن ولید سے انہوں نے احمد بن رباط سے اور انہوں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ جب صرف دو آدمی (امام اور ماموم) نماز پڑھیں تو ماموم کو امام کے داہنے جانب کھڑا ہونا چاہیئے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ اس کا امام ہے اور وہ اس کا پیرو ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اصحاب یمین کو اطاعت گزاروں میں شمار کیا ہے۔ اس لئے وہ امام کے داہنے جانب کھڑا ہوگا بائیں جانب کھڑا نہیں ہوگا۔

باب (۱۸) نماز باجماعت کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریس رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن محبوب نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے ذبیان بن حکیم ازدی سے انہوں نے موسیٰ نمیری سے انہوں نے ابن ابی یعفور سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ جناب نے فرمایا کہ نماز کے لئے جماعت اور اجتماع اس لئے ہے کہ پہچان لیا جائے کہ کون نماز گزار ہے کون نماز گزار نہیں ہے نیز کون نماز کے اوقات کی پابندی کرتا ہے اور کون نہیں کرتا اور اگر ایسا نہ ہو تو کسی ایک کے لئے بھی یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ دوسرے شخص کے صالح ہونے کی گواہی دے سکے۔ کیونکہ جو شخص جماعت میں نماز نہیں پڑھتا مسلمانوں کے درمیان اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص بغیر کسی علت و سبب کے مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی۔

باب (۱۹) وہ سبب جس کی بناء پر امام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا قرأت نہیں کرے گا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ اور احمد بن ادریس نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبدالجبار نے روایت کرتے ہوئے صفوان بن یحییٰ سے اور انہوں نے عبدالرحمان بن حجاج سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو کیا وہ قرأت کرے گا؟ آپ نے فرمایا وہ نماز جس میں بلند

علی بن حکم سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے داؤد بن حصین بن سری سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ دلدلی زمین پر نماز کیوں جائز نہیں ہے تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ پیشانی اس پر نہیں ٹھہرے گی۔ میں نے عرض کیا اور اگر زمین برابر ہو تو آپ نے فرمایا تو پھر کوئی حرج نہیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے حلبی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دلدلی زمین پر نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے اس کو مکروہ فرمایا کیونکہ پیشانی اس پر برابر نہیں ٹھہرتی۔ میں نے عرض کیا اگر زمین بالکل برابر ہو فرمایا پھر کوئی حرج نہیں۔

باب (۲۲) وہ سبب جس کی بناء پر غیر ختنہ شدہ شخص کے لئے لوگوں کی امامت جائز نہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے اور انہوں نے ابی جوزاء سے انہوں نے کہا کہ غیر ختنہ شدہ شخص قوم کی امامت نہ کرے خواہ وہ ان میں سب سے اچھا قاری ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ اس نے سب سے بڑی سنت کو چھوڑ دیا بلکہ اس کی گواہی بھی قبول نہ کی جائے گی اور جب وہ مرجائے تو اس کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جائے گی۔ بجز یہ کہ اس نے اس کو اپنی جان کے خطرے سے ترک کیا ہو۔

باب (۲۳) وہ سبب جس کی بناء پر ایک دن اور رات میں نماز فریضہ و سنت مل کر پچاس (۵۰) رکعتیں قرار پائیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ سے انہوں نے ابراہیم بن اسحاق سے انہوں نے محمد بن حسن بن شمون سے انہوں نے ابی ہاشم خادم سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوالحسن ماضی علیہ السلام سے عرض کیا کہ نماز فریضہ اور سنت کل مل کر پچاس ہی رکعتیں کیوں ہیں نہ اس سے کم ہیں نہ اس سے زیادہ؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ رات کی ساعتیں بارہ ہیں اور ہر ساعت کے لئے دو رکعتیں قرار پائیں اور طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک ایک ساعت ہے اس کے لئے ایک رکعت ہے اور دن کی ساعتیں بھی بارہ ہیں اور ہر ساعت کے لئے دو رکعتیں قرار پائیں اور غروب آفتاب سے لیکر سقوط شفق یعنی رات کی تاریکی تک ایک ساعت ہے اور اس کے لئے ایک رکعت ہے۔

باب (۲۴) وہ سبب جس کی بناء پر نوافل رکھے گئے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے عثمان بن عبدالملک سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابی بکر نے ان کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تطوع (نوافل) نمازیں کیوں رکھی گئی ہیں؟ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا یہ تم لوگوں کے لئے تطوع (اپنی خوشی سے رضاکارانہ) نمازیں ہیں اور انبیاء کے لئے نافلہ (تحفہ)

ہے۔ پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تطوع یعنی نوافل کی نمازیں کیوں رکھی گئی ہیں؟ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا یہ اس لئے رکھی گئی ہیں کہ اگر نماز ہائے فریضہ میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو نافلہ اس کو پورا کردے اور وہ مکمل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اپنے نبی کو خطاب کرتے ہوئے کہ **ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک** (اور رات کے خاص حصے میں نماز تہجد پڑھا کرو یہ سنت تمہاری خاص فضیلت ہے) سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۷۹۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح سے اور انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بندوں کی نمازوں کا کبھی نصف حصہ اوپر جاتا ہے کبھی ایک تہائی حصہ کبھی ایک چوتھائی حصہ اور کبھی پانچواں حصہ، اور اوپر وہی حصہ جاتا ہے جو وہ حضور قلب سے ادا کرتا ہے اور نماز ہائے نوافل کا حکم اسی لئے ہے کہ نماز ہائے فریضہ میں جو نقص رہ گیا ہے اس کو نافلہ پورا کردے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے علی ابن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسین بن ولید سے انہوں نے عبداللہ بن حماد سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر سے قبل آٹھ رکعات اور نماز عصر سے پہلے آٹھ رکعت مقرر فرمائیں اور کیا سبب ہے کہ آنحضرتؐ نماز مغرب کے لئے وضو کرنے میں پوری پوری رغبت فرماتے تھے اور نماز مغرب کے بعد چار رکعات کیوں مقرر فرمائیں اور نماز شب رات کے آخری حصہ میں کیوں پڑھتے تھے ابتدائی حصے میں نہیں؟

آپؑ نے فرمایا کہ یہ سب نماز ہائے فریضہ کی تاکید کے لئے مقرر فرمایا کیوں کہ اگر ظہر کے وقت نماز صرف چار رکعت ہوتی تو لوگ اس کو درخور نہ دیتے بلکہ سمجھتے اور اس قدر ٹالتے رہتے کہ تقریباً نماز کا وقت ختم ہو جاتا اب جب کہ نماز فریضہ کے علاوہ کچھ اور بھی ہے تو لوگ سمجھیں کہ بہت پڑھنی ہے لہذا جلدی کریں گے اور اسی طرح عصر کی نماز سے پہلے بھی آٹھ رکعتیں رکھ دیں تاکہ اس کی کثرت کے خیال سے لوگ جلدی کریں اور کہیں کہ ارے ابھی زوال کی نماز (نافلہ) بھی پڑھنی ہے کہیں اس کا وقت نہ گزر جائے۔ اور اسی طرح نماز مغرب کے لئے وضو کے وقت لوگ کہیں کہ جلدی سے وضو کرلیں کہیں اس کا وقت ختم نہ ہو جائے اس لئے وضو کے لئے اٹھ جائیں گے۔ اور اسی طرح مغرب کے بعد چار رکعتیں اور اسی طرح نماز شب رات کے آخری حصہ میں تاکہ نماز صبح کے لئے جلدی سے تیار ہو جائیں اس لئے آنحضرتؐ نے نماز ہائے نافلہ کو مقرر فرمایا

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ نماز نافلہ اس لئے رکھی گئی کہ نماز میں جو خرابی اور کوتاہی ہو اس کو یہ نافلہ پورا کردے۔

باب (۲۵) وہ سبب جس کی بناء پر کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کاندھے پر کمان یا کمر میں تلوار لٹکائے ہوئے نماز پڑھے خواہ وہ لوگوں کی امامت کر رہا ہو یا تنہا نماز پڑھ رہا ہو اور وہ سبب جس کی بناء پر مریض کے لئے اذان واقامت ترک کرنا جائز نہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن حسن بن علی بن فضال

سے انہوں نے عمرو بن سعید سے انہوں نے مصدق بن صدقہ سے انہوں نے عمار ساباطی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو کاندھے پر کمان یا کمر میں تلوار لٹکائے ہوئے لوگوں کی نماز میں امامت کرتا ہے کیا یہ اس کے لئے جائز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں کوئی شخص تیر و کمان یا تلوار اپنے لباس کے اوپر سجائے ہوئے لوگوں کی نماز نہ پڑھانے خواہ بہت زیادہ لباس پہنے ہوئے کیوں نہ ہو کیونکہ امام کے لئے تیر و کمان و تلوار لٹکائے ہوئے نماز پڑھانا جائز نہیں۔ نیز آپ نے فرمایا کہ مریض جب نماز کا ارادہ کرے تو اس کے لئے اذان و اقامت کہنا لازمی اور ضروری ہے اگر اس میں کسی طرح بولنے کی طاقت نہیں تو دل ہی دل میں کہہ لے اور اگر وہ شدید درد میں مبتلا ہے تب بھی اس کے لئے لازمی اور ضروری ہے اس لئے کہ بغیر اذان و اقامت کے نماز نہیں ہوتی۔ اس کتاب کے مولف فرماتے ہیں کہ صبح کی نماز اور مغرب کی نماز کے لئے لازمی ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ہیثم بن ابی مسروق ہندی سے اور انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ہیثم بن واقد سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اپنی قمیض پر اسلحے سجا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ ظالموں اور جابروں کا فعل ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اسماعیل بن مرار سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے اور انہوں نے روایت کی اپنے اصحاب کی ایک جماعت سے اور ان لوگوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ جناب سے سوال کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ کوئی شخص اپنی قمیض پر ہتھیار سجائے ہوئے نماز نہیں پڑھ سکتا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ جو جگہ عاجزی و انکساری و فروتنی کے اظہار کی ہے وہاں اس سے تکبر ظاہر ہوتا ہے۔

باب (۲۶) وہ سبب جس کی بناء پر نماز عشاء کے بعد دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن مخلد نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابراہیم سے انہوں نے محمد بن بشیر سے انہوں نے محمد بن سنان سے اور انہوں نے ابی عبداللہ قزوینی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے نماز عشاء کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سترہ (۱۷) رکعت نماز فرض کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر دوگنے کا اضافہ فرمایا تو سب مل کر اکیاون (۵۱) رکعت ہو گئی پس یہ دو رکعتیں جو بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے یہ ایک رکعت شمار ہو گی۔

(۲) ان ہی سے روایت ہے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حمدان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن سماعہ نے روایت کرتے ہوئے جعفر بن سماعہ سے انہوں نے مثنی سے انہوں نے مفضل سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ان جناب سے کہا کہ میں عشاء کی نماز پڑھ چکتا ہوں تو دو رکعت بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا لیکن اس کا شمار ایک رکعت میں ہے۔ اگر تمہیں موت آجائے تو تم وتر پر مرو گے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن

سماعیل بن بزیع سے انہوں نے عمر بن اذینہ سے انہوں نے عمران سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اس حال میں شب بسر نہ کرے کہ اس پر وتر کی نماز باقی ہو۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ بن اعین سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے وہ بغیر نماز وتر ادا کئے شب نہیں بسر کرے گا۔

باب (۲۷) وہ سبب جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز عشاء کے بعد دو رکعت بیٹھ کر نہیں پڑھتے تھے مگر لوگوں کو پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران سے انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہے وہ نماز وتر پڑھے بغیر رات بسر نہیں کرے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا اسکا مطلب یہ کہ عشاء کے بعد دو رکعتیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور یہ شمار میں ایک رکعت آئے گی۔ پس جو شخص یہ دو رکعتیں پڑھ لے اور اس کے بعد موت آجائے تو وہ گویا نماز وتر پڑھ کے مرا۔ اور جس کو موت نہیں آئی تو وہ رات کے آخر حصہ میں نماز وتر پڑھے گا۔ میں نے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ دو رکعتیں پڑھتے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا یہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وحی آیا کرتی تھی اور انہیں معلوم ہو جایا کرتا تھا آج شب موت آئے گی یا نہیں۔ اور آپ کے علاوہ دوسرے لوگ یہ نہیں جانتے اس لئے آنحضرت خود یہ رکعتیں نہیں پڑھتے تھے اور دوسروں کو اس کے پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

باب (۲۸) وہ سبب جس کی بناء پر حالت سجدہ میں ہتھیلیوں کا زمین سے متصل ہونا مستحب ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے نوفلی سے انہوں نے سکونی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق بن محمد علیہما السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین سے متصل کیا کرے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی کی وجہ اسے قیامت کے دن طوق وزنجیر سے رہائی دے دے۔

باب (۲۹) وہ سبب جس کی بناء پر سجدہ میں گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے جاتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن حسین سے انہوں نے حسین بن ولید سے انہوں نے طلو سمی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ سجدہ میں گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے جاتے ہیں تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ ہاتھ نماز کی کنجی ہیں۔

باب (۳۰) وہ سبب جس کی بناء پر رکوع میں سبحان ربی العظیم و بحمدہ اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ و بحمدہ کہا جاتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے نضر و فضالہ نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں تھے اور آپؐ کے پہلو میں امام حسین بن علی علیہما السلام کھڑے تھے آنحضرتؐ نے تکبیر کہی مگر امام حسینؑ صاف طور پر تکبیر نہ کہہ سکے تو آنحضرتؐ بار بار تکبیر کہتے رہے اور امام حسینؑ آپ کے ساتھ صاف ادائیگی کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ آپؐ نے سات مرتبہ تکبیر کہی اور امام حسینؑ نے ساتویں بار صاف صاف تکبیر کہی امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی سات تکبیریں آنحضرتؐ کی سنت قرار پائی۔

(۲) اور اسی اسناد کے ساتھ روایت ہے حسین بن سعید سے انہوں نے روایت کی ابن ابی عمیر سے انہوں نے عمر بن اذینہ سے انہوں نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کی آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے برآمد ہوئے اور (اور یہ واقعہ اس زمانے کا ہے کہ) امام حسین علیہ السلام نے اتنی دیر میں بولنا شروع کیا کہ لوگوں کو ڈر ہوا کہ یہ نہیں بولیں گے اور گونگے ہوں گے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنے کاندھے پر بٹھائے ہوئے نکلے اور لوگ نماز کے لئے آپؐ کے پیچھے صف بستہ ہو گئے آنحضرتؐ نے امام حسین کو اپنے داہنے جانب کھڑا کر لیا اور آپؐ نے نماز شروع کی تو امام حسینؑ نے تکبیر کہی (یہ دیکھ کر) آنحضرتؐ نے سات مرتبہ تکبیر کہی اور امام حسینؑ بھی آپؐ کے ساتھ تکبیر کہتے گئے۔ اس بناء پر سات تکبیروں کی سنت جاری ہوئی۔ زرارہ کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم لوگ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا سات مرتبہ اللہ اکبر کہو سات مرتبہ الحمد اللہ کہو سات مرتبہ سبحان اللہ کہو پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو اور سورہ کی قرأت کرو۔

(۳) اور اسی اسناد کے ساتھ حسین بن سعید سے روایت ہے انہوں نے فضالہ سے روایت کی اور انہوں نے حسین سے انہوں نے زید شحام سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا نماز کا افتتاح کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تیرے لئے ایک مرتبہ تکبیر کافی ہے۔ میں نے عرض کیا اور سات مرتبہ؟ آپ نے فرمایا اس میں تو فضیلت ہے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسین بن ولید سے انہوں نے حسین بن ابراہیم سے انہوں نے محمد بن زیاد سے انہوں نے ہشام بن حکم سے انہوں نے ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے کہ افتتاح نماز میں سات مرتبہ تکبیر کہنا افضل ہے اور کیا وجہ ہے کہ رکوع میں **سبحان ربی العظیم و بحمدہ** کہا جاتا ہے اور سجدہ میں **سبحان ربی الاعلیٰ و بحمدہ** کہا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا اے ہشام سنو۔ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان، سات زمین، اور سات حجاب خلق فرمائے پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج پر لیجایا گیا اور وہ اپنے رب سے اتنا قریب ہوئے جیسے **قاب قوسین او ادنیٰ** دو کمانوں کے درمیان یا اس سے کم کا فاصلہ تو اللہ کے حجابوں میں سے ایک حجاب اٹھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی اور وہ کلمات کہنے لگے جو نماز کے افتتاح میں کہے جاتے ہیں پھر جب دوسرا حجاب اٹھا تو آپؐ نے تکبیر کہی اور اسی طرح ہوتا رہا سات حجاب اٹھ گئے اور آپؐ نے سات مرتبہ تکبیر کہی اسی بناء پر نماز کے افتتاح میں سات تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ پھر آپؐ نے اللہ کی عظمت کو جو دیکھا تو اسے یاد کیا اور لرزہ براندام ہو گئے اور گھٹنوں کے

ل ہلک گئے تو کہنے لگے سبحان ربی العظیم وبحمدہ اور جب رکوع سے سیدھے کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ اس کا مقام تو اس سے بھی زیادہ اعلیٰ ہے یہ دیکھ کر منہ کے بل گر گئے اور کہنے لگے سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ یہ آپؐ نے سات مرتبہ کہا تو وہ رعب اور خوف رک گیا اس بناء پر یہ سنت جاری ہو گئی۔

(۵) اور ان ہی سے یہ روایت بھی ہے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن علی نے اور انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد انصاری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن علی علوی نے روایت کرتے ہوئے ابی حکیم زاہد سے اور انہوں نے احمد بن عبداللہ سے ن کا بیان ہے کہ ایک شخص نے امیرالمومنین علیہ السلام سے عرض کیا اے بہترین خلق خدا کے تم یہ بتائیں کہ آپ جو نماز میں پہلی تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھاتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے وہ ایک اور ایسا اکیلا ہے کہ اس کے مثل کوئی شے نہیں ہے کسی شے پر اس کا قیاس نہیں ہو سکتا حواس خمسہ ظاہرہ اس کو چھو نہیں سکتے اور حواس باطنہ اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ اس شخص نے پوچھا آپ رکوع میں اپنی گردن بڑھائے کیوں رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کا واقعی مطلب یہ ہے کہ پروردگار میں تیری وحدانیت پر ایمان لایا خواہ اس پر میری گردن ہی کیوں نہ مار دی جائے۔

(۶) میرے والد رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے اور انہوں نے یوسف بن حارث سے انہوں نے عبداللہ بن یزید مقری سے انہوں نے موسیٰ بن ایوب غافقی سے انہوں نے عقبہ بن عامر جہنی سے انہوں نے بیان کیا کہ جب فسبح باسم ربک العظیم (پس تو اپنے عظمت والے پروردگار کے نام کی تسبیح کئے جا) سورہ واقعہ۔ آیت نمبر ۷۴ نازل ہوئی تو ہم لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسے تم لوگ اپنے رکوع میں قرار دے لو۔ اور جب سبح اسم ربک الاعلیٰ (تو اپنے سب سے برتر پروردگار کے نام کی تسبیح کر تا رہ) سورۃ الاعلیٰ۔ آیت نمبر۱ نازل ہوئی تو ہم لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اسے سجدہ میں قرار دے لو۔

باب (۳۱) وہ سبب جس کی بناء پر نماز کے افتتاح پر امام جماعت کے لئے ایک تکبیر کہنا کافی ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے فضالہ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جب تم اکیلے نماز پڑھو تو تمہارے لئے تین تکبیریں کافی ہیں اور جب تم جماعت کی امامت کر رہے ہو تو صرف ایک تکبیر کافی ہے کیونکہ تمہارے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں کچھ ضعیف و کمزور ہیں اور کچھ کبیر السن ہیں۔

باب (۳۲) وہ سبب جس کی بناء پر نماز دو رکوع اور چار سجدوں پر مشتمل ہوتی ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے اور انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے صباح حذاء سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ نماز میں ایک رکوع کے ساتھ دو سجدے کیسے ہو گئے۔ جب دو سجدے ہیں تو دو رکوع بھی ہوتے؟ آپ نے فرمایا کہ جب تم نے ایک بات پوچھی ہے تو اپنے قلب کو تمام خیالات سے فارغ کر لو تاکہ سمجھ سکو۔ سنو سب سے پہلی نماز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی وہ اللہ تبارک و

تعالیٰ کی بارگاہ میں آسمان پر اسی عرش کے سامنے پڑھی اور یہ اسی وقت پڑھی جب آپ کو معراج پر لے جایا گیا اور آپ عرش کے پاس پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنے چہرے کی تجلی کی اور اس تجلی کو آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھا اور آواز آئی اے محمدؐ اب تم چشمہ صاد کے قریب جاؤ اور اپنے اعضائے سجدہ کو دھو کر پاک کر لو اور اپنے رب کے لئے نماز پڑھو۔ پس اللہ تعالیٰ نے جس جگہ کا حکم دیا تھا آنحضرتؐ اس کے قریب گئے اور وہاں وضو کیا اور پھر پورا وضو کر لیا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آکر کھڑے ہوگئے اور حکم ہوا کہ اب نماز شروع کرو آپؐ نے ایسا ہی کیا تو حکم ہوا اے محمدؐ! پڑھو **بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين** آخر سورہ تک آپؐ نے پڑھا تو حکم ہوا کہ اب وہ سورہ پڑھو جو تمہارے رب سے نسبت رکھتا ہے یعنی **بسم الله الرحمن الرحيم، قل هو الله احد الله الصمد** پھر آواز رکی تو آنحضرتؐ نے کہا **قل هو الله احد الله الصمد** تو حکم ہوا کہو کہ **لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد** پھر آواز رکی تو آنحضرتؐ نے فرمایا **كذلك الله ربي كذلك الله ربي** جب آنحضرتؐ نے یہ کہا تو حکم ہوا کہ اے محمدؐ اپنے رب کے سامنے رکوع کرو (جھک جاؤ) پس آنحضرتؐ رکوع میں گئے اور رکوع کی حالت میں حکم ہوا کہ کہو **سبحان ربي العظيم وبحمده** تو آنحضرتؐ نے یہ تین مرتبہ کہا۔ پھر حکم ہوا کہ اب اپنا سر اٹھاؤ اے محمدؐ! آنحضرتؐ نے ایسا ہی کیا اور اللہ کی بارگاہ میں سیدھے کھڑے ہوگئے پھر حکم ہوا کہ اے محمدؐ اپنے رب کے سامنے سجدہ کرو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں گر گئے۔ پھر حکم ہوا کہ کہو **سبحان ربي الاعلى وبحمده** آنحضرتؐ نے ایسا ہی تین مرتبہ کہا پھر حکم ہوا کہ اے محمدؐ اب سیدھے بیٹھ جاؤ آپؐ نے ایسا ہی کیا اور جب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تو آپ کو اللہ جل جلالہ کا جلال یاد آیا اور اپنی طرف سے خود سجدے میں گر گئے اس کے لئے اللہ عزوجل کا حکم نہیں ملا تھا اور اس سجدے میں بھی تین بار **سبحان ربي الاعلى وبحمده** کہا۔ پھر حکم ہوا کہ اب سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور آپؐ نے ایسا ہی کیا تو اب اپنے رب کی عظمت جو پہلے دیکھی تھی وہ نظر نہیں آئی اور حکم ہوا کہ اے محمدؐ پہلی رکعت میں جو پڑھا تھا اور جو کیا تھا وہی کرو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور ایک سجدہ کیا اور جب سر اٹھایا تو دوبارہ آپ کو اپنے رب کی جلالت یاد آئی تو خود بخود سجدے میں گر گئے اس کے لئے اللہ کا کوئی حکم نہیں ہوا تھا اور اس میں بھی تسبیح **سبحان ربي الاعلى وبحمده** پڑھی۔ پھر حکم ہوا کہ اب اپنا سر اٹھاؤ اللہ تم کو ثابت قدم رکھے گا اور کہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔ پروردگار تو درود بھیج محمدؐ اور ان کی آل پر اور رحم فرما محمد اور ان کی آل پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا ہے برکت دی ہے رحم فرمایا ہے اور احسان فرمایا ہے ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر بیشک تو سزاوار حمد اور بزرگی والا ہے۔ پروردگار تو محمد کی شفاعت کو ان کی امت کے لئے قبول فرما اور ان کے درجہ کو بلند فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی کہا۔ پھر حکم ہوا کہ اے محمدؐ اپنے رب کی طرف رخ کرو اور سلام کرو پس آنحضرتؐ نے اپنے رب کی طرف رخ کیا ذرا سر جھکا کر خاموش ہوئے پھر کہا **السلام عليك** اور خدائے جبار نے جواب دیا **وعليك السلام**۔ اے محمدؐ میری ہی دی ہوئی نعمت سے تم میں میری اطاعت کی قوت آئی اور میں نے ہی تمہیں ہر طرح کی برائیوں سے بچایا اور نبی اور حبیب منتخب کیا۔ پھر حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ نماز جس کا اللہ کی طرف سے حکم تھا اس میں دو رکوع اور دو سجدے تھے اور ایک رکعت کے ساتھ جو دو سجدے ہوئے تو جیسا کہ میں نے تم سے بیان کیا وہ عظمت الٰہی کی وجہ سے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی فرض قرار دے دیا۔

میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان وہ کیا چیز تھی جس کے لئے حکم ہوا کہ اس سے اعضائے سجدہ کو دھو لو؟ آپ نے فرمایا ارکان عرش میں سے کسی ایک رکن سے ایک چشمہ پھوٹا تھا جس کو آب حیات کہتے ہیں اور وہ وہی ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ص والقران ذي الذكر** (ص۔ قسم ہے قرآن نصیحت کرنے والے کی) سورہ ص۔ آیت نمبر ۱ اور آنحضرت کو حکم ہوا کہ اس سے وضو کرو اور قرأت کرو اور نماز پڑھو۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے علکرمہ بن عبدالعزیز سے انہوں نے ہشام بن حکم سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا سبب ہے جو نماز میں دو رکوع کے ساتھ چار سجدے ہیں دو رکوع کے ساتھ دو سجدے کیوں نہیں ہیں؟ پھر اسی کے مانند حدیث بیان کی جو اسحاق بن عمار نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے روایت ہے پس اس میں چند الفاظ زیادہ یا کم ہوں گے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران سے انہوں نے حسین بن یزید سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے اور انہوں نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ نماز دو رکوع اور چار سجدوں پر کیوں مشتمل ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ ایک رکعت کھڑے ہو کر پڑھنا دو رکعت بیٹھ کر پڑھنے کے برابر ہے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے علی بن سہل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن علی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد انصاری نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی علوی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو حکیم زاہد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن علی راہب نے ان کا بیان ہے کہ ایک شخص نے امیرالمومنین علیہ السلام سے کہا کہ اے بہترین خلائق کے ابن عم (نماز میں) پہلے سجدہ کے کیا معنی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے پروردگار، تو نے مجھے اسی سے یعنی زمین سے خلق کیا ہے اور سجدے سے سر اٹھانے کا مطلب یہ کہ اسی سے تو نے ہم لوگوں کو نکالا ہے اور دوسرے سجدہ کا مطلب یہ کہ اسی کی طرف تو ہم لوگوں کو پلٹائے گا اور دوسرے سجدہ سے سر اٹھانے کا مطلب ہے کہ اسی سے تو ہم لوگوں کو دوبارہ نکالے گا۔ اس شخص نے کہا اور تشہد میں داہنے پاؤں کو اٹھائے رکھنا اور بائیں پاؤں کو گرائے رکھنے کا کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ پروردگار باطل کو موت دیدے اور حق کو کھڑا رکھ۔

باب (۳۳) نماز میں کثرت ملبوسات اور لوازمات کیوں مستحب ہے

( ) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے عبداللہ بن میمون قداح سے انہوں نے حضرت امام جعفر بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا ہر وہ شے جسے پہن کر تم نماز پڑھتے ہو وہ سب تمہارے ساتھ ساتھ تسبیح پڑھتی ہیں اور آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ جب نماز قائم ہوتی تو اپنے نعلین مبارک پہن لیتے اور اس میں نماز پڑھتے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن متیل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے روایت کرتے ہوئے محمد بن یحییٰ سے انہوں نے طلحہ بن زید سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے علی علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ انسان جب نماز میں مشغول ہوتا ہے تو اس کا پورا جسم، اس کا لباس اور ہر وہ چیز جو اس کے ارد گرد ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے۔

باب (۳۴) وہ سبب جس کی بناء پر مستحب ہے کہ نماز صبح طلوع فجر کے ساتھ ہی ادا کی جائے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے عبدالرحمن بن سالم سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا یہ بتائیں کہ نماز صبح کا افضل ترین وقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا طلوع فجر کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ان قران الفجر کان**

مشہودا سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۷۸) یعنی نماز فجر کے گواہ ملائکہ شب و ملائکہ صبح دونوں ہوتے ہیں پس جب بندہ صبح کی نماز طلوع فجر کے ساتھ ہی پڑھتا ہے تو یہ نماز دو جگہ لکھی جاتی ہے رات کے ملائکہ بھی لکھ لیتے ہیں اور دن کے ملائکہ بھی لکھ لیتے ہیں۔

باب (۳۵) وہ سبب جس کی بناء پر فجر اور مغرب کی نمازوں میں اذان و اقامت کا ترک کرنا جائز نہیں انسان خواہ سفر میں ہو۔ خواہ حضر میں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عبد الحمید عطار اور احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ان دونوں نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے انہوں نے صفوان بن مہران سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اذان میں دو دو مرتبہ (ہر فقرہ) اور اقامت میں دو دو مرتبہ (ہر فقرہ) اور نماز فجر و نماز مغرب میں اذان و اقامت ضروری ہے خواہ انسان سفر میں ہو خواہ حضر میں اس لئے کہ اس میں قصر نہیں ہے نہ سفر میں نہ حضر میں ہاں نماز ظہر و نماز عصر و نماز عشاء میں تمہارے لئے بغیر اذان کے صرف اقامت کافی ہے مگر تمام نمازوں میں اذان و اقامت کہنا افضل ہے۔

باب (۳۶) وہ سبب جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر پانچ نمازیں پانچ وقتوں میں فرض کی ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن ابی عبد اللہ سے انہوں نے ابی الحسن علی بن حسین برقی سے انہوں نے عبد اللہ بن جبلہ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حسن بن عبد اللہ سے انہوں نے اپنے آبائے کرام سے انہوں نے اپنے جد حضرت حسنؑ بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ چند نفر یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور ان میں سے جو سب سے بڑا صاحب علم تھا اس نے آنحضرتؐ سے چند مسائل دریافت کئے ان میں سے ایک مسئلہ یہ بھی دریافت کیا کہ یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس سبب سے آپ کی امت پر رات دن میں پانچ نمازیں پانچ وقتوں میں فرض کیں؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب زوال کے وقت حلقہ میں داخل ہوتا ہے اور جب وہ داخل ہوتا ہے تو زوال آفتاب ہوتا ہے تو ہر شے زیر عرش اللہ کے حمد کی تسبیح پڑھتی ہے اور یہی وہ وقت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ پر درود بھیجتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اور میری امت پر اس وقت کی نماز فرض کی اور فرمایا **اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل** (اے رسول سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز پڑھا کرو) سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۷۸) اور یہی وہ وقت ہے کہ جب قیامت کے دن جہنم کو لا دیا جائے گا۔ پس جو مومن بھی اس وقت سجود و رکوع و قیام کی حالت میں رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے جسد پر جہنم کو حرام کر دے گا اور اب نماز عصر کیوں فرض ہوئی تو اس کا سبب یہ ہے کہ اسی وقت میں حضرت آدم علیہ السلام نے درخت سے پھل کھائے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت سے نکال دیا پس اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت کو تاقیامت اس وقت نماز پڑھنے کا حکم دے دیا اور یہی نماز میری امت کے لئے بھی مقرر فرمائی اور یہی نماز سب سے زیادہ پسندیدہ ہے اللہ کے نزدیک اور مجھے ہدایت کی ہے کہ میں تمام نمازوں میں اس نماز کی سب سے زیادہ حفاظت کروں۔ اب رہی نماز مغرب تو یہ وہ ساعت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی۔ درخت کا پھل کھانے اور توبہ کے قبول ہونے کے درمیان تین سو سال کا فاصلہ تھا اور آخرت کے وقت ایک دن ایک ہزار سال کا ہوگا عصر اور مغرب کے درمیان۔ تو حضرت آدمؑ نے تین رکعت نماز پڑھی ایک رکعت اپنی خطا پر، ایک رکعت حضرت حوا کی خطا پر اور ایک رکعت اپنی توبہ کے قبول ہونے کے شکر میں۔ پس یہی تین رکعت اللہ تعالیٰ نے میری امت پر فرض کر دیں اور

یہی وہ ساعت ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے اور میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جو کوئی اس ساعت میں دعا کرے گا میں اسے قبول کروں گا اور یہی وہ نماز ہے کہ جس کا مجھے میرے رب نے اپنے اس قول میں حکم دیا ہے حین تمسون وحین تصبحون (جس وقت تم لوگوں کی شام ہو اور جس وقت تم لوگوں کی صبح ہو) سورۂ روم۔ آیت نمبر ۱۷ اب رہ گئی عشاء کی نماز تو قبر میں بھی تاریکی ہوگی اس بناء پر مجھے اور میری امت کو اللہ تعالیٰ نے اس نماز کا اس وقت حکم دیا تاکہ قبر منور رہے اور مجھے اور میری امت کو صراط پر سے گزرنے کے لئے روشنی عطا کرے۔ اور جو شخص بھی اپنا قدم نماز عشاء کے لئے آگے بڑھائے گا اللہ تعالیٰ اس کے جسد پر جہنم کو حرام کردے گا اور یہی وہ نماز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے مرسلین کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ اب رہ گئی نماز فجر تو آفتاب جب طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے پڑھ لوں اور اس سے پہلے پڑھ لوں جب کافر اس کو سجدہ کرتے ہیں اور اسی طرح طلوع آفتاب سے پہلے میری امت اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے اور اس نماز کے لئے سرعت اور تیزی اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے اور یہی وہ نماز ہے جس کے گواہ رات کے ملائکہ اور دن کے ملائکہ دونوں ہوتے ہیں یہ تفصیل سن کر اس یہودی عالم نے کہا اے محمد آپ سچ فرماتے ہیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے حسین بن ابی العلاء سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جنت سے نیچے اتار دیا تو ان کے چہرے پر سیاہ تل بلکہ پورے جسم پر سیاہ تل ہی تل نمودار ہوگئے۔ اس پر وہ بہت غمگین ہوئے اور عرصے تک روتے رہے۔ تو حضرت جبرئیلؑ ان کے پاس آئے اور پوچھا کہ اے آدمؑ تم کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے کہا یہ سارے بدن پر تل ہی تل نکل آئے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا اچھا آپ اٹھیں اور نماز پڑھیں یہ پہلی نماز کا وقت ہے۔ حضرت آدمؑ نے اٹھ کر نماز پڑھی تو وہ تل اتر کر گردن تک آئے۔ پھر حضرت جبرئیلؑ دوسری نماز کے وقت ان کے پاس آئے اور کہا اے آدمؑ اٹھیں اور نماز پڑھیں یہ دوسری نماز کا وقت ہے چنانچہ حضرت آدمؑ اٹھے اور نماز پڑھی تو سارے تل ناف تک اتر آئے پھر حضرت جبرئیلؑ تیسری نماز کے وقت آئے اور کہا کہ اے آدم آپ اٹھیں اور نماز پڑھیں یہ تیسری نماز کا وقت ہے حضرت آدمؑ نے اٹھ کر نماز پڑھی تو سارے تل ان کے گھٹنے تک اتر آئے۔ پھر جب چوتھی نماز کا وقت آیا تو حضرت جبرئیل آپ کے پاس آئے اور کہا اے آدمؑ اٹھیں اور نماز پڑھیں یہ چوتھی نماز کا وقت ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ اٹھے اور نماز پڑھی تو سارے تل ان کے پاؤں تک اتر آئے پھر جب پانچویں نماز کا وقت آیا تو حضرت جبرئیلؑ پھر آئے اور کہا اے آدمؑ اٹھیں اور نماز پڑھیں یہ پانچویں نماز کا وقت ہے تو حضرت آدمؑ نے اٹھ کر نماز پڑھی اور انہیں ان تلوں سے نجات ملی اور وہ اس پر حمد و ثنائے الٰہی بجا لائے۔ تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا اے آدم آپ کی اولاد کی مثال ان نمازوں میں ایسی ہے جیسے آپ کی مثال ان تلوں سے نجات کی ہے آپ کی نسل میں جو شخص دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھے گا وہ اپنے گناہوں سے نجات پائے گا جیسے آپ نے ان تلوں سے نجات پائی ہے۔

باب (۳۷) وہ سبب جس کی بناء پر تارک الصلوٰۃ کو کافر کہا جاتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے سعدہ بن صدقہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا جب کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہ زانی کو کافر نہیں کہا جاتا اور تارک الصلوٰۃ کو کافر کہا جاتا ہے اس کہنے کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا کیوں کہ زانی اور جس کے مشابہ گناہ کرنے والے جو گناہ کرتے ہیں وہ اس شہوت کی وجہ سے کرتے ہیں جو اس پر غالب ہو جاتی ہے اور نماز کا ترک کرنے والا اس کو ترک کی

اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس کو خفیف و حقیر سمجھتا ہے اس کا استخفاف کرتا ہے اور یہ کہ ہر زانی تم کو ایسا ہی ملے گا کہ وہ عورت کے پاس جاتا ہے تو اس سے زنا کی لذت حاصل کرنے کا قصد کرتا ہے اور نماز کا ترک کرنے والے اس قصد سے ترک نماز نہیں کرتا تاکہ اس میں اس کو لذت حاصل ہو گی اور جب ترک نماز میں کوئی لذت نہیں تو استخفاف کے سوا اور کیا ہے اور جب استخفاف ہے تو پھر یہی کفر ہے۔ پھر آپ سے عرض کیا گیا کہ آخر ایک زناکار و شراب خور کے درمیان اور تارک الصلاۃ کے درمیان کیا فرق ہے کہ زانی و شراب خور تو صرف گنہگار رہا اور تارک الصلاۃ استخفاف اور تحقیر کرنے والا کافر ہو گیا اس کی کیا دلیل ہے آپ نے فرمایا سنو ترک نماز کے گناہ میں خود اپنے نفس کو آلودہ کر لیا اس میں کسی شہوت یا لذت کا دخل نہ تھا جیسا کہ زناکاری اور شراب خوری میں شہوت و لذت اس کے لئے داعی بن گئی۔ تو جب ترک صلوۃ میں کوئی شہوت اور لذت نہ تھی کسی داعی کے بغیر تم نے خود اپنے نفس کو اس کی طرف دعوت دی تو یہی تو عین استخفاف ہے اور اسے حقیر و غیر ضروری سمجھنا ہے اور یہی تو ان دونوں کے درمیان فرق ہے۔

باب (۳۸) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی اور اس میں سورہ حمد اور سورہ بقرہ کی ایک آیت پڑھی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ولید سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن فضیل نے انہوں نے سلیمان بن ابی عبداللہ سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی تو اس میں آپ نے سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی ایک آیت پڑھی تو میرے والد آئے اور انہوں نے اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے فرزند یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ تم لوگوں کو سکھا دیا جائے اور تعلیم دے دی جائے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے محمد بن عذافر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے نماز جماعت میں شرکت کی اور جس کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا دوسری رکعت میں سورہ ام الکتاب (سورہ حمد) سے فارغ ہی ہوا تھا کہ وہ رکوع میں چلا گیا، آپ نے فرمایا کہ تم اس کو آخری دو رکعتوں میں پڑھ لو تاکہ تم دو رکعتوں کے اندر قرات کرنے والے ہو جاؤ۔

باب (۳۹) وہ سبب جس کی بناء پر سجدے میں طول دینا مستحب ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے سعدان بن مسلم سے اور انہوں نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو محمد تم پر لازم ہے کہ سجدے میں طول دیا کرو۔ یہ تو اوابین کی سنت میں سے ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے انہوں نے اپنے جد حسین بن راشد سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ جناب نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے اور ان سے میرے جد نامدار نے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ سجدے کو طول دیا کرو اس لئے کہ کوئی عمل ایسا نہیں جو ابلیس پر اتنا گراں ہو

جنتا ہے کہ وہ بنی آدم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھے اس لئے کہ اس کو سجدہ کا حکم دیا گیا اور اس نے انکار کر دیا اور اس کو سجدہ کا حکم دیا گیا ہے اور یہ اس حکم کی تعمیل کر رہا ہے۔

باب (۳۰) وہ سبب جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عشاء کو نصف شب کے بعد مؤخر نہیں کیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے ... بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے احمد بن عبد اللہ قروی سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میری امت پر یہ امر پر مشقت نہ ہوتا تو میں نماز عشاء کا وقت نصف شب کے بعد رکھ دیتا۔

باب (۳۱) وہ سبب جس کی بناء پر سخت گرم اور تپتی ہوئی جگہ پر تپش سے بچنے کے لئے اپنے پشت دست پر سجدہ جائز ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے ابراہیم بن اسحاق سے انہوں نے عبد اللہ بن حماد سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا میں آپ پر قربان ایک شخص سفر میں ہے کہ راستہ میں اس پر ڈاکہ پڑ جاتا ہے اور سب کچھ لٹ جاتا ہے وہ صرف ایک شلوار میں رہ جاتا ہے اس کے پاس کوئی ایسی شے بھی نہیں رہ جاتی جس پر وہ سجدہ کرے اور ڈرتا ہے کہ اگر وہ تپتی ہوئی زمین پر سجدہ کرے گا تو اس کا چہرہ جل جائے گا اب وہ کیا کرے ؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے پشت دست پر سجدہ کرے اس لئے کہ سجدہ گاہوں میں سے ایک یہ پشت دست بھی ہے۔

باب (۳۲) وہ سبب جس کی بناء پر سوائے زمین یا اس سے جو چیز روئیدہ ہوتی ہے مگر کھائی یا پہنی نہیں جاتی اس کے علاوہ کسی اور شے پر سجدہ جائز نہیں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے عمر بن عبد العزیز سے انہوں نے ہشام بن حکم سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ یہ فرمائیں کہ سجدہ کن چیزوں پر جائز ہے اور کن چیزوں پر جائز نہیں ہے ؟ آپ نے فرمایا سجدہ سوائے زمین کے یا ان چیزوں کے جو زمین سے اگی اور روئیدہ ہوتی ہیں مگر کھانے اور پہننے میں نہیں آتیں اور کسی شے پر جائز نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان اس کا کیا مطلب ہے ؟ فرمایا اس لئے کہ سجدہ صرف اللہ کی بارگاہ میں فروتنی کا نام ہے اس لئے جائز نہیں کہ یہ فروتنی کھانے یا پہننے کی چیزوں پر

کی جائے کیونکہ اہل دنیا کھانے اور پہننے کی چیزوں کے بندے ہیں اور سجدہ کرنے والا اپنے سجدہ میں اللہ کی عبادت میں مشغول رہتا ہے لہٰذا اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ اہل دنیا کے ان معبودوں پر اپنی پیشانی رکھے جن کے فریب میں یہ لوگ آگئے ہیں اور زمین پر سجدہ سب سے افضل ہے اس لئے کہ اس سے خدائے عزوجل کے سامنے فروتنی و عاجزی کا زیادہ اظہار ہوتا ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے روایت مرفوع کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف آپ نے فرمایا کہ زمین پر سجدہ فرض ہے اور دوسری چیزوں پر سنت ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے محمد بن یحییٰ صیرفی سے انہوں نے حماد بن عثمان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان جناب کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر اس چیز پر سجدہ ہو سکتا ہے جو زمین سے اگتی ہے اور روئیدہ ہوتی ہے سوائے ان چیزوں کے جو کھائی یا پہنی جاتی ہے۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے علی ابن الحسن سے انہوں نے احمد بن اسحاق قمی سے انہوں نے یاسر خادم سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام میری طرف سے ہو کر گزرے میں اپنی نماز طبر پیشانی پر پڑھ رہا تھا اور اسے کسی چیز سے ڈھانکے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اس پر سجدہ نہیں کرتے کیا یہ زمین سے اگنے والی چیز نہیں ہے۔ محمد بن احمد کا بیان ہے کہ میں نے اس روایت کے متعلق احمد بن اسحاق سے پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کی محمد بن یحییٰ سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے سیاری سے کہ بعض اہل مدائن نے حضرت امام ابوالحسن ماضی علیہ السلام کو خط لکھا اور اس میں آپ نے زجاج (شیشہ) پر سجدہ کے لئے دریافت کیا وہ کہتا ہے کہ جب میں خط لکھ چکا تو دل میں خیال آیا کہ یہ چیز بھی تو زمین سے پیدا ہوئی مجھے اس کے متعلق پوچھنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ تو آپ جناب نے میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا کہ زجاج (شیشہ) پر سجدہ نہ کرو اور تمہارے دل میں جو بات آئی ہے کہ یہ بھی تو زمین سے پیدا ہوتا ہے یہ درست ہے کہ زمین سے پیدا ہوتا ہے لیکن یہ ریت اور نمک سے بنایا جاتا ہے اور یہ دونوں مسخ شدہ ہیں۔

باب (۴۳) وہ سبب جس کی بناء پر کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ ان جانوروں کے بال یا روئیں میں نماز پڑھے جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے چند اسناد کے ساتھ یہ حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف مرفوع کی ہے آپ نے فرمایا کہ ان جانوروں کے بالوں اور روئیں میں نماز پڑھنا جائز نہیں جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا اس لئے کہ ان میں سے اکثر مسخ شدہ ہیں۔

○ اس کتاب کے مولف محمد بن علی نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر وہ چیزیں جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا وہ مسخ شدہ ہیں۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح سے اور انہوں نے حسن بن علی الوشاء سے اور انہوں نے یہ مرفوع روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ان جانوروں کے بال اور روئیں میں نماز پڑھنے کو مکروہ جانتے تھے جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔

باب (۴۴) وہ سبب جس کی بناء پر اگر انسان کے سامنے آگ یا چراغ یا تصویر ہے تو نماز پڑھنا جائز ہے

( ) میرے والد رحمہ اللہ اور محمد بن حسن رحمہ اللہ نے مجھ سے بیان کیا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن عمر نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے عمر بن ابراہیم ہمدانی سے اور انہوں نے یہ مرفوع حدیث بیان کی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر انسان کے سامنے آگ یا چراغ یا تصویر ہے تو اس کے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ جس اللہ کے لئے یہ نماز پڑھ رہا ہے وہ ان چیزوں سے زیادہ قریب ہے جو اس کے سامنے ہیں۔

باب (۴۵) وہ سبب جس کی بناء پر غفلت کے لمحوں (نماز مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت) میں نفل پڑھنا مستحب ہے

(۱) میرے والد رحمہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے زرعہ سے انہوں نے سماعہ سے اور انہوں نے حضرت جعفر بن محمدؑ سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غفلت کی ساعت میں نفل نماز پڑھو خواہ ہلکی ہلکی دو رکعتیں کیوں نہ ہوں اس لئے کہ یہ دونوں رکعتیں دار الکرامہ (جنت) کا وارث بنا دیں گی۔

، اس کتاب کے مولف محمد بن علی کا ارشاد ہے کہ ساعت غفلت مغرب و عشاء کے درمیان کا وقفہ ہے۔

باب (۴۶) وہ سبب جس کی بناء پر نوافل مختلف جگہوں پر پڑھنا مستحب ہے

میرے والد نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے حکم بن

مسکین سے انہوں نے عبداللہ بن علی زراد سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کوئی شخص اپنے نوافل ایک ہی جگہ پڑھے یا جدا جدا جگہوں پر؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہاں پڑھے اور وہاں پڑھے اس لئے کہ یہ جگہیں بھی قیامت کے دن گواہی دیں گی۔

○ اس کتاب کے مولف فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین کا وہ ٹکڑا بھی اس کے نماز پڑھنے کی گواہی دے گا۔

باب (۴۷) وہ سبب جس کی بناء پر وقت طلوع آفتاب اور نصف النہار نماز پڑھنا جائز نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ سے انہوں نے علی بن اسباط سے انہوں نے حسن بن علی سے انہوں نے سلیمان بن جعفر جعفری سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ آفتاب کے طلوع ہوتے وقت نماز پڑھے اس لئے کہ وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے۔ جب آفتاب طلوع ہو جائے تو اس وقت انسان اپنی مستحب و قضاء وغیرہ پڑھے اور نصف النہار کا وقت ہو تو کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس وقت کوئی نماز پڑھے اس لئے کہ اس وقت آسمانوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور جب آفتاب کے زوال کا وقت ہوتا ہے تو ایک ہوا چلتی ہے اور وہ کھل جاتا ہے۔

باب (۴۸) وہ سبب جس کی بناء پر کسی شخص کا مونچھوں پر لگی ہوئی مہندی میں نماز جائز نہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے اسماعیل بن مراد سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے اور انہوں نے ہمارے اصحاب کی ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ کیا سبب کہ کسی شخص کی مونچھوں میں جب مہندی لگی ہوئی ہو تو اس حالت میں اس کے لئے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ ایسی حالت میں اس کے لئے قرأت اور دعا ممکن نہیں۔

باب (۴۹) وہ سبب جس کی بناء پر زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عورتوں کو حکم تھا کہ وہ مردوں کے بعد اپنے سر اٹھائیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے عبداللہ بن میمون سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہما السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عورتوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ مردوں کے بعد (نماز میں) اپنے سر اٹھائیں ان کے جسم چھوٹے ہونے کی وجہ سے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز پڑھاتے ہوتے اور بچوں کے رونے کی آواز سنتے تو نماز مختصر کر دیتے تاکہ اس کی ماں جلد اپنے بچے کے پاس چلی جائے۔

باب (۵۰) وہ سبب جس کی بناء پر دعا کے لئے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت ابو عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے اور ان سے ان کے پدر بزرگوار نے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز سے فارغ ہو تو دعا کے لئے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرے۔ تو ملک سبا کے ایک باشندے نے پوچھا یا امیر المومنین کیا اللہ ہر جگہ موجود نہیں ہے؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا پھر آسمان کی طرف ہاتھ کیوں اٹھایا جائے؟ آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی **وفی السماء رزقکم وما توعدون** (اور تمہاری روزی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آسمان میں ہے) سورۃ الذاریات۔ آیت نمبر ۲۲ تو جہاں رزق ہے وہیں سے تو رزق طلب کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ہی دینے کا وعدہ کیا ہے۔

باب (۵۱) وہ سبب جس کی بناء پر آدمی کے لئے وارش کی جلد پہن کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن یحییٰ عطار سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے احمد بن محمد سیاری سے انہوں نے ابی یزید قسمی سے (اور یہ بصرہ میں یمن کا ایک قبیلہ ہے) انہوں نے حضرت امام ابو الحسن رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ اس نے آپ جناب سے وارش کی جلد کے متعلق جس سے موزے بنائے جاتے ہیں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس میں نماز نہ پڑھنا اس لئے کہ اس کی دباغت کتوں کے بیٹوں سے ہوتی ہے۔

باب (۵۲) وہ سبب جس کی بناء پر شراب خور جب شراب پیتا ہے تو چالیس دن تک اس کی نماز حساب میں نہیں لی جاتی

(۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد ابن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حسین بن خالد سے اس کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے شراب پی اس کی نماز چالیس دن تک حساب میں نہیں لی جاتی۔ آپؑ نے فرمایا اس حدیث کے راویوں نے سچی روایت کی ہے۔ میں نے عرض کیا اس کی نماز کیسے ہو سکتا ہے کہ پورے چالیس دن حساب میں نہ لی جائے نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ؟ آپؑ نے فرمایا اللہ جب انسان کو خلق کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ چالیس دن تک بشکل نطفہ رہتا ہے پھر اسے دوسری حالت میں بدلتا ہے تو چالیس تک دن علقہ بنا رہتا ہے پھر دوسری حالت میں بدلتا ہے تو وہ چالیس دن تک مضغہ بنا رہتا ہے۔ اسی طرح شراب خور جب شراب پیتا ہے تو وہ اس کے مثانہ میں چالیس دن تک رہتی ہے جتنے عرصے میں اس کی خلقت ہوئی تھی اور اسی طرح اس کی غذا اس کا کھانا اور اس کا پینا اس کے مثانہ میں چالیس دن تک باقی رہتا ہے۔

باب (۵۳) وہ سبب جس کی بناء پر جائے سجدہ کو منہ سے پھونکنا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے صفوان بن یحیٰی سے انہوں نے ابن مسکان سے انہوں نے لیث مرادی سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور اپنی پیشانی رکھنے کی جگہ کو منہ سے پھونک لیتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں مگر مکروہ اس وقت ہے جب اس سے اس شخص کو اذیت ہو جو اس کے پہلو میں کھڑا ہے۔

باب (۵۴) وہ سبب جس کی بناء پر کنیز کے لئے یہ جائز نہیں کہ نماز میں اپنے سر پر دوپٹہ اوڑھے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے علی بن حکم سے انہوں نے حماد خادم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ آپ جناب سے اس کنیز کے متعلق سوال کیا گیا جو نماز میں اپنے سر پر دوپٹہ اوڑھتی ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو منع کرو (ایسا نہ کرنے دو) تاکہ پہچان ہو سکے کہ کنیز کون ہے اور آزاد کون ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن سلیمان رازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے حماد خادم سے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس مملوکہ (کنیز) کے متعلق دریافت کیا جو نماز میں اپنے سر پر اوڑھنی اوڑھتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں (وہ ایسا نہ کرے) میرے والد بزرگوار جب کسی کنیز کو دیکھتے کہ وہ سر پر اوڑھنی اوڑھ کر نماز پڑھتی ہے تو اسے منع کرتے تھے کہ پہچان کی جاسکے کہ آزاد کون ہے اور مملوکہ کون ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے اور انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے محمد بن مسلم سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ نہ نماز میں کوئی کنیز سر پر اوڑھنی اوڑھے گی نہ کنیز مدبرہ (جو اپنے مالک کی موت کے بعد آزاد ہو) نہ کنیز مکاتبہ (جو کما کر رقم معینہ ادا کر دے اور آزاد ہو جائے) جب تک کہ مکاتبہ یہ شرط نہ کرے کہ وہ نماز میں اوڑھنی اوڑھے گی یا وہ معینہ رقم ادا نہ کر دے وہ مملوکہ رہے گی اور اس پر وہی حکم جاری ہوں گے جو مملوکہ کے لئے ہیں تمام حدود شریعت میں۔

باب (۵۵) وہ سبب جس کی بناء پر نماز استسقاء میں ردا کو الٹ کر پہنتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابی طالب عبداللہ بن صلت نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو حمزہ انس بن عیاض اللیثی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت جعفر بن محمد نے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز استسقاء پڑھتے تو آسمان کی طرف دیکھتے اور اپنی ردا الٹ دیتے۔ دائیں کندھے کی بائیں کندھے پر اور بائیں کندھے کی دائیں کندھے پر۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا اس کا کیا مقصد ہے؟ فرمایا یہ علامت تھی ان کے اصحاب کے درمیان کہ خشک سالی کو ہریالی میں بدل رہے ہیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے اور انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے اس سے جس کا ذکر انہوں نے کیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ نماز استسقاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ردا کو الٹ کیوں دیا کرتے تھے یعنی دائیں طرف کی ردا بائیں طرف اور بائیں طرف کی ردا دائیں طرف ؟ آپ نے فرمایا اس سے آپ کا مقصد یہ ہوتا کہ ہم خشک سالی کو ہریالی سے تبدیل کر رہے ہیں۔

باب (۵۶) وہ سبب جس کی بناء پر سیاہ لباس میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے سہل بن زیاد سے انہوں نے محمد بن سلیمان سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے عرض کیا کہ میں سیاہ ٹوپی میں نماز پڑھوں ؟ آپ نے فرمایا نہیں اس میں نماز نہ پڑھو یہ اہل جہنم کا لباس ہے۔

(۲) اور اسی اسناد کے ساتھ روایت ہے محمد بن احمد سے اور انہوں نے روایت محمد بن عیسیٰ یقطینی سے اور انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار اور ان سے میرے جد نامدار نے انہوں نے روایت کی اپنے پدر بزرگوار اور انہوں نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے آپ نے اپنے اصحاب کو جو تعلیم دی اس میں یہ بھی فرمایا کہ سیاہ لباس نہ پہنو اس لئے کہ یہ فرعون کا لباس ہے۔

(۳) اور ان ہی اسناد کے ساتھ محمد بن احمد سے روایت ہے اور انہوں نے ان ہی اسناد کے ساتھ یہ روایت مرفوع کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیاہ عمامہ و موزہ اور ردا کے علاوہ تمام سیاہ لباسوں کو مکروہ جانتے تھے

(۴) اور ان ہی اسناد کے ساتھ محمد بن احمد سے روایت ہے اور انہوں نے روایت کی حسن بن حسین لولوی سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے حذیفہ بن منصور سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کے پاس ابوالعباس کا فرستادہ آپ کو بلانے کے لئے آیا تو آپ نے اپنا بارانی لباس منگوایا جس کا ایک رخ سیاہ تھا اور دوسرا رخ سفید تھا اسے زیب تن کیا اور فرمایا کہ میں جان رہا ہوں کہ یہ لباس اہل جہنم کا ہے مگر پھر بھی اسے پہن رہا ہوں۔

ب۔ اس کتاب کے مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آپ جناب نے یہ لباس بر بنائے تقیہ زیب تن کیا اور حذیفہ بن منصور کو بتایا کہ یہ لباس اہل جہنم ہے تو اس لئے بتادیا کہ ان پر آپ کو بھروسہ تھا اور شیعوں کا ایک گروہ آپ کے پاس رکا اور آپ بھروسہ نہ کرتے تھے کہ یہ لوگ راز کو چھپائیں گے اس لئے آپ نے ان سے بھی تقیہ کیا۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے علی بن ابراہیم جعفری سے انہوں نے محمد بن فضل سے انہوں نے داؤد رقی سے ان کا بیان ہے کہ عام طور پر شیعہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سیاہ لباس کے متعلق پوچھا کرتے تھے تو میں نے دیکھا کہ آپ سیاہ جبہ، سیاہ ٹوپی، سیاہ موزہ جس کا اندرونی رخ سیاہ تھا پہنے ہوئے بیٹھے ہیں پھر آپ نے اس موزے کے ایک حصہ کو پھاڑا اور کہا دیکھو اس کی روئی بھی سیاہ ہے یہ کہہ کر آپ نے اس میں سے سیاہ روئی نکال پھر فرمایا اپنا دل سفید رکھو اور جو چاہو پہنو۔

مولف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ آپ نے تقیہ کی بناء پر کیا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ آپ نے اس سے قبل کی حدیث میں فرمایا

کہ میں اس کو پہن لیتا ہوں مگر مجھے معلوم ہے کہ یہ اہل جہنم کا لباس ہے۔ اور روئی کو بھی سیاہ رنگنے سے آپ کی غرض کیا ہو سکتی تھی سوائے اس کے کہ دشمنوں کی طرف سے آپ پر یہ اتہام تھا کہ آپ سیاہ لباس پہننا جائز نہیں سمجھتے اس لئے آپ نے چاہا کہ پوری پوری کوشش کریں کہ یہ اتہام ان کے دلوں سے نکل جائے اور آپ ان کے شر سے محفوظ رہیں۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے اور انہوں نے حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے سکونی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیوں میں سے ایک نبی پر وحی کی کہ مومنین سے کہو وہ میرے دشمنوں کا لباس نہ پہنیں، میرے دشمنوں کا کھانا نہ کھائیں، ہمارے دشمنوں کے طریقے پر نہ چلیں ورنہ جیسے وہ لوگ ہمارے دشمن ہیں ویسے تم لوگ بھی ہمارے دشمن ہو جاؤ گے۔

(۷) ان ہی اسناد کے ساتھ روایت ہے محمد بن احمد سے اور انہوں نے روایت کی ہے علی بن ابراہیم جعفری سے انہوں نے محمد بن معاویہ سے انہوں نے یہ روایت ان ہی اسناد کے ساتھ اوپر پہنچائی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس شان سے نازل ہوئے کہ سیاہ قبا پہنے ہوئے کمر میں پٹکا اور اس میں خنجر لٹکا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ نے یہ دیکھ کر کہا اے جبرئیل یہ کیا؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے چچا عباس کی اولاد کی پوشاک ہے اور اے محمدؐ آپ کے چچا کی اولاد آپ کی اولاد پر بڑے مظالم ڈھائے گی۔ یہ سن کر نبی کریمؐ عباس کے پاس گئے اور کہا اے چچا میری اولاد پر آپ کی اولاد بڑے مظالم ڈھائے گی انہوں نے کہا یا رسولؐ تو میں اپنے کو ہلاک کر لوں؟ آپؐ نے فرمایا جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ہونا ہے۔

باب (۵۷) وہ سبب جس کی بناء پر کسی مرد کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ لوہے کی انگوٹھی پہنے اور اس میں نماز پڑھے اور نہ کسی مرد کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنے اور اس میں نماز پڑھے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن حسن بن علی بن فضال سے اور انہوں نے عمرو بن سعید مدائنی سے انہوں نے مصدق بن صدقہ سے انہوں نے عمار بن موسیٰ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ایک ایسے مرد کے متعلق کہ وہ لوہے کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا نہیں کوئی شخص لوہے کی انگوٹھی نہ پہنے یہ اہل جہنم کی پرستش ہے اور فرمایا کہ کوئی مرد سونے کی انگوٹھی نہ پہنے اور نہ اس میں نماز پڑھے اس لئے کہ یہ اہل جہنم کی پرستش ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے نوفلی سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت امام جعفر بن محمدؑ سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مرد لوہے کی انگوٹھی پہن کر نماز نہ پڑھے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے اور انہوں نے محمد بن حسن سے انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے انہوں نے ابن جارود سے انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے کہا اے علی میں تمہارے لئے وہ چیز پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں اور تمہارے لئے وہ چیز ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں۔ دیکھو سونے کی انگوٹھی نہ پہننا اس لئے کہ یہ آخرت میں ہم لوگوں کے لئے زینت ہے۔ قرمزی ردا نہ پہننا کہ یہ ابلیس کی ردا ہے۔ سرخ رنگ کی سواری پر سوار نہ ہونا کہ یہ ابلیس کی سواری ہے اور حریر (ریشم) کا لباس نہ پہننا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہاری جلد جلائے گا۔

باب (۵۸) وہ سبب جس کی بناء پر نماز پڑھنے والے کے سامنے سے اگر کوئی شے گزر جائے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے اور انہوں نے علی بن ابراہیم جعفری سے انہوں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے غلام ابو سلیمان سے ان کا بیان ہے کہ آپ جناب کے پاس موجود تھا کہ آپ کے بعض ملنے والوں میں سے کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ نماز پڑھنے والے کے سامنے سے اگر کوئی شے گزر جائے تو کیا اس سے اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس طرح نماز نہیں جاتی بلکہ اس وقت جاتی ہے جب (وہ شے) نماز پڑھنے والے کے منہ کے برابر آجائے۔

باب (۵۹) وہ سبب جس کی بناء پر ایک ہاتھ اور دو ہاتھ کے ناپ وضع کئے گئے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے اسماعیل بن مرار سے انہوں نے یونس بن عبد الرحمن سے انہوں نے عبد الرحمن سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے اسماعیل سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایک ہاتھ اور دو ہاتھ کیوں قرار دئے گئے؟ میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا تاکہ تم نماز فریضہ کے وقت نماز نافلہ نہ پڑھنے لگو۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے انہوں نے روایت کی حسین بن سعید سے انہوں نے فضالہ سے انہوں نے حسین سے انہوں نے ابن مسکان سے انہوں نے زرارہ سے راوی کا بیان ہے کہ مجھ سے آپ نے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ ایک ہاتھ اور دو ہاتھ کیوں قرار دئے گئے؟ میں نے عرض کیا کیوں قرار دیے گئے؟ آپ نے فرمایا نماز فریضہ کے وقت بتانے کے لئے تمہیں چاہئے کہ زوال آفتاب سے لے کر تمہارا سایہ ایک ہاتھ تک پہنچ جائے تو اس کے اندر نافلہ ادا کرو اور جب سایہ ایک ہاتھ پہنچ جائے تو نماز نافلہ چھوڑ دو نماز فریضہ شروع کرو اور جب تمہارا سایہ دو ہاتھ پہنچ جائے تو نافلہ چھوڑ دو نماز فریضہ ادا کرو۔

باب (۶۰) وہ سبب جس کی بناء پر جب حمرت المشرق (پورب کی سرخی) زائل ہو جائے تو نماز مغرب کا وقت ہوتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے روایت کی محمد بن احمد سے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے علی بن احمد سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی انہوں نے اس روایت کو اوپر پہنچایا اور کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا جب مشرق کی سرخی چلی جائے تو نماز مغرب کا وقت آتا ہے اور یہ کیسے ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے نہیں معلوم آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ مشرق زیادہ بلند جگہ ہے مغرب سے یہ کہہ کر آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر کر دیا اور فرمایا کہ اس طرح لہٰذا جب آفتاب کا قرص وہاں غائب ہو جائے گا تو سرخی یہاں تک غائب ہو جائے گی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے

اور روایت مرفوع کی محمد بن حکیم سے انہوں نے شہاب بن عبداللہ سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا اے شہاب میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ آسمان پر کوئی ستارہ دیکھ لوں تو نماز مغرب پڑھوں۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابراہیم بن عبدالحمید سے انہوں نے ابی اسامہ (زید شحام) سے ان کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا نماز مغرب میں اتنی تاخیر کروں کہ ستارے ظاہر ہو جائیں؟ راوی کا بیان ہے کہ آپ مخاطب ہوئے اور کہا حضرت جبرئیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ حکم لے کر نازل ہوئے کہ جب قرص آفتاب ڈوب جائے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے محمد بن سندی سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے دونوں میں سے کسی ایک سے یہ روایت مرفوع کی کہ ان سے مغرب کے وقت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا جب اس کی کرسی غائب ہو جائے پوچھا گیا اس کی کرسی کیا ہے؟ کہا اس کی کرسی قرص آفتاب ہے۔ پوچھا گیا قرص آفتاب کیسے غائب ہوتا ہے؟ فرمایا جب تم دیکھو تو وہ نظر نہ آئے۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے روایت کی معاویہ بن حکیم سے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے ابن مسکان سے انہوں نے لیث سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز مغرب پر کسی اور کام کو ترجیح نہیں دیتے تھے آفتاب کے غروب ہوتے ہی نماز مغرب پڑھ لیتے تھے۔

(۶) میرے والد رحمہ اللہ اور محمد بن حسن دونوں کا بیان ہے کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے علی بن احمد سے انہوں نے محمد بن ابی حمزہ سے انہوں نے ایک شخص سے جس نے ان سے ذکر کیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا ملعون ہے وہ شخص جو طلب روزی کے لئے نماز مغرب میں تاخیر کرے۔

○ اس کتاب کے مولف محمد بن علی کا ارشاد ہے کہ میں نے یہ روایات اس حدیث کے بعد پیش کر دی ہے جو کہ اس باب کے پہلے نمبر پر تحریر کیا ہے اس لئے کہ وہ پہلی حدیث ہی اصل سبب بتاتی ہے اور دوسری روایتیں جو میں نے اس کے ذیل میں پیش کی ہیں وہ اس ارادہ سے نہیں کہ وہ سبب بتاتی ہیں بلکہ یہ کہ اس پہلی حدیث کے زیر اثر ان کو استعمال کیا جائے اور فتویٰ دیتے وقت یہ علم ہو کہ میرا ارادہ کیا ہے۔

باب (۶۱) وہ سبب جس کی بناء پر امیرالمومنین علیہ السلام سے نماز عصر ترک ہوئی حیات رسولؐ میں اور بعد وفات رسولؐ بھی ایک مرتبہ ترک ہوئی اس طرح آپ کے لئے دو مرتبہ آفتاب پلٹا

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے عبدالرحمن بن محمد حسینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے فرات بن ابراہیم کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد فزاری نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسماعیل نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے احمد بن نوح اور احمد بن ہلال نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حنان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا سبب ہوا جو امیرالمومنینؑ نے نماز عصر ترک فرمایا جب کہ ان پر لازم تھا کہ آپ نماز ظہر و عصر دونوں کو جمع کرکے پڑھ لیتے مگر آپ نے نماز عصر کو موخر کر دیا؟

آپ نے فرمایا کہ جب امیرالمومنین علیہ السلام نماز ظہر سے فارغ ہوئے تو سامنے انسان کی پڑی ہوئی کھوپڑی کی طرف متوجہ ہوئے اور

پوچھا تو کون ہے اور کہاں کی رہنے والی ہے؟ تو اس کھوپڑی نے کہا میں فلاں ابن فلاں ہوں اور فلاں ملک کی رہنے والی ہوں اور فلاں کی نسل سے ہوں آپ نے فرمایا تو اپنا پورا قصہ بیان کر تو اس کھوپڑی نے اپنا پورا قصہ اس دور کا بیان کرنا شروع کر دیا اور اس دور کی ساری برائی و بھلائی کو بیان کرنے لگی اور امیر المومنین علیہ السلام اس دور کے واقعات سنتے رہے کہ اتنے میں سورج غائب ہو گیا تو آپ نے اس کھوپڑی سے انجیل کے تین حروف کے تاکہ اہل عرب اس کھوپڑی کی باتیں نہ سمجھ سکیں۔ جب آپ کھوپڑی سے گفتگو سے فارغ ہوئے تو آپ نے آفتاب سے کہا پلٹ کے آ۔ اس نے کہا میں تو ڈوب گیا ہوں اب کیسے پلٹوں؟ تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار ملک ستر ہزار لوہے کی زنجیروں کے ساتھ بھیجے انہوں نے اس کے منہ میں پھندا ڈالا اور بالکل صاف و شفاف چمکتا ہوا واپس آیا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے نماز عصر پڑھی پھر وہ اسی طرح غروب کر گیا۔ جیسے کہ ستارہ غروب کرتا ہے۔ تو امیر المومنین کے نماز عصر میں تاخیر کرنے کا یہ سبب تھا۔

(۲) اور اسی حدیث کو بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے روایت کرتے ہوئے فرات بن ابراہیم بن فرات کوفی سے ان ہی اسناد اور ان ہی الفاظ کے ساتھ۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الحسن محمد ابن صالح سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عمر بن خالد مخزومی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن نباتہ نے انہوں نے روایت کی محمد بن موسیٰ سے انہوں نے عمارہ بن مہاجر سے انہوں نے ام جعفر و ام محمد یعنی محمد بن جعفر کی دونوں دختران سے انہوں نے اسماء بنت عمیس سے اور یہ دونوں کی دادی تھیں۔ ان دونوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ اپنی دادی اسماء بنت عمیس اور اپنے چچا عبد اللہ بن جعفر کے ساتھ چلے اور جب مقام صہباء پر پہنچے تو اسماء بنت عمیس نے ہم سے بیان کیا کہ اے لڑکیو سنو ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس مقام پر تھے کہ رسول اللہؐ نے نماز ظہر ادا کی پھر علی کو بلایا اور ان کو کسی کام کے لئے روانہ کر دیا۔ پھر عصر کا وقت آگیا تو آنحضرتؐ اٹھے اور عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد علی علیہ السلام واپس آئے اور آنحضرتؐ کے پاس پہنچے تو آنحضرتؐ پر وحی نازل ہونے لگی تو آنحضرتؐ نے اپنا سر حضرت علیؑ کے زانو پر رکھ دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور اس کی کرنیں۔ زمین پر نظر آتی تھیں نہ پہاڑوں پر پھر آنحضرتؐ اٹھ بیٹھے اور حضرت علیؑ سے پوچھا تم نے عصر کی نماز پڑھی؟ حضرت علیؑ نے کہا یا رسول اللہ میں نے نماز نہیں پڑھی اور مجھے بتایا گیا تھا کہ ابھی آپؐ نے بھی نماز نہیں پڑھی ہے۔ پھر جب آپؐ نے اپنا سر میرے زانو پر رکھ دیا تو میرے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ میں حرکت کرتا۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا اے پروردگار اس تیرے بندے علیؑ نے اپنی ذات کو تیرے نبی کی خدمت میں مشغول رکھا لہٰذا تو اس کے لئے آفتاب کو پلٹا دے۔ آنحضرتؐ کی دعا کے بعد فوراً آفتاب طلوع ہو گیا اور ایسا طلوع ہوا کہ کوئی پہاڑ اور کوئی زمین ایسی نہ تھی کہ جس پر سورج کی کرنیں نہ پڑی ہوں یہ دیکھ کر حضرت علیؑ اٹھے وضو کیا نماز پڑھی پھر آفتاب غروب ہو گیا۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے اور انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے احمد بن عبد اللہ قروی سے انہوں نے حسین بن مختار قلانسی سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے عبد الواحد بن مختار انصاری سے انہوں نے ام مقدام ثقفیہ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جویریہ بن مسہر نے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ ہم لوگوں نے جسر فرات پار کیا وہ عصر کا وقت تھا۔ آپ نے فرمایا یہ زمین معذب ہے کسی نبی یا وصی نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس میں نماز پڑھے لہٰذا جس کا جی چاہے یہاں نماز پڑھ لے۔ یہ سن کر لوگ دائیں بائیں متفرق ہو گئے اور نماز پڑھنے لگے میں نے اپنے جی میں کہا خدا کی قسم آج میں نماز میں اس مرد کی تقلید کروں گا اور نماز نہ پڑھوں گا جب تک یہ نماز نہ پڑھے۔ یہ طے کر کے ہم لوگ چلے اور آفتاب نیچے کی طرف جانے لگا اور میرے دل میں عجیب عجیب خیال آنے لگے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور ہم لوگ اس معذب زمین سے نکل گئے تو امیر المومنینؑ نے مجھ سے فرمایا اے جویریہ اذان دو۔ میں نے کہا آپ فرماتے ہیں کہ اذان دو اور سورج غروب ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا ارے تو اذان تو دے۔ میں نے اذان دی پھر مجھ سے فرمایا

اقامت کہہ ۔ میں نے اقامت کہی اور جوں ہی میں نے **قد قامت الصلوٰۃ** کہا۔ میں نے دیکھا کہ آپ جناب کے دونوں لب متحرک ہوئے ایسا معلوم ہوا جیسے عبرانی زبان میں کچھ کہہ رہے ہیں۔ اتنے میں آفتاب بلند ہوا اور اس منزل پر آگیا جس منزل پر عصر کے وقت رہتا ہے اور آپ جناب نے نماز پڑھی جب ہم لوگ نماز پڑھ کر پھرے تو فوراً آفتاب اس منزل پر چلا گیا جہاں سے پلٹ کر آیا تھا اور آسمان کے ستارے جگمگانے لگے ۔ میں نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اے جویریہ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا قول نہیں سنا ہے وہ فرماتا ہے۔ **فسبح باسم ربک العظیم** پس میں نے اس کے اسم عظیم کے واسطے سے دعا کی اور اس نے میرے لئے آفتاب کو پلٹایا۔

○ مولف کتاب فرماتے ہیں کہ اس مضمون کی جتنی روایات میں نے نقل کی ہیں وہ کتاب المعرفت فی الفضائل سے نقل کی ہیں۔

باب (۶۲) وہ سبب جس کی بناء پر وہ شخص جو خضاب لگائے ہوئے ہو وہ اس حالت میں نماز نہ پڑھے ۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے بزنطی وغیرہ سے انہوں نے ابان سے انہوں نے مسمع بن عبدالملک سے ان کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا جو شخص خضاب لگائے ہوئے ہو وہ اس حال میں نماز نہ پڑھے میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا وہ محصور ہے (گھرا ہوا ہے)

باب (۶۳) وہ سبب جس کی بناء پر کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ نماز پڑھے اور اس کے سامنے قبلہ کی طرف تلوار رکھی ہو

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عیسیٰ یقطینی نے انہوں نے روایت کی قاسم بن یحییٰ سے انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا تلوار لے کر حرم کی طرف نہ جاؤ اور تم میں سے کوئی شخص تلوار سامنے رکھ کر نماز نہ پڑھے اس لئے کہ قبلہ جائے امن ہے ۔

باب (۶۴) وہ سبب جس کی بناء پر کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس پر نیند کا غلبہ ہو اور وہ نماز پڑھے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد بزرگوار نے اور انہوں نے بیان کیا میرے جد نامدار سے اور ان کے آباء کرام نے بیان کیا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اگر تمہاری آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہو اور تم نماز پڑھ رہے ہو تو نماز کو قطع کر دو اور سو رہو اس لئے کہ تمہیں نہیں معلوم شاید تم اپنے خلاف ہی دعا مانگ رہے ہو۔

باب (۶۵) وہ سبب جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صبح ہوتی اور شام ہوتی تو تین سو ساٹھ مرتبہ ہر حال میں الحمد للہ رب العالمین کثیراً کہا کرتے تھے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے یعقوب بن یزید سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے محمد بن حسن میثمی سے انہوں نے یعقوب بن شعیب سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنی آدم کے جسم میں تین سو ساٹھ رگیں ہیں جن میں سے ایک سو اسی رگیں متحرک ہیں اور ایک سو اسی رگیں ساکن ہیں ۔ اگر کوئی متحرک رگ ساکن ہو جائے تو آدمی نہیں سو سکتا اور اگر ساکن رگ متحرک ہو جائے تو بھی آدمی نہیں سو سکتا اسی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صبح ہوتی تو تین سو ساٹھ مرتبہ ہر حال میں فرمایا کرتے تھے **الحمد اللہ رب العالمین کثیراً** اور جب شام ہوتی تو بھی اتنی ہی مرتبہ کہا کرتے تھے ۔

باب (۶۶) وہ سبب جس کی بناء پر اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوتے ہیں جن میں سے ایک عابد ہوتا ہے اور ایک فاسق مگر جب نکلتے ہیں تو عابد فاسق بن کر نکلتا ہے اور فاسق صدیق بن کر

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے روایت کی محمد بن احمد سے انہوں نے احمد بن محمد سے اور انہوں نے یہ مرفوع روایت کی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کبھی کبھی دو آدمی مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک عابد ہوتا ہے اور دوسرا فاسق مگر جب مسجد سے برآمد ہوتے ہیں تو عابد فاسق ہوتا ہے اور فاسق صدیق ہوتا ہے ۔ اس لئے کہ عابد مسجد میں داخل ہوتا ہے تو اس کو اپنی عبادت پر ناز ہوتا ہے اور وہ اسی کو سوچتا رہتا ہے اور جب فاسق داخل ہوتا ہے تو وہ اپنے فسق پر نادم اور شرمندہ ہوتا ہے اور اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے ۔

باب (۶۷) وہ سبب جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعتوں کا جو اضافہ کیا تھا وہ جمعہ کے دن گھٹا دی گئیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حدید اور عبدالرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز بن عبداللہ سجستانی سے انہوں نے زرارہ بن اعین سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے جو نمازیں فرض کی ہیں ان کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وہ پانچ نمازیں ہیں دن و رات میں ۔ میں نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی نشاندہی اور اس کی وضاحت اپنی کتاب میں کی ہے ؟ آپ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خطاب کر کے کہا **اقم الصلاۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل** (اے رسول سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز پڑھا کرو) سورۃ بنی اسرائیل ۔ آیت نمبر ۷۸ دلوک شمس سے مطلب زوال شمس ہے اور دلوک شمس سے غسق لیل کے درمیان چار نمازیں جن کی نشاندہی کی ہے ان کو واضح کیا ہے اور ان کے اوقات بتائے ہیں اور غسق لیل سے مراد نصف شب ہے ۔ پھر فرمایا کہ

وقران الفجر ان قران الفجر کان مشھودا (اور صبح کی نماز بھی کیونکہ اس کی گواہی دن رات دونوں کے فرشتے دیتے ہیں) سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۷۸) تو یہ پانچوں نماز ہے اور اس کے متعلق فرمایا ہے اقم الصلاۃ طرفی النھار و زلفا من اللیل (اے رسول دن کے دونوں کنارے اور کچھ رات گئے نماز پڑھا کرو) سورۂ ھود۔ آیت نمبر ۱۱۴ اور دن کے دونوں کنارے مغرب اور صبح ہے اور زلفا من اللیل یعنی کچھ رات گئے نماز عشاء ہے۔ پھر فرمایا حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطی (یعنی اے مسلمانوں تم نمازوں کی اور خصوصاً بیچ والی نماز کی پابندی کرو) سورۂ بقرہ۔ آیت نمبر ۲۳۸ اور صلوات وسطی بیچ والی نماز یہی نماز ظہر ہے اور یہی پہلی وہ نماز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی اور یہ دن کی دو نمازوں یعنی صبح اور عصر کے بیچ میں ہے۔ اور بعض قرأۃ میں یوں ہے کہ حافظوا علی الصلوت والصلوت الوسطی وصلوات العصر وقوموا للہ قانتین فی صلوت العصر (یعنی نماز کی پابندی کرو اور نماز وسطی اور نماز عصر کی خصوصیت کے ساتھ اور کھڑے ہو کر اللہ کے لئے قنوت پڑھو نماز عصر میں) اور فرمایا یہ آیت جمعہ کے دن نازل ہوئی، رسول اللہؐ اس وقت سفر میں تھے تو آپؐ نے اس میں قنوت پڑھا اس کو اسی حال پر چھوڑ دیا اور غیر مسافر یعنی مقیم کے لئے اس پر دو رکعتوں کا اضافہ کر دیا اور وہ دو رکعتیں جن کا اضافہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا وہ جمعہ کے دن گھٹا دیا گیا۔ اور اس کی جگہ دو خطبوں نے لے لی۔ پس جو (خطبہ میں شریک نہ ہو) صرف یہی نماز پڑھے تو چار رکعت پڑھے جیسے نماز ظہر پڑھتے ہیں اور فرمایا کہ جمعہ کے دن عصر کا وقت وہی ہوگا جو تمام ایام میں ظہر کا وقت ہوتا ہے۔

باب (۶۸) وہ سبب جس کی بناء پر عورت کے لئے اذان و اقامت نہیں ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی محمد بن اسماعیل سے انہوں نے عیسیٰ بن محمد سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز بن عبداللہ سے انہوں نے زرارہ ابن اعین سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ کیا عورت پر اذان و اقامت ہے؟ تو آپ نے فرمایا اگر اس نے قبیلہ کی اذان سن لی ہے تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر نہیں سنی ہے تو اس پر شہادتین کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تبارک تعالیٰ مردوں کے لئے فرماتا ہے اقیموا الصلوات اور عورتوں کے لئے کہتا ہے واقمن الصلوت واتین الزکاۃ واطعن اللہ و رسولہ یعنی وہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کریں، سورۂ احزاب آیت نمبر ۳۳۔

پھر آپ نے فرمایا کہ جب عورت نماز کے لئے کھڑی ہو تو اپنے دونوں پاؤں ملا کر رکھے دونوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہ رکھے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے یعنی اپنے پستان پر رکھے اور جب رکوع کرے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں کے اوپر یعنی زانو پر رکھے تاکہ انتاہ نہ جھکنا پڑے کہ اس کا پچھلا اوپر اٹھ جائے اور جب بیٹھے تو اکڑوں چوتڑ کے بل بیٹھے اس طرح نہیں جیسے مرد بیٹھتے ہیں اور جب سجدے میں جائے تو ہاتھ رکھنے سے پہلے گھٹنوں کے بل پر بیٹھے پھر سجدے میں جائے اور اپنے کو زمین سے چپکائے رہے اور جب بیٹھے تو اپنے زانو کو سینے سے لگائے رکھے گھٹنے بلند کرے زمین سے اور جب اٹھے تو بہت چپکے سے اٹھے اور اپنا پچھلا پہلے نہ اٹھائے۔

باب (۶۹) وہ سبب جس کی بناء پر جمعہ کے دن سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون پڑھنا مناسب ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے روایت کی یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ بن اعین سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس

میں آپ نے فرمایا کہ سورہ جمعہ اور سورہ منافقین پڑھو اس لئے کہ ان دونوں کا پڑھنا جمعہ کے دن نماز صبح، نماز ظہر اور نماز عصر میں پڑھنا سنت ہے اور تمہارے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ جمعہ کے دن نماز ظہر میں ان دونوں کے علاوہ کوئی اور سورہ پڑھو۔ خواہ تم نماز کی امامت کر رہے ہو یا نہ کر رہے ہو۔

باب (۷۰) نماز اور پیشاب کو حقیر و سبک سمجھنے سے منع کرنے کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حدید اور عبدالرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ جہنی سے انہوں نے حریز بن عبداللہ سجستانی سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا تم پیشاب کو ہرگز ہلکی اور حقیر شے نہ سمجھو اور نہ اپنی نماز کو ہلکی اور حقیر سمجھو اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت فرمایا جو شخص نماز کو حقیر اور ہلکی چیز سمجھے وہ ہم میں سے نہیں ہے وہ حوض کوثر پر میرے پاس ہرگز نہیں آئے گا نہیں خدا کی قسم اور جو شخص نشہ آور چیز پئے گا وہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد نہیں ہو گا نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور انہوں نے یعقوب بن یزید سے اور انہوں نے روایت کی محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حسن بن زیاد عطار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز کو سبک اور حقیر سمجھے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور خدا کی قسم وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں پہنچے گا۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے موسیٰ بن بکر سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ مقرر ہے جو اعلان کرتا ہے کہ جو نماز عشاء کو ترک کر کے نصف شب کو سوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کو سونا نصیب نہ کرے۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے عبیداللہ بن علی حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نماز عصر کو ضائع کر دے گا وہ اپنے اہل و مال سے موتور (محروم) ہو گا۔ میں نے کہا اہل و عیال سے موتور ہونے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے لئے جنت میں نہ اس کے اہل ہوں گے اور نہ مال ہو گا۔ نماز عصر کے ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کو عمداً چھوڑے رہے تاکہ سورج زرد ہو جائے اور ڈوبنے کے قریب ہو۔

باب (۷۱) نماز میں خز کا لباس پہننے کی اجازت

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے اور انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے عبدالرحمن بن حجاج سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا اور میں آپ جناب کی خدمت میں حاضر تھا اس نے خز کی جلد کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ تو میری دوا ہے مگر یہ سگ دریائی ہے جو پانی سے نکلتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ وہ پانی سے نکل کر زندہ رہ سکتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر اس کی جلد میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ اور احمد بن ادریس نے ان دونوں نے روایت کی احمد بن محمد بن عیسیٰ

اور محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے ایوب بن نوح سے اور انہوں نے مرفوع روایت کی اور کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ خالص خز کے اندر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن جس میں خرگوش یا ایسی ہی کوئی چیز مخلوط ہو اس میں نماز نہ پڑھو۔

باب (۷۲) وہ لباس جو شراب یا سؤر کی چربی سے مس ہو گیا ہو اس میں نماز کی اجازت کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین اور علی بن اسماعیل و یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے کہا کہ بکیر نے روایت کی ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اور ابو صباح اور ابو سعید اور حسن نبال نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان سب کا بیان ہے کہ ہم نے ان دونوں حضرات سے عرض کیا ہم لوگ وہ لباس خریدتے ہیں جو اس کے پہننے والے کے پاس شراب اور سؤر کی چربی سے مس ہو گیا ہے کیا ہم لوگ اس کو پہن کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا کھانا پینا حرام کیا ہے اس کا پہننا، چھونا اور اس میں نماز پڑھنا تو حرام نہیں کیا ہے۔

باب (۷۳) نماز کی طرف سعی کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن عامر نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن عامر سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جب تم انشاء اللہ نماز کے لئے آمادہ اور کھڑے ہو تو اس کا نام سعی ہے مگر تم پر سکون و وقار لازم ہے اب جو رکعت تمہیں مل جائے اسے پڑھ لو اور جو گزر گئی اس کی تمام کرو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **یاایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ** (اے ایمان لانے والو جب جمعہ کے دن نماز کے لئے ندا دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو) سورۂ جمعہ۔ آیت نمبر ۹ اس آیت میں فاسعوا کا مطلب اس کی طرف جھکنا اور رخ کرنا ہے۔

باب (۷۴) رجوع قلب کے ساتھ نماز پڑھنے کی وجہ اور سر جھکا کر کھڑا ہونے یا بغیر سکون وقار کے نماز میں کھڑے ہونے کے منع ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا تم پر لازم ہے کہ پورے رجوع قلب کے ساتھ نماز پڑھو اس لئے کہ اس میں جتنے حصے میں رجوع قلب ہوگا اتنا ہی حصہ نماز میں محسوب ہوگا۔ اور اپنے ہاتھ اور اپنے سر اور اپنی داڑھی سے عبث شغل نہ کرو اور نہ دل ہی دل میں کچھ اور باتیں سوچو اور نہ حالت نماز میں جمائی لو نہ انگڑائی لو۔ سر جھکا اس لئے کہ یہ سب ایسا کرتے ہیں اور جب قرأت سورہ حمد سے فارغ ہو تو آمین نہ کہو ہاں اگر چاہو تو الحمد اللہ رب العالمین کہہ لو اور حالت نماز میں ڈھاٹا نہ باندھو اور شرمیلا پن نہ دکھاؤ۔ اپنے قدموں کے بل زمین پر نہ گر جاؤ نہ اپنے دونوں ہاتھ بازو تک زمین پر بچھاؤ۔ اپنی انگلیاں نہ چٹخاؤ اس لئے کہ یہ سب باتیں نماز کے لئے باعث نقصان ہیں۔ پھر فرمایا اور نماز کے لئے کسلمندی کے ساتھ اونگھتے ہوئے اور اسے ایک بوجھ سمجھتے ہوئے۔ کھڑے ہو

اس لئے کہ یہ نفاق کی خصلت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو اس امر سے منع کیا ہے کہ حالت نشہ میں نماز کے لئے کھڑے ہوں یعنی نیند کے نشہ میں اور منافقین کے لئے ارشاد فرمایا ہے **واذا قاموا الی الصلاۃ قاموا کسالیٰ یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا** (اور یہ لوگ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں تو بے دلی اور سستی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں یہ فقط لوگوں کو دکھانے کے لئے نماز پڑھتے ہیں اور کچھ یوں ہی ساخدا کو یاد کرتے ہیں) سورۃ نساء۔ آیت نمبر ۱۴۲۔

باب (۷۵) وہ سبب جس کی بنا پر قبروں کو قبلہ نہ بنایا جائے۔

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے انہوں نے روایت کی اپنے والد سے انہوں نے حماد سے انہوں حریز سے انہوں زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ قبرستان میں نماز کے متعلق آپ جناب سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ قبروں کے درمیان کی خالی جگہوں میں نماز پڑھ لو مگر ان قبروں میں سے کسی کو قبلہ نہ بناؤ۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ تم لوگ میری قبر کو قبلہ یا جائے سجدہ نہ بنانا اس لئے کہ اللہ نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو اپنے انبیاء کی قبروں کو جائے سجدہ بنائے ہوئے ہیں۔

باب (۷۶) وہ سبب جس کی بنا پر وہ شخص جو سواری پر ہو اور وہ آیہ سجدہ پڑھے تو جس طرف اس کا رخ ہے اسی طرف سجدہ کرے

(۱) بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن عامر اور انہوں نے روایت کی اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حلبی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ پوچھا کہ ایک شخص سواری کی پشت پر ہے اور آیت سجدہ پڑھتا ہے آپ نے فرمایا کہ جدھر اس کا رخ ہے اسی طرف سجدہ کرے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ناقہ پر سوار ہوتے ہوئے نماز پڑھتے اور انکا رخ مدینہ کی طرف ہوتا تھا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ** (مشرق و مغرب سب اللہ کا ہے جدھر رخ کرو ادھر اللہ کا سامنا ہے) سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۱۱۵۔

باب (۷۷) نماز میں سلام پڑھنے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ اسدی کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسماعیل برمکی نے انہوں نے روایت کی علی بن ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے انہوں نے روایت کی محمد بن سنان سے انہوں نے مفضل بن عمر سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ نماز میں سلام پڑھنا واجب کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ (اس طرح نمازی) نماز کی پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا پھر کس بنا پر داہنی جانب سلام کیا جائے بائیں جانب نہ کیا جائے؟ آپ نے فرمایا اس لئے وہ فرشتہ جو نیکیاں لکھنے پر مامور ہے وہ داہنی

جانب ہے اور وہ فرشتہ جو بدیاں لکھنے پر مامور ہے وہ بائیں جانب ہے اور نماز کا شمار نیکی میں ہے بدی میں نہیں ہے اس لئے داہنی جانب سلام کیا جائے گا بائیں جانب نہیں۔ میں نے عرض کیا پھر السلام علیک کیوں نہیں کہا جاتا اس لئے کہ داہنی جانب ایک فرشتہ ہے اس کے بجائے السلام و علیکم کہا جاتا ہے؟ فرمایا اس لئے کہ داہنے والے فرشتے کو بھی سلام کیا جاتا ہے اور بائیں جانب والے فرشتے کو بھی سلام ہو تا مگر داہنے والے کی طرف اشارہ کر کے سلام کرنا اس کی فضیلت دینے کے لئے ہے۔ میں نے عرض کیا پھر پورا رخ پھیر کر سلام کے لئے اشارہ کیوں نہیں کرتے یہ کیا کہ اگر کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو ناک سے اگر جماعت سے پڑھ رہا ہے تو آنکھ سے اشارہ کرے؟ آپؑ نے فرمایا اس لئے کہ دونوں فرشتوں کی نشست انسان کے دونوں جبڑوں کے پاس ہے داہنے جانب والا فرشتہ داہنے جبڑے کے پاس ہے اور نمازی کا اس پر سلام اس لئے کہ وہ اس کی نماز کو اپنے صحیفہ میں لکھے۔ میں نے عرض کیا اور ماموم تین مرتبہ سلام کیوں کرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا ایک سلام امام کے سلام کے جواب میں اس پر اور ان دونوں فرشتوں پر، دوسرا سلام اپنے داہنے جانب کے نمازی پر اور اس کے دونوں فرشتوں پر تیسرا سلام بائیں جانب کے نمازی اور اس کے دونوں فرشتوں پر اور وہ جس کے بائیں جانب کوئی نہیں تو بائیں جانب نہیں کرے گا۔ سوائے اس صورت کہ اس کا دایاں دیوار کی سمت ہو اور اس کے بائیں جانب کوئی نمازی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو ادھر سلام کرے گا۔ میں نے عرض کیا اور امام کس کو سلام کہتا ہے؟ فرمایا امام اپنے دونوں فرشتوں نیز اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو اپنے فرشتوں سے یہ کہتے ہوئے کہ تم دونوں میری نماز کو صحیح و سلامت بغیر کسی خرابی کے لکھ لو اور اپنے ماموین سے کہتا ہے خدائے عزوجل کے عذاب سے تم لوگ امن و سلامتی میں رہو۔ میں نے عرض کیا نماز سلام پر کیوں تمام کی جاتی ہے؟ آپؑ فرمایا اس لئے کہ یہ دونوں فرشتوں پر سلام ہے اور نماز کو اس کے حدود ہی کے ساتھ اس کے رکوع و سجود کے ساتھ ادا کرنے میں بندے کو جہنم سے بچاتی ہے اور بندے کی نماز قبول ہونے میں قیامت کے دن سارے اعمال کا قبول ہونا ہے۔ اگر اس کی نماز سلامت ہے تو اس کے تمام اعمال سلامت اور اگر نماز سلامت نہیں تو اس کے تمام اعمال صالحہ بھی رد کر دئے جائیں گے۔

باب (۷۸) وہ سبب جس کی بنا پر نماز گذار سلام پڑھنے کے بعد تین مرتبہ ہاتھ اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمزہ بن قاسم علوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری کوئی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن زید زیات نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن سنان نے اور انہوں نے روایت کی مفضل بن عمر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کیا سبب ہے جو نماز گذار سلام کے بعد ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا اس لئے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مکہ فتح فرمایا تو اپنے اصحاب کے ساتھ حجر اسود کے قریب نماز ظہر ادا فرمائی اور جب سلام پڑھا تو اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے اور تین مرتبہ اللہ اکبر کہا نیز یہ کہا کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس کے وہ واحد و یکتا ہے اس نے اپنے وعدے کو پورا کیا اپنے بندے کی مدد کی اپنے گروہ کو قوت دی اور تمام گروہوں کو اکیلے مغلوب کر لیا پس اسی کے لئے ملک ہے اسی کے لئے حمد ہے وہی زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ یہ کہہ کر آنحضرتؐ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم لوگ اس تکبیر کو نہ چھوڑنا اور یہ ہر نماز واجب کے بعد کہنا اس لئے کہ جو شخص سلام کے بعد یہ کرے گا اور یہ کہے گا تو اسلام اور گروہ اسلام کو قوت و طاقت عطا کرنے پر جو اللہ تعالیٰ کا شکر اس پر واجب ہے وہ ادا ہو جائے گا۔

باب (۷۹) سجدہ شکر کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن سعید کوئی نے

انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے اور انہوں نے روایت کی حضرت امام رضا علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ نماز فریضہ کے بعد سجدہ شکر اس بناء پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نماز فریضہ ادا کرنے کی توفیق عنایت فرمائی اور اس سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ یہ کہنا چاہئے **شکراً للہ شکراً للہ** میں نے عرض کیا کہ **شکراً للہ** کا کیا مطلب ؟ آپ نے فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کہتا ہے۔ کہ میری طرف سے سجدہ اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے ہے اس بات پر کہ اس نے۔ اپنی خدمت اور ادائے فرض کی توفیق عطا فرمائی اور شکر توفیق کی زیادتی کا سبب بنے گا اور اگر نماز میں کوئی کمی رہ گئی ہے تو یہ سجدہ اس کو پورا کردے گا۔

باب (۸۰) اگر کپڑے پر منی لگ جائے تو اس کو دھونے کا سبب۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے روایت کی حماد بن حریز اور انہوں نے زرارہ سے زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے کپڑوں میں نکسیر وغیرہ کا خون لگ گیا یا کوئی اور شے جیسے منی وغیرہ میں نے اس کے دھبے دیکھے تو مجھے پانی کی تلاش ہوئی پانی مل گیا اتنے میں نماز کا وقت آگیا میں نے نماز پڑھ لی اور یہ بھول گیا کہ میرے کپڑے میں کچھ لگا ہوا ہے نماز پڑھنے کے بعد یاد آیا ؟ آپ نے فرمایا کپڑے دھوؤ اور پھر سے نماز پڑھو۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا اور اگر میں اس متاثرہ جگہ کو نہ دیکھ سکا مگر مجھے علم ہے کہ اس میں کہیں نہ کہیں کچھ لگا ہوا ہے میں نے وہ جگہ بہت تلاش کی مگر نہ مل سکی اب جب میں نے اس کپڑے میں نماز پڑھ لی تو وہ جگہ مل گئی ؟ آپ نے فرمایا اسے دھولو اور پھر سے نماز پڑھو۔ میں نے عرض کیا کہ اچھا اگر مجھے شبہ ہو کہ اس میں کچھ لگ گیا ہے یقین نہیں ہے میں نے بہت تلاش کیا اور وہ جگہ نہیں ملی اور اسی کپڑے میں نماز پڑھ لی نماز کے بعد پھر تلاش کیا تو وہ جگہ مل گئی ؟ آپ نے فرمایا کپڑا دھولو اور نماز کا اعادہ نہ کرو میں نے عرض کیا یہ کیوں ؟ فرمایا اس لئے کہ تمہیں کپڑے کی طہارت کا یقین تھا نماز کے بعد شک ہوا تمہیں نہیں چاہئے کہ کسی وقت بھی اپنے یقین کو شک سے توڑو۔ میں نے عرض کیا اچھا مجھے اس کا تو علم ہے کہ اس کپڑے میں نجاست لگی ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ کہاں لگی ہے تاکہ اس کو دھولوں۔ فرمایا کپڑے کے اس حصے کو دھولو جس حصے کے متعلق تمہارا خیال ہے کہ وہاں نجاست لگی ہے تاکہ تم کو کپڑے کی طہارت کا یقین ہو جائے۔ میں نے عرض کیا اچھا اگر مجھے شک ہے کہ اس کپڑے میں کوئی نجاست لگ گئی ہو گی تو کیا میں اسے الٹ پلٹ کر دیکھوں ؟ آپ نے فرمایا نہیں اس لئے کہ تمہارا اس سے مقصد صرف یہ ہے کہ تم اس شک کو دور کرلو جو تمہارے دل میں واقع ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا اچھا اگر یہ صورت ہو کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میری نگاہ اس نجاست پر پڑ گئی فرمایا نماز توڑ دو اور دوبارہ پڑھو اگر تمہیں کپڑے کے کسی حصے پر شک تھا پھر تم نے اس کو دیکھ بھی لیا اگر تمہیں کوئی شک نہ تھا اتفاق سے تم نے دیکھ لیا اور نماز کو قطع کر کے اسے دھویا اس کے بعد پھر سے نماز پڑھی اس کے بعد پھر تمہارے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ اپنے یقین کو اس شک سے توڑو۔

باب (۸۱) کسی شخص کا نماز کی صف میں اکیلا کھڑے ہونے کے جواز کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح سے انہوں نے محمد بن مفضل سے انہوں نے ابو الصباح کنانی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نماز کی صف میں بالکل اکیلا کھڑا ہے ؟ آپ نے فرمایا کوئی ہرج نہیں اس لئے کہ صفیں ایک کے بعد ایک سے شروع ہوتی ہیں۔

باب (۸۲) وہ سبب جس کی بناء پر اگر کوئی شخص مرض کی بنا پر نوافل ترک کردے تو نوافل کی قضا اس پر فرض نہیں ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حدید و عبدالرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے حماد بن عریز سے انہوں نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان کہ میں نے ایک مرتبہ آپ جناب سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ ایک شخص نے اپنے کسی مرض کی وجہ سے نافلہ ترک کر دیا؟ آپ نے فرمایا اے محمد یہ نماز فریضہ نہیں ہاں اگر وہ اس کی قضا پڑھے تو اس کے لئے بہتر ہے اور اگر نہ پڑھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے مرازم سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ اسماعیل بن جابر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا اور عرض کیا کہ خدا آپ کا بھلا کرے مجھ پر بہت سی نمازیں نافلہ باقی ہیں میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا اس کی قضا پڑھو۔ اس نے کہا وہ بہت زیادہ ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کی قضا پڑھو۔ اس نے کہا اتنی زیادہ ہیں کہ میں اس کو شمار نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا اس کا ایک اندازہ لگا لو۔ مرازم کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ چار ماہ بیمار رہا اور میں نے نماز نافلہ نہیں پڑھی؟ آپ نے فرمایا تم پر اس کی قضا واجب نہیں۔ اس لئے کہ مریض صحتمند کے مانند نہیں جب کہ اس پر مرض کا غلبہ رہا تو اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ عذر کو سننے والا ہے۔

باب (۸۳) وہ سبب جس کی بناء پر نماز شب سے انسان محروم ہوتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے عمران بن موسیٰ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن نعمان نے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے بعض اشخاص سے روایت کی ہے کہ ایک شخص امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا امیرالمومنینؑ میں تو نماز شب سے بالکل محروم رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر تم کو تمہارے گناہوں نے قید کر رکھا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے حسین بن حسن کندی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا انسان جھوٹ بولتا ہے تو نماز شب سے محروم ہو جاتا ہے اور جب نماز سے محروم ہوتا ہے تو رزق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

باب (۸۴) نماز شب کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے ابی زہیر ہندی سے انہوں نے آدم بن اسحاق سے انہوں نے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں پر لازم ہے کہ نماز شب پڑھو اس لئے کہ یہ تمہارے نبی کی سنت ہے اور تمہارے صالحین کا دستور ہے اور تمہارے اجساد سے امراض کو دور رکھنے والا ہے نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز شب چہرہ کو نورانی بنا دیتی ہے نماز شب خوشبودار بنا دیتی ہے نماز شب رزق کو کھینچ لاتی ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے ابراہیم بن اسحاق سے انہوں نے محمد بن سلیمان دیلمی سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا اے سلیمان تم نماز شب کو کبھی نہ چھوڑنا اس لئے کہ جو نماز شب سے محروم ہے وہ گھاٹے میں ہے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے علی بن اسباط سے انہوں نے محمد بن علی بن ابی عبداللہ سے انہوں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں **ورھبانیۃ ابتدعوھا ماکتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ** (اور ترک دنیا کو خود انہوں نے اپنی طرف سے نکالا (اگرچہ) ہم نے اسے ان پر واجب نہیں کیا مگر ان لوگوں نے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خود ہی ایسا کر لیا) سورۂ حدید۔ آیت نمبر ۲۷ آپ نے فرمایا اس سے مراد نماز شب ہے۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسان رازی سے انہوں نے محمد بن علی سے انہوں نے اس روایت کو اوپر تک پہنچایا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص نماز شب پڑھے گا اس کا چہرہ دن میں حسین نظر آئے گا۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق **ان ناشئۃ اللیل ھی اشد وطاً واقوم قیلا** (اس میں شک نہیں کہ رات کا اٹھنا بہت پامال کن ہے مگر بہت ٹھکانے کا ذکر ہے) سورۂ مزمل۔ آیت نمبر ۶ فرمایا کہ اقوم قیلا سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے بستر خواب سے اٹھ کر اللہ کے سامنے جائے اور اس سے اس کا اور کوئی مقصد نہ ہو۔

(۶) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسحاق بن خزیمہ نیشاپوری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حریش بن محمد بن حریش نے انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے جد کو کہتے ہوئے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے انس بن مالک کو کہتے ہوئے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ رات کے درمیانی حصہ میں دو رکعت نماز مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ پسند ہے۔

(۷) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابراہیم بن عمر سے اور انہوں نے ایک شخص سے جس نے ان سے یہ حدیث بیان کی اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا **ان الحسنات یذھبن السیئات** (نیکیاں یقیناً گناہوں کو دور کر دیتی ہیں) سورۂ ھود۔ آیت نمبر ۱۱۴ کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ مومن کی نماز شب ان گناہوں کو دور کر دیتی ہے جو اس سے دن میں سرزد ہوتے ہیں۔

(۸) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت ہے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے روایت کی حریز سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا آیت **اناء اللیل ساجدا وقائما یحذر الآخرۃ ویرجوا رحمۃ ربہ قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون** (جو شخص رات کے اوقات میں سجدہ کرے یا کھڑے کھڑے اللہ کی عبادت کرتا ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہو اے رسولؐ ان سے پوچھو کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں) سورۃ الزمر۔ آیت نمبر ۹ کے متعلق تو آپ نے فرمایا اس سے مراد نماز شب ہے۔

(۹) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے موسیٰ بن جعفر بغدادی سے انہوں نے محمد بن حسن بن شمون سے انہوں نے علی بن نوفلی سے انہوں نے کہا کہ میں نے آپ جناب کو

فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی بندہ نماز شب کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور شدید غنودگی کی وجہ سے دائیں بائیں زائل ہوتا ہے اور اس کی ٹھوڑی اس کے سینے پر گرنے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے اور آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں پھر ملائکہ سے کہتا ہے ذرا میرے اس بندے کو دیکھو کہ وہ اس تقرب کی منزل پر پہنچا کہ جو نماز میں نے اس پر فرض بھی نہیں کی وہ اس نماز میں مشغول ہے اور مجھ سے تین چیزوں میں سے کسی ایک کا امیدوار ہے یعنی یہ کہ اس کے گناہ معاف کردوں یا اس کی توبہ کو قبول کرلوں یا اس کے رزق میں زیادتی کردوں مگر اے میرے ملائکہ میں تم لوگوں کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ میں نے اس کے لئے یہ تینوں باتیں کردیں۔

باب (۸۵) وہ سبب جس کی بناء پر آدمی کے لئے لازمی ہے کہ جب نماز شب پڑھے تو بلند آواز سے پڑھے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے علی بن اسباط سے انہوں نے اپنے چچا یعقوب بن سالم سے کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے آدمی کے لئے سوال کیا کہ جب وہ رات کے آخری حصہ میں نماز شب کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو بلند آواز سے قرأت کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آدمی کے لئے بہتر ہے کہ جب نماز شب پڑھے تو اس طرح پڑھے کہ اس کے گھر والے سنیں تاکہ سونے والا بیدار ہوجائے اور اس میں بھی حرکت پیدا ہو۔

باب (۸۶) وہ سبب جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اوقات سحر میں استغفار کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن محبوب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے معاویہ بن عمار نے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے قول خدا **وبالاسحار ھم یستغفرون** (اور وہ صبح کے اول وقتوں میں بخشش طلب کیا کرتے تھے) سورۃ الذاریات۔ آیت نمبر ۱۸ کی تفسیر فرماتے ہوئے کہا کہ وہ لوگ وتر آخر شب میں ستر (۷۰) مرتبہ استغفار پڑھا کرتے ہیں۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے ابی اسماعیل سراج سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے عبداللہ ابن ابی یعفور سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ وتر میں ستر (۷۰) مرتبہ "**استغفر اللہ**" کہو داہنے ہاتھ سے شمار کرو اور بائیں ہاتھ کو درست رکھو۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید آدمی نے انہوں نے روایت کی احمد بن عبدالعزیز رازی سے اور انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت ابوالحسن اول علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے جب آپ نماز وتر کی آخری رکعت کے رکوع سے سیدھے کھڑے ہوتے تو یہ فرماتے کہ پروردگار تو نے اپنی نازل کی ہوئی کتاب میں فرمایا ہے کہ **کانوا قلیلا من اللیل مایھجعون وبالاسحار ھم یستغفرون** (وہ لوگ عبادت کی وجہ سے رات کو بہت کم سوتے ہیں اور پچھلے پہر کو اپنی مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں) سورۃ الذاریات۔ آیت نمبر ۱۷۔۱۸ تو بخدا میری کم خوابی طویل ہے اور میرا قیام نماز کم ہے اور یہ وقت سحر ہے میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں ایسے شخص کی مانند جس کو نہ اپنے نفع و نقصان پر اختیار ہے اور نہ اپنی موت و حیات اور نہ اپنے حشر و نشر پر اور بھر سے میں چلے جاتے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے جعفر بن علی بن حسن بن علی بن عبداللہ بن مغیرہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے جد حسن بن علی سے انہوں نے

عباس بن عامر سے انہوں نے جابر سے انہوں نے ابی عبیدہ حذاء سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا (قول خدا) **تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا و طمعا** (رات کے وقت ان کے پہلو اپنے بستروں سے آشنا نہیں ہوتے اور عذاب کے خوف اور رحمت کی امید پر اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں) سورۃ السجدہ۔ آیت نمبر ۱۶ تو شاید تمہارا خیال ہو کہ قوم کبھی سوتی ہی نہ تھی ؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور فرزند رسول اس کا مطلب بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس بدن کے لئے راحت بہت ضروری ہے جب نفس بدن سے نکل جاتا ہے تو بدن کو آرام اور راحت ملتی ہے اور روح واپس ہوتی ہے تو بدن میں قوت عمل موجود ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ **تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا و طمعا** (رات کے وقت ان کے پہلو اپنے بستروں سے آشنا نہیں ہوتے اور عذاب کے خوف اور رحمت کی امید پر اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں) سورۃ سجدہ۔ آیت نمبر ۱۶ تو (یہ ساری قوم کے لئے نہیں بلکہ) امیر المومنین علیہ السلام کے لئے اور ہمارے شیعوں میں سے ان کا اتباع کرنے والوں کے لئے یہ آیت نازل ہوئی ہے یہ لوگ رات کے ابتدائی حصہ میں سو لیتے اور جب رات کا دو تہائی حصہ گزر جاتا تو اپنے پروردگار کی طرف رغبت کے ساتھ، عذاب سے خوفزدہ ہو کر اور جو کچھ اللہ کے پاس نعمتیں ہیں ان کی طمع رکھتے ہوئے رجوع کرتے اور اللہ نے اسی کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے اور تمہیں بتایا ہے کہ اللہ نے انہیں کیا کیا عطا کیا ہے اپنے جوار میں جگہ دی ہے انہیں جنت میں داخل کیا ہے انہیں خوف سے بچایا ہے ان کے دل سے ڈر کو دور کر دیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جب میں نماز شب کے لئے کھڑا ہوں تو کیا کہوں ؟ آپ نے فرمایا یہ کہو۔ "حمد اس اللہ کے لئے جو عالمین کا رب ہے اور مرسلین کا اللہ ہے حمد اس اللہ کی جو حیات دیتا ہے اور موت دیتا ہے اور جو لوگ قبر میں ہیں ان کو دوبارہ اٹھائے گا" جب تم یہ کہو گے تو انشاء اللہ تم سے شیطانی وسوسہ اور پلیدگی دور ہو جائے گی۔

باب (۸۷) وہ سبب جس کی بناء پر شب کو نماز تہجد پڑھنے والوں کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ بارونق ہوتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت علی ابن موسیٰ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے جد نامدار علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت امام علی ابن الحسین زین العابدین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ شب کو نماز تہجد پڑھنے والوں کا چہرہ اور تمام لوگوں سے بارونق و پرنور کیوں ہوتا ہے ؟ آپ نے فرمایا چونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے تخلیہ میں باتیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے نور کا لباس پہنا دیتا ہے۔

باب (۸۸) تسبیح فاطمہ علیہا السلام کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید حسن بن علی بن حسین سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حکم بن اسلم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن علیہ نے روایت کرتے ہوئے جریری سے انہوں نے ابی ورد بن ثمامہ سے اور انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی آپ نے بنی سعد کے ایک شخص سے فرمایا۔ سنو میں تمہیں اپنا اور فاطمہ زہراؑ کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ میرے گھر میں آچکی تھیں اور وہ رسولؐ کے نزدیک تمام خاندان میں سب سے زیادہ پیاری تھیں وہ پانی کی اتنی مشکیں بھر کر لائیں کہ ان کے سینے پر داغ پڑ گئے اور اتنی چکیاں چلائیں کہ ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے۔ گھر میں اتنی جھاڑو دی کہ کپڑے غبار سے بھر گئے ہانڈی کے نیچے اتنی آگ پھونک پھونک کر روشن کی کہ دھوئیں سے کپڑے کالے ہو گئے۔ ان سب باتوں کی وجہ سے ان کی صحت کو شدید ضرر پہنچا تو میں نے کہا آپ اپنے پدر بزرگوار کے پاس جائیں اور ایک خادمہ کے لئے درخواست کریں تاکہ ان کاموں کی تکلیف سے نجات مل جائے

چنانچہ میرے کہنے پر وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئیں تو دیکھا کہ آپ سے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔ فاطمہ کو ان لوگوں کے سامنے کچھ کہتے ہوئے شرم آئی اور واپس آگئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ گئے کہ یہ ضرور کسی کام سے آئی تھیں۔ دوسرے دن آپ ہمارے گھر تشریف لائے اور فرمایا اے فاطمہ تم کل محمدؐ کے پاس کس کام سے آئی تھیں؟ میں نے عرض کیا میں بتاؤں یہ کیوں گئی تھیں۔ مشکیں بھرتے بھرتے ان کے سینے پر نشان پڑ گئے، اتنی چکیاں چلائیں ہیں کہ ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے، گھر میں اتنی جھاڑو دی کہ کپڑے غبار آلود ہو گئے اور ہانڈی کے نیچے اتنی مرتبہ پھونک پھونک کر آگ روشن کی کہ دھوئیں کی وجہ سے کپڑے کالے ہو گئے تو میں نے کہا تھا کہ آپ اپنے پدر بزرگوار کے پاس جائیں اور ان سے ایک خادمہ کے لئے درخواست کریں تاکہ تمہیں ان زحمتوں سے نجات مل جائے۔ آپؐ نے فرمایا پھر میں تم لوگوں کو ایسی چیز کیوں نہ بتادوں جو تمہارے لئے خادمہ سے بھی بہتر ہو۔ ایسا کرو کہ جب تم لوگ سونے لگو تو تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ (۳۴) اللہ اکبر کہہ لیا کرو۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ زہراؑ نے عرض کیا میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمان پر راضی و خوش ہوں، میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمان پر راضی و خوش ہوں، میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمان پر راضی و خوش ہوں۔

باب (۸۹) نماز کے چند اور مسائل اور ان کے اسباب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبد اللہ سے انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن اسلم جبلی سے انہوں نے صباح حذاء سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے ایک مسئلہ دریافت کیا اور وہ یہ کہ کچھ لوگ اپنے سفر پر روانہ ہوئے جب اس منزل پر پہنچے جس سے قصر واجب ہے قصر کر لیا مگر جب دو فرسخ یا تین فرسخ تک پہنچے تو ان میں سے ایک ایسے شخص نے ساتھ چھوڑ دیا کہ جس کے بغیر سفر کا آگے بڑھانا ممکن نہ تھا۔ بس سے وہ لوگ وہیں ٹھہر گئے۔ اب انہیں معلوم نہیں کہ سفر آگے بڑھے گا یا انہیں واپس ہونا پڑے گا اب وہ کیا کریں نماز پوری پڑھیں یا جیسے اب تک قصر کیا ہے قصر کرتے رہیں؟ تو آپ نے فرمایا اگر یہ لوگ چار فرسخ تک پہنچ چکے ہیں تو اپنے قصر پر قائم رہیں گے۔ خواہ وہ وہاں قیام کریں یا واپس ہو جائیں اور اگر انہوں نے چار فرسخ سے کم کی مسافت طے کی ہے تو پھر نماز پوری پڑھیں اور جب سفر آگے بڑھائیں تو قصر کریں۔ پھر فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ فرمایا اس لئے کہ قاصد کی دو مسافت یعنی بارہ بارہ چوبیس میل کی مسافت ہے اس سے کم پر قصر نہیں ہے۔ لہٰذا اگر یہ لوگ قاصد کی ایک مسافت یعنی بارہ میل اور آگے گئے اور تقصیر کی حد مسافت (چوبیس میل) پورے ہو گئے اور اگر یہ لوگ اس سے کم گئے ہیں تو ان کے لئے صرف یہ ہے کہ پوری نماز پڑھیں۔ میں نے عرض کیا اس جگہ نہیں پہنچے جہاں ان کے شہر کی اذان ان کے کانوں تک پہنچتی جہاں سے وہ چلے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ان لوگوں نے اس جگہ قصر کیا جب تک کہ اپنی مسافت میں ان کو کوئی شک۔ تو جب ان کو قیام کا سبب پیدا ہو گیا آگے بڑھنے کا یقین نہیں تو اس کے لئے یہ صورت ہو گی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی خطاب سے اور انہوں نے علی بن فضال سے انہوں نے ابی معزا حمید بن مثنی عجلی سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر بچوں کی جد اور بوڑھوں کی ضعیفی۔ سونی تو میں عشاء کا وقت ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد مقرر کرتا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے علی بن عبد اللہ وراق اور علی بن محمد بن حسن المعروف بہ ابن مقبرہ قزوینی نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ بن ابی خلف نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن سعید ازرق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سوید بن سعید انباری

نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عثمان ہجی نے اور انہوں نے حکم بن ابان سے انہوں نے عکرمہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ابن عباس سے کہا یہ بتائیں کہ اذان میں سے "حی علی خیر العمل" کا فقرہ کیوں حذف ہو گیا؟ تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے اس کو اذان سے اس لئے حذف کر دیا کہ لوگ صرف نماز پر بھروسہ کرنے لگیں گے اور جہاد کو چھوڑ دیں گے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن قتیبہ نے روایت کرتے ہوئے فضل بن شاذان سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عمیر نے ان کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے "حی علی خیر العمل" کے متعلق دریافت کیا کہ یہ اذان میں سے کیوں الگ کر دیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا تم ظاہری سبب پوچھنا چاہتے ہو یا باطنی سبب پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا دونوں۔ آپ نے فرمایا ظاہری سبب تو یہ ہے کہ لوگ نماز پر بھروسہ کرکے جہاد نہ ترک کر دیں اور باطنی سبب یہ ہے کہ خیر العمل سے مراد ولایت ہے۔ خیر العمل کے ترک کرنے کا حکم دینے کا مقصد یہ تھا کہ اس پر لوگ کہیں نہ ابھریں اور اس کی دعوت نہ دینے لگیں۔

(۵) بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق اور علی بن محمد بن حسن المعروف۔ ابن مقبرہ قزوینی نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن سعید ازرق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو بصیر عیسیٰ بن مہران نے روایت کرتے ہوئے حسن بن عبدالوہاب سے انہوں نے محمد بن مروان سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ اس جناب نے مجھ سے پوچھا تم جانتے ہو "حی علی خیر العمل" کی تفسیر کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا اس میں تمہیں بر اور خیر کی طرف دعوت ہے اور تمہیں معلوم ہے بر و خیر کون ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تمہیں بر سے فاطمہؑ اور اولاد فاطمہ کی طرف دعوت ہے۔

الزکاۃ

باب (۹۰) وجوب زکاۃ کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین ابن ابی الخطاب نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے مبارک عقرقوفی سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ زکوٰۃ فقراء کی خوراک اور دولتمندوں کے مال میں زیادتی کے لئے رکھی گئی ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح نماز فرض کی اسی طرح زکوٰۃ بھی فرض کی۔ اگر کوئی شخص زکوٰۃ کو بالاعلان دے تو اس میں اس پر کوئی الزام نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے دولتمندوں کے مال میں سے زکوٰۃ اتنی ہی فرض کی جتنی فقراء کے لئے کافی ہے اور اگر اللہ یہ جانتا کہ فقراء کے لئے اتنی کافی نہ ہو گی تو اس سے زیادہ فرض کرتا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو خطوط لکھے اس کے اندر ایک خط میں یہ بھی لکھا کہ زکوٰۃ کا حکم اس لئے ہے کہ فقراء کو ازوقہ ملے اور دولتمندوں کے اموال محفوظ رہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خوش حال لوگوں پر ان کے رونے کے مصیبت زدہ لوگوں کی خبر گیری فرض کی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ہم تمہارے اموال اور تمہارے انفس سے تمہاری آزمائش کریں گے تو مال میں آزمائش سے مراد زکوٰۃ نکالنا ہے اور انفس میں آزمائش یعنی نفس کو صبر پر قائم رکھنا اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا اور مزید نعمتوں کی خواہش رکھنا۔ ضعیفوں پر زیادہ سے زیادہ شفقت و مہربانی کرنا مسکینوں کے حال پر توجہ دینا اور انہیں اپنے برابر ہونے پر ابھارنا فقراء کی تقویت اور دینی امور میں ان کی اعانت ہے۔ اور یہ دولتمندوں کے لئے ایک نصیحت ہے تاکہ وہ اس سے آخرت کے فقر کو سمجھیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا ہے اس کا شکر ادا کرنے کی ان کے دل میں امنگ پیدا ہو۔ اور دعا میں تضرع ہو اور یہ خوف ہو کہ کہیں ہم بھی فقراء کے مانند نہ ہو جائیں چنانچہ ادائے زکوٰۃ و صدقات اور اپنے اعزا و اقربا کے ساتھ حسن سلوک و نیکی سب اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

باب (۹۱) وہ سبب جس کی بناء پر زکوٰۃ ایک ہزار درہم پر پچیس (۲۵) درہم مقرر ہوئی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے ابراہیم بن محمد سے انہوں نے محمد بن حفص سے انہوں نے صباح حذاء سے انہوں نے قثم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ جناب سے عرض کیا میں آپ پر قربان مجھے بتائیں کہ زکوٰۃ ایک ہزار درہم پر پچیس (۲۵) درہم کیوں ہوگی۔ اس سے کم یا اس سے زیادہ ہوتی اس کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور ان میں سے ہر چھوٹے بڑے کو جانتا ہے اور ہر مالدار اور فقیر کا علم بھی رکھتا ہے چنانچہ اس نے ہر ایک ہزار انسانوں میں سے پچیس کو مسکین پایا اور اگر وہ جانتا کہ زکوٰۃ کی یہ مقدار ان کے لئے کافی نہیں ہے تو وہ اس سے زیادہ مقرر کرتا اس لئے کہ وہ اس سب کا خالق ہے اور ان کے حالات کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

باب (۹۲) وہ سبب جس کی بناء پر زکوٰۃ لینا اس شخص کے لئے حلال ہے جس کے پاس پانچ سو درہم ہیں اور اس کے لئے حلال نہیں ہے جس کے پاس پچاس درہم ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے معاویہ بن حکیم سے اور انہوں نے علی بن الحسن بن رباط سے انہوں نے علاء بن رزین سے انہوں نے محمد بن مسلم وغیرہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے لئے زکوٰۃ لینا حلال ہے جس کے پاس پانچ سو (۵۰۰) درہم موجود ہیں مگر اس کے پاس کوئی پیشہ نہیں ہے، بیکار ہے وہ اس سے زکوٰۃ نکالے گا کچھ سے اپنے اہل و عیال کے لئے ازوقہ خریدے گا اور بقیہ اپنے اصحاب کو دے دے گا اور اس شخص کے لئے زکوٰۃ لینا حلال نہیں جس کے پاس پچاس درہم ہیں لیکن وہ بیکار نہیں ہے کوئی پیشہ رکھتا ہے وہ اس سے اپنے اہل و عیال کا خرچ چلائے گا۔

باب (۹۳) وہ سبب جس کی بناء پر سونے چاندی کے زیورات یا اس کے ڈلوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اسماعیل بن مرار سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن نے روایت کرتے ہوئے ابو ابراہیم علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا کہ سونے چاندی کے ڈلوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ میں نے کہا خواہ وہ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے اس کو ڈلوں میں کیوں نہ ڈھال لے؟ آپ نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم کہ سکوں کو ڈلے میں ڈھال لینے سے وہ جو منفعت حاصل کرتا وہ منفعت بھی جاتی رہی اس لئے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی علی سے انہوں نے اسماعیل بن سہل سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے ہارون بن خارجہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ان جناب سے عرض کیا کہ میرا بھائی یوسف اہواز میں مختلف کاموں پر مقرر ہوا جس کی وجہ سے اس کو بہت دولت و مال حاصل ہوا اور زکوٰۃ سے بچنے کے لئے اس نے ان سب کے زیورات بنوالئے۔ کیا اس پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا زیورات پر زکوٰۃ نہیں ہے اور نہ اس پر جو اس نے اپنا خود نقصان کیا اس کے بنوانے میں۔ اور زکوٰۃ دینے سے جتنا نقصان ہوتا اس سے زیادہ نقصان خود اس نے اپنا کر لیا۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اسماعیل بن مرار سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے ابی الحسن علی بن یقطین سے انہوں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ جناب نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص سونے چاندی کے سکوں کو ایک ڈلے کی شکل میں ڈھال لے صرف زکوٰۃ سے بچنے کے لئے تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ ان سکوں کی منفعت بھی جاتی رہی اس لئے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

باب (۹۴) وہ سبب جس کی بناء پر اپنی اولاد اپنے والدین اپنی زوجہ اور اپنے مملوک کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے ابی طالب سے اور انہوں نے ہمارے متعدد اصحاب سے اور ان لوگوں نے اس روایت کو اوپر لیجا کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہنچایا کہ آپ نے فرمایا کہ پانچ اشخاص کو مال زکوٰۃ میں سے نہیں دیا جائے گا اپنے فرزند، اپنے والدین، اپنی زوجہ اور اپنے مملوک اس لئے کہ وہ خود ان کے نان و نفقہ کا ذمہ دار ہے۔

باب (۹۵) وہ سبب جس کی بناء پر مال زکوٰۃ غیر فقراء کو دینا جائز نہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے اور انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے ابی المغرا سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دولتمندوں اور فقیروں کو اموال میں شریک کیا ہے لہٰذا کسی کو حق نہیں ان دونوں شرکاء کے علاوہ کسی اور پر اس کو صرف کرے۔

باب (۹۶) وہ سبب جس کی بناء پر زکوٰۃ کے اونٹ اور گھوڑے صاحبان تجمل و وقار کو دیئے جائیں گے اور سونے چاندی گیہوں اور جو کی زکوٰۃ فقراء کو دی جائے گی

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے اور انہوں نے ابراہیم بن اسحاق سے انہوں نے محمد بن سلیمان دیلمی سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے راوی کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ پھٹے ہوئے کھر اور بے پھٹے ہوئے کھر (جیسے اونٹ اور گھوڑے) کے جانور جو زکوٰۃ میں وصول ہوں وہ صاحبان تجمل و وقار اور اونچے طبقے کے مسلمان فقراء کو دیئے جائیں گے اور سونا چاندی اور گیہوں جو اور زمین کی وہ پیداوار جو ناپی تولی جاتی ہیں وہ پست طبقے کے مسلمان فقراء کو دی جائیں گی۔ ابن سنان کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا یہ لوگ پروقار ہیں لہٰذا انہیں وہ چیزیں دی جائیں گی جو لوگوں کی نگاہ میں پروقار ہیں۔

باب (۹۷) وہ سبب جس کی بناء پر وہ شخص جس کے پاس ایک ماہ یا ایک سال کا خرچ موجود ہے اس کے لئے بھی زکوٰۃ لینا جائز ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے اور انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے علی بن اسماعیل دغشی سے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس کے پاس ایک دن کا خرچ ہے کیا اس کے لئے یہ جائز ہے کہ سوال کرے؟ اور کیا یہ جائز ہے کہ اس کے سوال سے پہلے اس کو دیدیا جائے؟ اور کیا اس کے لئے یہ لینا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا اگر اس کے پاس ایک ماہ کا بھی خرچ ہے بلکہ اتنا ہے کہ اس کے ایک سال کے لئے کافی ہو تو بھی وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے اس لئے کہ زکوٰۃ سالانہ نکلتی ہے۔

باب (۹۸) وہ سبب جس کی بناء پر ایک مومن کو مال زکوٰۃ تین ہزار بلکہ دس ہزار بھی دیا جا سکتا ہے اور فاسق و فاجر کو بہت تھوڑا سا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس اور محمد بن یحییٰ عطار نے ان دونوں نے روایت کی محمد بن احمد بن یحییٰ سے انہوں نے علی بن محمد سے اور انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے انہوں نے بشر بن بشار سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص یعنی حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے کہا یہ بتائیں کہ مومن کو زکوٰۃ کا مال دینے کی حد کیا ہے؟ فرمایا مومن کو تین ہزار دیا جا سکتا ہے پھر فرمایا بلکہ دس ہزار بھی دیا جا سکتا ہے اور فاسق و فاجر کو تھوڑا سا۔ کیونکہ مومن اس کو اطاعت الٰہی میں صرف کرے گا اور فاسق و فاجر اس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کرے گا۔

باب (۹۹) وہ سبب جس کی بناء پر زکوٰۃ کی رقم سے خریدے ہوئے غلام کی میراث مستحقین زکوٰۃ کے لئے ہوگی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے ایوب بن

حریز کے بھائی رزم بن حریز کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک غلام ہے جس کو یہ معلوم ہے کہ میں اس کو رقم زکوۃ سے خرید کر آزاد کردوں گا تو آپ نے فرمایا ہاں اس کو خرید و اور آزاد کردو۔ میں نے عرض کیا اچھا اگر (کچھ دنوں میں) وہ مر جائے اور ترکہ میں کچھ مال چھوڑ دے تو وہ مال کس کا ہو گا؟ تو آپ نے فرمایا اس کی میراث مستحقین زکوۃ کو ملے گی اس لئے کہ یہ ان ہی کے سہم سے خریدا گیا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ ان ہی کے مال سے خریدا گیا ہے۔

باب (۱۰۰) وہ سبب جس کی بناء پر غلام و مملوک کے مال پر زکوۃ واجب نہیں ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے حسن بن موسیٰ خشاب سے انہوں نے علی بن حسین سے انہوں نے محمد بن عمرو سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک مملوک (غلام) ہے جس کے قبضہ میں کچھ مال ہے۔ کیا اس پر زکوۃ عائد ہو گی؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا اور اس کے مالک پر؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک کہ وہ مال اس کے مالک کے پاس نہ پہنچ جائے اس لئے کہ یہ مال اس مملوک کا نہیں ہے۔

باب (۱۰۱) وہ سبب جس کی بناء پر دو سو (۲۰۰) پر زکوۃ پانچ ہے مگر وزن میں سات ہوگئی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ اور محمد بن حسن رحمہ اللہ دونوں نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے سعد بن خطاب سے انہوں نے حسین بن راشد سے انہوں نے علی بن اسمٰعیل میثمی سے انہوں نے حبیب خثعمی سے ان کا بیان ہے کہ ابو جعفر خلیفہ نے اپنے عامل مدینہ محمد بن خالد بن عبداللہ قسری کو خط لکھا کہ ذرا اہل مدینہ سے دریافت کرو کہ دو سو (۲۰۰) پر زکوۃ پانچ تھی یہ وزن میں سات کیسے ہو گئی عہد رسول میں تو ایسا نہیں تھا۔ اور اپنے عامل کو یہ بھی حکم دیا کہ یہ مسئلہ عبداللہ بن حسن اور جعفر بن محمد علیہ السلام سے بھی ضرور پوچھنا۔ چنانچہ اس نے اہل مدینہ سے پوچھا تو لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگوں نے اپنے بزرگوں کو اسی پر عمل کرتے ہوئے پایا آگے ہم کچھ نہیں جانتے۔ یہ جواب پا کر اس نے عبداللہ بن حسن اور حضرت جعفر بن محمد کو بلا بھیجا اور پہلے عبداللہ بن حسن سے پوچھا اور انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو دیگر مفتیوں نے دیا تھا۔ پھر وہ حضرت جعفر ابن محمد کی طرف مخاطب ہوا اور کہا اے ابا عبداللہ آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوۃ چالیس اوقیہ پر ایک اوقیہ قرار دیا تھا (ایک اوقیہ تقریباً ایک اونس کے برابر) جب تم حساب کرو گے تو پانچ وزن میں سات کے برابر ہو گا۔ حبیب خثعمی کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے حساب کیا تو جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی پایا۔ پھر عبداللہ بن حسن نے حضرت جعفر بن محمد کی طرف رخ کیا اور پوچھا کہ یہ جواب آپ نے کہاں سے اخذ کیا؟ تو آپ نے فرمایا میں نے تمہاری جدہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہرا کی کتاب میں پڑھا ہے۔ اس کے بعد آپ واپس ہوئے تو محمد بن خالد نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ آپ کتاب فاطمہ میرے پاس بھیج دیں۔ آپ نے جواب میں کہلایا کہ میں نے یہ بتایا تھا کہ میں نے اس میں پڑھا ہے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ کتاب میرے پاس ہے۔ حبیب خثعمی کا بیان ہے کہ یہ جواب سن کر محمد بن خالد کہنے لگا کہ میں نے ان جیسا کوئی آدمی ہی نہیں دیکھا

باب (۱۰۲) وہ سبب جس کی بناء پر اگر کوئی شخص غیر مسلک پر ہے اس کو مسلک حقہ کی معرفت ہوتی ہے اور وہ تائب ہوتا ہے تو اس پر سوائے زکوٰۃ کے نماز، روزہ، حج کسی کی قضا واجب نہیں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس ابن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے عمر بن اذنیہ سے انہوں نے زرارہ اور بکیر و فضیل اور محمد بن مسلم اور برید بن معاویہ سے اور ان لوگوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ان دونوں حضرات نے ارشاد فرمایا ایک ایسے شخص کے بارے میں جو حروریہ و مرجئہ و عثمانیہ و قدریہ میں سے کسی فرقہ سے منسلک تھا۔ پھر اس نے توبہ کر لی حق کو پہچان لیا اپنا اعتقاد درست کر لیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس نے اس وقت تک جتنی نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں، زکوٰۃ دی ہے اور حج کئے ہیں کیا وہ ان سب کا اعادہ کرے گا؟ ان دونوں نے فرمایا کہ وہ سوائے زکوٰۃ کے اور کسی چیز کا اعادہ نہیں کرے گا اس لئے کہ اس نے زکوٰۃ غیر مستحق کو دی ہے اس کے مستحق تو ولائے اہلبیت رکھنے والے ہیں۔

باب (۱۰۳) زکوٰۃ کے نادر مسائل اور ان کے اسباب

(۱) • میرے والد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے محمد بن معروف سے انہوں نے ابی الفضل سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے اسماعیل بن سہل سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے اور انہوں نے زرارہ سے روایت کی ہے زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص ہے جس کے پاس چند درہم کئی مہینے سے پڑے ہوئے تھے اب اس نے ان کو دینار سے بدل لیا مگر جس دن سے وہ درہموں کا مالک بنا تھا اسے ایک سال پورے ہو گئے کیا وہ اس پر زکوٰۃ ادا کرے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے فرض کرو ایک شخص نے تم کو ایک سو اونٹ دیئے اور تم سے دو سو گائیں لے لیں اور وہ چند مہینے اس کے پاس رہیں اور وہ اونٹ چند مہینے تمہارے پاس رہے۔ پھر اس کے اونٹ تمہارے پاس مر گئے اور تمہاری گائیں اس کے پاس مر گئیں کیا تم دونوں ان کی زکوٰۃ نکالو گے؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر ایسے ہی سونے اور چاندی کا معاملہ ہے۔ پھر فرمایا اور اگر تم نے کسی کو گیہوں دے کر جو لے لیا تو پھر کوئی زکوٰۃ نہ ہوگی لیکن اس صورت میں کہ بعینہ وہی سونا یا بعینہ وہی چاندی تمہارے پاس آجائے تو پھر اس پر زکوٰۃ عائد ہوگی اس لئے کہ وہ ایک سال تک تمہاری ملکیت میں رہا۔ میں نے عرض کیا اور اگر وہ سونا میرے ہاتھ سے ایک دن کے لئے بھی نہ نکلا ہو؟ آپ نے فرمایا اگر اس میں اس کے علاوہ کچھ مخلوط ہو گیا ہو تو اس میں سے جو کچھ تیرے پاس آیا ہو اس میں تجھ پر کوئی زکوٰۃ عائد نہ ہوگی۔ اس کے بعد فرمایا اگر پورا کا پورا سونا تیرے پاس پلٹ آیا جب کہ اس کے چھٹنے سے نو ماہ پیں تھا تو جب تک کہ اس پر ایک سال نہ گزر جائے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے راوی کا بیان ہے کہ زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اور اگر نصاب سے کچھ اگر بڑھ جائے تو اس بڑھ جانے پر زکوٰۃ نہ ہوگی جب تک کہ اس حد تک نہ پہنچ جائے کہ ایک پورا نہ لیا جا سکے یاد رہے کہ صدقہ اور زکوٰۃ میں کسر نہیں لی جاتی ایسا نہیں ہوگا کہ زکوٰۃ میں ایک بکری اور تو سی بکری ایک اونٹ اور تو حا اونٹ ہو اور نہ پانچ درہم اور تو حا درہم نہ ایک دینار اور تو حا دینار۔ پس ایک مسلم لیا جائے گا اور بقیہ کسر کو چھوڑ دیا جائے گا جب تک کہ وہ پورا ایک نہ ہو جائے تو یہ تمام مال سے لیا جائے گا۔ زرارہ و ابو مسلم کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس مال اندوختہ ہے اور اس پر ایک سال گزر گیا تو وہ اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ میں نے عرض کیا اور اگر وہ کسی کو ایک ماہ یا ایک دن قبل ہبہ کر دے؟ آپ نے فرمایا پھر اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں

ہے۔ زرارہ نے کہا کہ آپ نے فرمایا۔ اس شخص کی مانند ہے کہ جس نے ماہِ رمضان میں ایک دن اپنے وطن میں مقیم رہتے ہوئے روزہ توڑ لیا ہو اور پھر دن کے آخری حصہ میں سفر پر نکل جائے تاکہ وہ کفارہ جو اس پر عائد ہوتا ہے اس سے بچ جائے۔ آپ نے فرمایا جس وقت اس نے بارہویں مہینے کا چاند دیکھ لیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے لیکن اگر اس نے اپنا مال کسی کو بارہویں مہینے کا چاند دیکھنے سے پہلے ہبہ کر دیا ہے تو یہ اس کے لئے جائز ہے۔ اور اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔ یہ اس شخص کے مانند ہے کہ جو سفر پر نکلنے کے بعد افطار صوم کرتا ہے۔ اور دوسرے مال جس پر سال گزر چکا اس پر زکوٰۃ کو منع نہیں کر سکتا۔

زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا۔ بتائیں کہ دو سو درہم، پانچ یا دس آدمیوں کی شرکت کے ہیں اور اس پر سال گزر چکا ہے اور وہ ان ہی لوگوں کے پاس ہے کیا ان لوگوں پر اس کی زکوٰۃ واجب ہے؟ فرمایا نہیں وہ بھی زراعت مشترکہ کی مانند ہے جب تک کہ ان میں سے ہر شخص کے حصہ میں دو سو درہم نہ ہوں کسی پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا کیا یہی صورت بکری، اونٹ، گائے، سونا، چاندی وغیرہ تمام اموال پر ہے؟ فرمایا ہاں۔ زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا۔ فرمائیں کہ ایک شخص کے پاس دو سو درہم تھے اس نے زکوٰۃ سے بچنے کے لئے اسے اپنے کسی بھائی یا اپنے لڑکے یا اپنی بیوی کو سال پورے ہونے سے ایک ماہ پہلے ہبہ کر دیا؟ آپ نے فرمایا اگر بارہواں مہینہ داخل ہو گیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر سال ہو گیا اور اس پر اس مال میں زکوٰۃ واجب ہے۔ میں نے کہا اور اگر سال سے پہلے کچھ ہیر پھیر کر دے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ اس کے لئے جائز ہے۔ میں نے عرض کیا مگر اس نے یہ ہیر پھیر محض زکوٰۃ سے بچنے کے لئے کیا ہے؟ فرمایا زکوٰۃ کی ادائیگی میں اس کو جو نقصان ہوتا ہے اس سے زیادہ نقصان خود اس نے اپنا کر لیا۔ میں نے عرض کیا مگر اب بھی تو وہ مال اس کے زیر اقتدار ہے؟ فرمایا یہ کیسے معلوم کہ وہ مال اس کے زیر اقتدار ہے جب کہ وہ اس کی ملکیت سے خارج ہو گیا۔ میں نے عرض کیا ہبہ کرتے وقت اس نے اس کی شرط لگا دی تھی؟ آپ نے فرمایا مگر جب اس نے اس کے نام ہبہ رکھ دیا تو پھر ہبہ نافذ ہو گیا اور شرط باطل ہو گئی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی ضامن ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کیسے کہ شرط ساقط ہو گئی اور ہبہ نافذ ہے اور وہ زکوٰۃ ضامن ہے جو اس پر واجب ہے؟ آپ نے فرمایا۔ شرط فاسد تھی ہبہ نافذ العمل ہو گا اور زکوٰۃ بطور سزا اس پر واجب ہے۔ پھر فرمایا ہاں وہ (زکوٰۃ سے بچنے کے لئے) یہ کر سکتا تھا کہ وہ (ہبہ کے بدلے) اس رقم سے کوئی مکان خرید لیتا یا کوئی زمین یا کوئی اور چیز خرید لیتا۔ زرارہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا آپ کے پدر بزرگوار کا تو ارشاد ہے کہ جو شخص زکوٰۃ سے فرار اختیار کر رہا ہے اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہے؟ فرمایا میرے والد بزرگوار نے بالکل درست فرمایا کہ جو زکوٰۃ اس پر واجب ہے اس کی ادائیگی اس پر فرض ہے اور جو اس پر واجب نہیں ہوئی اس کی ادائیگی اس پر کیسے فرض ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اچھا تم یہ بتاؤ کہ اگر کوئی شخص (جس دن اس پر زکوٰۃ واجب ہونے والی تھی) پورا دن بیہوش رہے

اور ادائیگی زکوٰۃ سے پہلے مر جائے تو کیا اس کے ذمہ زکوٰۃ ہو گی؟ میں نے عرض کیا نہیں بلکہ اس کی زکوٰۃ اس وقت ہوتی جب اس دن بیہوشی سے افاقہ پا لیتا۔ پھر آپ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ ایک شخص ماہِ رمضان میں بیمار ہوا اور اسی میں مر گیا تو کیا اس کی طرف سے روزہ رکھا جائے گا؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا بس اسی طرح وہ شخص ہے کہ جب تک اس کے مال پر زکوٰۃ واجب نہ ہو گی وہ اس کی ادائیگی کا ذمہ دار نہ ہو گا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن جعفر حمیری سے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ میرے والد نے اپنی فلاں زمین کا ایک ہزار دینار پر ہشام بن عبدالملک سے سودا کیا اور اس سے یہ شرط رکھی کہ وہ اس رقم کی زکوٰۃ دس سال تک ادا کرتا رہے گا اس لئے کہ ہشام اس وقت والی ملک تھا۔

باب (۱۰۴) وہ سبب جس کی بناء پر عورتوں سے جزیہ ساقط ہے اور چلنے سے معذور، اندھے انتہائی بوڑھے اور بچوں کے لئے جزیہ معاف کر دیا گیا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے قاسم بن محمد اصفہانی سے انہوں نے سلیمان بن داؤد منقری سے انہوں نے عیسیٰ بن یونس سے انہوں نے اوزاعی سے انہوں نے زہری سے اور انہوں نے حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ عورتوں سے جزیہ کیوں ساقط ہو گیا اور انہیں کیوں چھوڑ دیا گیا تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل کو دار الحرب میں بھی منع فرمایا ہے مگر مقابلہ کے وقت اگر وہ بھی مقابلہ کر رہی ہیں تو جہاں تک تم سے ممکن ہو ان کے قتل سے باز رہو اور خلل کا خوف نہ کرو۔ لہٰذا جب آنحضرتؐ نے دار الحرب میں ان کے قتل کو منع فرمایا ہے تو دار السلام میں ان کا قتل نہ کرنا تو اور اولیٰ و بہتر ہے اس لئے کہ اگر وہ جزیہ دینے سے منع کریں تو ان کا قتل ممکن نہیں اور جب قتل ممکن نہیں تو جزیہ کا حکم ان پر سے اٹھ گیا۔ اور اگر مرد منع کریں اور جزیہ دینے سے انکار کریں تو وہ عہد شکن شمار ہوں گے اور انہیں قتل کر دو ان کا خون بہا دینا حلال ہو گا اس لئے کہ دار شرک میں مردوں کا قتل مباح ہے اور اسی طرح وہ مشرک جو چلنے پھرنے سے معذور، اندھا، اور انتہائی بوڑھا اور عورت اور بچے دار الحرب میں، ہوں ان کے لئے بھی یہی حکم ہے لہٰذا ان سے جزیہ ساقط ہے

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے سہل بن زیاد سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے فضیل بن عثمان اعور سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ذمہ کو اس شرط پر انہیں ذمی رہنے دیا اور ان سے جزیہ قبول کیا کہ وہ اپنی اولاد کو یہودی یا نصرانی نہیں بنائیں گے اور اب رہ گئی آج کل اہل ذمہ اور ان کی اولاد تو یہ اہل ذمہ نہیں ہیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے علی بن رئاب سے انہوں نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ذمہ سے جزیہ اس شرط پر قبول کیا کہ وہ سود نہیں کھائیں گے۔ سور کا گوشت نہیں کھائیں گے اور اپنی بہنوں یا بھائی کی لڑکیوں یا بہن کی لڑکیوں سے نکاح نہیں کریں گے اور جو ایسا کرے گا تو اس کا رسول سے بری الذمہ ہو جائے گا۔ اور آج کل ان لوگوں کے لئے کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

باب (۱۰۵) وہ سبب جس کی بنا پر رات کو پھل توڑنے، کھیتیاں کاٹنے اور بوائی کرنے کو منع کیا گیا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ رات کے وقت نہ باغوں کے پھل توڑو اور نہ رات کے وقت اپنی کھیتیاں کاٹو اور جب کھیتیاں کاٹو تو ایک سپ کے بعد دوسرا سپ اور ایک مٹھی کے بعد دوسری مٹھی (علاوہ خیرات) مساکین کو دو اور اسی طرح کھجوروں کے پھل اتارنے کے وقت اور بوائی کے وقت اور رات کے وقت بوائی نہ کرو اس لئے کہ جیسے کٹائی کے وقت لوگوں کو دیتے ہو بوائی کے وقت بھی دو۔

الخمس

باب (۱۰۶) وہ سبب جس کی بناء پر شیعوں کے لئے خمس کو حلال قرار دیدیا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے ان لوگوں کے لئے (یعنی شیعوں کے لئے) خمس کو حلال کردیا ہے تاکہ ان کی ولادت پاک رہے۔

(۲) اور انہی اسناد کے ساتھ زرارہ اور محمد بن مسلم اور ابو بصیر سے اور ان لوگوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ لوگ اپنے پیٹ اور اپنی شرمگاہوں میں مبتلائے ہلاکت و عذاب ہیں اس لئے کہ یہ لوگ ہمارے حق کو ادا نہیں کرتے مگر آگاہ رہو ہمارے شیعہ اور ان کی اولاد کے لئے اس کی اجازت ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے اور انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے ہیثم ہندی سے انہوں نے سندی بن محمد سے انہوں نے یحییٰ بن عمران زیات سے انہوں نے داؤد رقی سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ تمام کے تمام لوگ ہماری ظلم سے چھینی ہوئی چیز سے زندگی بسر کر رہے ہیں بس ہم لوگوں نے اپنے شیعوں پر اسے حلال کردیا ہے۔

باب (۱۰۷) خمس لینے کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے عبداللہ بن بکیر سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ میں تم لوگوں سے درہم قبول کرتا ہوں حالانکہ میں اکثر اہل مدینہ سے زیادہ دولتمند ہوں تو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ پاک رہو۔

باب (۱۰۸) وہ سبب جس کی بناء پر لوگوں پر روزہ واجب قرار دیا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسماعیل نے روایت کرتے ہوئے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو کچھ لکھا اس میں روزے کا سبب یہ تجویز فرمایا کہ انسان کو بھوک و پیاس کا عرفان ہو اور بندہ خود کو ذلیل و عاجز سمجھے اپنے اعمال کا حساب رکھے اور اس بھوک و پیاس کو برداشت کرکے اجر و ثواب کا مستحق بنے اور اسی سے آخرت کے شدائد اور سختیوں کی نشاندہی ہو۔ اس کے علاوہ خواہشات وقتی سے پرہیز اور آئندہ ایک معینہ مدت کے استقرار کا عادی بنے اسے معلوم ہو جائے کہ بیچارے فقیر اور مساکین خواہ دنیا کے ہوں یا آخرت کے وہ کن شدائد میں بسر کر رہے ہوں گے۔

روایت کرتے ہوئے حسین بن رمیہ سے انہوں نے عمر بن یزید سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ احتلام سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا اور مباشرت و ہمبستری سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ مباشرت و ہمبستری خود اس کا فعل ہے اور احتلام اس کا فعل نہیں بلکہ خود سے ہو گیا ہے۔

باب (۱۱۱) وہ سبب جس کی بناء پر مہینہ کی تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخ کو ایام بیض کہتے ہیں اور مردوں کی داڑھی کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو الحسن علی بن عبداللہ بن احمد اسواری فقیہ نے انہوں نے کہ کہ بیان کیا مجھ سے مکی بن احمد بن سعدویہ برذعی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو محمد نوح بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید جمیل بن سعد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن عبدالواحد بن سلیمان عسقلانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن حمید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حماد بن سلمہ نے روایت کرتے ہوئے عاصم بن ابی نجود سے انہوں نے زر بن حبش سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابن مسعود سے ایام بیض کا سبب دریافت کیا اور یہ کہ اس کا یہ نام کیوں رکھا گیا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرمارہے تھے کہ جب حضرت آدمؑ سے پروردگار کی نافرمانی سرزد ہوئی تو ایک منادی نے عرش سے ان کو آواز دی اے آدم میرے جوار سے نکل جاؤ اس لئے کہ جو میری نافرمانی کرے گا وہ میرے جوار میں نہیں رہ سکتا۔ یہ سن کر حضرت آدمؑ رونے لگے اور ملائکہ بھی رونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس حضرت جبرئیل کو بھیجا اور انہوں نے ان کو زمین پر اتار دیا اور ان کا جسم سیاہ پڑ گیا۔ جب ملائکہ نے ان کا یہ حال دیکھا تو رونے دھونے لگے اور فریاد کرنے لگے کہ پروردگار تو نے ایک مخلوق کو پیدا کیا اس میں اپنی روح پھونکی اور اپنے ملائکہ سے اس کو سجدہ کرایا اور صرف ایک گناہ پر اس کے گورے اور سفید رنگ کو سیاہی میں تبدیل کر دیا۔۔ تو آسمان سے ایک منادی نے ندا دی (اے آدم) آج تم اپنے پروردگار کی رضا کے لئے روزہ رکھو حضرت آدمؑ نے اس دن روزہ رکھا اور اتفاق سے وہ دن مہینہ کی تیرہویں تھی اور اس سے ان کی ایک تہائی سیاہی زائل ہو گئی۔ پھر چودھویں کو ندا آئی کہ آج اپنے رب کی خوشنودی کے لئے پھر روزہ رکھو۔۔ حضرت آدمؑ نے روزہ رکھا تو ان کی دو تہائی سیاہی زائل ہو گئی۔ پھر پندرھویں تاریخ کو ندا آئی انہوں نے روزہ رکھا ان کی ساری سیاہی زائل ہو گئی۔ اسی لئے ان تاریخوں کا نام ایام بیض ہو گیا کہ ان ہی تاریخوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے جسم کی سفیدی کو پلٹا دیا۔ پھر آسمان سے ایک منادی نے حضرت آدم کو ندا دی اے آدمؑ یہ تین دن میں نے تمہارے لئے اور تمہاری اولاد کے لئے قرار دئے ہیں جو شخص ان تین دنوں میں روزہ رکھے گا گویا اس نے سارے مہینہ میں روزہ رکھا۔ حمید کا بیان ہے کہ احمد بن عبدالواحد نے بیان کیا اور میں نے احمد بن شیبان برکی کو کہتے ہوئے سنا اور حمیدی نے اس میں اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ پھر حضرت آدمؑ اکڑوں ہو کر بیٹھ گئے اور ان کا سر ان کے دونوں زانوں کے درمیان تھا وہ بہت محزون و مغموم تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس حضرت جبرئیل کو بھیجا اور انہوں نے آکر کہا اے آدمؑ کیا بات ہے میں آپ کو محزون و مغموم کیوں دیکھ رہا ہوں؟ حضرت آدمؑ نے کہا اب تو میں مرتے دم تک محزون و مغموم رہوں گا۔ انہوں نے کہا مجھے اللہ نے آپ کے پاس بھیجا ہے اس نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ اے آدم **حیاک اللہ و بیاک** (اللہ تمہاری عمر دراز کرے اور تمہیں ہنسائے) حضرت آدمؑ نے کہا حیاک کا مطلب تو میں سمجھ گیا مگر بیاک کا کیا مطلب؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا یعنی اللہ تم کو ہنسائے یہ سن کر حضرت آدمؑ نے سجدہ شکر کیا۔ پھر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا پروردگار میری خوبصورتی میں اضافہ فرما۔ پھر جب صبح کے وقت اٹھے تو ان کے کوئلے کی طرح سیاہ رنگ کی داڑھی روئیدہ ہو گئی تھی حضرت آدمؑ نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو عرض کیا پروردگار یہ کیا؟ اللہ کا ارشاد ہوا کہ یہ داڑھی ہے میں نے تم کو اور تمہاری اولاد کو تاقیامت اس سے زینت دی۔

ن اس کتاب کے مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا حدیث صحیح ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے احکام اپنے نبی کے سپرد کردئے ہیں اور فرمایا کہ **ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا** (رسول جو کچھ تم لوگوں کو دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز آجاؤ) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایام بیض کی جگہ مہینہ کی پہلی جمعرات، مہینہ کی آخری جمعرات اور مہینہ کے درمیان کے چہار شنبہ کو (روزہ رکھنا) سنت قرار دے دیا۔ ان تین دنوں کا روزہ سال بھر کے روزے کے مثل ہوگا اور جو شخص ان دنوں میں روزہ رکھے گا گویا وہ صائم الدھر (ہمیشہ روزہ رکھنے والا) شمار ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **من جاء بالحسنة فله عشر امثالھا** (جس نے ایک نیکی کی اسکو دس گنا ثواب ملے گا) سورۃ انعام۔ آیت نمبر ۱۶۰ میں نے اس حدیث کو اس لئے پیش کیا اس میں اصل سبب بتایا گیا ہے چونکہ لوگ کہتے ہیں کہ ایام بیض کو ایام بیض اس لئے کہتے ہیں کہ ان کی راتوں میں ساری رات چاند رہتا ہے۔ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

باب (۱۱۲) وہ سبب جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ماہ کے اول و آخر دو پنجشنبوں اور درمیان ماہ کے چہار شنبہ کو روزہ رکھنے کو سنت قرار دیا

(۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے ہشام بن حکم سے انہوں نے احول سے انہوں نے ابن سنان سے انہوں نے ایک شخص سے جس نے ان سے ذکر کیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو پنجشنبوں اور ان دونوں کے درمیان چہار شنبہ کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ پنجشنبہ کے دن اعمال پیش کئے جائیں گے اور چہار شنبہ وہ دن ہے کہ جس دن جہنم کی آگ پیدا کی گئی اور اس دن کا روزہ جہنم سے چھٹکارہ ہے۔

(۲) نیز ان ہی اسناد سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی اور انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے اور انہوں نے اس روایت کو اوپر پہنچایا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تک آپ نے فرمایا کہ چہار شنبہ دائمانحس ہے اس لئے کہ یہ پہلا دن اور آخری دن ہے دنوں میں سے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **سخرھا علیھم سبع لیال وثمانیة ایام حسوما** (جسے اس نے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلط رکھا یہ سخت منحوس دن تھے) سورۃ الحاقہ۔ آیت نمبر ۷

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے علی بن اسباط سے انہوں نے عبدالصمد سے انہوں نے عبدالملک سے انہوں نے عنبسہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ مہینہ کے آخری پنجشنبہ کو اعمال اوپر بھیج دئے جاتے ہیں۔

(۴) نیز ان ہی سے روایت ہے اور انہوں نے روایت کی محمد بن حسن صفار سے انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اسماعیل بن مرار سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا چہار شنبہ کو روزہ اس لئے رکھا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ امتوں میں سے جس کو بھی معذب کیا وہ مہینہ کا درمیانی چہار شنبہ تھا اسی لئے اس میں روزہ رکھنا مستحب ہے۔

باب (۱۱۳) وہ سبب جس کی بناء پر مریض و مسافر پر افطار (روزہ توڑلینا) واجب ہے

۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے نوفلی سے

انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو ایک ایسا ہدیہ و تحفہ دیا ہے کہ اس سے قبل کسی امت کو یہ تحفہ نہیں دیا۔ یہ ہم لوگوں پر اللہ کا کرم ہے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسولؐ کیا تحفہ؟ آپؐ نے فرمایا سفر میں افطار اور نماز میں قصر۔ اب جو شخص ایسا نہیں کرے گا اس نے گویا اللہ تعالیٰ کے ہدیہ اور تحفہ کو واپس کر دیا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے سلیمان بن عمرو سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ام المومنین ام سلمہ کی آنکھیں آشوب کر آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم افطار کر لو (روزہ توڑ لو) نیز فرمایا کہ رات کا کھانا تمہاری آنکھوں کے لئے مضر ہوگا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے اور انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے عبدالملک بن عتبہ سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے یحییٰ بن ابی العلاء سے انہوں نے حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں ماہ رمضان کا روزہ سفر میں بھی رکھوں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں اس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ سفر میں روزہ رکھنا میرے لئے آسان ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے بیماروں کو مسافروں کو ماہ رمضان میں افطار (روزے کی چھوٹ) بطور صدقہ و خیرات دیا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی کسی شخص کو بطور صدقہ و خیرات کچھ دے اور وہ اسے واپس کر دے تو کیا حیرت و تعجب کی بات نہیں ہے۔

(۴) اور ان ہی اسناد کے ساتھ علی بن حکم سے روایت ہے اور انہوں نے روایت کی محمد بن یحییٰ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے ایک ایسی عورت کے متعلق دریافت کیا جو ماہ رمضان میں بیمار پڑی اور ماہ شوال میں انتقال کر گئی اور اس نے مجھ سے وصیت کی کہ میرے روزوں کی قضا رکھی جائے؟ آپ نے فرمایا کیا وہ مرض سے صحت یاب ہو گئی تھی؟ میں نے عرض کیا نہیں بلکہ وہ اسی مرض میں انتقال کر گئی۔ آپ نے فرمایا پھر اس کے روزوں کی قضا نہیں ہوگی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذمہ کچھ نہیں رکھا میں نے عرض کیا مگر میں چاہتا ہوں کہ اس کے روزوں کی قضا رکھوں؟ آپ نے فرمایا اگر تم روزہ ہی رکھنا چاہتے ہو تو اپنے لئے روزہ رکھ لو۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے انہوں نے روایت کی احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن اسلم جبلی سے انہوں نے صباح حذاء سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک قافلہ سفر کے لئے نکلا اور جب اس مقام پر پہنچ گیا کہ جہاں سے قصر واجب ہے تو ان لوگوں نے قصر کر لیا۔ چلتے رہے ابھی دو یا تین یا چار فرسخ چلے تھے کہ ان میں سے ایک ایسے شخص نے ساتھ چھوڑ دیا کہ جب تک وہ واپس نہ آئے وہ سفر نہیں کر سکتے لہٰذا اسی جگہ پر ٹھہر گئے اور ان کو وہاں ٹھہرے ہوئے کئی دن گزر گئے مگر ان کو یہ نہیں معلوم کہ آگے سفر کرنا ہے یا نہیں سے واپس ہونا پڑے گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی پوری نماز پڑھیں یا جس طرح قصر پڑھتے چلے آئے ہیں اسی طرح قصر کرتے رہیں آپ نے فرمایا اگر یہ لوگ چار فرسخ کی مسافت طے کر چکے ہیں تو اپنے قصر پر قائم رہیں خواہ انہیں وہیں قیام کرنا پڑے یا واپس ہونا پڑے اور اگر انہوں نے چار فرسخ سے کم کی مسافت طے کی ہے تو اب وہ لوگ پوری نماز ادا کریں جب تک وہ لوگ وہاں ٹھہرے ہیں اور جب وہاں سے آگے سفر کریں تو قصر کریں اور تمہیں معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا اس لئے کہ قصر اس سفر میں ہوتا ہے کہ جس میں دو قاصد کی مسافت یعنی بارہ بارہ کل چوبیس میل کا سفر ہو اس سے کم پر قصر نہ ہوگا اب اگر اس نے ایک قاصد کی

مسافت طے کی ہے اور اب واپسی کا ارادہ ہے تو اس کو ایک قاصد کی مسافت اور طے کرنی ہوگی اور یہ قصر کا سفر ہو جائے گا اور اگر اس نے کم کا سفر کیا اب واپس آئے تو آمد و رفت دونوں مل کر بھی اس سفر کی حد پوری نہیں ہوتی جس میں قصر ہے اس لئے ان کو پوری نماز پڑھنے کے سوا کوئی اور صورت نہیں۔ میں نے عرض کیا مگر کیا وہ اتنی دور نہیں پہنچ چکے ہیں کہ جہاں ان کو اپنے شہر کے اذان کی آواز سنائی نہیں دے گی جس سے وہ نکلے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس دن انہوں نے قصر کیا تھا اس لئے کہ ان کو اپنی مسافت سفر میں کوئی شک۔ تھا اور اب چونکہ اپنے قیام کا سبب آ گیا سفر کا نہیں اس لئے وہ ایسا کریں گے۔

باب (۱۱۴) روزہ دار کے لئے خوشبو سونگھنے سے منع کرنے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے داؤد بن اسحاق حذاء نے روایت کرتے ہوئے محمد بن فیض تیمی سے انہوں نے ابن رئاب سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا انہوں نے روزہ دار کو نرجس کا پھول سونگھنے سے منع فرمایا تو میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ کیوں؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ یہ عجمی پھول ہیں۔ اور ذکر کیا محمد بن یعقوب نے روایت کرتے ہوئے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی ہے کہ عجمی لوگ جب روزہ رکھتے ہیں تو یہ پھول سونگھا کرتے ہیں اور کہا کرتے کہ یہ (خوشبو) بھوک کو روک دیتی ہے۔

(۲) ان ہی اسناد کے ساتھ احمد بن ابی عبداللہ سے روایت ہے اور انہوں نے روایت کی عبداللہ بن فضل نوفلی اور حسن بن راشد سے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام جب روزہ رکھتے تو پھول نہیں سونگھتے تھے۔ میں نے سبب پوچھا تو فرمایا میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ اپنے روزے کو اس لذت سے مخلوط کر لوں۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن عبداللہ سے اور انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے روایت کی جو حریز تک پہنچی اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا محرم (عمرہ و حج کے لئے احرام باندھے ہوئے) پھول سونگھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا اور روزہ دار؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا روزہ دار غالیہ (مشک و عنبرہ کافور کا مرکب) اور صندل و لوبان وغیرہ کے دھوئیں کی خوشبو تو سونگھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا جب اس کو خوشبو سونگھنا حاصل ہے تو پھر پھول کیوں نہیں سونگھ سکتا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ خوشبو سونگھنا سنت ہے اور پھول سونگھنا روزہ دار کے لئے بدعت ہے۔

باب (۱۱۵) وہ سبب جس کی بناء پر مہمان کو اپنے میزبان کی اجازت کے بغیر مستحب روزے رکھنا مناسب نہیں اور میزبان کے لئے بھی بغیر مہمان کی اجازت کے مستحب روزے رکھنا مناسب نہیں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے احمد بن محمد سیاری سے انہوں نے محمد بن عبداللہ کوفی سے انہوں نے ایک شخص سے جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو سنا وہ فرما رہے تھے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی شہر میں داخل ہوتا ہے تو وہ جب تک اس شہر میں ہے تمام اہل

مذہب کا مہمان ہوتا ہے اور مہمان کے لئے مناسب نہیں کہ اپنے میزبان کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے تاکہ میزبانوں نے اگر اس کے لئے کچھ پکایا ہے وہ خراب نہ ہو جائے۔ اور میزبان کے لئے بھی یہ مناسب نہیں کہ بغیر مہمان کی اجازت کے روزہ رکھے تاکہ ایسا نہ ہو کہ مہمان کو خواہش طعام ہے اور شرم کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکے اور چھوڑ کر چلا جائے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن بندار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن اسحاق سے اور انہوں نے ان ہی اسناد کے ساتھ ایک شخص سے روایت کی جس کا ذکر انہوں نے کیا ہے اور اس نے فضیل بن یسار اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب کوئی شخص کسی شہر میں داخل ہوتا ہے تو اس شہر میں اہل مذہب کا مہمان ہوتا ہے جب تک وہاں اس کا قیام ہے مہمان کے لئے مناسب نہیں کہ میزبان کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے تاکہ وہ چیز جو اس نے مہمان کے لئے تیار کرائی ہے خراب نہ ہو جائے اور میزبان کے لئے بھی مناسب نہیں کہ وہ مہمان کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے تاکہ اگر اس کو کھانے کی خواہش ہو تو وہ کہنے میں نہ شرمائے اور اسے چھوڑ کر کہیں چلا جائے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے محمد بن عبداللہ کوفی سے اور انہوں نے ایک شخص سے جس کا انہوں نے ذکر کیا وہ شخص کہتا ہے کہ مجھے اطلاع ملی کہ مدینہ میں ایک شخص جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے حدیث کرتا ہے میں اس کے پاس گیا اور اس سے درخواست کی تو اس نے مجھے جھڑک دیا اور سخت قسم کی قسم کھائی کہ وہ کسی سے حدیث بیان نہیں کرے گا۔ تو میں نے کہا خیر اللہ آپ کا بھلا کرے یہ بتلایئے کہ آپ کے ساتھ کوئی اور بھی تھا جس نے یہ حدیث آپ جناب سے سنی ہو انہوں نے کہا ہاں ایک اور شخص تھا جس کو فضل کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ یہ سن کر میں نے اس سے ملنے کا ارادہ کیا جب اس کے گھر پہنچا اور اس سے حدیث بیان کرنے کی درخواست کی تو اس نے بھی جھڑک دیا اور وہی سلوک کیا جو اس مدنی نے کیا تھا۔ تو میں نے اپنے سفر کا مقصد بیان کیا اور مدنی نے جو سلوک کیا تھا وہ بیان کیا یہ سن کر وہ مجھ پر مہربان ہو گیا اور بولا ہاں میں نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی علیہم السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے وہ روایت کر رہے تھے اپنے والد بزرگوار سے اور انہوں نے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی شہر میں جاتا ہے تو جب تک وہ وہاں سے رخصت نہیں ہوتا اپنے اہل مذہب کا مہمان ہوتا ہے اور مہمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے میزبان کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے تاکہ میزبان نے جو کھانے وغیرہ اس کے لئے تیار کئے ہیں وہ خراب نہ ہو جائیں۔ اور میزبان کے لئے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ مہمان کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے تاکہ وہ شرم کے مارے اس کے مکان کو چھوڑ نہ دے بعد اس کے انہوں نے پوچھا کہ تمہارا اس وقت قیام کہاں ہے میں نے اپنی قیام گاہ کا پتہ بتایا۔ اب جب دوسرا دن ہوا تو ناگاہ دیکھا کہ بعد علی الصبح وہ تشریف لائے اور ان کے ساتھ خادم تھا اس کے سر پر کھانے کا خوان تھا جس میں قسم قسم کے کھانے تھے۔ میں نے عرض کیا یہ کیا اللہ آپ پر رحم کرے؟ تو فرمایا سبحان اللہ کل میں نے تم سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی وہ حدیث نہیں کہی تھی اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے احمد بن ہلال سے انہوں نے مروک بن عبید سے انہوں نے نشیط بن صالح سے انہوں نے ہشام بن حکم کرابیس فروش سے اور اس نے ابی عبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مہمان کے لئے فقہ یہ کہتی ہے کہ وہ بغیر اپنے میزبان کی اجازت کے مستحب روزے نہ رکھے۔ اور غلام صالح اور اپنے مالک کا بہی خواہ وہ ہے کہ وہ اپنے مالک کے بغیر اجازت مستحبی روزہ نہ رکھے۔ اور لڑکے کی اچھائی اور نیک بختی یہ ہے کہ وہ اپنے والدین کی اجازت اور حکم کے بغیر نہ مستحبی روزہ رکھے نہ مستحبی حج کرے اور نہ مستحبی نماز پڑھے۔ ورنہ وہ مہمان جاہل ہے وہ عورت گنہگار ہے وہ غلام برا اور نافرمان ہے اور وہ لڑکا نافرمان، قطع رحم کرنے والا شمار ہوگا۔

اس کتاب کے مولف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تو اسی طرح آئی ہے مگر لڑکے پر ترک حج کے لئے اپنے والدین کا حکم ماننا فرض

نہیں ہے خواہ وہ حج مستحبی ہو یا حج واجبی اور اسی طرح نماز کے اور روزہ کے ترک کے لئے ان کے حکم کی اطاعت فرض نہیں خواہ وہ روزہ اور نماز مستحبی ہوں خواہ واجبی نیز اطاعت الٰہی ترک کرنے کے متعلق ان کا کوئی حکم ماننا فرض نہیں ہے۔

باب (۱۱۶) وہ سبب جس کی بناء پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام یوم عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ کو روزہ رکھنا مکروہ جانتے تھے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے اور انہوں نے اس شخص سے جس نے ان سے بیان کیا اور اس نے حنان بن سدیر سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرفہ کے دن روزہ کے متعلق دریافت کیا اور کہا میں آپ پر قربان وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس دن کا روزہ سال بھر کے روزے کے برابر ہے آپ نے فرمایا میرے پدر بزرگوار یوم عرفہ روزہ نہیں رکھتے۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ کیوں ؟آپ نے فرمایا یوم عرفہ یوم دعا اور یوم التجا ہے میں ڈرتا ہوں کہ میں اس دن روزہ رکھوں اور ناطاقتی آجائے اور میں جی بھر کر دعا نہ مانگ سکوں نیز مجھے اس کا بھی خوف ہوتا ہے کہ کہیں یہ روز عرفہ روز قربان نہ ہو جو روزہ کا دن نہیں ہے۔

باب (۱۱۷) وہ سبب جس کی بناء پر عرفہ کے دن حضرت امام حسن علیہ السلام روزہ نہیں رکھتے تھے، امام حسین علیہ السلام روزہ رکھتے تھے

(۱) بیان کیا مجھ سے جعفر بن علی نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ان کے جد حسن بن علی کوفی سے انہوں نے اپنے جد عبد اللہ بن مغیرہ سے انہوں نے سالم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو تنہا وصیت فرمائی اور امام حسنؑ و امام حسینؑ دونوں کو ایک ساتھ وصیت فرمائی تھی۔ اب جس وقت حضرت امام حسن کی امامت کا دور آیا تو ایک شخص روز عرفہ حضرت امام حسنؑ کے پاس آیا دیکھا کہ آپ کھانا نوش فرما رہے ہیں اور امام حسینؑ روزے سے ہیں۔ پھر جب امام حسن کی وفات کے بعد وہی شخص روزہ عرفہ آیا تو دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام غذا نوش فرما رہے ہیں اور حضرت علی ابن الحسین روزے سے ہیں۔ تو اس شخص نے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ ایک مرتبہ میں روز عرفہ امام حسنؑ کے پاس پہنچا تو وہ غذا نوش فرما رہے تھے اور آپ روزے سے تھے اور اب آیا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ آپ روزے سے نہیں ہیں اور آپ کے فرزند علی ابن الحسین روزے سے ہیں آپ نے فرمایا اس وقت میرے بھائی حسن امام وقت تھے اور روزے سے نہیں تھے تاکہ ان کا روزہ سنت نہ بن جائے اور لوگ ان کی پیروی کرنے لگیں۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو میں امام وقت ہوں تو میں نے بھی چاہا کہ روزہ نہ رکھوں اگر روزہ رکھوں گا تو میرا روزہ لوگ سنت سمجھ کر میری پیروی میں روزہ رکھنے لگیں گے۔

باب (۱۱۸) وہ سبب جس کی بناء پر روزہ دار کے لئے بوسہ لینا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین سے اس روایت کو مرفوع کیا اور کہا کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ روزہ کی حالت میں

بوسے لے سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا اے شخص اپنے روزے پر رحم کر (اسے کیوں خراب کرتا ہے) اس لئے کہ تو پھر اسی پر اکتفا نہیں کرے گا۔

باب (۱۱۹) وہ سبب جس کی بناء پر وہ مسافر جس پر قصر واجب ہے اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ ماہ رمضان میں دن کے وقت عورت سے مجامعت کرے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی خطاب سے اور انہوں نے محمد بن عبداللہ بن ہلال سے انہوں نے علاء سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ماہ رمضان میں سفر کرے تو دن کے وقت اپنی عورت سے ہمبستری نہ کرے یہ اس کے لئے حرام ہے۔

باب (۱۲۰) وہ سبب جس کی بناء پر اگر کوئی شخص اپنے برادر مومن کے پاس جائے اور وہ مستحبی روزہ رکھے ہوئے ہو تو اس کی خاطر روزہ توڑ دے تو اس کے لئے دو ثواب ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے محمد بن حسن بن علان سے انہوں نے محمد بن عبداللہ سے انہوں نے عبداللہ بن جندب سے اور انہوں نے بعض صادقین علیہم السلام سے انہوں نے فرمایا کہ جو شخص اپنے کسی برادر مومن کے پاس جائے اور وہ مستحبی روزے سے ہو مگر اس کی خاطر افطار کرے تو اس کو دو ثواب ملیں گے ایک روزے کی نیت کا اور دوسرے اس کو مسرور اور خوش کرنے پر۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے حسن بن ابراہیم سے انہوں نے سفیان سے انہوں نے داؤد رقی سے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرمارہے تھے کہ کسی برادر مسلم کے گھر پر تیرا افطار تیرے روزے سے ستر گنا افضل ہے یا یہ فرمایا کہ نوے گنا افضل ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے صالح بن عقبہ سے انہوں نے جمیل بن دراج سے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص روزہ سے ہے اور اپنے بھائی کے گھر جائے اور وہاں افطار کرے اور اسے نہ بتائے کہ میں روزے سے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک روزے کا ثواب لکھ دے گا۔

باب (۱۲۱) وہ سبب جس کی بناء پر وہ شخص جو نذر کرے کہ میں ایک مدت تک روزہ رکھوں گا تو وہ چھ ماہ کے روزے رکھے گا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے نوفلی سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس شخص کے بارے میں جس نے یہ نذر کیا کہ وہ ایک زمانہ تک روزہ رکھے گا۔ آپ نے فرمایا کہ زمانہ سے مراد پانچ مہینے ہے اور حین (ایک مدت)

سے مراد چھ ماہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **توتی اکلھا کل حین** (ہر وقت پھل دیتا ہے) سورۂ ابراہیم۔ آیت نمبر ۲۵۔

باب (۱۲۲) وہ سبب جس کی بناء پر مرد روزہ دار کے لئے گہرے پانی میں اترنا جائز ہے مگر عورت روزہ دار کے لئے جائز نہیں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے احمد بن محمد سیاری سے انہوں نے محمد بن علی ہمدانی سے انہوں نے حنان بن سدیر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس مرد روزہ دار کے متعلق دریافت کیا جو پانی میں اترے؟ آپ نے فرمایا کہ کوئی ہرج نہیں لیکن وہ پانی میں غوطہ نہ لگائے لیکن عورت گہرے پانی میں نہ اترے اس لئے کہ وہ اپنی شرم گاہ سے پانی اٹھالے گی۔

باب (۱۲۳) وہ سبب جس کی بناء پر شب قدر ہر سال آتی ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے احمد بن محمد سیاری سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے انہوں نے داؤد بن فرقد سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے شب قدر کے متعلق دریافت کرتے ہوئے سنا اس نے کہا یہ بتائیں کہ شب قدر بس ایک مرتبہ آچکی یا ہر سال آتی رہتی ہے؟ آپ نے فرمایا اگر شب قدر اٹھ جائے تو سمجھ لو کہ قرآن اٹھ گیا۔

باب (۱۲۴) وہ سبب جس کی بناء پر وہ شخص جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے اس پر شب عیدالفطر مغفرت نازل ہوتی ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے احمد بن محمد سیاری سے انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے انہوں نے کہا کہ میں نے امام کی خدمت میں عرض کیا میں آپ پر قربان لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ جو شخص ماہ رمضان کے روزے رکھتا ہے اس پر مغفرت شب قدر میں نازل ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا اے حسن جس مزدور کو مزدوری پر لگایا جاتا ہے اس کو اس کی مزدوری کام سے فراغت کے بعد ہی دی جاتی ہے اور وہ عیدالفطر کی شب ہے۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان، ہم لوگ عیدالفطر کی شب کیا عمل کریں؟ فرمایا جب آفتاب غروب ہو جائے تو غسل کرو اور جب تین رکعت مغرب کی نماز پڑھ لو تو اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرو اور کہو **یاذاالطول یاذاالحول یاذاالجود یا مصطفیٰ محمد و ناصرہ صل علی محمد و علی اهل بیته واغفر لی کل ذنب احصیته علی و نسیته و هو عندک فی کتاب مبین** (اے صاحب بخشش و فیض، اے صاحب قوت و طاقت، اے صاحب جود و کرم، اے محمدؐ کو منتخب کرنے والے اور ان کی مدد فرمانے والے تو اپنی رحمتیں نازل فرما محمدؐ اور ان کے اہل بیت پر تو بخش دے میرے وہ گناہ جو مجھے یاد ہیں یا جو میں بھول گیا ہوں مگر وہ سب کے سب تیرے پاس کتاب مبین میں مرقوم ہیں) یہ کہہ کر فوراً سجدہ میں چلے جاؤ اور سجدے کی حالت میں سو (۱۰۰) مرتبہ کہو کہ **اتوب الی اللہ** پھر اپنی حاجت کے لئے دعا کرو۔

عیدالفطر وعیدالاضحیٰ

باب (۱۲۵) وہ سبب جس کی بناء پر عامہ امت کو اللہ نے عیدالفطر اور عیدالضحیٰ کی توفیق نہیں دی

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیٰی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے سیاری سے انہوں نے محمد بن اسماعیل رازی سے اور انہوں نے حضرت ابو جعفر ثانی علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے عرض کیا میں آپ پر قربان آپ عامہ امت کے متعلق کیا فرماتے ہیں اس لئے کہ یہ روایت کی گئی ہے کہ انہیں روزہ کی توفیق نہ ہوگی؟ آپ نے فرمایا ان لوگوں کے متعلق ملک کی بددعا قبول ہوئی ہے۔ میں نے عرض کیا وہ کیسے؟ میں آپ پر قربان۔ آپ نے فرمایا لوگوں نے جب حضرت حسین بن علی صلوات اللہ علیہ کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک ملک کو حکم دیا کہ وہ باآواز بلند منادی کر دے کہ اے ظالم اور اپنے نبی کی عترت کو قتل کرنے والی امت تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ روزے اور عید الفطر کی توفیق نہ دے اور دوسری حدیث میں ہے کہ نہ عید الفطر کی توفیق دے نہ عیدالضحیٰ کی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب نے روایت کرتے ہوئے علی بن محمد سے انہوں نے ایک شخص سے جس کا انہوں نے ذکر کیا اور اس نے محمد بن سلیمان سے انہوں نے عبداللہ بن جنید تفلیسی سے انہوں نے رزین سے انہوں نے کہا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ جب حضرت امام حسین ابن علی علیہما السلام پر تلوار کا وار کیا گیا اور وہ زمین پر گر پڑے تو وہ لوگ ان کا سر کاٹنے کے لیے دوڑے تو بطن عرش سے ایک منادی نے ندا دی کہ اے ظالم و جابر اور اپنے نبیؐ کے بعد گمراہ ہو جانے والی امت اللہ تعالیٰ تجھے نہ عید ضحیٰ کی توفیق دے اور نہ عید الفطر کی۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ پس ان ... کی قسم ان لوگوں کو کبھی نہ توفیق ہوگی اور نہ انہیں توفیق دی جائے گی جب تک خون حسینؑ کا انتقام نہ لے لیا جائے۔

باب (۱۲۶) وہ سبب جس کی بناء پر ہر عید کے موقع پر آل محمد صلوات اللہ علیہم کا حزن و غم تازہ ہو جاتا ہے

(۱) میرے ... رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حسن سے انہوں نے عمرو بن عثمان سے انہوں نے حنان بن سدیر سے انہوں نے عبداللہ بن دینار سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ جناب نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے عبداللہ مسلمانوں کی عید اضحیٰ یا عید الفطر جو بھی آتی ہے وہ آل محمدؐ کے غم کو تازہ کر دیتی ہے میں نے عرض کیا یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ یہ لوگ اپنے حق کو اغیار کے قبضے میں دیکھتے ہیں۔

فطرہ

باب (۱۲۷) فطرہ نکالنے کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عبداللہ سے انہوں نے محمد بن

عبد الجبار سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے معتب سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ آپ جناب نے مجھ سے فرمایا جاؤ اور میرے تمام عیال کی طرف سے فطرہ ادا کر دو اور میرے تمام غلاموں کی طرف سے بھی ادا کر دینا۔ ان میں سے کوئی ایک بھی چھوٹنے نہ پائے اگر تم نے ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑا تو مجھے خوف ہے کہ وہ فوت نہ ہو جائے۔

باب (۱۲۸) وہ سبب جس کی بناء پر فطرہ میں کھجور دینا تمام دوسری اجناس سے بہتر ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابن ہاشم اور ایوب بن نوح اور محمد بن عبد الجبار اور یعقوب بن یزید سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن حکم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا فطرہ میں کھجور دینا تمام دوسری اجناس سے افضل و بہتر ہے اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ سرعت کے ساتھ مستحق کو پہنچ جاتی ہے۔ وہ اس طرح کہ جس کے ہاتھ میں کھجور پہنچے گی وہ اس کو فوراً کھائے گا۔ نیز آپ نے فرمایا کہ حکم زکوٰۃ نازل ہوا تو لوگوں کے پاس کوئی مال نہ تھا۔ جس کی زکوٰۃ ادا کریں بس فطرہ تھا۔

باب (۱۲۹) وہ سبب جس کی بناء پر لوگوں نے فطرہ میں ایک صاع کو بدل کر نصف صاع کر لیا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے فضالہ سے انہوں نے ابی معزا سے انہوں نے حسن حذاء سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے صدقہ فطرہ کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ ہر چھوٹے بڑے، آزاد و غلام، مرد و عورت پر ایک صاع (دو سیر چودہ چھٹانک چار تولہ) کشمش یا ایک صاع جو یا ایک صاع مقرر ہے اس کے بعد فرمایا مگر جب معاویہ کا دور آیا اور لوگوں میں خوشحالی آئی تو لوگوں نے اس کو ایک صاع سے بدل کر نصف صاع گیہوں کر دیا۔

(۲) اور ان ہی نے روایت کی ہے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے معاویہ بن وہب سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ فطرے میں یہ ایک سنت جاریہ تھی کہ ایک صاع کھجور، یا ایک صاع جو یا ایک صاع کشمش دی جاتی تھی مگر جب حضرت عثمان کا زمانہ آیا اور گیہوں کثرت سے ہونے لگا اور لوگوں نے اس کی قیمت لگائی تو ایک صاع جو کے بدلے نصف صاع گیہوں دیا جانے لگا۔

(۳) اور ان ہی نے علی بن حسن بن فضال سے روایت کی ہے اور انہوں نے عباد بن یعقوب سے انہوں نے ابراہیم بن ابی یحییٰ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے روایت کی ہے سب سے پہلے جس نے ایک صاع کھجور کو دو مد گیہوں سے بدلا وہ حضرت عثمان تھے (ایک مد اہل عراق کے نزدیک دو رطل (پونڈ) اور اہل حجاز کے نزدیک پونے چار رطل ہے)

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے یاسر قمی سے انہوں نے حضرت ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ فطرہ ایک صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش ہے مگر معاویہ نے گیہوں میں کمی کر دی۔

باب (۱۳۰) وہ سبب جس کی بناء پر روایت کی گئی ہے کہ پڑوسی دوسروں سے زیادہ فطرہ کا حقدار ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے ابی ابراہیم علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے ان جناب سے دریافت کیا کہ ہمارے پڑوس جو غیر اہل تشیع فقراء ہیں کیا ان کو صدقہ فطرہ دیا جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں پڑوسی اس کا زیادہ مستحق ہے اپنی شہرت کی وجہ سے

باب (۱۳۱) وہ سبب جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے گناہان کبیرہ کو حرام کیا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی الرضا علیہ السلام نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابی الرضا علی بن موسیٰ نے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو بیان کرتے ہوئے سنا آپ بیان کر رہے تھے ایک مرتبہ عمر بن عبید بصری حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا اور آپ کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی **والذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش** (وہ لوگ جو گناہان کبیرہ اور فواحش سے بچتے ہیں) سورۃ شوریٰ۔ آیت نمبر ۳۷ اس کے بعد خاموش ہو گیا آپ نے کہا کیوں خاموش کیوں ہو گیا؟ اس نے کہا چاہتا ہوں کہ گناہان کبیرہ کی نشاندہی قرآن سے کردیں۔ آپ نے کہا اچھا اے عمرو سنو

۱ سب سے بڑا گناہ کبیرہ شرک باللہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ **من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماواہ النار** جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے تو اللہ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے اور اس کی بازگشت جہنم ہے سورۃ مائدہ۔ آیت نمبر ۷۲

۲ اس کے بعد اللہ کی رحمت سے مایوسی کیوں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **ولا تا یئسوا من روح اللہ انہ لا یایس من روح اللہ الا القوم الکافرون** خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو اس لئے کہ اللہ کی رحمت سے صرف کافر ہی ناامید ہوتے ہیں سورۃ یوسف۔ آیت نمبر ۸۷

۳ پھر اللہ کے حیلوں سے خود کو محفوظ سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون** اللہ کے حیلوں سے خود کو محفوظ سمجھنے والے وہی لوگ ہیں جو گھاٹا اٹھانے والے ہیں سورۃ اعراف آیت نمبر ۹۹

۴ والدین کی نافرمانی کیوں کہ اللہ تعالیٰ عاق شدہ اولاد کو جبار و شقی کہتا ہے چنانچہ ارشاد ہے **وبرا بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا** اللہ نے مجھے اپنی والدہ کا فرمانبردار بنایا مجھے سرکش و نافرمان نہیں بنایا۔ سورۃ مریم۔ آیت نمبر ۳۲

۵ کسی انسان کو ناحق قتل کر دینا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے فرماتا ہے **فجزاؤہ جہنم خالدا فیھا** اس کی جزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا سورۃ النساء۔ آیت نمبر ۹۳۔

۶ پاک دامن عورت پر زنا کا الزام لگانا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ان الذین یرمون المحصنات الغفلت المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم** جو لوگ پاکدامن بے خبر ایماندار عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت اور ان پر بڑا سخت عذاب ہوگا سورہ نور۔ آیت نمبر ۲۳۔

۷ یتیموں کا مال کھانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **انما یاکلون فی بطونهم نارا وسیصلون سعیرا** جو لوگ جو یتیموں کے مال ناحق چٹ کر جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور عنقریب جہنم داخل ہوں گے۔ سورۃ نساء۔ آیت نمبر ۱۰

۸ جہاد سے فرار۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ومن یولهم یومئذ دبره الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئة فقد باء بغضب من الله وماواه جهنم وبئس المصیر** اور جو اس دن پیٹھ دکھائے گا سوائے اس کے کہ وہ جنگ کے لئے پہلو بدلتا یا کسی اور دستے کی طرف جگہ پکڑتا ہو تو وہ یقیناً اللہ کے غضب میں آگیا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے سورۃ انفال۔ آیت نمبر ۱۶

۹ سود کھانا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس** جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت میں کھڑے نہ ہو سکیں گے مگر اس شخص کی طرح کھڑے ہوں گے جس کو شیطان نے چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہے سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۲۷۵۔

۱۰ اور سحر جادو کرنا۔ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق فرماتا ہے **ولقد علموا لمن اشتراه ماله فی الاخرة من خلاق** وہ یقیناً جان چکے ہیں کہ جو شخص ان باتوں کا خریدار ہوا وہ آخرت میں بے نصیب ہے۔ سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۱۰۲

۱۱ زنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ومن یفعل ذلک یلق اثاما یضعف له العذاب یوم القیمة ویخلد فیه مهانا** اور جو کوئی یہ کام (زنا) کرے گا وہ گناہ (کی سزا) پائے گا۔ قیامت کے دن اس کے لئے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ ذلیل ہو کر اس میں ہمیشہ رہے گا۔ سورۃ فرقان۔ آیت نمبر ۶۹ / ۶۸

۱۲ بلا ارادہ جھوٹی قسم کھانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ان الذین یشترون بعهد الله وایمانهم ثمنا قلیلا اولئک لا خلاق لهم فی الاخرة** بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں پر تھوڑی قیمت لیتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر ۷۷

۱۳ خیانت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ومن یغلل یات بما غل یوم القیامة** اور جو خیانت کرے وہ قیامت کے دن اس چیز کو لائے گا جو اس نے خیانت کی ہوگی۔ سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر ۱۶۱۔

۱۴ زکوٰۃ دینے سے انکار۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فتکوی بها جباههم وجنوبهم** پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی۔ سورۃ توبہ۔ آیت نمبر ۳۵۔

۱۵ جھوٹی گواہی اور شہادت چھپانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ومن یکتمها فانه اثم قلبه** شہادت مت چھپاؤ اور جس نے اسے چھپایا پس اپنے دل کو گناہگار کرنے والا ہے سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۲۸۳۔

۱۶ شراب خوری۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بت پرستی کے برابر فرمایا۔

۱۷ عمداً ترک نماز یا کوئی اور شے جو اللہ نے فرض کیا ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے **من ترک الصلوة متعمدا فقد بری من ذمة الله وذمة رسول الله** جو شخص عمداً نماز ترک کرے گا تو گویا کہ اللہ اس کا ذمہ دار ہے اور نہ اللہ کا رسول اس کا ذمہ دار ہے۔

۱۸ عہد شکنی

۱۹ قطع رحم۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **اولئک لهم اللعنة ولهم سوء الدار** یہی ہیں جن کے لئے لعنت ہے اور ان کے (آخرت میں) خرابی ہے سورۃ رعد۔ آیت نمبر ۲۵۔

راوی کا بیان ہے کہ یہ تفصیل سن کر عمرو بن عبید بصیر رونا اور چیختا ہوا وہاں سے نکلا اور یہ کہتا ہوا چلا کہ جو شخص اپنی رائے سے فتویٰ دے وہ اور جو شخص آپ لوگوں کے فضل و علم میں مقابلہ کرے وہ ہلاک ہوا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن یحیی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبد اللہ بن حبیب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبد اللہ نے انہوں نے علی بن حسان سے روایت کرتے ہوئے عبد الرحمن بن بکیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ گناہان کبیرہ سات ہیں۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے مسعدہ بن صدقہ سے انہوں حضرت جعفر بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے آباء کرام علیہم السلام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اہل ترک کو تم لوگ جس قدر چھوڑ سکتے ہو چھوڑ دو ان کے کتے تک بڑے سخت اور بڑے خسیس ہیں۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے عبد اللہ بن حماد سے انہوں نے شریک سے انہوں نے جابر سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ قریش پر سب وشتم نہ کرو اور عرب سے بغض اور دشمنی نہ رکھو نیز غلاموں کو ذلیل نہ سمجھو اور خوزستانیوں کے ساتھ سکونت نہ رکھو اس سے شادی نہ کرو اس لئے کہ وہ عرف عام میں بیوفا کہے جاتے ہیں۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے طلحہ بن زید سے انہوں نے عبدوس بن ابی عبیدہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جس نے گھوڑے پر سواری کی وہ حضرت اسماعیلؑ تھے اس سے پہلے وہ وحشی تھے ان پر سواری نہیں کی جاتی تھی اللہ تعالیٰ نے منی کی پہاڑیوں میں حضرت اسماعیلؑ کے لئے ان کو مسخر کیا اور عرب گھوڑے اس لئے کہے جاتے ہیں کہ ان پر سب سے پہلے حضرت اسماعیلؑ نے سواری کی۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے عاصم سے اور انہوں نے ابی بکر حضرمی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے پوچھا کہ ایک شخص دوسرے شخص کو جاہلیت عرب کا طعنہ دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس پر افترا کی حد جاری کرو میں نے عرض کیا اس پر حد جاری کی جائے؟ آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رسول اللہؐ پر بھی طعن کرتا ہے۔

(۷) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن احمد بن محمد سے انہوں نے اصبغ سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے جنہوں نے روایت کی ہے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ سنا کہ ایک مرد قریشی ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا اور وہ اپنے قریشی ہونے پر اکڑ رہا تھا اور وہ دوسرا اس کے قریشی ہونے پر اس سے دب رہا تھا۔ تو آپ نے کہا اس کو جواب کیوں نہیں دیتے جواب دو اس لئے کہ تم ولایت پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے اس کے نسب کے مقابلہ میں اشرف ہو۔

(۸) اسی سند کے ساتھ محمد بن احمد سے روایت ہے انہوں نے روایت کی ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے جعفر بن محمد بن ابراہیم سے انہوں نے عباس بن عامر سے انہوں نے اسماعیل بن دینار سے انہوں نے مرفوع روایت کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مرتبہ حضرت امیر المومنینؑ کے سامنے دو شخصوں نے فخر کی بات کی تو آپ نے فرمایا تم دونوں اپنے بوسیدہ جسم اور اس روح پر فخر کر رہے ہو جو

جہنم میں جائے گی اگر تم میں عقل ہوگی تو تم میں خلق ہوگا اگر تم میں تقویٰ ہوگا تو تم میں کرم ہوگا ورنہ گدھا بھی تم سے بہتر ہے تم تو کسی سے بھی بہتر نہیں ہو۔

(۹) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اسماعیل بن مرار سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے اس روایت کو اوپر پہنچایا اور کہا کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اے فرزند تم مجلسوں کا انتخاب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کرو۔ اگر یہ دیکھو کہ اس مجلس میں لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں تو ان کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ اگر تم صاحب علم ہو تو تمہارے علم سے تم کو نفع ہوگا اور وہ لوگ تمہارے علم میں اضافہ کریں گے۔ اور اگر تم جاہل ہو تو وہ لوگ تمہیں تعلیم دیں گے اور ہو سکتا ہے کہ ان پر اللہ کی رحمت نازل ہو تو تم بھی ان لوگوں کے ساتھ اس رحمت میں شامل ہو جاؤ گے اور اگر یہ دیکھو کہ اس مجلس میں لوگ اللہ کا ذکر نہیں کر رہے ہوں تو ان کے ساتھ ہرگز۔ بیٹھو اس لئے کہ اگر تم صاحب علم ہو تو وہاں بیٹھنے سے تمہارے علم کا کوئی فائدہ نہ پہنچے گا اور اگر تم جاہل ہو تو وہ لوگ تمہاری جہالت میں اور اضافہ کر دیں گے اور ہو سکتا ہے کہ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہو اور تم بھی ان کے ساتھ اس عذاب کی زد میں آجاؤ گے۔

(۱۰) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز بن عبداللہ سے انہوں نے زرارہ اور محمد بن مسلم اور برید عجلی سے ان سب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرا ایک اور فرزند ہے جو آپ سے صرف حرام و حلال دریافت کرنا چاہتا ہے وہ آپ سے بے معنی و بے مقصد باتیں نہیں پوچھے گا۔ آپ نے فرمایا کیا حلال و حرام سے بھی افضل و بہتر کوئی شے ہے جس کے متعلق لوگ سوال کریں۔

(۱۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے اس شخص سے جس نے ان سے ذکر کیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ عالم و عابد دونوں کو قبروں سے اٹھائے گا۔ اور جب یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے تو عابد سے کہا جائے گا کہ تم جنت کی طرف جاؤ اور عالم سے کہا جائے گا ٹھہرو تم نے جن لوگوں کی بہترین تادیب کی ہے (تربیت کی ہے، تعلیم دی ہے، نیکی کا راستہ دکھایا ہے) ان کی شفاعت کرو۔

(۱۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے علی بن محمد قاسانی سے انہوں نے قاسم بن محمد اصفہانی سے انہوں نے سلیمان بن داؤد منقری سے انہوں نے حفص بن غیاث سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم کسی عالم کو دیکھو کہ اس کو دنیا سے محبت ہے تو اس سے اپنے دین کو بچاؤ۔ اس لئے کہ ہر محبت کرنے والا اسی کے گرد چکر لگاتا ہے جس سے اس کو محبت ہے۔ نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تم میرے اور اپنے درمیان ایسے عالم کو نہ رکھو جو دنیا پر عاشق و مفتون ہے۔ ورنہ وہ تم کو میری محبت کی راہ سے روک دے گا۔ اس لئے کہ یہ میرے ارادت مند بندوں کو راستے میں لوٹ لیتے ہیں۔ اور میرا ادنیٰ سلوک ان سے یہ ہوگا کہ میں ان کے دلوں سے مناجات کی لذت و حلاوت کو نکال لوں گا۔

(۱۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے جعفر بن بشیر سے انہوں نے ابی حسین سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے دونوں ائمہ (امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام) میں سے کسی ایک سے انہوں نے فرمایا کہ تم لوگ کسی مرجئی، قدری اور خارجی کی اس حدیث کی تکذیب نہ کرو جو وہ ہم لوگوں کی طرف سے منسوب کر کے تم سے بیان کرے۔ اس لئے کہ تمہیں کیا پتہ شاید اس میں کچھ حق ہو۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی تکذیب کر بیٹھو۔

(۱۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ولید اور سندی ابن محمد سے انہوں نے ابان بن عثمان احمد سے انہوں نے محمد بن بشیر اور حریز سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا

بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے عرض کیا کہ ہمارے اپنے اصحاب کے اختلاف سے زیادہ شدید اور کوئی شے نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا یہ اختلاف (ان کی طرف سے نہیں) میری طرف سے ہے۔

(۱۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے ابن سنان سے انہوں نے ابی ایوب خزاز سے انہوں نے اس سے جس نے ان سے یہ حدیث بیان کیا اور اس نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب کا اختلاف تم لوگوں کے لئے رحمت ہے اور جب وقت آئے گا تو تم لوگوں کو ایک قول پر جمع کرلوں گا۔ اور آپ سے اپنے اصحاب کے اختلاف کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا میں نے تم لوگوں کے مفاد میں کیا ہے اگر تم لوگ قول واحد پر جمع ہوتے تو تم لوگ گردن سے پکڑ لئے جاتے۔

(۱۶) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عبدالجبار سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ان جناب سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے اس کو جواب دیا اور ابھی میں بیٹھا ہوا ہی تھا کہ ایک اور شخص آیا اور اس نے آپ جناب سے وہی مسئلہ پوچھا جو میں نے پوچھا مگر آپ نے اس کو میرے جواب کے خلاف جواب دیا پھر ایک دوسرا شخص آیا اور اتفاق سے اس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا آپ نے ہم دونوں کے جواب کے خلاف ایک تیسرا جواب دیا۔ جب وہ دونوں چلے گئے تو میں نے عرض کیا فرزند رسول یہ دونوں شخص عراق کے رہنے والے تھے اور آپ کے شیعوں میں سے تھے۔ ان دونوں نے ایک ہی مسئلہ پوچھا مگر آپ نے ان دونوں کو دو مختلف جواب دیئے آپ نے فرمایا اے زرارہ یہی تم لوگوں کے لئے بہتر ہے اور اسی میں ہم لوگوں کی اور تم لوگوں کی بقا ہے اگر تم لوگ ایک قول پر مجتمع ہو جاؤ گے تو پھر لوگوں کا رخ تمہاری طرف ہوگا۔ یہ جو کچھ ہم نے کیا ہے یہ اور تم لوگوں کی بقا کے لئے کیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے یہ روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو سنائی اور کہا یہ آپ کے شیعہ ہیں انہیں اگر آپ نیزے کی انیوں پر یا اگر آگ پر چلائیں تو چلیں گے مگر جب یہ آپ لوگوں کی بارگاہ سے نکلیں گے تو آپس میں اختلاف کریں گے۔ راوی کا کہنا ہے کہ یہ سن کر آپ خاموش رہے۔ میں نے یہ بات تین مرتبہ کہی مگر آپ نے وہی جواب دیا جو آپ کے پدر بزرگوار نے دیا تھا۔

حج

باب (۱۳۲) وہ سبب جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے کعبہ بیت الحرام کو لوگوں کے قیام کے لئے بنایا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے حسن بن حسین لولوئی سے انہوں نے حسین بن علی بن فضال سے انہوں نے ابی صحرا سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جب تک خانہ کعبہ قائم رہے گا اس وقت تک دین قائم رہے گا۔

باب (۱۳۳)　　وہ سبب جس کی بناء پر بیت اللہ بنایا گیا

(۱)　بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ جناب نے فرمایا اگر لوگ حج کو معطل کردیں اور حج کرنا چھوڑ دیں تو امام پر واجب ہے کہ لوگوں کو حج کرنے پر جبر کرے خواہ لوگ حج کرنا چاہیں خواہ حج کرنے سے انکار کریں۔ اس لئے کہ یہ گھر (بیت اللہ) حج ہی کے لئے بنایا گیا ہے۔

باب (۱۳۴)　　وہ سبب جس کی بناء پر بیت اللہ زمین کے وسط میں بنایا گیا

( )　بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن موسیٰ رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے انہوں نے روایت کی محمد بن سنان سے کہ حضرت ابوالحسن الرضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا ان میں خانہ کعبہ کو زمین کے وسط میں بنانے کا سبب یہ بھی تحریر کیا کہ یہ وہ جگہ ہے جس کے نیچے سے زمین بچھائی گئی اور دنیا میں جو ہوا بھی چلتی ہے وہ رکن شامی کے نیچے سے نکلتی ہے اور یہی وہ بقعہ ہے جو زمین میں پہلے وضع کیا گیا اس لئے کہ یہ وسط میں ہے تاکہ اہل مشرق اور اہل مغرب دونوں کے لئے اس کا فاصلہ برابر رہے۔

باب (۱۳۵)　　وہ سبب جس کی بناء پر شہر مکہ کے مکانات میں دروازہ نصب کرنا مناسب نہیں تھا

(۱)　میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزند محمد اور عبداللہ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد بن عثمان ناب سے انہوں نے عبیداللہ بن علی حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے قول خدا **سواءٍ العاکف فیه والباد** (اور مسجد حرام جسے ہم نے سب لوگوں کے لئے جائے نماز بنایا ہے اس میں مقامی و بیرونی سب کا حق برابر ہے) سورۂ حج۔ آیت نمبر ۲۵ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ کبھی مناسب نہیں تھا کہ مکہ کے مکانوں میں دروازے لگائے جائیں تاکہ حجاج اگر باہر سے آئیں تو ان کے مکان کے صحنوں میں قیام کریں اور اپنے مناسک حج بجا لائیں۔ پھر سب سے پہلے جس نے مکہ کے مکانوں میں دروازے نصب کروائے وہ معاویہ تھا۔

باب (۱۳۶)　　وہ سبب جس کی بناء پر مکہ کا نام مکہ رکھا گیا

(۱)　بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل برمکی سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں تحریر فرمایا کہ مکہ کا نام مکہ اس لئے پڑ گیا کہ لوگ اس میں جا کر سیٹیاں بجایا کرتے تھے اور جو وہاں جاتا تھا اس کے لئے کہا جاتا کہ اس نے سیٹی بجائی ہے اور اسی بناء پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے **وما کان صلاتهم عند البیت الا مکاءً وتصدیة** (ان لوگوں کی صلوٰت خانہ کعبہ کے نزدیک صرف سیٹیاں اور تالیاں ہوتی ہیں) سورۂ انفال آیت نمبر ۳۵۔ مکا کے معنی سیٹی بجانا اور تصدیہ کے معنی تالی بجانا ہے۔

باب (۱۳۷) وہ سبب جس کی بناء پر مکہ کو بکہ کہا جاتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسن سے انہوں نے جعفر بن بشیر سے انہوں نے عزرمی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ مکہ کو بکہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں لوگ ازدحام کرتے ہیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کعبہ کو مکہ کیوں کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ اسکے گرد اور اس کے اندر لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے علی بن نعمان سے انہوں نے سعید بن عبداللہ اعرج سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا بیت اللہ کی جگہ بکہ ہے اور اس کے علاوہ پوری آبادی مکہ ہے

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے فضالہ سے انہوں نے ابان سے انہوں نے فضیل سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا مکہ کو بکہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں مردوں اور عورتوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ تمہارے آگے تمہارے داہنے تمہارے بائیں بلکہ تمہارے ساتھ ساتھ نماز پڑھتی ہیں اور یہ مکہ کے سوا دوسرے تمام شہروں میں مکروہ ہے۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزند احمد اور عبداللہ سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے عبیداللہ بن علی حلبی سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مکہ کو بکہ کیوں کہا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ لوگ اس میں ایک ہاتھوں سے ایک دوسرے کو دھکا دیتے ہیں۔

باب (۱۳۸) وہ سبب جس کی بناء پر کعبہ کو کعبہ کہا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے ابی الحسین برقی سے انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے انہوں نے معاویہ ابن عمار سے انہوں نے حسن بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے آباء سے انہوں نے ان کے جد حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ چند یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ سے مختلف باتیں پوچھیں ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ کعبہ کا نام کعبہ کیوں رکھا گیا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اس لئے کہ یہ دنیا کا وسط ہے۔

(۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کعبہ کو کعبہ کیوں کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ یہ بیت المعمور کے بالمقابل ہے اور وہ چوکور ہے۔ میں نے عرض کیا بیت المعمور چوکور کیوں ہوتا ہے۔ فرمایا اسلئے کہ وہ عرش کے بالکل

محاذات پر (اوپر۔ مقابل) ہے اور وہ چوکور اور مربع ہے۔ عرض کیا گیا کہ عرش چوکور اور مربع کیوں ہے؟ فرمایا اس لئے کہ وہ کلمات جن پر اسلام کی بنیاد ہے وہ چار ہیں اور وہ یہ ہیں۔ **سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر۔**

باب (۱۳۹) وہ سبب جس کی بناء پر کعبہ کا نام بیت اللہ الحرام رکھا گیا

(۱) خبر دی مجھ کو علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ خبر دی مجھ کو قاسم بن محمد نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن حسین سے انہوں نے حسین بن ولید سے انہوں نے حنان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کعبہ کا نام بیت اللہ الحرام کیوں رکھا گیا؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ اس کے اندر مشرکین کا داخلہ ممنوع و حرام ہے۔

باب (۱۴۰) وہ سبب جس کی بناء پر کعبہ کا نام بیت العتیق رکھا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن ابن علی وشاء سے انہوں نے احمد بن عائذ سے انہوں نے ابی خدیجہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے عرض کیا کہ کعبہ کا نام بیت العتیق کیوں ہو گیا؟ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو جنت سے حضرت آدم کے لئے نازل کیا اور بیت العتیق ایک جگہ اور موتی تھا اللہ نے اس کو اٹھا لیا صرف اس کی اساس باقی رہ گئی وہ اس کے عین سامنے محاذات پر ہے اس میں ہر روز ستر ہزار ملک داخل ہوتے ہیں جو تا ابد واپس نہیں جاتے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کو حکم دیا کہ وہ اسی اساس پر اس کی تعمیر کریں اور اس کو بیت العتیق اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ (طوفان نوح میں) غرق ہونے سے آزاد رہا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس دونوں نے روایت کی محمد بن احمد سے انہوں نے یحییٰ بن عمران واشعری سے انہوں نے حسن بن علی سے انہوں نے مروان بن مسلم سے انہوں نے ابی حمزہ ثمالی سے ان کا بیان ہے کہ میں نے مسجد حرام کے متعلق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام کس بنا پر عتیق رکھا؟ آپ نے فرمایا روئے زمین پر کوئی ایسا گھر نہیں جس کا کوئی مالک نہ ہو اور اس کے ساکنین۔ بجز جو اس میں سکونت رکھتے ہوں سوائے اس گھر کے اس لئے کہ سوائے اللہ کے اس گھر کا کوئی مالک نہیں ہے یہ بیت الحرام ہے نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات سے پہلے اس کو خلق کیا اس کے بعد زمین کو خلق کیا اور اسی کے نیچے سے زمین بچھائی۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی حماد سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے اس شخص سے جس نے ان کو یہ بتایا اور اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ان جناب سے عرض کیا۔ کعبہ کا بیت العتیق نام کیوں رکھ گیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ یہ گھر آزاد ہے لوگوں میں سے اس کا کوئی مالک نہیں ہے۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے علی بن نعمان سے انہوں نے سعید اعرج سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بیت اللہ کو عتیق اس لئے کہتے ہیں کہ وہ غرق ہونے سے بچا ہوا، آزاد تھا اور اس کے ساتھ حرم بھی آزاد ہے اس نے پانی اور روکے رکھا

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے علی بن حسن

طویل سے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے ذریح بن یزید محاربی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ طوفان نوح میں اللہ تعالیٰ نے سوائے بیت اللہ کے ساری زمین کو غرق کر دیا تھا اسی دن سے اس کا نام عتیق رکھا گیا اس لئے کہ وہ اس دن غرق ہونے سے بچا اور آزاد رہا میں نے پوچھا کہ کیا بیت اللہ اس وقت آسمان پر اٹھالیا گیا تھا؟ فرمایا نہیں وہاں تک پانی نہیں پہنچا اس سے دور رہا۔

باب (۱۳۱) وہ سبب جس کی بناء پر حطیم کو حطیم کہا جاتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حطیم کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وہ حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازے کے درمیان کا حصہ ہے۔ میں نے عرض کیا اس کو حطیم کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہاں لوگ ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔

باب (۱۳۲) حج اور خانہ کعبہ کا طواف اور تمام مناسک حج کے وجوب کا سبب

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن سلیمان رازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن سنان نے روایت کرتے ہوئے اسماعیل بن جابر اور عبدالکریم بن عمر سے انہوں نے عبدالحمید بن ابی دیلم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ حضرت آدم کی توبہ قبول کرے تو اس کے پاس حضرت جبرئیل کو بھیجا۔ اور انہوں نے آکر کہا السلام علیک یا آدم۔ اے اپنی مصیبتوں پر صبر کرنے والے اے اپنی خطا پر توبہ کرنے والے مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ میں آپ کو وہ مناسک بتادوں جس کے ذریعہ وہ آپ کی توبہ قبول کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت جبرئیلؑ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور روانہ ہوئے یہاں تک کہ خانہ کعبہ کے پاس پہنچے وہاں آسمان سے ایک ابر نازل ہوا جبرئیلؑ نے فرمایا جس حد تک اس کا سایہ ہے آپ اپنے پاؤں سے اس حد کا نشان کھینچ لیں۔۔ پھر وہاں سے چلے اور منیٰ میں پہنچے اور انہیں مسجد منیٰ کی جگہ دکھائی آپ نے اس پر خط کھینچ دیا اور خانہ کعبہ کا نشان کھینچنے کے بعد مسجد حرام کا خط بھی کھینچا۔ اس کے بعد عرفات کی طرف روانہ ہوئے اور انہیں میدان عرفات میں کھڑا کر دیا اور کہا جب آفتاب غروب ہو تو آپ سات مرتبہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں۔ حضرت آدمؑ نے ایسا ہی کیا اسی لئے اس کو عرفہ کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ نے وہاں پر اپنے گناہ کا اعتراف کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی اولاد کے لئے سنت بنادیا کہ وہ لوگ بھی یہاں آکر اپنے گناہوں کا اعتراف کریں۔ جس طرح ان کے باپ آدمؑ نے اعتراف کیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ قبول کرنے کی التجا کریں جس طرح ان کے باپ نے قبولیت توبہ کی التجا کی تھی۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے ان سے کہا اب یہاں سے چلیں چنانچہ وہ سات پہاڑوں سے ہو کر گزرے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا آپ ہر پہاڑ پر چار تکبیریں کہیں۔ حضرت آدمؑ نے ایسا ہی کیا اور ایک تہائی رات تک وہ جمع (مشعر) تک پہنچے اور وہاں نماز مغرب و نماز عشاء دونوں نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔ پھر کہا بطحاء کے میدان سے کنکریاں چن لو اور یہی کرتے کرتے صبح طالع ہو گئی۔ تو کہا کہ اس جبل جمع پر چڑھو اور جب سورج نکل آئے تو سات مرتبہ اپنے گناہ کا اعتراف کرو اور سات مرتبہ اللہ تعالیٰ سے توبہ اور مغفرت کی التجا کرو۔ چنانچہ حضرت جبرئیلؑ نے جو کہا حضرت آدمؑ وہ کرتے گئے۔ دونوں جگہ اعتراف گناہ اس لئے رکھا کہ یہ ان کی اولاد میں سنت قرار پائے۔ پس جو شخص عرفات میں۔ نہ پہنچ سکا جمع (مشعر) میں پہنچ گیا تو گویا اس نے پورا حج کر لیا۔ اب حضرت آدمؑ مقام جمع سے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے اور دن چڑھے منیٰ

میں پہنچے تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ اب مسجد خیف میں دو رکعت نماز ادا کریں اس کے بعد کہا اب آپ اللہ کی بارگاہ میں قربانی دیں تاکہ اللہ تعالیٰ اس قربانی کو قبول کرے اور یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کی توبہ قبول ہو گئی اور یہ قربانی آپ کی اولاد میں سنت بن جائے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ نے قربانی کے لئے جانور پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی قبول کر لی۔ آسمان سے ایک آگ آئی اس نے حضرت آدم کی قربانی کو لے لیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان کیا کہ آپ کو مناسک بتائے جس سے آپ کی توبہ قبول ہو گئی۔ لہٰذا اب اپنے سر کے بال منڈوائیں، اظہار فروتنی کے لئے کہ اس نے آپ کی قربانی قبول کر لی۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنا سر منڈوایا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اظہار فروتنی کے لئے۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور خانہ کعبہ کی طرف چلے پس درمیان میں جمرہ عقبہ کے پاس ابلیس سامنے آیا اور بولا اے آدم کہاں کا ارادہ ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا اے آدم اس کو سات کنکریاں مارو اور ہر کنکر پر ایک تکبیر کہو۔ حضرت آدمؑ نے ایسا ہی کیا اور ابلیس چلا گیا۔ پھر دوسرے دن حضرت جبرئیلؑ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور جمرہ اولیٰ کی طرف چلے وہاں ابلیس پھر سامنے آیا تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا اس کو سات کنکریاں مارو اور ہر کنکری کے ساتھ ایک تکبیر کہو۔ حضرت آدمؑ نے ایسا ہی کیا اور ابلیس چلا گیا پھر جمرہ ثانیہ کے پاس ابلیس سامنے آیا اور کہا اے آدم کہاں کا قصد ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا اس کو پھر سات کنکریاں مارو اور ہر کنکری پر ایک تکبیر کہو۔ حضرت آدمؑ نے ایسا ہی کیا اور ابلیس چلا گیا اب جمرہ ثالثہ پر پھر ظاہر ہوا اور بولا اے آدم کہاں کا ارادہ ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا اے آدمؑ اس کو سات کنکریاں مارو اور ہر کنکری کے ساتھ ایک بار تکبیر کہو۔ حضرت آدمؑ نے ایسا ہی کیا اور ابلیس چلا گیا۔ پھر حضرت آدمؑ نے ابلیس کے ساتھ تیسرے اور چوتھے دن بھی ایسا ہی کیا اور ابلیس چلا گیا تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا آپ اپنے اس مقام پر تا ابد اس کو نہ دیکھیں گے۔ اس کے بعد خانہ کعبہ کی طرف چلے جبرئیلؑ نے کہا اب آپ سات مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کریں۔ اور حضرت آدمؑ نے ایسا ہی کیا تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کی خطا معاف کر دی آپ کی توبہ قبول کی اور اب آپ کی زوجہ آپ پر حلال ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن حبشی بن قونی رحمہ اللہ نے اپنے اس خط میں جو انہوں نے میرے پاس بھیجا تھا انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمید بن زیاد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن سلمہ نے روایت کرتے ہوئے یحییٰ بن ابی العلاء رازی سے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا میں آپ پر قربان مجھے قول خدا ن والقلم وما یسطرون (ن قلم اور اس چیز کی جو لکھتے ہیں اس کی قسم) سورۃ القلم۔ آیت نمبرا کی تفسیر بتائیں یہ اللہ تعالیٰ نے جو ابلیس سے کہا فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم (وقت مقررہ کے دن تک کی تجھے مہلت دی گئی) سورۃ الحجر آیت نمبر ۳۸/۳۷ اس کے متعلق بھی ارشاد فرمائیں۔ اور اس بیت اللہ (خانہ کعبہ) کے متعلق بتائیں کہ جہاں تک مخلوق پر کیسے فرض ہو گیا۔ یہ سن کر آپ جناب اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم سے پہلے یہ مسائل مجھ سے کسی نے نہیں پوچھے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں تو ملائکہ میں شور و غل برپا ہو گیا اور وہ کہنے لگے پروردگار اگر زمین پر خلیفہ بنانا ضروری ہے تو ہم میں سے کسی کو خلیفہ بنا دے جو تیری مخلوق میں تیرے حکم پر عمل کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ استدعا رد کر دی۔ اور کہا میں وہ سب جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اب ملائکہ نے خیال کیا کہ ہماری یہ استدعا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن گئی تو انہوں نے عرش میں پناہ لی اور اس کے گرد طواف کرنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ایک گھر جو سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اس کی چھت یاقوت سرخ کی اور اس کے ستون زبرجد کے ہے اس میں ستر ہزار ملک ہر روز وقت معلوم کے دن تک داخل ہوتے رہیں گے اور وقت معلوم کا دن وہ دن ہے جس میں ایک مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور پہلی مرتبہ صور پھونکنے اور دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے درمیان ابلیس مر جائے گا۔

اب نون (جس کے متعلق سوال کیا ہے) تو وہ جنت کی ایک نہر تھی جو برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا کہ روشنائی بن جا وہ روشنائی بن گئی پھر اللہ تعالیٰ نے ایک درخت لیا اور اس کو اپنے ہاتھ سے نصب کیا اور ہاتھ سے مراد قوت ہے وہ

نہیں ہے جو مشبہ ورقہ مراد لیتا ہے اور اس سے کہا تو قلم بن جا وہ قلم بن گیا تو اس کو حکم دیا کہ لکھ اس نے عرض کیا پروردگار کیا لکھوں حکم ہوا وہ سب کچھ لکھ جو قیامت تک ہونے والا ہے اور اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر اس کی زبان پر مہر لگادی اور کہا اب وقت معلوم کے دن تک بالکل نہ بولنا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حدید سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادق علیہم السلام میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے خلق کرنے کا ارادہ کیا تو ملائکہ سے کہا کہ میں زمین پر ایک خلیفہ و نائب بنانا چاہتا ہوں تو ملائکہ میں سے صرف دو (۲) ملائکہ نے کہا کہ کیا تو اس کو خلیفہ بنائے گا جو زمین پر فساد پھیلائے اور خونریزی کرے گا تو ان دونوں ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک پردہ کھنچ گیا۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نور ملائکہ پر ظاہر تھا اب جب کہ پردہ کھنچ گیا تو ان دونوں کو معلوم ہو گیا کہ ہم لوگوں کی اس بات سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا۔ پھر ان دونوں نے دوسرے ملائکہ سے مشورہ کیا کہ اب کیا کریں اور ہماری توبہ کیسے قبول ہوگی ؟ ان لوگوں نے کہا کہ تم دونوں کے لئے تو ہم اور کچھ نہیں جانتے صرف یہ جانتے ہیں کہ تم دونوں عرش سے پناہ چاہو۔ چنانچہ ان دونوں نے عرش سے پناہ چاہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کی قبولیت کا فرمان جاری ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اور ان دونوں کے درمیان جو پردہ کھنچا ہوا تھا وہ اٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اسی طرح اس کی عبادت کی جائے اس لئے زمین پر ایک بیت خلق کیا اور بندوں پر اس بیت کے گرد طواف واجب قرار دیا اور آسمان پر بیت المعمور خلق کیا جس میں ہر روز ستر ہزار ملک داخل ہوتے رہتے ہیں اور واپس نہیں ہوتے اور تاقیامت یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

(۴) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی اور حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مودب رازی اور علی بن عبداللہ وراق رضی اللہ عنہم نے ان سب نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے فضل بن یونس سے ان کا بیان ہے کہ ابن ابی العوجاء حسن بصری کے شاگردوں میں سے تھا مگر وہ توحید سے منحرف و منکر ہو گیا تو اس سے کہا گیا کہ تم نے اپنے استاد کے مذہب کو چھوڑ کر یہ مذہب اختیار کر لیا جس کی کوئی اصل ہے اور نہ حقیقیت تو اس نے جواب دیا کہ میرے استاد تو خود خلط ملط میں پڑے ہوئے ہیں کبھی وہ قدریہ جیسی باتیں کرتے ہیں اور کبھی جبریہ کے جیسی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ ایک مذہب پر کبھی قائم رہے ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ ایک مرتبہ وہ تمرد و سرکشی حاجیوں کو تنگ کرنے کے لئے مکہ آیا اور علماء اسلام نہیں پسند کرتے تھے کہ وہ ان سے اگر کوئی مسئلہ پوچھے یا ان کے ساتھ آکر ان کی مجلس میں بیٹھے کیونکہ وہ بڑا بدزبان تھا ایک مرتبہ وہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اپنے اصحاب کے حلقے میں بیٹھا اور بولا کہ اے ابو عبداللہ یہ مجلسیں امانتیں ہیں اور ضروری ہے اس میں اگر کسی کو کھانسی آئے تو وہ کھانس لے لہذا کیا اجازت ہے کہ میں کچھ کہوں ؟ آپ نے فرمایا جو چاہو کہو۔ اس نے کہا آپ لوگ کب تک اس کھلیان کی دونری (چکر لگانا) کرتے رہیں گے، اس پتھر کی پناہ لیتے رہیں گے اور یہ گھر جو اینٹ اور گارے سے تیار کیا گیا ہے اس کی عبادت کرتے رہیں گے اور اونٹ کی دوڑ کی طرح ہرولہ کرتے رہیں گے اگر وہ ادنیٰ بھی ان چیزوں پر غور کریں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان (مناسک) کی بنیاد ایسے نے رکھی ہے جو صاحب حکمت نہ تھا نہ صاحب نظر تھا اب آپ کہیں گے اس لئے کہ آپ ہی لوگ اس کی اصل ہیں، ان میں نمایاں ہیں آپ ہی کے جد نے اس کی تاسیس کی ہے اور یہ نظام دیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا سنو۔ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو گمراہی میں چھوڑ دیا اور جس کے قلب کو اندھا کر دیا وہ حق کو بھی معرصت سمجھتا ہے اور اس کی مٹھاس سے لذت اندوز نہیں ہو گا اور شیطان اس کا دلی بن کر اسے ایسے ہلاکت کے گڑھے میں گرا دیتا ہے کہ پھر وہ اس سے نکل ہی نہیں پاتا اور رہا یہ بیت تو اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس بیت کے ذریعہ اس کی مخلوق اس کی عبادت کرے اور اس گھر پر حاضری دینے سے اس کی اطاعت کی آزمائش ہو جائے اس لئے اس بیت کی تعظیم اور اس کی زیارت کا حکم دیا اس کو انبیاء کے مقام اور نماز گزاروں کے لئے قبلہ قرار دیا پس یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کا شعبہ ہے اور مغفرت کے حصول کا ایک طریقہ ہے۔ یہ از حد کمال پر رکھا گیا ہے اور عظمت و

جلال کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین کا فرش بچھانے سے دو ہزار سال پہلے خلق فرمایا وہ زیادہ حق رکھتا ہے اس بات کا کہ جس کام کا اس نے حکم دیا اس کی تعمیل کی جائے اور جس کام سے اس نے منع کیا ہے اس سے باز رہا جائے۔ اللہ ہی نے تمام ارواح اور صورتوں کو خلق فرمایا ہے۔

یہ سن کر ابو العوجاء نے کہا اے ابو عبد اللہ آپ نے جس کا ذکر کیا وہ تو غائب ہے آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر وہ ذات غائب کیسے ہے جب کہ اس کی مخلوقات میں اس کی گواہی دینے والے موجود ہیں۔ اور وہ خود ان لوگوں کی شہ رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ ان کے کلام کو سنتا اور ان اشخاص کو دیکھتا ہے اور ان کے دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ مخلوق وہ ہے کہ جب وہ ایک جگہ سے منتقل ہو کر جاتا ہے تو پہلی جگہ اس سے خالی ہو جاتی اور اس جگہ آنے کے بعد اسے نہیں معلوم کہ جس جگہ کو وہ چھوڑ کر آیا ہے اس میں کیا ہو رہا ہے لیکن اللہ عظیم شان والا ہے حاکم اور مالک ہے کوئی جگہ اس سے خالی نہیں، کسی ایک جگہ وہ محصور نہیں، ایسا نہیں کہ ایک جگہ اس سے قریب ہو اور دوسری جگہ اس سے دور ہو اور جس کو اس نے محکم نشانیوں اور واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اپنی نصرت سے اس کی تائید کی اپنے پیغام کی تبلیغ کے لئے اس کو منتخب کیا ہم اس کے قول کی تصدیق کرتے ہیں کہ واقعاً ان کے رب نے ان کو مبعوث کیا اور ان سے کلام کیا ہے۔ یہ سن کر ابو العوجاء اٹھا اور اپنے اصحاب سے بولا مجھے اس سمندر میں کس نے ڈال دیا۔ میں نے تو تم لوگوں سے کہا تھا کسی ایسے کے پاس لے چلو جس کی گفتگو میں لطف آئے مگر تم لوگوں نے مجھے آگ کے انگارے پر ڈال دیا۔ اصحاب نے کہا ان کی مجلس میں تو تم بالکل حقیر دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے کہا نہیں معلوم ہے یہ کس کی اولاد ہیں سو یہ سارا مجمع جس کو تم دیکھ رہے ہو ان کے سرداروں کی اولاد ہیں۔

(۵) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے انہوں نے محمد بن سنان سے کہ حضرت ابو الحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو خطوط تحریر فرمائے اس کے ساتھ حج کے حکم کا سبب بھی تحریر کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانا اور توفیقات میں زیادتی طلب کرنا اور جو گناہ اب تک سرزد ہوئے ہیں اس سے نکلنے کی کوشش ہے تاکہ وہاں پہنچ کر گذشتہ گناہوں سے تائب ہو اور آئندہ از سر نو زندگی شروع کرتا ہے اس کے علاوہ حج کے لئے مال خرچ کرنا۔ جسمانی اذیت برداشت کرنا، خواہشات و لذات سے پرہیز کرنا، عبادت کر کے اللہ سے تقرب حاصل کرنا، خضوع و خشوع اور اپنی عاجزی و شکستگی و ذلت کا اظہار کرنا ہے۔ پھر گرمی ہو یا سردی امن کا زمانہ ہو یا خوف کا اس کے لئے سفر کرنا ہے۔ علاوہ بریں تمام مخلوقات کا اس میں نفع ہے۔ اسی سے اللہ سے محبت اور خوف کا پتہ چلتا ہے۔ اس سے قساوت قلبی، خست نفس اور یاد خدا سے غفلت دور ہوتی ہے آرزوؤں اور امیدوں سے انقطاع ہوتا ہے۔ تجدید حقوق ہوتا اور نفس انسانی فساد و فتنہ سے دور رہتا ہے اس میں وہ لوگ جو مشرق و مغرب میں ہیں، خشکی میں بسنے والے ہیں یا تری کے حج کر رہے ہوں یا حج نہیں کر رہے ہوں، تاجر ہوں یا ملازمت پیشہ، فروخت کنندہ ہوں یا خریدار، ہنرمند ہوں یا مسکین (بے ہنر) سب کے لئے منفعت بخش ہے اس سے اطراف کے بسنے والوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ اور ان سب لوگوں کو ایک جگہ جمع ہونے کا موقع فراہم ہوتا ہے اس طرح اور منافع ہیں جسے لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

اور عمر بھر صرف ایک مرتبہ حج کیوں فرض ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام فرائض کو نچلے طبقہ کی قوت کو مدنظر رکھتے ہوئے عائد کیا ہے ان ہی میں سے ایک فریضہ حج بھی ہے جو زندگی میں ایک مرتبہ واجب ہے اس کے بعد جو صاحب قوت و استطاعت ہیں ان کی اطاعت کی طرف رغبت پر منحصر ہے۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں اس طرح آیا ہے مگر جس روایت پر اعتماد ہے اور اس پر فتویٰ ہے وہ یہ ہے کہ اہل جدہ پر ہر سال حج فرض ہے۔

بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن

...یرہ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابی جریر قمی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اہل جدہ پر حج ہر سال فرض ہے۔

اور بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے سندی بن ربیع سے انہوں نے محمد بن قاسم سے انہوں نے اسد بن یحییٰ سے انہوں نے ہمارے اصحاب میں سے ایک بزرگ سے انہوں نے کہا کہ حج ہر سال واجب ہے اس شخص پر جو استطاعت سفر رکھتا ہو۔

اور بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے عبداللہ بن حسین میثمی سے یہ اس روایت کو اوپر لے گئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تک آپ نے فرمایا کہ کتاب خدا میں جو حکم نازل ہوا ہے وہ یہ ہے **وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا** "اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی) کے لئے اس گھر کا حج واجب ہے جس کو بھی اس (بیت اللہ) تک (پہنچنے کی) راہ میسر ہو جائے) سورۂ آل عمران - آیت نمبر ۹۷

(۶) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رحمہ اللہ اور محمد بن احمد سنانی اور حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مودب نے ان سب نے بیان کیا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن عباس نے روایت کرتے ہوئے عمر بن عبدالعزیز سے انہوں نے ایک شخص سے اس نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہشام بن حکم نے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا اور عرض کیا کہ کیا سبب ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر خانہ کعبہ کا حج (طواف فرض کیا؟" آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو مخلوقات کو پیدا کیا تو وہ کسی سبب یا ضرورت سے نہیں پیدا کیا بلکہ اس نے خلق کرنا چاہا اور خلق کر دیا مگر انہیں ایک وقت معینہ کے لئے پیدا کیا اور انہیں چند باتوں کے کرنے کا حکم دیا اور چند باتوں کے کرنے سے منع کیا اب ان میں سے کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جن میں دینی اطاعت بھی ہے اور دنیاوی مصلحت بھی۔ چنانچہ اس حج میں یہ مصلحت ہے کہ لوگ مشرق و مغرب سے ایک جگہ جمع ہوں آپس میں ایک دوسرے کا تعارف ہو اور ہر قوم ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا کر اپنی تجارتوں سے نفع حاصل کریں، سواریوں کو کرایہ پر چلانے والے شتربانوں کو فائدہ پہنچے۔ رسول مقبولؐ کے آثار کو دیکھیں ان کے حالات معلوم کریں اس کو یاد کریں بھول نہ جائیں اور اگر ہر قوم اپنے اپنے ملک یا شہر میں بیٹھی رہتی اور وہاں کی پیداوار پر ہی اکتفا کرتی تو وہ ملک برباد ہو جاتا، دولت منفعت اور حصول نفع کچھ نہ رہ جاتا، تاریخ اندھی رہ جاتی، اس سے لوگ واقف ہی نہ ہوتے۔ تو حج کے فرض ہونے کا سبب یہ بھی ہے۔

(۷) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو خطوط تحریر فرمائے ان میں سے ایک خط میں خانہ کعبہ کے طواف کا سبب بھی تحریر فرمایا اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے یہ عرض کر کے کہ کیا تو اس میں ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو اس میں فساد برپا کرے اور خونریزی کرے اللہ تعالیٰ کی بات رد کر دی مگر پھر خیال کیا یہ ہم سے گناہ سرزد ہوا اور اس پر وہ پشیمان ہوئے تو عرش میں پناہ لی اور وہاں استغفار کرتے رہے اسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس کی اسی طرح عبادت کی جائے، تو اس نے فلک چہارم پر ایک گھر بالکل عرش کے مد مقابل بنایا جس کا نام صراح رکھا پھر آسمان دنیا پر صراح کے بالکل بالمقابل ایک گھر بنایا جس کا نام بیت المعمور رکھا پھر اس خانہ کعبہ کو بیت المعمور کے بالکل محاذات پر بنایا اور حضرت آدم کو حکم دیا اور انہوں نے اس کا طواف کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ

آکر ایک ہفتہ طواف کرو، پھر منیٰ میں جاؤ، عرفات پہنچو اور تمام مناسک بجالاؤ۔ چنانچہ حضرت آدمؑ ہند سے چلے اور درمیان میں جہاں جہاں
کے پاؤں پڑے وہ آباد ہوا اور دونوں قدموں کے درمیان کا حصہ غیر آباد اور صحرا ہے اس میں کوئی چیز نہیں ہے اور بیت اللہ پہنچ
طواف کیا۔ پھر حکم خدا کے مطابق تمام مناسک حج بجالائے اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی انہیں معاف کردیا تو چونکہ
سات ہزار سال کیا تھا اسی کے مطابق آدم کا طواف ایک ہفتہ قرار پایا۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا اے آدم مبارک ہو
پہلے میں نے اس گھر کا طواف تین ہزار سال تک کیا ہے۔ حضرت آدمؑ نے کہا پروردگار تو میری اور میرے بعد میری ذریت
تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہاں تمہاری ذریت میں سے ان ہی کی مغفرت کروں گا جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان رکھتے
کہ آپ نے حج فرمایا اور یہ کہ وہ چلا گیا تو میرے والد نے کہا یہ حضرت جبرئیلؑ تھے۔ تم لوگوں کے پاس تمہارا دین

باب (۱۴۴) وہ سبب جس کی بناء پر حج کی طرح لوگوں پر عمرہ بھی واجب ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن
سے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے ابن ابی عمیر
فضالہ بن ایوب سے ان لوگوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے
مثل حج کے عمرہ بھی واجب ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔ اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واتموا الحج والعمرۃ للہ
اللہ کے لئے حج اور عمرہ بجالاؤ) سورۂ بقرہ۔ آیت نمبر ۱۹۶ عمرہ کا حکم مدینے میں نازل ہوا اور افضل ترین عمرہ رجب کا عمرہ ہے

باب (۱۴۵) وہ سبب جس کی بناء پر حالت احرام میں مسواک کرنا جائز ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب
عمیر سے انہوں نے معاویہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے
سے پوچھا کہ کیا محرم (حالت احرام میں) مسواک کرسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا خواہ مسواک کرنے
فرمایا ہاں یہ سنت نبوی ہے۔

باب (۱۴۶) وہ سبب جس کی بناء پر محرم (جو احرام باندھے ہوئے ہے) کے لئے وہ چادر
پہننا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ
عبداللہ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے عبیداللہ بن علی حلبی سے انہوں نے حضرت
اسلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے جد کی کتاب میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ شخص محرم (جس حالت احرام
نہیں پہننے کا جس میں گھنڈی لگی ہوئی ہو تو یہ بات میں نے اپنے پدر بزرگوار سے بیان کی آپ نے فرمایا کراہت اس سے
گھنڈی نہ لگائے مگر جو مسئلہ فقہ سے واقف ہے اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے

باب ۱۳۷) وہ سبب جس کی بناء پر خانہ کعبہ کو ہدیہ پیش کرنا مستحب نہیں ہے اور اگر کوئی شخص یہ کرے تو کیا کیا جائے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس دو وادیاں ہوں اور ان میں سے سونا اور چاندی بہہ رہے ہوں تو میں ان میں سے ذرہ برابر بھی خانہ کعبہ کو ہدیہ نہ چڑھاؤں۔ اس لئے کہ وہ دربانوں کا ہو جاتا ہے فقراء و مساکین کو نہیں ملتا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے بنان بن محمد سے انہوں نے موسیٰ بن قاسم سے انہوں نے علی بن جعفر سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک کنیز خانہ کعبہ کو ہدیہ کی اب اس کو کیا کیا جائے تو آپ نے فرمایا اس کنیز کو فروخت کر دو۔ اس کے بعد کسی سے کہو وہ حجر اسود کے پاس کھڑے ہو کر اعلان کرے کہ اگر کسی کا خرچ گھٹ گیا ہے یا وہ راستہ میں لٹ گیا ہے یا اس کی خوراک کم ہو گئی ہو وہ اس شخص کے پاس آ جائے اور اس شخص سے کہدو کہ جو پہلے آئے اس کو پہلے دو پھر جو دوسرا آئے اس کو دوسرے نمبر پر اور اسی طرح نمبر وار دیتے رہو یہاں تک کہ اس کنیز کی قیمت ختم ہو جائے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے کہا کہ خبر دی مجھ کو یاسین نے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو جعفر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو بیان فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ مصر سے ایک گروہ آیا ان میں سے ایک شخص راستہ میں مر گیا مرتے وقت اس نے وصیت کی کہ ایک ہزار درہم خانہ کعبہ کے لئے ہے جب وہ لوگ مکہ پہنچے تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ رقم کو کس کے حوالہ کیا جائے۔ لوگوں نے کہا بنی شیبہ کو دیدو۔ وہ بنی شیبہ کے پاس گئے اور انہیں بتایا بنی شیبہ نے کہا ہاں ہمارے حوالہ کرو اب تمہاری ذمہ داری ختم۔ یہ سن کر وہ شخص جس کے پاس یہ امانت تھی اور لوگوں سے پوچھا تو لوگوں نے مشورہ دیا کہ حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے معلوم کر لو۔ آپ نے فرمایا کہ پھر وہ شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے پوچھا میں نے کہا کہ خانہ کعبہ کو تمہاری اس رقم کی ضرورت نہیں تم یہ دیکھو کہ جو لوگ خانہ کعبہ کی زیارت کو آتے ہیں ان میں اگر کوئی راستہ میں لٹ گیا ہے یا کسی کا نفقہ ختم ہو گیا ہے یا کسی کی سواری گم ہو گئی ہے یا وہ اپنے گھر واپس جانے سے معذور ہے تو ان لوگوں کو دیدو اور ان سے کہدو۔ آپ نے فرمایا پھر وہ شخص بنی شیبہ کے پاس گیا اور کہا کہ حضرت ابو جعفر تو یہ کہتے ہیں ان لوگوں نے کہا کہ وہ تو گمراہ اور بدعتی ہیں ان سے کوئی فتویٰ نہیں لینا وہ صاحب علم نہیں ہیں اور ہم لوگ تمہیں اس خانہ کعبہ کا واسطہ دیتے ہیں اور فلاں فلاں کا واسطہ دیتے ہیں کہ تو جو کچھ ان لوگوں نے کہا ہے وہاں سے جا کر ضرور کہہ دینا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ پھر میں حضرت ابو جعفر کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میں بنی شیبہ کے پاس گیا اور انہیں آپ کا یہ فتویٰ سنایا تو ان لوگوں نے آپ کے متعلق ایسا ایسا کہا اور کہا کہ آپ کوئی صاحب علم نہیں ہیں اور مجھے قسم دی ہے کہ میں آپ کے پاس جا کر یہ سب کچھ کہہ دوں۔ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا ان لوگوں نے جو قسم دے کر درخواست کی تھی وہی درخواست کرتا ہوں تم جا کر ان لوگوں کو میرا یہ پیغام سنا دو کہ میرا علم تو یہ ہے کہ اگر مجھے امور مسلمین پر ذرا بھی اختیار ہوتا تو ان لوگوں کے ہاتھ کاٹ کر خانہ کعبہ سے لٹکا دیتا اور کسی منادی کو حکم دیتا کہ وہ اعلان کرے کہ لوگو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ لوگ اللہ کے چور ہیں انہیں پہچان لو۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن متیل نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے جعفر بن بشیر سے انہوں نے ابان سے انہوں نے ابن حر سے اور انہوں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام

سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے ایک کنیز خانہ کعبہ کو ہدیہ کیا اور اس کو پانچ سو دینار عطا کئے اس کا کیا کروں آپ کی کیا رائے ہے ؟ آپ نے فرمایا اس کنیز کو فروخت کر کے اس کی قیمت لو اور حجر اسود کے پاس کھڑے ہو کر اعلان کرو تاکہ حاجیوں میں سے جو راستے میں لٹے ہیں جو محتاج و صرور تمند ہیں ان پر یہ رقم تقسیم کی جائے۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے علی بن حسین میثمی سے انہوں نے اپنے دونوں بھائیوں محمد و احمد سے انہوں نے علی بن یعقوب ہاشمی سے انہوں نے مروان بن مسلم سے انہوں نے سعید بن عمر جعفی سے انہوں نے اہل مصر کے ایک شخص سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میرے بھائی کی ایک کنیز تھی بہترین گانے والی اور بہت چست و چالاک و خوبصورت۔ اس نے مرتے وقت مجھ سے یہ وصیت کی کہ یہ کنیز خانہ کعبہ کو ہدیہ کردینا۔ چنانچہ میں اسے لے کر مکہ آیا اور لوگوں سے پوچھا یہ کس کے حوالے کروں کچھ لوگوں نے کہا اسے بنی شیبہ کے حوالے کرو اور کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔ میں تذبذب میں پڑ گیا تو اہل مسجد میں سے ایک شخص نے کہا اگر تم کہو تو میں ایسے شخص کو بتادوں جو اس معاملہ میں تمہاری صحیح رہنمائی کرے ؟ میں نے کہا جی ہاں۔ اس نے مسجد میں بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا اور کہا یہ حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام ہیں ان سے دریافت کرلو۔ میں ان کی خدمت میں آیا سارا قصہ بیان کیا اور ان سے رائے پوچھی تو آپ نے فرمایا خانہ کعبہ نہ تو کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے لہٰذا اس کے لئے جو ہدیہ کیا جائے وہ خانہ کعبہ کے زائرین کے لئے ہے لہٰذا تم اس کنیز کو فروخت کرو اور حجر اسود کے پاس کھڑے ہو کر اعلان کرو کہ کیا زائرین خانہ کعبہ میں سے کوئی ایسا ہے جو راہ میں لٹ گیا ہے یا اس میں کوئی حاجت مند ہے ؟ پھر جب ایسے لوگ آئیں تو ان سے صحیح حال دریافت کرو اور اس کنیز کی قیمت ان میں تقسیم کردو۔ اس شخص کا بیان ہے کہ میں نے ان سے عرض کیا مگر لوگوں کی رائے تو یہ ہے کہ میں اسے بنی شیبہ کے حوالے کردوں ؟ آپ نے فرمایا کہ جب ہمارا قائم قیام کرے گا تو ان (بنی شیبہ) کے ہاتھ کاٹے گا انہیں گلی کوچوں میں پھرائے گا اور کہے گا کہ دیکھو یہ سب اللہ کے چور ہیں۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ ہمارے بعض اصحاب سے ان کا بیان ہے کہ ایک عورت نے مجھے کچھ کاتے ہوئے سوت دیئے اور کہا کہ اسے مکہ پہنچادو تاکہ خانہ کعبہ کی پوشاک سل جائے میں چونکہ خانہ کعبہ کے حاجیوں کو خوب جانتا تھا اس لئے میں نے یہ سوت ان کے حوالے کرنا پسند نہ کیا اور مدینہ آیا تو حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ایک عورت نے مجھے کچھ دھاگے دیئے ہیں اور کہا ہے کہ اسے مکہ پہنچادو تاکہ اس سے خانہ کعبہ کی پوشاک سل جائے۔ مگر میں نے پسند نہ کیا کہ اسے خانہ کعبہ کے حاجیوں کے حوالے کروں ؟ آپ نے فرمایا کہ تم اس دھاگے سے شہد اور زعفران خریدو اور تھوڑی قبر حسین بن علی علیہما السلام کی خاک لو اور آسمان سے برسا ہوا پانی لو اور اس میں یہ زعفران اور شہد اور خاک ملالو اور اسے شیعوں پر تقسیم کرو تاکہ وہ اس سے اپنے بیماروں کا علاج کریں اور شفا حاصل کریں۔

باب (۱۴۸) وہ سبب جس کی بناء پر حج کو حج کہا جاتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے اس شخص سے جس نے ان سے یہ حدیث بیان کی اور اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی اس کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ حج کو حج کیوں کہتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا سنو کہا جاتا ہے کہ فلاں نے حج کرلیا یعنی فلاں کامیاب ہوا اور فلاح پاگیا۔

باب (۱۴۹) وہ سبب جس کی بناء پر اگر کوئی حج کو جائے تو عمرہ تمتع کرنا واجب ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے کہ مجھ سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے عبیداللہ بن علی حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حج عمرہ سے متصل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدیٰ** (پھر جب تم کو امن حاصل ہو جائے پس جو شخص عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھانا چاہے تو قربانی سے جو بھی میسر آجائے کردے) سورۃ بقرہ۔آیت نمبر ۱۹۶ لہٰذا کسی کو عمرہ تمتع کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں اس لئے کہ اللہ نے اس کا حکم اپنی کتاب میں نازل فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنی سنت قرار دیا ہے۔

باب (۱۵۰) وہ سبب جس کی بناء پر عمرہ کو عمرہ کہتے ہیں

اس کتاب میں یہ باب سادہ ہے۔

باب (۱۵۱) خانہ کعبہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزند احمد اور عبداللہ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے عبیداللہ بن علی حلبی سے اس کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر عورتیں خانہ کعبہ آئیں تو وہ غسل کرکے آئیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود** (میرے گھر کو طواف اور اعتکاف و رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک وصاف کرو) سورۃ بقرہ۔آیت نمبر ۱۲۵ بندوں کو چاہیئے کہ بغیر اپنے کو پاک کئے ہوئے داخل نہ ہوں اور اپنے پسینے وغیرہ کو دھولیں اور پاک ہولیں۔

باب (۱۵۲) طواف کعبہ میں تیز چلنے کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے ابن فضال سے انہوں نے ثعلبہ سے انہوں نے زرارہ یا محمد بن مسلم سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے طواف خانہ کعبہ کے متعلق دریافت کیا کہ اس میں کوئی تیز چلے؟ آپ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ تشریف لائے اور جیسا کہ تمہیں علم ہے کہ آنحضرتؐ کے اور مشرکین کے درمیان تحریری معاہدہ تھا۔ تو آپؐ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنی مضبوطی دکھاؤ (چست وچاق ہو جاؤ) اور اپنے بازوؤں کو باہر نکال لو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے دونوں بازو نکال لئے اس کے بعد تیز قدمی کے ساتھ طواف کرنے لگے تاکہ مشرکین دیکھ لیں کہ ہم لوگ لاغر و کمزور نہیں ہوئے ہیں یہ دکھانے کے لئے لوگوں نے تیز قدمی کے ساتھ طواف کیا اور میں تو طواف میں درمیانی چال سے چلتا ہوں اور حضرت علی بن الحسین علیہ السلام بھی طواف میں درمیانی چال سے چلتے تھے۔

(۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ ثعلبہ سے روایت ہے اور انہوں نے روایت کی یعقوب احمر سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق

علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ غزوہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ سے تین سال (قصد مکہ نہ کرنے) کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس کے بعد آپ مکہ میں داخل ہوئے اور ارکان حج بجالائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ ادھر سے گزرے تو دیکھا کہ آپ کے چند اصحاب صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا دیکھو وہ تمہاری قوم پہاڑ کی بلندی سے تمہیں دیکھ رہی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں بیٹھا دیکھکر یہ سمجھے کہ تم لوگ کمزور ہوگئے ہو یہ سن کر آپ کے اصحاب اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی ازار مضبوطی سے کس لی ہاتھوں سے کرتھامی اور تیز تیز طواف کرنے لگے۔

باب (۱۵۳) وہ سبب جس کی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج میں عمرہ سے تمتع نہیں کیا مگر لوگوں کو تمتع کا حکم دیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن عمیر سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے موسم میں ۲۶ ذی القعدہ کو حجۃ الوداع کے ارادہ سے نکلے اور حج کے لئے تلبیہ (لبیک اللھم لبیک) شروع کر دیا۔ آپ اپنے ساتھ ایک سو جانور قربانی کے لئے لائے تھے اور تمام لوگوں نے حج کے لئے احرام باندھا تھا اس کا ارادہ عمرہ کا نہیں تھا نہ وہ جانتے تھے کہ متعۃ الحج کیا ہے یہاں تک کہ آنحضرت مکہ پہنچ کر خانہ کعبہ کا طواف بجالائے لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ طواف کیا پھر آپ نے مقام ابراہیمؑ پر دو رکعت نماز ادا کی اور حجر اسود کو بوسہ دیا پھر چاہ زمزم پر تشریف لائے وہاں آپ نے زم زم نوش فرمایا اور ارشاد کیا کہ اگر میں یہ نہ جانتا کہ یہ بات میری امت کے لئے تکلیف دہ ہوگی تو میں اس میں سے ایک ڈول یا دو ڈول پانی پیتا۔ پھر فرمایا اچھا اس سے شروع کرو جس سے اللہ نے شروع کیا اور آپ نے صفا و مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کی جب آپ نے مروہ پر پہنچ کر سعی تمام کی تو کھڑے ہوئے اور اپنے اصحاب کو خطاب کیا اور کہا کہ تم لوگ احرام کھول دو محل (لباس احرام اتار دو اور اس کی پابندیاں ختم کردو) ہو جاؤ اور اس کو عمرہ قرار دیدو اور یہ وہ شے ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور جو چیزیں میں نے بعد میں طے کی ہیں اگر میں نے پہلے طے کر لی ہوتی تو جو حکم میں تم لوگوں کو دے رہا ہوں اس پر میں بھی عمل کرتا مگر میرے لئے محل ہونا ممکن نہیں اس لئے کہ قربانی کے جانور ساتھ لایا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولا تحلقوا رءوسکم حتی یبلغ الھدی محلہ** (تم لوگ اپنے سر نہ منڈواؤ جب تک قربانی کے جانور مذبح خانہ تک نہ پہنچ جائیں) سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۱۹۶۔ یہ سن کر سراقہ بن مالک بن جشعم کنانی کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ہم لوگوں کو ہمارے دین کی تعلیم دے دی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہم لوگ آج ہی پیدا ہوئے ہیں اچھا یہ بتائیں کہ یہ حکم جو آپ نے دیا ہے یہ صرف اسی سال کے لئے ہے یا ہر سال کے لئے آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور بولا یا رسول اللہ ہم لوگ حج بیت اللہ کے لئے نکلے ہیں پھر بھی (آپ چاہتے ہیں کہ) عورتوں سے مباشرت کریں اور پانی ہمارے سروں سے ٹپکتا رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو تا ابد ایمان نہیں لائے گا۔ اسی اثناء میں حضرت علی یمن سے حج کے لئے آگئے اور دیکھا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ نے اپنا احرام اتار دیا ہے اور محل ہو گئی ہیں اور خوشبو لگائے ہوئے ہیں تو فوراً رسول اللہؐ کے پاس حضرت فاطمہؑ سے حکم شرعی معلوم کرنے گئے اور آپؐ سے دریافت کر کے مطمئن ہوگئے۔ پھر آنحضرتؐ نے ان سے پوچھا کہ اے علی تم نے احرام باندھتے وقت کیا نیت کی تھی؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا میں نے یہ نیت کی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نیت سے احرام باندھا اسی نیت کے ساتھ میں بھی احرام باندھتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا پھر تم بھی میری طرح احرام کھولو اور اپنے قربانی کے جانوروں میں ان کو شریک کر لیا اور 37 عدد جانور ان کے قربانی کے لئے قرار دیئے اور ۶۳ عدد جانور رسول اللہؐ نے خود اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائے پھر ہر قربانی کے جانور کا تھوڑا تھوڑا گوشت لیا اس کو ایک دیگچہ میں رکھ کر حکم دیا کہ اس کو پکاؤ اس میں سے ان دونوں نے کھایا اور اس کا ذرا

ذرا شوربہ پی لیا اور فرمایا اسی طرح ہم نے ہر جانور سے کچھ نہ کچھ کھالیا۔ پس حج تمتع افضل ہے حج قران سے جو قربانی کے جانور اپنے ساتھ لے کر آتا ہے اور حج افراد سے۔ نیز آپ نے فرمایا جو شخص عمرہ تمتع کر لیتا ہے تو وہ فریضہ متعہ کو بھی پورا کر لیتا ہے۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ حج کے اندر عمرہ قیامت تک کے لئے داخل ہو گیا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر اور صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجۃ الوداع میں صفا و مروہ کے درمیان سعی سے فارغ ہوئے تو مروہ کے پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو خطبہ دیا پہلے حمد و ثنائے الٰہی بجالائے اس کے بعد فرمایا ایہا الناس یہ جبرئیل ہیں (یہ کہہ کر آپؐ نے اپنی پشت کی طرف اشارہ کیا) انہوں نے مجھے خدا کا حکم پہنچایا ہے کہ جو شخص قربانی کے جانور اپنے ساتھ نہ لایا ہو محل ہو جائے (لباس احرام اتارے اور اس کی پابندیاں ختم کر دے) اور اگر میں نے اس وقت جو طے کیا ہے اس سے پہلے طے کیا ہوتا تو جو حکم میں تم کو محل ہونے کا حکم دے رہا ہوں اسی پر میں بھی عمل کرتا مگر میں قربانی کے جانور اپنے ساتھ لایا ہوں اور جو قربانی کا جانور اپنے ساتھ لائے اس کے لئے محل ہونا جائز نہیں جب تک کہ قربانی کا جانور اپنے محل پر نہ پہنچ جائے یہ سن کر سراقہ بن مالک بن جشعم کنانی کھڑا ہوا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ہم لوگوں کو ہمارے دین کی تعلیم دی اور معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ہم لوگ آج ہی خلق ہوئے ہیں۔ اچھا یہ بتایئے کہ یہ حکم جو آپؐ دے رہے ہیں یہ صرف اسی سال کے لئے ہے یا ہر سال کے لئے ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ یہ ابد تک کے لئے ہے۔ پھر ایک شخص اور کھڑا ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہؐ ہم لوگ حج کرنے نکلے ہیں (اس میں بھی آپؐ چاہتے ہیں کہ ہم لوگ عورتوں سے مباشرت کریں اور غسل کریں تو ہمارے سروں سے پانی ٹپکتا ہے؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو تو کبھی ایمان ہی نہ لائے گا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے قاسم بن محمد اصفہانی سے انہوں نے سلیمان بن داؤد منقری سے انہوں نے فضیل بن عیاض سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حج کے مسئلہ میں مسلمانوں کے اندر اتنا اختلاف کیوں ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف حج کے لئے احرام باندھا تھا کچھ کہتے ہیں کہ مکہ کی طرف نکلے مگر کوئی خاص ارادہ نہ تھا بلکہ حکم خدا کے منتظر تھے کہ جو حکم ملے گا وہ کریں گے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم تھا کہ یہ وہ حج ہے جس کے بعد تا ابد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی حج نہ کر سکیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس ایک سفر میں سب کچھ جمع کر دیا تھا تاکہ وہ آپ کی امت کے لئے سنت بن جائے چنانچہ جب آپؐ نے خانہ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرلی تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا اس کو عمرہ قرار دے لیں سوائے ان لوگوں کے جن کے ساتھ قربانی کے جانور ہیں اس لئے کہ وہ اپنے قربانی کے جانوروں کی وجہ سے پابند ہیں۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **حتیٰ یبلغ الھدی محلہ** (جب تک قربانی کا جانور اپنے محل پر نہ پہنچ جائے) سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۱۹۶ اور آنحضرتؐ اگلے عرب والوں کے دستور پر نکلے تھے کیونکہ عرب والے حج کے سوا کچھ اور نہیں جانتے تھے۔ اسی بناء پر حکم خدا کے منتظر تھے۔ اور امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وقت تک لوگ اپنے ایام جاہلیت کے دستور پر چل رہے تھے اتنا ہوا کہ اسلام نے اس حج میں کچھ تبدیلی کر دی۔ ۔ لوگ حج کے موسم میں عمرہ سے ناواقف تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے جس وقت لوگوں کو حج کے فسخ کرنے کا حکم دیا تو یہ فرمایا کہ میں نے حج میں عمرہ کو قیامت تک کے لئے داخل کر دیا اور اس کے بعد آپؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا کہ اس طرح یعنی حج کے سینوں میں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا ایام جاہلیت کے مراسم میں سے بھی کچھ لیا گیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام تعلیمات ایام جاہلیت میں لوگوں نے ضائع کر دیں سوائے ختنہ اور تزویج اور حج کے وہ اس کے پابند رہے اسے ضائع نہیں کیا۔

باب (۱۵۴) وہ سبب جس کی بناء پر آب زمزم پہلے سطح زمین پر بہتا تھا پھر زمین کے اندر دھنس گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے عقبہ سے انہوں نے اس سے جس سے انہوں نے یہ روایت کی ہے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ آب زمزم پہلے دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں تھا اور سطح زمین پر بہتا تھا مگر جب یہ دوسرے پانیوں پر زیادتی کرنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین کے گڑھے میں ڈال دیا اور اس کی طرف ایک کھارے پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔

باب (۱۵۵) وہ سبب جس کی بناء پر آب زمزم کبھی کبھی شیریں ہو جایا کرتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے ابن فضال سے انہوں نے عقبہ سے اور انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے سامنے آب زمزم کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ حجر اسود کے نیچے سے ایک چشمہ اس کی طرف جاری ہوتا ہے اور جب اس چشمہ کا پانی آب زمزم پر غالب آجاتا ہے تو آب زمزم شیریں ہو جاتا ہے۔

باب (۱۵۶) تحریم مسجد حرم اور احرام کے واجب ہونے کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے عباس بن معروف سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا مسجد حرم کی حرمت کعبہ کی وجہ سے ہے اور حدود حرم کی حرمت مسجد حرام کی وجہ سے ہے اور حرم میں داخل ہونے کے لئے احرام واجب ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد ابن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے حسن بن حسین لولوئی سے انہوں نے عبداللہ بن محمد حجال سے انہوں نے اپنے بعض رجال سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو اہل مسجد حرام کے لئے قبلہ بنایا اور مسجد حرام کو حدود حرم کے رہنے والوں کے لئے قبلہ بنایا اور حدود حرم کو سارے اہل دنیا کے لئے قبلہ بنایا۔

(۳) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے ابی المعزا حمید بن مثنی عجلی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ بنی اسرائیل جب اپنی قربانیوں کو قربان گاہ پر لاتے تو ان کے سامنے ایک آگ نکلتی اور ان کی قربانیوں کو کھا جاتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قربانی کی جگہ احرام کو قرار دے دیا۔

باب (۱۵۷) تلبیہ لبیک کہنے کا سبب

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن عامر نے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے عبداللہ بن علی حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک

مرتبہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ حج میں تلبیہ کیوں قرار دیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی طرف وحی نازل کی کہ **واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا** (تم حج کے لئے لوگوں میں اعلان کرو لوگ حج کے لئے آئیں گے) سورۃ حج۔ آیت نمبر ۲۷ اور حضرت ابراہیمؑ نے اعلان فرمایا تو لوگ دروں اور گہرے پہاڑی راستوں سے لبیک لبیک کہتے ہوئے پہنچے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسین محمد ابن جعفر اسدی نے روایت کرتے ہوئے سہل بن زیاد آدمی سے انہوں نے جعفر بن عثمان داری سے انہوں نے سلیمان بن جعفر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے تلبیہ اور اس کے سبب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب لوگ احرام باندھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو پکار کر کہتا ہے اے میرے بندو اور اے میری کنیزو میں نے جہنم کو تم لوگوں پر اسی طرح حرام کیا ہے جس طرح تم لوگوں نے میرے لئے اپنی بہت سی چیزوں کو خود پر حرام کر لیا ہے تو بندے اللہ تعالیٰ کی اس ندا کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں **لبیک اللھم لبیک**۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن قاسم استرآبادی مفسر رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن محمد بن یسار نے اور ان دونوں نے روایت کی اپنے باپ سے اور انہوں نے حسن بن علی ابن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا فرزند رسول مجھے قول خدا **الحمد للہ رب العالمین** کی تفسیر بتادیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے روایت کرتے ہوئے میرے جد نامدار سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے انہوں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار (امام حسینؑ) سے کہ ایک شخص امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کیا مجھے **الحمد للہ رب العالمین** کی تفسیر بتائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے بندوں کو جو نعمتیں عطا کی ہیں ان میں سے بعض کو وہ جانتے ہیں ان سب پر مجملہ اللہ کا شکر اس لئے کہ تمام نعمتوں کو بالتفصیل جاننے کی تو ان میں قدرت ہی نہیں ہے کیونکہ وہ بیشمار ہیں کہ ان کو گنا نہیں جاسکتا اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگ کہو کہ تمام عالمین کے پروردگار نے جو جو نعمتیں ہم لوگوں کو عطا کی ہیں ان سب پر اللہ کی حمد۔ اور اس میں ہر قسم کی مخلوق شامل ہے خواہ جمادات ہوں یا حیوانات۔ حیوانات کو وہ اپنی قدرت سے حرکت دیتا ہے اپنی پیدا کی ہوئی روزی سے انہیں غذا دیتا ہے ان کو اپنے حفظ و نگہبانی کے احاطہ میں رکھتا ہے اور اپنی حسب مصلحت ان کی دیکھ بھال کرتا ہے اور جمادات تو انہیں اپنی قدرت سے ان کے اجزا کو ایک دوسرے سے متصل رکھتا ہے پاش پاش نہیں ہونے دیتا اور جو جدا جدا ہیں ان کو باہم چپکنے سے بچاتا ہے۔ آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ وہ بغیر اس کے اذن اور مشیت کے زمین پر نہ گر پڑے اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ وہ بغیر اس کے حکم و مشیت کے دھنس نہ جائے بیشک وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے اور **رب العالمین** اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان سب کا مالک و رازق ہے ان سب کا رزق کھینچ کر ان تک پہنچاتا ہے جہاں سے وہ سب جانتے ہیں اور جہاں سے وہ سب نہیں جانتے۔ اور رزق تو تقسیم شدہ ہے وہ دنیا میں سے جہاں اور جس طرح سے بھی ہو گا وہ بنی آدم تک پہنچے گا کسی متقی کے تقویٰ کی وجہ سے اس میں اضافہ نہ ہو گا اور کسی فاسق و فاجر کے فسق و فجور کی وجہ سے اس میں کمی نہیں ہو گی۔ ہمارے اور ہمارے رزق کے درمیان ایک پردہ ہے اس لئے ہم اس کو تلاش کرتے ہیں اور اگر تم میں سے کوئی اپنے رزق سے بھاگے تو رزق خود تلاش کرکے اس تک پہنچے گا جس طرح اجل اس کو تلاش کرکے آئے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اے میرے بندو کہو اللہ کا شکر ان نعمتوں پر جو اس نے ہم لوگوں کو عطا کی ہیں" ایک حدیث میں ہے کہ سابقہ کتابوں میں اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے اس لئے محمدؐ و آل محمدؐ ان کے شیعوں پر تو خصوصی واجب ہے کہ وہ اللہ کے اس فضل و کرم پر اللہ کا شکر ادا کریں اور وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو مبعوث کیا اور اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمایا انہیں فرعون سے نجات دی ان کے لئے دریا کو شگافتہ کیا اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو دریا پار کرایا انہیں توریت اور الواح عطا کی اور انہوں نے یہ دیکھا کہ اللہ کے نزدیک ان

کی کیا مسرت ہے تو عرض کیا کہ پروردگار تو نے مجھے اتنا مکرم کیا کہ اتنا مکرم اس سے پہلے کسی کو نہیں کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ [illegible]
معلوم ہے کہ محمدؐ میرے نزدیک میرے تمام ملائکہ بلکہ میری تمام مخلوق میں سب سے زیادہ افضل ہیں۔ موسیٰ نے عرض کیا پروردگار [illegible]
تیری مخلوق میں تیرے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ہیں تو کیا انبیاء میں سے کسی کی آل بھی میری آل سے زیادہ مکرم ہے؟ اللہ تعالیٰ نے [illegible]
اے موسیٰ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ محمدؐ کی آل تمام انبیاء کی آل سے افضل ہے جس طرح محمدؐ تمام رسولوں میں سب سے زیادہ افضل ہیں [illegible]
موسیٰ نے عرض کیا پروردگار اچھا اگر محمدؐ کی آل ایسی ہے تو کیا تمام انبیاء کی امتوں میں سے کوئی امت بھی تیرے نزدیک میری امت سے [illegible]
ہے؟ میری امت پر تو نے ابر کا سایہ کیا، ان پر من و سلویٰ نازل فرمایا، ان کے لئے دریا شگافتہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ کیا [illegible]
کہ محمدؐ کی امت تمام امتوں سے افضل ہے جس طرح وہ تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ حضرت موسیٰ نے کہا پروردگار کاش میں [illegible]
دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے موسیٰ تم ان لوگوں کو نہیں دیکھ سکو گے۔ اس لئے کہ ان کے ظہور کا وقت ابھی [illegible]
انہیں جنات و جنات عدن و فردوس میں محمدؐ کے پاس دیکھ سکو گے کہ وہ جنت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو رہے ہیں اور وہاں کی [illegible]
رہے ہیں۔ اچھا تم چاہتے ہو کہ ان کی گفتگو سنو؟ موسیٰ نے کہا ہاں اے پروردگار۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا تو پھر اب میرے سامنے [illegible]
[illegible] کو چست باندھ لو اور اس طرح کھڑے رہو جس طرح ایک عبد ذلیل اپنے صاحب جلال مالک کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ موسیٰ نے [illegible]
تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی اے امت محمدؐ تو امت محمدؐ جو ابھی اپنے آباء کے صلبوں اور اپنی امہات کے رحموں میں تھے انہوں نے [illegible]
لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک [illegible]
اللہ تعالیٰ نے حج کا شعار اور دستور بنا دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے امت محمدؐ میرے فیصلہ تم لوگوں کے لئے [illegible]
رحمت میرے غضب سے سابق ہوگی اور میرا عفو میرے عتاب سے قبل ہوگا۔ اور تم لوگوں کے لئے میری طرف سے قبولیت تم [illegible]
کرنے سے پہلے ہوگی اور تم لوگوں کو سوال کرنے سے پہلے تم لوگوں کو عطا کر دوں گا۔ پس صرف تم میں سے ان لوگوں کے لئے [illegible]
مری گواہی دیتے ہوئے آئیں گے کہ نہیں ہے کوئی اللہ سوائے اس اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمدؐ اس کے [illegible]
[illegible] کے رسولؐ ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا سچ کہا اور جو کچھ کیا وہ حق کیا اور علی ابن ابی طالب ان کے بھائی ہیں اور ان کے بعد ان کے [illegible]
کے ولی ہیں ان کی اطاعت بھی اسی طرح واجب ہے جس طرح محمدؐ کی اطاعت واجب ہے اور ان دونوں کے بعد اس کے منتخب [illegible]
کے پاس اللہ تعالیٰ کی عجیب عجیب نشانیاں اور اللہ کی طرف سے دلیل و حجت ہیں ان لوگوں کو جو پناہ دلی [illegible]
کا خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کی مانند کیوں نہ ہوں۔ امام نے فرمایا کہ پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو [illegible]
بھیجا تو کہا ماکنت بجانب الطور اذ نادینا امتک بھذہ الکرامۃ (اے محمدؐ تم اس وقت طور [illegible]
[illegible] امت کو فضیلت کے ساتھ آواز دی تھی) سورۂ قصص۔ آیت نمبر ۴۶ پھر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے [illegible]
الحمد للہ رب العالمین اس اللہ کا شکر جو سارے عالمین کا رب ہے اور جس نے مجھے اس فضیلت کے ساتھ مخصوص [illegible]
امت سے کہا کہ تم لوگ بھی کہو اس خدا کی حمد جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور جس نے ہم لوگوں کو اس فضیلت کے ساتھ مخصوص [illegible]

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے [illegible]
[illegible] عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے [illegible]
ان سے بیان کیا اور اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے [illegible]
کہ لبیک کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ حضرت موسیٰ کا اپنے رب کی پکار کو قبول کرنا ہے۔

(۵) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے [illegible]

نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن اسحاق تاجر نے روایت کرتے ہوئے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ اور علی بن خثیم سے انہوں نے فضل بن صالح سے انہوں نے جابر سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رملہ مصر سے احرام باندھا اور احرام باندھے ہوئے صفائح روحا سے اپنے ناقہ کی لیف خرمہ کی مہار تھامے ہوئے لبیک لبیک کہتے ہوئے چلے تو تمام پہاڑ ٹیلے بھی لبیک لبیک کی آواز آنے لگی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن مختار سے انہوں نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قطوانی عبا دوش پر ڈالے ہوئے اور سرخ اونٹ کی لیف خرمہ کی [illegible] ہوئے ستر نبیوں کے ساتھ روحا کے پہاڑی راستوں سے گزرتے ہوئے اور **لبیک عبدک وابن عبدک لبیک** کہتے ہوئے چلے۔

(۳) مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن مہزیار سے [illegible] اپنے بھائی علی بن مہزیار سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن حکم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ پیغمبر سرخ اونٹ پر سوار لیف خرما کی مہار پکڑے ہوئے دوش پر دو عدد قطوانی عبا ڈالے ہوئے روحا کے کشادہ میدان سے گزرتے ہوئے اور **لبیک یا کریم لبیک** کہتے ہوئے گزرے۔ اور حضرت یونس علیہ السلام روحا کے میدان سے گزرے اور وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ لبیک اے بڑی بڑی مصیبتوں کو دور کرنے والے لبیک۔ اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام روحا کے میدان سے گزرتے تو یہ کہتے جاتے تھے لبیک (حاضر ہے) تیرا بندہ اور تیرا کنیز زادہ (حاضر ہے) لبیک۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میدان سے گزرے تو یہ کہتے ہوئے گزرے کہ لبیک اے بلندیوں والے لبیک۔

باب (۱۵۸) وہ سبب جس کی بناء پر لوگوں میں کوئی شخص ایک حج کرتا ہے کوئی دو یا دو سے زائد حج کرتا ہے اور کوئی تا ابد حج نہیں کرے گا

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن فضال سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم و حضرت اسماعیل کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا اور تعمیر مکمل ہو گئی تو پھر حکم دیا تم اس کے ایک رکن پر چڑھ جاؤ اور لوگوں کو [illegible] پکارو کہ آگاہ ہو اؤ حج آگیا تو حج آگیا اور اگر وہ اس طرح آواز دیتے تم لوگ حج کے لئے آجاؤ تو اس دن جتنے انسان تھے صرف وہی حج کرتے [illegible] لیکن انہوں نے اعلان کیا اور حج آگیا تو جتنے لوگ ابھی صلبوں میں تھے انہوں نے لبیک کہا **لبیک داعی اللہ لبیک داعی اللہ** اے اللہ کی طرف دعوت دینے والے ہم حاضر ہیں اے اللہ کی طرف حاضری دینے والے ہم حاضر ہیں پس جس نے اس وقت دس مرتبہ لبیک کہا وہ دس حج کرے گا اور جس نے پانچ مرتبہ لبیک کہا وہ پانچ مرتبہ حج کرے گا جس نے اس سے زیادہ مرتبہ لبیک کہا وہ اسی تعداد کے مطابق حج کرے گا اور جس نے اس وقت ایک مرتبہ بھی لبیک نہیں کہا وہ کوئی حج نہیں کرے گا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن فضال کے دونوں فرزند علی و احمد نے ان دونوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے عاصم بن عثمان سے انہوں نے ہمارے اصحاب میں سے کسی

شخص سے اور اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم کو حکم ملا کہ وہ لوگوں میں حج کا اعلان کریں تو آپ ایک مسد مقام پر کھڑے ہوئے اور وہ مقام آپ کے کھڑے ہوتے ہی اتنا بلند ہوا کہ کوہ ابو قبیس کی چوٹی کے برابر پہنچ گیا اور آپ نے وہاں سے لوگوں کو حج کے لئے پکارا تو آپ کی یہ آواز ان سب نے سنی جو تاقیامت باپ کی صلبوں اور ماں کے رحموں میں ہوں گے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جس شخص کا نام حاجیوں کی فہرست میں اس شب میں نہیں لکھا جائے گا جس شب میں **فیھا یفرق کل امر حکیم** (اس (رات) میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے) سورۂ دخان آیت نمبر ۴ تمام دنیا کے حکمت و مصلحت کے سال بھر کے کام فیصل کئے جاتے ہیں تو وہ اس سال حج نہ کر سکے گا۔ اور وہ رمضان کی تئیسویں (۲۳) کی شب ہے اس لئے کہ اسی شب میں حاجیوں کے وفد کی فہرست لکھدی جاتی ہے اسی میں لوگوں کا رزق اور لوگوں کی موت غرضکہ وہ سب کچھ لکھ دیا جاتا ہے جو اگلے سال تک ہونے والا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا اچھا تو اس شب جس کا نام نہیں لکھا جائے گا وہ حج نہیں کر سکے گا آپ نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا میں تم لوگوں سے اس مسئلہ میں کوئی بحث نہیں کروں گا مگر واقعی امر یہی ہے۔

باب (۱۵۹) وہ سبب جس کی بناء پر حرم کے حدود کی مقدار اتنی کیسے ہو گئی جتنی ہے

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن رضا علیہ السلام سے حرم اور اس کے حدود و نشانات کے متعلق دریافت کیا یہ نشانات بعض قریب اور بعض دور کیسے ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم کو جنت سے اتارا تو کوہ ابو قبیس پر اتارا اور حضرت آدم نے اللہ تعالیٰ سے وحشت و تنہائی سے گھبراہٹ کی شکایت کی اس لئے کہ وہ جنت میں جو آوازیں سنتے تھے وہ یہاں ان کو سننے کو نہیں ملتی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک سرخ یاقوت اس پر نازل کیا انہوں نے اس کو خانہ کعبہ کی جگہ رکھدیا۔ پھر حضرت آدم اس کے گرد طواف کیا کرتے تھے اور اس یاقوت کی روشنی ان نشانات تک پہنچتی تھی اور اس کی روشنی سے وہ نشانات پہچانے جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حدود قرار دے دیا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابی ہمام اسماعیل بن ہمام سے انہوں نے ابوالحسن رضاؑ سے اسی کی مانند روایت کی ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن محبوب سے انہوں نے محمد بن اسحاق سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کی طرف وحی فرمائی کہ میں اللہ رحمٰن و رحیم ہوں۔ آدم و حوا نے اپنی تکلیفیں مجھ سے بیان کی ہیں۔ مجھے ان پر ترس آ گیا ہے لہٰذا جنت کے خیموں میں سے ایک خیمہ ان دونوں کے پاس لے جاؤ وہ بیچارے اپنی وحشت تنہائی کی وجہ سے رو رہے ہیں مجھے ان پر رحم آ گیا ہے اور اس خیمہ کو مکہ کے ان پہاڑوں کے درمیان جو نشیب ہے اس میں نصب کر دو۔ وہی نشیب جائے کعبہ کی جگہ ہے اور آدمؑ سے پہلے ملائکہ نے اس کی بنیادیں رکھی تھیں۔ اس حکم کو پا کر حضرت جبرئیل فوراً خیمہ لئے ہوئے حضرت آدم کے پاس آئے جو خانہ کعبہ کی بنیادوں کے برابر طویل و عریض تھا اور اسے خانہ کعبہ کی جگہ نصب کر دیا۔۔ پھر حضرت آدم کو صفا سے اتارا اور حوا کو کوہ مروہ سے اتارا اور دونوں خیمہ میں جمع ہو گئے اس خیمہ کے چوبے یاقوت سرخ کے تھے جس کی ضو اور روشنی سے مکہ کے

سارے پہاڑ اور اس کے اطراف چمک اٹھے اور جہاں تک اس کی روشنی پھیلی وہی آجکل حدود حرم ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خیمہ اور اس کے عمود (چوبے) کی حرمت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اس کو حرم قرار دیا اس لئے کہ وہ جنت سے آیا تھا اور اسی بناء پر حدود حرم میں جو نیکیاں کی جائیں گی اللہ اس کو کئی گنا کردے گا اور جو گناہ کئے جائیں گے اس کو بھی کئی گنا کردے گا۔ آپ نے فرمایا خیمہ کے اطراف میں اس کی طنابیں کھینچ دی گئیں اور اس کی میخیں مسجد حرام کی انتہا پر تھیں۔ پھر فرمایا کہ اس کی میخیں جنت کے خالص سونے کی چٹانیں تھی اور اس کی طنابیں ارغوان کے ریشوں سے تیار ہو گئی تھیں۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پھر جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس خیمہ کی عظمت کے پیش نظر اس کے گرد طواف کرتے رہو۔ آپ نے فرمایا کہ پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کو لے کر آئے اور یہ سب خیمہ کے سامنے رہ کر سرکش شیاطین سے اس کی حفاظت کرنے لگے اور جس طرح آسمان پر بیت المعمور کا طواف کرتے تھے اب اس بیت اور اس خیمے کے گرد دن رات طواف کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ارکان بیت الحرام زمین پر آسمان کے بیت المعمور کے ٹھیک نیچے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کی طرف وحی کی کہ جاؤ اور آدم و حواء کو میرے گھر کے حدود سے ہٹاؤ اور اس کی بنیادیں میرے ملائکہ اور اولاد آدمؑ کے لئے جو میری مخلوق ہیں اونچی کردو۔ چنانچہ حضرت جبرئیلؑ نے حضرت آدمؑ اور حضرت حواء کو وہاں سے ہٹایا اور اس خیمہ کو بھی وہاں سے ہٹایا آدم کو کوہ صفا پر بٹھایا اور حضرت حوا کو کوہ مروہ پر بٹھایا۔ حضرت آدمؑ نے کہا اے جبرئیل کیا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے سبب تم نے ہمیں یہاں سے ہٹایا ہے اور ہم دونوں کو الگ کردیا ہے یا اللہ کی مرضی یہی ہے اور اس کا ہم لوگوں کے لئے فیصلہ یہی ہے ؟ حضرت جبرئیلؑ نے کہا نہیں یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے نہیں کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جو کرتا ہے اس سے پوچھا نہیں جاتا کہ تو نے یہ کیوں کیا۔ اے آدمؑ بات یہ ہے کہ یہ ستر ہزار ملک جو تمہارا جی بہلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اتارے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ اس خیمہ کی جگہ ایک گھر تعمیر کردے جو بیت المعمور کے ٹھیک ٹھیک نیچے زمین پر ہو تاکہ جس طرح آسمان پر بیت المعمور کا طواف کیا کرتے تھے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم کو اور اس خیمہ کو یہاں سے ہٹادیں۔ آدمؑ نے کہا ہم اللہ کی تقدیر اور اس کی رضا پر راضی ہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کے متعلق حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرو۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے ایک پتھر صفاء سے ایک پتھر مروہ سے ایک پتھر طور سینا سے اور جبل سلام سے جو پشت کوفہ پر ہے لے کر بیت اللہ الحرام کی بنیادیں رکھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کی طرف وحی کی اس کی تعمیر مکمل کرو پھر حضرت جبرئیلؑ اپنے بازوؤں سے بحکم خدا چار پتھر ان کے مقامات سے اکھیڑ لائے اور انہیں جہاں اللہ کا حکم ہوا وہاں چاروں گوشوں (ارکان) پر رکھدیا۔ پھر وحی ہوئی کہ اب اس کی تعمیر کو ابو قبیس کے پتھروں سے مکمل کرو اور ایک دروازہ اس کا شرق اور ایک دروازہ اس کی غرب میں رکھو۔ امامؑ نے فرمایا پھر حضرت جبرئیلؑ نے حسب ہدایت تعمیل کی اور جب اس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو ملائکہ اس کے گرد طواف کرنے لگے۔ حضرت آدمؑ اور حضرت حواءؑ نے جب یہ دیکھا کہ ملائکہ اس کا طواف کر رہے ہیں تو دونوں نے آکر اس کا طواف کیا اور سات چکر لگائے اس کے بعد کھانے کی فکر میں چلے گئے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن علیہ السلام سے حرم اور اس کے حدود نشانات کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ جب جنت سے اتارے گئے تو کوہ ابی قبیس پر اتارے گئے اور انہوں نے وہاں پر تنہائی اور وحشت کی شکایت کی کہ یہاں تو کوئی آواز بھی سنائی نہیں دیتی جیسے جنت میں سنتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک یاقوت سرخ نازل کیا اور وہ خانہ کعبہ کے مقام پر رکھ دیا گیا اب حضرت آدمؑ اس کا طواف کرنے لگے اور اس یاقوت کی ضوء حدود حرم تک پہنچنے لگی اور اس کے حدود معلوم ہوئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جہاں تک اس کی روشنی پہنچی حرم قرار دے دیا۔

باب (۱۶۰) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات کا سبب اور مقام ابراہیم کو اصلی جگہ سے موجودہ جگہ پر منتقل کرنے کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن فضال کے دونوں فرزندوں احمد اور علی نے روایت کرتے ہوئے عمرو بن سعید مدائنی سے انہوں نے عمار بن موسیٰ ساباطی کے بھائی کے فرزند موسیٰ بن قیس سے انہوں نے مصدق بن صدقہ سے انہوں نے عمار بن موسیٰ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ تم لوگوں کو حج کے لئے پکارو تو آپ نے وہی پتھر لیا جس پر آپ کے قدموں کے نشانات ہیں اور جس کو مقام ابراہیم کہا جاتا ہے اور اس کو موجودہ جگہ کے مدمقابل خانہ کعبہ سے بالکل متصل رکھا اور اس پر کھڑے ہو گئے اور اللہ کے حکم کے مطابق باواز بلند لوگوں کو حج کے لئے پکارا اور آپ کے اس پر کھڑے ہو کر پکارنے کو پتھر برداشت نہ کر سکا حضرت ابراہیمؑ کے پاؤں پتھر میں دھنس گئے اور آپ کو اپنے پاؤں پتھر سے اکھاڑنے پڑے۔ پھر جب لوگوں کی کثرت ہو گئی اور اژدحام ہونے لگا تو لوگوں کی رائے ہوئی کہ مقام ابراہیمؑ خانہ کعبہ کے نزدیک سے ہٹا کر وہاں رکھ دیا جائے جہاں آج کل موجود ہے تاکہ خانہ کعبہ کے طواف کرنے والوں کے لئے طواف کی جگہ خالی ہو جائے مگر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا تو آپ نے اس کو وہیں واپس رکھ دیا جہاں حضرت ابراہیمؑ نے رکھا تھا (یعنی کعبہ کی دیوار سے متصل) چنانچہ وہ اس وقت سے لے کر آنحضرتؐ کی وفات تک بلکہ حضرت ابو بکرؓ کے پورے دور خلافت اور حضرت عمرؓ کے ابتدائے دور تک وہیں رہا۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا اس مقام ابراہیم کی وجہ سے طواف کرنے والے ٹکراتے ہیں تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو معلوم ہو کہ ایام جاہلیت میں یہ کہاں تھا؟ ایک شخص نے کہا ہاں مجھے تھوڑا تھوڑا اس کا اندازہ ہے اور کچھ آپ اندازہ کر لیں گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں۔ لہٰذا اس شخص کو بلایا گیا اور حضرت عمرؓ کے حکم پر وہ مقام ابراہیم کعبہ کے نزدیک سے اٹھا کر وہاں رکھ دیا گیا جہاں وہ آج کل ہے۔

باب (۱۶۱) حجر اسود اور رکن یمانی اور مستجار کو مس کرنے کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے عبید اللہ بن علی حلبی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ حجر اسود کا استلام (مس کرنا اور بوسہ لینا) کیوں کیا جاتا ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا اس لئے کہ اس میں تمام خلائق کے عہد و میثاق ودیعت ہیں اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اسلئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے عہد و میثاق لیا تو حجر اسود کو حکم دیا کہ اس عہد و میثاق کو نگل لے اور اس نے نگل لیا پھر جس نے اپنے عہد و میثاق کو پورا کیا ہو اس کی گواہی دے گا۔

(۲) مجھ سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل برمکی سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے قاسم بن ربیع صحاف سے انہوں نے محمد بن سنان سے کہ حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا اس میں حجر اسود کو بوسہ اور مس کرنے کا یہ سبب بھی تحریر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جب بنی آدم سے عہد و میثاق لیا تو حجر اسود نے اس کو نگل لیا۔ اسی بناء پر لوگوں پر تجدید عہد و پیمان فرض کیا گیا اور اسی بناء پر لوگ حجر اسود کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ میں نے اپنی امانت تیرے حوالے کی ہے اور عہد و پیمان تجھے یاد دلاتا ہوں تاکہ تو اس کی گواہی دینا اور اسی بناء پر حضرت سلیمانؓ کا قول ہے کہ قیامت کے دن حجر اسود لایا جائے گا تو وہ کوہ ابو قبیس کی مانند بڑا ہو گا اس کے زبان اور ہونٹ ہوں گے تاکہ وہ لوگوں کے عہد و پیمان کی گواہی

دے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسان سے انہوں نے ولید بن ابان سے انہوں نے علی بن جعفر سے انہوں نے محمد بن مسلم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ خانہ کعبہ کا طواف کرو اور رکن کو مس کرو اس لئے کہ وہ اللہ کی زمین میں اللہ کا یمین ہے۔ اللہ کی مخلوق اس سے اس طرح مصافحہ کرتی ہے جیسے کوئی بندہ یا کوئی مہمان مصافحہ کرتا ہے تاکہ وہ اس کے وفائے عہد کی گواہی دے۔

○ اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یمین اللہ کے معنی راہ خدا کے ہیں جس کے ذریعہ مومن جنت کی طرف جائیں گے اور اسی بناء پر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ حجر اسود ہم لوگوں کا وہ دروازہ ہے جس سے ہو کر ہم لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اسی بناء پر آپ نے ارشاد فرمایا اس کے اندر جنت کا ایک دروازہ ہے جب سے یہ کھلا ہے کبھی بند نہیں ہوا اور اس میں ایک جنت کی نہر ہے جس میں بندوں کے اعمال ڈالے جاتے ہیں اور یہ رکن رکن یمانی ہے رکن حجر اسود نہیں ہے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے ابن فضال سے انہوں نے یونس سے انہوں نے اس شخص سے جس نے ان سے اس کا ذکر کیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے ملتزم (رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کی دیوار) کے متعلق دریافت کیا کہ اس کا التزام کیوں کیا جائے اور وہاں کیوں ذکر کیا جائے؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہاں جنت کی ایک نہر ہے جہاں ہر پنجشنبہ کو بندوں کے اعمال ڈالے جاتے ہیں۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے عباس بن معروف سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے ابی بصیر و زرارہ و محمد بن مسلم سے ان سب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو خلق کیا پھر بندوں سے عہد و پیمان لیا اور حجر اسود کو حکم ہوا اس کو نگل جا اور مومنین اسی میثاق کی تجدید کرتے ہیں۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے زیاد قندی سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے انہوں نے کہا کہ جس اثناء میں ہم لوگ طواف کر رہے تھے کہ آل عمر میں سے ایک شخص ادھر سے گزرا تو دیکھا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ سے پکڑے ہوئے حجر اسود کو بوسہ دے رہا ہے تو اس عمری نے اسے جھڑکا سخت سست سنایا اور کہا کہ تیرا حج باطل ہو گیا تو جس کو بوسہ دے رہا ہے وہ ایک پتھر ہے جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ میں آپ پر قربان کیا آپ نے سنا نہیں وہ عمری اس حجر اسود کو بوسہ دینے والے سے کیا کہہ رہا تھا؟ آپ نے فرمایا کیا کہہ رہا تھا؟ میں نے عرض کیا وہ عمری کہہ رہا تھا کہ بندہ خدا تیرا حج تو باطل ہو گیا حجر اسود ایک پتھر ہے جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ آپ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے، وہ جھوٹا ہے، وہ جھوٹا ہے۔ قیامت کے دن حجر اسود کی نہایت تیز و فصیح زبان ہوگی اور وہ لوگوں کے وفائے عہد کی گواہی دے گا۔ پھر فرمایا جس وقت اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تو دریا بھی پیدا کئے ایک میٹھے پانی کا اور دوسرے کھارے پانی کا پھر حضرت آدم کی مٹی کو میٹھے دریا سے پیدا کیا اور اس پر کھارے دریا کے پانی کا چھینٹا دیا پھر اسی مٹی سے حضرت آدم کو پیدا کیا اور اس کی اس طرح مالش کی جس طرح چمڑے کی مالش کی جاتی ہے پھر اسے کچھ عرصہ کے لئے یونہی چھوڑ دیا اب جب چاہا کہ اس میں روح پھونکے تو پھر اسے چمڑے کی طرح کھڑا کر دیا اور اس کے داہنے بازو سے ایک مٹھی ذرات کے مانند لی اور کہا یہ سب جنت کی طرف جائیں گے پھر ایک مٹھی بائیں بازو سے لی اور کہا یہ سب جہنم کی

طرف جائیں گے۔ پھر داہنے اور بائیں والوں میں قوت گویائی پیدا کر دی تو بائیں طرف والوں یعنی اصحاب یسار نے کہا پروردگار تو نے ہم لوگوں کے لئے جہنم کیوں پیدا کیا؟ ابھی تو تو نے نہ کوئی اپنی مرضی ہم لوگوں پر ظاہر کی اور نہ ہم لوگوں کے پاس کوئی رسول بھیجا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میں نے اپنے اس علم کی بناء پر کیا ہے مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ کیا ہونے والے ہو اور ابھی میں تم لوگوں کا امتحان لے لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر جہنم کو حکم دیا وہ بھڑک اٹھی تو اصحاب یسار سے کہا اچھا تم سب اس میں کود پڑو میں تم لوگوں کے لئے اس کو سلامتی کے ساتھ ٹھنڈا کر دوں گا۔ ان لوگوں نے کہا ہم نے تو اس کا سبب پوچھا تھا مگر تو نے ہمیں بھگانے کی بات کر دی اگر تو اصحاب یمین کو بھی یہی حکم دے تو وہ بھی اس میں داخل نہ ہوں گے ان کا یہ جواب سن کر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو حکم دیا وہ پھر بھڑک اٹھی تو اصحاب یمین سے کہا تم سب کے سب اس میں کود پڑو ہم اس آگ کو سلامتی کے ساتھ تم لوگوں پر ٹھنڈا کر دیں گے یہ حکم سن کر سارے اصحاب یمین جہنم کی آگ میں کود پڑے اور وہ آگ سلامتی کے ساتھ ان پر ٹھنڈی ہو گئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سب سے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو اصحاب یمین نے خوشی سے کہا ہاں اور اصحاب یسار نے کراہت سے کہا ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب سے عہد و پیمان لیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت حجر اسود جنت میں تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو وہاں سے نکالا اور مخلوق سے جو عہد و پیمان لیا تھا وہ اس کے اندر ودیعت کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرھا والیہ یرجعون** (حالانکہ آسمانوں اور زمین میں خوشی سے اور بے اختیاری سے اس کے فرمانبردار ہیں اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے) سورہ آل عمران۔ آیت نمبر ۸۳ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جنت میں ساکن کیا اور ان سے خطا سرزد ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو نیچے اتارا اور اس کو خانہ کعبہ کے ایک گوشہ میں رکھا پھر حضرت آدم کو کوہ صفا پر اتارا اور اللہ تعالیٰ نے جب تک چاہا وہ وہاں رہے پھر انہوں نے اس حجر اسود کو خانہ کعبہ میں دیکھا اور پہچان لیا اور میثاق یاد آیا تو فوراً منہ کے بل اس پر گر گئے اور چالیس دن تک روتے رہے اپنی خطا سے توبہ کرتے اور عہد و پیمان توڑنے پر ندامت کا اظہار کرتے رہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ اسی بناء پر تم لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جب حجر اسود کا بوسہ لو تو یہ کہو کہ میں نے اپنی امانت ادا کر دی ہے، اپنا عہد و پیمان پورا کر دیا ہے تاکہ تو قیامت کے دن اس کی گواہی دے۔

(۷) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے محمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے عبد الکریم بن عمرو خثعمی سے انہوں نے عبد اللہ بن ابی یعفور سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ ساری روحیں ایک ساتھ فوج در فوج تھیں اور جن جن کا آپس میں میثاق کے دن باہم تعارف اور میل ملاپ تھا ان کا یہاں بھی میل ملاپ ہے اور جن جن کی اس وقت آپس میں نفرت تھی یہاں بھی نفرت ہے اور وہ سب حجر اسود کے اندر محفوظ ہے خدا کی قسم اس کی دو آنکھیں، دو کان اور ایک منہ اور ایک فصیح زبان بھی ہے اور وہ پہلے دودھ سے زیادہ سفید تھا مگر مجرمین و منافقین اس کو بوسہ دیتے رہے اس لئے یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ تم لوگ دیکھ رہے ہو۔

(۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے علی بن حسان واسطی سے انہوں نے اپنے چچا عبد الرحمن بن کثیر ہاشمی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ حجر اسود کے پاس ہو کر گزرے تو بولے کہ اے حجر اسود خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے تو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع مگر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ سے محبت کیا کرتے تھے اس لئے میں بھی تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ یہ سن کر امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اے ابن خطاب تم نے یہ کیسے کہہ دیا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن مبعوث کرے گا تو اس کی زبان ہو گی اور ہونٹ بھی ہوں گے اور وہ لوگوں کے وفاء عہد کی گواہی دے گا۔ یہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا یمین (داہنا ہاتھ) ہے اللہ کی مخلوق اسی پر اس کی بیعت کرے گی حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کہا اللہ تعالیٰ ہمیں اس شہر میں باقی نہ رکھے جس میں علی ابن ابی طالب نہ ہوں۔

(۹) علی بن حاتم نے مجھے اپنے ایک خط کے ذریعے بتایا کہ بیان کیا مجھ سے جمیل بن زیاد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسین

نخاس نے روایت کرتے ہوئے ذکریا ابی محمد مومن سے انہوں نے عامر بن معقل سے انہوں نے ابان بن تغلب سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک مرتبہ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ لوگ حجر اسود کو بوسہ کیوں دیتے ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ (جب زمین پر اتارے گئے تو آپ) نے زمین پر اپنی تنہائی و وحشت کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے جنت سے ایک ایسا یاقوت نازل کر دیا کہ جب حضرت آدمؑ جنت میں اس کی طرف سے گزرتے تو اس کو اپنے پاؤں سے ٹھوکر مارتے اور زمین پر جب اس یاقوت کو دیکھا تو پہچان گئے اور دوڑ کر اس کو بوسہ دینے لگے اسی بناء پر لوگ بھی اس کو بوسہ دیتے ہیں۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان بروازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن حارث بن سفیان حافظ سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالمنعم بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے وہب یمانی سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہ طواف کر رہی تھیں جب یہ دونوں رکن یمانی کو بوسہ دے کر حجر اسود پر پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ اے عائشہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس حجر اسود پر ایام جاہلیت کی رجس و نجاست کی گرد نہ چھڑکی ہوتی تو اس سے ہر دکھ درد سے شفا حاصل کی جا سکتی تھی مگر آئندہ وہ جس ہیئت و شکل میں اللہ تعالیٰ نے اس کو نازل کیا تھا اسی شکل و ہیئت میں واپس کر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اول اول جیسا پیدا کیا تھا اس کو اسی حالت میں مبعوث کرے گا۔ یہ جنت کے یاقوتوں میں سے ایک سفید یاقوت ہے مگر اللہ تعالیٰ نے گنہگاروں کے گناہوں کی وجہ سے اس کے حسن کو تبدیل کر دیا اور اس کی اصل حقیقت کو ظالم سرداروں سے پوشیدہ کر دیا اس لئے کہ جنت میں جو اس کی ابتدائی شکل تھی اس کو کسی کے لئے دیکھنا جائز و مناسب نہیں کیونکہ اگر کسی بھی صورت اس کی اصل حقیقت کو کوئی دیکھ لے تو اس پر جنت واجب ہو جائے گی۔ اور یہ رکن یمین اللہ ہے اس کی زمین پر اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرح مبعوث کرے گا کہ اس کی زبان ہوگی، ہونٹ ہوں گے اور آنکھیں ہوں گی۔ اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہایت صاف و شستہ زبان کے ساتھ اس کو گویا کرے گا اور جو اس کو بوسہ دے گا اس کی گواہی دے گا اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت نصیب نہ ہوگی وہ اگر آج اس حجر اسود کو بوسہ دے لے گا یہ بمنزلہ بیعت کے ہوگا۔ وہب نے بیان کیا کہ حجر اسود اور مقام ابراہیمؑ یہ دونوں جنت کے دو یاقوت ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اور اپنی اپنی جگہ پر رکھ دیئے گئے تو ان کے نور نے تمام روئے زمین کو مشرق سے مغرب تک چمکا دیا جس طرح اندھیری رات میں کوئی چراغ چمکتا ہے۔ گھر اس پر ایمان رکھیں گے اور ان دونوں سے مانوس ہوں گے اور حجر اسود اور مقام ابراہیمؑ جب مبعوث ہوں گے تو وہ کوہ ابو قبیس جیسے بڑے ہوں گے اور جو ان سے ملے گا وہ اس کی گواہی دیں گے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو اس سے اٹھا لیا ہے اور ان کے حسن کو بدل دیا ہے اور اس وقت جیسے ہیں ویسا نہیں رکھ دیا ہے۔

باب (۱۶۲) وہ سبب جس کی بناء پر حجر اسود پہلے سفید تھا بعد میں سیاہ کیسے ہو گیا نیز اس کا سبب کہ اب کوئی بیمار اس کو مس کرتا ہے تو اچھا نہیں ہوتا

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے عبدالرحمن بن ابی نجران اور حسین بن سعید دونوں سے اور ان دونوں نے حماد بن عیسیٰ بن حریز بن عبداللہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ حجر اسود پہلے دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا اگر یہ جاہلیت کی رجس اور پلیدگی سے مس نہ ہوا ہوتا تو جو بیمار بھی اس کو مس کرتا وہ شفایاب ہوتا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے

ہوئے اسماعیل بن محمد تغلبی سے انہوں نے ابی طاہر وراق سے انہوں نے حسن بن ایوب سے انہوں نے عبد الکریم بن عمرو سے انہوں نے عبد اللہ بن ابی یعفور سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ جناب نے ایک مرتبہ حجر اسود کا ذکر فرمایا تو ارشاد کیا گیا کہ اس کی دو آنکھیں اور ایک زبان ہے۔ وہ پہلے دودھ سے بھی زیادہ سفید تھا اور مقام ابراہیمؑ بھی اسی منزلت پر تھا۔

باب (۱۶۳) وہ سبب جس کی بناء پر لوگ حجر اسود اور رکن یمانی کو بوسہ دیتے ہیں اور دوسرے رکنوں کو بوسہ نہیں دیتے نیز اس کا سبب کہ مقام ابراہیمؑ عرش کے بائیں جانب ہوگا

(۱) خبر دی مجھ کو علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین نحوی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابن فضال سے انہوں نے ثعلبہ بن میمون وغیرہ سے انہوں نے برید بن معاویہ عجلی سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ یہ لوگ حجر اسود اور رکن یمانی کا بوسہ کیسے دینے لگے اور دوسرے دونوں رکنوں کو بوسہ نہیں دیتے؟ تو آپ نے فرمایا یہی سوال مجھ سے عباد بن حبیب بصری نے بھی کیا تھا تو میں نے اس کو جواب دیا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو بوسہ دیا اور ان دونوں کو نہیں اور لوگوں پر فرض ہے کہ وہی کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر گئے ہیں مگر اب میں تم سے ایک بات کہتا ہوں جو عباد سے نہیں کہی اور وہ یہ کہ حجر اسود اور رکن یمانی دونوں عرش کے داہنے جانب تھے اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ عرش کے داہنے جانب کو بوسہ دیا جائے۔ میں نے عرض کیا پھر مقام ابراہیمؑ بائیں جانب کیسے ہو گیا؟ تو فرمایا اس لئے کہ حضرت ابراہیمؑ کا عرصہ قیامت میں ایک مقام ہوگا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرصہ قیامت میں ایک مقام ہوگا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ہمارے رب کے عرش کے داہنے جانب ہوگا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام اس عرش کے بائیں جانب ہوگا پس مقام ابراہیمؑ بھی قیامت کے دن اپنے مقام پر ہوگا اور ہمارے پروردگار کا عرش آگے ہوگا پیچھے نہ ہوگا

(۲) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح سے انہوں نے صفوان بن یحیی سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں طواف کعبہ میں مشغول تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ ان دونوں رکنوں کو بوسے دیتے ہیں اور ان دونوں رکنوں کو بوسہ نہیں دیتے ہیں تو میں نے جواب دیا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کو بوسہ دیا کرتے تھے اور ان دونوں کو بوسہ نہیں دیتے تھے لہذا ہم لوگ بھی وہ کام نہیں کرتے جو آنحضرتؐ نے نہیں کیا تھا۔

(۳) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبد الجبار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد کوفی نے روایت کرتے ہوئے ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص سے اس نے مرفوع روایت کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف کرتے ہوئے رکن غربی پر پہنچے تو اسی رکن غربی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں آپؐ کے رب کے گھر کے گوشوں میں سے ایک گوشہ نہیں ہوں مجھے آپؐ بوسہ کیوں نہیں دیتے؟ یہ سن کر آپؐ اس کے قریب گئے اور فرمایا تجھ پر سلام تو ساکن رہ تو چھوڑا ہوا نہیں ہے۔

باب (۱۶۴) وہ سبب جس کی بناء پر حجر اسود اسی رکن میں نصب ہوا جہاں آج ہے کسی دوسرے رکن میں نہیں رکھا گیا نیز وہ سبب جس کی بناء پر اسے بوسہ دیا جاتا ہے اور وہ سبب جس کی بنا پر جنت سے نکالا گیا اور وہ سبب جس کی بناء پر اس میں عہد و میثاق ودیعت کیا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ نے روایت کرتے ہوئے عمر سے انہوں نے ابن سنان سے انہوں نے ابی سعید قماط سے انہوں نے بکیر بن اعین سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو اس رکن میں رکھا ہوا ہے جہاں وہ اس وقت ہے اور کسی دوسرے رکن میں نہیں رکھا؟ اور کیا سبب ہے کہ اس کو بوسہ دیا جاتا ہے؟ اور کیا سبب ہے کہ وہ جنت سے نکالا گیا؟ اور کیا سبب ہے کہ جو اس میں بندوں کا عہد و میثاق رکھا گیا اور کہیں دوسری جگہ نہیں رکھا گیا؟ میں آپ پر قربان ان سب کا سبب بتائیں اس لئے کہ اس مسئلہ کے سبب میرے دل میں عجیب عجیب الجھنیں پیدا ہوتی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا تم نے اس مسئلہ میں خود سوچ کر اپنے کو مشکل میں ڈال لیا ہے۔ اچھا اب ذرا سنو اور سمجھو اور دل سے ساری الجھنیں نکال دو میں انشاء اللہ تعالیٰ تم کو بتاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ہی اس حجر اسود کو اس جگہ رکھا ہے یہ ایک جوہر تھا جو حضرت آدمؑ کے لئے جنت سے نکال کر بھیجا گیا اور اس رکن پر میثاق کی وجہ سے رکھ دیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدمؑ سے جبکہ ان کی ذریت اپنے آباؤ اجداد کے اصلاب میں تھی عہد و میثاق لیا تو اسی مقام پر لیا اور اسی مقام پر ان لوگوں کو ان کے رب کا جلوہ دکھایا جائے گا اور اسی رکن سے امام قائم علیہ السلام پر ایک طائر اترے گا اور سب سے پہلے وہی ان کی بیعت کرے گا اور وہ خدا کی قسم جبرئیل السلام ہوں گے اور اسی مقام پر حضرت امام قائمؑ اپنی پشت سے ٹیک لگائے کھڑے ہوں گے اور یہی ان کے قائم ہونے کی دلیل اور حجت ہوگی اور یہی حجر اسود گواہ ہوگا اس شخص کا جو یہاں آئے گا اور گواہ ہوگا اس عہد و میثاق کی ادائیگی کا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے لیا ہے۔ اب رہ گیا حجر اسود کا بوسہ لینا اور اس کو مس کرنا تو وہ اس عہد و میثاق کی تجدید کے لئے ہے اور بیعت کے لئے تاکہ بندے اس کے سامنے عہد و پیمان کو ادا کرتے رہیں چنانچہ لوگ ہر سال اس عہد و پیمان کی ادائیگی کے لئے آتے ہیں کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب لوگ اس کے سامنے آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں نے اپنی امانت تمہارے حوالے کر دی ہے اور وہ عہد و پیمان تیرے سامنے اگر استوار کیا ہے تاکہ تو گواہی دے کہ میں نے اس عہد و پیمان کو ادا کر دیا۔ مگر قسم خدا کی وہ پیمان میرے شیعوں کے علاوہ کوئی دوسرا ادا نہیں کرتا۔ اور اس عہد و پیمان کا تحفظ ہمارے شیعہ کے سوا کوئی دوسرا نہیں کرتا۔ ہمارے شیعہ جب اس کے پاس آتے تو وہ ان لوگوں کو پہچان لیتا اور ان کی تصدیق کرتا ہے اور جب اغیار آتے ہیں تو ان کو پہچاننے سے انکار کر دیتا ہے اور ان کی تکذیب کرتا ہے اور یہ اس لئے کہ تم لوگوں کے سوا کسی نے بھی اس کا تحفظ نہیں کیا۔ پس خدا کی قسم وہ تم لوگوں کے موافق اور ان لوگوں کے مخالف ان کی بیوفائی و انکار و کفر کی گواہی دے گا اور وہی اللہ کی طرف سے قیامت کے دن ان لوگوں کے خلاف حجت ہے گا جب وہ اپنی پہلی شکل میں آئے گا تو اس کی بولنے والی زبان بھی ہوگی آنکھیں بھی ہوں گی اور سب لوگ اس کو پہچانیں گے کوئی انکار نہیں کر سکے گا اور جس نے اس کے پاس آ کر اپنے عہد و میثاق کی تجدید کی اور اس کی حفاظت کی اس پر قائم رہا وہ اس کی گواہی دے گا اور جس نے اس عہد و میثاق سے انکار کیا اور اسے بھلا دیا اور کفر اختیار کیا اس کی بھی گواہی دے گا۔ اب رہ گئی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت سے کیوں نکالا تو کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ حجر اسود کیا ہے؟ ۔۔ وہ عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا شمار عظیم فرشتوں میں تھا جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے عہد و میثاق لیا تو سب سے پہلے وہی اللہ پر ایمان لایا اور اسی نے سب سے پہلے اس کی ربوبیت کا اقرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی مخلوقات کا امین بنایا اور ان کے عہد و میثاق اس فرشتے کے اندر ودیعت کر دیئے اور سب لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ہر سال اس کے پاس آ کر اپنے

عہد و میثاق کی تجدید کیا کریں جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے اقرار لیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حضرت آدمؑ کے ساتھ جنت میں رکھا تاکہ وہ انہیں ان کا عہد و میثاق یاد دلاتا رہے اور حضرت آدمؑ ہر سال اس کے سامنے اپنے عہد و میثاق کی تجدید کرتے رہیں مگر جب حضرت آدمؑ سے عصیان سرزد ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے جو عہد و میثاق ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے وصی کے متعلق لیا تھا ان کے حافظہ سے محو کر دیا اور ان کو مبہوت اور حیران بنا دیا اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی تو اس فرشتے کو ایک سفید موتی کی شکل میں تبدیل کر دیا اور اسے جنت سے نکال کر حضرت آدمؑ کے پاس بھیجا۔ حضرت آدمؑ اس وقت سرزمین ہند میں تھے جب حضرت آدمؑ نے اس کو دیکھا تو اس سے ان کو انس پیدا ہو گیا مگر وہ اسے پہچانتے نہ تھے بس اتنا ہی جانتے تھے کہ وہ ایک جوہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قوت گویائی عطا کی اور اس نے کہا اے آدمؑ تم مجھے پہچانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم پر شیطان غالب آگیا اور اس نے تم سے ذکر رب کو بھلا دیا پھر اس نے اپنی صورت بدلی اور اس شکل میں آگیا جس شکل میں وہ جنت کے اندر آدم کے ساتھ تھا اور آدمؑ سے بولا تمہارا وہ عہد و میثاق کہاں ہے؟ یہ سن کر حضرت آدمؑ اس پر جھپٹے اور انہیں اپنا میثاق یاد آگیا اور رونے لگے جھک پڑے اور بوسہ دیا اور عہد و میثاق کی تجدید کی اور اقرار کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو پتھر کے جوہر میں سفید اور چمکدار موتی کی شکل میں بدل دیا۔ اور حضرت آدمؑ نے اس کی عظمت و جلالت کو دیکھتے ہوئے اس کو اپنے کاندھے پر اٹھایا اور جب وہ تھک جاتے تو اسے حضرت جبرئیلؑ اٹھاتے یہاں تک کہ اس کو لے کر مکہ پہنچے اور مکہ میں مسلسل اس سے موانست رکھتے دن رات اپنے اقرار و میثاق کی اس کے سامنے تجدید کرتے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو زمین پر اتارا اور خانہ کعبہ کی بنیاد رکھی تو انہیں رکن اور باب کے درمیان اتارا جس کو میثاق لیتے وقت آدم کو دکھایا تھا اور جہاں اس میثاق کو اس ملک کے منہ میں ڈال دیا تھا۔ اور اسی بناء پر حجر اسود وہیں رکھا گیا۔ اور خانہ کعبہ سے حضرت آدم کو ہٹا کر کوہ صفا پر رکھا اور حضرت حوا کو کوہ مروہ پر رکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ سے اٹھا کر حجر اسود کو اس رکن (گوشہ) میں رکھ دیا اب جب حضرت آدمؑ نے کوہ صفا سے اس طرف نظر کی اور حجر اسود کو وہاں دیکھا تو وہیں سے تکبیر و تہلیل اور تمجید کرنے لگے اور اسی بناء پر یہ سنت جاری ہو گئی کہ جب کوہ صفا سے اس رکن کا سامنا ہوتا ہے جس میں حجر اسود ہے تو لوگ تکبیر کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے عہد و میثاق کسی دوسرے ملک کے منہ میں نہیں ڈالا بلکہ اس کے منہ میں ڈالا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت اور محمدؐ کی نبوت اور علیؑ کی ولایت کا اقرار اور عہد و میثاق لیا تو ملائکہ کانپنے لگے اور سب سے پہلے جس ملک نے اس کا اقرار کیا وہ یہی ملک تھا اور ملائکہ میں سے کوئی ملک بھی اس سے زیادہ محمدؐ و آل محمدؐ کا محب و دوستدار نہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو تمام ملائکہ میں سے منتخب فرمایا اور عہد و میثاق اس کے منہ میں رکھ دیا اور وہ قیامت کے دن زندہ ہوگا اس کے بولتی ہوئی زبان اور دیکھتی ہوئی آنکھ ہوگی تاکہ شہادت دے ہر اس شخص کی جو یہاں آکر اس سے ملے اور اس میثاق کی حفاظت کرے۔

باب (۱۶۵) وہ سبب جس کی بناء پر صفا کا صفا اور مروہ کا مروہ نام رکھا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے اسماعیل بن جابر عبدالکریم بن عمرو سے انہوں نے عبدالحمید بن ابی دیلم سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ صفا کا نام صفا اس لئے رکھا گیا کہ حضرت آدمؑ مصطفیٰ تھے اور اسی پہاڑ پر اتارے گئے اس لئے اس پہاڑ کا نام مصطفیٰ سے مشتق کرکے صفا رکھ دیا گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان الله اصطفىٰ ادم ونوحا وال ابراهيم وال عمران على العالمين (بیشک اللہ تعالیٰ نے آدمؑ اور نوحؑ اور آل ابراہیمؑ اور آل عمران کو جہانوں پر مصطفیٰ کیا ہے) سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر ۳۳ اور حضرت حوا کوہ مروہ پر اتریں (عورت کو مرءۃ کہتے ہیں) چونکہ ایک مرءۃ اس

پہاڑ پر اتری اسی لئے مرأة سے مشتق کر کے اس پہاڑ کا نام مروہ رکھ دیا گیا۔

باب (۱۶۶) وہ سبب جس کی بناء پر صفا و مروہ کے درمیان سعی قرار دی گئی

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے کہا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل کو مکہ میں چھوڑا تو بچہ کو پیاس لگی اور صفا و مروہ کے درمیان ایک درخت تھا حضرت اسماعیل کی والدہ (تلاش آب میں) نکلیں اور کوہ صفا پر کھڑی ہو کر بولیں اس وادی میں کوئی مونس و مددگار ہے مگر کہیں سے کوئی جواب نہیں ملا تو وہاں سے چل کر مروہ پہنچیں تو آواز دی کیا اس وادی میں کوئی مونس و مددگار ہے مگر یہاں بھی کوئی جواب نہ پایا تو پھر کوہ صفا کی طرف واپس ہوئیں اور وہاں بھی یہی آواز دی اور اس طرح آپ نے سات مرتبہ چکر لگائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سنت قرار دے دیا۔ پھر حضرت جبرئیل آئے اور پوچھا تم کون ہو؟ ان معظمہ نے کہا میں حضرت ابراہیمؑ کے فرزند کی ماں ہوں۔ حضرت جبرئیلؑ نے پوچھا انہوں نے تم لوگوں کو کس کے بھروسہ پر چھوڑا ہے ان معظمہ نے کہا جب وہ واپس جانے لگے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ ہمیں کس کے حوالے کئے جا رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اللہ کے حوالے کر رہا ہوں۔ حضرت جبرئیلؑ نے کہا اچھا تو پھر وہ جس کے حوالے کر گئے وہ کافی ہے۔ اور اس وقت لوگ مکہ کی طرف سے ہو کر گزرنے سے اجتناب کرتے تھے اس لئے کہ پانی نہ تھا چنانچہ بچے (حضرت اسماعیلؑ) نے جو ایڑیاں رگڑیں تو چشمہ زمزم پھوٹ پڑا (اور مادر اسماعیلؑ نے جب یہ دیکھا تو) وہ کوہ مروہ سے اپنے بچے کی طرف واپس آئیں پانی ابل رہا تھا تو اس کے گرد سعی جمع کرنے لگیں تاکہ پانی بہہ نہ جائے اور واقعی اگر اسے چھوڑ دیتیں تو وہ بہنے لگتا۔ آپ نے فرمایا جب چڑیوں نے وہاں پانی دیکھا تو اس کے گرد منڈلانے لگیں اور یمن کا ایک قافلہ ادھر سے گزر رہا تھا انہوں نے چڑیوں کو دور سے منڈلاتے دیکھا تو سوچا چڑیاں پانی کے سوا کس چیز پر منڈلاتی ہوں گی وہاں ضرور پانی ہو گا۔ تو پانی پینے کے لئے ادھر آئے اور انہوں نے انہیں پانی پلایا اور قافلہ کے پاس کھانے کے لئے جو چیز تھی اس میں ان لوگوں کو کھلایا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے رزق مہیا کر دیا چنانچہ اب سارے قافلے ادھر سے گزرنے لگے اہل قافلہ ان کو کھانا دیتے اور یہ لوگ اہل قافلہ کو پانی پلاتے۔

باب (۱۶۷) صفا و مروہ کے درمیان ہرولہ (دوڑ کر چلنے) کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان تیز چلنے کا حکم اس لئے ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے ابلیس آگیا تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ اس کو مارو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس کو دوڑایا تو بھاگ گیا اور اسی بناء پر ہرولہ (دوڑ کر چلنا) سنت قرار پایا۔

(۲) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کر ــــ ـــ محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزندوں احمد اور عبد اللہ سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حلبی سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ صفا اور مروہ کے درمیان تیز رفتاری سے چلنا کیوں قرار پایا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ حضرت ابراہیم کو اس وادی میں شیطان نظر آیا اور انہوں نے اس کو دوڑایا اور وہ شیطان کی منزلیں ہیں۔

باب (۱۶۸) وہ سبب جس کی بناء پر سعی کرنے کی جگہ اللہ کی نظر میں زمین کے سارے قطعات میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہے

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ سعی کرنے کی جگہ سے زیادہ کوئی جگہ عبادت کی اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور یہ اس لئے یہاں پر آکر ہر ظالم و جابر ذلیل کردیا جاتا ہے۔

(۲) محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس دونوں نے اور ان دونوں نے روایت کی محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے محمد بن اسلم سے انہوں نے یونس سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سعی کی جگہ سے زیادہ کوئی بقعہ زمین اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اس لئے کہ یہاں آکر ہر ظالم و جابر ذلیل کردیا جاتا ہے۔

باب (۱۶۹) وہ سبب جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد شجرہ سے احرام باندھا کسی دوسری جگہ سے نہیں

(۱) بتایا مجھے علی بن حاتم نے کہ خبر دی مجھ کو قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے روایت کرتے ہوئے حسین بن ولید سے انہوں نے اس شخص سے جس نے ان سے اس کا ذکر کیا راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کس سبب کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد شجرہ سے احرام باندھا کسی اور جگہ سے نہیں آپ نے فرمایا اس لئے کہ جب آنحضرت کو آسمان پر لے جایا گیا اور آپ شجرے کے مقابل پہنچے اور سارے ملائکہ بیت المعمور کی طرف آتے تھے تو آسمان کے ان مقامات سے آیا کرتے جو میقات کی شکلوں کے مقابل ہے سوائے مسجد شجرہ کے چنانچہ جب آپ مسجد شجرہ کے عین مقابل و محاذات پر پہنچے تو ندا آئی کہ اے محمد تو آپ نے کہا لبیک تو ندا آئی الم یجدک یتیما فاوی۰ ووجدک ضالا فھدی (کیا اس نے تم کو یتیم نہ پایا پھر پناہ دے دی اور تمہیں ناواقف پایا پس منزل مقصود تک پہنچا دیا) سورۂ ضحیٰ کی آیت نمبر ۷-۶ تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک لبیک (بیشک حمد اور نعمت اور ملک تیرا ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں) اسی بناء پر جب آنحضرت نے حج کا ارادہ کیا تو مسجد شجرہ سے احرام باندھا۔

(۲) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ عمرہ اور حج اسی وقت مکمل اور پورا ہوگا جب تم اسی میقات سے احرام باندھو جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام باندھا تھا اس لئے بغیر احرام باندھے ہرگز آگے نہ بڑھو اس لئے کہ وہی عراق کے لئے میقات ہے اور اس وقت عراق کی طرف آنے والوں کے لئے بطن عقیق میقات تھا اور اہل طائف کے لئے قرن المنازل ہے اور اہل مغرب کے لئے میقات جحفہ اور اس کا نام ہم لوگوں کے پاس مہیعہ لکھا ہوا ہے اور اہل مدینہ کے لئے میقات ذوالحلیفہ ہے اور اہل یمن کے لئے میقات یلملم ہے اور جس شخص کا مکان ان میقاتوں کے پیچھے مکہ سے ملا ہوا ہے تو اس کا میقات خود اسی کا گھر ہے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے صفوان بن یحیٰی سے انہوں نے ابی ایوب خزاز سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بطن عقیق کے متعلق دریافت کیا کہ اس کو میقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنایا ہے یا اس کو لوگوں نے میقات بنالیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذاالحلیفہ کو میقات بنایا۔ اور اہل مغرب کے لئے جحفہ کو میقات قرار دیا اور اس کا نام ہم لوگوں کے پاس جیعہ لکھا ہوا ہے اور اہل یمن کے لئے یلملم کو میقات قرار دیا اور اہل طائف کے لئے قرن المنازل کو میقات قرار دیا اور اہل نجد کے لئے اور جو نجد کی طرف سے آتے ہیں ان کے لئے عقیق کو میقات قرار دیا۔

باب (۱۷۰) قربانی کے جانوروں کو اشعار (پشت پر جھول ڈالنا) اور تقلید (نشانی کے لئے گلے میں سپڑ ڈالنا) کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے نوفلی سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ جناب سے دریافت کیا گیا کہ قربانی کے جانوروں کے گلے، نعل یا اپنی کوئی مخصوص نشانی کیوں لگائی جاتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نعل پہنانے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قربانی کا جانور ہے اور خود مالک بھی اس نعل سے پہچان لیتا ہے اور اشعار (کوئی جھول ڈالنا) تو اس کے بعد پھر اس کے مالک پر اس کی پشت پر سواری حرام ہے اور شیطان پھر اس کو مس نہیں کر سکتا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے فضالہ سے انہوں نے سیف بن عمیرہ سے انہوں نے عمرو بن شمر سے انہوں نے جابر سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ تم لوگ قربانی کے جانور پر خوب اچھا جھول ڈالو اس لئے کہ اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اللہ اس کے مالک کے سارے گناہ معاف کر دے گا۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزند احمد اور عبداللہ سے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص اپنے قربانی کے جانور کو لے کر چلے اور مقام قربانی تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کی ٹانگ ٹوٹ جائے یا وہ مر جائے یا وہ ہلاک ہو جانے والا ہو تو اگر ممکن ہو سکے تو اس کو نحر کر دے اور پھر اس کے گلے میں جو نعل پڑی ہے وہ اس کے خون میں غلطاں کر دے تاکہ جو شخص ادھر سے گزرے وہ سمجھ لے کہ یہ ذبح کیا ہوا ہے اور چاہے تو اس کا گوشت کھالے اور وہ جانور جس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے یا مر گیا ہے یا ہلاک ہو گیا ہے تو خود مالک اس کا ضامن ہے اور اس پر فرض ہے کہ جس مقام پر اس کی ٹانگ وغیرہ ٹوٹی ہے یا ہلاک ہوا ہے اس کے بدلے ایک دوسرا جانور اسی جگہ خریدے اور یہ ضمانت نذر واجب وغیرہ کے لئے ہے اور اگر نذر وغیرہ واجب نہیں ہے بلکہ استحباب اور اپنی خوشی کی بناء پر قربانی کرنا چاہتا تھا تو اس کے لئے واجب نہیں کہ اسی جگہ سے جانور خریدے یہ اس کی مرضی پر ہے چاہے وہاں خریدے اور چاہے کہیں اور سے کر خریدے

باب (۱۷۱) وہ سبب جس کی بناء پر یوم ترویہ کو یوم ترویہ کہتے ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے محمد بن ابی عمیر

سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے عبید بن علی حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ یوم ترویہ کو یوم ترویہ کیوں کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ میدان عرفات میں پانی نہیں تھا کہ سے ان کے پینے کے لئے پانی آتا تھا تو لوگ پیتے تھے اور جب پانی آتا اور یہ لوگ سیراب ہوتے تو آپس میں ایک دوسرے سے کہتے ترویتم ترویتم (تم لوگ سیراب ہو گئے تم لوگ سیراب ہو گئے) تو اسی بناء پر اس دن کو یوم ترویہ کہنے لگے۔

باب (۱۷۲) وہ سبب جس کی بناء پر منیٰ کو منیٰ کہا جانے لگا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے فضالہ ابن ایوب سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے کہا اے ابراہیم کوئی تمنا ہو تو کیجئے اسی بناء پر وہاں کا نام منیٰ پڑ گیا اور لوگ اسے منیٰ کہنے لگے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل برکی سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے حضرت امام رضا علیہ السلام نے میرے پاس اپنے خط میں وہ سبب تحریر فرمایا جس سے منیٰ کو منیٰ کہا جاتا ہے۔ آپ نے لکھا کہ وہاں پر حضرت جبرئیلؑ نے کہا کہ اے ابراہیمؑ اپنے رب سے آپ کوئی تمنا کرنا چاہیں کر لیں تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دل میں یہ تمنا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے بیٹے اسماعیل کی جگہ دنبہ بھیج دے اور اسماعیلؑ کے بدلے اس کو ذبح کرنے کا حکم دے دے تو ان کی یہ تمنا قبول ہو گئی اور اللہ نے وہ دیدیا جس کی انہوں نے تمنا کی تھی

باب (۱۷۳) وہ سبب جس کی بناء پر عرفات کا نام عرفات ہو گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے حمزہ بن محمد علوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرفات کے متعلق دریافت کیا کہ اس کا نام عرفات کیوں رکھا گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ، حضرت ابراہیم کو یوم عرفہ ساتھ لے کر عرفات کے میدان میں گئے اور جب آفتاب کے زوال کا وقت آگیا تو کہا اے ابراہیم آپ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں اور اپنے مناسک کو پہچانیں تو چوں کہ حضرت جبرئیلؑ نے کہا تھا کہ اعتراف کریں اور انہوں نے اعتراف کیا اس لئے اس جگہ کا نام عرفات ہو گیا۔

باب (۱۷۴) وہ سبب جس کی بناء پر خیف کو خیف کہتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں

نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ خیف کو خیف کیوں کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اس کو خیف اس لئے کہتے ہیں کہ وہ وادی سے بلند ہے اور ہر وہ جگہ جو وادی سے بلند ہو اس کو خیف کہتے ہیں۔

باب (۱۷۵) وہ سبب جس کی بناء پر مزدلفہ کو مزدلفہ کہتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے صفوان سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضرت جبرئیلؑ ان کو موقف (جائے وقوف یعنی عرفات) پر لے کر گئے اور وہاں قیام کیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا تو ان کو وہاں سے لے کر روانہ ہوئے اور کہا کہ اے ابراہیم اب یہاں سے مشعر الحرام کی طرف مزدلف ہو (یعنی قریب ہو) اس لئے اس کا نام مزدلفہ رکھا گیا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی علی بن مہزیار سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ (مشعر الحرام کو) مزدلفہ اس لئے کہتے ہیں کہ لوگ عرفات سے اس کی طرف قریب ہوتے ہیں۔

باب (۱۷۶) وہ سبب جس کی بناء پر مزدلفہ کو مزدلفہ جمع کہتے ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے اسماعیل بن جابر عبد الکریم بن عمرو سے انہوں نے عبد الحمید بن ابی دیلم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مزدلفہ کا نام مزدلفہ جمع اس لئے رکھا گیا کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام نے نماز مغرب و عشاء دونوں کو جمع کر کے ایک ساتھ پڑھی تھیں۔

(۲) اور میرے والد رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خط میں لکھا کہ اسے مزدلفہ جمع اس لئے رکھا گیا کہ اس میں نماز مغرب و عشاء ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کر کے پڑھی جاتی ہے۔

باب (۱۷۷) رمی جمار کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی عطار نے روایت کرتے ہوئے عمرکی خراسانی سے انہوں نے علی بن جعفر سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ یہ رمی جمار کیوں قرار دیا گیا؟ تو آپ نے فرمایا جمرہ کے مقام پر حضرت ابراہیم کو ابلیس لعین نظر آیا تو آپؑ نے اس کو پتھر مارا اور اسی وقت سے یہ دستور و سنت جاری ہو گئی۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح سے انہوں نے صفوان بن یحیی سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا سب سے پہلے جس نے جمرہ کو پتھر مارا وہ حضرت آدمؑ تھے اور فرمایا کہ حضرت جبرئیلؑ، حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے اور کہا اے ابراہیم پتھر مارو تو آپ نے جمرہ عقبہ کو پتھر مارا

اس لئے کہ وہاں شیطان مجسم ہو کر آپ کے سامنے آیا تھا۔

باب (۱۷۸) جانوروں کی قربانی کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے اسماعیل بن مسلم سکونی سے انہوں نے حضرت امام جعفر بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے جانوروں کی قربانی اس لئے رکھ دی ہے کہ تم لوگوں کے غریبوں اور مسکینوں کو گوشت ملنے میں توسیع (آسانی) ہو لہذا تم لوگ ان کو قربانی کا گوشت کھلاؤ۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی اسدی نے روایت کرتے ہوئے موسی بن عمران نخعی سے انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ جانوروں کی قربانی قرار دیے کا سبب کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ جانور کی قربانی کے خون کا پہلا قطرہ جونہی زمین پر گرتا ہے اللہ تعالی قربانی کرنے والے کی مغفرت فرما دیتا ہے اور اللہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ غیب سے کون ڈرتا ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے **لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله التقوىٰ منكم** (اللہ تعالی تک نہ ان کا گوشت پہنچے گا اور نہ خون ہاں اس تک تمہاری پرہیزگاری یقیناً پہنچے گی) سورۃ الحج۔ آیت نمبر ۳۷ پھر فرمایا اللہ تعالی نے ہابیل کی قربانی کیسے قبول کرلی اور قابیل کی قربانی کو رد کر دیا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے ابی جمیلہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ جناب سے قربانی کے گوشت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت علی ابن الحسینؑ اور آپ کے فرزند حضرت محمد باقر علیہ السلام ایک تہائی اپنے ہمسایوں پر تقسیم کر دیتے، ایک تہائی فقراء اور مساکین کو دے دیتے اور ایک تہائی اپنے اہل بیت کے لئے رکھ لیتے تھے۔

باب (۱۷۹) وہ سبب جس کی بناء پر قربانی کے جانوروں کی اچھی طرح دیکھ بھال مستحب ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسی بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن یحیی بن عمران اشعری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسی بن جعفر بغدادی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے عبیداللہ بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسی بن ابراہیم نے انہوں نے ابوالحسن موسی علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ جناب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم لوگ اپنے قربانی کے جانوروں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرو اس لئے کہ صراط پر یہی تمہاری سواریاں ہوں گی۔

باب (۱۸۰) وہ سبب جس کی بناء پر قربانی کا گوشت قسم کے کفارہ میں فقراء و مساکین کو کھلانا جائز نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے

سہل بن زیاد سے انہوں نے حسین بن یزید سے انہوں نے اسماعیل بن ابی زیاد سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ قربانی کا گوشت قسم کے کفارے میں فقراء و مساکین کو کھلایا جاسکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اس لئے کہ یہ قربانی کے لئے ہے۔

باب (۱۸۱) وہ سبب جس کی بنا پر قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ محفوظ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے عبدالرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے محمد بن حمران سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ ضرورت کے لئے محبوس و محفوظ رکھنے سے منع فرماتے تھے اور ایک دن تک تو کوئی حرج نہیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے یونس سے انہوں نے جمیل ابن دراج سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قربانی کا گوشت منیٰ میں تین دن سے زیادہ بچائے رکھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا اب کوئی حرج نہیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن عباس علوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ بن موسیٰ بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے ماموں زید بن علیؑ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے جد نامدار حضرت علی علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کو تین باتوں کے لئے منع کیا تھا اول قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا مگر اب قبروں کی زیارت کرو، دوسرے قربانی کا گوشت منیٰ سے تین دن بعد نکالنے سے منع کیا تھا مگر اب اسے کھاؤ اور ذخیرہ کرلو، تیسرے میں نے عرق انگور و کھجور سے منع کیا تھا مگر اب اسے استعمال کرو اور یاد رہے کہ ہر نشہ آور شے حرام ہے یعنی وہ عرق جو دن میں نکالا جائے اور شب میں پیا جائے یا رات میں نکالا جائے اور دن میں پیا جائے مگر جب اس میں ابال آجائے تو حرام ہے۔

باب (۱۸۲) وہ سبب جس کی بنا پر قربانی کے جانور کی کھال اس شخص کو دینا جائز ہے جو اس کی کھال اتارے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ عمران اشعری سے انہوں نے علی بن اسماعیل سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ ازرق سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے ابی ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص قربانی کے جانور کی کھال اس شخص کو دیتا ہے جو اس کی کھال اتارتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں اللہ تعالیٰ یہی تو کہتا ہے **فکلوا منها واطعموا** (اس میں سے کھاؤ اور کھلاؤ) سورہ حج۔ آیت نمبر ۲۸۔ اور جلد نہ کھائی جاتی ہے نہ کھلائی جاتی ہے

باب (۱۸۳) وہ سبب جس کی بناء پر جس شخص کے پاس قربانی کے جانور کے خریدنے کے لئے رقم نہ ہو تو اس پر لازم و واجب ہے کہ کسی سے قرض لے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں موسیٰ بن جعفر بغدادی سے انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ سے انہوں نے موسیٰ بن ابراہیم سے انہوں نے ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے قربانی کرنا ہے مگر میرے پاس کچھ نہیں جس سے قربانی کا جانور خریدوں تو کیا قرض لے لوں اور اس سے جانور خرید کر قربانی کروں؟ فرمایا ہاں قرض لے لو یہ قرض ادا ہو جائے گا۔

(۲) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے احمد بن یحییٰ مقری سے انہوں نے عبداللہ بن موسیٰ سے انہوں نے اسرائیل سے انہوں نے ابی اسحاق سے انہوں نے شریح بن ہانی سے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قربانی کرنے کا کیا ثواب ہے؟ تو قرض لے کر قربانی کریں اس لئے کہ قربانی کا پہلا قطرہ خون کا زمین پر گرتے ہی اللہ تعالیٰ قربانی کرنے والے کی مغفرت کر دیتا ہے۔

باب (۱۸۴) وہ سبب جس کی بناء پر قربانی کا ایک جانور ایک شخص کی طرف سے کافی ہوگا اور قربانی کی ایک گائے پانچ آدمیوں کی طرف سے کافی ہوگی

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے انہوں نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے علی بن سعید سے انہوں نے حسین بن خالد سے انہوں نے ابوالحسن علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آنجناب سے دریافت کیا کہ ایک قربانی کا جانور کتنے آدمیوں کی طرف سے کافی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک آدمی کی طرف سے۔ میں نے عرض کیا اور ایک گائے؟ فرمایا پانچ آدمیوں کی طرف سے بشرطیکہ وہ ایک دسترخوان پر کھاتے ہوں۔ میں نے عرض کیا یہ کیسے ہو کہ جانور تو ایک صرف ایک آدمی کی طرف سے کافی مگر ایک گائے پانچ آدمیوں کی طرف سے کافی؟ فرمایا دوسرے جانوروں میں وہ سبب نہیں ہے جو گائے میں ہے وہ لوگ جنہوں نے قوم موسیٰ کو گاؤ پرستی کا حکم دیا وہ پانچ تھے ایک گھر کے تھے ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھاتے تھے وہ اذویہ اور اس کا بھائی مذویہ اور اس کا بھتیجا اور اس کی لڑکی اور اس کی بیوی تھی انہوں نے ہی گوسالہ پرستی کا حکم دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جس گوسالہ کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا انہی لوگوں نے ذبح کیا تھا۔

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسی طرح آئی ہے اور میں نے اسے بعینہٖ پیش کر دیا ہے اس لئے کہ اس میں پانچ آدمیوں کی طرف سے ایک گائے کافی ہونے کا سبب موجود ہے مگر وہ حدیث جس کی بناء پر میں نے فتویٰ دیا ہے اور جس پر مجھے اعتماد ہے وہ یہ ہے کہ ایک گائے یا کوئی ایک جانور ایک گھرانے کے سات آدمیوں کی طرف سے یا غیر خاندان والوں کی طرف کافی ہے۔

اس حدیث کی روایت کی ہے محمد بن حسین بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی الخطاب نے روایت کرتے ہوئے وھب بن حفص سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا گائے یا قربانی کے لئے کوئی جانور ایک عدد سات آدمیوں کی طرف سے کافی

ہے اگر وہ اس میں شریک ہو جائیں خواہ یہ اپنے گھر کے ہوں یا دوسرے ہوں۔

○ بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے بنان بن محمد سے انہوں نے محمد بن حسن سے انہوں نے یونس بن یعقوب سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے گائے کی قربانی کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ متفرق سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔

باب (۱۸۵) وہ سبب جس کی بناء پر قربانی کے لئے بھیڑ دو سال کا کافی ہے مگر بکرا دو سال کا کافی نہیں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے محمد بن یحییٰ خزاز سے انہوں نے حماد بن عثمان سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ قربانی کے لئے کم از کم کتنے سن کے بھیڑ اور بکرے کی اجازت ہے؟ آپ نے فرمایا بھیڑ دو سال کا۔ میں نے عرض کیا اور بکرا بھی دو سال کا؟ آپ نے فرمایا نہیں اس کی اجازت نہیں۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان اس کا کیا سبب؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ بھیڑ دو سال کا مادہ کو گابھن (حاملہ) کر سکتا ہے مگر دو سال کا بکرا نہیں کر سکتا۔

باب (۱۸۶) وہ سبب جس کی بناء پر وہ شخص جو اپنی ماں کی طرف سے متمتع اور اپنے باپ کی طرف سے حج کر رہا ہے اس پر قربانی ساقط ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے صالح بن عقبہ سے انہوں نے حارث بن مغیرہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو اپنی ماں کی طرف سے متمتع کرتا ہے اور اپنے باپ کی طرف سے حج کا احرام باندھتا ہے اور آپ نے فرمایا کہ اگر وہ قربانی کر دے تو اس کے لئے بہتر ہے اور اگر نہ کرے تو اس پر کچھ نہیں ہے کیونکہ اس نے ماں کی طرف سے متمتع کیا ہے اور باپ کی طرف سے حج کا احرام باندھا۔

باب (۱۸۷) وہ سبب جس کی بناء پر اہل یمن سے ذبح اور حلق (سر منڈوانا) کی پابندی اٹھائی گئی

اصل کتاب میں یہ باب سادہ ہے

باب (۱۸۸) وہ سبب جس کی بناء پر حج اکبر کہا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے علی بن محمد قاشانی سے انہوں نے قاسم بن محمد اصبہانی سے انہوں نے سلیمان بن داؤد منقری سے انہوں نے حفص بن غیاث نخعی قاضی سے اس کا بیان ہے کہ

میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس قول خدا کے متعلق دریافت کیا **واذان من الله ورسوله الى الناس يوم الحج الاكبر** (حج اکبر کے دن لوگوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان ہے) سورۂ توبہ۔آیت نمبر ۳ آپ نے فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے درمیان اذان میں ہوں۔ میں نے عرض کیا پھر حج اکبر کی لفظ کے کیا معنی ہیں آپ نے فرمایا اس کا نام حج اکبر اس لئے پڑا کہ اس سال مسلمین و مشرکین دونوں نے حج ادا کیا اور اس سال کے بعد پھر مشرکین نے حج نہیں کیا۔

باب (۱۸۹) وہ سبب جس کی بناء پر طائف کو طائف کہتے ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی علی سے انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت ابو الحسن علیہ السلام نے طائف کے متعلق پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے طائف کو طائف کیوں کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ وہ ان کے اہل و عیال کو ہر طرح کے پھلوں کا رزق عطا کرے تو اردن کا ایک قطعہ زمین کٹ کر چلا اور اس نے سات مرتبہ خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر وہ اس وقت جس مقام پر ہے وہیں ٹھہر گیا اور اس کا نام طائف پڑ گیا اس لئے کہ اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔

(۲) بتایا مجھے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر اور علی بن سلمان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے امام رضا علیہ السلام نے کیا تمہیں معلوم ہے کہ طائف کو طائف کیوں کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے اہل و عیال کو تمام پھلوں کا رزق عطا کر تو اللہ تعالیٰ نے اردن کے ایک قطعہ زمین کو حکم دیا وہ اپنے پھلوں کے ساتھ چلا اور آکر اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا پھر اسے حکم دیا گیا کہ وہ اس مقام پر ہٹ جائے جس کو طائف کہتے اس لئے اس کا نام طائف پڑ گیا۔

باب (۱۹۰) وہ سبب جس کی بنا پر موقف سے مشعر کیوں جاتے ہیں سیدھے حرم کیوں نہیں جاتے

(۱) بیان کیا مجھ حسین بن علی بن احمد صائغ رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن جہل نے روایت کرتے ہوئے سعد بن عبد اللہ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین ہمدانی نے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ذوالنون سے پوچھا کہ اے ابا الفیض موقف سے مشعر کیوں جاتے ہیں سیدھے حرم کیوں نہیں جاتے؟ انہوں نے جواب دیا مجھ سے بیان کیا اس شخص نے جس نے یہی سوال حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کیا تھا تو آپ نے جواب دیا تھا کہ اس لئے کہ کعبہ بیت اللہ ہے اور حرم اس کا حجاب ہے اور مشعر اس کا دروازہ ہے جب زائرین قصد زیارت کرتے ہیں تو جیسے اللہ انہیں دروازے پر کھڑا کرتا ہے تاکہ اذن دخول پا جائیں۔ پھر حجاب ثانی پر کھڑا کرتا ہے اور وہ مزدلفہ ہے پھر جب اللہ تعالیٰ ان کے تضرع پر نظر کرتا ہے انہیں حکم دیتا ہے کہ اچھا اپنی اپنی قربانیاں پیش کرو جب قربانیاں پیش کر لیتے ہیں اور صاف ستھرے اور ان گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں جو ان کے اور اللہ کے درمیان حجاب بنے ہوئے تھے تو انہیں طہارت کے ساتھ زیارت کی اجازت ملتی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے پوچھا کہ ایام تشریق میں روزہ کیوں مکروہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ سب لوگ اللہ کے زائر اور مہمان ہوتے ہیں اور مہمان کے لئے ہرگز یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی کے ہاں مہمان جائے تو وہاں روزہ رکھے۔ میں نے عرض کیا لوگ خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر کیوں لٹکتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی کی خطا کئے ہوئے ہو اور وہ شخص اس کا دامن پکڑ کر اس سے

گزارش کرے اور وہ گڑگڑائے کہ وہ اس کی خطا معاف کردے۔

باب (۱۹۱) وہ سبب جس کی بناء پر چار مہینہ تک حاجیوں کے گناہ ان کے نامہ اعمال میں نہیں لکھے جاتے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حسین بن خالد سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا، کیا وجہ ہے کہ حاجیوں کا کوئی گناہ چار ماہ تک نامہ اعمال میں نہیں لکھا جاتا آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے لئے اشہر حرم چار ماہ مباح کردیے ہیں چنانچہ فرماتا ہے فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر (پس (اے مشرکو) تم زمین میں چار مہینے چل پھر لو) سورۃ توبہ آیت نمبر ۲ لہٰذا مومنین میں سے جو حج بیت اللہ کرے اس کے لئے بھی چار مہینہ معاف کردیئے ہیں۔

باب (۱۹۲) وہ سبب جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل جاہلیت کے دستور کے خلاف مشعر سے کوچ کیا

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ اور ابن ابی عمیر و فضالہ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایام جاہلیت کے لوگ کہا کرتے کہ اے آفتاب نکل تاکہ ہم لوگ جانور ذبح کریں اور وہ لوگ چلتے تو گھوڑوں اور اونٹوں کو دوڑاتے ہوئے چلتے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم مشعر سے چلے تو انتہائی سکون و وقار کے ساتھ ذکر خدا کرتے ہوئے استغفار کرتے ہوئے اور زبان کو حرکت دیتے ہوئے چلے۔

باب (۱۹۳) وہ سبب جس کی بناء پر اگر کوئی شخص حدود حرم میں جرم کرے تو اس پر حد جاری ہوگی اور اگر کوئی حرم کے باہر جرم کرے اور بھاگ کر حدود حرم میں چلا جائے تو اس پر حد جاری نہ ہوگی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی علی سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے حفص بن بختری سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو حرم کے باہر جرم کرتا ہے اور بھاگ کر حدود حرم میں چلا جاتا ہے کیا اس پر حد جاری ہوگی؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر اس کو نہ کھانا دیا جائے گا نہ پانی نہ اس سے بات کی جائے نہ اس کو کوئی شے فروخت کی جائے گی اس طرح وہ جلد ہی حرم سے باہر نکل آئے گا اور پھر اس پر حد جاری کی جائے گی اور اگر کوئی شخص حدود حرم میں جرم کرے تو اس پر حد جاری کی جائے گی اس لئے کہ اس نے خود حرم کی حرمت کا لحاظ نہیں کیا۔

باب (۱۹۴) وہ سبب جس کی بناء پر بطحا کو بطحا کہتے ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے اپنے

باپ سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے اسماعیل بن جابر اور عبدالکریم بن عمرو سے انہوں نے عبدالحمید بن ابی دیلم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جمع کو جمع اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت آدم کو حکم ہوا کہ وہ بطحا جمع (جمع کی کشادہ وادی میں) سجدہ ریز رہیں اور وہ سجدہ ریز رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی تو حکم ہوا کہ کوہ جمع پر چڑھ جائیں اور پھر حکم ہوا کہ جب آفتاب طلوع ہو تو اپنے گناہ کا اعتراف کریں۔ حضرت آدمؑ نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک آگ بھیجی جس نے حضرت آدم کی قربانی پر قبضہ کر لیا۔

باب (۱۹۵) وہ سبب جس کی بنا پر اگر کوئی شخص احرام میں ہو اور مضطر و مجبور ہو جائے تو شکار کا گوشت کھا سکتا ہے اور وہ سبب جس کی بناء پر روایت میں آیا کہ وہ مردار کھائے۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے عمرکی سے انہوں نے علی بن جعفر سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا اس شخص کے متعلق جو حالت احرام میں ہے اور اتنا مجبور و مضطر ہے کہ شکار یا مردار کھائے اور میں نے یہ بھی عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے شکار حرام کیا ہے اور مردار حلال کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ شکار کر کے کھائے اور کفارہ ادا کرے اس طرح وہ اپنا مال کھائے گا۔

(۲) کہا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے فضالہ سے انہوں نے ابان سے انہوں نے ابی ایوب سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جو حالت احرام میں ہے اور مردار اور شکار کھانے پر مجبور ہے تو ان دونوں میں سے کیا کھائے؟ فرمایا وہ شکار کر کے کھائے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے جو مضطر و مجبور ہو مردار کھانا حلال نہیں کیا ہے؟ فرمایا ہاں لیکن وہ شکار کر کے کھائے اور کفارہ ادا کرے۔ کیا وہ اپنا مال نہیں کھاتا۔ لہٰذا وہ شکار کھائے گا اور کفارہ ادا کرے گا۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبدالحمید نے روایت کرتے ہوئے یونس بن یعقوب سے انہوں نے منصور بن حازم سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص حالت احرام میں ہے اور مجبور ہے کہ وہ مردار کھائے یا شکار کھائے تو ان دونوں میں سے کیا کھائے؟ آپ نے فرمایا وہ شکار کر کے کھائے میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے شخص مضطر و مجبور کے لئے مردار کھانا حلال نہیں کیا ہے؟ فرمایا ہاں مگر کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ ہر شخص اپنا مال کھاتا ہے چنانچہ وہ شکار کر کے کھائے گا اور اس کا کفارہ (قیمت) ادا کرے گا۔

(۴) اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ مردار کھائے گا اس لئے کہ وہ اس کے لئے حلال ہے اور شکار اس کے لئے حلال نہیں ہے۔

باب (۱۹۶) مکہ میں قیام مکروہ ہونے کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے محمد بن فضیل سے انہوں نے ابی الصباح کنانی سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق دریافت کیا کہ **ومن یرد فیه بالحاد بظلم نذقه من عذاب الیم** (اور جو شخص اس میں شرارت سے گمراہی کرے اس کو ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے) سورۃ الحج۔ آیت نمبر ۲۵ تو آپ نے فرمایا کہ

میں ہر طرح کا ظلم خواہ اپنے نفس پر ہو، خواہ چوری ہو، خواہ کسی دوسرے پر ظلم ہو یا کسی اور قسم کا ظلم ہو میری نظر میں وہ الحاد ہے اور اسی وجہ سے تو مکہ میں سکونت سے منع کیا گیا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن عامر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد سیاری نے انہوں نے کہا کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص نے روایت کی ہے اور اس کو مرفوع کیا ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف آپ نے فرمایا کہ مکہ میں قیام و سکونت مکروہ ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے نکالے گئے تھے اور وہاں پر مقیم رہنے والا شقی القلب رہتا ہے جب تک کہ وہاں سے کہیں اور نہ چلا جائے۔

(۳) نیز ان ہی سے بیان ہے کہ مجھ سے حسین بن محمد نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سیاری سے انہوں نے محمد ابن جمہور سے انہوں نے یہ روایت مرفوع کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مناسک حج پورے کرلے تو اپنی سواری پر سوار ہو اور اپنے اہل و عیال کے پاس واپس چلا جائے اس لئے کہ مکہ میں قیام سے انسان شقی القلب ہو جاتا ہے۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن سلیمان رازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن خالد خزاز نے روایت کرتے ہوئے علاء سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا کہ کسی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ مکہ میں سال بھر تک قیام کرے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ پھر وہ کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا کہیں اور چلا جایا کرے اور کسی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اپنے گھر کی دیوار کعبہ کی دیوار سے اونچی بنائے۔

باب (۱۹۷) وہ سبب جس کی بناء پر مسجد حرام میں اپنے گھٹنے باندھ کر بیٹھنا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن یحیٰی سے انہوں نے حماد بن عثمان سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ احرام باندھے ہوئے شخص کے لئے گھٹنے باندھ کر بیٹھنا مکروہ سمجھتے تھے۔ اور کہا کہ خانہ کعبہ کی تعظیم و احترام کی بناء پر مسجد حرام میں گھٹنے باندھ کر بیٹھنا مکروہ ہے۔

باب (۱۹۸) وہ سبب جس کی بناء پر حج میں پیادہ چلنے سے افضل سواری پر چلنا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے رفاعہ بن موسیٰ نخاس سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ راوی کا بیان ہے ایک مرتبہ آپ جناب سے دریافت کیا گیا کہ حج میں پیدل چلنا بہتر ہے یا سواری پر؟ آپ نے فرمایا سواری پر اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر حج کیا تھا۔

(۲) اور بتایا مجھے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن مہزیار نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے رفاعہ و عبد اللہ بن بکیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کے مثل روایت کی ہے۔

(۳) اور ان ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حمدان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن احمد نے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے رفاعہ بن موسیٰ نخاس سے اسی کے مثل روایت کی ہے۔

(۴) اور انہی یعنی علی بن حاتم سے روایت ہے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حمدان کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن

سماعہ نے روایت کرتے ہوئے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے سیف تمار سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا ہم لوگ پیدل حج کرتے ہیں مگر آپ کی طرف سے ایک بات ہم تک پہنچی ہے آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا لوگ پیدل بھی حج کرتے ہیں اور سواری پر بھی میں نے عرض کیا یہ سوال میرا نہیں ہے آپ نے فرمایا کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا آپ کے نزدیک پسندیدہ امر کیا ہے جس پر آپ عمل کرنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا سواری پر میرے نزدیک بہتر ہے کیونکہ اس میں تم لوگوں کے اندر عبادت اور دعا کی طاقت زیادہ رہے گی۔

(۵) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سہیل بن زیاد نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ حج میں پیدل چلنا بہتر ہے یا سواری پر؟ آپ نے فرمایا اگر آدمی محتاج ہے تو پیدل چلے تاکہ خرچ کم ہو مگر سواری پر چلنا افضل ہے۔

(۶) یہ روایت بھی ہے کہ انہوں نے روایت کی ہے محمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن عمران نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے فضل بن یحییٰ سے انہوں نے سلیمان سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ ہم لوگ پیدل جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں پیدل نہ جاؤ سواری پر جاؤ میں نے عرض کیا اللہ آپ کو سلامت رکھے ہم نے سنا ہے کہ حضرت حسن بن علی علیہما السلام نے بیس حج پیدل کئے تھے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت حسن بن علیؑ جب حج کو جاتے تو بہت سے لوگ ان کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

باب (۱۹۹) وہ سبب جس کی بناء پر ایام تشریق میں منیٰ کے اندر پندرہ نمازوں کے پیچھے تکبیر ہے اور تمام امصار میں دس نمازوں کے پیچھے ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید اور محمد بن حسین اور علی بن اسماعیل سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے زرارہ سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایام تشریق میں تکبیر نماز کے پیچھے ہے؟ آپ نے فرمایا منیٰ میں تکبیر پندرہ نمازوں کے پیچھے قربانی کے دن نماز ظہر سے لے کر صبح کی نماز تک اور تکبیر کہنا چاہیئے **اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر علی ما ھدانا واللہ اکبر علی ما رزقنا من بھیمۃ الانعام والحمد اللہ علی ما ابلانا** اور تمام امصار میں تکبیر دس نمازوں کے پیچھے قرار دی گئی اس لئے کہ جب لوگ پہلے کوچ میں چلے جائیں گے تو اہل امصار تکبیر سے رک جائیں گے۔ اور اہل منیٰ جب تک منیٰ میں ہیں آخری کوچ تک میں تکبیر کرتے رہیں گے۔

باب (۲۰۰) وہ سبب جس کی بناء پر رکن شامی جاڑا ہو یا گرمی برابر متحرک رہتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے حسین بن اسحاق تاجر سے اور علی بن مہزیار سے انہوں نے حسن بن حسین سے انہوں نے محمد بن فضیل سے انہوں نے عرزمی سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر

صادق علیہ السلام کے ساتھ تحت میزاب حجر اسماعیل میں بیٹھا ہوا تھا اور دو آدمی آپس میں بحث کر رہے تھے ایک شخص دوسرے سے کہتا تھا خدا کی قسم نہیں معلوم کہ یہ ہوا کہاں سے چلتی ہے؟ جب ان دونوں کی بحث طویل ہو گئی تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہوا کہاں سے چلتی ہے؟ اس نے کہا نہیں لیکن ہم لوگوں کو کہتے ہوئے سنتے ہیں۔ تو میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا کہ ہوا کہاں سے چلتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہوا اس رکن شامی کے تحت قید ہے جب اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا کہ اس میں سے کچھ نکالے تو وہ یہاں سے نکلتا ہے اگر جنوب سے نکالا تو جنوبی کی، اگر شمال سے نکالا تو شمالی کی، اگر مشرق سے نکالا تو مشرقی کی اگر مغرب سے نکالا تو مغربی کی پھر فرمایا اور اس کی نشانی یہ ہے کہ تم اس رکن کو ہمیشہ جاڑے گرمی رات دن متحرک دیکھتے ہو۔

باب (۲۰۱) وہ سبب جس کی بناء پر تم خانہ کعبہ کو اتنا بلند دیکھتے ہو کہ اس میں سیڑھی سے جانا پڑتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابی علی صاحب انماط سے انہوں نے ابان بن تغلب سے ان کا بیان ہے کہ جب حجاج نے خانہ کعبہ کو منہدم کر دیا تو لوگ اس میں کی مٹی اٹھالے گئے۔ پھر جب لوگوں نے اس کی دوبارہ تعمیر کا ارادہ کیا اور اس ارادہ سے پہنچے تو ایک سانپ اس میں سے نکلا اور اس نے ان لوگوں کو تعمیر سے روک دیا لوگ بھاگ کر حجاج کے پاس گئے اور واقعہ بیان کیا اب وہ بھی ڈرا کہ کہیں اس کی تعمیر نہ رک جائے۔ اس لئے منبر پر گیا اور لوگوں کو خدا کا واسطہ دیا اور کہا اس شخص کو خدا کا واسطہ جس کو کچھ علم ہو کہ ہم اس آزمائش سے کیسے نکلیں تو وہ آکر بتائے راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر مجمع سے ایک ضعیف العمر شخص کھڑا ہو گیا اگر کسی کے پاس اس کا کچھ علم ہے تو وہ وہی شخص ہے کہ جس کو میں نے دیکھا کہ وہ آیا اور اس نے خانہ کعبہ کی ناپ طول کی اور واپس چلا گیا۔ حجاج نے پوچھا وہ کون شخص تھا؟ اس ضعیف العمر شخص نے جواب دیا کہ وہ علی ابن الحسینؑ تھے حجاج نے کہا ان کو بلایا جائے۔ چنانچہ حضرت علی ابن الحسینؑ کے پاس آدمی گیا آپ تشریف لائے اور پوچھا کیا بات ہے حجاج نے کہا اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی تعمیر روک دی ہے۔ آپ نے فرمایا اے حجاج تم نے حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیل کی تعمیر کا ارادہ کیا مگر اس کو بیچ سڑک پر پھینکوا دیا اور اس کو اس طرح منوایا جیسے یہ تمہاری میراث تھی۔ اچھا اب پھر منبر پر جاؤ اور لوگوں کو خدا کا واسطہ دو کہ جو شخص یہاں سے جو کچھ بھی لے گیا ہے وہ اسے واپس کر دے۔ راوی کہتا ہے کہ حجاج نے منبر پر جا کر یہی اعلان کیا اور خدا کا واسطہ دیا کہ جس نے جس قدر مٹی وغیرہ یہاں سے اٹھائی ہو وہ سب واپس لا کر یہاں رکھ دی جائے۔ چنانچہ مٹی واپس ہو گئی جب امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ دیکھا کہ تمام مٹی واپس ہو گئی تو تشریف لائے اور نشان ڈال کر حکم دیا کہ اب کھدائی کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ سانپ غائب ہو گیا اور لوگوں نے کھودنا شروع کیا یہاں تک کہ دیوار کی بنیاد تک پہنچے تو حضرت علی ابن الحسینؑ نے ان لوگوں سے کہا اب تم لوگ ہٹ جاؤ سب ہٹ گئے تو آپ قریب گئے اسے کپڑے سے ڈھانکا اور گریہ فرمایا۔ پھر خود اپنے ہاتھ سے اس کو مٹی سے ڈھانپ دیا اور کام کرنے والوں کو بلایا کہ تم لوگ اس پر دیواروں کی بنیاد رکھو۔ پھر جب چہار دیواری بلند ہو گئی تو حکم دیا کہ ساری مٹی اس میں ڈال دو اس بناء پر خانہ کعبہ بلند ہوا اور اتنا بلند کہ سیڑھی سے اس پر جاتے ہیں۔

باب (۲۰۲) وہ سبب جس کی بناء پر قریش نے خانہ کعبہ کو منہدم کیا تھا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن ابی عبد اللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ایک شخص سے جس نے ان سے ذکر کیا اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ قریش نے کعبہ کو اس لئے منہدم کیا تھا کہ مکہ کی بلندیوں سے سیلاب آیا کرتا اور اس کو توڑ دیتا تھا۔

باب (۲۰۲) وہ سبب جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی حج کرتے تو مازمین سے گزرتے وہاں اترتے اور پیشاب کرتے وہ سبب جس کی بناء پر مسجد حرام سے داخلہ باب بنی شیبہ سے ہونے لگا وہ سبب جس کی بناء پر تکبیر ضغطہ اور بھیچ کر آسمان کی طرف جاتی ہے وہ سبب جس کی بناء پر وہ شخص جس نے کبھی حج نہیں کیا تھا وہ اس کا پہلا حج ہے اس کو کعبہ میں داخل ہونا مستحب ہے وہ سبب جس کی بنا پر وہ شخص جس کا پہلا حج ہے اس کا سر منڈانا واجب ہے اور اس کا مشعرالحرام پیدل جانا مستحب ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد سنانی اور علی بن احمد بن محمد دقاق اور حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مکتب اور علی بن عبد اللہ وراق اور احمد بن حسن قطان رضی اللہ عنہم ان لوگوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالعباس احمد بن یحیی بن زکریا قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبد اللہ بن حبیب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے تمیم بن بہلول نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ابی الحسن عبدی سے انہوں نے سلیمان بن مہران سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے حج فرمائے؟ آپ نے فرمایا کہ بیس حج چھپ کر اور ہر حج میں آپ مازمین سے گزرتے تو وہاں اتر کے پیشاب کرتے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول آنحضرتؐ وہاں اتر کر پیشاب کیوں کرتے تھے؟ فرمایا اس لئے کہ وہی پہلی جگہ ہے جہاں بت پرستی کی گئی اور وہیں سے وہ پتھر لایا گیا جس سے ہبل تراشا گیا جس کو حضرت علی علیہ السلام نے خانہ کعبہ سے اتار کر پھینکا جبکہ وہ بت شکنی کے لئے دوش رسول اللہؐ پر بلند ہوئے تھے پھر آنحضرتؐ نے اس کو باب بنی شیبہ پر دفن کرنے کا حکم دیا اور باب بنی شیبہ سے مسجد حرام میں داخلہ سنت قرار پایا۔ سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے پھر عرض کیا اور وہاں پر سے تکبیر ضغطہ اور دوڑ کے ساتھ کیوں جاتی ہے؟ فرمایا اس لئے کہ بندہ کے اللہ اکبر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے بڑا ہے جس کی عبادت کی جائے جیسے بت وغیرہ اور تمام خدا جن کی پرستش کی جاتی وہ اس اللہ سے پست اور چھوٹے ہیں اور ابلیس اس جگہ اپنے شیاطین کے درمیان حاجیوں کے مسلک پر تنگ ہوتا رہتا ہے پس جب تکبیر کی آواز سنتا ہے تو اپنے شیاطین کے ساتھ پرواز کرتا ہے تاکہ اس آواز کو روکے اوپر نہ جانے دے یہ دیکھ کر ملائکہ اس کا پیچھا کرتے ہیں یہاں تک کہ گنبد خضراء سے آسمان تک پہنچتے پہنچتے اسے پکڑ لیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا اور وہ شخص جس کا پہلا حج ہو اس کے لئے خانہ کعبہ میں داخل ہونا کیوں مستحب ہے دوسرے حاجیوں کے لئے نہیں ہے؟ فرمایا اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پر گیا ہے اس پر یہ پہلا حج فرض ہے لہذا اس کے لئے واجب ہے کہ جس نے اس کو بلایا ہے اس کے پاس پہنچے اور اس کے گھر میں اس کا اکرام ہو۔ میں نے عرض کیا جس کا پہلا حج ہے اس پر سر منڈوانا کیوں واجب ہے کسی دوسرے حاجی کے لئے نہیں ہے؟ فرمایا تاکہ آمنین کا نشان اس پر لگ جائے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا ہے **لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ آمنین محلقین رؤسکم مقصرین لا تخافون** (تم لوگ انشاء اللہ اپنے سر کے بال منڈوا کر اور تھوڑے سے بال ترشوا کر مسجد حرام میں امن و اطمینان کے ساتھ ضرور داخل ہوگے ڈرو نہیں) سورۂ فتح۔ آیت نمبر ۲۷ میں نے عرض کیا کہ پھر جو پہلا حج کر رہا ہے اس پر مشعرالحرام میں پیدل چلنا کیوں؟ آپ نے فرمایا تاکہ وہ جنت میں وجل قدمی کا مستوجب اور حقدار بن جائے۔

باب (۲۰۴) وہ سبب جس کی بناء پر منیٰ کے لئے تین دن رکھے گئے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید دونوں نے کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن ہاشم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عمیر نے روایت کرتے ہوئے اپنے بعض اصحاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ آپ جناب نے مجھ سے فرمایا تم جانتے ہو کہ منیٰ کے لئے تین دن کیوں رکھے گئے ہیں؟ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان آپ ہی فرمائیں کہ کیوں رکھے گئے؟ فرمایا اس لئے کہ جو شخص بھی اس میں کچھ پا جائے گا اس کا حج ہو جائے گا۔

○ اس کتاب کے مصنف محمد بن علی بن حسین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں اسی طرح آیا ہے جو میں نے تحریر کر دیا صرف اس لئے کہ اس میں سبب بیان کیا گیا ہے اور ابراہیم ہاشم اپنی اس روایت میں تنہا ہیں اور انہوں نے اس مضمون کی وہ روایت جو مستند ہے اور جس کے پیش نظر میں فتویٰ دیتا ہوں وہ یہ روایت ہے کہ بیان کیا مجھ سے میرے شیخ حدیث محمد ابن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے جمیل بن دراج سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص قربانی کے دن قبل زوال مشعر الحرام پہنچ گیا اس نے حج پا لیا اور جو شخص یوم عرفہ مشعر الحرام پہنچ گیا اس نے متعہ الحج پا لیا۔

باب (۲۰۵) وہ سبب جس کی بناء پر وہ شخص جس کا احرام باندھنے کا ارادہ ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ تیل لگائے جس میں مشک و عنبر پڑا ہوا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزندوں احمد اور عبداللہ سے ان دونوں نے روایت کی محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے عبیداللہ بن علی حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ آپ جناب نے فرمایا کہ جب تم احرام باندھنے کا ارادہ کرلو تو کوئی ایسا تیل سر میں نہ لگاؤ جس میں مشک و عنبر پڑا ہوا ہو اس لئے کہ احرام باندھنے کے بعد بھی اس کی خوشبو سر میں باقی رہے گی اور اس کے سوا جو تیل چاہو لگاؤ اس لئے کہ جب تم احرام باندھ لوگے تو تم پر کسی قسم کا بھی تیل لگانا حرام ہے جب تک کہ تم احرام نہ کھول لو۔

باب (۲۰۶) وہ سبب جس کی بناء پر اگر کوئی پالتو چرند حرم میں داخل ہو جائے تو اس کو پکڑا نہیں جا سکتا

میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ ایک مرتبہ آپ جناب سے دریافت کیا گیا کہ ایک پالتو چرند بھاگی اور حرم میں داخل ہو گئی؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ اس لئے کہ اللہ کا ارشاد ہے ﴿ومن دخله كان آمنا﴾ اور جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے) سورۂ آل عمران آیت نمبر ۹۷

باب (۲۰۷) وہ سبب جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عباس کو منیٰ کی شبوں میں مکہ کے اندر رہنے کی اجازت دے دی تھی

(۱) میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ہیثم بن مسروق نہدی سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے علی بن رئاب سے انہوں نے مالک بن اعین سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت چاہی کہ شبہائے منی مکہ میں گزار دیں حاجیوں کو پانی پلانے کے لئے ،تو آپؐ نے انہیں اجازت دے دی۔

باب (۲۰۸) وہ سبب جس کی بناء پر امیرالمومنینؑ نے ہجرت کے بعد مرتے دم تک مکہ کے اندر کبھی شب بسر نہیں کی

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحیی بن عمران اشعری سے انہوں نے محمد بن معروف سے انہوں نے اپنے بھائی عمر سے انہوں نے جعفر بن عقبہ سے اور انہوں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام نے ہجرت کے بعد مرتے دم تک کبھی مکہ میں شب بسر نہیں کی راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا اس کی وجہ کیا تھی ؟ آپ نے فرمایا کہ انہیں برا معلوم ہوتا تھا کہ اس سرزمین پر شب بسر کریں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کی ہے چنانچہ آپ نماز عصر پڑھنے کے بعد شب بسر کرنے کے لئے مکہ سے باہر کہیں اور جگہ چلے جاتے۔

باب (۲۰۹) وہ سبب جس کی بناء پر محرم کے لئے جائز نہیں کہ وہ خود پر سایہ کرے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے حماد سے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن اول علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا احرام کی حالت میں اپنے اوپر سایہ کرلوں ؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا سایہ اس طرح کہ اس کو اوڑھ کر خود کو چھپالوں ؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا اگر بیمار ہوں ؟ فرمایا پھر سایہ کرو اور فدیہ بھی دو۔ اس کے بعد فرمایا تمہیں کیا نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ محرم جو تلبیہ کے بعد غروب آفتاب تک دھوپ میں رہے تو آفتاب کے غائب ہوتے ہی اس کے گناہ بھی غائب ہو جاتے ہیں

باب (۲۱۰) حج کے متعلق نادر اسباب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے حماد سے انہوں نے ربعی سے انہوں نے عبدالرحمن بن ابی عبداللہ سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کچھ قصہ گو لوگ کہتے ہیں کہ اگر انسان ایک مرتبہ حج کرے پھر اس کے بعد خیرات کرتا رہے اور اپنے رشتہ داروں سے سلوک کرتا رہے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ جھوٹے ہیں اگر لوگ ایسا ہی کرنے لگیں تو خانہ کعبہ تو بالکل

منتقل ہو کر رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو لوگوں کے قیام کے لئے بنایا ہے۔

(۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حسین بن سعید سے روایت ہے اور انہوں نے ابن عمیر سے انہوں نے عمر بن اذینہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مندرجہ ذیل قول خدا کے متعلق دریافت کیا **و لله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا** (اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لئے اس گھر کا حج واجب ہے جس کو بھی اس تک راہ میسر آجائے) سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر ۹۷ اس سے مراد صرف حج ہے عمرہ تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں اس سے مراد حج اور عمرہ دونوں ہیں اس لئے کہ دونوں فرض ہیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن محبوب نے روایت کرتے ہوئے خالد بن جریر سے انہوں نے ابی ربیع شامی سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا **و لله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا** سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر ۹۷ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اور لوگ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں تو عرض کیا کہ (استطاعت سے مراد) زاد و راحلہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تو لوگ تباہ ہو جائیں گے۔ اگر ایسا ہو کہ جس کے پاس اس قدر ہو کہ اس کے بال بچے کھاپی سکیں اور وہ کسی کا محتاج نہ ہوں اور وہی اس کو لے کر حج پر چلا جائے اور اس کے اہل و عیال بھیک مانگنے لگیں پھر تو یہ ہلاکت ہی ہے۔ تو عرض کیا گیا کہ پھر کیا صورت ہو؟ آپ نے فرمایا مال میں اتنی وسعت ہو کہ وہ کچھ مال باقی رہے تاکہ اس کے اہل و عیال کا خرچ چلے۔ کیا ایسا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوۃ فرض کی ہے مگر صرف اس کے لئے جس کے پاس دو سو درہم ہوں۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے حماد بن عثمان اور معاویہ بن حفص سے انہوں نے منصور سے اور ان سب نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مسجد حرام میں تھے تو ان سے عرض کیا گیا کہ شکاری پرندوں میں سے ایک شکاری پرندہ خانہ کعبہ پر ہے اور حرم کا جو کبوتر ادھر سے گزرتا ہے وہ اس کو مار دیتا ہے آپ نے فرمایا اس کو پکڑو اور قتل کر دو اس لئے کہ اس نے حرم میں الحاد کیا ہے۔

(۵) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حسین بن سعید سے روایت ہے اور انہوں نے روایت کی ہے محمد بن ابی عمیر و فضالہ سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک درخت ہے جس کی جڑیں حرم میں ہیں اور شاخیں حل میں ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کی جڑ کی وجہ سے اس کی شاخیں بھی حرم میں شمار ہوں گی۔

(۶) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے حسین بن سعید سے انہوں نے روایت کی ہے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے ابن مسکان سے انہوں نے ابراہیم بن میمون سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص نے حرم کے کبوتروں میں سے ایک کبوتر کے پر نوچ لئے ہیں تو آپ نے فرمایا وہ کچھ صدقہ نکال کر کسی مسکین کو دے اور اسی ہاتھ سے صدقہ دے جس سے اس نے کبوتر کے پر نوچے ہیں اس لئے کہ اسی ہاتھ سے اس نے کبوتر کو تکلیف پہنچائی ہے۔

(۷) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حسین بن سعید سے روایت ہے انہوں نے روایت کی فضالہ و حماد سے انہوں نے معاویہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک پالتو چڑیا ہے جو اڑتی ہوئی آئی اور حرم میں داخل ہو گئی تو آپ نے فرمایا اسے چھونا بھی نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **و من دخله کان امنا** (اور جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے) سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر ۹۷

(۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے صفوان سے انہوں نے عبدالرحمن ابن حجاج سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے حدود حل میں تیر مارا شکار کا رخ حرم کی طرف تھا وہ تیر کھا کر بھاگتا ہوا حرم میں داخل ہو گیا اور وہیں اس کے تیر کے زخم کی وجہ سے مر گیا کیا اس شخص پر کوئی تاوان یا کفارہ ہے؟ آپ نے فرمایا اس پر کچھ نہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے حدود حل کے اندر جال لگایا حرم کے بالکل قریب پس ایک شکار اس میں پھنسا تو اس طرح تڑپ کر حدود میں داخل ہو کر اس میں مر گیا تو اس پر کچھ تاوان و کفارہ نہیں اس لئے کہ حدود حرم میں جال نصب کرنا اس کے لئے حلال تھا۔ اسی طرح اس شکاری نے تیر مارا جہاں بھی تیر مارا وہ اس کے لئے حلال تھا اس پر بھی کوئی تاوان و کفارہ نہیں اس لئے کہ تیر مارنے کے بعد جو کچھ ہوا وہ اس کا ذمہ دار نہیں۔ میں نے عرض کیا اسی کو تو لوگ قیاس کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے ایک چیز کی مثال ایک چیز سے دی ہے تاکہ تمہاری سمجھ میں آجائے۔

(۹) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے خلاد سے انہوں نے حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ اس نے آپ جناب سے ایک ایسے شخص کے متعلق مسئلہ پوچھا جس نے حرم کے کبوتروں میں سے ایک کبوتر ذبح کر دیا آپ نے فرمایا اس پر فدیہ اور کفارہ ہے راوی نے کہا پھر اسے کھا جائے؟ فرمایا نہیں۔ راوی نے پوچھا پھر اس کو پھینک دے؟ آپ نے فرمایا پھر تو اس پر ایک اور فدیہ اور کفارہ لازم آجائے گا راوی نے پوچھا پھر وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا اس کو دفن کر دے۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے معاویہ بن وہب سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ مکہ اور مدینہ ویسے ہی شہر ہیں جیسے دوسرے تمام شہر ہیں؟ فرمایا ہاں میں نے عرض کیا آپ کے بعض اصحاب نے آپ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مدینہ میں پانچ وقت کی نماز تمام کرو؟ آپ نے فرمایا دراصل وہ اصحاب تھے جو مسجد میں آتے تھے مگر نماز کے وقت وہاں سے نکل جاتے تھے یہ میں نے ان کے لئے برا محسوس کیا اس لئے یہ کہا۔

(۱۱) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت ہے حماد بن عیسیٰ و فضالہ سے انہوں نے روایت کی معاویہ سے اس کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے ساتھ میری والدہ ہیں اور ان کو درد و تکلیف ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ آخر میقات میں احرام باندھیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ کو میقات قرار دیا ہے اور اہل مغرب کے لئے جحفہ کو پس۔ میری والدہ نے جحفہ سے احرام باندھا۔

(۱۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے اس کا بیان ہے کہ ابراہیم کرخی نے مجھے بتایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے حج میقاتوں کو چھوڑ کر کسی اور میقات میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو میقات بنائے ہیں ان سب کو چھوڑ کسی اور جگہ سے حج کے لئے احرام باندھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا احرام کوئی چیز نہیں اگر وہ چاہے تو اپنے گھر واپس جائے اور اگر حج پر جانا چاہتا ہے تو جائے مگر کسی میقات پر پہنچ کر پھر وہاں سے احرام باندھے اور اس کو عمرہ قرار دے اور یہ اس کے لئے گھر واپس جانے سے بہتر ہے اس لئے کہ اس نے حج کے لئے احرام کا اعلان کر دیا ہے۔

(۱۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے نضر بن عاصم سے انہوں نے ابی بصیر سے اس کا بیان ہے کہ ایک

مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا حالت احرام میں کوئی شخص اپنی کمر سے وہ پیٹی باندھ لے جس میں اس کا خرچہ وغیرہ ہے؟ آپ نے فرمایا اس کو مضبوط باندھ کر رکھے اس لئے کہ اسی خرچ پر تو حج مکمل ہوگا۔

(۱۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد بن حریز سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق روایت کی جس نے حالت احرام میں بھول کر اپنی زوجہ سے ہمبستری کرلی؟ آپ نے فرمایا اس پر کچھ نہیں ہے وہ ایسا ہی جیسے کوئی شخص ماہ رمضان میں بھول کر کچھ کھالے۔

باب (۲۱۱) وہ سبب جس کی بناء پر عرفات میں ھضبات کے قریب رہنا واجب ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزندوں احمد و عبداللہ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے عبیداللہ بن علی حلبی سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب تم عرفات میں وقوف کرو تو ھضبات کے قریب رہو اور وہ پہاڑیاں ہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصحاب اراک کا حج ہی نہیں ہوگا یعنی وہ لوگ جو اراک کے پاس وقوف کرتے ہیں۔

باب (۲۱۲) شکار کی ممانعت کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزند احمد و عبداللہ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حلبی سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے قول خدا **یاایھاالذین امنو لیبلونکم اللہ بشی من الصید تنالہ ایدیکم ورماحکم** (اے ایمان لانے والو ضرور اللہ تعالیٰ شکار میں سے ایسی چیز سے تمہاری آزمائش کرے گا جس پر تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچیں گے) سورۃ مائدہ۔ آیت نمبر ۹۴ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ ان لوگوں کے سامنے شکار اٹھاتا ہے اور وہ ان حاجیوں کے قریب بھی ہو جاتے ہیں تاکہ اللہ ان لوگوں کا امتحان لے۔

باب (۲۱۳) وہ سبب جس کی بناء پر عورت کو حالت احرام میں سرمہ لگانا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزندوں احمد و عبداللہ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حلبی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ عورت حالت احرام میں سرمہ لگائے؟ آپ نے فرمایا نہیں سرمہ نہ لگائے۔ میں نے عرض کیا صرف سیاہی ہے جس میں کوئی خوشبو نہ ہو؟ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے اس کو بھی مکروہ بتایا اس لئے کہ یہ بھی زینت ہے پھر فرمایا کہ اگر مجبور و مضطر ہو تو سرمہ لگائے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے روایت کرتے ہوئے حسین بن حسن بن ابان سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حریز سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ سیاہ سرمہ حالت احرام میں نہ لگائے اس لئے کہ سیاہ سرمہ زینت ہے۔

باب (۲۱۴) وہ سبب جس کی بنا پر اگر کوئی شخص حالت احرام میں عورت کی پنڈلی یا فرج دیکھ لے اور اس کی منی خارج ہو جائے تو اس پر ایک جانور کا کفارہ دینا واجب ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے خالد بن اسماعیل سے اور انہوں نے ایک شخص سے جس نے ان سے یہ حدیث بیان کی اور اس نے ابی بصیر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے حالت احرام میں ایک عورت کی پنڈلی یا فرج کو دیکھا اور اس کی منی خارج ہو گئی تو آپ نے فرمایا اگر وہ دولتمند ہے تو اس پر ایک اونٹ کی اور متوسط الحال ہے تو ایک گائے اور فقیر و مفلس ہے تو ایک بکری کی قربانی واجب ہے پھر فرمایا لیکن یہ میں نے اس کی منی کی وجہ سے واجب نہیں قرار دیا ہے بلکہ اس کے اس دیکھنے کی وجہ سے جس کا دیکھنا اس کے لئے حلال نہیں تھا۔

باب (۲۰۵) وہ سبب جس کی بنا پر حج افضل ہے صوم و صلوٰۃ سے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن محمد بن عیسیٰ سے اور انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے صفوان سے انہوں نے سیف تمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار فرمایا کرتے تھے کہ حج افضل ہے روزے اور نماز سے اس لئے کہ نماز پڑھنے والا ایک ساعت کے لئے اپنے اہل و عیال سے توجہ ہٹاتا ہے اور روزہ رکھنے والا دن بھر دن میں بھی ان سے توجہ ہٹاتا ہے مگر حج کرنے والا اپنے جسم کو تھکاتا ہے اپنے نفس کو کڑھاتا ہے اپنے مال کو خرچ کرتا ہے اور طویل مدت تک اپنے اہل و عیال سے دور رہتا ہے۔ اسے مال ملنے کی امید ہوتی ہے اور نہ تجارت کا ارادہ ہوتا ہے۔ میرے والد فرمایا کرتے کہ ایک شخص کے لئے اس سے بہتر کیا بات ہے جبکہ لوگ شمال و جنوب عرفات میں وقوف کئے ہوئے ہوں وہ اپنے اہل و عیال کو حج کے لئے لے کر آئے اور ان سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے۔

(۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ صفوان و فضالہ سے روایت ہے انہوں نے روایت کی ذریح بن محمد کلبی سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ (حج) دو جہادوں میں سے ایک ہے یہ ضعیفوں کا جہاد ہے اور ہم لوگ ضعیف ہیں علاوہ بریں کوئی شے حج سے افضل نہیں سوائے اس نماز کے جو یہاں ادا کی جائے (یعنی حج میں) نماز بھی ہے لیکن نماز میں تو حج نہیں ہے اگر تم میں قدرت ہے تو حج کو ہرگز نہ چھوڑو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اس میں تمہارے بال الجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ تمہارا جسم میلا اور گرد آلود رہتا ہے۔ تمہیں عورتوں کو دیکھنا منع ہوتا ہے۔ اور ہم لوگوں کو دیکھو کہ ہم لوگ یہاں ہیں۔ قریب کے رہنے والے ہیں پانی بھی ہم لوگوں سے متصل ہے مگر ہم لوگ حج کا ارادہ نہیں کرتے کہ اس میں مشقت برداشت کرنی پڑے گی۔ اور ایک تم لوگ ہو کہ دور دراز ملکوں سے آئے ہوئے ہو اور کوئی بادشاہ یا رعایا جب حج کے لئے پہنچتا ہے تو اس کو زحمت و مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے اس کے اکل و شرب (کھانے پینے) میں آب و ہوا میں دھوپ میں تبدیلی آجاتی ہے اور کسی کے لئے ممکن نہیں کہ اس کو رد کر سکے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وتحمل اثقالکم الی بلد لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس ان ربکم لروف رحیم** (اور سواری کے جانور تمہارے سامان کو ایسے شہروں تک اٹھا کر لے جاتے ہیں جن کا وہاں تک پہنچنا بغیر مشقت ممکن نہیں بیشک تمہارا رب رؤف و رحیم ہے) سورۃ نحل۔ آیت نمبر ۷

باب (۲۱۶) وہ سبب جس کی بناء پر احرام باندھے ہوئے شخص کو آزادی دی گئی ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے جسم پر چڑھی ہوئی اونٹوں کی چیچڑی اٹھا کر پھینک دے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آپ جناب سے سوال کیا آپ کا کیا حکم ہے اگر مجھ پر اونٹ کی چیچڑی یا اور کیڑے مکوڑے چڑھ جائیں تو کیا میں ان کو اتار کر پھینک دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں حتیٰ کہ اس کے چھوٹے چھوٹوں کو بھی اس لئے کہ یہ سب بغیر کسی سہارے کے چڑھ جاتے ہیں۔

باب (۲۱۷) وہ سبب جس کی وجہ سے بعض اوقات جھگڑا، جھگڑا نہیں ہوا کرتا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے خالد بن اسماعیل سے اور انہوں نے اس شخص سے جس نے ان سے بتایا اور اس نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جو حالت احرام میں ہے وہ ایک کام کرنا چاہتا ہے اور اس کا ساتھی کہتا ہے آپ خدا کی قسم یہ کام نہ کریں اور یہ کہتا ہے خدا کی قسم میں تو یہ کام کروں گا اور یہ اسے بار بار دہراتا ہے تو کیا اس پر وہ کفارہ لازم آئے گا جو جھگڑا اور جدال کرنے والوں پر لازم آتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں یہ دونوں ایک دوسرے کے اکرام کے لئے کہتے ہیں اس سے معصیت لازم نہیں آتی۔

نیز راوی نے یہ بیان کیا کہ اس سائل نے آپ سے سوال کیا کہ ایک شخص نے حالت احرام میں ایک ہرن کو تیر مارا اس کے اگلے پاؤں پر پڑا اور لنگڑانے لگا آپ نے فرمایا اگر وہ ہرن جاکر چرنے لگا تو اس پر کوئی فدیہ نہیں اور اگر وہ اپنے رخ پر بھاگ گیا اور اب نہیں معلوم کہ اس کا حشر کیا ہوا تو اس شخص پر فدیہ و کفارہ واجب ہے اس لئے کہ نہیں معلوم اس کا کیا بنا۔ ہو سکتا ہے وہ مر گیا ہو۔

باب (۲۱۸) وہ سبب جس کی بناء پر ایک محرم شخص کے لئے آئینہ دیکھنا جائز نہیں ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حریز سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تم حالت احرام میں ہو تو آئینہ نہ دیکھو اس لئے کہ اس کا شمار بھی زینت میں ہے۔

باب (۲۱۹) وہ سبب جس کی بناء پر احرام والی عورت کے لئے شلوار پہننا جائز ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے صفوان سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص نے حالت احرام میں ایک عورت کی پنڈلی دیکھی تو اس کے منی خارج ہو گئی؟ آپ نے فرمایا اگر وہ دولتمند ہے تو ایک اونٹ اگر متوسط طبقہ کا ہے تو ایک گائے اور فقیر ہے تو ایک ...

(کفارہ ادا کرے) پھر آپ نے فرمایا میں نے یہ اس لئے قرار نہیں دیا ہے کہ اس کے منی خارج ہوگی بلکہ اس لئے قرار دیا ہے کہ اس شخص نے اس چیز کو دیکھا جس چیز کا دیکھنا اس کے لئے حلال نہیں تھا۔

(۲) اور انہی اسناد کے ساتھ حسین بن سعید سے روایت کی اور انہوں نے روایت کی فضالہ و حماد و ابن ابی عمیر سے ان لوگوں نے روایت کی معاویہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ جب تم احرام کی نیت باندھ لو تو پھر ہر قسم کے جانوروں کے قتل سے پرہیز کرو سوائے سانپ و بچھو اور چوہے کے اور چوہا اس لئے کہ وہ مشک کاٹ دیتا ہے اور خیموں پر دانت چلاتا ہے اور بچھو اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک سوراخ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ایک بچھو نے ڈنک مار دیا۔ آپ نے فرمایا تجھ پر اللہ کی لعنت تو نہ کسی نیکوکار کو چھوڑتا ہے۔ نہ کسی بدکار کو اور سانپ تو یہ اگر تمہاری طرف بڑھے تو اس کو قتل کردو اور اگر تمہاری طرف نہ بڑھے تو اس سے تعرض نہ کرو۔ اور کاٹ کھانے والا کتا نیز دوسرے درندے اگر تمہاری طرف بڑھیں تو ان کو قتل کردو اور اگر وہ تمہاری طرف نہ بڑھیں تو ان سے تعرض نہ کرو اور کالا ناگ، اژدھا تو اسے تو کسی حال میں بھی نہ چھوڑو اسے قتل کردو اور اگر کوئی کوا تمہاری اونٹ کی پشت پر بیٹھے تو اسے تیر یا پتھر سے مار کر بھگاؤ نیز فرمایا کہ (قراد) کیلی ×× اونٹ کے بیس ہوتی (حلمہ) او چیچڑی اونٹ کے ہوتی ہے۔

باب (۲۲۰) وہ سبب جس کی بنا پر مسجد فضیخ کو مسجد فضیخ کہتے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے مفضل بن صالح سے انہوں نے ابی بصیر لیث مرادی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مسجد فضیخ کو مسجد فضیخ کیوں کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا فضیخ نامی ایک کھجور کا درخت تھا اس لئے مسجد کا نام بھی مسجد فضیخ ہو گیا۔

باب (۲۲۱) وہ سبب جس کی بنا پر حج کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز دیگر آئمہ کی زیارت واجب ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن [illegible] رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو محمد بکر بن عبداللہ بن حبیب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے تمیم بن بہلول نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے اسماعیل بن مہران سے انہوں نے حضرت ابو جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جب تم لوگوں میں سے کوئی حج کرے تو چاہیے حج کو ہم لوگوں کی زیارت پر ختم کرے اس لئے کہ یہی حج کی تکمیل ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے اور انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے عمار بن مروان سے انہوں نے جابر سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ امام کی ملاقات پر حج پورا ہوتا ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی وشاء سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر امام کا ایک عہد ہوتا ہے اپنے چاہنے والوں اور اپنے شیعوں کی گردن پر اور اس عہد کی وفا اور اس کی ادائیگی اس وقت پوری ہوتی ہے جب وہ

اپنے آئمہ کے قبور کی زیارت کریں پس جب کوئی زائر رغبت کے ساتھ اور ان کی امامت کی تصدیق کیساتھ ان کی قبروں کی زیارت کرے گا تو ان کے آئمہ قیامت کے دن ان کی شفاعت فرمائیں گے۔

(۴) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے عمر بن اذنیہ سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان پتھروں کے پاس آئیں اور ان کا طواف کریں اس کے بعد ہمارے پاس آکر ہمیں اپنی دوستی اور محبت کی خبر دیں اور ہمارے سامنے اپنی نصرت اور امداد کو پیش کریں۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے معلی بن شہاب سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا نانا جان جو شخص آپ کی زیارت کرے اس کو کیا جزا ملے گی ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے فرزند جو شخص میری زیارت میری زندگی میں یا میرے مرنے کے بعد کرے گا یا تمہارے باپ کی زیارت کرے گا یا تمہارے بھائی کی زیارت کرے گا یا تمہاری زیارت کرے گا تو مجھ پر فرض ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی زیارت کروں اور ان کے گناہوں سے اس کو چھٹکارہ دلاؤں۔

(۶) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی الخطاب نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے صالح بن عقبہ سے انہوں نے زید شحام سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا اگر کوئی شخص آپ لوگوں میں سے کسی کی زیارت کرے تو اس کے لئے کیا ثواب ہے ؟ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔

(۷) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے عباد بن سلیمان سے انہوں نے محمد بن سلیمان دیلمی سے انہوں نے ابراہیم بن ابی حجر سلمی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص مکہ حج کرنے کے لئے آئے اور مدینہ میری زیارت کو نہ آئے تو اس نے مجھ پر جفا کی اور جس نے مجھ پر جفا کی میں قیامت کے دن اس پر جفا کروں گا اور جو شخص زیارت کے لئے میرے پاس آیا تو میری شفاعت اس کے لئے لازمی ہے اور جس کے لئے میری شفاعت لازمی ہے اس کے لئے جنت بھی لازمی ہے۔

○ اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ زیارت قبر نبی کا سبب یہ ہے کہ جس شخص نے آنحضرت کی زیارت نہ کی اس نے آنحضرتؐ پر جفا کی اور آئمہؑ طاہرین کی زیارت قائم مقام ہے آنحضرت کی زیارت کے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے اور ان لوگوں نے اس سلسلہ میں بتایا ہے۔

باب (۲۲۲) نوادرات (متفرقات)

عرب میں اہل کوفہ کا مقام

(۱) بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن عامر نے روایت کرتے ہوئے

علی بن محمد بصری سے انہوں نے بسطام بن مرہ سے انہوں نے اسحاق بن حسان سے انہوں نے ہیثم ابن واقد سے انہوں نے علی بن حسن عبدی سے انہوں نے ابی سعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس مچھلی کے متعلق کیا کہتے ہیں جس کے متعلق ہمارے دل کوفہ بھائیوں کا خیال ہے کہ وہ حرام ہے؟ تو ابو سعید خدری نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوفہ عرب کی کھوپڑی اللہ تعالیٰ کا نیزہ اور ایمان کا خزانہ ہے۔

بغیر چھلکے کی مچھلی، گدھ اور پالتو گدھے کا گوشت حرام ہے

تم ان سے حاصل کرو میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بات بتاتا ہوں کہ ایک مرتبہ آپؐ نے مکہ کے اندر ذی طویٰ میں ایک دن اور ایک رات قیام فرمایا۔ پھر وہاں سے نکلے تو میں بھی آپؐ کے ساتھ چلا۔ ہم لوگ جا رہے تھے کہ ہمارا گزر ایک طرف سے ہوا دیکھا کہ چند رفقاء بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے ہیں۔ انہوں نے ہم لوگوں کو دیکھا تو کہا یا رسول اللہ کھانا حاضر ہے آپؐ نے فرمایا اچھا مگر اپنے نبی کو بھی تو بیٹھنے کی جگہ دو چنانچہ میں اور آنحضرتؐ دو آدمیوں کے درمیان بیٹھ گئے آپ نے آدھی روٹی توڑی پھر ان کے سالن کی طرف نظر ڈالی اور پوچھا یہ سالن کس چیز کا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ بام مچھلی ہے یا رسول اللہؐ۔ یہ سن کر آپؐ نے اس میں جو توڑا تھا اسے اپنے ہاتھ سے پھینک دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ اب میں نے رسولؐ کو چھوڑا اور ان لوگوں کے پاس رہ گیا کہ دیکھوں ان لوگوں نے رسولؐ کے اس عمل سے کیا رائے قائم کی۔ چنانچہ لوگوں میں اختلاف ہوا ایک گروہ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے بام مچھلی کو حرام قرار دے دیا دوسرے گروہ نے کہا نہیں اس کو حرام نہیں کیا ہے بلکہ چھوڑ دیا ہے اگر حرام کرتے تو ہم لوگوں کو اس کے کھانے سے منع فرما دیتے یہ باتیں سن کر میں رسول اللہؐ کے پیچھے چلا اور ان سے ملحق ہو گیا پھر ہم لوگ آگے بڑھے اور دوسرے رفقائے سفر سے ملے دیکھا کہ وہ لوگ بھی کھانا کھا رہے ہیں انہوں نے آنحضرتؐ کو دیکھا تو کہا یا رسول اللہ کھانا حاضر ہے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا ہمیں بھی بیٹھنے کی جگہ دو اور آپؐ دو آدمیوں کے درمیان بیٹھ گئے اور میں بھی بیٹھ گیا۔ جب آپؐ نے ایک ٹکڑا لیا اور ان کے سالن کی طرف دیکھا تو پوچھا یہ کس چیز کا سالن ہے؟ تو لوگوں نے کہا یہ گدھ کا ہے یا رسول اللہؐ۔ یہ سن کر آپؐ نے وہ ٹکڑا ہاتھ سے پھینک دیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابو سعید کہتے ہیں رسول اللہؐ تو چلے گئے اور میں وہیں ٹھہر گیا اور دیکھا تو وہاں بھی دو گروہ ہو گئے ایک گروہ کہتا کہ رسول اللہؐ نے گدھ کو حرام قرار دے دیا اس لئے آپؐ نے نہیں کھایا دوسرا گروہ کہتا کہ نہیں انہیں پسند نہیں تھا اس لئے چھوڑ دیا اگر حرام کرتے تو ہم لوگوں کو کھانے سے منع کرتے۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ پھر میں آنحضرتؐ کے پیچھے روانہ ہوا اور آپؐ سے ملحق ہو گیا پھر ہم لوگ اصل الصفا پہنچے وہاں دیکھا کہ وہاں آگ پر کچھ دیگچیاں چڑھی ہوئی ہیں ان لوگوں نے عرض کیا براہ کرم ہماری دیگچیوں کی تیاری تک آپ ٹھہر جائیں آپؐ نے فرمایا تمہاری دیگچیوں میں کیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہماری سواری کا گدھا ہے یہ چل نہ سکا تو اسے ذبح کر کے پکا رہے ہیں۔ یہ سن کر آپؐ دیگچیوں کے قریب گئے اور اپنے پاؤں سے اس کو الٹ دیا اور تیزی سے آگے بڑھ گئے اور میں وہیں ٹھہر گیا وہاں کچھ لوگ کہنے لگے کہ رسول اللہؐ نے گدھے کا گوشت حرام قرار دے دیا اور کچھ لوگوں نے کہا کہ ہرگز ایسا نہیں ہے آپؐ نے ہماری دیگچیوں کو اس لئے الٹ دیا ہے کہ پھر آئندہ تم اپنی سواریوں کو ذبح نہ کرو۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں آنحضرتؐ کے پیچھے چلا اور آپؐ سے ملحق ہوا تو آپؐ نے فرمایا اے ابو سعید بلال کو بلاؤ۔ جب بلال آئے تو انہیں حکم دیا۔ اے بلال کوہ ابو قبیس پر چڑھ جاؤ اور با آواز بلند اعلان کر دو کہ رسول اللہؐ نے بام مچھلی، گدھ اور پالتو گدھے کو حرام قرار دیدیا ہے اللہ سے ڈرو اور مچھلیوں میں سے وہی مچھلی کھاؤ جس کے چھلکے پر چھوٹے ہوں اللہ تعالیٰ نے سات سو قوموں کو مسخ اس لئے مسخ کر دیا کہ انہوں نے رسولوں کے بعد ان کے اوصیاء کی نافرمانی کی ان میں سے چار سو خشکی میں ہیں اور تین سو تری میں ہیں۔ پھر اس آیت کی تلاوت کی۔ **فجعلنهم احاديث ومزقنهم**

کل ممزق (ہم نے ان کو تباہ کر کے ان کے افسانے بنا دیئے اور ان کی دھجیاں اڑا کے ان کو تتر بتر کر دیا) سورہ سبا۔آیت نمبر ۱۹۔

مومن کی موت پر زمین و آسمان کے فرشتے روتے ہیں

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے علی بن ریاب سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ جب کوئی مومن مرتا ہے تو اس کی موت پر ملائکہ روتے ہیں اور زمین کا وہ ٹکڑا روتا ہے جس پر وہ اللہ کی عبادت کرتا تھا اور آسمان کے وہ دروازے روتے ہیں جس سے اس کے اعمال داخل ہو کر اوپر جایا کرتے تھے اور اس کے مرنے سے اسلام میں ایک ایسی دراڑ پڑ جاتی ہے جو بند نہیں ہو پاتی اس لئے کہ مومنین اسلام کے ایسے قلعے ہیں جیسے کسی شہر کے گرد چہار دیواری ہوتی ہے۔

جنگ خیبر کی اہمیت

(۳) اور ان ہی اسناد کے ساتھ عباس بن معروف سے روایت ہے انہوں نے روایت کی ابن ابی عمیر سے انہوں نے عبدالرحمن بن حجاج سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خیبر کے دن سے زیادہ سخت کوئی دن نہیں گزرا اس لئے کہ سارا عرب آپ سے باغی ہو گیا تھا۔

قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالجوزاء منبہ بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسین بن صفوان سے انہوں نے عمر بن خالد سے انہوں نے زید بن علی سے انہوں نے اپنے آباء سے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر دو مسلمان اپنی اپنی تلوار لے کر ایک دوسرے کے مقابل ہو جائیں غیر سنت پر تو قاتل و مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے پس آنحضرتؐ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ قاتل (تو ٹھیک) ہے مگر مقتول کیوں، تو آپؐ نے فرمایا اس نے بھی تو اس کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

حفاظت خود اختیاری والا معذور ہے

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے محمد بن فضیل سے انہوں نے ابی الصباح کنانی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ خلافت میں دو لڑکے آپس میں کھیل رہے تھے ایک نے دوسرے کو مارا اس کے اگلے دو دانت ٹوٹ گئے۔ یہ مسئلہ حضرت علی علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا اور مارنے والے کے لئے یہ ثابت ہو گیا کہ اس سے خود کو بچاتے ہوئے ایسا ہو گیا۔ تو آپ نے اس سے قصاص معاف کر دیا اور فرمایا خود کو بچانے والا معذور ہوتا ہے۔

مومن پر کبھی بجلی نہیں گرتی

(۶) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ مومن پر کبھی بجلی نہیں گرتی۔ تو ایک شخص

نے آپ سے کہا مگر ہم نے تو دیکھا کہ وہ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہا تھا اور اس پر بجلی گری؟ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ حرم کے کبوتروں کو مارا کرتا تھا۔

ذکر خدا کرنے والے پر کبھی بجلی نہیں گرتی

(۷) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت ہے آپ نے فرمایا کہ بجلی مومن و کافر سب پر گرتی ہے مگر ذکر خدا کرنے والے پر نہیں گرتی۔

بارش کے پہلے پانی سے غسل

(۸) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے مسعدہ بن صدقہ سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمدؑ سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام موسم برسات کی پہلی بارش میں کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ آپ کا سر، آپ کی داڑھی اور آپ کا لباس سب تر ہو جاتا اور اس سے کہا جاتا کہ یا امیرالمومنینؑ احتیاط، احتیاط تو فرماتے کہ یہ پانی عرش کے قریب کا ہے۔ پھر آپ فرمانے لگے کہ عرش کے نیچے ایک دریا ہے جس کے پانی سے حیوانات کا رزق روئیدہ ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے ان کے لئے اپنی مہربانی سے کچھ روئیدہ کرے تو اس کی طرف وحی کرتا ہے اور وہ اللہ کی منشاء کے مطابق ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف برستا ہے یہاں تک کہ وہ دنیا کے آسمان پر آتا ہے اور بادل اس کو لے لیتے ہیں اور یہ بادل اس کے لئے مثل چھلنی کے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ بادلوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کو پیس لے اور اس طرح پگھلا جس طرح پانی میں نمک پگھلتا ہے پھر اسے لیکر فلاں فلاں مقام پر جا اور فلاں جگہ موسلا دھار برس اور فلاں جگہ محض معمولی۔ لہٰذا وہ برستا ہے جیسا کہ اس کو حکم دیا گیا ہے۔ پھر جو قطرہ بھی برستا ہے اس کے ساتھ ایک ملک بھی آتا ہے جو اس کو اس کی جگہ پر پہنچا دیتا ہے اور آسمان سے جو قطرہ بھی بارش کا نازل ہوتا ہے وہ ایک معینہ تعداد اور ایک وزن معلوم کے ساتھ نازل ہوتا ہے سوائے زمانہ نوح میں طوفان کے دن کہ اس دن غیر معینہ تعداد اور غیر معینہ وزن میں برسا۔

فرائض و مستحبات تقرب الٰہی کا سبب

(۹) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے روایت کرتے ہوئے علی بن ریان سے انہوں نے حسین بن محمد سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی نجران سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن حماد سے انہوں نے درج المحاربی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اللہ تعالیٰ فریضہ کے علاوہ اور بھی کسی چیز کا مطالبہ کرتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا پھر تو میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میں سوائے فریضہ کے اور کسی کے ساتھ اللہ کے تقرب کی کوشش نہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا یہ کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بد صورت خلق کیا ہے۔ نبی کریمؐ یہ سن کر ذرا رکے تو جبرئیلؑ نازل ہوئے انہوں نے کہا اے محمدؐ جبار ارب تم کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے فلاں بندے کو میرا سلام کہو اور اس سے کہو کہ کیا تو اس پر خوش نہیں ہے کہ کل کے دن تیرا رب تجھے امان پانے والوں میں محشور کرے گا۔ اس شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے یاد رکھا ہے؟ فرمایا ہاں۔ تو اس نے کہا پھر مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اب میں ہر اس شے کو جو اللہ کے پاس تقرب کا ذریعہ بنتی ہے میں اس کے ذریعہ اس کا تقرب حاصل کروں گا۔

تلخ و شیریں پھل

(۱۰) بیان کیا مجھ سے حمزہ بن محمد علوی نے انہوں نے کہا کہ خبر دی مجھ کو احمد بن محمد ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منذر بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سلیمان بن جعفر نے روایت کرتے ہوئے حضرت امام رضا علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے روایت کرتے ہوئے اپنے پدر بزرگوار سے کہ امیرالمومنین صلوات اللہ و سلامہ علیہ نے ایک مرتبہ ایک خربوزہ لیا وہ کڑوا نکلا۔ آپ نے اسے پھینکدیا اور فرمایا دور ہو جا تیرا ناس جائے۔ تو آپ سے کہا گیا یا امیرالمومنین اس خربوزہ کا کیا قصور؟ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کی مودت کا عہد ہر جاندار اور ہر نباتات سے لیا جس نے اس عہد کو قبول کیا وہ شیریں و لذیذ ہو گیا اور جس نے قبول نہیں کیا وہ نمکین اور سخت کڑوا ہو گیا۔

دوا اور پرہیز

(۱۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے حسین بن حسن بن ابان سے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے محمد بن اسحاق سے انہوں نے محمد بن فیض سے انہوں نے کہا کہ میں نے آپ جناب سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جب کوئی شخص بیمار ہوتا ہے تو معالج اس کو پرہیز کا حکم دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں لیکن ہم اہلبیت سوائے کھجور کے اور کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتے اور سیب اور ٹھنڈے پانی سے اس کا علاج کرلیتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا آپ لوگ کھجور سے کیوں پرہیز کرتے ہیں؟ فرمایا اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام بیمار ہوئے تھے تو نبی کریمؐ نے ان کو کھجور سے پرہیز کرایا تھا۔

قدر نعمت قبل زوال

(۱۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے مجھ سے بیان کیا روایت کرتے ہوئے میرے جد نامدار سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ نعمت کے ساتھ اچھا سلوک کرو قبل اس کے کہ وہ تم سے جدا ہو جائے اس لئے کہ یہ زائل ہونے والی ہے اور صاحب نعمت نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا وہ اس کی گواہی دے گی۔

خمس امام کی ادائیگی

(۱۳) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان کسی ایسے شخص کے ساتھ جہاد پر جاتا ہے جو حکم خدا پر ایمان نہیں رکھتا اور جو کچھ اسے مال غنیمت ملتا ہے اس کو اس امر میں خرچ نہیں کرتا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو اگر وہ اس میں مر گیا تو وہ ہمارے حق کو ضبط کرنے میں اور ہم لوگوں کے خون سے ہانڈی پکانے میں ہمارے دشمن کا معین و مددگار ہوگا اور وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

بچے کا نام قبل ولادت رکھو

(۱۴) ان ہی اسناد کے ساتھ روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بچے کی پیدائش سے پہلے اس کا نام رکھدو اگر تمہیں نہیں معلوم کہ وہ لڑکا ہوگا یا لڑکی تو ایسا نام رکھدو جو لڑکے اور لڑکی دونوں کا ہو سکے۔ پس اگر ساقط حمل ہو گیا تو وہ بچہ قیامت کے دن تم سے ملے گا اور وہ ساقط شدہ بچہ اپنے باپ سے کہے گا کہ آپ نے میرا نام کیوں نہیں رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو حضرت محسن کی پیدائش سے پہلے ان کا نام رکھ دیا تھا۔

نیز فرمایا کہ کھڑے ہو کر پانی پینے سے گریز کرو اس لئے کہ اس سے ایسا مرض پیدا ہو جائے گا کہ جس سے اللہ ہی اچھا کرے تو اچھا ہو۔

مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس سے مراد رات کا وقت ہے اور دن میں تو جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ رگوں میں دوران خون کو تیز کرتا ہے اور بدن کو قوت دیتا ہے اور تم میں سے جب کوئی سونے کا ارادہ کرے تو اپنا داہنا ہاتھ اپنے داہنے رخسار کے نیچے رکھے اس لئے کہ اسے نہیں معلوم کہ وہ خواب سے بیدار بھی ہو گا یا نہیں۔

ایک دوسرے کا بوجھ بٹانا

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے روایت کی احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے علی بن محمد قاشانی سے انہوں نے ابراہیم بن محمد ثقفی سے انہوں نے علی بن معلی سے انہوں نے ابراہیم بن الخطاب بن معراء سے انہوں نے اس روایت کو مرفوع کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کیطرف آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ دیواروں کے نچلے حصوں نے اپنے اوپر کے حصوں کے بوجھ کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ تم میں سے بعض بعض کا بوجھ اٹھاتا ہے۔

نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر اتفاقیہ تم لوگوں میں سے کسی کے منھ سے کوئی احمقانہ کلمہ نکل جائے اور یہ ڈر ہو کہ وہ اس کے لئے نقصان دہ ہے تو فوراً اس کے بعد تم ایسا جملہ کہدو جس سے تمہارا تحفظ ہو جائے اور پچھلی بات بھلا دی جائے۔

اللہ مومن و کافر دونوں کو اسباب اس کے فراہم کر دیتا ہے

(۱۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے علی بن رئاب سے انہوں نے محمد بن قیس سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ آسمان سے دو ملک نازل ہوئے اور دونوں نے ہوا کے اندر آپس میں ملاقات کی تو ایک نے دوسرے سے پوچھا تم کس لئے نازل ہوئے ہو اس نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے بحر ایل کی طرف بھیجا ہے تاکہ وہاں کچھ مچھلیاں جمع کر دوں اور وہ اس کا شکار اس تک پہنچائے اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کافر کی تمنا اور خواہش پوری کرے۔ اب تم بتا سکتے ہو تم کس کام کے لئے بھیجے گئے ہو؟ دوسرے ملک نے کہا مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سے بھی زیادہ تعجب خیز کام کے لئے بھیجا ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے بندہ مومن کے لئے بھیجا ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور راتوں کو کھڑے ہو کر عبادت کرتا ہے اور اس کی دعائیں اور اس کے روزے آسمان میں شہرت رکھتے ہیں اور مجھے اس لئے بھیجا ہے تاکہ میں اس ہنڈی کو الٹ دوں جس میں اس نے اپنا افطار پکایا ہے تاکہ اس مومن کے ایمان کا صد درجہ کا امتحان ہو جائے۔

بے سود علاج چھوڑ دو

(۱۷) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے بکر بن صالح

جعفری سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اطباء کے معالجہ کو دفع کرو اس سے تمہارے امراض دفع نہیں ہوتے اس لئے کہ یہ ایک ایسی بنیاد ہے کہ جس کا قلیل بھی کثیر کی طرف کھینچ لیجاتا ہے۔

ہر وہ عمل جو غیر اللہ کے لئے ہو بیکار ہے

(۱۸) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے عمرکی سے انہوں نے علی بن جعفر سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگوں کو جہنم کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ جہنم کے داروغہ مالک سے کہے گا کہ جہنم سے کہدو کہ ان کے پاؤں نہ جلائے اس لئے کہ اسی پاؤں سے یہ لوگ مسجدوں کو جایا کرتے تھے اور ان کے چہرے نہ جلائے اس لئے کہ یہ لوگ وضو کیا کرتے تھے ان کے ہاتھ نہ جلائے اس لئے کہ یہ لوگ دعا کے لئے بلند کیا کرتے تھے ان کی زبان نہ جلائے اس لئے کہ اسی زبان سے یہ لوگ تلاوت قرآن کیا کرتے تھے تو مالک جہنم ان سے پوچھے گا اے بد بختو تم لوگوں کا معاملہ کیا تھا تو وہ لوگ کہیں گے کہ یہ سب کام ہم غیر خدا کے لئے کرتے تھے ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنا ثواب بھی اسی سے لو جس کے لئے یہ عمل کیا کرتے تھے۔

اپنے نفس کو دیکھو دوسرے کی عیب جوئی نہ کرو

(۱۹) بیان کیا مجھ سے حسن بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن خیثم سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ان سے کہا گیا کہ لوگوں کی مذمت نہ کرنا تو انہوں نے کہا میں اپنے نفس ہی کو کب اچھا سمجھتا ہوں اور اس کی برائی کرنے سے مجھے کب فرصت ہے کہ دوسرے کی برائی کروں گا۔ لوگ دوسروں کی برائی کر کے اللہ تعالیٰ کا گناہ کرتے ہیں اور انہیں خود اپنی برائیوں کی فکر نہیں۔

کل قیامت کے لئے آج ہی عمل کرلو

(۲۰) ان ہی اسناد کے ساتھ محمد بن احمد سے روایت ہے انہوں نے روایت کی محمد بن عبد الحمید سے انہوں نے ابراہیم بن مہزم سے روایت کی ہے وہب بن منبہ کے عہد میں ایک پتھر برآمد ہوا جس پر غیر عربی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ لہذا کسی ایسے شخص کی تلاش تھی جو پڑھ سکے۔ چنانچہ ابن منبہ کو لایا گیا وہ بہت سی کتابوں کا مصنف تھا اس نے آکر پڑھا جس میں یہ مرقوم تھا۔ اے ابن آدم اگر تو دیکھ لے کہ تیری اجل کا وقت کتنا کم رکھا گیا ہے تو پھر تو اپنی تمام امیدوں اور تمناؤں کو چھوڑ دے گا اور تیری حرص و طمع کم ہو جائے گی اور تجھے خواہش ہوگی کہ زیادہ سے زیادہ عمل کر لو تو آج تو تمہیں وہ مہلت ہے کہ اس کے بعد تم نہ اپنے اہل کی طرف واپس آؤ گے اور نہ اپنے عمل میں اضافہ کر سکو گے لہذا کل قیامت کے دن کے لئے عمل کرلو۔ قبل اس کے کہ تم کو ندامت اور حسرت کا سامنا کرنا پڑے۔

حب دنیا اور ایک قریہ پر عذاب

(۲۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن عمرو سے انہوں نے صالح بن سعید سے انہوں نے اپنے بھائی سہل حلوانی سے انہوں نے حضرت ابی عبد اللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰؑ اپنی سیاحت میں مشغول تھے تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ ایک عذاب سے ہلاک ہوئے اگر عذاب کے علاوہ کسی اور وجہ سے مرے ہوتے تو اپنی مدافعت کی ہوتی۔ حضرت عیسیٰؑ کے اصحاب نے کہا کہ ہمیں ان کا حال معلوم کرنا چاہیئے لہذا عرض کیا یا روح اللہ آپ

انہیں آواز دیں حضرت عیسیٰ نے آواز دی کہ اے اس قریہ کے رہنے والو۔ تو ان میں سے ایک نے جواب دیا لبیک یا روح اللہ آپ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے اور تمہارا کیا قصہ ہے اس نے جواب دیا ہم لوگ صبح تک تو خیر و عافیت سے تھے مگر رات ھاویہ (جہنم) میں بسر ہوئی پوچھا ھاویہ کیا ہے؟ اس نے کہا ایک آگ کا سمندر ہے جس میں آگ کے بڑے بڑے پہاڑ ہیں آپ نے فرمایا جس حال میں تم نظر آرہے ہو اس حال تک تم کو کس نے پہنچایا؟ اس نے کہا دنیا کی محبت اور طاغوت کی عبادت نے آپ نے پوچھا تم لوگوں کو دنیا کی محبت کس حد تک تھی؟ اس نے جواب دیا اتنی محبت جو ایک بچے کو اپنی ماں سے ہوتی ہے اس سے قریب آئے خوش ہو جاتا ہے اور چھوڑ کر ذرا دور ہو تو رونے اور چلانے لگتا ہے۔ آپ نے پوچھا ان سب میں صرف تم نے میری آواز پر لبیک کیسے کہا؟ اس نے کہا یہ لوگ بول ہی نہیں سکتے ان کے منہ میں آگ کی لگام لگی ہوئی ہے میں ان لوگوں کے ساتھ رہتا تھا مگر ان لوگوں جیسا نہ تھا چنانچہ جب عذاب آیا تو ان لوگوں کے ساتھ میں بھی لپیٹ میں آگیا اور وہ اس طرح کہ میں ایک درخت سے لٹکا دیا گیا اور ہر وقت یہی خوف لگا رہتا کہ کہیں میں اس آگ میں گر کر کباب نہ بن جاؤں۔ حضرت عیسیٰ اپنے اصحاب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا سنو دین کی سلامتی کے ساتھ جو کی روٹی کھانا اور کسی مزبلہ (گھورا) پر سو رہنا حد سے زیادہ بہتر ہے۔

مومن، علوی، ہاشمی، قریشی، عجمی، عربی، نبطی، مہاجر، انصاری سب کچھ ہوتا ہے

(۲۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی سکونی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا جوہری نے روایت کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا مومن علوی ہوتا ہے اس لئے کہ وہ معرفت میں بلند ہے۔ ہاشمی بھی ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ضلالت و گمراہی کو چور کر دیتا ہے۔ وہ قریشی بھی ہوتا ہے اس لئے کہ اس نے اس شے کا اقرار کیا ہے جو ہم لوگوں سے ماخوذ ہے۔ مومن عجمی بھی ہوتا ہے اس لئے کہ اس پر شر کے دروازے کھولے جاتے ہیں وہ عربی بھی ہوتا ہے اس لئے کہ اس کا نبی عربی ہے اور اس کی وہ کتاب جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی وہ زبان عربی میں ہے۔ مومن نبطی بھی ہوتا ہے اس لئے کہ وہ علم کا استنباط کرتا ہے مومن مہاجر ہوتا ہے اس لئے کہ اس نے برائیوں سے ہجرت اختیار کی۔ مومن انصاری ہوتا ہے اس لئے کہ وہ اللہ کے رسول اور اہلبیت رسول کی نصرت کرتا ہے مومن مجاہد ہوتا ہے اس لئے کہ وہ باطل کے عہد حکومت میں اپنے تقیہ کے ذریعہ اور حق کے عہد حکومت میں اپنی تلوار کے ذریعہ دشمنان خدا کے ساتھ ساتھ جہاد کرتا ہے۔

حضرت علیؑ سے احمد ابن حنبل کی عداوت کا سبب

(۲۳) بیان کیا مجھ سے ابو سعید محمد بن فضل بن محمد بن اسحاق مذکر نیشاپوری نے نیشاپور میں انہوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمن بن محمد بن محمود کو بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے ابراہیم بن محمد ابن سفیان کو بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ احمد ابن حنبل کو حضرت علیؑ سے عداوت تھی اس لئے کہ آپ نے اس کے جد ذوالثدیہ کو جنگ نہروان میں قتل کیا جو خوارج کا سردار تھا۔

(۲۴) بیان کیا مجھ سے ابو سعید نے کہ اس نے یہ حکایت بعینہ ابراہیم بن محمد بن سفیان سے سنی۔

علیؑ سے تھوڑا بغض رکھنا جرم نہیں؟

(۲۵) بیان کیا مجھ سے ابو سعید محمد بن الفضل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالرحمن بن محمد بن محمود نے کہ میں نے قاضی ہرات محمد بن احمد بن یعقوب جوزجانی سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے محمد بن خورک ہروی سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے علی بن خشرم سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں ایک مرتبہ احمد بن حنبل کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ درمیان میں حضرت علیؑ کا ذکر آگیا تو انہوں نے کہا کوئی شخص

جب تک علیؑ کا تھوڑا سا بغض رکھتا ہے مجرم و گنہگار نہیں ہو سکتا۔ علی بن حشرم کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ جو شخص علی کی زیادہ محبت رکھے وہ مجرم و گنہگار نہیں ہو سکتا۔ تو ایک دوسری روایت میں ہے کہ علی بن حشرم نے کہا کہ میرے اس کہنے پر لوگوں نے مجھے مارا اور مجلس سے باہر نکال دیا۔

دشمن علیؑ کی اصل نسل یہودی ہوگی

(۲۶) بیان کیا مجھ سے حسین بن یحییٰ بجلی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے ابن عوانہ سے انہوں نے عطا بن سایب سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن عبادہ بن صامت سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے اور انہوں نے روایت کی میرے جد سے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر انصار میں سے کسی کو دیکھو کہ وہ علیؑ سے بغض رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کی اصل نسل یہودی ہے۔

نماز وتر

(۲۷) بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق اور علی بن محمد بن حسن المعروف بہ ابن مقبرہ قزوینی نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حکم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بشر بن غیاث نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو یوسف نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن ابی لیلیٰ نے روایت کرتے ہوئے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز شب دو دو رکعت مگر جب اس کا خوف ہو کہ صبح ہو رہی ہے تو وتر کی ایک رکعت پڑھو اللہ تعالیٰ وتر کی ایک رکعت کو پسند کرتا ہے اس لئے کہ وہ بھی ایک ہے۔

علماء کی لغزشوں کی معافی

(۲۸) بیان کیا مجھ سے ابوالحسن طاہر بن محمد یونس فقیہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عثمان ہروی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو حامد احمد بن تمیم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جمید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حمید رازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن یزید سے انہوں نے ابی درداء سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء کو جمع کرے گا اور ان سے کہے گا کہ میں نے اپنا نور اور اپنی حکمت تمہارے سینوں میں اس لئے تو رکھا تھا کہ میں چاہتا تھا کہ تم لوگوں کے ساتھ دنیا اور آخرت دونوں میں بھلائی کرو لہٰذا جاؤ وہ تمام لغزشیں جو تم سے سرزد ہوئی ہیں میں نے ان کو معاف کیا۔

ہر ایک شخص کی چار خواہشیں ہوتی ہیں

(۲۹) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے حسن بن علی سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا جوہری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن عمارہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ بن محمد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اس دنیائے فانی کے اندر لوگوں کی خواہش چار ہی چیزوں کی ہوتی ہے غنی ہونا، آرام، کم سے کم فکر اور عزت۔ تو غنیٰ و بے نیازی قناعت میں موجود ہے اگر کوئی شخص کثرت مال سے غنی ہونا چاہے تو ممکن نہیں اور آرام و تن آسانی اپنے کمل کو ہلکا

رکھے ہیں اگر کوئی اپنے کمل کو بھاری رکھنے میں آرام و راحت کو تن آسانی چاہے تو یہ ممکن نہیں اور کم سے کم غم و فکر مشاغل کے کم رکھنے میں ہے اور کوئی اس کو کثرت مشاغل میں چاہے گا تو یہ ممکن نہیں، اور عزت تو اپنے خالق کی خدمت و اطاعت میں ہے اگر کوئی مخلوق کی خدمت و اطاعت میں عزت چاہے گا تو اس کو نصیب نہ ہوگی۔

علیؑ وصی رسولؐ ہیں

(۳۰) بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے منصور بن عبداللہ بن ابراہیم اصبہانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ اسکندرانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عثمان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی القاسم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباد بن یعقوب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے ناصح بن عبداللہ سے انہوں نے سماک بن حرب سے انہوں نے ابی سعید خدری سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یا نبی اللہ کیا ہر نبی کا وصی ہوتا ہے آپ کا وصی کون ہے؟ اس سوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے دوسرے دن آنحضرتؐ نے مجھے دور سے دیکھا تو آواز دی یا سلمان میں نے کہا لبیک اور دوڑتا ہوا آنحضرتؐ کے پاس پہنچا تو آپؐ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ کا وصی کون تھا؟ میں نے عرض کیا یوشع بن نون تھے آپؐ نے فرمایا یہ اس لئے کہ اس زمانے میں وہ سب سے بہتر اور سب سے زیادہ صاحب علم تھے پھر فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس عہد میں علیؑ سب سے بہتر اور سب سے افضل ہیں وہی میرے ولی عہد، میرے وصی اور میرے وارث ہیں۔

حضرت فاطمہ بنت اسد کے دفن کا اہتمام آنحضرتؐ نے خود کیا

(۳۱) بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن یحییٰ علوی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے جد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبدالوہاب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ان کے جد سے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم مہاجرہ تھیں اسلام لاچکی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقابل حمام ابی قطیفہ روحاء میں ان کو خود دفن کیا ان کو اپنی قمیص کا کفن دیا ان کی قبر میں اترے ان کی لحد میں لیٹے تو لوگوں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار میری صغیر سنی میں ہی مرگئے تھے تو انہوں نے اور ان کے شوہر نے مجھے پرورش میں لے لیا یہ دونوں ہر طرح مجھے وسعت و کشادگی دیتے اور اپنی اولاد پر ہر معاملہ میں مجھے ترجیح دیتے تھے اس لئے میں نے چاہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو قبر میں وسعت اور کشادگی عطا فرمائے۔

حضرت فاطمہ بنت اسد کی تجہیز و تکفین

(۳۲) بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن یحییٰ علوی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے جد نے روایت کرتے ہوئے یعقوب سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن ابی عمیر نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وصیت کی اور آپؐ نے ان کی وصیت قبول فرمائی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ میرا ارادہ ہے کہ اپنی اس کنیز کو آزاد کروں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جو بھی نیکی آپ کریں گی اس کی مزد آپ کو ملے گی۔ پس جب انہوں نے انتقال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر کہا کہ میری اس قمیص کا انہیں کفن دو (جب لحد تیار ہوگئی) آپؐ ان کی لحد میں لیٹے پھر فرمایا کہ میری قمیص سے ان معظمہ کو قیامت کے دن امان ملے گی اور ان کی لحد میں میرے لیٹنے سے

اللہ تعالیٰ ان کی لحد میں کشادگی عطا کرے گا۔

یزید بن سلام کے سوالات

(۳۳) بیان کیا مجھ سے حسین بن یحییٰ بن ضریس بجلی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر عمارہ سکونی سریانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن عاصم نے قزوین میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن ہارون کرخی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر احمد بن عبداللہ بن یزید بن سلام بن عبداللہ مولیٰ رسول اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابی عبداللہ بن یزید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یزید بن سلام نے ان کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ فرقان کا نام فرقان کیوں رکھا گیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ یہ متفرق آیتوں اور سورتوں میں جستہ جستہ نازل ہوا کسی لوح وغیرہ پر لکھا ہوا نازل نہیں ہوا جیسے صحف انبیاء و توریت و زبور و انجیل کہ یہ سب پورے کے پورے الواح اور اوراق پر تحریر شدہ ہوئے۔

○ سائل نے دریافت کیا کہ یہ چاند اور سورج دونوں روشنی اور نور میں برابر کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو پیدا کیا تو دونوں اس کے اطاعت گذار رہے انہوں نے ذرہ برابر نافرمانی نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ چاند کی روشنی کو مٹا دو انہوں نے اس کو مٹا دیا چنانچہ چاند میں اس مٹانے کا نشان کالی کالی لکیروں کی شکل میں نظر آتا ہے اور اگر چاند کو اپنی اصلی حالت پر چھوڑ دیتا اور نہ مٹاتا تو رات کو دن سے فرق کرنا اور دن کو رات سے ممتاز کرنا ممکن نہ ہوتا اور ایک روزہ دار کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ کب سے کب تک روزہ رکھے اور لوگوں کو سال کی گنتی نہ معلوم ہوتی چنانچہ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **وجعلنا اللیل والنہار ایتین فمحونا ایۃ اللیل وجعلنا ایۃ النہار مبصرۃ لتبتغوا فضلاً من ربکم ولتعلموا عدد السنین والحساب** (اور ہم نے رات اور دن کو اپنی قدرت کی دو نشانیاں قرار دیا پھر ہم نے رات کی نشانی چاند کو مٹا کر دھندلا سا بنایا اور دن کی نشانی سورج کو روشن رکھا تاکہ سب چیزیں دکھائی دیں اور تم لوگ اپنے پروردگار کا فضل (معاش) ڈھونڈتے پھرو تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب کو جان لو) سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۱۲ یزید بن سلام راوی نے کہا اے محمد آپ نے سچ فرمایا۔

○ سائل نے پھر پوچھا یہ بتایئے کہ لیل کو لیل کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اس میں مرد عورتوں سے نزدیکی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رات کو ان کے لئے پردہ اور لباس بنایا ہے چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے کہ **وجعلنا اللیل لباسا وجعلنا النہار معاشا** (ہم نے رات کو لباس اور دن کو معاش بنایا) سورۃ انبا۔ آیت نمبر ۱۰/۱۱ سائل نے کہا اے محمد آپ نے سچ فرمایا۔

○ سائل نے پھر پوچھا کہ ستارے کیوں کچھ چھوٹے اور کچھ بڑے نظر آتے ہیں حالانکہ مقدار میں سب برابر ہیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ ان ستاروں اور آسمان دنیا کے درمیان ایک سمندر ہے جو ان کی امواج کو تھپیڑے دیتی ہے اس لئے ستارے چھوٹے بڑے نظر آتے ہیں حالانکہ تمام ستاروں کی مقدار برابر ہے۔

○ سائل نے پوچھا یہ بتائیں کہ دنیا کو دنیا کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا دنیا دنی ہے یہ آخرت کے بعد پیدا ہوئی اگر یہ آخرت کے ساتھ پیدا ہوتی تو جس طرح اہل آخرت کو فنا نہیں اسی طرح اہل دنیا بھی فنا نہیں ہوتے۔

○ سائل نے پوچھا بتائیں کہ قیامت کو قیامت کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اس میں ساری مخلوق حساب و کتاب کے لئے کھڑی ہوگی۔

○ سائل نے پوچھا آخرت کو آخرت کیوں کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ یہ متاخر ہے دنیا کے بعد آئے گی وہ اتنی مدت ہے کہ ناقابل بیان ہے اس کے ایام شمار نہیں کئے جا سکتے۔ اس کے ساکنین فنا نہیں ہو سکتے۔ اس نے کہا اے محمد آپ نے سچ فرمایا

سائل نے پوچھا اچھا یہ بتائیں کہ پہلا دن کون سا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خلق فرمایا یوم احد (یکشنبہ) پوچھا اس کا نام احد کیوں ہوا آپ نے فرمایا اس لئے کہ یہ واحد محدود ہے۔ پوچھا اور اثنین (دوشنبہ) فرمایا اس لئے کہ یہ دنیا کا دوسرا دن ہے پوچھا اور ثلاثا، فرمایا اس لئے کہ یہ دنیا کا تیسرا دن ہے۔ پوچھا اور اربعاء فرمایا اس لئے کہ یہ دنیا کا چوتھا دن ہے پوچھا اور خمیس فرمایا اس لئے کہ یہ دنیا کا پانچواں دن ہے۔ پوچھا اور جمعہ؟ اس دن سب لوگ جمع کئے جائیں گے یہی یوم مشہود ہے اور وہی شاہد و مشہود سے مراد ہے۔ پوچھا اور سبت فرمایا کہ یہ یوم مسبوت (کام نہ کرنے کا دن) ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولقد خلقنا السموات والارض وما بینهما فی ستة ایام** (بیشک ہم نے آسمان و زمین اور دونوں کے درمیان جتنی چیزیں ہیں ان سب کو چھ دن میں پیدا کیا) سورہ ق۔ آیت نمبر ۳۸ تو یوم احد سے لیکر جمعہ تک چھ دن ہوئے اور سبت کا دن معطل ہے سائل نے کہا اے محمد آپ نے سچ فرمایا۔ اچھا یہ بتائیں کہ آدم کا نام آدم کیوں رکھا گیا آپ نے فرمایا اس لئے کہ یہ

زمین کی جلد و سطح کی مٹی سے پیدا ہوئے۔ پوچھا آدم صرف ایک طرح کی مٹی سے پیدا ہوئے فرمایا نہیں ہر طرح کی مٹی سے پیدا ہوئے اگر ایک طرح کی مٹی سے پیدا ہوتے تو سارے انسان ایک ہی شکل کے ہوتے اور ایک کا دوسرے سے امتیاز ممکن نہیں ہوتا۔ سائل نے پوچھا اس کی دنیا میں کوئی مثال ہے فرمایا تم مٹی کو دیکھ لو کہ اس میں سفید بھی ہے، سبز بھی ہے گہرا سرخ بھی ہے، غباری رنگ بھی ہے، سرخ رنگ بھی ہے نیلا رنگ بھی ہے یہ مٹی شیریں بھی ہے، نمکین بھی ہے، سخت بھی ہے، نرم بھی ہے اس میں ہلکا سرخ رنگ بھی ہے اسی بناء پر لوگوں میں سے کچھ نرم ہیں کچھ سخت ہیں کسی کا رنگ سفید ہے، کسی کا زرد ہے کسی کا سرخ ہے کسی کا ہلکا سرخ ہے کسی کا سیاہ ہے مختلف رنگ کی مٹی کی وجہ سے۔ سائل نے کہا اچھا یہ بتائیں کہ حضرت آدمؑ حواؑ کے لئے پیدا ہوئے یا حوا، حضرت آدمؑ پیدا ہوئیں۔ فرمایا نہیں بلکہ حوا، آدم کے لئے پیدا ہوئیں۔ اگر آدمؑ حواؑ کے لئے پیدا ہوتے تو طلاق کا اختیار عورت کو ہوتا مرد کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ پوچھا تو پھر حوا، کچھ مٹی سے پیدا ہوئیں یا ان کی کل مٹی سے آپ نے فرمایا وہ بعض مٹی سے پیدا ہوئیں باطنی طینت سے فرمایا وہ باطن طینت سے اور اگر ظاہر سے پیدا ہوتیں تو جس طرح مرد بے پردہ رہتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی بے پردہ ہوتیں اور اسی بناء پر عورتوں کے لئے پردہ ہے۔ سائل نے پوچھا پھر حوا ان کے دائیں پہلو سے پیدا ہوتیں یا بائیں پہلو کی طرف سے آپ نے فرمایا بائیں پہلو کی طرف سے اگر داہنے پہلو کی طرف سے پیدا ہوتیں تو میراث میں عورت کا حصہ بھی مرد کے برابر ہوتا اسی لئے عورت کا ایک حصہ ہے اور مرد کا دو حصہ اور دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔ سائل نے دریافت کیا وہ پھر کہاں سے پیدا ہوئیں آپ نے فرمایا کہ وہ بائیں پہلو کی بچی ہوئی مٹی سے پیدا ہوئیں۔ سائل نے کہا اے محمد آپ نے سچ فرمایا۔ اب یہ بتائیں کہ وادی مقدس کو مقدس کیوں کہتے ہیں فرمایا اس لئے کہ اس میں روحیں پاک اور مقدس ہوئیں اس میں ملائکہ منتخب ہوئے اور حضرت موسیٰ سے اس میں اللہ تعالیٰ نے کلام کیا جیسے کلام کرنے کا حق ہے۔ سائل نے پوچھا کہ جنت کا نام جنت کیوں آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ چنی ہوئی منتخب کی ہوئی پاک صاف اور اللہ کی پسند کی ہوئی ہے۔

ذوالقرنین کا سفر

(۳۴) بیان کیا مجھ سے ابو الحسن محمد بن ہارون زنجانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے معاذ بن مثنیٰ عنبری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن اسماء نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جویریہ بن سفیان نے روایت کرتے ہوئے منصور سے انہوں نے ابی وائل سے بعض سے وہب سے ان کا بیان ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی ایک کتاب میں دیکھا کہ حضرت ذوالقرنین جب بند کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو سیدھے رخ پر چلے اور جس اثناء میں وہ اپنی فوج کے ساتھ چلے جارہے تھے کہ ان کا گذر ایک شیخ (بزرگ) کی طرف سے ہوا وہ نماز میں مشغول تھا، وہ سفر میں سے انہیں دیکھا تو اپنی فوج کے ساتھ وہیں کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ذوالقرنین نے ان سے کہا یہ فوج جو آپ کے سامنے ہے اسے دیکھ کر آپ کو خوف نہیں آیا۔ شیخ نے جواب دیا میں اس ذات سے محو گفتگو تھا جو فوج میں، تجھ سے زیادہ سلطنت میں، تجھ سے

زیادہ عظیم اور قوت میں تجھ سے زیادہ بڑا ہے۔ اگر میں تیری طرف رخ کرتا تو اس کی بارگاہ سے اپنی حاجت کو نہ پاتا۔ ذوالقرنین نے کہا کہ کیا آپ میرے ساتھ چل سکتے ہیں دل و جان سے آپ کی خدمت کروں گا اور بعض امور میں آپ سے مدد لوں گا۔ اس شیخ نے کہا ہاں اگر تم چار چیزوں کے ضامن ہونے کے لئے تیار ہو تو میں بھی تیار ہوں۔ ایسی نعمت جو کبھی زائل نہ ہو۔ ایسی صحت جس میں کبھی بیماری نہ آئے ایسی جوانی جس کے بعد بڑھاپا نہ آئے اور ایسی زندگی جس میں موت نہ آئے۔ ذوالقرنین نے کہا بھلا کون مخلوق اس پر قادر ہو سکتی ہے؟ شیخ نے کہا مگر میں اس ہستی کے ساتھ ہوں جو سب پر قادر ہے اور میرا اور تمہارا دونوں کا مالک ہے پھر ذوالقرنین کا گذر ایک مرد عالم کی طرف سے ہوا تو اس عالم نے ان سے پوچھا بتلایئے کہ وہ دو چیزیں کون سی ہیں کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا وہ اپنی جگہ پر قائم ہیں؟ وہ دو چیزیں کون سی ہیں کہ جب سے پیدا ہوئیں جاری ہیں؟ وہ دو چیزیں کون سی ہیں کہ جب سے پیدا ہوئیں آپس میں مختلف ہیں؟ وہ دو چیزیں کون سی ہیں کہ جب سے پیدا ہوئیں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں؟ ذوالقرنین نے جواب دیا وہ دو چیزیں جو جب سے پیدا ہوئیں اپنی جگہ پر قائم ہیں وہ آسمان اور زمین ہیں۔ وہ دو چیزیں کہ جب سے پیدا ہوئیں جاری ہیں وہ شمس و قمر ہیں۔ وہ دو چیزیں کہ جب سے پیدا ہوئی آپس میں مختلف ہیں وہ دن اور رات ہیں۔ وہ دونوں چیزیں کہ جب سے پیدا ہوئیں وہ ایک دوسرے کی ضد اور نقیض ہیں وہ موت و حیات ہیں۔ اس نے عالم سے کہا جاؤ تم بھی عالم معلوم ہوتے ہو۔ چنانچہ ذوالقرنین وہاں سے روانہ ہوئے اور شہروں میں چلے جا رہے تھے کہ دیکھا کہ ایک بزرگ بہت سے مردوں کی کھوپڑیاں الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں تو انہوں نے پوچھا جناب شیخ آپ ان کھوپڑیوں کو الٹ پلٹ کر کیوں دیکھ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ ان میں شریف کون ہیں رذیل کون ہے، دولتمند کون ہے فقیر کون ہے، مگر ابھی تک پہچان نہ سکا حالانکہ بیس سال سے الٹ پلٹ کر دیکھ رہا ہوں۔ یہ سن کر ذوالقرنین نے انہیں چھوڑا آگے بڑھے اور کہا آپ کی اس سے مراد میرے سوا کوئی اور نہیں ہے ابھی وہ چلے ہی جا رہے تھے کہ آپ ایک ایسے گروہ تک پہنچے جو قوم موسیٰ میں سے تھا اور وہ لوگ وہ تھے جو حق کے ساتھ ہدایت بھی کرتے اور اسی کے ساتھ عدل و انصاف بھی کرتے تھے۔ ذوالقرنین نے جب انہیں دیکھا تو بولے اے قوم مجھے بتاؤ تم لوگ کون ہو؟ میں ساری روئے زمین پر اس کے مشرق و مغرب و خشکی تری۔ میدان و پہاڑ دریا و اندھیرے میں پھرتا رہا مگر تم جیسے لوگ نہیں ملے تھے۔ بتاؤ تمہارے مردوں کی قبریں تمہارے دروازے پر کیوں ہوتی ہیں؟ انہوں نے کہا یہ ہم اس لئے کرتے ہیں کہ موت کو نہ بھولیں اس کی یاد ہمارے دلوں سے محو نہ ہو۔ ذوالقرنین نے پوچھا یہ بتاؤ تمہارے گھروں کو بند کرنے کے لئے دروازے کیوں نہیں لگائے جاتے؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ ہمارے ہاں کوئی چور اور بدظن نہیں سب کے سب دیانتدار اور امین ہیں۔ پوچھا تمہارے یہاں کوئی حاکم کیوں نہیں؟ انہوں نے جواب دیا ہم لوگ ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی نہیں کرتے۔ پوچھا تمہارے بادشاہ کیوں نہیں ہوتا؟ کہا اس سے ہم لوگ ایک دوسرے کے مقابلے میں مال زیادہ جمع کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ پوچھا کیا بات ہے کہ تم لوگ آپس میں نہ تفاضل کرنے کی کوشش کرتے ہو نہ تفاوت کی؟ جواب دیا ہم لوگ پہلے ہی سے ایک دوسرے سے مواسات و مہربانی کرتے رہتے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے کہ تم لوگوں میں نہ ان نزاع ہے اور نہ اختلاف ہے؟ وہ بولے ہم لوگ پہلے سے ایک دوسرے کی تالیف قلب اور ایک دوسرے میں میل جول رکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے تم لوگ نہ آپس میں ایک دوسرے کو گالی دیتے ہو نہ لڑائی جھگڑا کرتے ہو؟ وہ بولے ہم لوگوں نے پہلے ہی سے علم کے ساتھ اپنی طبیعتوں کو قابو میں رکھا ہے اور اپنے نفوس کو حلم کا عادی بنا لیا ہے۔ پوچھا کیا بات ہے کہ تم سب کے سب ایک ہو اور تم لوگوں کا ایک سیدھا راستہ ہے؟ وہ بولے اس لئے کہ ہم لوگ آپس میں نہ جھوٹ بولتے ہیں نہ کسی کو دھوکا دیتے ہیں نہ آپس میں ایک دوسرے کی غیبت کرتے ہیں۔ پوچھا بتاؤ تم لوگوں میں مسکین و فقیر کیوں نہیں ہے؟ وہ بولے ہم لوگ پہلے ہی اپنے اموال کو برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے کہ تم لوگوں میں کوئی بدخلق اور تندخو نہیں ہے؟ بولے ہم لوگ پہلے ہی سے عاجزی و انکساری کے عادی ہیں۔ پوچھا اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو سب سے زیادہ طویل العمر کیوں بنایا ہے؟ وہ بولے اس کا سبب یہ ہے کہ ہم لوگ پہلے ہی سے حق پر چلتے ہیں اور عدل پر فیصلہ کرتے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے کہ تم

لوگ قحط میں مبتلا نہیں ہوتے؟ وہ بولے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ اس سے کبھی استغفار سے غافل نہیں رہے۔ پوچھا کیا بات ہے تم لوگ کبھی محزون و مغموم نہیں ہوتے؟ انہوں نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ اپنے نفوس کو بلاؤں اور مصیبتوں پر ثابت قدم رکھتے ہیں اور دل ہی دل میں غم منالیتے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے کہ کبھی کسی آفت میں مبتلا نہیں ہوتے؟ وہ لوگ بولے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ پہلے ہی سے اللہ کے سوا کسی دوسرے پر بھروسہ نہیں کرتے اور بارش کے لئے نجومیوں اور استادوں سے رجوع نہیں کرتے۔

حضرت ذوالقرنین نے پوچھا اے قوم کے لوگو یہ بتاؤ کہ کیا تم نے اپنے آباؤ اجداد کو بھی اس پر عمل کرتے ہوئے پایا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد کو اس پر کاربند پایا وہ اپنے غریبوں اور مسکینوں پر رحم کرتے اپنے فقیروں کی مدد کرتے اور جو ان پر ظلم و زیادتی کرتا اس کو معاف کر دیتے جو اس سے بدی کرتا اس کے ساتھ نیکی کرتے۔ اپنے گنہگاروں کے لئے طلب مغفرت کرتے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے اپنے ہاں رکھی ہوئی امانتوں کو واپس کر دیتے۔ ہمیشہ سچ بولتے کبھی جھوٹ نہ بولتے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام معاملات درست کر دیئے۔ یہ باتیں سن کر ذوالقرنین نے مرتے دم تک وہیں قیام کیا اور پانچ سو سال کی عمر پائی۔

(۳۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن ولید کو ایک قبیلہ کی طرف بھیجا جس کا نام بنی مصطلق تھا جو بنی خزیمہ کی ایک شاخ تھی اور اس کے اور بنی مخزوم کے درمیان زمانہ جاہلیت ہی سے کینہ و دشمنی چل رہی تھی اور ان بیچاروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی تھی اور ان لوگوں نے آنحضرت کی سیرت و عادت کے مطابق آنحضرتؐ سے ایک تحریر بھی حاصل کر لی تھی۔ الغرض جب خالد بن ولید وہاں پہنچے تو اپنے منادی کو حکم دیا کہ وہ نماز کا اعلان کرے چنانچہ خالد نے اور ان لوگوں نے ایک ساتھ نماز پڑھی اس کے بعد خالد نے اپنے دستہ فوج کو حکم دیا اور انہوں نے ہر طرف لوٹ مار، قتل و غارتگری شروع کر دی اس میں ان کے کچھ لوگ قتل ہوگئے اور انہیں گزند پہنچا۔ اب ان لوگوں نے وہ تحریر تلاش کی وہ مل گئی تو اسے لئے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور خالد نے جو ان لوگوں پر ظلم و جور اور غارت گری کی تھی اسے بیان کیا یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور کہا پروردگار خالد بن ولید نے جو کچھ کیا ہے اس سے تیری بارگاہ میں اپنی برأت کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر اتنے میں حضرت آنحضرت کی خدمت میں کچھ سونے کے ڈلے اور کچھ متاع لے کر حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے فرمایا اے علی آج تم بنی مصطلق میں رہ کر سر کرو اور خالد نے جو زیادتی ان پر کی ہے اس سے ان کی ناراضگی کو دور کرو۔ پھر آنحضرت نے حضرت علیؑ کے دونوں پاؤں اٹھوائے اور فرمایا اے علی میں اہل جاہلیت کے فیصلوں کو تمہارے قدموں کے نیچے ڈالتا ہوں۔ چنانچہ حضرت علیؑ چلے اور جب ان لوگوں میں پہنچے تو آپ نے انہیں حکم خدا کے مطابق فیصلہ کیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے تو آنحضرت نے ان سے پوچھا اے علیؑ تم کیا کر کے آئے ہو؟ حضرت علیؑ نے کہا یا رسول اللہ میں نے وہاں پہنچ کر ان کے ہر خون کا خون بہا ادا کیا۔ ہر ضائع شدہ حمل کے بدلے ایک ٹکڑا دیا۔ ہر ضائع شدہ مال کے بدلے مال دیا اور ان پر مزید مہربان ہوا۔ انہیں ان کے کتوں کے پانی پینے کے برتنوں کا اور ان کا جانوروں کے برتنوں کا معاوضہ دیا۔ پھر ان پر ایک اور مہربانی کی اور اس کی عورتیں جو خوف زدہ ہوئیں اور اس کے بچے جو رونے لگے معاوضے دیئے پھر ان پر اور مہربانی کی اور ان کو اس نقصان کا عوض بھی دیا جو ان کو معلوم تھا اور اس نقصان کا عوض بھی دیا جو ان کو معلوم نہ تھا پھر ان پر مزید مہربانی کی اور انہیں کچھ اور دے دیا تاکہ وہ آپ سے خوش ہو جائیں یا رسول اللہ۔ آنحضرت نے فرمایا تم نے انہیں اس لئے دیا کہ وہ سب مجھ سے خوش ہو جائیں تو اللہ تم سے راضی اور خوش ہو۔ اے علیؑ تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

باب (۲۲۳) وہ سبب جس کی بناء پر گناہان کبیرہ کرنے والوں پر جہنم لازم و واجب ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے علی بن حسان واسطی سے انہوں نے اپنے چچا عبدالرحمن بن کثیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ گناہان کبیرہ سات ہیں جس کا حکم ہم لوگوں کے بارے میں نازل ہوا اور ہم ہی لوگوں سے اس کا ارتکاب حلال قرار دیدیا گیا۔ پہلا خدائے بزرگ و برتر کا کسی کو شریک قرار دینا۔ دوسرے اس نفس کا قتل کرنا جس کے قتل کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے۔ تیسرے یتیموں کا مال کھانا۔ چوتھے والدین کی نافرمانی۔ پانچویں شوہردار عورتوں کی برائی۔ چھٹے جنگ سے فرار۔ ساتویں ہم لوگوں کے حق سے انکار۔ مشرک کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے جو آیات نازل کی ہیں وہ اپنی جگہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ہم لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا وہ سب کو معلوم ہے مگر لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو جھوٹا سمجھا اس طرح وہ شرک کے مرتکب ہوئے۔ اور اس شخص کا قتل جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا ہے تو ان لوگوں نے حسین ابن علی صلوات اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کو قتل کیا۔ اور یتیموں کا مال کھانا تو ان لوگوں نے مال غنیمت میں سے ہم لوگوں کا جو حصہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا تھا اس کو چھین کر دوسروں کو دے دیا اور والدین کی نافرمانی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آیت نازل ہوئی ہے کہ **النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھاتھم** (نبی مومنوں پر ان کی اپنی جانوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں) سورۃ احزاب۔ آیت نمبر ۶ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذریت کے متعلق جو حکم دیا تھا اس کی ان لوگوں نے نافرمانی کی اور اپنی ماں خدیجہ کی ذریت کے بارے میں نافرمانی کی اور شوہردار عورتوں کی برائی کی تو ان لوگوں نے اپنے منبروں پر سے حضرت فاطمہ زہرا کو برا کہا۔ اور جنگ سے فرار تو ان لوگوں نے اپنی خوشی سے بلاجبر و اکراہ امیرالمومنین علیہ السلام کی بیعت کی پھر انہیں چھوڑ کر بھاگ گئے اور ان کی نصرت ترک کر دی اور ہم لوگوں کے حق کا انکار کیا تو ایک ایسی واضح حقیقت ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح و ابراہیم بن ہاشم سے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی کی کتاب میں یہ لکھا ہوا پایا کہ گناہان کبیرہ پانچ ہیں۔ شرک، عقوق والدین، سود کھانا بعد از ثبوت، جنگ سے فرار اور ہجرت کے بعد تعرب (یعنی عربوں کے جیسے عادات و خصائل اختیار کرنا)

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے عبدالعزیز عبدی سے انہوں نے عبید بن زرارہ سے روایت کی اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے گناہان کبیرہ بتائیں۔ آپ نے بتایا کہ وہ پانچ ہیں اور وہ وہی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو واجب و لازم قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ان الذین یاکلون اموال الیتامیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونھم ناراً وسیصلون سعیراً** (وہ لوگ جو یتیموں کا مال ناحق چٹ کر جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں اور عنقریب واصل جہنم ہوں گے) سورۃ النساء۔ آیت نمبر ۱۰۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **یاایھا الذین امنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار** (اے ایمان والو جب تم سے کفار سے میدان جنگ میں مقابلہ ہو تو خبردار ان کی طرف پیٹھ نہ پھیرنا) سورۃ الانفال۔ آیت نمبر ۱۵

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا مابقی من الربوا** (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور جو سود لوگوں کے ذمہ باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو) سورۃ البقرہ۔ آیت نمبر ۲۷۸

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ان الذین یرمون المحصنات الغافلات المومنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم** (وہ لوگ جو پاکدامن بے خبر عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی طرف سے لعنت ہے اور ان پر سخت عذاب ہوگا) سورۃ النور۔ آیت نمبر ۲۳ نیز ارشاد الٰہی ہے **ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جھنم خالدا فیھا** (اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر مار ڈالے (تو اس کا کوئی کفارہ نہیں) اس کی سزا دوزخ ہے اور وہ ہمیشہ اس میں رہے گا) سورۃ النساء۔ آیت نمبر ۹۳۔

باب (۲۲۴) شراب نوشی کے حرام ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعد آبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن خالد نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کو فرماتے ہوئے سنا انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام کیا ہے اس لئے کہ اس میں بڑے فساد درم آتے ہیں۔ اس کے پینے والے کی عقل و سمجھ میں تغیر و فتور پیدا ہوتا ہے یہ اس کو اللہ سے انکار اور اللہ اور اس کے رسولؐ پر افتراء کے لئے آمادہ کر دیتا ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی برائیاں ہیں جیسے قتل و تہمت و زنا اور حرام باتوں سے پرہیز نہ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اسی بنا پر ہم لوگوں نے فیصلہ کیا کہ جتنی پینے والی نشہ آور چیزیں ہیں وہ حرام ہیں اس لئے کہ ان سب کے پینے کا نتیجہ بھی وہی ہوتا ہے جو شراب پینے کا نتیجہ ہوتا ہے لہٰذا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان اور ہم لوگوں سے تولا اور محبت رکھتا ہے اس کو ان چیزوں سے اجتناب لازمی ہے اس لئے کہ ہم لوگوں سے مودت منقطع اور شراب خور سے کنارہ کشی ہو جاتی ہے اس لئے کہ ہم لوگوں کے درمیان اور شراب خور کے درمیان کوئی ربط و تعلق نہیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن سالم سے انہوں نے مفضل بن عمر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو کیوں حرام کر دیا؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو اس کے عمل اور اس کے فساد کی وجہ سے حرام کر دیا اس لئے کہ جو شراب کا عادی ہو تو اس سے رعشہ پیدا ہوتا ہے اس کی مروت ختم ہو جاتی ہے اور اسے اس بات پر آمادہ کر دیتی ہے کہ وہ محارم کا ارتکاب کرے قتل و غارت گری کرے زنا کا مرتکب ہو اور جب وہ نشہ میں چور ہو تو اس سے کوئی بعید نہیں کہ وہ اپنے محارم پر حملہ کر دے اور اس کو کوئی ہوش نہ رہے تو اس کا پینے والا ہر شر اور برائی میں اضافہ کر لیتا ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے ابی یوسف سے انہوں نے ابی بکر حضرمی سے انہوں نے ان دونوں میں سے کسی ایک سے آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا مقصد ہے اور شراب نوشی ہر شر و برائی کی کلید ہے اور شراب کا عادی جیسے ایک بت پرست وہ کتاب خدا کو جھوٹا سمجھتا ہے اگر وہ کتاب خدا کو سچا سمجھتا تو وہ حرام سمجھتا اس شے کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

باب (۲۲۵) وہ سبب جس کی بناء پر شراب نوشی کرنا ترک نماز سے بھی بدتر ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے آپ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے

انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے اسماعیل بن یسار سے انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ یہ فرمائیں کہ شراب نوشی زیادہ بری ہے یا ترک نماز؟ آپ نے فرمایا شراب نوشی زیادہ بری ہے ترک نماز سے تمہیں معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا اس لئے کہ شراب نوشی انسان کو ایسے حال میں پہنچا دیتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کا خالق کون ہے۔

باب (۲۲۶) وہ سبب جس کی بناء پر عرق انگور جب جل کر ایک تہائی (۱/۳) رہ جائے تو حلال ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے سہل بن زیاد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے خالد بن جریر سے انہوں نے ابن ربیع شامی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جب حضرت آدمؑ جنت سے زمین پر اتارے گئے تو انہیں وہاں کے پھلوں کی خواہش ہوئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر انگور کی دو شاخیں نازل فرمادیں اور آپ نے ان دونوں کو زمین میں لگا دیا جب ان میں پتے اور پھل آنے لگے اور وہ تیار ہوگئے تو ابلیس نے آکر اس کے گرد احاطہ کھینچ دیا حضرت آدمؑ نے اس سے کہا اے ملعون اس میں تیرا کیا ہے؟ تو اس نے کہا یہ دونوں تو میرے ہیں۔ حضرت آدمؑ نے کہا تو جھوٹا ہے بالآخر دونوں روح القدس سے فیصلہ کرانے کے لئے راضی ہوگئے جب یہ دونوں روح القدس کے پاس پہنچے تو حضرت آدمؑ نے اس کی مٹھی پکڑی اور روح القدس نے تھوڑی سی آگ لے کر ان دونوں درختوں پر ڈال دی اور ان دونوں کی شاخوں میں آگ لگ گئی حضرت آدمؑ نے کہا کہ اب اس میں سے کچھ باقی نہیں رہے گا سب جل جائے گا اور ابلیس نے بھی یہی کہا۔ آپ نے فرمایا مگر جب آگ لگی تو اس میں سے دو تہائی حصہ جل گیا اور ایک تہائی حصہ باقی رہ گیا تو روح القدس نے کہا جو جل گیا وہ ابلیس کا ہے اور جو باقی رہ گیا وہ اے آدم تمہارا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے اسماعیل بن مرار سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے علاء سے انہوں نے محمد بن مسلم سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے کہا میرے پدر بزرگوار بیان کرتے تھے کہ حضرت نوحؑ کو جب درخت لگانے کا حکم ہوا تو ابلیس آپ کے پہلو میں کھڑا تھا جب آپ نے انگور لگانے کا ارادہ کیا تو ابلیس نے کہا یہ میرا درخت ہے۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا تو جھوٹ بول رہا ہے ابلیس نے کہا تو پھر آخر اس میں سے میرا کتنا ہے؟ آپ نے فرمایا اس میں سے تیرا دو تہائی (۲/۳) ہے اسی بناء پر جب عرق انگور دو تہائی (۲/۳) جل جائے تو وہ حلال ہے۔

(۳) بتایا مجھے ابو عبداللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان براوذی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن محمد بن حارث سفیان حافظ سمرقندی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے روایت کرتے ہوئے عبدالمنعم بن ادریس سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے وہب بن منبہ یمانی سے انہوں نے کہا جب حضرت نوحؑ سفینہ سے نکلے تو وہ پودے لگائے جو سفینہ میں ان کے ساتھ تھے یعنی کھجور و انگور اور تمام پھلدار درختوں کے پودے اور انہوں نے فوراً ہی اپنے پھل کھلا دیئے چنانچہ آپ کے ساتھ ایک انگور کی ایک بیل تھی اس کو آپ سب کے آخر میں لگانے چلے تو وہ نہیں ملی وہ ابلیس نے لے لیا تھا۔ حضرت نوحؑ اس کو سفینہ میں ڈھونڈنے لگے تو وہ فرشتہ جو آپ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا یا نبی اللہ وہ مل جائے گی لہٰذا حضرت نوح بیٹھ گئے تو فرشتہ نے کہا مگر اس انگور کے عرق میں آپ کا ایک شریک بھی ہے اس سے مشارکت کا اچھا سلوک کرنا ہے آپ نے فرمایا بہتر میں اس کو سات میں سے ایک حصہ دوں گا اور سات میں سے چھ حصہ خود لوں گا۔ فرشتے نے کہا آپ صاحب احسان ہیں اس کے ساتھ احسان کیجئے۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا چھ چھ حصوں میں سے ایک حصہ اس کو دوں گا اور پانچ حصہ خود لوں گا۔

فرشتے نے کہا آپ محسن میں احسان کیجیے۔ حضرت نوحؑ نے کہا اچھا پانچ حصوں میں سے ایک اس کو دوں گا اور چار خود لوں گا۔ فرشتے نے کہا آپ محسن ہیں اور احسان کیجیے۔ حضرت نوحؑ نے کہا اچھا نصف اس کے لئے اور نصف میرے لئے۔ فرشتے نے کہا آپ محسن ہیں احسان کیجیے۔ حضرت نوحؑ نے کہا اچھا دو حصہ اس کا اور ایک حصہ میرا تو آپ اس پر راضی ہوئے اس کے عرق کے پکانے میں ایک تہائی سے اگر او پر ہے تو وہ ابلیس کا ہے اور وہ اس کا حصہ ہے اور ایک تہائی یا اس سے کم ہے تو وہ نوحؑ کے لئے ہے وہ ان کا حصہ ہے اور وہ حلال وطیب ہے اور وہ اس میں پیا کریں۔

باب (۲۲۷) وہ سبب جس کی بناء پر حالت اضطرار میں بھی شراب پینا منع ہے

(۱) خبر دی مجھ کو علی بن حاتم نے اپنے اس خط میں جو انہوں نے مجھے تحریر کیا اس میں انہوں نے بتایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن زیاد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن فضل المعروف بہ ابی عمر طبیہ نے روایت کرتے ہوئے یونس بن عبد الرحمن سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا اگر کوئی اس کے لئے مضطر و مجبور بھی ہو تو وہ شراب نہ پئے اس لئے کہ اس سے سوائے برائی کے اور کسی شے میں اضافہ نہ ہو گا اور پھر اس کا پینا اس کو قتل کر دے گا لہذا اس میں سے ایک قطرہ بھی نہ پئیے اور روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس سے سوائے پیاس کے اور کسی شے میں اضافہ نہ ہو گا۔

مصنف کتاب ہذا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسی طرح آئی ہے جیسا کہ ہم نے تحریر کر دیا ہے مگر حالت اضطرار میں شراب پی لینا مطلقاً مباح ہے جس طرح مردار و خون اور سور کا گوشت حالت اضطرار میں مباح ہے میں نے صرف اس لئے لکھا ہے کہ اس میں سبب بیان کیا گیا ہے **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔**

باب (۲۲۸) قتل نفس کے حرام ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے کہ حضرت امام ابو الحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان کے مسائل کے جواب میں جو کچھ لکھا اس میں یہ بھی تھا کہ قتل نفس حرام اس لئے کر دیا گیا کہ اس کے حلال ہونے میں خلق کی تباہی ہے اس کی فنا ہے اور نظام کا خراب ہونا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن ابی عبد اللہ سے انہوں نے عبد العظیم بن عبد اللہ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ان کے جد سے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ قتل نفس گناہان کبیرہ میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جهنم خالدا فیھا و غضب اللہ علیه ولعنه واعدله عذابا عظیما** (اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوا اور اس پر لعنت کی اور اس نے اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ سورہ نساء۔ آیت نمبر ۹۳۔

باب (۲۲۹) وہ سبب جس کی بناء پر والدین کی نافرمانی حرام ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان کو خط میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کی نافرمانی حرام قرار دی ہے اس لئے کہ اس سے انسان اطاعت الٰہی کی توفیق اور والدین کی توقیر سے خارج ہو جاتا ہے اور کفران نعمت میں مبتلا ہو جاتا ہے ناشکر گزار بن جاتا ہے علاوہ بریں یہ قتل نسل اور انقطاع نسل کا سبب بن جاتا ہے۔ نافرمانی کا مطلب یہ ہے کہ لڑکے اپنے والدین کا وقار نہیں کرتے ان کے حق کو نہیں پہچانتے قطع رحم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ پھر والدین کو لڑکے کی طرف سے دلچسپی نہیں رہتی وہ تربیت ترک کر دیتے ہیں اس لئے کہ لڑکا ان کے ساتھ نیکی چھوڑ دیتا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ نے روایت کرتے ہوئے علی بن حسن سعد آبادی سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے انہوں نے محمد بن علی سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے جد سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ والدین کی نافرمانی گناہان کبیرہ میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عاق اور نافرمان کو گنہگار و بدبخت کہا ہے۔

باب (۲۳۰) وہ سبب جس کی بناء پر زنا کو حرام قرار دیا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے قاسم بن ربیع صحاف سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے کہا کہ حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان کے مسائل کے جواب میں تحریر فرمایا کہ زنا کو اس لئے حرام قرار دیا گیا کہ اس میں بڑی خرابیاں ہیں اس کی وجہ سے نفوس قتل ہوتے ہیں، نسب ختم ہو جاتا ہے، اطفال کی تربیت متروک ہو جاتی ہے، میراث میں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور اسی طرح اور بہت سی خرابیاں لازم آتی ہیں!

(۲) بتایا مجھے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو محمد نوفلی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ہلال نے روایت کرتے ہوئے علی بن اسباط سے انہوں نے ابن اسحاق خراسانی سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ زنا سے بچو اس لئے کہ اس میں چھ خرابیاں ہیں تین دنیا میں اور تین آخرت میں اور وہ خرابیاں جو دنیا میں ہیں وہ یہ ہیں کہ انسان کی خوبصورتی اور رونق چلی جاتی ہے، رزق حلال منقطع ہو جاتا ہے اور بہت جلد فنا کر کے جسم تک پہنچا دیتا ہے۔ اور وہ خرابیاں جو آخرت کی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس سے بدترین حساب ہو گا۔ اللہ جو رحمان و رحیم ہے اس کو بھی اس پر غصہ ہو گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اسے جہنم میں جانا ہو گا

باب (۲۳۱) وہ سبب جس کی بناء پر پاکدامن اور شوہردار عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا حرام کیا گیا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے کہ حضرت امام

ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان کے مسائل کے جواب میں تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکدامن اور شوہردار عورتوں پر تہمت لگانے کو حرام قرار دیا ہے اس لئے کہ اس سے نسب میں خرابی آتی ہے لڑکے سے انکار ہوتا ہے، میراث باطل ہو جاتی ہے، بھلائی ختم ہو جاتی ہے اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی برائیاں اور اسباب ہیں جو تباہی اور بربادی کی طرف جاتی ہیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ ابن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن علی تقی جواد علیہ السلام سے انہوں نے روایت کی اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار کو فرماتے ہوئے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت جعفرؑ بن محمد کو فرماتے ہوئے سنا آپؑ نے فرمایا کہ پاکدامن اور شوہردار عورتوں پر تہمت لگانا گناہان کبیرہ میں سے ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم** (وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کئے گئے ہیں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے) سورۂ نور۔ آیت نمبر ۲۳۔

باب (۲۳۲) وہ سبب جس کی بنا پر یتیموں کا ناحق اور ظلم سے مال کھانا حرام کیا گیا ہے۔

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے اس کا بیان ہے کہ حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں اس کو خط لکھا کہ ناحق اور ظلم کے ساتھ کسی یتیم کا مال کھانا حرام کیا گیا ہے اس کے کئی وجوہ و اسباب ہیں اور سب سے پہلا سبب فساد و تباہی ہے اس لئے کہ جس نے ظلم کے ساتھ یتیم کا مال کھایا اس نے گویا اس کے قتل میں اعانت کی اس لئے کہ یتیم کو اس مال کی ضرورت ہے وہ اس سے مستغنی نہیں ہے وہ اپنا بوجھ خود نہیں اٹھا سکتا اور اپنی حالت کو قائم اور درست نہیں رکھ سکتا اور کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کی سرپرستی اور پرورش کرے کہ جس طرح اس کے والدین اس کی پرورش کرتے پس جس نے اس بیچارے کا مال کھایا اس نے گویا اس کو قتل کر دیا اسے فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیا۔ علاوہ بریں اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عقوبت کا خوف نہیں کیا اس لئے کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعفاً خافوا علیھم فلیتقوا اللہ** (اور ان لوگوں کو ڈرنا چاہیئے جو اگر اپنے بعد کمزور بچے چھوڑ جاتے تو انہیں ان کے لئے خوف ہوتا پس انہیں اللہ ہی سے ڈرنا چاہیئے) سورۂ نساء۔ آیت نمبر ۹ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ارشاد کی بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے مالِ یتیم کھانے والوں کے لئے دو سزاؤں کا وعدہ کیا ہے ایک سزا دنیا میں اور ایک سزا آخرت میں۔ پھر مال یتیم کھانے کے حرام کرنے میں یتیم کی بقا ہے اس کا اپنے پیروں پر کھڑا ہونا اور آئندہ کی سلامتی ہے اگر وہ مصائب کا شکار ہو جیسے اور لوگ ہوا کرتے ہیں اور اگر یتیم کو موقع مل جائے اور وہ خون کے عوض کا طالب ہو اور اس میں کینہ و بغض و عداوت کا سامنا کرنا پڑے تو آپس میں ایک دوسرے کو فنا کر ڈالیں۔

باب (۲۳۳) وہ سبب جس کی بنا پر جنگ سے فرار کرنا حرام قرار دیا گیا اور ہجرت کے بعد عرب کی جہالت اختیار کرنا حرام ہوا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے

انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے اس کا بیان ہے کہ ان کے مسائل کے جواب میں جو خط حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام نے لکھا اس میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ سے فرار کو حرام قرار دیا ہے اس لئے کہ اس سے دین کی توہین ہوتی ہے، رسولوں اور عادل ائمہ کا استخفاف ہوتا ہے اس لئے کہ یہ لوگ کفار کو دعوت دیتے ہیں کہ اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرو، عدل اختیار کرو، ظلم چھوڑ دو جب وہ اس سے انکار کرتے ہیں تو ان دشمنان کو سزا دینے کے لئے جنگ و جہاد ہوتا ہے اب اگر کوئی ان کی نصرت ترک کر کے بھاگ جائے تو ان کی خفت ہوتی ہے مسلمانوں کے مقابلہ میں دشمنوں کی جرآتیں بڑھ جاتی ہیں جس کے نتیجہ میں گرفتاری قتل و دین خدا کا بطلان وغیرہ طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اور ہجرت کے بعد تعرب یعنی جاہل عربوں جیسی زندگی بسر کرنا حرام ہے اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین سے پلٹ گیا اس نے انبیاء اور مجتبائے خدا کی موازرت اور مدد ترک کی اور اس طرح دیگر خرابیاں مثلاً کسی حق والے کے حق کو باطل کرنا وغیرہ وغیرہ یہ اس لئے نہیں کہ وہ دیہات میں سکونت رکھتا ہے بلکہ اس لئے کہ اگر کوئی شخص کامل طور پر دین کی معرفت رکھتا ہے تو اس کے لئے اہل جہل کے ساتھ سکونت و بود و باش جائز نہیں اس لئے کہ خوف اس کا ہے کہ وہ اہل جہل کے ساتھ رہتے رہتے علم کو ترک کر دے اور اہل جہل کے گروہ میں داخل ہو جائے اور اس میں آگے بڑھتا جائے۔

باب (۲۳۴) غیر خدا کے نام ذبیحہ کا گوشت کھانا حرام ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف سے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو خط لکھا اس میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ غیر خدا کے لئے جو جانور ذبح کیا جائے گا اس کا گوشت کھانا حرام اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر واجب کر دیا ہے کہ وہ سب اس کا اقرار کریں اور حلال جانوروں کے ذبح پر اس کا نام لیں تاکہ وہ جانور جو قربتہ الی اللہ ذبح کئے جاتے ہیں اور جو شیاطین اور بتوں کی پوجا کے لئے ذبح کئے جاتے ہیں دونوں برابر نہ ہو جائیں کیونکہ ذبح پر اللہ کا نام لینا اس کی ربوبیت اور اس کی توحید کا اقرار ہے اور جو غیر خدا کے لئے کیا جاتا ہے اس میں شرک اور غیر خدا کے لئے تقرب کی نیت ہے۔ اس لئے ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا فرق کر لیتا ہے اللہ کے حلال کئے ہوئے میں اور حرام کئے ہوئے میں۔

باب (۲۳۵) درندوں اور پرندوں کے حرام ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے ان ہی اسناد کے ساتھ کہ امام رضا علیہ السلام نے محمد بن سنان کو خط میں متوجہ فرمایا کہ جتنے درندے اور شکاری جانور اور چڑیاں ہیں وہ سب کے سب حرام ہیں اس لئے کہ یہ سب مردار اور آدمی کا گوشت اور آدمی کا غلیظ اور اسی طرح کی چیزیں کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے وحشی جانوروں اور چڑیوں کے حلال و حرام کی پہچان رکھ دی ہے جیسا کہ میرے پدر بزرگوار علیہ السلام نے فرمایا کہ جانوروں میں جن کے کچلی کے دانت ہیں اور چڑیوں میں جن کے پنجے ہیں وہ سب حرام ہیں اور چڑیوں میں جن کے پوٹے ہیں وہ سب حلال ہیں اور چڑیوں میں حرام و حلال کی ایک اور پہچان یہ بھی ہے کہ جو اپنے پر پھڑپھڑا کر اڑے اسے کھاؤ اور جو پر پھیلائے ہوئے اڑے اسے نہ کھاؤ۔ اور خرگوش حرام ہے کیونکہ وہ بمنزلہ سنور کے اور اس کے پنجے بھی سنور کے اور درندوں کے پنجے کی مانند ہیں یہ بھی اپنی نجاست میں اسی حکم میں داخل ہے اور اسے عورتوں کی ماہواری کی طرح خون آتا ہے وہ مسوخات میں سے ہے۔

باب (۲۳۶) سود کے حرام ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی بشیر نے روایت کرتے ہوئے علی بن عباس سے انہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے انہوں نے ہشام بن حکم سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سود کی حرمت کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اگر سود حلال ہوتا تو لوگ تجارتیں ترک کر دیتے انہیں اس کی ضرورت نہ رہ جاتی اور اللہ نے سود کو حرام کر دیا تاکہ لوگوں کو حرام چھوڑ کر تجارت اور خرید و فروخت کی طرف مائل کرے اور باہم قرض کے لین دین میں مفید ہو۔

(۲) خبر دی مجھ کو علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن احمد ثابت نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبید نے روایت کرتے ہوئے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام اس لئے قرار دیا تاکہ لوگ کسی کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا نہ چھوڑ دیں۔

(۳) اور انہی سے روایت کہ بیان کیا مجھ سے ابو القاسم حمید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن احمد نہیکی نے انہوں نے علی بن حسن طاطری سے انہوں نے درست بن ابی منصور سے انہوں نے محمد بن عطیہ سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے کہا کہ حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سود اس لئے حرام کیا تاکہ دنیا سے نیک سلوک نہ اٹھ جائے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے انہوں نے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے انہوں نے محمد بن سنان سے اس نے کہا کہ حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے اس کو اس کے مسائل کے جواب میں جو خط تحریر فرمایا اس میں سود کی حرمت کا یہ سبب بھی تحریر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو اس لئے حرام کیا کہ اس میں مال کی بربادی ہے کیونکہ جب ایک درہم کو دو درہم سے خریدے گا تو ایک درہم کی قیمت تو ایک درہم ہوتی اور دوسرا درہم باطل اور ناحق ہے پس سود کے ساتھ خرید و فروخت سے ہر حال میں گھاٹا ہی گھاٹا ہے خریدار کے لئے بھی بیچنے والے کے لئے بھی۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے سود کو ممنوع قرار دیا ہے اور اس سے کہ اس میں مال کی بربادی ہے جیسے کہ ایک نا سمجھ کو اس کا مال حوالہ کر دینا ممنوع ہے جب تک کہ یہ محسوس نہ کر لیا جائے کہ اس میں سمجھ اور تمیز آگئی ہے اس لئے کہ ڈر ہے کہ وہ اپنے مال کو برباد کر دیگا۔ پس اسی بناء پر اللہ نے ایک درہم کو دو درہم سے دست بدست فروخت کرنا حرام قرار دیا ہے۔ اور پوری طرح ثابت اور واضح ہو جانے کے بعد کہ یہ سود ہے پھر سود لینا حرام اس لئے ہے کہ اس میں سود کو حرام کر دینے والے کے حکم کو خفیف سمجھنا ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے یہی نہیں بلکہ واضح ہو جانے کے بعد کہ یہ سود ہے اور سود لینا یہ کھلم کھلا حرام کرنے والے کے حکم کا استخفاف ہے اور حدود کفر میں قدم رکھنا ہے اور ادھار کے سودے پر سود لینا نیکی اور احسان کو ختم کرنا اور مال کو تلف کرنا ہے اور لوگوں کو نفع خوری کی طرف رغبت دلانا قرض و نیک سلوک و احسان کو ترک کرنا ہے علاوہ بریں اس میں بربادی ظلم اور مال کا فنا ہونا بھی لازم آتا ہے۔

باب (۲۳۷) وہ سبب جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے شراب و مردار و خون و سور کا گوشت و بندر و ریچھ و ہاتھی اور طحال (تلی) کو حرام کر دیا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین

بن الخطاب سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے محمد بن عذافر سے انہوں نے بعض راویوں سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ جناب سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب و مردار و خون و سور کے گوشت کو کیوں حرام کر دیا؟ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے بعض حرام اور بعض چیزیں حلال کی ہیں تو اسی لئے نہیں کہ اس نے جس کو حلال کیا ہے وہ اس کو پسند تھی اور جس کو اس نے حرام کیا وہ اس کو پسند نہ تھی بلکہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کی اور اسی کو معلوم ہے کہ اس کے بدن کا قیام کس چیز سے رہے گا اور اس کے لئے کیا چیز درست و مناسب ہے اس لئے اس چیز کو اس کے لئے حلال و مباح کر دیا اور اس کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے لئے کیا مضر ہے اس لئے اس چیز کو اس سے منع کر دیا اور اسے حرام قرار دیدیا۔ مگر اضطرار اور شدید ضرورت کے وقت کہ اس کے بغیر اس کے اس کا بدن قائم نہیں رہ سکتا تو اس وقت کے لئے اس کو حلال کر دیا۔ اور حکم دے دیا کہ اس میں سے بقدر ضرورت لے لے اس سے زیادہ نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اب رہ گیا مردار تو یہ جو بھی کھائے گا اس کے بدن میں ضعف اور قوت میں سستی آئے گی اس کی نسل منقطع ہو جائے گی اور مردار کھانے والے کی مرگ مفاجات (دفعتاً) ہوگی۔ اور خون تو اس کے کھانے والے میں آب صفراء پیدا ہوگا وہ مرض قلب و قساوت قلب میں مبتلا ہوگا اور اس میں رحم اور مہربانی اتنی کم ہوگی کہ اس کے مخلص دوست اس کی صحبت میں رہنے والے بھی اس سے محفوظ نہیں رہیں گے۔ اور سور کا گوشت تو اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو مختلف شکلوں میں مسخ کیا مثلاً سور و بندر اور ریچھ کی شکل میں۔ پھر حکم دے دیا کہ ان شکلوں کے جانور ہرگز نہ کھانا تاکہ اس سزا و عقوبت کو کوئی خفیف اور ہلکا نہ سمجھے اور۔ شراب تو اس کے عمل اور اس کے فساد و خرابی کی بناء پر اس کو حرام کیا پھر فرمایا کہ شراب کا عادی ایسا ہی ہے جیسے بت پرست اس سے جسم میں رعشہ پیدا ہوتا ہے اس سے مروت ختم ہو جاتی ہے وہ امر حرام کی جسارت کرنے لگتا ہے جیسے قتل اور زنا یہاں تک کہ نشہ کے عالم میں وہ اپنی محرم عورتوں پر بھی حملہ کر گذرتا ہے اور اسے احساس نہیں ہوتا اور شراب تو اپنے پینے والے میں ہر طرح کی بدی کے سوا اور کسی شے کا اضافہ نہیں کرتی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور براہیم بن ہاشم سے اور ان دونوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے محمد بن عذافر سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے یہی روایت کی ہے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی القاسم ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے عبدالرحمن بن سالم سے انہوں نے مفضل بن عمر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے لحم خنزیر (سور کا گوشت) کیوں حرام کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو مختلف شکلوں میں مسخ کر دیا جیسے خنزیر و بندر و ریچھ کی شکل میں پھر ان کے ہم شکل جانوروں کے گوشت کھانے کو منع کر دیا تاکہ ان سے کوئی نفع نہ حاصل کیا جائے اور ان کی عقوبت و سزا کو خفیف و ہلکا نہ سمجھا جائے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل برمکی سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو خط تحریر فرمایا اس میں یہ بھی لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے خنزیر کو حرام قرار دیا اس لئے کہ وہ ایک منحوس و بدشکل جانور ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو لوگوں کی نصیحت اور عبرت اور خوف دلانے کے لئے بنایا کہ دیکھو اسی خلقت و شکل و صورت پر بھی لوگ مسخ کئے گئے ہیں اور اس لئے کہ غذا نجس ترین شے ہوتی ہے اور اس کے علاوہ اس کے حرام ہونے کے اور بہت سے اسباب ہیں اور اسی طرح اللہ نے بندر کو حرام کیا اس لئے کہ یہ بھی مثل خنزیر کے مسخ اور اس کو بھی خلق کی عبرت و نصیحت کے

لئے بنایا ہے کہ اس شکل و صورت پر بھی لوگ مسخ ہو چکے ہیں اور اس کے اندر انسان کی کچھ مشابہت رکھی تاکہ وہ اس امر کی نشاندہی کرے کہ یہ وہ مخلوق ہے جس پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔

اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے محمد بن سنان کو اس کے مسائل کے جواب میں جو خط لکھا اس میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ مردار اس لئے حرام کر دیا گیا کہ اس سے بدن میں فساد پیدا ہوتا ہے اور اسے گزند پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حرام و حلال کے درمیان فرق کے لئے بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے کو حلال ہونے کا سبب قرار دیدیا اور اللہ تعالیٰ نے خون کو بھی مردار کی طرح حرام کر دیا اس لئے کہ اس سے بدن میں فساد پیدا ہوتا ہے اور اس سے گزند پہنچتا ہے اور اس سے آب صفرا پیدا ہوتا ہے گندہ دہنی پیدا ہوتی ہے ریح بدبودار ہو جاتی ہے آدمی میں بد خلقی آجاتی ہے وہ اتنا سخت دل بے رحم و نامہربان ہو جاتا کہ اس سے کوئی بعید نہیں اگر اپنے لڑکے یا باپ یا دوست احباب کو قتل کر دے۔ اور طحال (تلی) کو بھی اس لئے حرام کیا کہ اس میں صرف خون ہوتا ہے اور اس لئے بھی اس کا سبب اور خون کے حرام ہونے کا سبب اور مردار کے حرام ہونے کا سبب ایک وہ سب بدن میں فساد پیدا کر دیتے ہیں۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے محمد بن اسلم جبلی سے انہوں نے حسین بن خالد سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ہاتھی کا گوشت کھانا حلال ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ وہ اس کے ہمشکل ہے جس کو اللہ نے مسخ کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے تمام مسخ شدہ جانوروں کا اور جو ان کے ہمشکل و صورت ہیں سب کا گوشت حرام قرار دیدیا ہے۔

باب (۲۳۸) وہ سبب جس کی بنا پر کوے کا گوشت کھانا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے محمد بن یحییٰ خزاز سے انہوں نے غیاث بن ابراہیم سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے کوے کے گوشت کو مکروہ قرار دیا ہے اس لئے کہ وہ فاسق پرندہ ہے۔

باب (۲۳۹) مسخ کرنے کے اسباب اور اس کی قسمیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے اسماعیل بن مہران سے انہوں نے محمد بن حسن علان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے مسوخات کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کی بارہ قسمیں ہیں اور ان کے مسخ ہونے کے اسباب ہیں۔ ہاتھی یہ ایک بادشاہ تھا جو زناکار اور لوطی تھا اس لئے اس شکل میں مسخ ہوا۔ ریچھ یہ ایک شخص دیوث تھا وہ اس کی شکل میں مسخ ہوا۔ خرگوش یہ ایک عورت تھی جو اپنے شوہر کے ساتھ خیانت کرتی تھی نہ غسل حیض کرتی نہ غسل جنابت کرتی اس لئے وہ اس شکل میں مسخ ہوئی۔ چمگادڑ یہ ایک شخص تھا جو لوگوں کی کھجوریں چرایا کرتا تھا اس لئے اس کی شکل میں مسخ ہوا۔ اور سہیل یہ یمن میں عشار تھا (دسواں حصہ وصول کرنے والا) وہ مسخ ہو گیا زہرہ مسخ ہوئی اس لئے کہ یہ ایک عورت تھی جس نے ہاروت اور ماروت کو گرویدہ کر لیا بندر اور سور تو یہ بنی اسرائیل میں سے ایک قوم تھی جس نے سنیچر کے دن حد سے تجاوز کیا اور ان کی شکلوں میں مسخ ہو گئے۔ اور بام مچھلی اور گوہ تو یہ دونوں بھی بنی اسرائیل کے دو گروہ تھے جب حضرت عیسیٰ پر آسمان سے مائدہ (دسترخوان) نازل ہوا تو بھی یہ اس پر ایمان

نہیں لائے حیران اور گم راہ ہوئے ایک گروہ دریا میں گر کر بام مچھلی کی شکل میں مسخ ہو گیا اور ایک بیابان میں جا کر گوہ کی شکل بن گیا۔ بچھو تو یہ ایک چغل خور شخص تھا جو بچھو بن گیا اور بھڑ (زنبور) یہ ایک گوشت فروش تھا جو ترازو میں چوری کرتا تھا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن اسماعیل علوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن جعفر نے روایت کرتے ہوئے اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہم السلام سے آپ نے فرمایا مسوخات تیرا (۱۳) عدد ہیں۔ ہاتھی، ریچھ، خرگوش، بچھو، گوہ، مکڑی، پانی کا کیڑا، بام مچھلی، چمگادڑ، بندر، سور، زہرہ، سہیل تو عرض کیا گیا فرزند رسول ان سب کے مسخ ہونے کا سبب کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاتھی تو یہ ایک ظالم و جابر اور لوطی شخص تھا یہ تر و خشک کچھ نہیں چھوڑتا تھا۔ ریچھ یہ ایک مرد مخنث تھا اور مردوں کو اپنے ساتھ بدفعلی کی دعوت دیتا تھا۔ خرگوش یہ ایک گندی اور نجس عورت تھی نہ یہ غسل حیض کرتی نہ غسل جنابت کرتی نہ کوئی اور غسل۔ بچھو یہ لوگوں کی عیب جوئی کرتا اور اس سے کوئی سلامت نہ رہتا۔ گوہ یہ ایک اعرابی شخص تھا جو حاجیوں کا سامان چرا لیتا تھا۔ مکڑی یہ ایک عورت تھی جو اپنے شوہر پر جادو کرتی تھی۔ عموص (پانی کا کیڑا) یہ ایک چغل خور شخص تھا جو دوستوں میں جدائی کرا دیتا تھا۔ بام مچھلی یہ ایک دیوث تھا جو اپنی عورتوں کے لیے مردوں کو حاصل کرتا تھا۔ چمگادڑ ایک چور تھا جو کھجور کے درختوں سے کھجور چوری کرتا تھا۔ بندر یہ کچھ یہودی تھے جنہوں نے سنیچر کے دن حد سے تجاوز کیا تھا۔ سور یہ نصاریٰ تھے جب انہوں نے حضرت عیسیٰ سے نزول مائدہ کا معجزہ طلب کیا مگر جب وہ نازل ہوا تو پہلے سے بھی زیادہ حضرت عیسیٰ کی تکذیب کرنے لگے۔ سہیل یہ ایک شخص جو یمن میں عشر وصول کرتا تھا۔ زہرہ یہ ایک عورت تھی جس کا نام ناہید تھا اور لوگ کہتے ہیں کہ اسی نے ہاروت و ماروت کو اپنا گرویدہ بنایا تھا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق رضی اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباد بن سلیمان نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سلیمان دیلمی سے انہوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا چمگادڑ یہ ایک عورت تھی جس نے اپنی سوت (سوکن) پر جادو کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو چمگادڑ کی شکل میں مسخ کر دیا تھا چوہا یہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا اللہ اس پر غضبناک ہوا اور ان کو چوہے کی شکل میں مسخ کر دیا۔ مچھر ایک شخص تھا جو انبیاء علیہم السلام کی ہنسی اڑاتا اور انہیں سب و شتم کرتا ان کو منہ چڑاتا اور تالیاں بجاتا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مچھر کی شکل میں مسخ کر دیا۔ اور جوں جو جسم میں پڑ جاتی ہے اس کا معاملہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک نبی کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے کہ بنی اسرائیل کا ایک سفیہ اور بیوقوف ادھر گیا اور اُن کا مذاق بنانے اور منہ چڑھانے لگا اور وہ کسی طرح اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا تھا کہ اللہ نے اس کو جوں کی شکل میں مسخ کر دیا۔ اور چھپکلی تو یہ بنی اسرائیل کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ تھا جو اولاد انبیاء کو گالیاں دیتا اور ان سے بغض رکھتا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں چھپکلی کی شکل میں مسخ کر دیا اور عنقا، تو وہ ایک شخص تھا جس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوا اور اس کو عنقا کی شکل میں مسخ کر دیا۔ پس ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اللہ کے غضب اور اس کے عذاب سے پناہ چاہتے ہیں۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے روایت کرتے ہوئے علی بن اسباط سے انہوں نے علی بن جعفر سے انہوں نے مغیرہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے جد علیہم السلام سے انہوں نے فرمایا کہ بنی آدم میں سے مسوخات تیرہ ہیں۔ بندر، سور، چمگادڑ، گوہ، ریچھ، ہاتھی، پانی کا کیڑا، بام مچھلی، بچھو، سہیل، زہرہ، مکڑی، چنانچہ بندر یہ ایک قوم تھی جو دریا کے کنارے سکونت پذیر تھی۔ سنیچر کے دن حکم کے خلاف مچھلی کا شکار کرتی تھی پس اللہ نے انہیں بندر کی شکل میں مسخ کر دیا اور سور تو یہ بنی اسرائیل کی ایک قوم تھی جن کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بددعا کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سور کی شکل میں مسخ کر دیا اور چمگادڑ تو یہ ایک عورت تھی جس نے اپنی سوت (سوکن) پر جادو کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو

چمگادڑ کی شکل میں مسخ کر دیا۔ اور گوہ تو ایک یہ دیہات کا رہنے والا اعرابی تھا اور جو شخص بھی ادھر سے گزرتا اس کو قتل کرنے میں نہیں جھجکتا تھا اللہ نے اس کو گوہ کی شکل میں مسخ کر دیا اور ہاتھی یہ ایک شخص تھا جو جانوروں سے بدفعلی کرتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ہاتھی کی شکل میں مسخ کر دیا۔ اور پانی کا کیڑا تو یہ ایک شخص تھا جو زناکار تھا آدمی ہو یا جانور کسی کو نہیں بخشتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو پانی کے کیڑے کی شکل میں مسخ کر دیا۔ اور بام مچھلی تو یہ ایک چغل خور شخص تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو بام مچھلی کی شکل میں مسخ کر دیا۔ اور بچھو تو یہ ایک شخص تھا جو سب کی عیب جوئی کرتا ہر ایک کی چغلی کھاتا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بچھو کی شکل میں مسخ کر دیا۔ اور ریچھ تو یہ ایک شخص تھا جو حاجیوں کا سامان چرایا کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ریچھ کی شکل میں مسخ کر دیا اور۔ سہیل تو یہ ایک شخص تھا جو عشر وصول کرتا اور ناپ تول میں ڈنڈی مارتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سہیل کی شکل میں مسخ کر دیا۔ اور زہرہ تو یہ ایک عورت تھی جس نے ہاروت و ماروت کو اپنا گرویدہ بنایا تھا اللہ نے اس کو زہرہ کی شکل میں مسخ کر دیا۔ اور مکڑی تو یہ ایک بدخلق عورت تھی اپنے شوہر کی نافرمان تھی اس سے منہ موڑے ہوئے تھی اللہ نے اس کو مکڑی کی شکل میں مسخ کر دیا۔ اور ساہی تو یہ ایک بدخلق مرد تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ساہی کی شکل میں مسخ کر دیا تھا۔

(۵) بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی بن عبداللہ اسواری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے مکی بن احمد بن سعدیہ برذعی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو زکریا بن یحییٰ بن عبید عطار مدینہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قلانسی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن جعفر نے روایت کرتے ہوئے حضرت جعفر کے غلام معتب سے اس نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے ان کے جد سے انہوں نے ان کے جد انہوں نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے ان کا ارشاد ہے کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسوخات کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ تیرہ (۱۳) عدد ہیں۔ ہاتھی، ریچھ، سور، بندر، بام مچھلی، گوہ، چمگادڑ، پانی کا کیڑا، بچھو، مکڑی، خرگوش، زہرہ، سہیل تو عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ ان سب کے مسخ ہونے کا کیا سبب تھا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاتھی یہ ایک لوطی شخص جو رطب و یابس کچھ نہیں چھوڑتا تھا۔ ریچھ، یہ مرد مخنث تھا جو مردوں کو اپنی طرف دعوت دیتا تھا سور یہ نصاریٰ کی ایک قوم تھی جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف مائدہ نازل کئے جانے کی درخواست کی اور جب مائدہ نازل ہوا تو پہلے سے بھی زیادہ کفر و تکذیب کرنے لگی۔ بندر یہ ایک قوم تھی جس نے سنیچر کے دن مچھلی کے شکار میں حد سے تجاوز کیا۔ بام مچھلی، یہ ایک دیوث شخص تھا جو مردوں کو اپنی عورت کی طرف دعوت دیتا تھا۔ گوہ یہ دیہاتی عرب تھا جو حاجیوں کا سامان چراتا تھا۔ چمگادڑ یہ ایک شخص تھا جو کھجور کے درختوں سے کھجور چرایا کرتا تھا۔ پانی کا کیڑا یہ ایک چغل خور تھا جو دوستوں کے درمیان جدائی ڈال دیا کرتا تھا بچھو یہ ڈنک مارنے والا شخص تھا اس کی زبان سے کوئی نہیں بچتا تھا۔ مکڑی یہ ایک عورت تھی جس نے اپنے شوہر پر جادو کیا تھا۔ خرگوش یہ ایک عورت تھی جو نہ غسل حیض کرتی اور نہ اور طرح کا غسل کرتی تھی۔ سہیل یہ یمن میں عشر وصول کرنے والا شخص تھا زہرہ یہ ایک نصرانی عورت تھی جو بنی اسرائیل کے کسی بادشاہ کی تھی اور یہی وہ ہے کہ جس نے ہاروت و ماروت کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا اس کا نام ناہیل تھا مگر لوگ اس کو ناہید کہتے تھے۔

مگر اس کتاب کے مصنف محمد بن علی بن حسین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ لوگ سہیل اور زہرہ کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دو ستارے ہیں حالانکہ جو یہ کہتے ہیں ایسا نہیں بلکہ یہ سمندری جانوروں میں سے دو جانور ہیں جن کا نام ستاروں کے نام پر رکھ دیئے گئے ہیں جیسا کہ حمل و ثور و سرطان و اسد و عقرب و حوت و جدی کہ ان حیوانات کے نام ستاروں کے نام پر ہیں بس اسی طرح زہرہ اور سہیل بھی ہے مگر ان دونوں کے متعلق لوگوں کو غلط فہمی اس سے ہوئی کہ یہ دونوں جانور اور جانوروں کی طرح نظر نہیں آتے اس لئے کہ یہ دنیا کے ایسے بحر محیط میں رہتے ہیں کہ جہاں نہ کوئی سفینہ پہنچ سکتا ہے اور نہ کوئی حیلہ اور تدبیر کام دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ کبھی نہیں کرے گا کہ گنہگاروں کو چمکدار ستاروں کی شکل میں مسخ کرے جو آسمان و زمین کے باقی رہنے تک باقی رہیں۔ حالانکہ جنہیں اللہ تعالیٰ مسخ کرتا ہے وہ تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہتے وہ مر

جاتے ہیں اور یہ جانور جن کو مسخ شدہ کہا جاتا ہے ان کو مجازی طور پر کہا جاتا ہے اور یہ وہ مسوخ ہیں جن کا گوشت اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا اس لئے کہ یہ انسان کے لئے مضر ہیں۔ اور حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کر دیا تھا ان کے مثل و ہم شکل کا گوشت کھانے کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے تاکہ اس سزا اور عقوبت کو کوئی شخص معمولی اور ہلکا نہ سمجھے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بشار قزوینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الفرج مظفر بن احمد قزوینی نے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو الحسین محمد بن جعفر اسدی کوئی کو بیان کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ سہیل اور زہرہ یہ دو جانور ہیں اس سمندر کے جانوروں میں سے جو دنیا کو گھیرے ہوئے ہیں جہاں کوئی سفینہ نہیں پہنچ سکتا اور جہاں نہ کوئی حیلہ اور تدبیر کام دے سکتی ہے اور یہی وہ ہیں کہ مسوخات میں جن کا ذکر ہے۔ غلط فہمی ہے ان لوگوں کی جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مشہور ستارے سہیل و زہرہ ہیں۔ اور ہاروت و ماروت یہ دونوں روحانی مخلوق تھے جو ملائکہ ہونے کے لئے پل اور بڑھ رہے تھے مگر یہ دونوں ملائکہ نہ بن سکے تو انہوں نے محنہ و ابتلاء کو اختیار کر لیا اور ان کا معاملہ جو ہونا تھا وہ ہوا اگر یہ دونوں ملک ہوتے تو معصوم ہوتے ان سے ہرگز عصیان نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی کتاب میں جو ان کو ملک کہا ہے تو اس لئے کہ یہ دونوں اس لئے پیدا کئے گئے تھے کہ یہ آئندہ ملک ہو جائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فرماتا ہے کہ **انک میت وانھم میتون** یعنی آئندہ تم بھی میت ہو جاؤ گے اور یہ لوگ بھی میت ہو جائیں گے۔ سورۃ الزمر آیت نمبر ۳۰۔

باب (۲۴۰) وہ سبب جس کی بناء پر مومن گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے اور کافر سے نیکیاں سرزد ہوتی ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبد اللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن محمد بن حمدانی نے روایت کرتے ہوئے اسحاق قمی سے انہوں نے کہا کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مولا میں آپ پر قربان یہ بتائیں کہ کیا کوئی مومن زنا کرتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے کہا اور لواطہ کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا اور شراب پیتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں میں نے عرض کیا اور گناہ کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جب وہ زنا نہیں کرتا، لواطہ نہیں کرتا اور دیگر برائیوں کا ارتکاب نہیں کرتا تو پھر اس کا گناہ کیا رہ جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا اے ابو اسحاق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم** (وہ لوگ گناہان کبیرہ کے سوا گناہان کبیرہ اور فواحش سے اجتناب کرتے ہیں) سورۃ النجم۔ آیت نمبر ۳۲ تو مومن سے بسا اوقات ایسے گناہ صغیرہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے جو اس سے بلا ارادہ نہیں ہوتا۔ میں نے عرض کیا اچھا یہ بتائیں کہ آپ لوگوں کے دشمن و ناصبی کیا گناہوں سے کبھی بھی پاک رہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا مگر ہم کبھی کبھی دیکھتے ہیں کہ وہ مومن موحد کہ جس کے ہم لوگ قائل ہیں اس کا وہ قائل ہے اور آپ لوگوں کی ولایت کا اعتقاد رکھتا ہے، وہ شراب بھی پیتا ہے، زنا بھی کرتا ہے، لواطہ بھی کرتا ہے اور اس کے پاس ہم اپنی کوئی حاجت لے کر جاتے ہیں تو اس کا منہ بگڑا ہوا پاتے ہیں۔ اس کا رنگ بدل جاتا ہے، ہماری حاجت اس پر گراں گزرتی ہے، وہ حاجت برآوری میں سستی سے کام لیتا ہے اور کبھی دیکھتے ہیں کہ آپ کا دشمن و مخالف ہے اور ہم اس کے پاس جاتے ہیں اور وہ جانتا ہے کہ ہم شیعہ ہیں، اور اپنی حاجت پیش کرتے ہیں تو وہ خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے چہرہ سے ملتا ہے اور میری حاجت برآوری میں جلدی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ میری حاجت پوری ہو جائے۔ وہ کثرت سے نماز پڑھتا ہے کثرت سے صدقہ دیتا ہے، زکوٰۃ ادا کرتا ہے اگر اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اسے ادا کر دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ابو اسحاق تمہیں نہیں معلوم کہ یہ برائیاں تم لوگوں میں کہاں سے آئیں؟ میں نے عرض کیا نہیں خدا کی قسم جب تک آپ نہ بتائیں گے ہم لوگوں کو کیسے معلوم ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابو اسحاق اللہ تعالیٰ واحد و یکتا ہے اس نے اشیاء کو کسی شے سے نہیں پیدا

کیا بلکہ اس کو خود ایجاد کیا اور حقیقت کی ابتدا کی۔ ایک طیب و طاہر زمین پر آب پاک و شیریں سات دن رات جاری کیا پھر وہ پانی خشک ہو گیا تو اس کے اوپر سے بالکل صاف ستھری ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور وہی ہم اہلبیت کی مٹی ہے (جس سے ہم لوگ بنے) پھر نیچے جو مٹی باقی رہ گئی تھی اس میں سے ایک مٹھی اٹھائی وہ ہمارے شیعوں کی طینت اور مٹی ہے پھر ہم لوگوں کو اس نے اپنی ذات کے لئے منتخب فرمایا اور اگر اللہ نے جس طرح ہم لوگوں کی طینت کو بالکل خالص رکھا اسی طرح ہمارے شیعوں کی طینت کو بھی بالکل خالص رکھتا تو اس میں سے کوئی بھی نہ زنا کرتا نہ چوری کرتا نہ

لواطہ کرتا نہ شراب پیتا نہ وہ برائیاں کرتا جس کا تم نے تذکرہ کیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایک زمین ملعونہ پر ایک نمکین تلخ پانی سات دن رات بہائے رکھا۔ پھر وہ پانی خشک ہو گیا تو اس میں ایک مٹھی اٹھائی اور طینت ملعونہ سڑی ہوئی کھنکھناتی ہوئی مٹی کی ہے یہ ایک ناقص و خراب طینت ہے یہ ہمارے دشمنوں کی طینت ہے اگر اللہ تعالیٰ ان کی طینت کو بھی ویسے ہی چھوڑ دیتا جیسا کہ اس نے مٹی اٹھائی تو تم ان میں تو میوں کی خصلت نہیں دیکھتے نہ وہ کلمہ شہادتین پڑھتے اور نہ روزہ رکھتے نہ نماز پڑھتے نہ زکوٰۃ دیتے اور نہ حج بیت اللہ کرتے اور تم ان میں سے کسی ایک میں بھی خوش اخلاقی نہ پاتے مگر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں طینتوں کو یعنی تمہاری طینت کو یکجا کر کے مخلوط کر دیا اور اس طرح ملا جیسے چیزہ ملا جاتا ہے۔ اور دونوں پانیوں سے اس کو گوندھ دیا اور جو تم اپنے برادر مومن میں یہ برائی یا زنا یا کوئی اور برائی جس کا تم نے ذکر کیا ہے جیسے شراب نوشی وغیرہ دیکھ رہے ہو یہ اس کے اصل جوہر و طینت اور اس کے ایمان کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ان ناصبیوں کی طینت کی وجہ سے مسخ ہو گئی ہے یہ جو ان مذکورہ برائیوں کے مرتکب ہوئے ہیں اس کی وجہ سے ہے اور جو تم ان ناصبیوں میں خوش روئی اور خوش خلقی یا روزہ نماز یا حج بیت اللہ یا صدقہ یا کوئی اور نیکی دیکھتے ہو وہ ان ناصبیوں کی اصل طینت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ تمام افعال ایمان سے مسخ ہونے کی وجہ سے ہیں ان کی طینت نے ایمان کے مسخ ہونے کی وجہ سے یہ حاصل کیا ہے۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جاؤں جب قیامت کا دن آئے گا تو پھر؟ آپ نے فرمایا اے ابو اسحاق کیا اللہ تعالیٰ خیر و شر کو ایک جگہ رہنے دے گا؟ سنو جب قیامت کا دن آئے گا تو ایمان سے مسخ ہونے کا اثر جو ان میں آگیا ہے وہ ان لوگوں سے نکال لے گا اور ہمارے شیعوں کو واپس کر دے گا اور ناصبیوں سے مسخ ہونے کا جو اثر ہمارے شیعوں میں آگیا ہے اور اس کی وجہ سے جو برائیاں اور گناہ انہوں نے کیے ہیں وہ ان سے نکال کر ان ناصبیوں کے حوالے کر دے گا۔ اور ہر شے اپنے اصل اور عنصر اولی کی طرف واپس ہو گی ابتدا میں اسی کی تھی۔ کیا تم آفتاب کو نہیں دیکھتے کہ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو کیا اس کی شعاعیں اس سے متصل رہتی ہیں یا جدا ہو جاتی ہے؟ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو اس کی شعاعیں جس طرح اس سے نکلی تھیں اسی طرح اس میں واپس چلی جاتی ہیں اگر یہ اس سے جدا ہو جاتیں تو ہرگز واپس نہیں جا سکتی تھیں۔ آپؑ نے فرمایا ہاں اے ابو اسحاق ہر شے اپنے اس اصل کی طرف واپس جاتی ہے جس سے وہ پیدا ہوئی تھی۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ جو نیکیاں کر رہے ہیں وہ ان سے لے کر ہم لوگوں کو دے دی جائے گی اور ہم لوگ جو برائیاں اور گناہ کر رہے ہیں وہ ہم لوگوں سے لے کر ان ناصبیوں کو دے دی جائیں گی؟ آپ نے فرمایا ہاں اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی خدا نہیں ایسا ہی ہوگا۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان کیا اس کی کوئی دلیل ہمیں کتاب خدا میں ملے گی؟ آپؑ نے فرمایا ہاں اے ابو اسحاق۔ میں نے عرض کیا وہ کس مقام پر ہے؟ فرمایا اے ابو اسحاق کیا تم نے اس آیت کی تلاوت نہیں کی **اولئک یبدل الله سیاتهم حسنات وکان الله غفورا رحیما** (البتہ ان لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا اور خدا تو بڑے بخشنے والا مہربان ہے) سورۂ فرقان۔ آیت نمبر ۷۰۔ تو اللہ تم لوگوں کے سوا کسی کی گناہوں کو نیکیوں سے نہیں بدلے گا۔ خدا کی قسم یہ تم لوگوں کے لئے بدلے گا۔

باب (۴۲۱) خوشبو اور اس کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے علی بن حسان دو

واسطی سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ جنت سے کوہ صفا پر اتارے گئے اور حضرت حواؑ مروہ پر اتاری گئیں اور وہ جنت میں اپنے بالوں میں کنگھیاں کیا کرتی تھیں جب زمین پر اتاردی گئیں تو بولیں مجھ سے تو اللہ ناراض ہے اب میں امید نہیں رکھتی کہ میں کنگھا کر سکوں گی یہ کہہ کر اپنے بال کھول دیے تو اس کی وہ خوشبو پھیل گئی جو وہ جنت کے اندر اپنے بالوں میں لگاتی تھیں پھر وہ ہوا لے اڑی اور اس نے اس کا اثر ہند میں پہنچا دیا اسی لئے ہند میں عطر ہوتا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت حواؑ نے اپنے بالوں کے جوڑے کو کھولا تو اس میں جو خوشبو بسی ہوئی تھی اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیج دی جس نے اسے اڑا کر مشرق و مغرب میں پھیلا دیا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن سلیمان رازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ اول اول خوشبو کیسے پیدا ہوئی؟ تو آپ نے فرمایا تمہاری طرف کے لوگ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ وہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ جب زمین پر اتارے گئے تو جنت کی جدائی میں روئے اور ان کے آنسو ٹپکے ہے کہ وہ زمین کی رگیں بن گئے۔ اور خوشبودار ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہے جیسا وہ لوگ کہتے ہیں بلکہ حضرت حواؑ اپنے بالوں کو شجرہ جنت کے اطراف پھیلاتی تھیں جب زمین پر اتریں اور مصیبت میں مبتلا ہوئی تو انہوں نے حیض دیکھا اور انہیں حکم ہوا کہ غسل کرو تو انہوں نے اپنے بال کھولے ادھر اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا بھیجی جو خوشبو کو اڑا کر لے گئی اور اللہ نے جہاں چاہا اس کو بکھیر دیا اور اس سے اول اول خوشبو پیدا ہوئی۔

باب (۲۴۲) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ بداخلاق انسان کی توبہ قبول کرنے سے انکار کرتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن محمد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے اس سے جس نے ان سے ذکر کیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو بداخلاق شخص کی توبہ قبول کرنے سے انکار ہے تو دریافت کیا گیا کہ یہ کیسے؟ فرمایا اس لئے کہ وہ ابھی ایک گناہ سے نکلتا ہی ہے کہ اس سے بڑے دوسرے گناہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

باب (۲۴۳) وہ سبب جس کی بنا پر صاحب بدعت کی توبہ قبول نہیں ہوتی

(۱) بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد ابن عامر نے روایت کرتے ہوئے معلی بن محمد سے انہوں نے محمد بن جمہور العمی سے انہی اسناد کے ساتھ ایک مرفوع روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو صاحب بدعت کی توبہ قبول کرنے سے انکار ہے تو عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ یہ کیوں آپ نے فرمایا اس لئے کہ اس کے دل نے اسی بدعت کی محبت کی شراب پی ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ایوب بن نوح نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عمیر نے روایت کرتے ہوئے ہشام بن حکم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا کہ اگلے زمانہ میں ایک شخص تھا جس نے حلال طریقہ سے دنیا حاصل کرنا چاہی مگر حاصل نہ کر سکا پھر اس نے حرام طریقہ سے حاصل کرنی چاہی مگر حاصل نہ کر سکا تو شیطان اس کے پاس آیا اور بولا۔ میاں تم نے دنیا بذریعہ حلال حاصل کرنی چاہی مگر حاصل نہ ہوئی پھر تم نے دنیا بذریعہ حرام

حاصل کرنی چاہی مگر حاصل نہ ہوئی کیا میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ جس سے تمہاری دنیا بھی کثیر ہو جائے اور تمہارے پیروکار بھی بہت ہو جائیں؟ اس نے کہا ہاں بتائیں شیطان نے کہا تم کوئی ایک مذہب ایجاد کر لو اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دو۔ چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور لوگ اس کا مذہب قبول کرنے لگے اور اس نے اس کے ذریعہ دنیا خوب کمائی پھر اس نے سوچا اور دل میں کہا کہ تو نے یہ کیا کیا کہ ایک مذہب ایجاد کیا اور لوگوں کو اس دین کی طرف دعوی بھی دی (یہ تو بہت برا ہوا) اور اب تو اپنے لئے توبہ کی صورت ہی نظر نہیں آتی کہ جو لوگ میرا دین قبول کر چکے ہیں وہ میرے پاس آئیں تو میں ان کو ان کے دین کی طرف واپس کر دوں لہذا جن لوگوں نے اس کا دین قبول کر لیا تھا وہ اس کے پاس آئے ان سے کہتا کہ جس دین کی طرف میں نے تم لوگوں کو دعوت دی وہ باطل ہے اسے ترک کر دو اور اپنے پچھلے دین پر واپس چلے جاؤ۔ تو وہ لوگ جواب دیتے تم جھوٹ کہتے ہو۔ تمہارا دین حق ہے تمہیں اپنے دین میں شک ہو گیا ہے اس لئے تم نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ لوگ اس کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تو اس نے ایک زنجیر منگوائی اور میخ زمین میں نصب کیا اور زنجیر اپنے گلے میں ڈالی اور اسے میخ میں باندھ دی اور بولا جب تک اللہ تعالی میری توبہ قبول نہ کرے گا میں خود کو اس زنجیر سے نہ کھولوں گا۔ تو اللہ تعالی نے اس وقت کے نبی کی طرف وحی کی کہ فلاں شخص سے کہدو کہ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم اگر اپنی آخری سانس تک بھی توبہ کرتے رہے تو میں تمہاری توبہ قبول نہ کروں گا۔ جب تک کہ تم ان لوگوں کو جو تمہارے دین پر مر گئے انہیں بھی اپنے دین سے نہ پلٹا دوگے۔

باب (۲۴۴) وہ سبب جس کی بنا پر چمگادڑ زمین پر نہیں چلتا گھروں میں رہتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو الحسن محمد بن عمرو بن علی بن عبد اللہ بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن احمد بن جبلہ واعظ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو القاسم عبد اللہ بن احمد بن عامر طائی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے روایت کرتے ہوئے اپنے پدر بزرگوار موسیٰ بن جعفر نے روایت کرتے ہوئے اپنے پدر بزرگوار جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی ابن الحسین بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے کہ ایک مرد شامی نے آپ سے چند مسائل پوچھے جن میں سے یہ بھی پوچھا گیا کہ چمگادڑ زمین پر کیوں نہیں چلتا؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ بیت المقدس میں نوحہ کرتا رہا اور اس کے گرد چالیس سال طواف کرتا اور اس پر روتا رہا اور وہ حضرت آدم کے ساتھ مسلسل گریہ کرتا رہا اس لئے گھروں میں رہنے لگا اور اس کے ساتھ کتاب خدا کی نو آیتیں ہیں جس کو حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تلاوت کرتے تھے اور یہ آیتیں تاقیامت اس کے ساتھ رہیں گی تین آیتیں سورہ کہف کی ابتداء کی اور تین آیتیں **سبحان اذا قرات القران** اور تین آیتیں سورہ یسین کی **وجعلنا من بین ایدیھم سدا و من خلفھم سدا** کی۔

باب (۲۴۵) وہ سبب جس کی بناء پر بیل کی نگاہ ہمیشہ نیچی رہتی ہے وہ اپنا سر آسمان کی طرف نہیں اٹھاتا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو الحسن محمد بن عمرو بن علی بن عبد اللہ بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن احمد بن جبلہ واعظ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو القاسم عبد اللہ بن احمد بن عامر طائی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے باپ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے روایت کرتے ہوئے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام سے اور انہوں نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے کہ اہل شام میں سے ایک شخص نے آپ سے چند مسائل دریافت کئے اور اس میں

یہ بھی دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ بیل ہمیشہ اپنی نگاہ نیچے رکھتا ہے کبھی اپنا سر آسمان کی طرف نہیں اٹھاتا ؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے شرماتا ہے جب سے قوم موسیٰ نے گوسالہ کی پرستش کی اس نے اپنا سر جھکالیا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے ابوالحسن محمد بن عمرو بن علی بن عبداللہ بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو اسحاق ابراہیم بن حماد بن عمر نہاوندی نے نہاوند کے اندر انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو بکر احمد بن محمد مستملی بن ابی الخصیب نے رات کے وقت مقام مصیفہ میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن حسن مدینہ رسول میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن شریح کندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابن وھب نے روایت کرتے ہوئے یحییٰ بن محبوب سے انہوں نے جمیل بن انس سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ بیل کا اکرام کرو یہ تمام جانوروں کا سردار ہے جب سے گوسالہ کی پرستش کی گئی اس نے اللہ تعالیٰ سے شرم کے مارے اپنی نگاہ آسمان کی طرف نہیں اٹھائی۔

باب (۲۴۶) وہ سبب جس کی بناء پر بکریاں اپنی دم اٹھائے اور شرمگاہ کھولے رہتی ہیں اور دمبیاں اپنی شرمگاہ چھپائے رکھتی ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے ابوالحسن محمد بن عمرو بن علی بن عبداللہ بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن احمد بن جبلہ واعظ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن عامر طائی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے روایت کرتے ہوئے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام سے انہوں نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا بات ہے کہ بکری اپنی دم کو اٹھائے ہوئے اپنی شرمگاہ کو کھولے رہتی ہے ؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ جب حضرت نوح اس کو سفینہ میں داخل کرنے لگے تو اس نے آپ کی نافرمانی کی تو آپ نے اس کو اٹھا کر اس میں پھینک دیا اور اس کی دم ٹوٹ گئی اور دمبی اپنی شرمگاہ کو اس لئے چھپاتے ہوئے ہے کہ وہ سفینہ میں جلدی سے خود چلی گئی پس حضرت نوح نے اس کی دم پر ہاتھ پھیر دیا اور اس کی دم چکتی بن گئی

باب (۲۴۷) چوپایوں کے پاؤں پر داغ اور خچر کے بچے نہ ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن یحییٰ سے انہوں نے حماد بن عثمان سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا ہم جانوروں کو دیکھتے ہیں کہ ان کے اگلے پاؤں اندرونی طرف دو پیوند ہوتے ہیں جیسے داغ دیا گیا ہو یہ کیا ہے اور کیوں ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ ماں کے پیٹ میں وہیں اس کی تھوتھنی اور ناک رہتی ہے سوائے اولاد آدم کے وہ اپنی ماں کے پیٹ میں استادہ رہتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **لقد خلقنا الانسان فی کبد** (ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا) سورۃ بلد۔ آیت نمبر ۴ اس کا سر اس کے دبر کی جانب ہوتا ہے اور اس کے دونوں ہاتھ اس کے سامنے ہوتے ہیں۔

(۲) ان ہی اسناد کے ساتھ احمد بن ابی عبداللہ برقی سے روایت ہے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جب دو مختلف

چڑیوں کا جوڑا ہوتا ہے تو وہ بار آور نہیں ہوتا میں نے عرض کیا مگر آپ تو کہتے ہیں کہ راعبی طائر کے ماں باپ دونوں میں سے ایک قمری ہوتی ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ وہ انڈے بھی دیتی ہے اور اس سے بچے بھی نکلتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ غلط کہتے ہیں بلکہ کبھی کبھی کوئی قمری کسی چڑیا پر چڑھ جاتی ہے جفت کھا جاتی ہے تو انڈہ دیتی ہے اور اس سے بچے نکلتے ہیں اور اس کی اس نسل سے کبھی بچے نہیں پیدا ہوتے۔

باب (۲۴۸) بلی اور خنزیر کی خلقت کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن شاذان بن احمد بن عثمان بروازی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن محمد بن حارث بن سفیان حافظ سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے صالح بن سعید ترمذی نے روایت کرتے ہوئے عبدالمنعم بن ادریس سے انہوں نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے وہب بن منبہ یمانی سے انہوں نے کہا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام سفینہ میں سوار ہوئے تو اس میں جتنے چرند پرند اور وحشی جانور تھے ان سب پر اللہ تعالیٰ نے سکینہ اتار کر دیا۔ ان میں سے کوئی شے کسی دوسری شے کو ضرر نہیں پہنچاتی تھی۔ بکری بھیڑ کے ساتھ چلتی پھرتی اور گائے شیر کے ساتھ چلتی پھرتی، چڑیا سانپ پر گر پڑتی وہ اس کو کوئی ضرر نہ پہنچاتا۔ کوئی مرتا۔ کوئی بے کل و بے چین ہوتا۔ شور و شغب کرتا۔ آپس میں سب دشنام و لعنت ملامت کرتا کہ ہر ایک اپنے نفس کو قابو میں رکھے ہوئے تھا اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی گرمی نکال دی تھی۔ یہ سب اسی طرح سفینہ میں رہے جب تک کہ سفینہ سے باہر نہیں آئے۔ چنانچہ سفینہ میں چوہے بہت زیادہ ہوگئے اور غلیظ بھی بہت بھر گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کی طرف وحی کی شیر پر ہاتھ پھیریں انہوں نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کو چھینک آئی اور اس کی ناک سے دو بلیاں نر و مادہ نکل آئیں ان دونوں کی وجہ سے چوہے کم ہوگئے اور ہاتھی کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کو چھینک آئی تو اس کی ناک سے دو خنزیر نر و مادہ نکل آئے اور غلیظ کم ہوگیا۔

باب (۲۴۹) وہ سبب جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے مکھی کو پیدا کیا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ایک شخص سے جس نے ان سے بیان کیا ان نے ربیع منصور کے مصاحب سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام منصور کے پاس آکر بات کر رہے تھے کہ ایک مکھی منصور کے اوپر منہ پر بیٹھ گئی منصور نے اس کو ہنکایا مگر وہ آکر پھر بیٹھ گئی تو اس نے پھر ہنکایا مگر پھر آکر بیٹھ گئی جب وہ تنگ آگیا تو اس نے کہا اے ابو عبداللہ یہ مکھی اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کردی؟ آپ نے فرمایا یہ اس لئے کہ وہ ظالموں اور جباروں کو ذلیل اور تنگ کرے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریس رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی صہبان سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کے کھانوں پر مکھی نہ بیٹھے تو ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ ملے گا جو مجذوم نہ ہو۔

باب (۲۵۰) کتے کی خلقت کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ علوی حسینی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسباط نے

انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الطیب احمد بن محمد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن جعفر علوی عمری نے روایت کرتے ہوئے اپنے آباء سے انہوں نے عمر بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے کتے کو کیوں پیدا کیا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ابلیس کے تھوک سے پیدا کیا۔ عرض کیا گیا یہ کیسے یا رسول اللہ؟ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو یہ دونوں چڑیوں کے چوزوں کے مانند کانپ رہے تھے۔ اور ابلیس زمین پر حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے آچکا تھا جب اس نے انہیں دیکھا تو دوڑا اور زمین کے درندوں کے پاس پہنچا اور بولا کہ آسمان سے دو پرندے گرے ہیں اور ان سے بڑا پرندہ کبھی کسی نے نہیں دیکھا ہوگا چلو اور انہیں کھالو یہ سن کر درندے ابلیس کے ساتھ دوڑے اور ابلیس انہیں للکار رہا تھا اور چلا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اب تھوڑی دور کی مسافت ہے اور جلدی جلدی بولنے سے اس کے منہ سے تھوک نکل رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس تھوک سے دو کتے نر و مادہ پیدا کردیے اور وہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہ السلام کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ کتیا جدہ میں اور کتا ہند میں اور انہوں نے ان دونوں کے قریب درندوں کو آنے نہیں دیا اور اسی دن سے کتا درندوں کا دشمن ہوگیا اور درندے کتے کے دشمن ہوگئے۔

باب (۲۵۱) ذرات کی خلقت کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ علوی حسینی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسباط نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو طیب احمد بن محمد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن جعفر علوی عمری اپنے آباء سے روایت کرتے ہوئے اور ان لوگوں نے روایت کی عمر بن علی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے کہ ایک مرتبہ آپ سے ان ذرات کے متعلق سوال کیا گیا جو گھروں کے روشندانوں میں سے اندر داخل ہوتے ہیں کہ کہاں سے پیدا ہوگئے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پروردگار تو مجھے خود کو کھادے میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر میرے نور کی تاب لاکر پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہے تو شاید مجھ کو دیکھ سکو اور اگر یہ اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکے تو تمہاری آنکھوں میں اتنی طاقت کہاں کہ تم مجھ کو دیکھ سکو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنے نور کی تجلی کی تو پہاڑ کے تین ٹکڑے ہوگئے۔ ایک ٹکڑا بلند ہو کر آسمان میں چلا گیا، دوسرا ٹکڑا زمین میں دھنس گیا، تیسرا ٹکڑا پاش پاش ہو کر فضا میں بکھر گیا اور غبار بن گیا اور یہ ذرات اسی پہاڑ کے بکھرے ہوئے ذرات ہیں۔

باب (۲۵۲) بڑھاپے کے بغیر چہرے پر بڑھاپے کے آثار نمودار ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ علوی حسینی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسباط نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الطیب احمد بن محمد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن جعفر علوی عمری نے روایت کرتے ہوئے اپنے آبائے کرام سے انہوں نے عمر بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بھائی حضرت عیسیٰؑ ایک شہر سے گذرے تو دیکھا کہ ایک مرد اور ایک عورت دونوں ان کو پکار رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا تم دونوں کا کیا معاملہ ہے؟ تو مرد نے کہا یا نبی اللہ یہ میری زوجہ ہے اس

میں کوئی خرابی نہیں ساملہ ہے مگر میں اس کو چھوڑنا چاہتا ہوں۔آپ نے فرمایا اپنا پورا حال تو بتاؤ کہ کیا معاملہ ہے مرد نے کہا بغیر بڑھاپے کے اس کے چہرے پر بڑھاپا طاری ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا اے عورت کیا تو چاہتی ہے کہ تیرے چہرے کی رونق اور آب و تاب پھر سے پلٹ آئے؟ اس نے کہا جی ہاں۔آپ نے فرمایا اچھا اب جب تم کھانا کھایا کرو تو خوب پیٹ بھر کر نہ کھایا کرو اس لئے کہ جب کھانا بہت زیادہ ہو جاتا ہے تو سینے پر دباؤ پڑتا ہے مقدار زیادہ ہوتی ہے اور چہرے کی آب جاتی رہتی ہے۔اس عورت نے ایسا ہی کیا اور اس کا چہرہ تر و تازہ اور بارونق ہو گیا۔

باب (۲۵۳) علامات صبر اور اس کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ علوی حسینی رضی اللہ عنہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسباط نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو لطیب احمد بن محمد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن جعفر علوی عمری نے اپنے آباء سے روایت کرتے ہوئے اور ان لوگوں نے روایت کی عمر بن علی سے اور انہوں نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صابر کی علامت تین ہیں۔پہلی علامت یہ کہ وہ کسل و سستی نہ کرتا ہو، دوسرے یہ کہ وہ اکتاتا اور دل تنگ نہ ہوتا ہو، تیسرے یہ کہ اپنے پروردگار سے شکایت نہ کرتا ہو۔اس لئے کہ اگر اس نے کسل و سستی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوت کا حق ادا نہ کیا اور اگر وہ اکتایا تو شکر ادا نہ کرے گا اور اگر اس نے شکایت کی تو اپنے رب کی نافرمانی کی۔

باب (۲۵۴) وہ سبب جس کی بناء پر عورت کو مرد کی چاہت ہوتی ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے محمد بن یحییٰ خزاز سے انہوں نے غیاث بن ابی ابراہیم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا چونکہ عورت مرد سے خلق ہوئی ہے اس لئے اس کی چاہت مرد میں ہے اس لئے اپنی عورتوں کو پابندیوں کے ساتھ رکھو اور مرد چونکہ زمین سے پیدا ہوا ہے اس کی چاہت زمین کی ہوتی ہے۔

باب (۲۵۵) وہ سبب جس کی بناء پر نکاح میں گواہی قرار دی گئی

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن ہاشم نے روایت کرتے ہوئے ایک شخص سے جس نے ان سے بیان کیا اور اس نے روایت کرتے ہوئے درست بن ابی منصور سے انہوں نے محمد بن عطیہ سے انہوں نے زرارہ سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ نکاح میں گواہی میراث کی وجہ سے قرار دی گئی۔

باب (۲۵۶) وہ سبب جس کی بناء پر دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع رکھنا حرام ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین

نے سند روایت کرتے ہوئے حسن بن ولید سے انہوں نے مروان بن دینار سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابی ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا سبب ہے کہ دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع رکھنا مرد کے لئے جائز نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا اسلام کی حفاظت کے لئے اور تمام مذاہب کا یہی نظریہ ہے۔

باب (۲۵۷) وہ سبب جس کی بناء پر کسی عورت کو اس کی پھوپھی یا خالہ کی سوت بنانے سے منع کیا گیا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے عبدالرحمن بن محمد اسدی سے انہوں نے ابی ایوب خزاز سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھوپھی اور خالہ کی جلالت قدر کا لحاظ رکھتے ہوئے منع کیا ہے کہ کسی عورت کو اس کی پھوپھی اور خالہ کی سوت نہ بنایا جائے ہاں اگر وہ اجازت دے دیں تو کوئی ہرج نہیں۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے ابن بکیر سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا بغیر پھوپھی اور خالہ کی اجازت کے بھائی کی لڑکی اور خالہ کی لڑکی اپنی پھوپھی اور خالہ کی سوت نہ بنے اور کوئی پھوپھی اور کوئی خالہ اپنی بھتیجی اور اپنی بھانجی کی سوت نہ بنے بغیر اپنی بھتیجی اور بھانجی کی اجازت کے۔

باب (۲۵۸) وہ سبب جس کی بناء پر عورتوں کا مہر پانچ سو (۵۰۰) درہم قرار پایا۔

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے علی بن معبد سے انہوں نے حسین بن خالد سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام ابوالحسن علیہ السلام سے دریافت کیا مہر سنت پانچ سو درہم کیسے ہو گیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ جو مومن سو مرتبہ **اللہ اکبر** کہے سو مرتبہ **الحمد للہ** کہے سو مرتبہ **سبحان اللہ** کہے اور سو مرتبہ **لا الہ الا اللہ** کہے اور سو مرتبہ **اللھم صل علی محمد و ال محمد** کہے، پھر اس کے بعد کہے **اللھم زوجنی من الحور العین** تو اللہ تعالیٰ اس کا نکاح جنت کی ایک حور سے کرے گا اور وہ تسبیحات و درود (جن کی تعداد پانچ سو ہوتی ہے) اس کا مہر قرار دیدے گا۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ عورت کے مہر کو پانچ سو درہم سنت قرار دیدیں تو آنحضرتؐ نے ایسا ہی کیا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریس سے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابن ابی بصیر سے انہوں نے حسین بن خالد سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے عرض کیا میں آپ پر قربان عورت کا مہر پانچ سو درہم (بارہ اوقیہ اور نصف) کیسے ہو گیا؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ لازم قرار دے لیا ہے کہ جو مومن بھی سو مرتبہ **اللہ اکبر** سو مرتبہ **سبحان اللہ** اور سو مرتبہ **الحمد للہ** اور سو مرتبہ **لا الہ الا اللہ** کہے گا اور سو مرتبہ **محمد و آل محمد** پر درود پڑھے گا پھر یہ کہے گا کہ **اللھم زوجنی من الحور العین** تو اللہ تعالیٰ اس کا عقد حور عین سے کر دیگا اسی بناء پر عورتوں کا مہر پانچ سو درہم قرار پایا اور کوئی مرد مومن اگر کسی برادر مومن کے پاس شادی کا پیغام بھیجے اور اس کے پاس پانچ سو درہم بھی موجود نہ ہوں مگر عقد نہ کرے تو اللہ کی طرف سے وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کا عقد حور سے ہو۔

باب (۲۵۹) وہ سبب جس کی بناء پر مخالفین کے یہاں عورت کا مہر چار ہزار (۴۰۰۰) درہم ہو گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے سیاری سے اور ان سے ایک شخص نے جس نے اس سے بیان کیا اور اس نے حماد سے انہوں نے حریز سے انہوں نے محمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ عورت کا مہر چار ہزار درہم کہاں سے ہوا؟ میں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا ام حبیبہ بنت ابی سفیان جس وقت حبشہ میں تھیں تو آنحضرتؐ نے انہیں عقد کا پیغام بھیجا تو نجاشی نے آنحضرت کی طرف سے چار ہزار درہم بطور مہر ادا کیا تو اسی کو وہ لوگ بنیاد بناتے ہیں ورنہ مہر تو صرف بارہ اوقیہ اور نصف ہے۔

باب (۲۶۰) وہ سبب جس کی بناء پر مرد کے لئے یہ جائز ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے پہلے اس کو دیکھ لے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے برنطی سے انہوں نے یونس بن یعقوب سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک شخص ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے کیا اس کے لئے جائز ہے کہ پہلے اس کو دیکھ لے ؟ فرمایا ہاں اور اس عورت کو چاہئے کہ اپنے کپڑے کو ڈھیلا کر دے اس لئے کہ وہ اس کو بھاری قیمت پر خریدنا چاہتا ہے۔

باب (۲۶۱) وہ سبب جس کی بناء پر اگر کوئی مرد اپنی زوجہ سے کہے کہ تو میرے نکاح میں آئی تو باکرہ نہیں تھی تو اس پر کوئی شرعی سزا نہیں ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا روایت کرتے ہوئے عبد اللہ بن جعفر حمیری سے انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے صفوان سے انہوں نے موسیٰ سے انہوں نے ابن بکیر سے انہوں نے زرارہ سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے اس مرد کے متعلق کہ جو اپنی زوجہ سے یہ کہے کہ تو میرے پاس باکرہ نہیں آئی تھی تو آپ نے فرمایا کہ مرد کے اس کہنے پر کوئی شرعی سزا (حد) نہیں اس لئے کہ بغیر مباشرت کے بھی بکارت جاتی رہتی ہے۔

باب (۲۶۲) مہر کا سبب اور اس کا مردوں پر ادا کرنا واجب ہوتا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے کہ حضرت ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا اس میں یہ بھی تھا کہ مہر کا سبب کیا ہے اور یہ مردوں پر کیوں واجب ہے اور عورتوں پر کیوں واجب نہیں کہ اپنے شوہروں کو دیں۔ آپ نے فرمایا اس لئے کہ عورت کا نان نفقہ مرد کے ذمہ ہے اور اس

لئے کہ عورت نے اپنا نفس فروخت کیا ہے اور مرد نے اس کو خریدا ہے اور کوئی خرید و فروخت بغیر قیمت ادا کئے نہیں ہوتی اس کے علاوہ متعدد اسباب کی بناء پر عورتوں کے لئے نوکری اور تجارت ممنوع بھی ہے۔

باب (۲۶۲) وہ سبب جس کی بناء پر مہر دس درہم سے کم باندھنا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے وھب بن وھب سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ مہر دس درہم رکھنا میرے نزدیک مکروہ اور ناپسندیدہ ہے تاکہ وہ بدکار عورت کے مہر کے مشابہ نہ ہو جائے۔

○ مصنف کتاب الرحمہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں اسی طرح آیا ہے کہ جو میں نے اس جگہ تحریر کردیا اس لئے اس میں سبب بیان کیا گیا ہے مگر جس پر مجھے اعتماد ہے اور جس پر میں فتویٰ دیتا ہوں وہ یہ کہ مہر اتنا ہونا چاہیئے جس پر طرفین راضی ہو جائیں جیسے شکر وغیرہ ایک مثقال ہی کیوں نہ ہو۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے ابن مسکان سے انہوں نے ابی ایوب خراسانی سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے پوچھا کم سے کم مہر کیا ہو، چاہیئے؟ آپ نے فرمایا ایک مثقال شکر۔

باب (۲۶۳) وہ سبب جس کی بناء پر اگر مرد اپنی زوجہ سے قبل دخول زنا کا مرتکب ہوا ہے تو ان دونوں کو جدا کردو

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ و احمد بن ادریس اور انہوں نے احمد بن محمد بن یحییٰ عمرے انہوں نے طلحہ بن زید سے انہوں نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے آپ نے فرمایا کہ میں نے کتاب علی میں پڑھا ہے کہ اگر کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرے اور مباشرت سے پہلے وہ اس سے زنا کر چکا ہے تو وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے اس لئے کہ وہ زانی ہے دونوں کو جدا کر دیا جائے گا اور مرد اس عورت کو نصف مہر ادا کرے گا۔

○ اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں تو اسی طرح آیا ہے جیسا کہ میں نے نقل کردیا اس لئے کہ اس میں سبب بیان کیا گیا ہے مگر جس حدیث کی بناء پر میں فتویٰ دیتا ہوں جس پر مجھے اعتماد ہے جس کو مجھ سے بیان کیا محمد بن حسن رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسن صفار سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے ابن ابی عمیر اور فضالہ بن ایوب سے انہوں نے رفاعہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ جس نے اپنی زوجہ سے مباشرت سے پہلے زنا کیا تھا کیا اس کو رجم کیا جائے گا؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا کیا اس نے شادی و مباشرت سے پہلے اس

سے زنا کیا تھا تو کیا ان دونوں کو جدا کر دیا جائے گا فرمایا کہ نہیں۔ اور ابن عمیر نے اس حدیث میں اتنا اور بھی زیادہ کیا ہے اور اگر کنیز ہے تو رد کا بھی نہیں جائے گا۔

باب (۲۶۵) وہ سبب جس کی بناء پر اگر عورت نے اپنے شوہر کی مباشرت سے پہلے زنا کیا ہے تو ان دونوں کو جدا کر دیا جائے گا اس کے لئے مہر نہیں ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے اسماعیل بن ابی زیاد سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسی عورت کے متعلق کہ جس نے اپنے شوہر سے ہمبستری سے قبل زنا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا زن و شوہر میں جدائی کر دی جائے اور عورت کو مہر نہیں ملے گا اس لئے کہ یہ اس عورت کی طرف سے ہوا ہے۔

باب (۲۶۶) وہ سبب جس کی بناء پر شک کرنے والوں میں شادی کرنا جائز ہے لیکن ان میں اپنی لڑکی دینا جائز نہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح سے انہوں نے صفوان سے انہوں نے موسیٰ بن بکیر سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ شاک میں شادی کرنا جائز ہے لیکن ان سے اپنی لڑکی کی شادی کرنا جائز نہیں اس لئے کہ عورت اپنے شوہر کا طریقہ اختیار کرتی ہے اور مجبوراً اس کا مذہب اختیار کر لیتی ہے۔

باب (۲۶۷) وہ سبب جس کی بناء پر اس گھر میں جس کے اندر کوئی بچہ ہو مباشرت کرنا جائز نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے قاسم بن محمد جوہری سے انہوں نے اسحاق بن ابراہیم سے انہوں نے حنان بن سدیر سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی لڑکا گھر کے اندر ہو تو کسی مرد کو اپنی زوجہ یا اپنی کنیز سے مجامعت نہیں کرنی چاہیئے اس لئے کہ اس سے زنا پیدا ہوتا ہے۔

باب (۲۶۸) کنیزوں کے استبراء کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے موسیٰ بن سعدان سے انہوں نے عبداللہ بن قاسم سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا ایک شخص محتاط ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اس کنیز کو جب اس کو حیض آیا اور طاہر ہوئی کبھی مس نہیں کیا تو آپ نے فرمایا مگر جب تمہارے پاس آئے تو تمہیں اس کا مس کرنا جائز نہیں جب تک کہ ایک حیض سے اس کا استبراء نہ کر لو مگر مجامعت کے سوا اور کچھ کر

بیچتے ہو۔ وہ لوگ جو کنیزیں خریدتے ہیں اور استبراء سے پہلے ان سے مجامعت کرتے ہیں وہ اپنے ہی مال سے زنا کرتے ہیں۔

باب (۲۶۹) وہ سبب جس کی بنا پر اگر ایک مرد کی دو عورتیں ہیں تو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ کسی ایک کو دوسری پر فضیلت دے۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے انہوں نے حسن بن زیاد سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک مرد کی دو عورتیں ہیں اور وہ ان دونوں میں سے ایک کو زیادہ پسند کرتا ہے کیا اس کے لئے جائز ہے کہ کسی بات میں اس کو ترجیح دے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس کو یہ بھی حق ہے کہ اس کو تین راتیں دے اور دوسری کو ایک رات اس لئے کہ اس کو حق ہے کہ وہ چار عورتوں سے نکاح کرے لہٰذا وہ بقیہ دو راتیں جس کے لئے چاہے قرار دے۔

(۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حسن بن زیاد سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ایک شخص کی چار عورتیں بیبیاں ہیں تو وہ اپنی ازواج میں سے جس پر جس کو چاہے ترجیح دے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے علی بن عقبہ سے انہوں نے ایک شخص سے انہوں نے ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے لئے جس کے دو بیویاں ہیں کیا اس کو حق ہے کہ تین راتوں کے لئے ان میں سے جس کو چاہے ترجیح دے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

باب (۲۷۰) وہ سبب جس کی بناء پر ایک شخص جو مشرکین کے ہاتھوں میں اسیر ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ جب تک وہ اسیر ہے نکاح کرے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے قاسم بن محمد سے انہوں نے سلیمان بن داؤد سے انہوں نے عیسیٰ بن یونس سے انہوں نے اوزاعی سے انہوں نے زہری سے انہوں نے علی بن حسین علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ کسی اسیر کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ نکاح کرے جب تک مشرکین کی قید میں ہے اس لئے کہ یہ ڈر ہے کہ اس کے لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا ان کافروں کے قبضہ میں رہ کر کافر ہو جائے گا۔

باب (۲۷۱) وہ سبب جس کی بناء پر مرد کے لئے یہ جائز ہے کہ چار عورتوں سے نکاح کرے لیکن ایک عورت کے لئے ایک شوہر سے زیادہ جائز نہیں اور اس کا سبب کہ ایک غلام دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے

انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں اس امر کا سبب تحریر فرمایا کہ ایک مرد کو چار عورتوں کے نکاح میں رکھنا جائز ہے اور عورت کو ایک مرد سے زیادہ نکاح کرنا حرام ہے یہ کیوں؟ اس لئے کہ مرد کی اگر چار عورتیں بھی ہیں اور ان سے اولاد ہوئی تو وہ سب اس کی طرف منسوب ہوگی اور اگر عورت دو مردوں سے نکاح کرے یا دو سے زیادہ سے تو لڑکے کی شناخت نہ ہو سکے گی کہ یہ کس کا ہے اس لئے کہ وہ سب اس کے شوہر ہیں۔ اس بناء پر نسب و میراث اور تعارف میں فساد لازم آئے گا۔

محمد بن سنان کا بیان ہے کہ ایک مرد کے لئے چار آزاد عورتوں کے حلال ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوتی اور اللہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی و ثلاث و ربع** (تو عورتوں میں سے جو تمہیں خوش لگیں دو دو اور تین تین اور چار چار سے نکاح کرلو) سورۃ نساء۔ آیت نمبر ۳ پس یہ طے شدہ امر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے طے کیا اس میں غنی اور فقیر دونوں کو وسعت دی ہے کہ وہ اپنی حسب طاقت وسعت جتنی عورتوں سے چاہیں نکاح کریں۔ اور کنیزوں میں تو اور بھی وسعت دی اس کی حد مقرر نہیں اس لئے کہ یہ ملکیت اور مال ہیں اور مال کے لئے آزادی ہے کہ جس قدر چاہیں مال جمع کریں۔

اور غلام کے لئے یہ کہ وہ دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں اس لئے کہ وہ ایک مرد آزاد کا نصف حق رکھتا ہے طلاق و نکاح دونوں میں اس لئے کہ وہ خود اپنی ذات کا مالک نہیں اس کی کوئی ملکیت و مال نہیں ہوتا بلکہ اس کے اخراجات اس کے مالک کے ذمہ ہیں یہ اس لئے کہ غلام اور آزاد میں فرق رہے اور اس لئے کہ اس کو اپنے مالک کی خدمت میں مشغول رہنے کی وجہ سے کم فرصت رہتی ہے۔

باب (۲۷۲) وہ سبب جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے مردوں کے لئے غیرت قرار دی اور عورتوں کے لئے نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے محمد بن فضیل سے انہوں نے سعد جلاب سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے غیرت نہیں رکھی بلکہ برائیاں خود ان سے غیرت کھاتی ہیں مگر ایمان دار عورتیں ایسی نہیں ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مردوں کے لئے غیرت رکھی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے چار عورتیں حلال کی ہیں نیز کنیزیں بھی مگر عورتوں کے لئے صرف اس کا شوہر حلال ہے اگر اس کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ تعلق رکھے تو وہ زانیہ ہے۔

باب (۲۷۳) نومولود کے بال اتارنے کا سبب

( ) بیان کیا مجھ سے میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے اور انہوں نے عباس بن معروف سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے اس سے کہ جس نے ان سے بیان کیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ سے دریافت کیا کہ نومولود کے سر کے بال اتارنے کا سبب کیا ہے تو آپ نے فرمایا یہ رحم کے بالوں سے نومولود کو پاک کرنا ہے۔

باب (۲۷۴) ختنہ کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب دونوں سے ان دونوں نے روایت کی حسن بن محبوب سے انہوں نے محمد بن قزعہ سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا ہمارے اگلے لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل خدا نے اپنا ختنہ خود کر لیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ ایسا نہیں ہے جیسا وہ لوگ کہتے ہیں وہ حضرت ابراہیم کے لئے جھوٹ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا پھر آپ ہی بتائیں کہ حقیقت کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے ختنہ کی کھال ان کے نال کے ساتھ ساتویں دن خود بخود گر جایا کرتی تھی مگر جب حضرت ابراہیمؑ کے فرزند حضرت اسماعیل حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے تو ایک دن حضرت سارا ان کو وہ طعنہ دینے لگیں جو کنیزوں کو دیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ طعنہ سن کر حضرت ہاجرہ رونے لگیں اور یہ طعنہ ان کو بہت گراں محسوس ہوا جب حضرت اسماعیل نے اپنی ماں کو روتے ہوئے دیکھا تو خود بھی رونے لگے اتنے میں حضرت ابراہیم گھر میں داخل ہوئے اور پوچھا اسماعیل تم کیوں روتے ہو عرض کیا کہ سارا نے میری ماں کو اس اس طرح کا طعنہ دیا ہے میری ماں رونے لگیں تو ان کے رونے کی وجہ سے میں بھی رونے لگا۔ یہ سنکر حضرت ابراہیمؑ اپنے مصلائے عبادت پر کھڑے ہوئے اور اپنے رب سے مناجات کی اور دل میں دعا کی کہ یا اللہ تو اس صدمہ کو ہاجرہ کے دل سے دور کر دے اور اللہ تعالیٰ نے اس صدمہ کو ہاجرہ کے دل سے دور کر دیا۔ پھر جب حضرت سارا کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے تو ساتویں دن حضرت اسحاق کی نال تو گر گئی مگر ختنہ کا چمڑا نہیں گرا۔ یہ دیکھ کر حضرت سارا بیتاب ہو گئیں حضرت ابراہیمؑ تشریف لائے تو بولیں اے ابراہیم۔ آپ کی اولاد اور انبیاء کی اولاد میں یہ نئی بات کیسے پیدا ہو گئی۔ دیکھئے یہ آپ کے فرزند اسحاق کی ساتویں دن اس کی نال تو گر گئی مگر ختنہ کی کھال نہیں گری۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم مصلائے عبادت پر گئے اپنے رب سے مناجات کی اور کہا پروردگار یہ نئی بات اولاد ابراہیم اور اولاد انبیاء میں کیسے پیدا ہو گئی۔ یہ میرا فرزند اسحاق ہے اس کی نال تو گر گئی مگر ختنہ کی کھال نہیں گری تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی طرف وحی فرمائی سارا نے جو ہاجرہ پر طعنہ زنی کی ہے یہ اس کا نتیجہ ہے اور اب تو میں نے قسم کھائی ہے کہ اس طعنہ کے بعد میں اولاد انبیاء میں سے کسی کے ختنہ کی کھال نہیں گراؤں گا لہٰذا تم اسحاق کے ختنہ کی کھال کسی لوہے کے اوزار سے کاٹ کر جدا کرو اور اس کو لوہے کے اوزار سے کاٹ کر اس کی اذیت کا مزہ چکھاؤ۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسحاق کے ختنہ کی کھال کو لوہے کے اوزار سے کاٹ کر جدا کیا اور اس کے بعد ختنہ کی یہ سنت لوگوں میں جاری ہو گئی۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے روایت کی محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے حضرت سارا کے اس قول کے متعلق کہ (پروردگار میں نے ہاجرہ سے جو سلوک کیا ہے اس کا مواخذہ مجھ سے نہ فرما) آپ نے فرمایا چونکہ سارا نے یہ بات آہستہ سے کہی تھی (تاکہ کوئی اور نہ سنے) اس لئے یہ ختنہ کی سنت جاری رہی۔

باب (۲۷۵) وہ سبب جس کی بناء پر طلاق صرف کتاب و سنت کے بتائے ہوئے طریقہ پر ہی واقع ہوگی

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے تمیم بن بہلول نے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اسماعیل بن فضل ہاشمی سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ طلاق صرف کتاب و سنت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق واقع ہوگی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حدود میں سے ایک حد ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذا طلقتم النسآء فطلقو من لعدتهن و احصو االعدة (جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کو ان کی عدت (پاکی) کے

وقت طلاق دو اور تم عدت کو شمار کرو) سورۃ طلاق۔ آیت نمبرا نیز فرماتا ہے کہ **واشهدوا ذوی عدل منکم** (اور اپنے میں سے دو عادل گواہ کرلو) سورۃ طلاق۔ آیت نمبر۲ نیز ارشاد ہے **وتلک حدود الله ومن یتعد حدود الله فقد ظلم نفسه** (اور یہ اللہ تعالیٰ کی (مقرر کی ہوئی) حد بندیاں ہیں۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کیا پس یقیناً اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا) سورۃ طلاق۔ آیت نمبرا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ ابن عمر کی طلاق کو اسی لئے باطل اور رد کر دیا کہ وہ کتاب وسنت کے خلاف تھی۔

باب (۲۷۶) طلاق کے عدۃ کا سبب اور اس کا سبب کہ عورت نو طلاقوں کے بعد اپنے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی اور اس کا سبب کہ غلام کا طلاق دو ہو گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے کہ حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ تین طلاق اس لئے رکھی گئیں کہ پہلی اور تیسری طلاق کے درمیان مہلت دیدی گئی تاکہ ممکن ہے کہ مرد کو پھر سے رغبت پیدا ہو یا اگر غصہ ہے تو وہ ٹھنڈا ہو جائے اور اس لئے کہ عورت کے لئے تادیب وتخویف وزجر وتوبیخ ہو اور وہ اپنے شوہر کی نافرمانی سے باز آجائے اس لئے کہ اس نے اپنے شوہر کی نافرمانی کرکے جو اس کے لئے نامناسب تھا جدائی اور افتراق کا ایک پردہ لٹکایا ہے اور عورت نو طلاقوں کے بعد حرام ہو جاتی ہے اور تا ابد حلال نہیں ہوتی اس کا سبب یہ ہے کہ اس کو سزا دینا ہے تاکہ مرد طلاق کو کھیل نہ سمجھے اور عورت کو کمزور نہ جانے اپنے حالات پر نظر رکھے اس کی آنکھیں کھلی رہیں اس سے سبق حاصل کرے اور اس لئے تاکہ وہ نو طلاقوں کے بعد عورت کے ملنے سے بالکل مایوس ہو جائے اور غلام کے طلاق کی تعداد دو اس لئے رکھی گئی کہ کنیز کی نصف (۱/۲) ہونی چاہیئے مگر دو عدد احتیاطاً رکھ دیا گیا تاکہ فرض مکمل ہو جائے اسی طرح کنیز کی عدہ وفات میں بھی فرق ہے جس کا شوہر مر گیا ہو۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد ہمدانی نے روایت کرتے ہوئے علی بن حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے کہ وہ مطلقہ عورت جو عدۃ میں ہے اور اپنے شوہر پر اس وقت حلال۔ ہوگی جب تک اس شوہر کے علاوہ کسی دوسرے سے نکاح نہ کرے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ طلاق کا تذکرہ دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے **الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان** (طلاق (رجعی جس کے بعد رجوع ہو سکتی ہے) دو ہی مرتبہ ہے اس کے بعد یا تو نیکی کے ساتھ روک رکھنا ہے یا سلوک کے ساتھ رخصت کر دینا) سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۲۲۹ یعنی تیسری مرتبہ کے طلاق میں اس لئے کہ وہ تیسری طلاق کی حد میں داخل ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے اس لئے وہ عورت اس پر حرام کر دی ہے جب تک یہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے تاکہ لوگ طلاق کو معمولی اور ہلکی بات نہ سمجھیں اور عورتوں کو ضرر نہ پہنچے۔

باب (۲۷۷) وہ سبب جس کی بناء پر ایک مطلقہ عورت کا عدہ تین ماہ یعنی تین حیض ہے اور جس عورت کا شوہر مر گیا ہے اس کا عدہ وفات سے چار ماہ دس دن ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے احمد بن محمد بن خالد برقی سے روایت کرتے ہوئے محمد بن خالد

سے انہوں نے محمد بن سلیمان دیلمی سے انہوں نے ابی ہیثم سے روایت کی ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن ثانی علیہ السلام سے دریافت کیا مطلقہ عورت کا عدہ تین حیض یا تین مہینہ اور شوہر کی وفات اس کا عدہ وفات سے چار ماہ دس دن کیسے ہو گیا؟ تو آپ نے فرمایا مطلقہ عورت کا حیض یا تین ماہ کا عدہ عورت کے رحم کو بچہ سے پاک کرنے کے لئے اور عدہ وفات تو اللہ تعالیٰ نے کچھ شرط عورتوں کی موافقت میں لگائی ہے اور کچھ عورتوں کی مخالفت میں اور جو شرط ان کی مخالفت میں لگائی ہے وہ بھی اسی شرط کے برابر ہے اس کی اس شرط کے جو موافقت میں لگائی ہے وہ شرط جو ان کی موافقت میں لگائی ہے وہ یہ کہ ایلاء (مرد قسم کھائے کہ میں اس عورت سے ہمبستری نہ کروں گا) میں چار مہینہ رکھے ہوتے ہیں اس لئے کہ اس کو علم ہے کہ عورت حد سے حد چار ماہ صبر کر سکتی ہے چنانچہ ارشاد ہے **للذین یؤلون من نساء هم تربص اربعة اشهر** (پس مرد کے لئے یہ جائز نہیں چار ماہ سے زائد اپنے ایلاء پر قائم رہے) سورہ بقرہ۔آیت نمبر ۲۲۶ (اس کو کفارہ دے کر اپنی قسم کو توڑنا پڑے گا یا طلاق دے کر عورت کو آزاد کرنا پڑے گا) اس لئے کہ اللہ کو علم ہے کہ عورت زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک مرد سے بے نیاز رہ سکتی ہے۔ اور وہ شرط جو عورتوں کے خلاف ہے وہ یہ کہ اس کے لئے ارشاد ہے **عدتهن اربعة اشهر و عشرا** یعنی اگر شوہر مر جائے تو عورت پر واجب ہے کہ چار ماہ اور دس دن عدہ رکھے۔ جس طرح ایلاء کے موقع پر شوہر کو چار ماہ کا پابند بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ حد سے حد چار ماہ تک عورت صبر کر سکتی ہے اس لئے یہ دونوں اس کے مخالف و موافق کر دیئے گئے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن حسین سے انہوں نے حسین بن ولید سے انہوں نے محمد بن بکیر سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ عدہ طلاق تین ماہ اور عدہ وفات چار ماہ دس روز ہو گیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ طلاق کی سوزش عورت کے دل میں تین ماہ کے اندر سکون پا جاتی ہے اور شوہر کی وفات کی سوزش عورت کے دل میں چار ماہ دس دن سے پہلے قرار نہیں پاتی۔

باب (۲۷۸) وہ سبب جس کی بناء پر لعن شدہ عورت اپنے اس شوہر جس نے اس کو لعن کیا تا ابد حلال نہ ہوگی

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن حسین سے انہوں نے حسین بن ولید سے انہوں نے مروان بن دینار سے انہوں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ جناب سے دریافت کیا کہ اس کا کیا سبب ہے جو لعن شدہ عورت اپنے شوہر جس نے اس کو لعن کیا تا ابد حلال نہ ہو گی؟ تو آپ نے فرمایا کہ ان کی پکی قسم کی بناء پر اس لئے کہ ان دونوں نے باللہ کہا ہے یعنی اللہ کی قسم۔

باب (۲۷۹) وہ سبب جس بناء طلاق اور رویت ہلال میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہوتی

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے محمد بن سنان سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان کے مسائل کے جواب میں جو خط تحریر کیا اس میں یہ بھی لکھا کہ طلاق اور رویت ہلال کے معاملہ میں عورتوں کی شہادت کو ترک کرنے کا سبب ان کی قوت بصارت کی کمزوری اور طلاق سے جھک دیا طرفداری کرنا ہیں اسی بناء پر ان کی شہادت جائز نہیں لیکن یہ ضروری ہو جائے جیسے قابلہ کی بشارت اور وہ موقع کہ جہاں مردوں کے لئے دیکھنا جائز نہیں۔ جس طرح اہل کتاب کی شہادت جبکہ ان کے سوا کوئی گواہ نہ ہو اور کتاب خدا میں ان کے متعلق ہے کہ **اثنان ذوا عدل منكم** یعنی مسلمین میں سے دو عادل **او اخران من غیر کم** سورہ مائدہ۔

آیت نمبر ۱۰۶ یا کافروں میں سے یا جس طرح قتل کے معاملہ میں بچوں کی شہادت جبکہ ان کے سوا کوئی اور دوسرا نہ پایا جائے۔

باب (۲۸۰) ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کا سبب

اصل کتاب میں یہ باب سادہ ہے

باب (۲۸۱) وہ سبب جس کی بناء پر مطلقہ کا عدہ اس کے طلاق کے دن سے شروع ہوگا اور وفات کا عدہ جس دن عورت کو اس کے شوہر کی موت کی خبر ملے اس دن سے شروع ہوگا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا روایت کرتے ہوئے سعد بن عبداللہ سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے انہوں نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے مطلقہ کے متعلق روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر ثبوت اور دلیل قائم ہو جائے کہ اس عورت کو اس کے شوہر نے فلاں فلاں دن طلاق دیدی تو (اسی دن سے اس کا عدہ شروع ہو جائے گا) اور جب عدہ پورا ہو جائے گا تو وہ اپنے شوہر سے جدا ہو جائے گی۔ اور وہ عورت جس کا شوہر مر گیا ہے وہ اس وقت سے عدہ رکھے گی جب سے اس کو شوہر کے مرنے کی خبر ملے گی اس لئے کہ اس کا ارادہ ہوگا کہ وہ اپنے شوہر کی موت کا سوگ منائے زینت ترک کرے اور سیاہ لباس پہنے۔

باب (۲۸۲) وہ سبب جس کی بناء پر زنا کے معاملہ میں چار گواہ قرار دیئے گئے اور قتل کے معاملہ میں دو گواہ

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کی عبداللہ بن جعفر حمیری سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن ہاشم سے انہوں نے اس راوی سے جس سے انہوں نے روایت کی ہے ہمارے اصحاب میں سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ جناب سے دریافت کیا گیا کہ زنا کے ثبوت کے لئے چار گواہ اور قتل کے ثبوت کے لئے دو گواہ کیوں قرار دیئے گئے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے متعہ حلال کر دیا ہے اور اسے یہ علم ہے کہ تم لوگوں پر اس کی وجہ سے (زنا کا) اتہام لگایا جائے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے چار گواہیاں قرار دیں اگر ایسا نہ کرتا تو (مخالفین) تم لوگوں پر زنا ثابت کرنے کی کوشش کرتے اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک معاملہ پر چار گواہ فراہم ہو جائیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف سے انہوں نے محمد بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان کے مسائل کے جواب میں جو خط لکھا اس میں یہ بھی تحریر کیا کہ زنا کے ثبوت کے لئے چار گواہ اور اس کے علاوہ سارے معاملات کے ثبوت کے لئے دو گواہ قرار دیئے گئے۔ اس لئے کہ ایک مرد شادی شدہ و پاک دامن کو سنگسار کرنا بہت سخت سزا ہے اس لئے کہ اس میں قتل بھی ہے اسی بناء پر اس کے ثبوت کے لئے چار گواہیاں قرار دی گئیں اس میں قتل نفس اور بچے کا نسب چلا جانا اور میراث میں فساد لازم آتا ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن

معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے علی بن احمد بن محمد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے انہوں نے اپنے باپ حماد سے انہوں نے اپنے باپ ابو حنیفہ سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا بتایئے کہ دونوں میں کون زیادہ سخت ہے زنا یا قتل ؟ آپ نے فرمایا قتل تو میں نے عرض کیا پھر کیا بات ہے کہ قتل کے ثبوت کے لئے دو گواہ کی ضرورت ہے اور زنا کے ثبوت کے لئے چار گواہ کی ؟ آپ نے فرمایا اے ابو حنیفہ تم لوگوں کے پاس اس کے متعلق کیا ہے ؟ میں نے عرض کیا ہم لوگوں کے پاس صرف حضرت عمرؓ کی ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر شہادت کے معاملہ میں دو کلمے فرض کئے ہیں ۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہے اے ابو حنیفہ بلکہ زنا میں دو حدیں (سزائیں) ہیں اور یہ جائز نہیں کہ ہر ایک حد کے لئے ایک گواہی ہو اس لئے کہ مرد اور عورت دونوں پر حد جاری ہوتا ہے ۔ اور قتل کے معاملہ میں قاتل پر حد جاری ہوگی مقتول پر حد جاری نہ ہوگی ۔

باب (۲۸۳) وہ سبب جس کی بناء پر اگر کوئی شخص بیماری کے عالم میں عورت کو طلاق دیدے تو عورت اس کی وارث ہوگی مگر مرد اس عورت کا وارث نہ ہوگا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے صالح بن سعید وغیرہ اصحاب یونس سے انہوں نے یونس سے انہوں نے متعدد لوگوں سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے کہ اگر کوئی شخص بیماری کے عالم میں عورت کو طلاق دیدے تو وہ عورت اپنے شوہر کی وارث رہے گی مگر شوہر اس عورت کا وارث نہ ہوگا اور ضرر رسانی کی حد کیا ہے ؟ تو آپ نے فرمایا یہی ضرر رسانی ہے اور ضرر رسانی یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کی میراث سے محروم رہے اور بطور سزا میراث اس پر لازم آئے ۔

باب (۲۸۴) وہ سبب جس کی بنا پر مرد شیعہ کے تین طلاق دینے پر عورت مخالفین کے لئے حلال نہ ہوگی اور مخالفین کے طلاق سے عورت شیعوں کے لئے حلال ہو جائے گی ۔

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن یحیی سے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے جعفر بن محمد اشعری سے انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے تین طلاق پائی ہوئی عورت سے نکاح کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کی تین طلاق دی ہوئی عورت تمہارے اغیار کے لئے حلال نہیں ہے مگر اغیار کی طلاق دی ہوئی عورت تم لوگوں کے لئے حلال ہے اس لئے یہ تین طلاقیں تم لوگوں کی نظر میں کچھ نہیں اور وہ لوگ اس کو سب قرار دیتے ہیں ۔

باب (۲۸۵) اس کا سبب کہ مرد آزاد کے پاس اگر کوئی کنیز ہے تو وہ شادی شدہ کے حکم میں ہے ۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا ابراہیم بن مہزیار نے روایت کرتے ہوئے اپنے بھائی علی سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے صفوان بن یحیی سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ

میں نے حضرت ابو ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک مرد ہے جس وقت وہ زنا کا مرتکب ہوا اس کے پاس داشتہ اور لونڈی دونوں تھی اور وہ ان دونوں جیسے مباشرت کرتا تھا تو اس کے پاس جو یہ کنیزیں ہیں کیا اس کی بنا پر وہ شادی کے حکم میں آئے گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اس لئے کہ اس کے پاس وہ چیز تھی جو اس کو زنا سے بے نیاز اور مستغنی کر دیتی۔ میں نے عرض کیا اور اگر اس کے پاس کوئی متعہ والی عورت ہو تو کیا اس کی وجہ سے وہ شادی شدہ کے حکم میں آئے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں اس لئے کہ شادی شدہ ہونے کے لئے اس کے پاس کوئی دائمی عورت ہونی چاہیئے۔

اس کتاب کے مصنف محمد بن علی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسی طرح آئی ہے جیسا کہ میں نے نقل کیا ہے اس لئے کہ اس میں سبب بیان کیا گیا ہے مگر اس مسئلہ میں جس حدیث پر میں اعتماد کر کے فتویٰ دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسن صفار سے انہوں نے محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزند احمد و عبداللہ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نہ کوئی آزاد مرد کنیز کی وجہ سے محصن (شادی شدہ) ہوگا اور نہ کوئی آزاد عورت اپنے مملوک کی وجہ سے محصنہ کے حکم میں آئے گی۔ نیز وہ حدیث کہ جس کی روایت میرے والد رحمہ اللہ نے فرمائی ہے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے عاصم بن حمید سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک مرد جس نے ابھی اپنی زوجہ سے مباشرت نہیں کی تھی کہ زنا کا مرتکب ہوگیا تو کیا وہ محصن قرار پائے گا؟ آپ نے فرمایا نہیں وہ کنیز رکھنے کی وجہ سے محصن قرار پائے گا۔ نیز وہ حدیث کہ جس کو بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ متوکل نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن جعفر حمیری سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے علاء بن رزین اور ابن بکیر سے انہوں نے محمد بن مسلم سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے مرد کے متعلق دریافت کیا کہ جس نے اپنی زوجہ سے پیدا شدہ لڑکی سے مباشرت کی بغیر اپنی زوجہ کی اجازت کے۔ تو آپ نے فرمایا اس پر وہی حد جاری ہوگی جو زانی پر جاری ہوتی ہے یعنی سو (۱۰۰) کوڑے اور اگر کوئی یہودیہ یا نصرانیہ یا کسی کنیز سے زنا کرے تو اسے سنگسار نہیں کیا جائے گا۔ اور کوئی کنیز یا کوئی آزاد یہودیہ و نصرانیہ سے اگر کوئی زنا کرے تو وہ محصن کے حکم میں نہیں آئے گا اسی طرح اس پر محصن کی حد جاری نہیں ہوگی جس کے پاس آزاد عورت ہو اور وہ کسی نصرانیہ یا یہودیہ یا کنیز سے زنا کرے۔

باب (۲۸۶) وہ سبب جس کی بناء پر مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے ابی الحسن برقی سے انہوں نے عبداللہ بن جبلہ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حسن بن عبداللہ سے انہوں نے اپنے آبائے کرام سے انہوں نے اپنے جد حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ چند مرد یہودی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ان میں سے جو سب سے زیادہ صاحب علم تھا اس نے آپ سے چند سوال پوچھے جن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ مردوں کو عورتوں پر کتنی فضیلت و فوقیت ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جیسی فوقیت آسمان کو زمین پر ہے یا جیسی فضیلت پانی کو زمین پر ہے۔ پانی زمین کو زندگی دیتا ہے اور مردوں کی وجہ سے عورتیں زندہ رہتی ہیں اگر مرد نہ ہوتے تو عورتیں پیدا ہی نہیں کی جاتیں اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علیٰ بعض وبما انفقوا من اموالھم** (مردوں کو عورتوں پر قابو ہے اس لئے کہ اللہ نے بعض انسانوں کو بعض پر فضیلت دی ہے پھر مرد ان پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں)

سورۃ النساء۔ آیت نمبر ۳۴ یہودی نے کہا پھر آخر ایسا کیوں ہوا؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور ان کی خلقت سے جو مٹی فاضل ہو گئی اور باقی رہ گئی اس سے حوا کو پیدا کیا اور سب سے پہلے جس نے عورتوں کی اطاعت کی وہ حضرت آدمؑ تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت سے نیچے اتار دیا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عورتوں پر مردوں کی فضیلت کو واضح کر دیا کیا تم نہیں دیکھتے کہ عورتوں کو اس طرح حیض آتا ہے کہ اس گندگی و نجاست کی وجہ سے انکو عبادت کرنا ممکن نہیں اور مردوں کو حیض وغیرہ کچھ نہیں آتا۔ یہودی نے کہا اے محمد آپؐ نے سچ فرمایا۔

باب (۲۸۷) وہ سبب جس کی بنا پر متعہ ایک مرد آزاد کو محصن و شادی شدہ نہیں بناد یتا۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام اور حفص بن بختری سے انہوں نے اس سے جس نے ان سے بیان کیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپنے اس سوال پر کہ ایک شخص اگر متعہ کرے تو وہ محصن اور شادی شدہ بن جائے گا؟ آپ نے فرمایا نہیں شادی شدہ، تو عقد دائم کرنے سے ہوتا ہے۔

باب (۲۸۸) وہ سبب جس کی بنا پر عورتوں کی اطاعت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابی عبداللہ برقی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے ان کے جد احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے متعدد لوگوں سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ اصحاب حضرت امیر المومنین میں سے ایک شخص نے اپنی عورتوں کی شکایت کی تو حضرت علی علیہ السلام نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے گروہ مردم تم لوگ عورتوں کی اطاعت کسی حال میں بھی نہ کرو اور انہیں امین کسی مال کا بھی نہ بناؤ۔ انہیں اپنے کنبہ کا انتظام کرنے کے لئے بالکل نہ چھوڑو اس لئے کہ اگر انہیں اس کے لئے چھوڑ دیا گیا تو وہ جو ارادہ کریں گی ہم لوگوں کو ہلاکت میں ڈال دیں گی۔ مالک کی نافرمانی کریں گی اس لئے کہ ہم نے انہیں اکثر پایا ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے وقت درع و تقویٰ و پرہیزگاری چھوڑ بیٹھتی ہیں اپنی خواہش کے وقت انہیں صبر نہیں رہ جاتا۔ انہیں تکبر لازمی ہے خواہ کچھ ہو جائیں ان میں خود پسندی یقینی ہے خواہ وہ بوڑھی ہو جائیں ان کی خوشی ان کی شرمگاہ میں رہتی ہے۔ انہیں زیادہ سے زیادہ کیوں نہ دے دو مشکور نہ ہوں گی۔ اگر انہیں کوئی ذرا سی چیز نہ دی جائے تو وہ ساری بھلائی کو بھول جاتی ہیں اور صرف بدی کو یاد رکھتی ہیں وہ بہتانوں کی بارش کرتی ہیں سرکشی میں حد سے تجاوز کر جاتی ہیں یہ شیطان کی توجہ کا مرکز ہوتی ہیں پس ہر حال میں ان کو چلاؤ اور ان سے اچھی اچھی باتیں کرو تو شاید ان کا عمل اچھا ہو جائے۔

باب (۲۸۹) نکاح کے مختلف مسائل اور ان کے اسباب۔

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن محبوب سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے حسین بن زرارہ سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس نے ایک

عورت سے نکاح کیا اور مہر عورت کے فیصلہ پر چھوڑا۔ آپ نے فرمایا کہ اس عورت کا فیصلہ آل محمدؐ کے مہروں سے تجاوز نہ ہونا چاہیئے۔ جو ساڑھے بارہ اوقیہ ہے جو وزن میں پانچ سو درہم چاندی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں عرض کیا کہ اور اگر عورت کسی مرد سے نکاح کرے اور مہر کا فیصلہ مرد پر چھوڑ دے کہ جو مہر وہ ادا کرے یہ اس پر راضی ہے؟ آپ نے فرمایا پھر مرد جو فیصلہ کرے جائز ہے قلیل ہو یا کثیر۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا آخر مہر کے لئے عورت کا فیصلہ کیوں جائز نہیں اور مرد کا فیصلہ کیوں جائز ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ مرد نے اس کو حکم بنایا اس لئے اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ سنت رسول سے تجاوز کرے اس لئے کہ آپ نے اپنی ازواج سے اتنے ہی مہر پر نکاح کیا تھا۔ اسی بنا پر اس کو سنت رسول کی طرف لوٹا دیا ہے اور میں نے مرد کے فیصلہ کی اجازت دی اس لئے کہ عورت نے اس کو حکم بنایا اور مہر کے تعین کا معاملہ اس کے سپرد کر دیا اور اس کے فیصلہ پر راضی ہے لہٰذا اس کے لئے لازمی ہے کہ اس کے فیصلہ کو قبول کرے اب وہ قلیل ہو یا کثیر۔

(۲) اور ایک دوسری حدیث میں روایت کی گئی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مہر کی ادائیگی مرد پر قرار پائی عورت پر نہیں حالانکہ دونوں کا کام ایک ہے اس لئے کہ مرد جب اپنی حاجت پوری کر لیتا ہے تو عورت کو چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اس کی فراغت کا انتظار نہیں کرتا اس لئے مہر مرد کے ذمہ ہوا عورت کا ذمہ نہیں ہوا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی (شاہ) ابوالحسین فقیہ نے مقام مرو رذ میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو حامد احمد بن محمد بن احمد بن حسین نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن احمد بن خالد خالدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد بن صالح تمیمی نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے محمد بن حاتم عطار نے روایت کرتے ہوئے حماد بن عمر سے انہوں نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے جد سے اور انہوں نے حضرت علی ابن ابی طالب سے ایک طویل حدیث میں جس کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کا ذکر ہے جس میں آپ فرماتے ہیں کہ عورت کے ساتھ حالت حیض میں مرد کے لئے مباشرت کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناپسند فرماتے تھے۔ اور اگر کوئی ایسا کرے، تو جو بچہ پیدا ہوگا وہ مجذوم یا مبروص ہو جائے تو پھر اپنے سوا کسی اور کو برا نہ کہے۔ اور آپ نے اس امر کو ناپسند فرمایا کہ مرد احتلام کی حالت میں اپنی زوجہ سے ہمبستر ہو جب تک کہ غسل جنابت نہ کرے۔ اگر کسی نے ایسا کیا اور اس کے لڑکا پیدا ہوا اور وہ مجنون ہو گیا تو اپنے سوا کسی اور کی ملامت نہ کرے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد سنانی رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سہیل بن زیاد ادمی نے روایت کرتے ہوئے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد عسکری نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد محمد بن علی سے انہوں نے اپنے والد حضرت علی ابن موسیٰ رضا سے انہوں نے اپنے والد حضرت موسیٰ سے انہوں نے اپنے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مرد کے لئے یہ مکروہ ہے کہ مہینہ کی پہلی تاریخ کی شب اور مہینہ کی درمیانی تاریخ کی شب اور مہینہ کی آخری تاریخ کی شب اپنی زوجہ سے ہم بستر ہو جو ایسا کرے گا تو اگر لڑکا پیدا ہوگا تو وہ مجنون ہوگا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مجنوں کو صرع کا دورہ مہینہ کی پہلی تاریخ، درمیانی تاریخ اور آخری تاریخ میں پڑتا ہے نیز فرمایا کہ جو شخص قمر در عقرب میں نکاح کرے گا وہ بھلائی نہ دیکھے گا۔ نیز فرمایا کہ جو شخص محاق یعنی مہینہ کی ستائیس (۲۷)، اٹھائیس (۲۸)، اور انتیس (۲۹) تاریخ میں نکاح کرے گا یعنی ہم بستری کرے گا اس کا اسقاط حمل ہو جائے گا۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم ابوالعباس طالقانی رحمہ اللہ نے انہوں نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے ابو سعید حسن بن علی عدوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یوسف بن یحییٰ اصبہانی ابو یعقوب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی اسماعیل بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر احمد بن صالح بن سعید مکی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عمر بن حفص نے روایت کرتے ہوئے اسحاق بن نجیح سے

انہوں نے حسین سے انہوں نے مجاہد سے انہوں نے ابو سعید خدری سے ان کا بیان کا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ اے علی جو کوئی نئی دلہن تمہارے گھر میں بیاہ کر آئے اور اگر بیٹھ جائے تو اس کے موزے اتارو اور دونوں پاؤں دھوؤ اور اس پانی کو گھر کے دروازے سے لے کر اپنے گھر کے آخری حصہ تک چھڑک دو جب تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ گھر سے ستر رنگ کا فقر دور کر دے گا اور اس میں ستر رنگ کی برکتیں داخل کر دے گا اور تم پر ستر رحمتیں نازل کرے گا جو عروس کے سر پر منڈلائیں گی تاکہ تم اپنے گھر کے ہر گوشہ سے اس کی برکتیں محسوس کرو اور وہ عروس جب تک اس گھر میں رہے جنون و جذام و برص سے محفوظ رہے گی۔ اور عروس کو اس ہفتہ دہی و سرکہ، دھنیاں اور کھٹے سیب کے استعمال سے روک دو۔ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عروس کو ان چار چیزوں کے استعمال سے کیوں روک دوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ چار چیزیں رحم کو بانجھ کر دیتی ہیں اس کو بالکل ٹھنڈا کر دیتی ہیں بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور گھر کے کسی گوشے میں پڑی ہوئی چٹائی اس عورت سے بہتر ہے کہ جس کے بچہ نہیں ہوتا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ آخر سرکہ میں کیا بات ہے آپؐ اس کے استعمال سے منع فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ اگر وہ سرکہ کے استعمال کے درمیان حائض ہو گئی تو پھر مکمل طور پر کبھی طاہر نہیں ہو سکے گی اور دھنیاں کے استعمال سے حیض پیٹ میں جوش کھاتا رہتا ہے اور عورت پر بچے کی ولادت کو شدید تکلیف دہ بنا دیتا ہے اور کھٹا سیب حیض کو منقطع کر دیتا ہے اور اس سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے علی اپنی عورت سے مہینہ کی اول و اوسط و آخر تاریخوں میں مباشرت نہ کرنا اس سے عورت اور اس کے بچے کو جنون و جذام و برص پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ اے علی اپنی عورت سے ظہر کے بعد مجامعت نہ کرنا اس لئے کہ اگر اس وقت نطفہ قرار پایا تو لڑکا احول چشم پیدا ہو گا اور شیطان انسان کو احول دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اے علی مجامعت کے وقت بہت باتیں نہ کرو اس لئے کہ اگر اس وقت مقدر میں کوئی بچہ ہے تو خطرہ ہے کہ گونگا ہو جائے۔ اور جماع کے وقت عورت کی شرمگاہ کو نہ دیکھو اس لئے کہ اس وقت نظر کرنا بچے میں کور چشمی پیدا کرتا ہے۔ یا علی تم کسی غیر عورت کو دھیان میں رکھ کر اپنی عورت سے مجامعت مت کرو اس لئے کہ اگر تم دونوں کو اللہ نے بچہ دیا تو ڈر ہے کہ مخنث اور مونث یا اپاہج وغیرہ نہ ہو جائے۔ اے علی اگر تم اپنی عورت کے ساتھ ہم بستر جنب ہو گئے تو قرآن کی تلاوت نہ کرنا اس طرح ڈر ہے کہ تم دونوں پر آسمان سے آگ نہ برسے اور تم دونوں کو جلا کر خاک کر دے۔ اے علی مجامعت کے وقت چاہیئے کہ تمہارا صاف کرنے کا کپڑا الگ ہو اور تمہاری عورت کا الگ کپڑا ہو تم دونوں ایک کپڑے سے اپنے جسم کو صاف۔

کرو اس لئے کہ شہوت سے ٹکرائے گی اور نتیجہ میں تم دونوں کے درمیان عداوت پڑ جائے گی اور ممکن ہے کہ جدائی اور طلاق کی نوبت آجائے۔ اے علی اپنی عورت سے کھڑے کھڑے مجامعت نہ کرو اس لئے کہ یہ گدھوں کا کام ہے اور اگر کوئی لڑکا پیدا ہوا تو وہ بستر پر پیشاب کرے گا جیسا کہ گدھا ہر جگہ پیشاب کرتا پھرتا ہے۔ اے علی اپنی عورت سے عید الفطر کی شب مجامعت نہ کرنا اس لئے کہ اگر وہ بچہ پیدا ہو گا تو وہ لڑکا پیدا ہو گا مگر اس کے کوئی اولاد نہ ہو گی۔ اور اگر ہوئی تو بڑھاپے میں ہو گی۔ اے علی اپنی عورت سے عید الاضحیٰ کی شب مجامعت نہ کرو اس لئے اگر کوئی بچہ پیدا ہو گا تو اس کے چھ انگلیاں یا چار انگلیاں ہوں گی۔ اے علی اپنی عورت سے کسی پھل دار درخت کے نیچے مجامعت نہ کرو اس لئے کہ اگر کوئی بچہ پیدا ہوا تو وہ جلاد و قاتل مشہور ہو گا۔ اے علی تم اپنی عورت سے آفتاب کے سامنے اور اس کی دھوپ میں مجامعت نہ کرنا اگر کوئی بچہ پیدا ہوا تو وہ مرتے دم تک تنگدستی اور فقر و فاقہ میں بسر کرے گا۔ اے علی تم اپنی زوجہ سے اذان و اقامت کے درمیان مجامعت نہ کرو اس لئے اگر کوئی بچہ پیدا ہوا تو وہ خون بہانے کا بڑا شوقین ہو گا۔ اے علی اگر تمہاری عورت حاملہ ہے اور تم اس سے مجامعت کرنا چاہتے ہو تو بغیر وضو ہرگز مجامعت نہ کرو اس لئے کہ اگر کوئی لڑکا پیدا ہوا تو دل کا اندھا اور ہاتھ کا بخیل ہو گا اے علی تم نیمہ شعبان کو اپنی عورت سے مجامعت نہ کرو اس لئے کہ اگر کوئی لڑکا پیدا ہوا تو وہ بدشکل اور اس کے بالوں اور چہرے میں عیب ہو گا۔ اے علی تم اس مہینہ کے آخری دنوں میں یعنی اس کے صرف دو دن باقی رہ جائیں تو اس میں اپنی عورت سے مجامعت مت کرو اس لئے اگر لڑکا پیدا ہوا تو بھکا ہو گا۔ اے علی تم اپنی زوجہ کی بہن کو تصور میں رکھتے ہوئے اپنی زوجہ سے

جماعت نہ کرو ورنہ لڑکا پیدا ہوگا تو وہ عشر حاصل کرنے والا ظالم کی مدد کرنے والا ہوگا۔ اور ممکن ہے اس کے ہاتھوں بہت لوگوں کی ہلاکت ہو۔ اے علی تم کسی عمارت کے ریزوں اور ریت پر اپنی زوجہ سے مجامعت نہ کرنا ورنہ جو بچہ پیدا ہوگا وہ منافق اور بد بختی ہوگا۔ اے علی جس دن تم کو سفر کرنا ہو اس کی شب کو اپنی عورت سے مجامعت نہ کرنا ورنہ اگر لڑکا پیدا ہوگا تو وہ اپنا مال حق کے خلاف صرف کرے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی (ان المبذرین کانوآ اخوان الشیطین) (بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں) سورۃ بنی اسرائیل ۔ آیت نمبر ۲۷ اے علی اگر تم کو تین دن کی مسافت پر جانا ہو تو اپنی عورت سے مجامعت نہ کرو ورنہ لڑکا پیدا ہوگا تو وہ ہر ظلم کرنے والے کی مدد کرے گا۔ اے علی تم دو شنبہ کی شب مجامعت کرو اگر لڑکا پیدا ہوا تو وہ حافظ قرآن ہوگا اور اللہ جو اس کو دے گا وہ اس پر راضی بہ رضا رہے گا۔ اے علی تم سہ شنبہ کی شب میں مجامعت کرو جو لڑکا پیدا ہوگا اسے اللہ تعالیٰ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت کے بعد شہادت کی روزی دے گا۔ اور اس کو مشرکین کے ساتھ معذب نہیں کرے گا۔ اس کا منہ خوشبو سے بسا ہوگا وہ رحم دل ہوگا اور ہاتھ کا سخی ہوگا اس کی زبان غیبت وکذب و بہتان سے پاک ہوگی۔ اے علی اگر تم شب پنجشنبہ مجامعت کرو گے تو اگر لڑکا پیدا ہو تو وہ حاکموں میں سے ایک حاکم یا عالموں میں سے ایک عالم ہوگا۔ اور اگر تم پنجشنبہ کے دن زوال آفتاب کے قریب مجامعت کرو تو اگر لڑکا پیدا ہو تو اسکے قریب شیطان بڑھاپے تک نہیں آئے گا۔ وہ صاحب فہم ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو دین و دنیا دونوں میں سلامتی عطا فرمائے گا۔ اور اگر تم اپنی زوجہ سے شب جمعہ میں مجامعت کرو اور لڑکا پیدا ہو تو خطیب وقوال و چرب زبان ہوگا۔ اور اگر تم جمعہ کے دن بعد عصر مجامعت کرو گے تو اگر لڑکا پیدا ہو تو وہ بہت مشہور و معروف عالم ہوگا۔ اور اگر شب جمعہ میں بعد عشاء مجامعت کرو گے تو اگر لڑکا پیدا ہو انشاء اللہ امید یہی ہے کہ وہ ابدال میں کی ایک فرد ہوگا۔ اے علی تم اپنی عورت سے اول شب میں مجامعت نہ کرنا اس لئے کہ اگر لڑکا پیدا ہوگا تو خطرہ ہے کہ وہ ساحر ہو اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دے اے علی تم میری اس وصیت کو یاد رکھو جیسا میں نے جبرئیل سے سن کر اسے یاد رکھا ہے۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اصحاب یونس میں صالح بن سعید وغیرہ سے انہوں نے یونس سے انہوں نے اپنے اصحاب سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ ایک شخص کی عورت اسے چھوڑ کر کفار سے ملحق ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **وان فاتکم شی من ازواجکم الی الکفار فعاقبتم فاتوا الذین ذہبت ازواجھم مثل ماانفقوا** (اور اگر تمہاری کچھ عورتیں تمہارے ہاتھ سے کافروں کی طرف جاتی رہیں ۔ پھر تمہاری باری آئے تو جن کی عورتیں جاتی رہیں تو جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا ان کو دے دو) سورۃ ممتحنہ ۔ آیت نمبر ۱۱ اس آیت میں عقوبت سے کیا مراد ہے ؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جس کی عورت اسے چھوڑ کر کفار کے پاس چلی گئی تو اس کو نقصان اٹھانا پڑا کہ وہ کسی دوسری عورت سے نکاح کرے بس جب وہ کسی دوسری عورت سے نکاح کرے تو امام کے لئے لازم ہے کہ وہ چھوڑ کر جانے والی عورت کا مہر اس شخص کو دے دے ۔ میں نے عرض کیا اگر مومنین اس بھاگی ہوئی عورت کا مہر اس کے شوہر کو کیوں ادا کریں جبکہ اس کے بھاگنے میں ان کا کوئی فعل نہیں تھا پھر بھی مومنین پر لازم ہے کہ اس شخص نے جو اس بھاگی ہوئی عورت کو جو مہر دیا تھا وہ اس کو دے دیں اس مال میں سے جو ان لوگوں نے کفار سے پایا ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ امام اس کو دے گا خواہ ان لوگوں کو کفار سے کچھ ملا ہو یا نہ ملا ہو امام پر لازم ہے کہ وہ اپنے پاس سے اس کی حاجت پوری کرے اور مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آئے تو تقسیم سے پہلے ہر نقصان رسیدہ کے نقصان کو ادا کرے اس کے بعد اگر کچھ بچ رہے تو اس کو لوگوں میں تقسیم کردے اور اگر نہ بچے تو ان لوگوں کے لئے کچھ نہیں ہے ۔۔

(۷) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کی ہے سعد بن عبداللہ سے انہوں نے روایت کی محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزند احمد و عبداللہ

سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے جمیل سے انہوں نے ابی عبیدہ سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس نے ایک عورت باکرہ یا ثیبہ سے نکاح کیا اور وہ دونوں پردے میں گئے یا وہ دونوں ایک گھر کے اندر گئے اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ پھر اس مرد نے اس عورت کو طلاق دے دی اب عورت کہتی ہے کہ اس نے مجھے مس نہیں کیا اور مرد بھی یہی کہتا ہے کہ میں نے اس عورت کو مس نہیں کیا آپ نے فرمایا ان دونوں کو سچا نہ سمجھا جائے گا اس لئے کہ وہ عورت عدۃ سے بچنا چاہتی ہے اور مرد مہر کی رقم بچانا چاہتا ہے۔

(۸) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے حسین بن حسن قزوینی سے انہوں نے سلیمان بن جعفر بصری سے انہوں نے عبداللہ بن حسین بن یزید بن علی بن ابی طالب سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرد و عورت دونوں مجامعت کریں تو وہ دونوں برہنہ ہو کر مجامعت نہ کریں جس طرح گدھے مجامعت کرتے ہیں کیوں کہ ایسا کرتے وقت فرشتے ان دونوں کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں۔

باب (۲۹۰) وہ سبب جس کی بناء پر پیالے کے اندر پھونکنا مکروہ ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر بن حسین مخزاوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عیسیٰ بن زیاد نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے ثعلبہ سے انہوں نے بکار بن ابی بکر حضرمی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک ایسے شخص کے متعلق جو پیالے میں پھونک مارتا ہے فرمایا کوئی حرج نہیں ہاں مکروہ اس وقت ہے جب کوئی دوسرا اس کے ساتھ اس پیالے میں شریک ہو اور ایک ایسے شخص کے متعلق جو کھانے میں پھونکتا ہے آپ نے فرمایا وہ کھانے کو ٹھنڈا ہی کرنے کے لئے تو کرتا ہے، راوی نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ وہ چیز جس پر میں فتویٰ دیتا ہوں اور جو میرے نزدیک مستند ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں پھونکنا قطعاً درست نہیں ہے خواہ وہ تنہا کھاتا یا پیتا ہو یا اس کے ساتھ کوئی اور ہو اور یہ سب میں صرف اسی حدیث میں پاتا ہوں۔

باب (۲۹۱) وہ سبب جس کی بنا پر یہ جائز نہیں کہ زمین کو اجرت میں لے اور اس کی اجرت میں جو اور گیہوں دے اور پھر اس میں جو گیہوں کاشت کرے ہاں یہ جائز ہے کہ زمین کو اجرت پر لے اور اجرت میں سونا چاندی دے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے، انہوں نے اسماعیل بن مرار سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے متعدد راویوں سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام و حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ان دونوں حضرات سے دریافت کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ زمین کو غلہ پر اجرت میں لینا جائز نہیں اور سونے چاندی پر اجرت میں لینا جائز ہے آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ زمین سے جو اور گیہوں پیدا ہوگا۔ اور یہ جائز نہیں کہ گیہوں

کو گیہوں کی اجرت پر اور جو کو جو کی اجرت پر لیا جائے۔

باب (۲۹۲) وہ سبب جس کی بنا پر مونچھ و بغل اور پیڑو کے بالوں کا بڑھانا جائز نہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے انہوں نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے روایت کی حسین بن یزید سے انہوں نے اسماعیل بن مسلم سے انہوں نے جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم لوگ اپنی مونچھوں اور پیڑو اور بغل کے بالوں کو طویل اور لانبانہ کرو اس لئے کہ شیطان اپنے چھپنے کے لئے اسے کمین گاہ بنالیتا ہے۔

باب (۲۹۳) وہ سبب جس کی بنا پر کسی شخص کا غلام اسی شخص سے سمجھا جائے گا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد سیاری نے انہوں نے روایت کی عمرکی سے انہوں نے ایک شخص سے جس نے ان سے بیان کیا اور اس نے روایت کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ آپ لوگ یہ کیوں کہتے ہیں کہ غلام اپنے آقا سے ہوتا ہے ؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ غلام اپنے آقا کی طینت سے خلق ہوتا ہے پھر ان دونوں میں جدائی ہوتی ہے پھر قیدی بن کر آقا کے پاس آتا ہے اور چونکہ وہ ان دونوں طینت کا ربط ہے اس لئے آقا اس پر مہربان ہوتا ہے اور اس کو آزاد کردیتا ہے اس لئے غلام اپنے آقا ہی سے ہے۔

باب (۲۹۴) دو قسم کے پھلوں کو ایک ساتھ کھانے سے منع کرنے کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ برقی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے موسیٰ بن قاسم بجلی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن جعفر نے اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ جناب سے انجیر اور کھجور کو ساتھ ساتھ بلکہ تمام پھلوں کو ایک ساتھ کھانے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف پھلوں کو ایک ساتھ کھانے سے منع فرمایا اگر اکیلے کھا رہے ہو تو جیسے جی چاہے کھاؤ اور اگر تم چند مسلمانوں کے ساتھ کھا رہے ہو تو دو قسم کے پھلوں کو ایک ساتھ ملا کر نہ کھاؤ۔

باب (۲۹۵) لہسن، پیاز اور گندنا کا کھانا مکروہ ہونے کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے روایت کرتے ہوئے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابن اذینہ سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے لہسن کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بو کی وجہ سے اس کے کھانے سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص یہ بدبودار سبزی کھائے تو ہماری مسجد کے پاس نہ آئے اور جس نے اسے کھایا اور مسجد میں نہیں آیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر رزاز نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن محمد بن خلف نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی وشاء سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پیاز اور گندنا کھانے کے متعلق دریافت کیا آپ نے فرمایا اس کے کھانے میں کوئی ہرج نہیں خواہ مطبوخ کھائے یا غیر مطبوخ لیکن اگر کوئی شخص اس کو کھائے تو مسجد میں نہ آئے اس لئے کہ جس کے پاس وہ بیٹھے گا تو اس کی بو سے کراہت محسوس ہوگی۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبد اللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے فضالہ سے انہوں نے داؤد بن فرقد سے انہوں نے ابی عبد اللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ سبزیاں (لہسن، پیاز و گندنا) کھائے وہ ہمارے مسجد کے پاس نہ آئے لیکن یہ نہیں کہا کہ وہ حرام ہے۔

باب (۲۹۶) وہ سبب جس کی بنا پر قوم تبع کا نام تبع پڑ گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو الحسن محمد بن عمرو بن علی بن عبد اللہ بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن احمد بن جبلہ واعظ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو القاسم عبد اللہ بن احمد بن عامر طائی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ تبع کا نام تبع کیوں رکھا گیا؟ تو آپ نے فرمایا وہ ایک غلام تھا اپنے آقا سے پہلے بادشاہ کے یہاں محرر (کاتب) تھا اور جب کوئی تحریر لکھتا تو لکھتا تھا کہ نام سے اس اللہ کے جس نے صبح اور ہوا کو پیدا کیا تو بادشاہ نے اس سے کہا کہ اب اگر کوئی تحریر لکھو تو ملک رعد کے نام سے شروع کرو تو اس محرر نے کہا نہیں میں تو اپنے اللہ کے نام ہی سے شروع کروں گا پھر اس کے بعد آپ جو کچھ بولیں گے وہ لکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ کہنا پسند آیا اور اسی بادشاہ کی بادشاہی اس محرر (کاتب) کو عطا کر دی اور لوگ اس کے تابع ہو گئے اس لئے اس کا نام تبع پڑ گیا۔

باب (۲۹۷) وہ سبب جس کی بنا پر وباء سے فرار کو منع کیا گیا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے آپ نے فرمایا کہ کہا مجھ علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبد اللہ سے انہوں نے ابن محبوب سے انہوں نے عاصم بن حمید سے انہوں نے علی بن مغیرہ سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک قوم ہے جو ایک شہر میں آباد ہے اور اب اس میں وباء سے موت واقع ہو رہی ہے تو کیا انہیں چاہیئے وہ وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا مگر ہم لوگوں تک تو یہ روایت پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات پر ایک قوم کو برا کہا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک قوم تھی جو دشمنوں کے سامنے سرحد پر رہتی تھی آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ وہ لوگ اپنی جگہ پر رہیں وہاں سے منتقل نہ ہوں۔ مگر جب ان میں وباء پھوٹی اور اس سے موت واقع ہونے لگی تو وہ لوگ اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے اور ان کا یہ منتقل ہونا گویا جنگ سے فرار تھا۔

(۲) ان ہی اسناد کے ساتھ ابن محبوب سے روایت ہے اور انہوں نے روایت کی جمیل بن صالح سے انہوں نے ابی مریم سے انہوں نے

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے قول خدا **وارسل علیھم طیرا ابابیل ترمیھم بحجارۃ من سجیل** اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے وہ ان پر پتھر کی کنکریاں پھینکتے تھے سورۂ فیل ۔ آیت نمبر ۳ ۔ ۴ کی تفسیر دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ ایک ایسے شہر کے رہنے والے تھے جو مشرق کی جانب سمندر کے کنارے یمامہ اور بحرین کے درمیان واقع تھا ۔ یہ لوگ راہ زنی اور دیگر برائیوں میں مبتلا تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سمندر کی طرف سے پرندے بھیجے جن کے سر درندوں کے سروں کی مانند اور جن کی آنکھیں درندوں کی آنکھوں کی مانند تھیں ہر پرندہ کے پاس تین کنکریاں دو نوں پنجوں میں اور ایک منقار کے اندر تھی ان پرندوں نے ان لوگوں پر کنکریاں مارنا شروع کردیں جس سے ان لوگوں کے جسم پر چیچک کے دانے ابھر آئے اور اسی میں وہ سب مرگئے اور اس کے پہلے لوگوں نے نہ کبھی ایسے پرندہ دیکھے تھے اور نہ چیچک کے دانے دیکھے تھے اور ان میں سے جو بچے وہ وہاں سے بھاگے یہاں تک کہ حضر موت پہنچے جو یمن کی ایک وادی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سیلاب بھیج دیا جس نے سب کو غرق کردیا اور اس سے قبل اس وادی میں پانی کہیں نظر نہیں آتا تھا اس لئے اس وادی کو حضر موت کہنے لگے اس بنا پر کہ ان لوگوں کی موت حاضر ہوئی تھی ۔

باب (۲۹۸) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ بندوں کی سزا کو مؤخر کردیتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے عمرکی سے انہوں نے علی بن جعفر سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے علی علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اہل زمین پر عذاب [illegible] کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو رکتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر زمین پر ایسے لوگ نہ ہوتے جو میرے جلال سے ڈرتے ہیں میری مسجدوں [illegible] اور سحر کے وقت طلب مغفرت کرتے ہیں تو میں اپنا عذاب ان پر نازل کردیتا

(۲) [illegible] مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد [illegible] انہوں علی بن حکم سے انہوں نے سیف بن عمیرہ سے انہوں نے سعد بن طریف سے انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے اس کا بیان ہے کہ [illegible] امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب اہل زمین گناہ کرتے ہیں اور برے برے کام کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ چاہے تو پورے اہل زمین [illegible] عذاب کردے اور ان میں سے کوئی ایک بھی نہ بچے مگر جب وہ بوڑھوں کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے نماز کے لئے جارہے ہیں اور بچوں کو دیکھتا ہے کہ قرآن پڑھ رہے ہیں تو اسے رحم آجاتا ہے اور وہ ان پر اپنا عذاب مؤخر کردیتا ہے ۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن جعفر نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے مسعدہ بن صدقہ سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے انہوں نے کہا کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ اس آبادی کے لوگ گناہوں کے ارتکاب میں حد سے بڑھ گئے ہیں [illegible] اس آبادی میں صرف چند افراد مومن ہیں تو اللہ تعالیٰ پوری آبادی کے لوگوں کو پکار کر کہتا ہے اے میری معصیت کرنے والوں اگر میرے جلال [illegible] والے میری مسجدوں اور میری زمین کو نمازوں سے آباد رکھنے والے اور میرے خوف سے سحر کے وقت استغفار کرنے والے نہ ہوتے تو میں تم سب پر اپنا عذاب نازل کردیتا اور کوئی پرواہ نہ کرتا ۔

(۴) [illegible] بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے محمد بن علی ہمدانی سے انہوں نے [illegible] ابی حمزہ سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تمام لوگ اس گھر پر حج کرنا چھوڑ دیں تو ان سب پر فوراً عذاب نازل ہو جائے اور کوئی مہلت نہ دی جائے ۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کچھ لوگوں سے گناہ سرزد ہوئے تو وہ خوف زدہ ہوئے اور ڈرے تو کچھ دوسرے لوگ ان کے پاس آئے اور پوچھا کیا بات ہے تم لوگ ڈر کیوں رہے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگوں سے بہت گناہ سرزد ہوئے ہیں ہمیں عذاب کا خوف ہے تو ان لوگوں نے کہا کہ تم لوگوں کی طرف سے ہم عذاب برداشت کرلیں گے جب اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی یہ جرات و جسارت دیکھی تو ان پر عذاب نازل کر دیا۔

(۶) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہارون بن مسلم نے انہوں نے روایت کی مسعدہ بن صدقہ سے انہوں نے جعفر بن محمد سے انہوں نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا اے لوگو اس جب قوم کے خاص لوگ اس طرح چھپ کر گناہ کرتے ہیں کہ عوام کو معلوم نہیں ہوتا تو خواص کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عوام پر عذاب نازل نہیں کرتا مگر جب خواص کھلم کھلا گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور عوام ان سے باز پرس نہیں کرتے تو عوام و خواص دونوں عذاب الٰہی کے مستوجب ہوتے ہیں۔

(۷) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد عاصمی اور علی بن محمد بن یعقوب عجلی نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین نے روایت کرتے ہوئے حضرت ابی الحسن موسیٰ رضا علیہ السلام کے غلام عباس بن علی سے انہوں نے کہا کہ اس نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ جب بندے ایسے ایسے گناہ ایجاد کرنے لگتے ہیں کہ اس سے پہلے ان گناہوں کو کوئی جانتا نہ تھا تو اللہ تعالیٰ بھی ان کو ایسی ایسی نئی بلاؤں میں مبتلا کر دیتا ہے کہ جس کو وہ پہچانتے بھی نہیں۔

باب (۲۹۹) وہ سبب جس کی بنا پر جو جنت میں جائے گا وہ ہمیشہ کے لئے اور جو جہنم میں جائے گا وہ بھی ہمیشہ کے لئے جائے گا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے روایت کرتے ہوئے سلیمان بن داؤد شاذ کونی سے انہوں نے احمد بن یونس سے انہوں نے ابی ہاشم سے انہوں نے کہا ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جنت اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل ہونے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اہل جہنم، جہنم میں ہمیشہ کے لئے اس لئے داخل ہوں گے کہ ان کی نیت یہی تھی کہ اگر وہ دنیا میں ہمیشہ رہیں گے تو تا ابد اللہ تعالیٰ کی معصیت کرتے رہیں گے۔ اور اہل جنت، جنت میں ہمیشہ کے لئے اس بنا پر داخل ہوں گے کہ ان کی نیت یہی تھی کہ اگر وہ دنیا میں ہمیشہ رہتے تو تا ابد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہیں گے پس اپنی اپنی نیتوں کی وجہ سے وہ بھی ہمیشہ کے لئے داخل ہوں گے اور وہ بھی ہمیشہ کے لئے داخل ہوں گے پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تلاوت فرمائی کہ **قل کل یعمل علی شاکلته** ((اے رسول) کہہ دو کہ ہر کوئی اپنے اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے) سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۸۴ پھر آپ نے فرمایا یعنی اپنی نیت پر۔

باب (۳۰۰) وہ سبب جس کی بنا پر مومن کا نام مومن رکھا گیا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے علی بن فضال سے انہوں نے مفضل بن عمر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے

کہ آپ نے فرمایا مومن کو مومن اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان رکھ کر اللہ کی پناہ اور امان میں رہتا ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہارون بن مسلم نے روایت کرتے ہوئے مسعدہ بن صدقہ سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص اپنے برادر مومن سے لطف و کرم کا ایک کلمہ کہے یا اس کی کوئی حاجت پوری کرے یا اس کے دکھ درد دور کرے تو اللہ کی رحمت ہمیشہ اس کے سر پر سایہ فگن رہے گی اور اس کی حاجات و ضروریات پر نگاہ رکھے گی، پھر آپ نے فرمایا کیا میں تم لوگوں کو بتادوں کہ مومن کیوں مومن کہتے ہیں؟ اس لئے کہ لوگ اپنی جان و مال کو اس کی طرف سے امن و امان میں سمجھتے ہیں (انہیں اس سے کوئی خطرہ نہیں ہوتا) کیا میں تم لوگوں کو بتاؤں کہ مسلم کون ہے؟ مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور جس کی زبان سے لوگ سلامت رہیں (کسی کو کوئی گزند نہ پہنچے) کیا میں تمہیں بتاؤں کہ مہاجر کون ہے؟ مہاجر وہ ہے جو تمام برائیوں سے اور تمام ان چیزوں سے جدائی اختیار کرے جس کو اللہ نے اس پر حرام کردی ہیں اور اگر کوئی شخص کسی مومن کو ذلیل کرنے کے لئے دھکا دے دے یا اس کے منہ پر ایک طمانچہ مار دے یا اس کے ساتھ کوئی ایسی حرکت کرے جو اسے ناپسند ہو تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے جب تک کہ یہ شخص اس مومن کو اس کا حق دے کر اسے راضی نہ کرلے اور توبہ نہ کرے اور اللہ سے مغفرت طلب نہ کرے لہذا تم لوگ کسی کے متعلق فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرو ہوسکتا ہے کہ وہ مومن ہو اور تم لوگوں کو اس کا علم نہ ہو تم لوگوں کو میانہ روی اور نرمی سے کام لینا چاہیئے اس لئے کہ جلد بازی شیاطین کا اسلحہ ہے اور اللہ تعالی کو میانہ روی اور نرمی سے زیادہ پسند کوئی شے نہیں ہے۔

باب (۳۰۱) وہ سبب جس کی بنا پر مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے

میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے حبیب بن حسین کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی الخطاب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن صبیح اسدی نے روایت کرتے ہوئے زید شحام سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ تو یہ بتائیں کہ نیت بھلا عمل سے بہتر کیسے ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا اس لئے کہ عمل کبھی کبھی لوگوں کے دکھاوے کے لئے بھی ہوتا ہے اور نیت (اس کا دکھاوا نہیں) یہ خالص رب عالمین کے لئے ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالی نیت پر اتنا عطا کرتا ہے کہ جتنا عمل پر نہیں کرتا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بندہ مومن ہی سے ارادہ کئے ہوئے تھا کہ نماز شب پڑھوں گا مگر اس پر نیند غالب آگئی اور سو گیا تو اللہ تعالی اس کے نامہ اعمال میں اس کی نماز شب لکھ دے گا۔ اور اس کی ہر سانس کو تسبیح سے منسوب کرے گا اور اس کی نیند کو صدقہ میں شمار کرے گا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عمران بن موسی نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی بن نعمان سے انہوں نے حسن بن حسین انصاری سے انہوں نے کسی شخص سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مرد مومن کی نیت اس کے عمل سے افضل ہے اس لئے کہ وہ اس خیر کی نیت کر رہا ہے جس کو وہ اب تک نہ پاسکا۔ اور کافر کی نیت اس کے عمل سے بری ہے اس لئے کہ وہ اس برائی کو حاصل کرنا چاہتا ہے جسے وہ اب تک نہیں پاسکا ہے۔

باب (۳۰۲) بیٹے کا مال باپ کے لئے حلال ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو خط تحریر فرمایا اس میں اس کا سبب بھی تحریر فرمایا کہ بیٹے کا مال باپ کے لئے حلال ہے بغیر اجازت استعمال کر سکتا ہے۔ لیکن لڑکے کے لئے بغیر اجازت حلال نہیں۔ اس لئے کہ لڑکا اپنے باپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عطیہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **یھب لمن یشاء اناثا و یھب لمن یشاء الذکور** (وہ جس کے لئے چاہتا ہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے لڑکے عطا کرتا ہے) سورۂ شوریٰ۔ آیت نمبر ۴۹ علاوہ بریں وہ اس کے نفقہ کا ذمہ دار ہے خواہ چھوٹا ہو یا خواہ بڑا پھر یہ بھی کہ وہ اسکی طرف منسوب ہوتا ہے اسی کی ولدیت سے پکارا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر کہ **ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ** (ان کو ان کے باپوں (کے نام) سے پکارو وہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے) سورۂ احزاب۔ آیت نمبر ۵ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اور تمہارا اسار اموال تمہارے باپ کے لئے ہے لیکن ماں کی حیثیت ایسی نہیں ہے کہ وہ لڑکے کے مال میں سے لڑکے یا اس کے باپ کی بغیر اجازت کچھ نہیں لے سکتی۔ اس لئے کہ ماں لپنے لڑکے کے نفقہ کی ذمہ دار نہیں ہے۔

باب (۳۰۳)

وہ سبب جس کی بنا پر لڑکے کی کنیز باپ کے لئے حرام اور لڑکی کی کنیز باپ کے لئے حلال ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے صالح بن عقبہ سے انہوں نے عروہ حناط سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ان جناب سے دریافت کیا کہ لڑکے کی کنیز خواہ لڑکا بالکل بچہ کیوں نہ ہو باپ کے لئے حرام ہے اور لڑکی کی کنیز باپ کے لئے حلال ہے یہ ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس لئے کہ لڑکی اپنی کنیز سے نکاح نہیں کر سکتی مگر لڑکا اپنی کنیز سے نکاح کر سکتا ہے اور تمہیں نہیں معلوم شاید اس نے اس سے نکاح کر لیا ہو اور لڑکے سے پوشیدہ رکھے اور لڑکا جب جوان ہو تو وہ اپنی اس کنیز سے نکاح کرلے اور اس کا بار گناہ باپ کی گردن پر پڑ جائے۔

اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں اسی طرح آیا ہے اور وہ صحیح ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ باپ لپنے بیٹے کی کنیز سے مباشرت نہ کرے خواہ اس کا لڑکا بالکل بچہ ہی کیوں نہ ہو مگر ایک صورت میں اس کے لئے جائز ہے کہ جبکہ لڑکے نے اپنی کنیز سے مباشرت نہ کی ہو اس لئے لڑکا اور اس کا مال اس کے باپ کا ہے ہاں اگر لڑکے نے کنیز سے مباشرت کرلی ہے تو باپ کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کنیز سے مباشرت کرے۔ مگر میرا فتویٰ یہ ہے کہ باپ کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ لڑکے کی کنیز سے مباشرت کرے۔

باب (۳۰۴) وہ سبب جس کی بنا پر طبیب (دل خوش کرنے والا) کو طبیب کہا جاتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے اور انہوں نے ان ہی اسناد سے اس روایت کو اوپر لے جاتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہنچایا کہ آپ نے فرمایا کہ پہلے طبیب کو معالج کہا جاتا تھا

تو حضرت موسیٰ بن عمران نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا اے میرے رب یہ بتا کہ بیماری کس کی طرف سے ہے اللہ تعالیٰ نے کہا میری طرف سے۔ انہوں نے پوچھا اور دوا کس کی طرف سے ہوتی ہے؟ فرمایا میری طرف سے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا پھر لوگ معالج سے کیوں رجوع کرتے ہیں ارشاد ہوا کہ لوگ اپنے دل کو خوش اور طبیب کرنے کے لئے ایسا کرتے ہیں اسی بنا پر طبیب کو طبیب کہا جانے لگا (یعنی دل کو خوش کرنے والا)

باب (۳۰۵) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو یوم وقت معلوم تک کی مہلت دے دی

میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن عطیہ سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے یہ کیوں کہہ دیا کہ جا تجھے یوم وقت معلوم تک کی مہلت دی **فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم** (بیشک تو ان میں سے ہے جنہیں ایک جانے بوجھے وقت کے دن تک مہلت دی گئی ہے) سورۂ حجر آیت نمبر ۳۷، ۳۸ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اس سے پہلے وہ اللہ کا شکر ادا کر چکا تھا اس کی جزا اللہ تعالیٰ کو دینی تھی میں نے عرض کیا وہ شکر کیسا؟ آپ نے فرمایا وہ آسمان پر دو رکعت نماز شکر دو ہزار سال یا چار ہزار سال تک ادا کرتا رہا ہے۔

۲۔ میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حسان سے انہوں نے علی بن عطیہ سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ابلیس آسمان پر اللہ تعالیٰ کی عبادت سات ہزار سال تک کرتا رہا دو رکعت کرکے اسی بنا پر اللہ نے اس کی اس عبادت کا ثواب یہ عطا کیا۔

باب (۳۰۶) وہ سبب جس کی بنا پر رجیم کو رجیم (دھتکارہ ہوا) کہا جاتا ہے

میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے اور انہوں نے حماد سے انہوں نے عیسیٰ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ رجیم کا نام رجیم کیوں رکھ دیا گیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ رجیم کیا جاتا ہے (دھتکارا جاتا ہے) میں نے عرض کیا جب وہ رجیم کیا جاتا ہے تو واپس ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں مگر وہ علم میں مرجوم (دھتکارا ہوا) ہو جاتا ہے۔

باب (۳۰۷) وہ سبب جس کی بنا پر خناس کا نام خناس کیوں پڑ گیا

میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ جناب سے خناس کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا ابلیس قلب کو نقصان پہنچاتا ہے لیکن جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو وہ اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹ جاتا ہے اس لئے اس کو خناس کہا جاتا ہے یعنی پیچھے ہٹنے والا۔

باب (۳۰۸) وہ سبب جس کی بنا پر محروم اور بد قسمت لوگوں سے میل ملاپ سے منع کیا گیا ہے

بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے

ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے عباس بن ولید سے انہوں نے صبیح سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ولید میرے لئے محروم اور بدقسمت لوگوں سے کوئی چیز نہ خرید اکرو اس لئے کہ اس میں کوئی برکت نہ ہوگی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے ظریف بن ناصح سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم لوگ میل ملاپ اور لین دین ان ہی لوگوں سے کرو جن کی نشوونما خیر و برکت میں ہوئی ہو۔

باب (۳۰۹) وہ سبب جس کی بنا پر آفت زدہ لوگوں سے لین دین اور معاملہ کرنا مکروہ ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ سے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے ان ہی اسناد کے ساتھ اس روایت کو مرفوع کیا ہے اور کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آفت زدہ لوگوں سے معاملہ کرنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ وہ لوگ ظالم ترین تھے ہیں۔(اور یہ عذاب اُن کے ظلم کے نتیجے میں نازل ہوا ہے)

باب (۳۱۰) وہ سبب جس کی بنا پر کردوں سے میل ملاپ کرنا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے اس سے جس نے ان سے یہ حدیث بیان کی اور اس نے ابی ربیع شامی سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے یہاں کردوں کی بہت سی قومیں ہے جو ہم لوگوں کے پاس خرید و فروخت کرنے کے لئے آتے ہیں اور ہم لوگ ان سے خرید و فروخت کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا اے ربیع ان لوگوں سے خلط ملط نہ کرو اس لئے کہ کرد جنوں کا ایک قبیلہ ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے پردہ اٹھالیا لہٰذا ان سے تمہارا خلط ملط ہونا ٹھیک نہیں ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن تیل نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے جعفر بن بشیر سے انہوں نے حفص سے انہوں نے اس سے جس نے ان سے بیان کیا اس نے ابی الربیع شامی سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اور کہا کہ ہم لوگوں کے یہاں ایک کرد قوم ہے جو ہم لوگوں کے پاس برابر آتے رہتے ہیں خرید و فروخت کے لئے تو کیا ہم لوگ ان سے خلط ملط ہوں؟ آپ نے فرمایا اے ابی ربیع ان سے خلط ملط نہ ہو اس لئے کہ کرد جن کی قوم میں سے ہیں اللہ نے ان سے پردہ اٹھالیا لہٰذا تم ان سے اختلاط نہ کرو۔

باب (۳۱۱) وہ سبب جس کی بنا پر پست اور کمینے لوگوں سے اختلاط کرنا مکروہ ہے

(۱) میرے والد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی یقطین سے انہوں نے حسن بن صباح سے انہوں نے عیسیٰ سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ پست اور کمینے لوگوں کے ساتھ خلط ملط ہونے سے پرہیز کرو اس لئے کہ پست و کمینہ کبھی خیر کی طرف مائل نہ ہوگا۔

باب (۳۱۲) وہ سبب جس کی بنا پر قرض لینا مکروہ ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابن مغیرہ سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم لوگ قرض سے پرہیز کرو کیونکہ اس سے رات میں فکر لاحق ہوتی ہے اور دن میں ذلت کا کھٹکا ہوتا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے عبداللہ بن میمون سے انہوں نے حضرت جعفر ابن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ جناب نے ارشاد فرمایا کہ قرض سے پرہیز کرو اس لئے کہ یہ دن میں ذلت اور رات میں فکر و پریشانی کا سبب ہے اس کو دنیا میں ادا کرنا ہے اور آخرت میں بھی۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے یوسف بن حارث سے انہوں نے عبداللہ بن یزید سے انہوں نے حیاۃ بن شریح سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سالم بن عیلان نے روایت کرتے ہوئے دراج سے انہوں نے ابی ہیثم سے انہوں نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کفر سے اور قرض سے تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ قرض کو کفر کے ہم پلہ سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے عباس ابن معروف سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے حنان بن سدیر سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہر گناہ کا کفارہ راہ خدا میں قتل ہونا ہے سوائے قرض کے اس لئے کہ سوائے ادا کئے اس کا کوئی کفارہ نہیں یا پھر اس کی طرف سے اس کا قرض ادا کر دیا جائے۔ یا جس کا قرض ہے وہ اس کے حق میں معاف کر دے۔

(۵) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ رازی نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی بن ابی عثمان سے انہوں نے حفص بن غیاث سے انہوں نے لیث سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عمر بن ابی سلمہ سے روایت کرتے ہوئے ابی ہریرہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب تک انسان کے اوپر قرض کا بوجھ ہے اس کی جان نہیں نکلتی اٹکی رہتی ہے۔

(۶) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے یہ محمد بن احمد سے انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے انہوں نے مرفوع کیا اس روایت کو ائمہ طاہرین میں سے کسی ایک کی طرف کہ ان جناب نے فرمایا کہ قیامت کے دن قرض دینے والا وحشت کی شکایت کرتا ہوا آئے گا تو اس کو قرض لینے والے کی نیکیوں میں سے کچھ نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی تو قرض دینے والے کے گناہوں میں سے کچھ گناہ قرض لینے والوں کو دے دی جائیں گی۔ اور روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص مر گیا اور اس پر دو درہم قرض تھے اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئی تو آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا اور یہ اس لئے کیا کہ لوگ قرض لینے میں بہت جری نہ ہو جائیں ورنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو ان پر قرض تھا۔

حضرت علی علیہ السلام قتل ہوئے تو ان پر قرض تھا۔ امام حسن علیہ السلام نے شہادت پائی تو ان پر قرض تھا اور حضرت امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو ان پر قرض تھا۔

(۷) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے کہ محمد بن احمد سے انہوں نے ابن عیسیٰ سے انہوں نے عثمان بن سعید سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالکریم ہمدانی نے روایت کرتے ہوئے ابی ثمامہ سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ پر قربان میرا ارادہ ہے کہ مکہ (حج کے لئے) جاؤں مگر مجھ پر ایک مرد مرجیہ کا قرض ہے۔ آپ کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا واپس جاؤ اپنا قرض ادا کرو اور اس بات پر نگاہ رکھو کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے ملو تو تم پر کوئی قرض نہ ہو اس لئے کہ مومن خیانت نہیں کرتا۔

(۸) ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے کہ محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ہیثم سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے ولید بن صبیح سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے معلی بن خنیس پر قرض کا دعویٰ کیا اور کہا کہ وہ میرا حق مار گئے آپ نے فرمایا تیرے حق کو اس نے مارا جس نے اس کو قتل کیا پھر آپ نے ولید سے کہا اٹھو اس شخص کے ساتھ جاؤ اور معلی بن خنیس کے قرض کو ادا کردو اس لئے کہ میں چاہتا ہوں کہ معلی بن خنیس کے جسم کو ٹھنڈک پہنچے اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ ان کا جسم ٹھنڈا ہے۔

(۹) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے سعدان سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن لیثی نے روایت کرتے ہوئے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آنکھوں کے درد سے زیادہ شدید کوئی درد نہیں اور قرض کی فکر سے زیادہ کوئی فکر نہیں۔

(۱۰) ان ہی اسناد کے ساتھ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علامت ہے زمین پر اور اللہ تعالیٰ جس بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اس کی گردن میں یہ علامت ڈال دیتا ہے۔

باب (۳۱۴) وہ سبب جس کی بنا پر قرض کی ادائیگی میں مکان اور خادم فروخت نہیں کیا جائے گا۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے ایک شخص سے اس نے حلبی سے اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قرض کی ادائیگی میں گھر اور خادمہ فروخت نہیں کی جائے گی اس لئے ایک مرد مسلم کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے لئے کوئی سایہ ہو جس میں سکونت رکھے اور کوئی خادم ہو جو اس کی خدمت کرے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ ابن ابی عمیر ایک بزاز (کپڑے کے تاجر) تھے۔ اور ان کے کسی شخص پر دس ہزار درہم تھے اتفاق یہ کہ ان کا سارا مال تباہ ہو گیا اور یہ فقیر و محتاج ہو گئے جب اس شخص کو جس پر ان کا قرض تھا یہ معلوم ہوا تو اس نے اپنا گھر دس ہزار درہم پر فروخت کر کے رقم لئے ہوئے ان کے پاس آیا دروازے پر دستک دی تو محمد بن ابی عمیر رحمہ اللہ نکلے اس شخص نے کہا یہ رقم جو مجھ پر آپ کا قرض تھا لے لیجئے۔ ابن ابی عمیر نے دریافت کیا تمہیں یہ رقم کہاں سے ہاتھ آئی۔ کیا کسی کی وراثت میں تم نے یہ رقم پائی ہے اس نے کہا نہیں۔ پوچھا کیا یہ رقم تم کو کسی نے بخشی ہے اس نے کہا نہیں بلکہ میں نے اپنا گھر فروخت کر دیا تاکہ قرض ادا کردوں۔ ابن ابی عمیر نے کہا ذریح محاربی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ قرض کی وجہ

سے کوئی شخص اپنے مسقط راس (جائے پیدائش) سے نہیں نکالا جائے گا۔ لہٰذا لو اٹھالے جاؤ مجھے اس رقم کی ضرورت نہیں خدا کی قسم اگرچہ میں اس وقت ایک درہم کے لئے بھی محتاج ہوں مگر تمہاری اس رقم سے میری ملکیت میں ایک درہم بھی داخل نہیں ہو سکتا۔

باب (۳۱۴) مکروہ پیشوں کے اسباب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے جعفر بن یحییٰ خزاعی سے انہوں نے یحییٰ بن ابی العلاء سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ جناب نے بتایا کہ میرے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے اس کا نام محمد نہیں رکھا۔ میں نے عرض کیا جی ہاں میں نے اس کا نام محمد ہی رکھا ہے۔ فرمایا تو پھر تم اپنے محمد کو نہ مارنا اور نہ اس کو برا بھلا کہنا اللہ نے اس کو تمہارے لئے تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے تمہاری زندگی میں اور تمہارے بعد یہ تمہارا خلف صدق ہوگا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے عرض کیا اچھا تو پھر میں اس کو کس پیشے میں ڈالوں؟ فرمایا تم اس کو پانچ طرح کے پیشوں سے بچاؤ اور جس پیشے میں چاہو ڈال دو۔ تم اس کو صراف نہ بنا اس لئے کہ صراف سود (ربا) سے نہیں بچ سکتا اور تم اس کو کفن فروش نہ بنانا اس لئے کہ کفن فروش جب وبائی امراض پھوٹتے ہیں تو وہ خوش ہوتا ہے اور اسے طعام فروش (نان بائی) نہ بنانا اس لئے کہ وہ احتکار (غلہ کی ذخیرہ اندوزی) سے نہیں بچ سکتا ہے اور اسے قصاب نہ بنانا اس لئے کہ اس کے قلب سے رحمت سلب ہو جاتی ہے وہ بے رحم ہو جاتا ہے اور تم اسے نخاس و بردہ فروش نہ بنانا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین انسان ہے وہ جو بردہ فروشی کرے تو میوں کی تجارت کرے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے عبیداللہ دھقان سے انہوں نے درست بن ابی منصور واسطی سے انہوں نے ابراہیم بن عبدالحمید سے انہوں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنے اس لڑکے کو لکھنا پڑھنا سکھایا ہے اس کو کس کام میں لگاؤں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ تیرے باپ کو جزائے خیر دے پانچ کاموں کو چھوڑ کر جس کام میں چاہے لگا۔ اس کو سناء اور سنار اور قصاب اور غلہ فروش اور بردہ فروش نہ بنانا۔ اس شخص نے پوچھا یا رسول اللہؐ سناء کیا؟ فرمایا کفن فروش جو میری امت کی موت کی تمنا رکھتا ہے۔ میری امت کا ایک نومولود بھی میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے زیادہ پسندیدہ ہے جن پر آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ سنار تو یہ میری امت کو مقروض کرنے کی ترکیب کرتا ہے۔ اور قصاب اس لئے کہ ذبح کرتے کرتے اس کے دل سے رحم نکل جاتا ہے اور حناط (غلہ فروش) یہ ہماری امت کے ہاتھ گرانی سے بیچنے کے لئے غلہ کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے اور کسی بندے کا چور بن کر اللہ سے ملاقات کرنا ہے میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے نسبت اس کے کہ کوئی بندہ گراں فروخت کرنے کے لئے چالیس دن تک غلہ اپنے یہاں جمع کئے ہوئے ہو اور نخاس یعنی بردہ فروش تو اس کے متعلق میرے پاس جبرئیل آئے اور انہوں نے کہا کہ اے محمدؐ تمہاری امت میں بدترین شخص وہ ہے جو آدمیوں کی خرید و فروخت کا پیشہ کرتا ہے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے محمد بن یحییٰ خزاز سے انہوں نے طلحہ بن زید سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری خالہ کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوا تو اس نے انہیں ہدایت کی کہ وہ اسے حجام یا قصاب یا سنار نہ بنائیں۔

باب (۳۱۵) وہ سبب جس کی بنا پر عامہ جو کچھ کہتے ہیں اس کے خلاف اختیار کرنا واجب ہے

(۱) مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے ابی اسحاق ارجانی سے انہوں نے اس روایت کو مرفوع کیا اور کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ تم لوگوں کو یہ کیوں حکم دیا گیا کہ عامہ جو کچھ کہتے ہوں اس کے خلاف امر اختیار کرو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے نہیں معلوم آپ نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام اللہ کے دین کے احکامات جو بھی بتاتے امت اس کے خلاف عمل کرتی تاکہ ان کی حکومت نہ رہے اور امیر المومنین علیہ السلام سے ان مسائل کو پوچھا کرتے جو انہیں معلوم نہ ہوتے اور جب امیر المومنین ان کو حکم شرعی بتاتے تو اپنی طرف سے اس حکم کے ضد فتویٰ جاری کرتے تاکہ لوگ التباس (شبہ) میں پڑ جائیں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے جعفر بن علی نے روایت کرتے ہوئے علی بن عبداللہ سے انہوں نے معاذ سے روایت کی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جب میں اپنی مجلس میں بیٹھتا ہوں تو لوگ میرے پاس مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آتے ہیں جب میں محسوس کر لیتا ہوں کہ یہ آپ لوگوں کا مخالف ہے تو میں اس کو آپ کے اغیار کا مسئلہ بتا دیتا ہوں اور جب محسوس کرتا ہوں کہ یہ شخص آپ لوگوں کے قول پر اعتقاد رکھتا ہے تو آپ لوگوں کا مسئلہ بتا دیتا ہوں اور اگر کوئی شخص ایسا آتا ہے کہ میں محسوس نہیں کر پاتا کہ یہ آپ لوگوں کا مخالف ہے یا موافق تو اس کو اس مسئلہ میں آپ لوگوں کا قول اور آپ کے اغیار کا قول بتاتا ہوں کہ وہ ان دونوں میں سے جو قول چاہے اختیار کرے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اللہ تم پر رحم کرے ایسا ہی کیا کرو۔

(۳) مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے عمرو بن ابی مقدام سے انہوں نے علی بن الحسین سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جب ظالم حکمرانوں کی حکومت میں ہو تو ان کے احکام پر چلو اور خود کو شہرت نہ دو ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے اور تم نے اُن کے احکام پر عمل کیا تو یہ تم لوگوں کے لئے بہتر ہو گا۔

(۴) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے علی بن اسباط سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب یعنی حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ کبھی کبھی میرے لئے ایسا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ بغیر اس کو معلوم کئے چارہ نہیں ہوتا مگر جس شہر میں جاتا ہوں اس میں آپ کے دوست داروں میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس سے میں فتویٰ لوں۔ آپ نے فرمایا ایسے موقع پر تم فقیہ شہر کے پاس جاؤ اور اس سے مسئلہ پوچھو اور وہ تم کو جو فتویٰ دے اس کے خلاف عمل کرو اس لئے کہ اس کے خلاف ہی میں حق ہو گا

باب (۳۱۶) پردہ دری کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے عبداللہ ابن عبدالرحمن اصم بصری سے انہوں نے عبداللہ بن مسکان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اور انہوں نے پہنچایا اس حدیث کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام تک کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد کیا کہ ہر بندے کے اوپر چالیس پردے پڑے رہتے ہیں جب تک کہ وہ چالیس گناہان کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے اور جب وہ چالیس گناہان کبیرہ کا ارتکاب کر لیتا ہے تو اس پر کے سارے پردے ہٹ جاتے ہیں اور وہ فرشتے جو اس کے ساتھ حفاظت کے لئے مقرر ہیں کہتے ہیں کہ پروردگار اس بندے کے اوپر سے تو سارے پردے اٹھ گئے تو اللہ تعالیٰ ان پر وحی کرتا ہے (اگر میرے اس بندے کا پردہ چاک ہو رہا ہے تو) تم لوگ اپنے پروں سے پردہ کرو پس ملائکہ اپنے پروں سے اس کا پردہ کرتے ہیں اور اب وہ بندہ کوئی گناہ ایسا نہیں چھوڑتا جس کا وہ ارتکاب نہ کرے یہاں تک کہ اس کے افعال

قبضہ پر لوگ اس کی مدح سرائی کرنے لگتے ہیں تو پھر ملائکہ بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں پروردگار یہ بندہ تو کوئی گناہ چھوڑتا ہی نہیں اور اب تو اس کے کرتوتوں کو دیکھ کر ہم لوگوں کو بھی شرم آنے لگی ہے تو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اچھا تم لوگ اپنے پروبازو اس پر سے اٹھالو۔ پس اگر وہ ہمارے اہلبیت کے بغض میں ماخوذ ہے تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کی طرف سے اس پر سے پردے اٹھالیتا ہے اور زمین کی طرف اس کے اوپر پردہ ڈالے رہتا ہے تو ملائکہ کہتے ہیں پروردگار اب تو یہ بندہ بالکل بے پردہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی فرماتا ہے کہ اگر مجھے اس سے کوئی غرض وابستہ ہوتی تو میں تم لوگوں سے ہرگز نہ کہتا کہ اپنے پروبازوؤں کا پردہ اس پر سے اٹھالو۔

باب (۳۱۷) مٹی کھانے سے منع کرنے کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی سے انہوں نے ہشام بن حکم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اس لئے ان کی ذریت پر مٹی کا کھانا حرام کر دیا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے احمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابو یحییٰ واسطی سے انہوں نے ایک شخص سے اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ مٹی کھانا اسی طرح حرام ہے جس طرح سور کا گوشت۔ اور جو شخص اسے کھائے اور اسی میں مرجائے تو پھر اب اس کو قبر کی مٹی ہی ملے گی۔ اور جو شخص اس کو کسی خواہش سے کھائے تو اس سے اس کو شفا نہ ہوگی۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمۃ اللہ نے انہوں نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے ابن محبوب سے انہوں نے ابراہیم بن مہزم سے انہوں نے طلحہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مٹی کھانے میں منہمک ہے تو اپنا خون کرنے میں وہ خود شریک ہے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے علی بن حسان ہاشمی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالرحمن بن کثیر نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے روایت کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے کوفہ کی مٹی کھائی اس نے بہت سے لوگوں کے گوشت کھائے اس لئے کہ کوفہ پہلے ایک جنگل تھا پھر بعد میں اس کے گرد قبرستان ہو گیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو مٹی کھائے وہ ملعون ہے۔

(۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے اسماعیل بن محمد بن ابی زیاد سے انہوں نے اپنے جد زیاد سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ وسوسہ اور شیطان کے جال میں پھنسنے کا ایک کام یہ بھی ہے کہ انسان مٹی کھانے لگے۔ اور مٹی کھانا جسم میں امراض پیدا کرتا ہے اور مرض کو برانگیختہ کرتا ہے۔ جو شخص مٹی کھاتا ہے اس کی پہلے جیسی قوت باقی نہیں رہ جاتی اور کارکردگی میں ضعف پیدا ہوتا ہے اور اس کا حساب ضعیف و قوی دونوں کے درمیان ہو گا اور اس پر عذاب ہو گا۔

(نوٹ) میں نے جس قدر روایتیں اس مضمون کی نقل کی ہیں وہ کتاب عقاب الاعمال کی باب مناہی سے تحریر کی ہیں۔

باب (۳۱۸) وہ سبب جس کی بنا پر ریحان اور انار کی لکڑی سے خلال کرنا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے درست واسطی سے انہوں نے ابراہیم بن عبدالحمید سے انہوں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نہ ریحان کی لکڑی سے خلال کرو اور نہ انار کی لکڑی سے اس لئے کہ یہ جذام کی رگوں کو ہیجان میں لاتی ہیں۔

باب (۳۱۹) وہ سبب جس کی بنا پر نرم اور چکنے جوتے پہننا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے روایت کرتے ہوئے قاسم بن یحیی سے انہوں نے ان کے جد حسن بن راشد سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہاالسلام سے روایت کی ہے کہ ان کا ارشاد ہے کہ مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے میرے جد نامدار سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام سے اور انہوں نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نرم اور چکنے جوتے نہ پہنو اس لئے کہ ایسا جوتا فرعون کا ہے اور اسی نے سب سے پہلے نرم اور چکنا جوتا اختیار کیا تھا۔

باب (۳۲۰) وہ سبب جس کی بنا پر اگر کسی عورت سے کوئی کمسن بچہ زنا کرے تو عورت اگرچہ شوہردار کیوں نہ ہو اس عورت کو سنگسار نہیں کیا جائے گا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ہیثم بن ابی مسروق ہندی سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ایوب سے انہوں نے سلیمان بن خالد سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ان جناب سے دریافت کیا گیا کہ ایک لڑکا جس کا سن ابھی دس سال کا بھی نہیں ہے اس نے ایک عورت سے زنا کیا آپ نے فرمایا اس لڑکے پر آدھی اور اس عورت پر پوری حد جاری کی جائے گی عرض کیا گیا اور اگر وہ عورت شوہردار ہو فرمایا کہ اس کو سنگسار نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس نے ایسے سے زنا کرایا ہے جو ابھی حد بلوغ تک نہیں پہنچا تھا اگر وہ حد بلوغ تک پہنچا ہوتا تو اس عورت کو سنگسار کردیا جاتا۔

باب (۳۲۱) وہ سبب جس کی بنا پر مستکرہ و مجبور عورت کو متہم کرنے والے کو کوڑے لگائے جائیں گے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے اور انہوں نے اس روایت کو مرفوع کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی ماں کی کنیز سے مجامعت کی اور اس کے بچہ پیدا ہو گیا تو اس نے اس کے بچہ سے انکار کردیا اور اسے متہم کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس متہم کرنے والے کو حد جاری کی جائے گی اس لئے کہ وہ کنیز بے چاری مجبور تھی۔

باب (۳۲۲) وہ سبب جس کی بنا پر لڑکا جس کو ابھی احتلام نہیں ہوا ہے اس پر اگر اتہام لگایا جائے تو اسے کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے قاسم بن سلیمان سے انہوں نے ابی مریم انصاری سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک لڑکا جس کو ابھی احتلام ہی نہیں ہوا اگر کوئی شخص اس پر اتہام لگائے تو کیا اس کو کوڑے لگائے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں اور یہ کہ اگر لڑکا ہی کسی شخص پر اتہام لگائے تو اس کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔

(۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے نضر ابن سوید سے انہوں نے عاصم بن حمید سے انہوں نے ابی بصیر سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس نے کم سن کنیز پر اتہام لگا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس پر کوڑے نہیں لگائے جائیں گے جب تک کہ وہ بلوغ کو نہ پہنچی ہو۔ یا قریب بلوغ نہ ہو۔

باب (۳۲۳) وہ سبب جس کی بنا پر اگر کوئی شخص مار پڑنے پر چوری کا اقرار کرے تو جب تک اس کے پاس چوری کا مال برآمد نہ ہوسکے اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے نضر ابن سوید و محمد بن خالد سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے ان سب نے روایت کی ہشام بن سالم سے انہوں نے سلیمان بن خالد سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس نے کسی کا کوئی مال چوری کیا اور اس نے چوری سے انکار کر دیا مگر جب اس پر مار پڑی تو وہ چوری کا مال نکال کر لایا کیا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ لیکن اگر اس نے اعتراف کیا اور وہ مال نکال کر نہیں لایا اس کے پاس مال برآمد نہیں ہوا تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے اس لئے کہ اس نے صرف مار پٹائی کی وجہ سے اعتراف کیا ہے۔

باب (۳۲۴) وہ سبب جس کی بنا پر اگر کوئی اجرت پر رکھا ہوا ملازم یا مہمان چوری کرے تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی اجیر (اجرت پر رکھا ہوا ملازم) یا مہمان چوری کرے تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے اس لئے کہ وہ دونوں امانت دار بنا دیے گئے تھے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے سماعہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے آپ جناب سے سوال کیا ایک شخص نے کسی کو اجرت پر ملازم رکھا اور وہ ملازم اس کا مال لے بھاگا؟ آپ نے فرمایا (وہ چور نہیں) اس کو امین بنادیا گیا تھا پھر آپ نے فرمایا کہ ملازم اور مہمان امانت دار بنائے جاتے ہیں ان دونوں پر سرقہ کی حد جاری نہ ہوگی۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے علی رئاب سے انہوں محمد بن قیس سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مہمان اگر چوری کرے تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے اگر وہ مہمان دوسرے شخص کو اپنے پاس مہمان رکھ لے اور وہ مہمان کا مہمان چوری کرے تو اس مہمان کے مہمان کا ہاتھ کاٹ دیا جائیگا۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزند احمد اور عبداللہ سے روایت کرتے ہوئے ابن ابی عمیر سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے ایک شخص کو اجرت اور تنخواہ پر ملازم رکھا اور اس کو اپنے مال کا چوکیدار بنایا مگر اس چوکیدار نے اس کے مال سے چوری کرلی؟ آپ نے فرمایا کہ وہ چوکیدار امانت دار بنادیا گیا تھا نیز اس مسئلہ کے متعلق فرمایا کہ ایک آدمی کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ فلاں شخص نے آپ کے پاس ہم کو بھیجا ہے کہ آپ اس کو فلاں فلاں مال بھیج دیں۔ اس آدمی نے اس شخص کو سچا سمجھ کر وہ مال اس کے حوالہ کردیا کچھ دن بعد اس آدمی کی ملاقات اس شخص سے ہوئی اور اس نے کہا کہ آپ نے فلاں دو اشخاص کو میرے پاس بھیجا تھا اور اس کے ہاتھ میں نے فلاں مال بھیجا تھا۔ اس شخص نے کہا میں نے تو کسی آدمی کو نہیں بھیجا تھا اور نہ اس نے کوئی مال مجھے پہنچایا خود فرستادہ کا دعویٰ ہے کہ اس نے اس کو مال لانے کے لئے بھیجا ہے اور آپ نے اس کو مال حوالہ کردیا آپ نے فرمایا اگر ثابت ہوجائے کہ اس نے اس کو نہیں بھیجا تھا اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرستادہ خود اس امر کا اقرار کرے کہ اس کو کسی نے نہیں بھیجا تھا اور اگر اس کے پاس عدم فرستادگی کا ثبوت نہ ہو تو وہ اللہ کی قسم کھائے کہ اس نے اس کو نہیں بھیجا تھا اس فرستادہ سے اس دوسرے شخص کا مال پورا کردیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اس فرستادہ کو کسی ضرورت نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا ہو تو اس کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے اس شخص کا مال چرایا ہے۔

باب (۳۲۵) وہ سبب جس کی بناء پر چور کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے زیادہ کاٹنے کا حکم نہیں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے عاصم بن حمید سے انہوں نے محمد بن قیس سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے چور کے متعلق فیصلہ فرمایا کہ اگر کوئی چوری کرے تو اس کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور دوبارہ چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے اور اب اگر اس کے بعد تیسری مرتبہ بھی چوری کرے تو اس کو قید میں ڈال دیا جائے اس کا داہنا پاؤں چھوڑ دیا جائے تاکہ اس کے سہارے وہ پاخانہ پیشاب کے لئے جاسکے اور بایاں ہاتھ چھوڑ دیا جائے تاکہ اس کے ذریعہ وہ آب دست لے سے اور استنجا کرسکے اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ اس کے بندے کو اس طرح چھوڑا جائے کہ وہ کچھ نہ کرسکے بس اس کو قید میں ڈال دیا جائے تاکہ وہ اسی میں مرجائے۔ نیز فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی چور کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کاٹنے کے بعد پھر کچھ نہیں کاٹا۔

(۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے حسین بن سعید سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام چور کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں سے زیادہ نہیں کاٹتے تھے اور فرمایا کرتے کہ مجھے اپنے رب سے شرم آتی ہے کہ میں اس کے بندے کو اس حالت میں چھوڑ دوں کہ وہ استنجا اور طہارت بھی نہ کر سکے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے دریافت کیا اور اگر وہ ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کے کاٹنے کے بعد چوری کرے؟ آپ نے فرمایا پھر اسے قید خانہ میں ڈال دیا جائے گا تاکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔

(۳) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے حسین بن سعید سے انہوں نے روایت کی نضر بن سوید سے انہوں نے قاسم بن سلیمان سے انہوں نے عبید بن زرارہ سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا حضرت علی علیہ السلام نے اہل حدود میں سے کسی کو قید میں ڈال دیا؟ فرمایا نہیں سوائے سارق (چور) کے اور وہ بھی تیسری بار چوری کرنے پر جبکہ پہلی اور دوسری چوری پر اس کے ہاتھ اور پاؤں کٹ چکے ہوتے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے سماعہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ ان جناب سے اس چور کے متعلق سوال کیا جس کے ہاتھ (چوری کی سزا میں) کاٹے جا چکے ہیں تو آپ نے فرمایا ہاتھ کے بعد اب اس کے پاؤں کاٹے جائیں اور اگر پھر اس کے بعد اس نے تیسری مرتبہ چوری کی تو اس کو قید خانہ میں محبوس کر دیا جائے گا اور اس کا خرچہ مسلمانوں کے بیت المال سے دیا جائے گا۔

(۵) اور اسی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے حسین بن سعید سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے حضرت ابی ابراہیم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے مگر اس کا انگوٹھا اور ہتھیلی چھوڑ دی جائے گی اور اس کے پاؤں کاٹنے کے موقع پر اگلا حصہ کاٹا جائے گا پچھلا حصہ چھوڑ دیا جائے گا تاکہ وہ اس پر چل پھر سکے۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ابن سنان سے انہوں نے حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا گیا کہ جس کا داہنا یا بایاں ہاتھ مشلول ہے اور اس نے چوری کی تو آپ نے فرمایا ہر حال میں اس کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

(۷) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے حسن بن محبوب سے انہوں نے علاء سے انہوں نے محمد بن مسلم اور علی ابن رئاب سے انہوں نے زرارہ سے اور ان سب نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس کا داہنا ہاتھ مشلول ہے اور اس نے چوری کی تو اس کا بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔ اور اس کے بعد اگر اس نے تیسری بار چوری کی تو اس کو تاعمر قید میں رکھ دیا جائے گا اور اس کا کھانا بیت المال سے جاری کر دیا جائے گا تاکہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔

(۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے سماعہ سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس کچھ ایسے لوگ لائے گئے جنہوں نے چوری کی تھی تو آپ نے ان سب کے ہاتھ کاٹ دیئے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ان کے اعضاء (بدن) سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جہنم میں پہنچ جائیں گے مگر تم لوگوں نے توبہ کر لی تو ان کو کھینچ

کر بچالو گے اور اگر تو بہ نہ کی تو وہ تم کو بھی کھینچ لے جائیں گے۔

باب (۳۲۶) مختلف شرعی سزائیں اور ان کے اسباب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے فضالہ سے انہوں نے موسیٰ بن بکیر سے انہوں نے علی بن سعید سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا کہ اس نے ایک گدھا کرایہ پر لیا اور اس پر سوار ہو کر بزاز یعنی پارچہ فروشوں کے پاس گیا اور وہاں سے ایک دو کپڑے لئے اور گدھے کو وہیں چھوڑ کر چلا آیا آپ نے فرمایا گدھا تو اس کے مالک کو دیدیا جائے گا اور جو کپڑے لے کر چلتا بنا ہے اس کی تلاش کی جائے گی اور وہ ملا تو اس کے ہاتھ کٹنے کی سزا نہیں ہے بلکہ یہ خیانت ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی علی سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے ابی بصیر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ان جناب کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی مملوک پر افترا و اتہام لگائے اسلام کی حرمت کے لئے اس کو تعزیر کرو۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے اسحاق بن عریز سے انہوں نے سدیر سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے بارے میں جس نے کسی جانور سے بد فعلی کی تو آپ نے فرمایا اس کو کوڑے لگائے جائیں گے مگر حد شرعی سے کم اور وہ شخص جانور کی اس کے مالک کو قیمت ادا کرے گا اس لئے کہ اس نے اس کو خراب کر دیا اور وہ جانور ذبح کر دیا جائے گا اور اس کا گوشت جلایا یا دفن کر دیا جائے گا اگر وہ ان جانوروں میں سے ہے جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اگر وہ ایسا جانور ہے جس کی پشت پر سوار ہوا جاتا ہے تو اس سے اس کی قیمت لی جائے گی اور اسے کوڑے لگائے جائیں گے مگر حد شرعی سے کم اور اس جانور کو اس شہر سے نکال کر کسی دوسرے شہر میں بیچ دیا جائے گا جہاں اسے کوئی پہچان نہ سکے اور وہاں اس کو فروخت کر دیا جائے گا تا کہ وہاں اس جانور کو کوئی عیب لگانے والا نہ ہو۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباس بن معروف نے روایت کرتے ہوئے علی بن مہزیار سے انہوں نے محمد بن یحییٰ سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ اسلام سے عرض کیا کہ تعزیر کا کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا کہ تعزیر حد سے کم ہوتی ہے میں نے عرض کیا یعنی اسی (۸۰) سے کم؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ چالیس سے کم اس لئے کہ چالیس بھی مملوک کے لئے حد شرعی ہے۔ میں نے عرض کیا پھر تعزیر میں کتنے کوڑے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا حاکم اس شخص کے جرم کو اور اس کی قوت جسم کو دیکھتے ہوئے جس قدر مناسب سمجھے گا سزا دیگا۔

(۵) اور ان ہی اسناد کے ساتھ محمد بن مسلم سے روایت کی گئی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ جناب سے شرابی کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا جب کوئی ایسا شرابی آتا ہے کہ اس سے یہ اتفاقیہ لغزش ہو گئی تو میں اس کی تعزیر معمولی کر دیتا ہوں اور یہ شراب کا عادی ہو رہا ہے تو اس کو سخت سزا دیتا ہوں اس لئے کہ یہ کہیں سارے محرمات کو اپنے لئے حلال نہ کرلے اور اگر لوگ بے سزا کے چھوڑ دیے جائیں تو تباہ ہو جائیں گے۔

(۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے روایت کرتے ہوئے اسحاق بن عمار سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا کہ جس نے شراب کی تلچھٹ سے صرف ایک گھونٹ پی لیا۔ آپ نے فرمایا

اسی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے خواہ کم ہو یا زیادہ سب حرام ہے۔

(۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب کے سامنے قدامہ بن مظعون پیش کئے گئے کہ انہوں نے شراب پی ہے اور اس پر گواہ و شاہد گزر گئے۔ تو انہوں نے حضرت علیؑ سے دریافت کیا درآپ نے حکم دیا کہ اس کو اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ۔ قدامہ نے کہا یا امیرالمومنین مجھ پر ایک کوڑا بھی نہیں لگنا چاہیے۔ میں اس آیت کے ذیل میں آتا ہوں **لیس علی الذین امنوا وعملوا الصالحات فیما طعموا** (جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے ان پر جو کچھ وہ کھا پی چکے کچھ گناہ نہیں ہے) سورۃ مائدہ ۹۳ اور اس نے پوری آیت پڑھی۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے کہ جو کچھ وہ کھائیں وہ ان کے لئے حلال ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ شرابی جب شراب پیتا ہے تو اس کو کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا کھا رہا ہے اور کیا کر رہا ہے اس لئے اس کو اسی (80) کوڑے لگاؤ۔

(۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے زرارہ سے روایت کرتے ہوئے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا اور ان لوگوں سے بھی سنا جو یہ کہتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کہا کہ جب کوئی شخص شراب پیتا ہے تو نشہ میں آتا ہے ہذیان بکنے لگتا ہے اور جب ہذیان بکتا ہے تو افترا اور بہتان لگانے لگتا ہے جب ایسا کرے تو اس پر مفتری کی حد اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا نبیذ اور دیگر شراب پی کر نشہ میں آجائے تو اس کو اسی (۸۰) کوڑے لگاؤ۔

(۹) اور اسی سند کے ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک سے روایت کی ہے کہ آپ نے بیان کیا حضرت علی علیہ السلام خمر اور نبیذ پینے والے کو اسی (۸۰) کوڑے مارتے تھے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام یہودی ہو یا نصرانی اور فرمایا کہ ان کو یہ حق نہیں کہ اپنی شراب نوشی کو ظاہر کریں یہ حق تو ان لوگوں کے گھروں میں ہے۔ یہ کہا کہ میں نے آپ جناب کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرمایا کرتے کہ جو شخص شراب پئے اسے کوڑے لگاؤ اگر دوبارہ پئے تو اسے پھر کوڑے لگاؤ اور اگر تیسری مرتبہ پئے تو اسے قتل کردو۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن جعفر حمیری سے انہوں نے مسعدہ بن صدقہ سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری ایک کنیز ہے اس نے شراب پی کیا آپ کی رائے ہے کہ میں اس پر حد جاری کروں؟ آپ نے فرمایا ہوں بلکہ یہ کام اس نے پردے میں اور بادشاہ کے محل میں کیا ہے۔

(۱۱) اور روایت کی گئی ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی آزاد و شوہردار پر اتہام لگانے والے کے متعلق آپ نے فرمایا کہ اس پر اسی کوڑے لگائے جائیں گے اس لئے کہ اس نے بھی اس عورت کے حق پر کوڑے لگائے ہیں۔

(۱۲) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کی علی بن ابراہیم سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابی الحسن حذاء سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا کہ تم نے اپنے فلاں قرض دار کا کیا کیا میں نے کہا وہ زانیہ کی اولاد یہ سن کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے میری طرف غضب آلود نگاہ سے دیکھا۔ تو میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان وہ مجوسی ہے وہ لوگ تو اپنی ماں اور اپنی بہن سے بھی نکاح کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا ان کے دین میں یہ نکاح نہیں مانا جاتا۔

(۱۳) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کی ہے سعد بن عبداللہ سے اور انہوں نے اس روایت کو مرفوع کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی بوڑھا اور بوڑھیا زنا کریں تو ان دونوں کو سنگسار کردو اس لئے کہ یہ دونوں تو اپنی شہوتیں پوری کرچکے ہیں اور زنائے محصنہ کرنے والے مرد و عورت کو رجم کیا جائے گا۔

(۱۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے روایت کرتے ہوئے حسن بن حسن بن ابان سے اور انہوں نے روایت کرتے ہوئے اسماعیل بن خالد سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ قرآن میں رجم کا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور فرمایا اگر بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت بھی زنا کرے تو ان کو بھی رجم کرو اس لئے کہ وہ دونوں شہوت پوری کر چکے۔

(۱۵) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے حسن بن کثیر سے انہوں نے اپنے باپ سے اس کا بیان ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام شراحہ ہمدانیہ کو رجم کرنے کے لئے نکلے تو اتنا زبردست اژدحام تھا کہ جیسے معلوم ہوتا کہ ایک دوسرے کو قتل کر دیگا جب آپ نے یہ حال دیکھا تو کہا اس کو واپس پہنچاؤ۔ پھر جب اژدحام کم ہوا تو اسے نکالا گیا اور جہاں رجم کرنا تھا وہاں کا دروازہ بند کر دیا گیا اور لوگوں نے اس کو سنگسار کیا اور وہ مر گئی تو حکم دیا کہ اب دروازہ کھول دو دروازہ کھلا تو جو بھی اندر داخل ہوتا وہ اس پر لعنت کرتا جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کی طرف سے اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ لوگو اب اس کی طرف سے ×× اپنی زبان بند کر لو اس لئے کہ حد جاری ہونے کے بعد یہی حد اس کے گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہے جیسا کہ قرض ادا کر دیا تو پھر قرض نہیں رہ جاتا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس اعلان کے بعد خدا کی قسم کوئی لب اس کے لئے متحرک نہیں ہوا۔

(۱۶) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ بیان کیا کرتے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک ایسے مرد کے متعلق فیصلہ کیا جس نے کسی دوسرے مرد کی زوجہ سے نکاح کر لیا تھا کہ اس عورت کو سنگسار کیا جائے گا اور اس مرد کو کوڑے لگائے جائیں گے اور پھر اس مرد سے خطاب کر کے کہا اگر میں جانتا ×× کہ تو جانتا تھا کہ یہ عورت شوہر دار ہے تو میں تیرا سر پتھر سے کچل دیتا۔

(۱۷) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا حضرت امیر المومنین کا ارشاد گرامی ہے کہ کوئی مرد اور کوئی عورت اس وقت تک سنگسار نہیں کیا جائے گا جب تک کہ ان دونوں کے متعلق چار گواہ پیش نہ ہوں اس لئے کہ مجھے ڈر ہو گا کہ اگر چار گواہوں میں سے کوئی بھی منحرف ہو گیا تو مجھے (اتہام کی سزا میں) کوڑے لگائے جائیں گے۔

(۱۸) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ سب سے پہلے امراء کو سزا دینا حلال ہوا اس تہمت اور اتہام کی وجہ سے جو انس ابن مالک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتہام لگایا کہ آپ نے ایک شخص کے بچھونے پر لیٹ کر تھوک دیا اس وقت سے امراء کو بھی سزا دینا حلال ہو گیا۔

(۱۹) میرے والد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ علی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ایک شخص کو ایک عورت کے ساتھ ایک گھر میں پایا تو اس کو ایک یا دو کم سو کوڑے لگائے راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا بغیر ثبوت کے؟ تو آپ نے فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اب اسے چھوڑ دو اگر ثبوت ہوتا تو پورے سو کوڑے لگاتا۔

باب (۳۲۷) وہ سبب جس کی بناء پر اہل ذمہ کے ساتھ کوئی معاہدہ و معاقلہ نہیں ہوتا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ابی ولاد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اہل ذمہ اگر کسی کو قتل کر دیں یا کسی کو زخمی کر دیں تو اس کے متعلق ان سے کوئی معاہدہ و معاقلہ نہیں ہوتا بلکہ اس کا تاوان ان کے مال سے لیا جائے گا اور اگر ان کے پاس کوئی مال نہیں ہے تو اس کا تاوان امام المسلمین ادا کرے گا اس لئے کہ وہ امام المسلمین کو جزیہ اسی طرح ادا کرتے ہیں جس طرح ایک غلام کاتب اپنے

مالک کو رقم ادا کرتا رہتا ہے آپ نے فرمایا کہ اور یہ اہل ذمہ درحقیقت امام مملوک اور غلام ہیں پس ان میں سے جو اسلام لاتا ہے وہ آزاد ہو جاتا ہے۔

باب (۳۲۸) وہ سبب جس کی بناء پر ثبوت مدعی کے ذمہ اور قسم مدعا علیہ کے ذمہ اموال کے متعلق رکھا گیا ہے اور خون کے معاملہ میں ثبوت مدعا علیہ کے ذمہ ہے اور اسی کے ذمہ قسم بھی ہے۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین نے روایت کرتے ہوئے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابن اذینہ سے انہوں نے بریدہ سے انہوں نے حضرت ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے قسم کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمام مالی حقوق کے متعلق ثبوت مدعی کے ذمہ ہے اور قسم مدعا علیہ کے ذمہ ہے سوائے اس کے مقدمہ خاص کے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طالبان خون سے فرمایا کہ تم اپنے اغیار میں سے اس کے متعلق دو عادل گواہ لاؤ اور اگر تم اغیار میں سے دو گواہ نہ پاؤ تو پھر ان میں سے پچاس آدمی قسم کھا کر یہ کہیں کہ فلاں نے یہ خون کیا ہے تو ان طالبان خون نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم لوگوں کے پاس غیروں میں سے دو گواہ نہیں ہیں۔ اور جس بات کو ہم نے دیکھا نہیں اس کے لئے ہم قسم کھانے کے لئے تیار نہیں پھر آنحضرتؐ نے اس کا خون بہا اپنے پاس سے ادا کر دیا۔ اس کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ اسلام نے فرمایا کہ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کے ذریعہ مسلمانوں کا خون بہنے سے بچایا اس لئے کہ ایک فاسق و فاجر شخص جب یہ دیکھے گا کہ اسے اپنے دشمن کے قتل کرنے کا موقع ہے تو اس وقت بھی وہ اس کے قتل سے باز رہے گا کیونکہ اسے یہ ڈر ہوگا کہ قسامت (قسم کھلانے) کے بعد وہ خود قتل ہو جائے گا تو اس لئے وہ اپنے دشمن کے قتل سے اجتناب کرے گا۔ ورنہ جب مدعی کے لوگ قسم کھانے کے لئے تیار نہ ہوں گے تو مدعی علیہم کے لوگوں میں سے پچاس آدمیوں سے قسم کھلائی جائے گی کہ وہ قسم کھا کر کہیں کہ نہ ہم نے قتل کیا ہے اور نہ ہمیں قاتل کا علم ہے پھر اگر کوئی مقتول ان کے حدود میں پایا گیا ہے تو وہ اس کی دیت (خون بہا) ادا کریں گے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسمٰعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے کہ امام رضا علیہ السلام نے ان کے مسائل کے جواب میں جو خط تحریر فرمایا اس میں اس امر کا سبب بھی تحریر فرمایا کہ سوائے خون (قتل) کے مقدمہ کے اور تمام حقوق کے مقدمات میں ثبوت مدعی کے ذمہ ہے کیونکہ مدعا علیہ صرف انکار کر سکتا ہے اور اس انکار پر ثبوت پیش کرنا اس کے لئے ممکن نہیں اور خون کے مقدمہ میں مدعا علیہ پر اپنی صفائی کا ثبوت ہے اور قسم مدعی پر ہے اور یہ ایک ایسا احاطہ ہے جس میں مسلمانوں کی حفاظت ہو جائے گی اور کسی مرد مسلمان کا خون ضائع نہ جائے گا۔ اور یہ اس لئے بھی تاکہ قاتل کو یہ کہ اس کو اپنی صفائی کا ثبوت پیش کرنے میں انتہائی مشکلات کا سامنا ہوگا اس بناء پر وہ قتل سے باز رہے گا۔ کیونکہ ایسے لوگ جو یہ گواہی دیں کہ اس نے قتل نہیں کیا ہے بہت کم ملیں گے قسامت کے لئے پچاس آدمیوں کی قسم کھا کر گواہی دینا تو یہ اس لئے کہ اس میں سخت اور شدید احتیاط ملحوظ رکھی جائے تاکہ کسی مرد مسلمان کا ناحق خون نہ بہہ جائے۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کی ہے سعد بن عبداللہ سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابن ابی عمران سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ اسلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے قسامت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حق ہے اور اگر یہ (پچاس آدمیوں کی) قسامت نہ ہو تو لوگ ایکدوسرے کو قتل کرنے لگیں اور کچھ بھی نہ ہو۔ یہ قسامت ایک احاطہ ہے جس میں تمام لوگوں کی حفاظت ہوگی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن یحییٰ عطار سے انہوں نے سہل بن زیاد سے انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے ابن سنان سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ قصاص اس لئے رکھی گئی ہے کہ یہ لوگوں کی حفاظت کا باعث ہے تاکہ اگر کوئی شخص دوسرے دشمن کو دیکھے تو قصاص کے خوف سے قتل سے گریز کرے۔

باب (۳۲۹) ۔ وہ سبب جس کی بنا پر مجنون کے قاتل کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے علی بن رئاب سے اور انہوں نے ابی بصیر سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے ایک مجنون کو قتل کر دیا تو آپ نے فرمایا اگر مجنون نے اس پر حملہ کیا اور اس نے اپنی مدافعت میں اس کو قتل کر دیا تو اس پر کچھ نہیں ہے نہ اس کے بدلے میں اس کو قتل کیا جائے گا اور نہ اس پر دیت اور خونبہا ہو گا بلکہ اس مقتول کے وارثوں کو مسلمانوں کے بیت المال سے خونبہا ادا کیا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ اور اگر مجنون نے اس پر حملہ نہیں کیا اور اس نے مقتول و قتل کر دیا تو یوں سمجھو کہ اگر مجنون نے اس کو قتل کر دیا ہوتا اور اس کے بدلے میں مجنون قتل نہیں کیا جاتا اسی طرح اس مجنون کے قتل کرنے پر اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور میری رائے یہ ہے کہ قاتل پر اس کی دیت اور خونبہا ہے جو اس کے مال سے مجنون کے وارثوں کو ادا کیا جائے گا اور قاتل اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے گا۔

باب (۳۳۰) وہ سبب جس کی بناء اگر مقتول کا سر قطع کیا گیا ہے تو اس کا خونبہا اس کے وارثوں کو نہیں جائے گا بلکہ وہ دیت کی رقم مقتول کی طرف سے کار خیر میں صرف کر دی جائیگی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے عمر بن عثمان سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے انہوں نے حسین بن خالد سے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ شکم مادر میں بچہ کے قتل کا خونبہا اگر اس کی ماں کو اس طرح مارا گیا ہے کہ اس کے پیٹ سے حمل ساقط ہو گیا قبل اس کے کہ اس بچہ میں روح پڑی ہو سو (۱۰۰) دینار ہے اور یہ اس بچے کے وارثوں کے لئے ہے اور کسی مقتول کا [illegible] جس کا سر کاٹا گیا اور پیٹ چاک کیا گیا ہے اس کے وارثوں کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ خود مقتول کے لئے ہے وارثوں کے لئے نہیں۔ میں نے عرض کیا مگر ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا شکم مادر کا بچہ ایک ایسا ہے کہ جس سے آئندہ نفع کی امید تھی وہ ختم ہو گیا تو وہ نفع کی امید بھی ختم ہو گئی۔ مگر جب ایک مقتول کو قتل ہونے کے بعد اس کا مثلہ کر دیا گیا (یعنی ٹکڑے کاٹ دیا جائے پیٹ چاک کر دیا جائے یا دیگر اعضاء قطع کر دیے جائیں) تو اس کے مثلہ کی دیت خود اس کے لئے ہوگی کسی غیر کے لئے نہ ہوگی اس دیت کی رقم سے اس کی طرف سے حج کرایا جائے گا اس کی طرف سے دیگر ابواب خیر کھولے جائیں گے اس کی طرف سے صدقہ دیا جائے گا۔

باب (۳۳۱) وہ سبب جس کی بناء پر زانی کو سو (۱۰۰) کوڑے لگائے جائیں گے اور شراب پینے والے کو (۸۰) اسی کوڑے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ سے انہوں نے ابی عبد اللہ رازی سے انہوں نے حسن بن علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابی عبد اللہ مومن سے انہوں نے اسحاق بن عمار سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ زنا اور شراب نوشی میں سے کس میں زیادہ برائی ہے؟ فرمایا شراب میں۔ میں نے عرض کیا پھر شراب نوشی پر اسی (۸۰) کوڑے اور زنا پر سو (۱۰۰) کوڑے یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا اے ابو اسحاق حد اور سزا تو ایک ہے۔ مگر یہ بیس کوڑے اس پر زائد ہیں یہ اس لئے کہ اس نے اپنے نطفہ کو ضائع کیا اور اللہ تعالیٰ نے جہاں اس رکھنے کا حکم دیا تھا وہاں نہیں رکھا۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو کچھ لکھا اس میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ زانی کے جسم پر شدید ترین کوڑے اس لئے لگائے جائیں گے کہ اس نے زنا کیا اور پورے جسم نے اس سے لذت حاصل کی اور یہ کوڑے اس کی سزا ہے اور دوسروں کے لئے عبرت ہے اور یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

باب (۳۳۲) وہ سبب جس کی بناء پر جیب کترے اور اچکے (جھپٹ مار کر چھین لینے والے) کے ہاتھ نہیں قطع کئے جائیں گے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے ابن محمد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابن مغیرہ سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت علی علیہم السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جیب کترے اور اچکے کے لئے ہاتھ کاٹنے کی سزا نہیں ہے اس لئے کہ یہ علانیہ مکاری ہے لیکن جو شخص کسی کا مال چوری سے چھپ کر لے لے تو اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

باب (۳۳۳) وہ سبب جس کی بنا پر اس شخص کے سایہ پر کوڑے لگائے جائیں گے جس کا یہ خیال ہے کہ وہ خواب میں کسی دوسرے کی ماں کے ساتھ محتلم ہوا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی علی سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے سماعہ سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ عہد امیر المومنین علیہ السلام میں ایک مرتبہ ایک شخص نے ایک شخص سے ملاقات کی تو کہا کہ میں خواب میں تیری ماں کے ساتھ محتلم ہو گیا اس نے امیر المومنینؑ سے اس کی شکایت کی آپ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا ہاں میں نے یہی کہا۔ یہ شخص مجھ پر بہتان لگاتا ہے آپ نے شکایت کرنے والے سے پوچھا اس نے تجھ

سے کیا کہا تھا؟ اس نے کہا اس نے کہا تھا کہ میں خواب میں تیری ماں کے ساتھ محتلم ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا انصاف یہ ہے کہ اگر تو چاہے تو میں اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کردوں اور تو اس کے سایہ پر کوڑا لگالے اس لئے کہ خواب بھی سایہ کی مانند ہے لیکن نہیں اس نے تجھے اذیت پہنچائی ہے اس لئے میں اس کو کوڑے لگاؤں گا تاکہ۔ پھر کسی مسلمان کو اس طرح اذیت نہ پہنچائے۔

باب (۳۲۴) وہ سبب جس کی بناء پر دشمن کی سرزمین میں کسی شخص پر حد جاری نہیں کی جائے گی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن یحییٰ خزاز سے انہوں نے غیاث بن ابراہیم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہم السلام نے ارشاد فرمایا کہ دشمن کی سرزمین میں کسی پر حد جاری نہیں کی جائے گی جب تک کہ وہ اس کی سرزمین سے نکل نہ لے تاکہ وہ غصہ میں آکر دشمن کے ساتھ نہ مل جائے۔

باب (۳۲۵) وہ سبب جس کی بناء پر زنا کی تہمت لگانے والے اور شراب پینے والے کی سزا (۸۰) اسی کوڑے ہیں

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان کے مسائل کے جواب میں جو خط تحریر کیا اس میں زنا کی تہمت لگانے والے اور شراب پینے والے کی سزا اسی (۸۰) کوڑے لگانے کا سبب بھی تحریر فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ زنا کی تہمت لگانے میں لڑکے سے انکار قطع نسل اور نسب کا ختم ہونا ہے اور اسی طرح شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو ہذیان بکے گا اور جب ہذیان بکے گا اور جب تہمت لگائے گا تو کوڑے لگائے جائیں گے اور اس پر مفتری اور تہمت لگانے والے کی حد و سزا واجب ہوگی۔

باب (۳۲۶) وہ سبب جس کی بناء پر اگر شوہر اپنی زوجہ پر قذف (تہمت زنا) کرے تو اس ایک کی گواہی چار گواہوں کے برابر سمجھی جائے گی اور اگر شوہر کے علاوہ کوئی اور اس پر قذف کرے تو اس پر حد جاری کی جائے گی اور کوڑے لگائے جائیں گے

(۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن اسلم جبلی سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا اور عرض کیا کہ جب شوہر اپنی زوجہ پر قذف کرے تو اس کی ایک گواہی چار گواہوں کے برابر کیسے ہوگی اور شوہر کے علاوہ کوئی دوسرا قذف کرے اور تہمت لگائے تو اس پر حد جاری کی جائے گی اور کوڑے لگائے جائیں گے خواہ اس عورت کا باپ یا بھائی ہی کیوں نہ ہو تو آپ نے فرمایا حضرت جعفر بن محمد علیہما السلام سے بھی مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا تھا کہ جب شوہر اپنی زوجہ پر قذف کرے گا اور زنا کا الزام لگائے گا تو اس سے پوچھا جائے گا کہ تجھے کیسے علم ہوا کہ تیری زوجہ نے کیا ہے؟ اگر وہ یہ جواب دے کہ میں نے اپنی آنکھ سے اس کو یہ کرتے ہوئے دیکھا ہے تو اس کی ایک گواہی چار گواہوں کے برابر تسلیم ہوگی اور یہ

اس لئے کہ شوہر کے لئے جائز ہے کہ زوجہ کے پاس اس کی خلوت اور تنہائی میں جائے اور کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کی خلوت میں داخل ہو خواہ اس کا لڑکا ہو خواہ اس کا باپ ہو دن میں ہو خواہ رات میں اس لئے اس ایک کی گواہی چار کے برابر سمجھی جائے گی جب وہ یہ کہے کہ میں نے یہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اگر وہ یہ کہے کہ میں نے خود اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا ہے تو اس کو محض اتہام لگانے والا سمجھا جائے گا اور اس پر اتہام لگانے کی حد میں کوڑے لگائے جائیں گے اور یہ کہ وہ اس کا کوئی ثبوت پیش کرے تو کوڑے کھانے سے بچے گا۔ اور اگر شوہر کے علاوہ کوئی دوسرا شخص الزام لگائے کہ میں نے دیکھا ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ تو نے یہ کیسے دیکھا تو اس کی خلوت میں کس طرح داخل ہو گیا کہ تو نے یہ تن تنہا دیکھ لیا تو اپنے اس دیکھنے میں متہم ہے۔ اگر تو سچا ہے تو بھی تو تہمت کی حد میں ہے۔ ضروری ہے کہ تیری وہ تادیب (سزادی) کی جائے جو اللہ نے تجھ پر واجب کی ہے اور شوہر کی گواہی اللہ کی قسم کے ساتھ بمنزلہ چار حلفیہ گواہوں کے ہے۔

باب (۳۳۷) وہ سبب جس کی بنا پر ایک آزاد شخص کو حد میں جتنے کوڑے لگائیں جاتے ہیں غلام کو حد میں اس کے نصف لگائے جائیں گے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن سلیمان مصری نے روایت کرتے ہوئے مروان بن مسلم سے انہوں نے عبید بن زرارہ یا یزید بن عجلی سے یہ شک محمد بن سلیمان کی طرف سے ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ ایک غلام زنا کا مرتکب ہوا؟ آپ نے فرمایا اس پر نصف حد جاری ہوگی۔ میں نے عرض کیا اور اگر اس نے دوبارہ زنا کیا؟ آپ نے فرمایا اس پر نصف سے زیادہ حد جاری نہ ہوگی۔ میں نے عرض کیا اس پر کسی جرم میں رجم کی حد بھی جاری ہوگی؟ آپ نے فرمایا ہاں اگر آٹھویں مرتبہ پھر ایسا ہی کرے۔ میں نے عرض کیا غلام اور آزاد میں کیا فرق ہے دونوں کا فعل تو ایک ہی ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بالاتر ہے کہ اس کے گلے میں غلامی کا پھندا بھی ڈالے اور اس پر آزاد کی حد بھی جاری کرائے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے فرمایا مسلمانوں کے امام پر یہ واجب ہے کہ رجم کے بعد اس کی قیمت اس کے مالک کو غلاموں کے سہم سے ادا کرے۔

باب (۳۳۸) وہ سبب جس کی بنا پر مسلمانوں کے ساحر کو قتل کر دیا جائے گا اور کافروں کے ساحر کو قتل نہیں کیا جائے گا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے اسماعیل بن مسلم سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہم السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں کا ساحر قتل کر دیا جائے گا اور کافروں کا ساحر قتل نہیں کیا جائے گا۔ تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کافروں کے ساحر کو کیوں نہیں قتل کیا جائے گا؟ تو ارشاد فرمایا اس لئے کہ شرک سحر سے بھی بڑا ہے۔ اس لئے کہ سحر اور شرک قریب قریب ایک طرح کے ہیں۔

باب (۳۳۹) وہ سبب جس کی بنا پر لوگ جن پر زنا اور شراب نوشی کے جرم میں حد جاری کی جا چکی ہے ان کو تیسری مرتبہ ارتکاب کرنے پر قتل کر دیا جائے گا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسماعیل نے روایت کرتے ہوئے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے کہ حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہم السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو خط تحریر کیا اس میں یہ بھی لکھا کہ زنا اور شراب خوار کو تیسری مرتبہ حد جاری کرنے میں ہوہلا قتل کر دیا جائے گا کہ یہ دونوں سزا کو خفیف سمجھتے ہیں اور کوڑوں کی مار کی بھی پروا نہیں کرتے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا استخفاف کرتے ہیں حد شرعی سے کفر اور انکار کرتے ہیں اس لئے یہ حدود کفر میں داخل ہوگئے ہیں۔ ان کا قتل واجب ہے۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے جمیل بن دراج سے انہوں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپ نے شراب خوار کے متعلق فرمایا کہ اگر وہ پہلی مرتبہ شراب پئے تو کوڑے لگائے جائیں پھر اگر دوبارہ شراب پئے تو پھر کوڑے لگائے جائیں اور تیسری مرتبہ پھر شراب پئے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ جمیل کا کہنا ہے کہ بعض اصحاب سے روایت ہے کہ وہ چوتھی مرتبہ شراب پینے پر قتل کر دیا جائے گا۔ اور جو شخص زنا کا ارتکاب چوتھی مرتبہ کرے اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

باب (۳۴۰) لواطہ اور سحق کے حرام ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف سے انہوں نے محمد بن سنان سے کہ حضرت امام ابوالحسن علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو خط لکھا اس میں مردوں کا مردوں سے لواطہ اور عورتوں کا عورتوں سے سحق ہونے کا یہ سبب بھی تحریر فرمایا کہ یہ عورت اور مرد دونوں کی فطرت و طبیعت کے خلاف ہے نیز اگر مرد کے ساتھ مرد اور عورت کے ساتھ عورت بدفعلی کرتی رہے تو نسل انسانی منقطع ہو جائے گی دنیا تباہ ہو جائے گی اور سارا نظم عالم برباد ہو جائے گا۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے ابی جعفر سے انہوں نے ابی الجوزاء سے انہوں نے حسین بن علوان سے انہوں نے عمر بن خالد سے انہوں نے زید بن علی سے انہوں نے اپنے آبائے کرام صلوات علیہم سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو زمین پر اترنے کا حکم دیا تو حضرت آدمؑ اور ان کی زوجہ دونوں زمین پر اترے اور ابلیس بھی اترا مگر اس کی کوئی زوجہ نہ تھی اور سانپ بھی اترا اس کا کوئی نر نہ تھا۔ پس سب سے پہلے جس نے خود اپنے آپ سے لواطہ کیا وہ ابلیس تھا اور اس کی ذریت خود اس سے ہی پیدا ہوئی۔ اور اسی طرح سانپ۔ اور حضرت آدم کی ذریت ان کی زوجہ سے پیدا ہوئی اور دونوں کو بتا دیا گیا کہ (ابلیس اور سانپ) دونوں تم دونوں کے دشمن ہیں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے دونوں ائمہ میں سے کسی

ایک سے حضرت لوطؑ کے اس قول کے متعلق دریافت کیا **اتاتون الفاحشة ماسبقكم بها من احد من العالمين** (تم لوگ ایسے برے کام کا ارتکاب کر رہے ہو کہ عالمین میں سے کسی ایک نے بھی اب تک ایسا کام نہیں کیا) سورۃ اعراف۔ آیت نمبر ۸۰ تو آپ نے فرمایا ابلیس حسین اور زنانی شکل میں، حسین لباس میں، قوم لوطؑ کے نوجوانوں کے پاس آیا اور کہا کہ تم لوگ میرے ساتھ بدفعلی کرو اور وہ کہتا کہ میں تم لوگوں کے ساتھ بدفعلی کروں گا تو وہ لوگ کبھی تیار نہ ہوتے اسی لئے اس نے ان لوگوں سے کہا کہ تم لوگ ہمارے ساتھ بدفعلی کرو۔ جب وہ لوگ اس کے عادی ہوگئے تو پھر وہاں سے چلا گیا اور اب لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بدفعلی کرنے لگے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن عمران متوکل رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ ابن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے ابی بصیر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخل سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں اے ابو محمد آنحضرتؐ ہر صبح و شام اس سے پناہ مانگتے تھے اور ہم لوگ بھی بخل سے اللہ کی پناہ مانگتے رہتے ہیں چنانچہ اللہ نے فرمایا ہے **ومن یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون** (اور جن لوگوں نے اپنے نفس کو حرص سے بچا لیا وہی فلاح (نجات) پائیں گے) سورۃ الحشر۔ آیت نمبر ۹ اور اب میں تم لوگوں کو بخل کا انجام بتاتا ہوں۔ سنو قوم لوطؑ ایک قریہ میں رہا کرتی اور وہ قریہ شام و مصر کے قافلوں کی گزرگاہ پر تھا۔ یہ لوگ کھانے اور طعام کے بڑے حریص تھے انجام کار ان میں بخل کا مرض آگیا جس کا کوئی علاج نہیں چنانچہ قافلے ان کے پاس اترتے اور یہ لوگ ان کی ضیافت کیا کرتے مگر جب مہمان بہت آنے لگے تو یہ لوگ اپنے بخل کی وجہ سے تنگ آگئے اور اسی بخل کی بنا پر جب کوئی مہمان ان کے پاس قیام کرتا تو یہ لوگ اس مہمان کے ساتھ بدفعلی کیا کرتے یہاں تک کہ اب مسافر ان سے دور رہنے لگے اور یہ امر مشہور ہو گیا اور قافلہ ان قریہ والوں سے بچنے لگا۔ اور اس بخل نے ان کو ایسی بلا میں مبتلا کر دیا کہ اس سے نجات ان کے لئے ممکن نہ ہوئی اور پھر وہ اس منزل پر پہنچ گئے کہ وہ شہر شہر بدفعلی کرنے کے لئے مردوں کو تلاش کرنے لگے اور انہیں مال پھسلا کر لانے لگے تو اب دیکھو کہ اس بخل سے بڑا کوئی مرض نہیں انجام کے لحاظ سے کوئی مرض اس سے زیادہ مضر اور نحس نہیں۔ ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں نے کہا میں آپ پر قربان کیا حضرت لوطؑ کے قریہ کے تمام لوگ ایسا ہی کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں سوائے ان کے خاندان میں سے جو لوگ مسلمان تھے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا ہے **فاخرجنا من كان فيها من المومنين فما وجدنا فيها غير بيت من المسلمين** (غرض وہاں جتنے مومنین تھے ہم نے ان کو نکال دیا اور ہم نے تو وہاں ایک کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہیں پایا) سورۃ الذاریات۔ آیت نمبر ۳۶ / ۳۵ حضرت امام باقر علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ حضرت لوطؑ اپنی قوم میں تیس سال تک رہے ان کو اللہ کی طرف دعوت دیتے اور اس کے عذاب سے ڈراتے رہے اور یہ ایسی گندی اور نحس قوم تھی کہ نہ پاخانہ کے بعد آبدست لیتی اور نہ غسل جنابت کرتی۔ اور حضرت لوطؑ، حضرت ابراہیمؑ کے خالہ زاد بھائی تھے اور حضرت ابراہیم کی زوجہ حضرت سارا، حضرت لوطؑ کی بہن تھیں اور خود حضرت لوطؑ نبیوں اور رسولوں میں سے تھے اور نذیر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اور حضرت لوطؑ ایک سخی اور کریم شخص تھے اور جب کوئی مہمان ان کے پاس اترتا تو اسے شکم سیر کرتے اور اسے اپنی قوم سے بچاتے۔ آپ نے فرمایا کہ جب ان کی قوم نے یہ دیکھا تو ان سے کہا کہ ہم لوگوں نے تم سے کہہ دیا کہ جو مہمان تمہارے یہاں آئے اسے کھانا نہ کھلاؤ اور اگر تم نے ایسا کیا تو ہم تمہارے مہمان کو بھی رسوا کریں گے اس کے ساتھ بھی بدفعلی کریں گے چنانچہ جب حضرت لوطؑ کے پاس کوئی مہمان آتا تو آپ اسے پوشیدہ رکھتے کہ کہیں قوم کے لوگ اسے رسوا نہ کریں اور یہ اس لئے کہ حضرت لوطؑ کا وہاں کوئی کنبہ وغیرہ نہ تھا اور حضرت لوطؑ اور حضرت ابراہیم ہمیشہ اپنی قوم پر عذاب نازل ہونے کی توقع رکھتے تھے مگر حضرت ابراہیم اور حضرت لوطؑ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی قدر و منزلت تھی۔ چنانچہ جب بھی اللہ تعالیٰ ان کی قوم پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ کرتا تو حضرت ابراہیم کی خلت اور مودت اور حضرت لوطؑ کی محبت پیش نظر ہو جاتی اور وہ ان کی قوم پر نزول عذاب کو موخر کر دیتا۔ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا پھر جب اللہ تعالیٰ کو قوم لوطؑ کے حالات پر شدید تاسف ہوا اور اس نے ان

لوگوں پر عذاب کو قطعی مقدر کر لیا تو اس نے طے کر لیا کہ قوم لوط پر عذاب کے عوض حضرت ابراہیم کو ایک فرزند عطا کرے تاکہ اس سے ان کی تسلی ہو اور قوم لوط کی ہلاکت کا وہ زیادہ اثر نہ لیں تو اس نے حضرت ابراہیمؑ کے پاس چند فرشتے بھیجے تاکہ وہ ان کو حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش کی بشارت دیں چنانچہ وہ فرشتے شب کے وقت آپ کے پاس پہنچے تو آپ انہیں دیکھ کر بہت روئے اور انہیں خوف ہوا کہ یہ کہیں چور ڈاکو نہ ہوں۔
جب فرشتوں نے ان کو خوفزدہ دیکھا تو **قالوا سلما قال سلام انا منکم وجلون قالوا لا توجل انا نبشرک بغلام علیم** (تو ان سے کہا سلام۔ اور حضرت ابراہیم نے بھی جواب میں کہا سلام مگر ہم کو تو تم لوگوں سے ڈر معلوم ہوتا ہے انہوں نے کہا آپ مطلق خوف نہ کیجیے ہم آپ کو ایک دانا بیٹا فرزند کی پیدائش کی خوشخبری دیتے ہیں) سورۃ الحجر۔ آیت نمبر ۵۳ حضرت ابراہیم نے اس بشارت کے سننے کے بعد پوچھا اے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو آخر تمہیں کیا مہم درپیش ہے تو انہوں نے کہا ہم ایک گنہگار قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں اور وہ حضرت لوطؑ کی فاسق و فاجر قوم ہے تاکہ انہیں سارے جہاں کے پروردگار کے عذاب سے ڈرائیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سن کر حضرت ابراہیم نے کہا مگر اس میں تو لوط بھی ہیں۔ ان فرشتوں نے کہا **نحن اعلم بمن فیھا لننجینہ واہلہ الا امراتہ کانت من الغابرین** سورۃ العنکبوت۔ آیت نمبر ۳۲ ہم لوگ خوب جانتے ہیں کہ اس میں کون ہے، ہم لوگ ان کو اور ان کے کنبہ کو بچا لیں گے مگر ان کی بیوی کو، وہ البتہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہوگی۔ **فلما جاء ال لوط المرسلون** (پس جب (خدا کے) بھیجے ہوئے آل لوط کے پاس آئے) سورۃ الحجر۔ آیت نمبر ۶۱ جب وہ بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے گھر والوں کے پاس آئے تو لوطؑ نے کہا تم تو کچھ اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہو۔ فرشتوں نے کہا نہیں بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ عذاب لیکر آئے ہیں جس کے بارے میں آپ کی قوم کے لوگ شک رکھتے تھے اور اب ہم آپ کے پاس عذاب کا قطعی حکم لے کر آئے ہیں اور ہم بالکل سچ کہتے ہیں پس اب اے لوط آج سے سات دن اور سات رات گذر جائیں تو نصف شب کے بعد کچھ رات رہے تو آپ اپنے بال بچوں کو لے کر نکل جائیں اور آپ لوگوں میں سے کوئی مڑ کے بھی نہ دیکھے لیکن آپ کی زوجہ اسی عذاب میں مبتلا ہوگی جس میں سب لوگ مبتلا ہونگے۔ اور اس شب میں جس طرف حکم دیا گیا ہے ادھر چلے جائیں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر ان فرشتوں نے حضرت لوط کو اللہ تعالیٰ کا یہ قطعی حکم سنا دیا کہ صبح ہوتے ہوتے اس قوم کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب آٹھواں دن آیا تو طلوع فجر کے وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے چند فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس حضرت اسحاق کی بشارت اور قوم لوط کی ہلاکت کی خبر کے لئے بھیجا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ولقد جاءت رسلنا ابراہیم** (اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے) سورہ ھود آیت نمبر ۶۹ تو انہوں نے ابراہیم کو سلام کیا اور حضرت ابراہیم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فوراً ان کے سامنے ضیافت کے لئے ذبح کئے ہوئے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لے کر آئے مگر جب حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس بھنے ہوئے گوشت تک نہیں پہنچتے تو ڈر کے مارے پریشان ہوگئے فرشتوں نے ان کا یہ حال دیکھکر کہا آپ ڈریں نہیں ہم لوگ قوم لوط کے لئے بھیجے گئے ہیں اور اتفاق سے حضرت ابراہیم کی زوجہ وہیں کھڑی تھیں تو فرشتوں نے ان کو اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی وہ یہ خوشخبری سن کر مسکرائیں اور کہنے لگیں ہائے افسوس اب میں اس بڑھاپے میں بچے جنوں گی اور یہ میرے شوہر بھی تو بوڑھے ہوگئے ہیں۔ یہ تو ایک عجیب سی بات ہے۔ فرشتوں نے جواب دیا اے ابراہیم کی گھر والی تم لوگوں پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو کیا تمہیں اللہ کی قدرت پر تعجب ہے وہ تو بڑا صاحب حمد صاحب بزرگی ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم کو اسحاق کی خوشخبری ملی تو ان کا سارا خوف جاتا رہا اور اب وہ اللہ تعالیٰ سے قوم لوط کے لئے دعا کرنے لگے کہ ان پر سے عذاب کو ٹال دے تو اللہ تعالیٰ نے کہا اے ابراہیم اس بات کو چھوڑ دو تمہارے رب کا حکم ہو چکا ہے اور آج ہی طلوع آفتاب کے بعد ان پر عذاب نازل ہونے گا اور یہ فیصلہ حتمی اور ناقابل [illegible] دیے

(۵) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حسن بن محبوب سے انہوں نے مالک بن عطیہ سے انہوں نے ابی حمزہ ثمالی سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ قوم لوط کیوں اور کس طرح غرق ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ قوم لوط ایک ایسے قریہ کے لوگ تھے جو پاخانہ کے بعد آب دست نہیں لیتے تھے اور غسل جنابت نہیں کرتے تھے۔ بہت بخیل تھے۔ غذا کے بہت حریص تھے اور حضرت لوطؑ ان میں تیس سال تک رہے وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے بلکہ باہر سے آکر ان میں قیام پذیر تھے وہاں ان کا کوئی کنبہ قبیلہ نہ تھا۔ وہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیتے اور فواحش و بدکاریوں سے منع کرتے اللہ کی اطاعت کے لئے ابھارتے مگر وہ لوگ اس کو قبول نہ کرتے نہ ان کا کہنا مانتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ کیا تو پہلے ان لوگوں کے پاس اپنے فرستادے بھیجے اور انہوں نے آکر انہیں عذاب سے ذرایا دھمکایا مگر ان لوگوں نے ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دی تو اللہ تعالیٰ نے وہاں چند ملائکہ بھیجے کہ وہ اس قریہ میں جتنے مومنین آباد ہیں انہیں وہاں سے نکال لائیں مگر وہاں سوائے ایک مسلمان گھر کے اور کوئی مسلمان گھر نہ ملا اور وہ انہیں وہاں سے نکال لائے اور حضرت لوطؑ سے کہا کہ آپ اس قریہ سے اپنے گھر والوں کو لے کر رات کے آخری حصہ میں نکل لیں اور آپ میں سے کوئی بھی ادھر ادھر پلٹ کر نہ دیکھے اور جس طرف حکم دیا جائے ادھر چلے جائیں چنانچہ جب نصف شب گزر گئی تو حضرت لوطؑ اپنی لڑکیوں کو لیکر نکلے اور ان کی زوجہ اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر اپنی قوم کی طرف مڑ گئی اور انہیں اطلاع دی کہ لوط اپنی لڑکیوں کو لے کر رات کی تاریکی میں کہیں چلے گئے حضرت جبرئیل نے کہا پھر جب فجر طلوع ہوئی تو عرش کے قریب سے مجھے ندا دی گئی کہ اے جبرئیل قوم لوط پر عذاب کا حتمی حکم ہو چکا ہے لہٰذا تم قوم لوط کے قریہ کی طرف اتر جاؤ اور اس پورے قریہ کو زمین کے ساتویں طبقہ سے اکھاڑو اور اسے آسمان تک بلند کرو اور جب تک خدائے جبار کی طرف سے الٹنے کا حکم نہ ملے اسے بلند کئے رہو اور حضرت لوطؑ کے مکان کو نشانی کے طور پر گزرنے والے قافلہ والوں کی عبرت کے لئے چھوڑ دو۔ چنانچہ میں اتر کر ان ظالمین کے قریہ کی طرف آیا اور اپنے داہنے بازو سے اس قریہ کے مشرق کی جانب اور اپنے بائیں بازو سے اس قریہ کے مغرب کی جانب ایک ضرب لگائی اور اے محمدؐ میں نے حضرت لوطؑ کے مکان کو چھوڑ کر سارے قریہ کو زمین کے ساتویں طبقہ سے اکھاڑا اور اپنے بازوؤں پر رکھ کر اتنا بلند کیا کہ اہل آسمان اس قریہ کے مرغوں کی بانگ اور ان کے کتوں کا بھونکنا سننے لگے اور جب آفتاب طلوع ہو چکا تو عرش سے پھر ندا دی گئی کہ اے جبرئیل اب قریہ کو اس طرح الٹ دو کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر خوب پتھر برسائے اور اے محمدؐ کوئی بعید نہیں کہ تمہاری امت کے ظالم لوگوں پر بھی یہ عذاب نازل ہو۔ امام نے فرمایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے جبرئیل ان لوگوں کا یہ قریہ کس ملک میں تھا جبرئیل نے بتایا ان لوگوں کا یہ قریہ اس مقام پر تھا جس کو آج کل بحیرہ طبریہ کہتے ہیں جو ملک شام کے قرب وجوار میں واقع ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تمہیں یاد ہے کہ جس وقت تم نے اس قریہ کو الٹا کیا تو وہ زمین کے کس خطہ میں جاکر گرا؟ انہوں نے کہا یا محمدؐ میں نے اس کو شام اور مصر کے درمیان واقع سمندر میں الٹا اور وہ سمندر میں مٹ مٹا گیا۔

(۶) میرے والد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے ابان سے انہوں نے ابی بصیر وغیرہ سے ان میں سے کسی ایک نے بیان کیا کہ جب قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے ملائکہ آئے تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگ اس قریہ کے باشندوں کو ہلاک کر دینگے تو حضرت سارہ نے ان کی قلت اور اہل قریہ کی کثرت کو دیکھ کر تعجب کیا اور کہا کس میں طاقت ہے جو قوم لوط کو ہلاک کر دے۔ چنانچہ ان فرشتوں نے حضرت سارہ کو اسحق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری سنائی تو وہ مسکرانے لگیں اور بولیں کہ میں تو بوڑھی اور بانجھ ہوں اور وہ اس وقت ساٹھ سال کی ہو چکی تھیں اور حضرت ابراہیم اس وقت ایک سو بیس سال کے تھے تو حضرت ابراہیمؑ نے ان سے مزید گفتگو کرنی چاہی تو جبرئیل نے کہا اے ابراہیم آپ اب مزید بحث کو چھوڑیں آپ کے رب کا حکم ہو چکا ہے اور اب ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے کہ جس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اور حضرت جبرئیل وہاں سے چل کر حضرت لوط کے پاس ان کی قوم کی

بلاکت کے لئے آئے اور ان کے گھر میں لڑکوں کی شکل میں داخل ہو گئے جب ان کی قوم نے دیکھا کہ ان کے گھر میں لڑکے داخل ہوئے ہیں تو دوڑتے ہوئے آئے یہ دیکھ کر حضرت لوطؑ اٹھے اور دروازے پر ہاتھ رکھ دیا اور خدا کا واسطہ دیکر کہا ارے خدا سے ڈرو اور ہمارے مہمانوں کے معاملہ میں مجھے رسوا نہ کرو ان لوگوں نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ کیا ہم نے تم کو پہلے ہی منع نہیں کیا تھا کہ اپنے ہاں کسی کو مہمان نہ رکھنا۔ حضرت لوطؑ نے کہا کہ ارے یہ اپنی قوم کی بیٹیاں موجود ہیں ان سے نکاح کر لو انہوں نے جواب دیا ہمیں × × قوم کی بیٹیوں کی ضرورت نہیں اور تمہیں معلوم ہے کہ ہم لوگ کیا چاہتے ہیں۔ حضرت لوطؑ نے کہا کہ کیا تم میں کوئی سمجھدار آدمی نہیں ہے مگر وہ لوگ ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے تو حضرت لوطؑ نے کہا کاش میرے پاس تم لوگوں کو روکنے کی طاقت ہوتی یا کوئی مضبوط قلعہ ہوتا کہ جس میں پناہ لیتا۔ اور حضرت جبرئیل یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے بولے کہ کاش یہ جانتے کہ ان کے پاس کتنی قوت ہے۔ پھر انہوں نے حضرت لوطؑ کو آواز دی وہ دروازہ چھوڑ کر ان کے پاس پہنچے ادھر ان لوگوں نے دروازہ کھول دیا اور اندر داخل ہو گئے ادھر حضرت جبرئیل نے ان کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا وہ سب اندھے ہو گئے اور دیواروں کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹولنے لگے اور اللہ سے عہد کرنے لگے کہ اگر صبح تک بچ گئے تو لوطؑ کے گھرانے کے کسی فرد کی طرف رخ نہ کریں گے۔

پھر جب حضرت جبرئیل نے حضرت لوطؑ کو بتایا کہ ہم لوگ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں تو حضرت لوطؑ نے کہا اے جبرئیل جلدی کرو انہوں نے کہا اچھا انہوں نے پھر کہا اے جبرئیل جلدی کرو انہوں نے کہا مگر ان لوگوں کے لئے صبح کا وقت مقرر ہے اور اب صبح تو قریب ہے اتنی جلدی کیا ہے حضرت جبرئیل نے حضرت لوطؑ سے کہا اے لوطؑ تم اپنے اپنے بچوں کو لیکر فلاں مقام پر چلے جاؤ۔ انہوں نے کہا اے جبرئیل مگر ہماری سواری کے گدھے تو بہت کمزور ہیں۔ جبرئیل نے کہا ارے اسی پر سوار ہو کر نکل جاؤ چنانچہ وہ نکلے اور وہاں سے کوچ کر گئے۔ جب صبح ہو گئی تو حضرت جبرئیل زمین پر اترے اور اپنے بازو کو انہوں نے اس قریہ کے نیچے ڈالا اور اسے اٹھا کر ان لوگوں پر الٹا دیا اور شہر کی دیواروں پر کنکر پتھر برسائے اور حضرت لوطؑ کی زوجہ تو اس کی دھمک کو سن کر ہی ہلاک ہو گئی۔

(۷) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے موسیٰ بن جعفر سعد آبادی سے انہوں نے علی بن معبد سے انہوں نے عبداللہ دھقان سے انہوں نے درست سے انہوں نے ابی المغراء کے بھائی حلبیہ سے اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تذکرہ کیا کہ مردوں کا جو منکوح و مفعول ہوتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بلا میں کسی ایک کو بھی مبتلا نہ کرتا کہ جس کی اسے حاجت ہو ان لوگوں کے مقعد میں سرنگوں رحم ہوتا ہے ان کی مقعد میں وہی حیا اور شہوت ہوتی ہے جو عورتوں میں ہوتی ہے۔ ابلیس کی اولاد جس کو زوال کہتے ہیں ان کے نطفے میں شریک ہوتی ہے اس کی شرکت سے اگر لڑکا پیدا ہوتا ہے تو وہ منکوح و مفعول بنتا ہے اور اگر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ بانجھ ہوتی۔ اور وہ مرد جو اس کا فاعل ہوتا وہ چالیس برس کے سن پر پہنچنے کے بعد بھی اسے ترک نہیں کرتا۔ وہ لوگ قوم سدوم کے بقیہ ہیں میرا مطلب یہ نہیں کہ وہ ان کی اولاد ہیں بلکہ یہ ان ہی طینت سے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا سدوم سے مراد بستیاں ہیں جنکا طبقہ زمین الٹ دیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ چار شہر تھے۔ سدوم و صدیم والدنا و عمارا ان کے پاس جبرئیل آئے انہوں نے اپنے بازو ان کی زمین کے ساتویں طبقہ کے نیچے رکھا اور اس پورے طبقے کو اس قدر بلند کیا کہ اہل آسمان ان کے کتوں کے بھونکنے کی آواز سننے لگے۔ پھر حضرت جبرئیل نے انہیں الٹ دیا۔

باب (۳۳۱) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ آپس میں لین دین یا معاملہ کریں تو باہم لکھ لیا کریں

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے

ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابن محبوب سے انہوں نے مالک بن عطیہ سے انہوں نے ابی حمزہ ثمالی سے اور انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے حضرت آدمؑ کے سامنے تمام انبیاء کے نام اور ان کی مدت عمر پیش کی اور آپ نے اسے دیکھا تو حضرت داؤدؑ پیغمبر کے نام پر پہنچ کر کہا کیونکہ ان کی صرف چالیس سال تھی لے پروردگار داؤد کی عمر اتنی کم اور میری عمر اتنی زیادہ اچھا اگر میں اپنی عمر میں سے تیس سال نکال کر داؤد کی عمر بڑھا دوں تو کیا تو اس کو ثبت کریگا؟ اللہ تعالیٰ نے کہا اے آدم ہاں ایسا ممکن ہے۔ تو حضرت آدم نے کہا کہ اچھا میں نے اپنی عمر میں سے تیس سال داؤد کو دیئے صد تو میری عمر میں سے تیس سال گھٹا دے اور ان کی عمر میں تیس سال کا اضافہ کر دے اور اپنے پاس اسکو ثبت کر لے۔ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کے کہنے پر اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر میں سے تیس سال گھٹا کر حضرت داؤد کی عمر میں تیس سال بڑھا دیئے اور اسے ثبت کر دیا اور ایک کتاب خود ثبت اس کے پاس ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **یمحوا اللہ ما یشآء ویثبت و عندہ ام الکتاب** (خدا جس کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا اس کو ثبت کر دیتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے) سورۃ رعد۔ آیت نمبر ۳۹ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس جو آدم کے لئے ثبت تھا اس کو مٹایا اور داؤد کے لئے وہ ثبت کر دیا جو اس کے پاس ثبت نہ تھا آپ نے فرمایا پھر جب حضرت آدم کی عمر کی مدت تمام ہوئی تو ملک الموت ان کی قبض روح کے لئے آئے۔ حضرت آدمؑ نے کہا ابھی تو میری عمر میں تیس سال اور باقی ہیں (ابھی کیسے آگئے) ملک الموت نے کہا اے آدم کیا آپ نے اپنی عمر میں سے تیس سال گھٹا کر اپنے فرزند داؤد کو نہیں دیئے ہیں جبکہ آپ وادی دحیا میں تھے اور آپ کے سامنے آپ کی ذریت کے انبیاء کے نام اور ان کی مدت عمر پیش ہوئی تھی؟ حضرت آدمؑ نے کہا مگر مجھے تو یہ یاد نہیں ملک الموت نے کہا اے آدم آپ اس سے انکار نہ کریں کیا آپ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست نہیں کی تھی کہ آپ کی عمر میں سے تیس سال گھٹا کر داؤد کی عمر میں لکھ دیئے گئے ہیں۔ حضرت آدم نے کہا اچھا میں اسے یاد کرتا ہوں۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت آدمؑ سچ کہہ رہے تھے انہیں یاد نہ تھا اور وہ انکار نہیں کر رہے تھے بس اس دن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا کہ آپس میں جو لین دین یا کوئی معاملہ کریں تو آپس میں مدت معینہ لکھ لیا کریں یہ اس لئے کہ حضرت آدم نے اپنے لئے جو طے کیا تھا اسے بھول بیٹھے اور اس سے انکار کیا۔

باب (۳۴۲) مدوجزر کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے ابو الحسن محمد بن عمرو بن علی بن عبداللہ بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن احمد بن جبلہ واعظ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو القاسم عبداللہ بن احمد بن عامر طائی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے باپ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے روایت کرتے ہوئے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام سے ان حضرات نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ مدوجزر کیا ہے تو آپ نے فرمایا یہ ایک ملک ہے جو سمندروں پر موکل ہے جس کا نام رومان ہے جب وہ اپنے پاؤں سمندر میں رکھ دیتا ہے تو سمندر میں مد پیدا ہو جاتا ہے اور جب وہ اپنے پاؤں سمندر سے نکال لیتا ہے تو جزر پیدا ہو جاتا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے خلف بن حماد اسدی سے انہوں نے ابو الحسن عبدی سے انہوں نے سلیمان بن مہزیار سے انہوں نے حماد بن ربعی سے انہوں نے عبداللہ بن عباس سے کہ ان سے مدوجزر کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے گہرے سمندر پر ایک ملک کو مقرر کر دیا ہے جب وہ اپنے پاؤں سمندر میں ڈال دیتا ہے تو مد پیدا ہوتا ہے اور جب پاؤں نکال لیتا ہے تو جزر پیدا ہو جاتا ہے۔

باب (۳۴۳) زلزلہ کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے اپنے بعض اصحاب سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے اس شخص سے جس نے ان سے بیان کیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو ایک مچھلی کو حکم دیا اور اس نے اس کو اٹھایا اور کہنے لگی کہ میں نے اس کو اپنی قوت سے اٹھایا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک بالشت بھر مچھلی کو بھیجا اور وہ اس کے نرخرے میں داخل کر دیا تو وہ چالیس دن تک اس کی تکلیف سے تڑپتی رہی۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی زمین کو زلزلہ میں لانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ چھوٹی مچھلی اس کے نرخرے میں اتر جاتی ہے اور اس کی تڑپ کی وجہ سے زمین ہلنے لگتی ہے۔

(۲) روایت کی گئی ہے کہ حضرت ذوالقرنین سد تک پہنچ تو آگے بڑھے اور ظلمت کے اندر داخل ہو گئے وہاں ایک پہاڑ پر ایک فرشتہ کو دیکھا کہ جس کا قد پانچسو ہاتھ کا تھا۔ اس فرشتے نے کہا اے ذوالقرنین کیا تمہارے پیچھے ایک فرشتہ نہیں ہے کہ جس کا نام بھی ذوالقرنین ہے؟ ذوالقرنین نے کہا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہوں جو اس پہاڑ پر مقرر ہوں اور دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جتنے پہاڑ پیدا کئے ہیں ان میں سے کوئی پہاڑ ایسا نہیں ہے جس کی رگ اس پہاڑ سے نہ ملتی ہو۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی شہر میں زلزلہ لانے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی طرف وحی کر دیتا ہے اور وہ اس کو حرکت دے دیتا ہے۔

○ محمد بن احمد کا بیان ہے کہ مجھ سے یہ حدیث عیسیٰ بن محمد نے بیان کیا روایت کرتے ہوئے علی بن مہزیار سے انہوں نے عبد اللہ بن عمر سے انہوں نے عباد بن حماد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہی روایت کی ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے اپنی اسناد کے ساتھ اس حدیث کو مرفوع کیا دونوں ائمہ طاہرین میں سے کسی ایک کی طرف کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ زمین کو اٹھائے اور دنیا کے تمام شہروں کا ہر شہر اس مچھلی کے کسی نہ کسی ایک فلس اور چھلکے پر ہے اور جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی سرزمین پر زلزلہ لائے تو وہ اس مچھلی کو حکم دیتا ہے اور وہ اپنے اس فلس کو حرکت دیتی ہے اور زلزلہ آجاتا ہے اور اگر وہ اپنے فلس کو اوپر اٹھا دے تو بحکم خدا سے ساری زمین منقلب ہو جائے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے ہیثم ہندی سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ اس حدیث کو مرفوع کیا ہے اور کہا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام زلزلہ کے وقت اس آیت کو پڑھا کرتے تھے **ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکہما من احد من بعدہ انہ کان حلیما غفورا** (یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ وہ دونوں (اپنے مقام سے) ہٹ نہ جائیں اور اگر وہ دونوں ہٹ گئے تو اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کوئی بھی انہیں روک نہیں سکتا یقیناً وہ بہت بردبار بخشنے والا ہے) سورۃ فاطر۔ آیت نمبر ۴۱ نیز یہ بھی پڑھا کرتے **ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ ان اللہ بالناس لرؤف رحیم** (اور اس نے آسمان کو اس بات سے روک رکھا ہے کہ وہ اس کے حکم کے بغیر زمین پر گر پڑے یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر اسپۃ بڑا مہربان بہتر، رحم کرنے والا ہے) سورۃ الحج۔ آیت نمبر ۶۵

(۵) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے محمد بن احمد سے انہوں نے یحییٰ بن محمد بن ایوب سے انہوں نے علی ابن مہزیار سے انہوں نے ابن سنان سے انہوں نے یحییٰ حلبی سے انہوں نے عمر بن ابان سے انہوں نے جابر سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے تمیم بن حذیم نے کہ جس وقت حضرت امیر المومنین نے بصرہ کا رخ کیا تو میں آپ کے ساتھ تھا اور جس اثناء میں ایک جگہ پر ہم لوگوں نے منزل کی تو زمین ہلنے لگی،

حضرت علی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور فرمایا تجھے کیا ہو گیا۔ پھر ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اگر یہ وہ زلزلہ ہوتا کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے تو یہ جواب دیتی لیکن یہ وہ زلزلہ نہیں ہے۔

(۶) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے محمد بن خالد سے انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن مہزیار سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا اور اس میں اھواز کے اندر زلزلہ کی کثرت کی شکایت کی اور پوچھا کہ کیا ہم لوگ یہاں سے نقل مکانی کر لیں؟ تو آپ نے اپنے خط میں تحریر فرمایا نہیں وہاں سے نقل مکانی نہ کرو بلکہ چہار شنبہ و پنجشنبہ اور جمعہ کو تین دن روزہ رکھو اور جمعہ کے دن غسل کرو طاہر لباس پہنو اور آبادی سے باہر نکلو وہاں اللہ سے دعا کرو اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے یہ مصیبت اٹھالے گا راوی کا بیان ہے کہ ہم لوگ نے ایسا ہی کیا اور زلزلہ ساکن ہو گیا۔ نیز تحریر فرمایا جو کوئی تم میں سے گنہگار ہو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے اور سب کے لئے دعائے خیر کرے۔

(۷) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے محمد بن احمد سے اور انہوں نے روایت کی ہے ابراہیم بن اسحاق سے انہوں نے محمد بن سلیمان دیلمی سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے زلزلہ کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا وہ ایک آیت اور نشانی ہے میں نے عرض کیا اس کا سبب کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے ہر رگ و ریشہ پر ایک ملک متعین کیا ہے اور جب وہ کسی زمین پر زلزلہ لانے کا ارادہ کرتا ہے تو اس ملک کی طرف وحی فرما دیتا ہے کہ فلاں فلاں رگ کو حرکت دیدے تو وہ جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا تو وہ زمین مع اپنے ساکنین کے حرکت میں آجاتی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا اگر ایسا ہو تو اس وقت ہم کیا کریں؟ فرمایا تم نماز کسوف پڑھو اور جب اس سے فارغ ہو جاؤ تو سجدے میں جاؤ اور سجدے ہی میں یہ کہو **یا من یمسک السموات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسکھما من احد بعدہ انہ کان حلیما غفورا** (اے وہ ذات جو آسمان اور زمین کو اپنی جگہ سے ہٹ جانے سے روکے ہوئے ہے اور اگر بالفرض وہ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں تو اس کے سوا ان کو کوئی روک نہیں سکتا بیشک وہ بڑا بردبار اور بڑا بخشنے والا ہے) سورۂ فاطر۔ آیت نمبر ۴۱ ہم لوگوں کو اس مصیبت سے بچالے بیشک تو ہر شے پر قادر ہے۔

(۸) اور ان ہی اسناد کے ساتھ محمد بن احمد سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ رازی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے روح بن صالح سے انہوں نے ہارون بن خارجہ سے انہوں نے اس حدیث کو مرفوع کیا ہے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی طرف آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں زلزلہ آنے لگا تو لوگ دوڑے ہوئے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پاس گئے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ دونوں خود حضرت علی علیہ السلام کے پاس گئے ہیں تو لوگ بھی ان دونوں کے پیچھے پیچھے حضرت علیؑ کے دروازے پر پہنچے اور حضرت علیؑ لوگوں کی گھبراہٹ کی پرواکئے بغیر گھر سے برآمد ہوئے اور چلے لوگ بھی ان کے پیچھے ہو لئے آپ جا کر ایک بلند ٹیلے پر بیٹھ گئے اور لوگ بھی آپ کے اردگرد بیٹھے اور دیکھ رہے تھے کہ مدینہ کی دیواریں جھوم رہی ہیں اور ادھر سے ادھر آتی جاتی ہیں۔ حضرت علی نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ اس کو دیکھ کر گھبرا رہے ہو؟ لوگوں نے کہا کیسے نہ گھبرائیں ایسا زلزلہ تو ہم لوگوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ پھر حضرت علیؑ نے اپنے دونوں لبوں کو کچھ حرکت دی اور اس کے بعد اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے ساکن ہو جا یہ حکم پاتے ہی زمین ساکن ہو گئی یہ دیکھ کر لوگوں کو اس سے بھی زیادہ تعجب ہوا جتنا کہ اس زلزلے کے جھٹکوں سے ہوا تھا۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ تم لوگوں کو میرے اس عمل پر تعجب ہے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں وہ شخص ہوں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے **اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا وقال الانسان مالھا** (جب زمین بڑے زوروں سے زلزلے میں آئے گی اور زمین اپنے تمام بوجھ نکال کر باہر پھینک دے گی اور ایک انسان کہے گا کہ ارے تجھے کیا ہو گیا ہے) سورۃ الزلزال۔ آیت نمبر

۲/۲/۲ تو میں وہی انسان ہوں جو زمین سے کہے گا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے **یومئذ تحدث اخبار ھا** (اس دن وہ اپنے سارے حالات بیان کرے گی) سورۃ الزلزال۔ آیت نمبر ۴ تو وہ مجھ ہی سے تمام حالات بیان کرے گی۔

باب (۳۴۴) وہ سبب جس کی بنا پر بچوں کو خمر (زعفران) کے ساتھ غسل نہیں دینا چاہیے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے انہوں نے قاسم بن یحییٰ سے انہوں نے اپنے جد حسن بن راشد سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے بیان کیا مجھ سے روایت کرتے ہوئے میرے جد نامدار سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اپنے بچوں کو خمر سے غسل نہ دو اس لئے کہ شیطان اس خمر کی خوشبو سونگھتا ہے تو بچہ اپنی نیند سے چونک پڑتا ہے اور کاتبین کو اس سے اذیت ہوتی ہے۔

باب (۳۴۵) وہ سبب جس کی بنا پر غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ رازی نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی بن نعمان سے انہوں نے اسباط بن محمد سے انہوں نے یہ حدیث مرفوع کی حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کہ آپؐ نے فرمایا کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے تو آپؐ سے عرض کیا گیا یارسول اللہؐ یہ کیسے؟ آپؐ نے فرمایا زنا کرنے والا اللہ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور غیبت کرنے والا توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی توبہ قبول نہیں کرتا جب تک کہ جس کی اس نے غیبت کی ہے وہ اسے معاف نہ کر دے۔

باب (۳۴۶) وہ سبب جس کی بنا پر کبھی کبھی مومن ضرورت سے زیادہ تیز مزاج، ضرورت سے زیادہ حریص و بخیل اور ضرورت سے زیادہ نکاح کرنے والا ہوتا ہے اور وہ سبب جس کی بنا پر وہ اپنے دین میں پہاڑ سے بھی زیادہ اٹل ہوتا ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے مسعدہ بن صدقہ ربعی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا گیا کہ مومن سخت مزاج کیوں ہوتا ہے؟ فرمایا اس لئے کہ اس کے دل میں قرآن کی بڑی عزت ہے اور اس کے سینے سے خالص ایمان ابلتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والا اور ان کو سچا سمجھنے والا بندہ ہے۔ پھر عرض کیا گیا کبھی کبھی مومن ضرورت سے زیادہ حریص اور بخیل کیوں ہو جاتا ہے؟ فرمایا اس لئے کہ وہ حلال ذریعہ سے روزی کماتا ہے اور یہ حلال کی روزی اس کو بہت پیاری ہے وہ جانتا ہے کہ حلال روزی کمانا کس قدر مشکل ہے اس لئے وہ نہیں چاہتا کہ اس میں سے ذرا سا بھی اپنے پاس سے جدا کرے وہ اپنے نفس پر جبر کرتا ہے اور اس کو بے موقع اور بے محل صرف نہیں کرتا۔ پھر عرض کیا گیا کہ وہ کبھی کبھی ضرورت سے زیادہ نکاح کیوں کرتا ہے؟ فرمایا حرام سے بچنے کے لئے اور جب

اس کی خواہش نہ اس سے پوری ہوتی ہے اور نہ اس سے تو مزید نکاح کرتا ہے اور جب اسے اپنے مطلب کی حلال بیوی مل جاتی ہے تو اس پر اکتفا کرتا ہے اور پھر مستغنی ہو جاتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مومن کی قوت دراصل اس کے قلب میں ہوتی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ جسمانی طور پر تو ضعیف و کمزور ہے۔ نحیف الجثہ ہے مگر شب بھر عبادت میں بسر کرتا ہے دن کو روزہ رکھتا ہے اور مومن اپنے دین کے معاملہ میں پہاڑ سے بھی زیادہ اٹل ہوتا ہے اس لئے کہ پہاڑ میں کبھی کبھی کچھ تراش بھی لیا جاتا ہے مگر کسی کی مجال نہیں کہ مومن کے دین میں سے کچھ تراش لے اس لئے کہ وہ اپنے دین کے معاملہ میں بڑا بخیل اور کنجوس ہے۔

باب (۳۴۷) وہ سبب جس کی بنا پر مہینے گھٹا کرتے ہیں

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے صباح بن سیابہ سے انہوں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بارہ مہینے پیدا کئے اور وہ سب مل کر تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن کے تھے تو ان ہی میں سے اس نے وہ چھ دن گھٹا دئے جس میں اس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا تھا اسی بنا پر مہینے گھٹتے ہیں۔

باب (۳۴۸) وہ سبب جس کی بنا پر حضرت جعفر بن ابی طالب نے نہ کبھی شراب پی نہ کبھی جھوٹ بولے نہ کبھی زنا کیا نہ کبھی بت کو پوجا

(۱) میرے والد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے احمد بن نضر خزاز سے انہوں نے عمرو بن شمر سے انہوں نے جابر بن یزید جعفی سے اور انہوں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ میں جعفر بن ابی طالب کا چار خصلتوں کی وجہ سے شکر گزار ہوں تو آنحضرتؐ نے انہیں بلایا اور انہیں اس کی اطلاع دی تو حضرت جعفرؓ نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہ بتایا ہوتا تو میں بھی آپ کو نہ بتاتا مگر اب سنئے میں نے کبھی شراب نہیں پی اس لئے کہ میں جانتا تھا کہ شراب پینے سے میری عقل زائل ہو جائے گی۔ اور میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اس لئے کہ جھوٹ سے مروت میں کمی آتی ہے اور میں نے کبھی کسی کے ساتھ زنا نہیں کیا اس لئے کہ میں ڈرتا تھا کہ اگر ایسا کروں گا تو لوگ میرے ساتھ ویسا ہی کریں گے۔ اور میں نے کبھی کسی بت کی پوجا نہیں کی اس لئے کہ میں جانتا تھا کہ یہ نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔ امام علیہ السلام کا بیان ہے کہ یہ سوال سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کاندھے پر ہاتھ مارا اور کہا پھر تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ وہ تمہیں دو بازو عطا کرے اور تم جنت میں ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتے رہو۔

باب (۳۴۹) وہ سبب جس کی بنا پر غلام و ذلیل و سفلہ اور پست فطرت لوگوں سے اپنے امور میں مشورہ لینا مکروہ ہے۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے روایت کرتے

ہوئے موسیٰ بن عمر سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے عمار ساباطی سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے عمار اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری قسمت اچھے طریقہ سے جاری رہے اور تمہاری دوستی اور مودت تکمیل پائے اور تمہاری معیشت درست رہے تو اپنے معاملات میں کبھی کسی غلام اور ذلیل و سفلہ سے مشورہ نہ کرو اس لئے کہ اگر تم اس کو امین بناؤ گے تو وہ خیانت کرے گا اگر وہ تم سے بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا اگر اس سے مدد چاہو گے تو تمہیں مایوس کرے گا اگر وہ تم سے کوئی وعدہ کرے گا تو اس کو پورا نہ کر دکھائے گا۔

(۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے محمد بن احمد سے انہوں نے روایت کی محمد بن حسین سے انہوں نے محبوب سے انہوں نے معاویہ بن وہب سے اور انہوں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے ان کا بیان ہے میں نے آپ جناب کو فرماتے ہوئے سنا کہ انہوں نے کہا کہ میرے پدر بزرگوار فرمایا کرتے تھے کہ تم حق پر قائم رہو جو گذر گیا چھوڑ دو بے فائدہ باتوں سے کنارہ کشی اختیار کرو اپنے دشمن کے پہلو میں نہ رہو امانت دار قوموں میں سے اپنا دوست بناؤ امین وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے خوف کرتا ہے فاجر کی صحبت اختیار نہ کرو اس کو اپنے راز سے مطلع نہ کرو اس کے پاس اپنی امانت نہ رکھو۔ اور اپنے امور میں ان لوگوں سے مشورہ کرو جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہوں۔

باب (۳۵۰) وہ سبب جس کی بنا پر بزدل بخیل اور لالچی سے مشورہ لینا مکروہ ہے۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے محمد بن آدم سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ یہ حدیث مرفوع کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب کہ آپ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا اے علی تم کسی بزدل سے کبھی مشورہ نہ کرو ورنہ وہ تمہارے نکلنے کا راستہ مسدود کردے گا اور کسی بخیل سے بھی مشورہ نہ لو ورنہ وہ تمہیں تمہاری نیکی تک بھی نہ پہنچنے دے گا اور کسی لالچی سے بھی مشورہ نہ کرو وہ برائی کو بھی تمہارے سامنے اچھا کرکے پیش کرے گا اور اے علی یہ سمجھ لو کہ بزدلی و بخیل و حرص ان سب کی اصل ایک ہی ہے جس کو بدگمانی جمع کئے ہوئے ہے۔

باب (۳۵۱) وہ سبب جس کی بنا پر اپنی داڑھی پر کثرت سے ہاتھ پھیرنا مکروہ ہے۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمر سے انہوں نے یحییٰ بن عمر سے انہوں نے صفوان جمال سے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنی داڑھی پر کثرت سے ہاتھ نہ پھیرو اس سے چہرہ بدشکل ہو جاتا ہے۔

باب (۳۵۲) وہ سبب جس کی بنا پر انسان اپنے نیچے والوں کو دیکھے اوپر والوں کو نہ دیکھے۔

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابن محبوب سے انہوں نے ہشام بن سالم سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ حمران بن اعین سے فرما رہے تھے کہ اے حمران تم اس کو دیکھو جو تم سے بھی پست حالت میں ہے اسے۔ دیکھو جو تم سے اچھی حالت میں ہے یہ بات تم کو ہمیشہ تمہاری قسمت پر قانع بنادے گی اور تم اپنے رب کی طرف سے زیادتی رزق کے مستوجب قرار پاؤ گے اور یہ سمجھ لو کہ یقین کے ساتھ عمل اللہ کے نزدیک بے یقینی کے ساتھ عمل کثیر سے بہتر ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ اللہ نے جن چیزوں کو حرام کردیا ہے اس سے

اجتناب اور مسلمانوں کی ایذا رسانی اور ان کے غیبت سے بچنے سے زیادہ نفع بخش اور کوئی ورع اور تقویٰ نہیں ہے اور نہ کوئی میثیٰن حسن خلق سے بہتر ہے نہ کوئی مال تھوڑے پر قناعت کرنے سے زیادہ نفع بخش ہے اور نہ کوئی جہالت تکبر سے زیادہ مضرت رساں ہے۔

باب (۳۵۳) وہ سبب جس کی بنا پر مومن مکفر (یعنی جس کے احسان کا کوئی شکریہ ادا نہیں کرتا) ہوتا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ یہ حدیث مرفوع کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف آپ نے فرمایا کہ مومن مکفر ہوتا ہے (اس کی نیکی کا کوئی شکریہ ادا نہیں کرتا) یہ اس لئے کہ اس کی نیکی بلند ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جاتی ہے لوگوں میں اس کی نشر و اشاعت نہیں ہوتی اور کافر کی نیکی لوگوں میں مشہور ہوتی ہے اس لئے کہ وہ نیکی کرتا ہے بندوں کی خوشنودی کے لئے اس لئے بندوں میں اس کی شہرت ہوتی ہے وہ آسمان کی طرف بلند نہیں ہوتی۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے نوفلی سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ مکفرین کے سروں پر ہوتا ہے جو رحمت کے ساتھ ان کے سروں پر پھیرتا ہے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن موسیٰ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت موسیٰ بن جعفر سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے اپنے جد سے انہوں نے حضرت علی ابن الحسین سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکفر تھے۔ ان کے احسان کا کوئی شکریہ ادا نہ کرتا تھا۔ حالانکہ ان کا احسان ہر قریشی و عربی و عجمی پر تھا اور بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مخلوق پر احسان کرنے والا کون ہے اور اسی طرح ہم اہلبیت بھی مکفر ہیں ہم لوگوں کے احسان کا بھی کوئی شکریہ ادا نہیں کرتا اور مومن بھی مکفر ہیں ان کا شکریہ بھی لوگ ادا نہیں کرتے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ اور حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے علی بن نعمان سے انہوں نے یزید بن خلیفہ سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص پہاڑ کی چوٹی پر رہے یہاں تک کہ اس کے عمر کی مدت ختم ہو جائے تو اس پر کچھ نہیں ہے کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ لوگوں کو دکھانے کا کام کرو تو سنو جو شخص لوگوں کی خوشنودی کے لئے کام کرتا ہے اس کا ثواب بھی لوگوں پر ہی ہے اور جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لئے کام کرتا ہے اس کا ثواب بھی اللہ کے ذمہ ہے اور ہر ریاکاری شرک ہے۔

باب (۳۵۴) وہ سبب جس کی بنا پر مومن کو دنیا ہی میں سزا جلد دی جاتی ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن خالد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حکم نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن جندب سے انہوں نے سفیان بن سمط سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے ایک گناہ کرنے کا موقع دیتا ہے اور اس کے بعد اس کو سزا بھی دیتا ہے اور اس کو استغفار یاد دلاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ برائی کرنا چاہتا

ہے تو اس کو ایک گناہ کرنے کا موقع دیتا ہے تاکہ وہ استغفار کو بھول جائے اور وہ گناہ برابر کرتا رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے **سنستدرجھم من حیث لا یعلمون** (ہم انہیں بہت جلد آہستہ آہستہ اس طرح (جہنم میں) لے جائیں گے کہ انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ سورۂ اعراف۔ آیت نمبر ۱۸۲

باب (۲۵۵) وہ سبب جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے گائے، بھیڑ، اونٹ اور دوسرے جانور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے کو حلال کر دیا ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے کہ حضرت امام ابوالحسن رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو خط لکھا اس میں یہ بھی تحریر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گائے، بھیڑ اور اونٹ کو ان کی کثرت کی وجہ سے اور ان کے امکان وجود کی وجہ سے حلال قرار دیا اور جنگلی گائے وغیرہ جو وحشی ہیں اور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کو بھی حلال قرار دیا اس لئے کہ ان کا کھانا نہ مکروہ ہے نہ حرام ہے نہ وہ ایک دوسرے کے لئے مضر ہیں نہ انسان کے لئے مضر نہ ان کی خلقت میں کوئی میل ملاوٹ ہے۔

باب (۲۵۶) وہ سبب جس کی بنا پر غدود کا کھانا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن شمون نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن عبدالرحمن سے انہوں نے مسمع بن عبدالملک سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی گوشت خریدے تو اس میں سے غدود نکال دے اس لئے کہ یہ جذام کی رگ کو حرکت دیتا ہے۔

باب (۲۵۷) وہ سبب جس کی بنا پر حرام مغز و طحال (تلی) و انثیین کھانا حرام ہے۔

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے احمد بن محمد بزنطی سے انہوں نے ابان بن عثمان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ طحال کیسے حرام ہو گیا جبکہ ذبیحہ کا ایک جزو ہے تو آپ نے فرمایا سو حضرت ابراہیمؑ کے پاس جب دنبہ اترا اور وہ مکہ میں ایک پہاڑ ہے تاکہ اس کی قربانی کریں تو ابلیس آپ کے پاس آیا اور بولا اس دنبہ میں سے میرا حصہ بھی دیجئے تب آپ نے فرمایا تیرا حصہ کیسا یہ تو میرے رب کے لئے قربانی ہے اور میرے فرزند کا فدیہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی نازل فرمائی کہ اس میں اس کا بھی حصہ ہے اور وہ طحال ہے اس لئے کہ یہ جما ہوا خون ہے اور خصیتین بھی حرام ہے اس لئے کہ یہ جماعت کی جگہ اور نطفہ جاری ہونے کا مقام ہے تو حضرت ابراہیمؑ نے طحال و انثیین یعنی خصیتین اس کو دیدیئے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر میں نے عرض کیا اور حرام مغز کیوں حرام ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس لئے کہ یہ ہر نر و مادہ کے اچھل کر نکلنے والے پانی (یعنی منی) کی جگہ ہے اور حرام مغز ایک طویل چیز ہے جو پشت کی ریڑھ کی ہڈی کے اندر ہوتا ہے ابان کا بیان ہے کہ پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ذبیحہ میں سے دس چیزیں مکروہ ہیں طحال، خصیتین، [illegible] بیضہ، غدود، ذکر، [illegible] حرام مغز اور مرارہ ہیں سے اس چیزیں چھوڑ دی ہیں صوف، بال، اون، [illegible] دانت، بیشک [illegible]

بچے کے پیٹ کا) پنیر، کھال، دودھ جو تھن میں اتر آیا ہو۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابی طالب عبداللہ بن صلت سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ عامری سے انہوں نے سماعہ بن مہران سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ بام مچھلی، مارماہی، پانی پر بہنے والی مردہ مچھلی، سلطع دریائی (جھینگا) اور طحال نہ کھاؤ اس لئے کہ یہ خون کا گھر اور شیطان کا لقمہ ہے۔

باب (۳۵۸) وہ سبب جس کی بنا پر گردوں کا کھانا مکروہ ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن علی بن زکریا نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن صدقہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت موسیٰ بن جعفر نے روایت کرتے ہوئے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے حضرت محمد بن علی علیہم السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گردے نہیں کھایا کرتے تھے حالانکہ آپؐ نے انہیں حرام نہیں کیا تھا۔

باب (۳۵۹) وہ سبب جس کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ خیبر میں پالتو گدھے کے کھانے کو منع کر دیا تھا نیز خچر کے حرام ہونے کا سبب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین نے روایت کرتے ہوئے ابن ابی عمیر سے انہوں نے اذنیہ سے انہوں نے زرارہ اور محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں آپ جناب سے پالتو گدھے کا گوشت کھانے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں اس کا گوشت کھانے کو منع فرمایا اور آپؐ نے اس کے کھانے کو اس لئے منع فرمایا کہ یہ لوگوں کے بار برداری کے کام آتا ہے اور حرام تو بس وہی چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حرام قرار دیا ہے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے حماد سے انہوں نے حریز سے انہوں نے محمد بن مسلم سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گدھے کے گوشت کے کھانے کو منع فرمایا اور اس کو منع صرف ان کی پشت (بار برداری) کی وجہ سے فرمایا وہ صرف اس ڈر سے کہ کہیں یہ ناپید نہ ہو جائیں ورنہ گدھا حرام نہیں ہے پھر آپ نے قرآن کی اس آیت کی تلاوت فرمائی **قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه** (اے رسول) کہہ دو کہ مجھ پر جو وحی آئی ہے میں تو اس میں کسی کھانے والے پر جو کچھ کھائے کوئی چیز حرام نہیں پاتا) سورۃ انعام۔ آیت نمبر ۱۴۶۔

(۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن اللیثی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت جعفر بن محمد علیہما السلام نے کہ ایک مرتبہ میرے پدر بزرگوار سے پالتو گدھے کے گوشت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے کھانے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے اس لئے کہ اس زمانہ میں لوگوں کی سواری اور بار برداری کے کام آتا ہے بس حرام تو وہی چیز ہے جس کو قرآن میں حرام بتایا گیا ہے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن

اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان کے مسائل کے جواب میں جو خط لکھا اس میں یہ بھی لکھا کہ خچر اور پالتو گدھے کا گوشت کھانا مکروہ ہے اس لئے کہ لوگوں کو اس کے پشت کی اور اس کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ ڈر ہے کہ یہ کم ہی کہیں بالکل ختم ہو جائیں اس لئے نہیں کہ ان کی خلقت نجس ہے یا ان کی غذا نجس ہے۔

باب (۲۶۰) وہ سبب جس کی بنا پر منہ سے سیٹی بجانا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین نے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے سالم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ حضرت لوط کی قوم کو یہ کیسے معلوم ہو جاتا تھا کہ حضرت لوطؑ کے یہاں مہمان آئے ہیں آپ نے فرمایا کہ ان کی زوجہ نکل کر سیٹی بجاتی تھی اور جب لوگ اس کی سیٹی کی آواز سنتے تو آجاتے اسی لئے سیٹی بجانا مکروہ ہو گیا۔

باب (۲۶۱) وہ سبب جس کی بنا پر مخالفین کو اپنے حاجت کے لئے تکلیف دینا مکروہ ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے حنان سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ ہمارے مخالفین سے اپنی حاجت برآری کے لئے درخواست نہ کرو ورنہ وہ قیامت کے دن ہم لوگوں سے اپنی حاجت برآری کا سوال کریں گے۔

(۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ یہ حدیث بھی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ان لوگوں سے اپنی حاجت کے لئے سوال نہ کرو ورنہ قیامت کے دن تم لوگ ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنے کا وسیلہ بن جاؤ گے۔

باب (۲۶۲) وہ سبب جس کی بنا پر سب لوگ اپنی ماں کے نام سے پکارے جائیں گے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ابی ولاد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارے گا کہ اے فلاں ابن فلاں یہ اللہ کی طرف سے ان لوگوں کی پردہ پوشی ہے۔

باب (۲۶۳) وہ سبب جس کی بنا پر ولد الزنا جنت میں نہیں جائے گا

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے ابراہیم بن اسحاق سے انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے محمد بن فضیل سے انہوں نے سعد بن عمر جلاب سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو طاہر و مطہر خلق کیا ہے اس لئے اس میں داخل نہ ہوگا مگر جس کی ولادت پاک ہو نیز ارشاد فرمایا خوش قسمت ہے وہ جس کی ماں پاکدامن ہے۔

(۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے محمد بن احمد سے انہوں نے روایت کی ہے ابراہیم بن اسحاق سے انہوں نے محمد بن سلیمان دیلمی سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اس حدیث کو مرفوع کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف راوی کا بیان ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ ولد الزنا کہے گا کہ پروردگار میرا کیا گناہ میرا اپنے معاملہ میں تو کوئی کردار ہی نہ تھا تو ایک منادی ندا دے گا کہ تم تین برائیوں میں سے ایک برائی ہو تمہارے ماں باپ نے گناہ کیا تم ان ہی دونوں کی برائیوں کی وجہ سے پیدا ہوئے ہو لہذا تم نجس اور پلید ہو اور جنت میں سوائے طاہر اور پاک کے اور کوئی داخل نہیں ہو سکتا۔

باب (۳۶۴) وہ سبب جس کی بنا پر پردہ نشیں عورتوں کے بالوں پر نظر کرنا حرام ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن محمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے ابن سنان سے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو خط لکھا اس میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ پردہ نشیں عورتوں کے بالوں پر نظر کرنا حرام ہے۔ وہ خواہ شوہر دار ہوں یا غیر شوہر دار اس سے مردوں میں ایک ہیجان پیدا ہوتا ہے اور یہ ہیجان فساد کی طرف لیجاتا ہے اور انسان ایسی حد میں داخل ہو جاتا ہے جو اس کے لئے حلال نہیں اور اسی طرح ان چیزوں پر بھی نظر کرنا حرام ہے جو بالوں سے مشابہ ہیں سوائے ان کے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **والقواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن جناح** (اور بڑی بوڑھی عورتوں جو نکاح کی خواہش نہیں رکھتیں اگر وہ اپنے دوپٹے اتار سرننگا کر ڈالیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں) سورۃ النور۔ آیت نمبر ۶۰ یعنی اگر چادر کے سوا دوپٹہ وغیرہ رکھدیں تو ان کے بالوں پر نظر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

باب (۳۶۵) وہ سبب جس کی بنا پر تہامہ واعراب وحبش کے اہل ذمہ (کافر ذمی) کی عورتوں کے سروں پر نظر کرنے میں آزادی ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے عباد بن صہیب سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا تہامہ اور اعراب (بدو) اور حبش دونوں کی عورتوں کے سروں پر جو اہل ذمہ ہوں نظر کرنا کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ ان کو منع کیا جائے تو باز نہ آئیں گی اور مغلوبہ ومفتوحہ عورتوں کے بالوں کو اور ان کے بدن پر نظر کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے جب تک کہ یہ نظر عمداً نہ ہو۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبدالجبار نے روایت کرتے ہوئے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے عبدالرحمن بن حجاج سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسی لڑکی کے متعلق دریافت کیا جو ابھی بالغ نہیں ہوئی ہے کیا اس کے لئے مناسب ہے کہ اپنے سر کو ڈھانکے ان لوگوں سے جو محرم نہیں ہیں؟ اور اس پر کب سے واجب ہے کہ نماز میں مقنع استعمال کرے؟ آپ نے فرمایا وہ اپنا سر اس وقت تک نہ ڈھانکے جب تک اس پر نماز واجب نہ ہو۔

باب (۳۶۶) وہ سبب جس کی بنا پر اسیر کرنے والے کے لئے جائز نہیں کہ اگر اسیر چلنے سے عاجز ہو تو اس کو قتل کردے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے قاسم بن محمد اصبہانی سے انہوں نے سلیمان بن داؤد منقری سے انہوں نے عیسیٰ بن یونس سے انہوں نے اوزاعی سے انہوں نے زہری سے انہوں نے حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ اگر تم کسی اسیر کو پکڑو اور وہ چلنے سے عاجز ہو اور تمہارے پاس کوئی سواری بھی نہ ہو جس پر تم اسے سوار کر کے پہنچاؤ تو اسے چھوڑ دو قتل نہ کرو اس لئے کہ تمہیں نہیں معلوم کہ اس کے متعلق امام کا حکم کیا ہے نیز فرمایا کہ اگر وہ قیدی اسلام لائے تو اس کا خون محفوظ ہے مگر وہ مال غنیمت میں شمار ہوگا۔

باب (۳۶۷) وہ سبب جس کی بنا پر کسی بادشاہ کی مدت سلطنت طویل ہوتی ہے اور کسی کی قصیر

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے عثمان بن عیسیٰ سے انہوں نے ابی اسحاق ارجانی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ آپ جناب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس کو سلطان بناتا ہے اس کی سلطنت کی مدت کے سال مہینہ دن اور رات بھی معین کر دیتا ہے اب اگر اس نے عدل سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ آسمان پر متعین فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ آسمان کی گردش دھیمی رکھ اس لئے اس کی سلطنت کے دن رات مہینے اور سال طویل ہو جاتے ہیں اور اگر اس نے ظلم و جور کیا اور لوگوں کے ساتھ عدل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ آسمان کے موکل کو حکم دیتا ہے کہ آسمان کی گردش تیز کردے تاکہ اس کے دن رات مہینے اور سال جلد از جلد ختم ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ چند راتوں اور مہینوں کے بعد اس کے دن پورے کر دیتا ہے

باب (۳۶۸) وہ سبب جس کی بنا پر کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی نبطی (عراق عرب اور عراق عجم کے درمیان بسنے والے لوگوں) کو اپنا دوست اور مددگار بنالے

(۱) بیان کیا مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے حسین بن طریف سے انہوں نے ہشام سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اے ہشام نبطی نہ عربی ہیں اور نہ عجمی ہیں ان میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ اس لئے کہ ان کے کچھ اصول ہیں جو بے وفائی کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

باب (۳۶۹) وہ سبب جس کی بنا پر وصیت ایک تہائی مال کے لئے قرار دی گئی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ براء بن معرور انصاری مدینہ میں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں ان کا وقت وفات قریب آیا تو انہوں نے اپنے مال کے ایک تہائی کے لئے وصیت کی پھر یہی سنت جاری ہو گئی۔

(۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے مسعدہ بن صدقہ ربعی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے روایت کی ہے آپ نے بیان فرمایا کہ انصار میں سے ایک شخص نے وفات پائی اس کی ایک چھوٹی بچی تھی اور چھ غلام تھے مرتے وقت اس نے غلاموں کو آزاد کر دیا اور ان غلاموں کے سوا اس کے پاس کوئی اور مال نہ تھا۔ جب رسول اللہؐ کہیں گئے تھے تشریف لائے تو انہیں بتایا گیا آپؐ نے پوچھا تم لوگوں نے اس مرنے والے کو کیا کیا؟ لوگوں نے کہا ان کو دفن کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا تو اس کو اہل اسلام کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیتا اس نے اپنی بچی کو اس حال میں چھوڑا کہ لوگ اس کی کفالت کریں۔

(۳) اور ان ہی اسناد کے ساتھ راوی کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ وصیت میں ظلم اور خلاف عدل گناہان کبیرہ میں سے ہے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابی طالب عبداللہ بن صلت قمی سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے اس حدیث کو مرفوع کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف قول خدا کی تفسیر میں **فمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بينهم فلا اثم عليه** (پس جس کو وصیت کرنے والے سے طرفداری یا گناہ کا خوف ہو پس اس نے ان (وارثوں) میں صلح کرادی تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے) سورۃ بقرہ۔ آیت نمبر ۱۸۲ آپ نے فرمایا یعنی جب وصیت میں حد سے تجاوز کرے اور ایک ثلث (۱/۳) سے زیادہ کے لئے وصیت کر دے۔

(۵) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے کہ آپ نے فرمایا جس نے اپنی وصیت میں عدل سے کام لیا تو ایسا ہے کہ جیسے اپنا مال تصدق کیا اور جس نے اپنی وصیت میں عدل سے کام نہیں لیا تو جب وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہوگا تو اللہ اس سے منہ پھیر لے گا۔

(۶) اور ان ہی اسناد کے ساتھ یہ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے مال کے پانچویں حصہ کے متعلق وصیت کرے تو وہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے اور اگر وہ اپنے مال کے چوتھائی حصہ کے متعلق وصیت کرے تو میرے نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ وہ اپنے مال کے تہائی حصہ کے متعلق وصیت کرے۔ اور جس نے تہائی حصہ کے متعلق وصیت کی تو اس نے کچھ چھوڑا ہی نہیں۔

باب (۳۷۰) وہ سبب جس کی بنا پر مواریث کے سہام میں کوئی تعدل اور تبدیلی نہیں ہے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے متعدد لوگوں سے ان لوگوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ مواریث کے چھ سہام میں کوئی اضافہ اور زیادتی نہیں ہوگی تو عرض کیا گیا فرزند رسول چھ سہم کیوں رکھے گئے؟ تو فرمایا اس لئے کہ انسان بھی چھ اشیاء سے خلق ہوا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين ثم جعلناه نطفة في قرار مكين ثم خلقنا النطفة علقة فخلقنا العلقة مضغة فخلقنا المضغة عظاما فكسونا العظم لحما** (اور یقیناً ہم نے انسان کو گارا مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ میں نطفہ قرار دے دیا پھر ہم نے نطفہ کو جمے ہوئے خون کی ایک پھٹکی بنا دیا پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کی پھٹکی کو ایک لوتھڑا بنا دیا پھر ہم نے اس لوتھڑے کو ہڈیاں بنا دیا پھر ہم نے ان

ہڈیوں پر گوشت پہنادیا) سورۃ المومنون۔ آیت نمبر ۱۲/ ۱۳/ ۱۴۔

○ محمد بن علی اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کی ایک دوسری وجہ بھی ہے اور وہ یہ کہ وہ اہل موارث جو ہمیشہ میراث پاتے رہیں گے وہ ہیں باپ، ماں، بیٹا، بیٹی، زوج، زوجہ۔

(۲) بیان کیا مجھ سے میرے والد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عثمان بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے سماعہ بن مہران سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین فرمایا کرتے تھے کہ وہ ذات جو ریت کے پہاڑوں کے ذرہ ذرہ کا شمار رکھتی ہے وہ جانتی ہے کہ سہام چھ سے گھٹ بڑھ نہیں سکتے۔ اگر لوگ اس کا سبب سمجھ لیں تو چھ سے تجاوز نہ کریں۔

(۳) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ایوب بن نوح نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے یوسف بن عمیر سے انہوں نے ابی بکر حضرمی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا ابن عباس کہا کرتے تھے کہ وہ ذات جو ریت کے پہاڑوں کے ذرہ ذرہ کا شمار رکھتی ہے وہ یہ بھی جانتی ہے کہ سہام چھ سے تجاوز نہ کریں گے۔

(۴) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے روایت کرتے ہوئے فضل بن شاذان سے انہوں نے محمد بن یحییٰ سے انہوں نے علی بن عبیداللہ سے انہوں نے یعقوب بن ابراہیم بن سعد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسحٰق سے انہوں نے کہ بیان کیا مجھ سے زہری نے روایت کرتے ہوئے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ وہاں فرائض مواریث کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا سبحان اللہ العظیم کیا تم دیکھتے ہو کہ وہ ذات جو ریت کے پہاڑوں کے ذرہ ذرہ کا عدد اور شمار رکھتی ہے اس نے مال ترکہ میں نصف و نصف اور ثلث قرار دیا تو ان دونوں نصف نصف پورا مال ہی ختم ہو گیا اب ثلث (تہائی) کی گنجائش رہ گئی تو زفر بن اوس بصری نے ان سے کہا کہ اے ابن عباس تو پھر سب سے پہلے فرائض میں کس نے ترمیم کی؟ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر نے جب ان کے سامنے فرائض کا مسئلہ پیش ہوا اور ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے تو بولے خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم تم لوگوں میں سے کس کے (حصے) کو اللہ نے مقدم رکھا ہے اور کس کے فریضے کو موخر کیا ہے لہٰذا میں اس کے سوا کوئی اور صورت نہیں پاتا کہ یہ تم لوگوں میں حصہ حصہ کرکے تقسیم کردوں اس طرح ہر مال پانے والے کے حصہ میں کچھ نہ کچھ ترمیم و تغیر ہو گیا اور خدا کی قسم اگر وہ جس کا حصہ اللہ نے مقدم کیا تھا اس کو مقدم رکھتے اور جس کا حصہ اللہ نے موخر کیا تھا اس کا حصہ موخر رکھتے تو پھر کسی کے حصہ اور فریضہ میں کوئی کمی اور زیادتی نہ ہوتی۔ زفر بن اوس نے کہا کہ پھر یہ بتائیں کہ ان دونوں میں سے کس کو مقدم کیا اور کس کو موخر تو انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے جس سہم کو بھی گھٹایا ہے اس کو دوسرے سہم پر لاکر رکھ دیا اور اسی کو اللہ نے مقدم کیا ہے اور جس سہم کو موخر کیا ہے وہ سہم ہے جس کا کوئی سہم نہیں رہ گیا تو صاحبان سہم کو تقسیم کرنے کے بعد اگر کچھ باقی رہ گیا تو وہ اس کو دے دیا جائے گا اور اسی کو اللہ نے موخر کر دیا ہے اور وہ سہم کہ جس کو مقدم کیا ہے وہ شوہر جس کے لیے نصف ہے اور اگر اس میں کوئی داخل ہو گیا تو گھٹ کر ربع اور اب اس ربع سے نہیں گھٹ سکتا اور زوجہ کا سہم ربع ہے اور اگر اس میں کوئی داخل ہو گیا تو گھٹ کر ثمن (آٹھواں) ہو جائے گا اور اب اس میں سے کچھ نہیں گھٹ سکتا۔ پھر ماں ہے جس کا سہم ثلث ہے اگر اس کا حصہ کسی وجہ سے گھٹا ہو سدس (چھٹا) رہے گا اور اس سے ذرا کم نہیں رکھا تو یہ وہ فریضے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مقدم رکھا ہے اور وہ حصہ جس کو اللہ تعالیٰ نے موخر کیا ہے تو لڑکیوں اور بہنوں کا سہم ہے اگر وہ ایک ہے تو اس کے لیے نصف ہے اور اگر وہ دو ہیں اور دو سے زیادہ ہیں تو ان کے لیے دو ثلث ہے اور

کا سہم زائل ہو گیا تو پھر ان کے لئے وہ ہے جو تقسیم کرنے سے باقی رہ جائے۔ ان سب کو اللہ نے موخر کیا ہے اور جن کو اللہ نے مقدم کیا ہے وہ اور جن کو موخر کیا ہے وہ سب جمع ہو جائیں تو جن کو اللہ نے مقدم کیا ہے تقسیم ان سے شروع کی جائے گی اور ان کو ان کا حق دیا جائے گا اور ان کی تقسیم سے اگر کچھ باقی رہ گیا تو جن کو اللہ نے موخر کیا ہے ان کو دیا جائے گا ان اکچھ باقی نہیں رہا تو ان کے لئے کچھ نہیں ہے۔ زفر بن اوس نے کہا کہ پھر آپ نے اپنا یہ مشورہ حضرت عمر کو کیوں نہیں دیا؟ ابن عباس نے کہا میں نے انہیں مشورہ دیا تھا۔ زہری کہتے ہیں خدا کی قسم اگر ایسا مقدمہ امام عادل کے سامنے پیش ہوتا تو اس کا فیصلہ ورع اور تقویٰ پر ہوتا۔ مگر ایک بات تھی جو گزر گئی اور ابن عباس کی اس بات سے کسی دو (۲) صاحب علم نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے۔

فضل کا بیان ہے کہ روایت کی گئی عبداللہ بن ولید عدنی صاحب سفیان سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو القاسم کوفی صاحب ابی یوسف نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے لیث بن ابی سلیم نے روایت کرتے ہوئے ابی عمر عبدی سے انہوں نے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ چھ سہموں میں دو ثلث چار طرح کے وارثوں کا سہم ہے اور نصف تین طرح کے وارثوں کا سہم ہے اور ایک ثلث دو طرح کے وارثوں کا ہے اور ربع ایک طرح کے وارث کا سہم ہے اور نصف ثمن (آٹھواں) اور تین چوتھائی بھی سہم ہیں۔ لڑکے کی موجودگی میں سوائے ماں باپ اور زوجہ و زوج کے اور کوئی وراثت نہ پائے گا اور ماں کو ایک تہائی سے محجوب صرف لڑ کا اور بھائی کرے گا اور شوہر نہ نصف سے زیادہ پائے گا اور نہ چوتھائی سے کم اور زوجہ نہ ایک چوتھائی سے زیادہ پائے گی اور نہ آٹھویں سے کم ازواج چار ہوں یا اس سے کم وہ سب اس میں برابر کی حصہ دار ہوں گی اور اس کی طرف سے سوتیلا بھائی نہ ایک ثلث سے زیادہ پائے گا اور نہ سدس (چھٹے) سے کم وہ سب اس میں برابر کے شریک ہوں گے مرد اور عورت۔ اور اس کو ثلث سے محجوب صرف لڑ کا اور باپ کرے گا اور خونبہا کی بھی ان پر تقسیم مانند میراث ہوگی۔

فضل کہتے ہیں کہ حدیث کتاب خدا کے موافق ہے اور صحیح ہے اور اس میں اس امر کی دلیل ہے سو بھائی بہنیں اولاد کی موجودگی میں وارث نہ ہوں گی اور والد بھی اولاد کی موجودگی میں کوئی وراثت نہیں پائے گا۔ اور اس میں اس امر کی بھی دلیل ہے کہ ماں بھائیوں کو وراثت سے محجوب (محروم) نہیں کرے گی۔

پس اگر کوئی شخص کہے کہ اس حدیث میں تو صرف والد کہا والدین نہیں کہا نہ والدہ کہا تو اس سے یہ کہا جائے گا کہ یہ کہنا درست اور جائز ہے جیسا کہ ولد کہا جاتا ہے تو اس میں مونث و مذکر دونوں مراد ہوتے ہیں اور کبھی کبھی ماں کو بھی والد کہا جاتا ہے جب اس کو باپ کے ساتھ جمع کر دیا جاتا ہے اور جیسے کہ اس کو اب بھی کہا جاتا ہے جب کہ اس کو اب کے ساتھ جمع کر لیا جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولابویه لکل واحد منهما السدس** (اور اس (متوفی) کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے ترکے میں سے چھٹا حصہ ہے) سورۃ النساء۔ آیت نمبر: تو ابوین میں سے ایک اس کی ماں ہے اللہ نے اس کا نام بھی رکھ دیا جبکہ اس کو اب کے ساتھ جمع کر کے ذکر کیا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے **الوصية للوالدين والاقربين** (تو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لئے اچھی وصیت کر جائے) سورۃ بقرہ۔ یت نمبر ۱۸۰ کو والدین میں سے ایک اس کی ماں ہے اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ نے اس کو والد کہا ہے اور جیسا کہ کبھی کبھی اس کو اب کہا ہے اور الحمد للہ کہ یہ بات بالکل واضح اور صاف ہے۔

باب (۳۷۱) وہ سبب جس کی بنا پر میراث میں لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر کیوں رکھا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے انہوں نے روایت کی محمد بن

اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ان کے مسائل کے جواب میں جو خط لکھا کہ میراث مرد کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس سے عورت کو نصف کیوں دیا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ کہ جب عورت کی شادی ہوتی ہے تو عورت (مہر وغیرہ) لیتی ہے اور مرد دیتا ہے اس لئے مرد کا حصہ زیادہ ہوتا ہے اور مرد کو عورت سے دو گنا دینے کا ایک دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ عورت مرد کے عیال میں شامل ہے اگر محتاج ہو تو مرد پر فرض ہے کہ وہ اس کی کفالت کرے اور مرد پر اس کا نان نفقہ فرض ہے۔ مگر عورت پر فرض نہیں کہ مرد کی کفالت کرے اگرچہ وہ محتاج بھی ہے تو اس سے مرد کا نان و نفقہ نہیں لیا جائے گا اس بنا پر مرد کا حصہ زیادہ رکھا گیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے کہ **الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض و بما انفقوا من اموالهم** (مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس فضیلت کے سبب جو خدا نے ایک دوسرے پر دی ہے اور اپنے مالوں سے خرچ کرنے کے سبب سے) سورۃ النساء۔ آیت نمبر ۳۴۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن حسین نے انہوں نے حسین بن ولید سے انہوں نے ابن بکیر سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا کہ کیا سبب ہے جو ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر میراث میں حصہ رکھا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اس کے لئے مہر رکھا گیا ہے۔

(۳) اور ان ہی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن احمد نہیکی نے روایت کرتے ہوئے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ابن ابی العوجاء آیا اور اس نے احول سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ ایک عورت جو کمزور ہے اس کے لئے ایک سہم رکھا گیا اور ایک مرد جو قوی اور دولتمند ہے اس کے لئے دو سہم رکھا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ بات میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو بتائی تو آپ نے فرمایا کہ نہ عورت ادا کرتا ہے نہ کسی کا نان و نفقہ اس پر واجب ہے نہ اس پر جہاد فرض ہے اور اسی طرح بہت سی چیزوں کو گنوایا اور مرد پر یہ سب کچھ ہے اس لئے مرد کے لئے دو سہم اور عورت کے لئے ایک سہم ہے

(۴) بیان کیا مجھ سے علی ابن احمد بن محمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے روایت کرتے ہوئے موسیٰ بن عمران نخعی سے انہوں نے اپنے چچا حسین بن یزید سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے باپ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میراث مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر کیسے ہو گئی؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس لئے کہ وہ پھل جو حضرت آدمؑ و حضرت حواؑ نے جنت میں کھائے تھے وہ تعداد میں اٹھارہ تھے اس میں سے بارہ حضرت آدمؑ نے کھائے تھے اور چھ عدد حضرت حواؑ نے اس لئے میراث میں مرد کا عورت سے دو گنا حصہ ہو گیا۔

(۵) بیان کیا مجھ سے ابوالحسن محمد بن عمر بن علی بن عبداللہ بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن احمد بن خالد بن جبلہ واعظ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن عامر طائی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت امام علی ابن موسیٰ علیہ السلام نے روایت کرتے ہوئے اپنے پدر بزرگوار سے اور انہوں نے اپنے آبائے کرام سے اور انہوں نے حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ اہل شام میں سے ایک شخص نے آپ جناب سے چند مسائل پوچھے اور اس میں یہ بھی پوچھا کہ میراث میں مرد کے لئے عورت سے دو گنا حصہ کیوں ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ اس گیہوں کی وجہ سے ہے جس میں تین پھل تھے حضرت حواؑ آگے بڑھیں اور اس میں سے ایک پھل کھایا اور حضرت آدمؑ نے دو پھل کھائے۔ اس بنا پر ایک مرد کے لئے میراث میں دو عورتوں کے برابر حصہ ہوا۔

باب (۳۷۲) وہ سبب جس کی بنا پر شوہر کے متروکہ میں سے زوجہ اثاث البیت میں سے کچھ نہ پائے گی اس کے علاوہ اور میں ترکہ پائے گی

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی القاسم ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے ابان سے انہوں نے میسر سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا عورتوں کے لئے میراث میں کیا کیا چیزیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ان کے لئے پختہ اینٹوں کی عمارت اور لکڑی اور بانس و سرکنڈوں کی قیمت ہے۔ زمین اور گھر کے سامان میں سے ان کے لئے کوئی میراث نہیں ہے میں نے عرض کیا اور کپڑے؟ آپ نے فرمایا ہاں ان میں ان کا حصہ ہے میں نے عرض کیا یہ کیسے عورتوں کے لئے تو آٹھواں اور چوتھائی مقرر ہے؟ آپ نے فرمایا اسی لئے عورت تو داخل نسب نہیں جس سے اس کو میراث ملے وہ تو دوسری جگہ سے آکر ان میں داخل ہو گئی اور یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اگر عورت اس شوہر کے بعد کسی دوسرے سے عقد کرے تو اس کی اور جو دوسری قوم کی ہے اگر ان لوگوں سے گھر کے سامان میں مزاحمت کرے گی۔

(۲) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے آپ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے کہ امام رضا علیہ السلام نے اس کے مسائل کے جواب میں جو خط لکھا اس میں اس کا سبب بھی تحریر فرمایا کہ عورت گھر کے سامان تعمیر میں سے کچھ میراث نہ پائے گی سوائے لکڑی اور شہتیر وغیرہ کی قیمت کے کیونکہ گھر میں لگے ہوئے سامان میں تغیر اور تبدیلی ممکن نہیں۔ اور لڑکے اور باپ کا معاملہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ اس میں توڑنے کا امکان نہیں ہے اور عورت کے لئے اس کا امکان ہے کہ وہ بدل جانے پس جو آنے اور جانے والی ہے اس کو میراث بھی ان ہی چیزوں میں ملے گی جن میں تغیر اور تبدیلی ہو سکے اور ثابت اور مقیم شے اس کو دی جائے گی جو اسی کے مثل ثابت اور مقیم ہو۔

باب (۳۷۳) وہ سبب جس کی بنا پر قم کا نام قم رکھا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور فضل بن عامر اشعری نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سلیمان بن مقبل نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے محمد بن زیاد ازدی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن عبداللہ اشعری نے روایت کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے روایت کرتے ہوئے میرے جد نامدار سے اور انہوں نے روایت کی اپنے پدر بزرگوار سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب شب معراج مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو جبرئیل نے مجھے اپنے داہنے کاندھے پر اٹھایا تو میں نے زمین کی طرف نظر کی اور کوہستانوں میں مجھے ایک ایسا خطہ نظر آیا جس کا رنگ زعفران سے زیادہ خوبصورت اور جس کی خوشبو مشک سے زیادہ بہتر تھی، ناگاہ میں نے اس میں ایک بوڑھے کو دیکھا جس کے سر پر ٹوپی تھی میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ زمین کون سی ہے کہ جس کا رنگ سرخ زعفران سے زیادہ حسین اور جس کی خوشبو مشک سے زیادہ بہتر ہے۔ جبرئیل نے کہا یہ آپ کے شیعوں اور آپ کے وصی علی بن ابی طالب کے شیعوں کا خطہ ہے میں نے کہا اور اس میں یہ بوڑھا سر پر ٹوپی رکھے ہوئے کون ہے؟ انہوں نے کہا یہ ابلیس ہے میں نے کہا یہ ان لوگوں سے کیا چاہے گا

انہوں نے کہا کہ وہ ان لوگوں کو امیر المومنین کی ولایت سے روکنا چاہے گا اور انہیں فسق و فجور کی دعوت دے گا۔ میں نے کہا اے جبرئیل مجھے فوراً اس خطے میں اتارو پس انہوں نے مجھے وہاں برق سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اتارا تو میں نے ابلیس سے کہا قم یا ملعون (اے ملعون تو یہاں سے اٹھ) اور ان کے دشمنوں کے اموال و اولاد اور عورتوں میں شریک ہو جا اس لئے کہ میرے شیعوں اور علی کے شیعوں پر تیرا کوئی اختیار و تسلط نہیں۔ پس اس وجہ سے اس خطہ کا نام قم رکھ دیا گیا۔

باب (۳۷۴) وہ سبب جس کی بنا پر بعض اشجار پھل دیتے ہیں بعض پھل نہیں دیتے اور بعض خاردار ہوتے ہیں

(۱) میرے والد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے قاسم بن محمد اصبہانی سے انہوں نے سلیمان بن داؤد منقری سے انہوں نے سفیان عیینہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی درخت ایسا پیدا نہیں کیا جو ثمردار نہ ہو ہر ایک کا پھل کھایا جاتا تھا مگر جب لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ نے ایک کو بیٹا بنالیا ہے تو آدھے درختوں کے پھل جاتے رہے اور جب لوگوں نے اللہ کے ساتھ ایک اور خدا کو مانا تو کچھ درخت خاردار ہو گئے۔

(۲) بیان کیا مجھ سے ابوالحسن احمد بن محمد بن عیسیٰ بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن اسباط نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالطیب احمد بن محمد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن جعفر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب نے اپنے آبائے کرام سے اور انہوں نے عمر بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی بن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ یہ اشجار بعض پھلدار اور بعض بغیر پھل کے کیسے ہو گئے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت آدم جب تسبیح پڑھتے تو دنیا میں ان کے لئے ایک پھلدار درخت پیدا ہو جاتا اور جب حضرت حوا کوئی تسبیح پڑھتیں تو دنیا میں بغیر پھل کا ایک درخت اگ آتا۔

باب (۳۷۵) زرد آلو کی زردی اور اس کے بعض کے شیریں اور بعض کے تلخ ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ علوی حسینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسباط نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالطیب احمد بن محمد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن جعفر علوی عمری نے اپنے آباء سے روایت کرتے ہوئے اور انہوں نے عمر بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء میں سے ایک نبی کو اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی طرف مبعوث کیا وہ ان میں چالیس سال رہے مگر ان میں سے کوئی ایمان نہ لایا چنانچہ ایک قریہ میں ان لوگوں کی عید پڑی وہ سب وہاں جمع ہوئے تو یہ پیغمبر بھی وہاں پہنچے اور ان سے کہا کہ اللہ پر ایمان لاؤ اس لوگوں نے کہا کہ اگر تم واقعی نبی ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ہم لوگوں کو ہمارے لباس کے رنگ کی کوئی چیز کھانے کو بھیجے اور اس وقت وہ لوگ زرد لباس پہنے ہوئے تھے۔ یہ سن کر وہ نبی ایک خشک لکڑی اٹھا لائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی وہ لکڑی ہری ہو گئی اس میں پھول پتے پیدا ہوئے اور اس میں زرد آلو کے پھل لگ گئے ان لوگوں نے وہ پھل کھائے مگر ان میں سے جن لوگوں نے وہ پھل کھائے اور نیت کی کہ ہم اس نبی پر ایمان لائے ان کے منہ کے زرد آلو کی گٹھلی کے اندر کا مغز شیریں تھا اور جس نے یہ

نیت کی کہ ہم اس نبی پر ایمان لائیں گے ان کے منہ سے زرد آلو کی گٹھلی نکلی تو اس کے اندر کا مغز بھی ہو گیا۔

باب (۳۷۶) پھلوں میں کیڑے پیدا ہونے کا سبب نیز گیہوں اور جو پیدا ہونے کا سبب مکئی، گاجر اور شلجم کے اس شکل میں پیدا ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ علوی حسینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسباط نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الطیب احمد بن محمد ابن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عیسیٰ بن جعفر علوی عمری نے روایت کرتے ہوئے اپنے آباء سے انہوں نے عمر بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی ابن ابی طالب علیہ اسلام سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے بھائی عیسیٰ نبی ایک ایسے شہر سے گذرے جہاں کے درختوں کے پھلوں میں کیڑے پڑ جاتے تھے وہاں کے لوگوں نے ان سے شکایت کی آپ نے فرمایا اس کی دوا تو تم لوگوں کے پاس ہی ہے مگر تم لوگ نہیں جانتے۔ تم لوگ جب کوئی درخت نصب کرتے ہو تو پہلے اس میں مٹی ڈالتے ہو پھر پانی ڈالتے ہو لیکن یہ مناسب نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ اس درخت کی جڑ میں پہلے پانی ڈالو اور پھر مٹی ڈالو تاکہ اس کے پھلوں میں کیڑے نہ لگیں چنانچہ ان لوگوں نے از سر نو درخت لگائے جس طرح حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا تو وہ روگ ان سے دور ہو گیا۔

(۲) اور اسی اسناد کے ساتھ روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا کہ جو کس چیز سے پیدا کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ اپنے لئے جو چاہو کاشت کرو اور حضرت جبرئیل ان کے پاس ایک مٹھی گیہوں لائے تو اس میں سے ایک مٹھی حضرت آدم نے اٹھا لیا اور ایک مٹھی حضرت حوا نے اٹھا لیا حضرت آدم نے حوا کو منع کیا کہ تم اس کی تخم ریزی نہ کرو مگر وہ نہ مانیں چنانچہ حضرت آدمؑ نے جو بویا اس سے گیہوں پیدا ہوا حضرت حوا نے جو بویا اس سے جو پیدا ہوا۔

(۳) اور اسی اسناد کے ساتھ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گاجر کو کس چیز سے پیدا کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک دن ایک مہمان گزرا اور آپ کے پاس اس دن کچھ نہ تھا جس سے مہمان کی تواضع کریں تو دل میں سوچا کہ اپنی چھت کی ایک کڑی نکال کر کسی بڑھئی اور نجار کو فروخت کر دوں مگر وہ اس کو تراش کر تو وہ بت بنا لے گا۔ یہ سوچ کر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور اب گھر سے نکلے اور ایک موضع کی طرف چلے آپ کے ساتھ ایک ازار تھی آپ اس کو رکھ کر دو رکعت نماز پڑھنے لگے اتنے میں ایک ملک آیا اور اس نے وہاں سے کچھ ریت اور کچھ پتھر اس کی ازار میں رکھے اور ایک آدمی کی شکل میں اسے کر ان کے گھر بھیجا اور ان کی زوجہ سے کہا بھیجیے یہ حضرت ابراہیم کی ازار ہے انہوں نے اسے لے کر کھولا تو جتنی ریت تھی وہ مکئی کے دانے بن گئی اور جتنے لانبے پتھر تھے وہ گاجر اور جتنے گول پتھر تھے وہ شلجم بن گئے۔

باب (۳۷۷) چہرے کی زردی، آنکھوں کی نیلاہٹ، دانتوں کے درمیان گڑھا اور منہ کے کھلے ہوئے ہونے کا سبب

(۱) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ علوی حسینی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسباط نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الطیب احمد بن محمد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ

سے عیسیٰ بن جعفر علوی عمری رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے آباء سے انہوں نے عمر بن علی سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے مدینۃ النبی کے اندر ۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی عیسیٰ نبی ایک شہر سے گذرے تو دیکھا ان لوگوں کے چہرے زرد اور آنکھیں نیلگوں ہیں حضرت عیسیٰ کو دیکھ کر لوگوں نے فریاد کی اور جو مرض لاحق تھا انہیں بتایا ۔ تو آپ نے فرمایا اس کی دوا تو خود تم لوگوں کے پاس ہے ۔ تم لوگ جب گوشت کھاتے ہو تو بغیر دھوئے ہوئے اس کو پکاتے ہو اور دنیا سے جب کوئی شے گذرتی ہے تو وہ حالت جنابت میں ہوتی ہے چنانچہ اسکے بعد ان لوگوں نے گوشت کو دھو کر پکانا شروع کیا اور ان کے تمام امراض دور ہوگئے ۔ پھر فرمایا کہ اور بھائی عیسیٰ ایک شہر سے گذرے تو دیکھا کہ ان لوگوں کے دانت بکھرے ہوئے ہیں اور ان کے منھ کھلے ہوئے ہیں ان لوگوں نے آپ سے اس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ جب تم لوگ سوتے ہو تو اپنا منہ بند کر کے سوتے ہو اور بخارات تمہارے سینے سے ابھر کر تمہارے منہ تک آتے ہیں اور چونکہ منہ بند ہوتا ہے تو نکلنے کا راستہ نہیں پاتے اور دانتوں کی جڑوں کی طرف واپس جاتے ہیں اور منہ میں فساد پیدا کرتے ہیں اور جب تم لوگ سوؤ تو لب کھول کر سویا کرو اور اس کی عادت ڈال لو تو ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور یہ سب تکلیفیں دور ہوگئیں ۔

باب (۳۷۸) وہ سبب جس کی بنا پر اگر کھجور کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ پھر پنپتا نہیں ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے ابی یحییٰ واسطی سے انہوں نے ہمارے بعض اصحاب سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اس میں سے کچھ مٹی بچ گئی تو اس سے اللہ تعالیٰ نے کھجور کا درخت پیدا کر دیا اسی بنا پر اگر اس کا سر کاٹ دیا جائے تو نہیں اگتا اور اسی بنا پر وہ گابھے کا محتاج ہے بغیر نر کے گابھے اس میں پھل نہیں آتے ۔

باب (۳۷۹) وہ سبب جس کی بنا پر ہر قسم کی کھجور کا درخت پانی کے جوہڑ میں ہو جاتا ہے سوائے عجوہ کے

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن یحییٰ سے انہوں نے طلحہ بن زید سے انہوں نے حضرت جعفر سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر کھجور کا درخت پانی کے جوہڑ میں اگ جاتا ہے سوائے عجوہ کے اس لئے کہ اس کا نزول جنت سے ہوتا ہے

باب (۳۸۰) وہ سبب جس کی بنا پر آفتاب گرم ہے اس میں سوزش ہے اور چاند اس کے خلاف ہے

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے عیسیٰ بن محمد سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے علی بن حسان سے انہوں نے ابن ابی نور سے انہوں نے محمد بن مسلم سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا میں آپ پر قربان کیا وجہ ہے آفتاب میں چاند سے بہت زیادہ حرارت ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو نار کے نور سے پیدا کیا پھر اس پر ایک طبق صاف پانی کا رکھا پھر ایک طبق اس کا اور ایک طبق اس کا جب اس طرح سات طبق ہوگئے تو اس کو نار کا لباس پہنایا اس وجہ سے وہ قمر سے زیادہ گرم ہو گیا اور قمر کو نار کے نور سے پیدا کیا اور اس پر صاف پانی

کا ایک طبق رکھا اور پھر ایک نار کا اور ایک طبق پانی کا رکھا گیا یہاں تک کہ جب سات طبق ہو گئے تو اس کو پانی کا لباس پہنا دیا اس لئے قمر آفتاب سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔

باب (۳۸۱) وہ سبب جس کی بنا پر سدرۃ المنتہیٰ کا نام سدرۃ المنتہیٰ رکھا گیا

(۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ نے روایت کرتے ہوئے حمیری سے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے مالک بن عطیہ سے انہوں نے حبیب سجستانی سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ سدرۃ المنتہیٰ کو سدرۃ المنتہیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ملائکہ جو حفاظت پر مامور ہیں وہ بندوں کے اعمال کو زمین سے لے کر سدرہ تک جاتے ہیں نیز فرمایا کہ ملائکہ کرام و ابرار جو حفاظت پر مامور ہیں وہ سدرہ کے نیچے رہتے ہیں اور نیچے سے جو اُن تک اہل زمین کے اعمال کو پہنچایا جاتا ہے وہ لکھتے رہتے ہیں پھر وہ اسے سدرہ تک پہنچاتے ہیں۔

باب (۳۸۲) وہ سبب جس کی بنا پر شمالی ہوا کا نام شمالی ہوا رکھا گیا۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کی ہے محمد یحیی سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے احمد بن محمد سیاری سے انہوں نے اس حدیث کو مرفوع کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف راوی بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا باد شمالی کو باد شمالی کیوں کہتے ہیں آپ نے فرمایا اس لئے کہ یہ عرش کے شمال سے چلتی ہے۔

باب (۳۸۳) وہ سبب جس کی بنا پر ہوا، پہاڑ، ساعتوں اور دن اور رات کو برا کہنا جائز نہیں ہے۔

(۱) میرے والد علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے حسین بن یزید نوفلی سے انہوں نے اسمٰعیل بن مسلم سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم لوگ ہوا کو سب و شتم نہ کرو اس لئے وہ اللہ کی طرف سے مامور ہے اور تم لوگ نہ پہاڑ و ساعتوں کو نہ دنوں کو برا کہو اور نہ راتوں کو برا کہو اس لئے کہ تم لوگوں پر بہت کرائے گی

باب (۳۸۴) وہ سبب جس کی بنا پر طارق کو طارق کہتے ہیں۔

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں احمد بن نصر سے انہوں نے محمد بن مروان سے انہوں نے عزیز سے انہوں نے ضحاک بن مزاحم سے انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت علی علیہ السلام سے طارق کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آسمان میں سب سے زیادہ حسین ستارہ ہے لیکن لوگ اس کی معرفت نہیں رکھتے اس کو طارق اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی روشنی آسمانوں کو چیرتی ہوئی ساتوں آسمان تک پہنچتی ہیں پھر وہاں سے پلٹتی ہے اور اپنے مقام پر واپس آ جاتی ہے

باب (۳۸۵) نادر علل واسباب

(۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے ہارون بن مسلم سے انہوں نے مسعدہ بن صدقہ سے انہوں نے ایک شخص سے اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی ولی خدا پیدا ہوتا ہے تو ابلیس بہت زور سے چیختا ہے جس سے اس کے دوسرے شیاطین ڈر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے سردار آپ اس طرح کیوں چیخے تو وہ کہتا ہے کہ ارے ایک خدا کا ولی پیدا ہو گیا۔ وہ سب کہتے ہیں پھر آپ کو اس سے کیا مطلب ؟ تو ابلیس کہتا ہے اگر یہ زندہ رہا اور پل بڑھ کر مرد بن گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے بہت سی قوم کی ہدایت کرے گا تو وہ شیاطین کہتے ہیں کہ آپ ہم لوگوں کو اجازت دیں ہم لوگ اس کو قتل کر دیں تو ابلیس کہتا ہے کہ نہیں ۔ شیاطین کہتے ہیں یہ کیوں ! آپ تو اس سے نفرت کرتے ہیں ۔ ابلیس کہتا ہے ۔ اس لئے کہ ہم لوگوں کی بقا بھی اولیائے خدا کی وجہ سے ہے اگر زمین پر اللہ کا کوئی ولی نہ ہو تو قیامت قائم ہو جائے گی اور ہم لوگ جہنم میں بھیج دیئے جائیں گے ۔ لہذا ہمیں کیا پڑی ہے کہ ہم جہنم کے اندر جانے میں تعجیل کریں۔

(۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی ابن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے یحییٰ بن عمران ہمدانی اور محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے عیص بن قاسم سے اس کا بیان ہے کہ اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرمارہے تھے کہ لوگو اللہ سے ڈرو اور اپنے اپنے نفوس پر نظر رکھو اس لئے کہ اُن پر نظر رکھنے کے سب سے زیادہ حقدار خود تم لوگ ہو غور کرو اگر تم لوگوں میں سے کسی کے پاس دو نفس ہوتے تو ایک سے وہ گناہ کی طرف اقدام بھی کرتا تو دوسرے نفس سے توبہ کر لیتا لیکن نفس تو ایک ہی ہے اگر وہ چلا گیا تو خدا کی قسم توبہ بھی رخصت ۔ سو جب ہم لوگوں میں سے ایک آنے والا تمہارے پاس آئے گا اور وہ تم لوگوں کو ہم لوگوں کے رضا کی دعوت دے گا تو خدا کی قسم ہم لوگ اس سے راضی ۔ ہوں گے اس لئے کہ آج اس نے ہماری اطاعت نہیں حالانکہ وہ اکیلا ہے پھر اس وقت وہ ہم لوگوں کی کیسے اطاعت کرے گا جب بہت سے جھنڈے اور علم متحد ہو گئے۔

(۳) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے جعفر بن محمد مالک سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عباد بن یعقوب نے روایت کرتے ہوئے عمر بن بشیر مزنی سے انہوں نے کہا کہ حضرت ابو جعفر محمد بن علی باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اہل قدر یہ ہرگز نہیں سمجھ سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو دنیا کے لئے پیدا کیا مگر ان کو جنت میں ساکن کر دیا تاکہ وہ اس کی معصیت کریں تو پھر انہیں اس جگہ بھیج دیا جہاں کے لئے وہ پیدا ہوئے ہیں۔

(۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن محمد بن علی بن ابراہیم ہمدانی نے روایت کرتے ہوئے صالح بن راہویہ سے انہوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کے غلام حیون سے انہوں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور کہا اے محمد آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ باکرہ لڑکیاں ایسی ہوتی ہیں جیسے درخت پر کیریاں لگی ہوں مگر جب پھلوں کی کیریاں پک جائیں تو ان کو توڑ لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں ورنہ دھوپ اور ہوا سے خراب اور فاسد ہو جائیں گی اسی طرح جب یہ لڑکیاں بڑی ہو کر عورت بن جائیں تو سوائے شوہر کے ان کا کوئی علاج نہیں ہے ورنہ وہ فتنہ سے محفوظ نہیں رہ سکتیں یہ پیغام ربانی سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے لوگوں کو خطاب کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان لوگوں کو مطلع کیا تو لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ (اپنی لڑکیوں کی شادی) کس سے کریں ؟ آپؐ نے فرمایا اس سے کرو جو کفو ہو ۔ لوگوں نے پوچھا کفو کون ہے ؟ فرمایا مومنین ایک دوسرے کے کفو ہیں ۔ پھر آپ منبر سے نہیں اترے جب تک آپ نے ضباعہ کا نکاح مقداد بن الاسود کندی سے

۔ کردیا پھر فرمایا ابن الناس تو میں نے اپنے چچا کی لڑکی کا نکاح مقداد سے کر دیا تاکہ اس کی بنیاد پڑ جائے۔

(۵) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کی کہ سعد بن عبداللہ سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسی سے انہوں نے عبدالرحمن بن ابی نجران سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ قسامت (طالبین خون کی ایک جماعت پچاس آدمیوں کی قسم جب کہ ان کے پاس کوئی گواہ نہ ہو اور وہ قاتل کو پہچانتے ہوں) کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا اگر یہ نہ ہو تو ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے اور کچھ نہ رہ جائے۔ یہ قسامت ایک امر ہے جس میں سب کا تحفظ ہے۔

(۶) میرے والد نے روایت کی ہے سعد بن عبداللہ سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے محمد بن علی سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے اسماعیل جعفی سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ مغیرہ کا خیال ہے کہ حائضہ جس طرح روزے کی قضا کرے گی اسی طرح نماز کی بھی قضا پڑھے گی۔ آپ نے فرمایا اس کو کیا ہو گیا ہے اللہ اس کو توفیق نہ دے۔ دیکھو کہ عمران کی زوجہ نے کہا کہ انی نذرت لک مافی بطنی محررا (اے میرے پالنے والے میرے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کو میں دنیا کے کاموں سے آزاد کر کے تجھے نذر کرتی ہوں) سورہ آل عمران۔ آیت نمبر ۳۵ اور مسجد کے لئے آزاد کیا ہوا اس سے کبھی نہیں نکلتا جب وہ مریم کو جن چکیں تو قالت رب انی وضعتھا انثیٰ واللہ اعلم بما وضعت ولیس الذکر کالانثیٰ (بولیں اے میرے پروردگار اب میں کیا کروں میں نے تو یہ لڑکی جنی ہوں اور اللہ کو خوب معلوم ہے کہ کیا پیدا ہوئی ہے اور لڑکا لڑکی جیسا کیا نذر نہیں ہوتا) سورہ آل عمران۔ آیت نمبر ۳۶ الغرض جب وہ جن چکیں تو اس کو مسجد میں داخل کر دیا پس جب وہ وہاں پل بڑھ کر پوری عورت ہو گئیں تو انہیں مسجد سے نکالا تو انہوں نے ایام حیض ہی کہاں دیکھے جس زمانے کی نماز وہ قضا پڑھتیں ان پر تو واجب تھا کہ سارے زمانے مسجد میں رہتیں۔

(۷) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کی ہے سعد بن عبداللہ سے انہوں نے محمد بن عیسی بن عبید سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے عبدالحمید سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالی کا ذکر کرے گا اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرے گا اس کے نامہ اعمال میں بھی دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی اس لئے کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کے ذکر کو اپنے ذکر سے وابستہ کر دیا ہے۔

(۸) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کی ہے سعد بن عبداللہ سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے علی بن اسباط سے انہوں نے ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص سے جو خراسان کا رہنے والا تھا اس نے اس حدیث کو مرفوع کیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف کہ اللہ تعالی کو علم ہے کہ ایک مومن کے لئے گناہ کرنا عجب سے زیادہ بہتر ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی مومن گناہ میں مبتلا نہ ہوتا۔

(۹) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے محمد حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ایک مشت خاک جس سے اس نے آدم کو پیدا کیا منگوائی تو اس کے لئے حضرت جبرئیل کو بھیجا کہ جاؤ زمین سے ایک مشت خاک لاؤ زمین نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتی ہوں اس سے کہ تم مجھ میں سے کچھ لو۔ یہ سن کر حضرت جبرئیل واپس گئے اور عرض کی پروردگار اس زمین نے تو مجھ سے تیری پناہ چاہی۔ یہ سن کر اللہ تعالی نے حضرت اسرافیل کو بھیجا مگر زمین نے ان سے بھی یہی کہا۔ پھر میکائیل کو بھیجا ان سے بھی یہی کہا تو آخر میں اللہ تعالی نے ملک الموت کو بھیجا ان سے بھی زمین نے اللہ کی پناہ چاہی کہ وہ اس میں کچھ نہ لیں تو ملک الموت نے کہا کہ میں بھی

اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ بغیر تم میں سے کچھ لئے ہوئے خالی ہاتھ واپس جاؤں آپ نے فرمایا کہ آدم کو آدم اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ زمین کی سطح (یعنی چھڑے) کی مٹی سے پیدا ہوئے۔

(۱۰) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہو۔ اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن سلیمان سے انہوں نے داؤد بن نعمان سے انہوں نے عبدالرحیم قصیر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ہمارے قائم قیام کریں گے تو ایک عورت کو ان کی طرف واپس بھیجا جائے گا تاکہ وہ اپنی حد جاری کریں اور محمدؐ کی بیٹی فاطمہؑ کا ان سے انتقام لیں میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ان پر حد (کوڑے) کیوں لگائیں گے؟ فرمایا اس لئے کہ انہوں نے ام ابراہیم پر جھوٹ اور تہمت لگائی تھی میں نے عرض کیا پھر اس حد اور سزا کو اللہ تعالیٰ نے حضرت امام قائم کے لئے کیوں مؤخر کر دیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت کے لئے مبعوث فرمایا تھا اور امام قائم کو بھیجے گا تو سختی اور سزا کے لئے۔

(۱۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے علی بن ابراہیم منقری سے یا کسی دوسرے شخص سے اور اس نے یہ حدیث مرفوع کی کہ اور کہا کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا گیا انسان کی سعادت اس میں ہے کہ اس کے دونوں رخسار ہلکے ہوں آپ نے فرمایا اس میں کون سی سعادت ہے اصل سعادت اس میں ہے کہ اس کے دونوں جبڑے تسبیح کی وجہ سے ہلکے ہوں۔

(۱۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اسماعیل بن مراد سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے سماعہ سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم بیت الخلا میں جاؤ اور قضائے حاجات کرو اور آبدست نہ لو پھر وضو کر لو اور استنجا کرنا (آبدست) بھول جاؤ اور نماز پڑھنے کے بعد تمہیں آبدست و استنجا یاد آئے تو تم پر اعادہ واجب ہے۔ اور اگر تم نے پانی تو ڈالا اور عضو تناسل کو دھونا بھول گئے یہاں تک کہ تم نے نماز بھی پڑھ لی تو تم پر عضو تناسل کا دھونا اور وضو سب واجب ہے اس لئے کہ پیشاب بھی پاخانہ کے مانند ہے۔

(۱۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے صالح بن سعید سے انہوں نے یونس سے انہوں عبداللہ بن سنان سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ چند لوگوں نے شراکت میں ایک کنیز خریدی اور اپنے میں سے کسی کو امانت دار بنایا اور کنیز اس کے حوالے کر دی اس نے اسی کنیز سے مباشرت کر لی؟ آپ نے فرمایا اس پر حد جاری کی جائے گی اور اتنے کوڑے چھوڑ دیئے جائیں گے جتنا اس کنیز میں اس کا حصہ ہے پھر اس کنیز کو فروخت کر دیا جائے گا پھر اگر یہ کنیز جتنے میں خریدی گئی ہے اس سے کم قیمت پر فروخت ہوتی ہے تو خرید اور فروخت دونوں قیمتوں میں جو قیمت زائد ہے وہ اس کو دینا لازم ہے اس لئے کہ اس نے اپنے شرکا کا نقصان کیا اور اگر خرید کرتے وقت سے وطی کے دن تک اس کی قیمت زیادہ دی گئی تھی تو اس کو وہ زیادہ قیمت دینی پڑے گی اس لئے کہ اس نے کنیز کو خراب کر دیا۔

(۱۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسین سے انہوں نے محمد بن اسلم جبلی سے انہوں نے عاصم بن حمید سے انہوں نے محمد بن قیس سے انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ ایک شوہر دار عورت ہے اس نے زنا کیا اور حاملہ ہو گئی جب بچہ ہوا تو اسے پوشیدہ طور سے قتل کر دیا۔ آپ نے فرمایا اس کو بچہ کے قتل پر سو کوڑے لگائے جائیں گے نیز اس کو رجم کیا جائے گا اس لئے وہ شوہر دار تھی۔

(۱۵) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کی ہے سعد بن عبداللہ سے انہوں نے محمد بن عیسیٰ کے دونوں فرزند احمد و عبداللہ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے محمد حلبی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ ایک مرد مسلم نے دوسرے مرد مسلم کو عمداً قتل کر دیا ہے اور مقتول کے اولیاء میں سے مسلمانوں میں کوئی نہیں بس اس کے اولیاء (وارث) اہل ذمہ میں اس کے رشتہ دار وغیرہ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ امام پر لازم ہے کہ وہ اس مقتول کے قرابت داروں پر اسلام پیش کرے اگر اس میں سے کوئی اسلام قبول کرے تو قاتل اس کے حوالے کر دے اگر وہ چاہے تو اسے قتل کرے اور اگر چاہے تو اسے معاف کر دے اور اگر چاہے تو اس کا خون بہا لے اور اگر اس کے قرابتداروں میں سے کوئی اسلام نہ لائے گا تو اس کا ولی و وارث امام ہے اگر وہ چاہے تو اس کے قاتل کو قتل کرے اور اگر چاہے تو اس کا خون بہا لے کر مسلمانوں کے بیت المال میں قرار دے اس لئے کہ اگر وہ کوئی جنایت کرتا تو اس کا تاوان بھی امام دیتا اس لئے اس کی دیت اور خون بہا بھی امام ہی کے لئے ہے۔

(۱۶) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کی ہے عبداللہ بن جعفر سے وہ اپنی اسناد کے ساتھ اس حدیث کو اوپر پہنچاتے ہیں علی بن یقطین تک ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ یہ بات ہے کہ آپ لوگوں کے متعلق جو روایات آئی ہیں اس کے مطابق واقعات ظہور پذیر نہیں ہوئے اور آپ کے دشمنوں کے متعلق جو روایات آئی ہیں وہ صحیح ہوئی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہمارے دشمنوں کے متعلق روایات میں جو کچھ کہا گیا چونکہ حق کہا گیا ہے اس لئے جو کچھ کہا گیا وہی ہوتا ہے اور تم لوگ چونکہ ان روایات کی توجیہ اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کی بنیاد پر کرتے ہو اس لئے وہی ہوتا ہے جو ہو رہا ہے۔

(۱۷) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن جعفر حمیری سے وہ روایت کرتے ہیں ابن صدقہ سے ان کا بیان ہے کہ کچھ لوگ خراسان میں امام رضا علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ کے خاندان کے کچھ لوگ امور قبیحہ (برے کام) کے مرتکب ہوتے ہیں کاش آپ انہیں منع فرما دیتے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایسا نہیں کروں گا لوگوں نے کہا کیوں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نصیحت سخت محسوس ہوا کرتی ہے۔

(۱۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے قاسم بن محمد سے انہوں نے علی سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے منہ سے پہلے مروہ سے سعی شروع کی آپ نے فرمایا وہ پھر سعی کرے گا کیا تم نہیں دیکھتے کہ وضو میں اگر کوئی شخص داہنے ہاتھ سے پہلے بایاں ہاتھ دھوئے تو وہ پھر سے وضو کا اعادہ کرے گا

(۱۹) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے آپ نے فرمایا تم اپنے باپ کے دوستوں سے قطع تعلق کر لوگے تو تمہارے دل کی روشنی بجھ جائے گی۔

(۲۰) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابن قداح سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے آپ نے فرمایا ایک مرتبہ میں اپنے پدر بزرگوار کے پاس ایک خط لایا جو ایک آدمی نے دیا تھا میں نے اس کو اپنی آستین سے نکالا تو آپ نے فرمایا اے فرزند آستین میں کوئی چیز نہ رکھا کرو آستین سے چیز ضائع ہو جاتی ہے۔

(۲۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد نے انہوں نے محمد بن عبدالحمید سے انہوں نے یونس بن یعقوب سے انہوں نے اس سے جس نے ان سے اس کا ذکر کیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ

السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے انہوں نے جابر بن عبداللہ انصاری سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے دروازوں کو کشادہ رکھو اور اپنے برتنوں کو ڈھانک دیا کرو اپنی مشک کا دھانہ باندھ کر رکھو اس لئے کہ شیطان برتن کا ڈھکن نہیں اٹھاتا مشک کا دھانہ نہیں کھولتا۔ اپنے چراغ بجھا دیا کرو اس لئے کہ چوہا گھر میں آگ لگا دے گا اور غروب آفتاب سے عشاء کی تاریکی تک اپنے مویشیوں اور اپنے گھر والوں پر گھر سے نکلنے پر پابندی لگا دو۔

(۲۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم سے انہوں نے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے عبدالرحمن بن حجاج سے انہوں نے بکیر بن اعین سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے ایک ایسے شخص کے متعلق کہ جس نے چوری کی مگر پکڑا نہیں گیا پھر دوسری مرتبہ چوری کی تو ثبوت مل گیا اس کی پہلی مرتبہ چوری کی اور دوسری مرتبہ چوری کی دونوں کی گواہی دی گئی آپ نے فرمایا کہ پہلی چوری پر اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اور دوسری چوری پر اس کا پاؤں نہیں کاٹا جائے گا تو عرض کیا گیا کہ یہ کیسے کہ پہلی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور دوسری چوری پر پاؤں نہیں کاٹا جائے گا آپ نے فرمایا پہلی چوری کی گواہی دے کر ٹھہرے ہوئے یہاں تک کہ اس کا ہاتھ کٹ جاتا اور پھر دوسری چوری کی گواہی دیتے تو اس کا بایاں کاٹا جاتا۔

(۲۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر احمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ایک شخص سے اس نے علی ابن اسباط سے اس نے اپنے چچا یعقوب سے اور انہوں نے یہ حدیث اوپر پہنچائی حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام تک انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طویل گفتگو کے ضمن میں یہ ارشاد فرمایا کہ گوشت کا رومال (گوشت کی تھیلی) گھر میں نہ رکھو یہ شیطان کا مسکن ہے دروازے کے پیچھے خاک نہ جمع کرو یہ شیطان کی جائے پناہ ہے جب تم میں سے کوئی اپنے کپڑے اتارے تو بسم اللہ کہے تاکہ اسے جن نہ پہنیں اس لئے کہ اگر بسم اللہ نہیں پڑھا گیا تو اس کو صبح تک جن پہنے گا۔ تم لوگ شکار کا پیچھا کرو یہ تم لوگوں کی ناتجربہ کاری ہے جب تم اپنے کمرے کے دروازے پر پہنچو تو بسم اللہ کہو اس سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہو تو بسم اللہ کہو اس سے برکتیں نازل ہوں گی اور اس سے ملائکہ مانوس ہوں گے ایک سواری پر تین آدمی نہ بیٹھو ورنہ ان میں سے ایک ملعون ہوگا اور وہ سب سے اگلا ہوگا کسی راستہ کا نام سکۃ (سید حا راستہ) نہ رکھو اس لئے کہ سوائے جنت کے راستوں کے اور کوئی سیدھا راستہ نہیں۔ اپنی اولاد کا نام حکم اور ابو الحکم نہ رکھو اس لئے اللہ ہی حکم ہے اور انگور کا تذکرہ بغیر خیر کے نہ کرو اس لئے کہ اللہ ہی انگور پیدا کرتا ہے انگور کو کرم نہ کہو اس لئے کہ مومن کرم ہوتا ہے۔ تم ایک نیند کے بعد گھر سے نہ نکلو اس لئے اللہ کے کچھ چوپائے ہیں جو وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ملتا ہے اگر تم کتے کا بھونکنا اور گدھے کی ڈھینچ سنو تو شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ چاہو اس لئے کہ یہ کچھ دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے بس وہ کرو جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اور ایک زن صالحہ کا بستر ین مشغلہ سوت کاتنا ہے۔

(۲۴) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد ابن ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے عبید بن زرارہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور میرے خاندان کے کچھ افراد زیادہ بن عبید اللہ کے پاس تھے اس نے کہا کہ اے علی و فاطمہ کی اولاد تم لوگوں کو دیگر مسلمانوں پر کیا فضیلت حاصل ہے؟ میں نے جواب دیا کہ عام مسلمانوں پر ہم لوگوں کی دیگر فضیلتوں میں سے ایک فضیلت یہی تو ہے کہ ہم لوگ یہ پسند نہیں کرتے کہ ہم لوگوں پر، ہم لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا امیر ہے اور کاش لوگوں میں سے کوئی بھی اس امر کی خواہش نہ کرے کہ وہ خود کو ہم لوگوں میں شمار کرے سوائے اس کے کہ وہ مشرک ہو جائے راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ نے فرمایا کہ اس حدیث کی تم لوگ روایت کرو۔

(۲۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے سعد بن عبداللہ سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے مالک بن عطیہ سے انہوں نے سلیمان بن خالد سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے ایک ایسے شخص کے متعلق پوچھا جو قتل کر دیا گیا ہے اس کا باپ نصرانی ہے اب اس کا خون بہا لینے کا حق کس کو ہے؟ آپ نے فرمایا اس کا خون بہا لے کر مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا اس لئے کہ اس کے جُرم و جنایت کا تاوان بھی بیت المال پر ہے۔

(۲۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعدآبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن خالد نے روایت کرتے ہوئے ابن محبوب سے انہوں نے مالک بن عطیہ سے انہوں نے علی بن حمزہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے کتاب علیؑ میں یہ لکھا ہوا پایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد جب زنا عمل کثیر ہو گا تو مرگ مفاجات کی کثرت ہو جائے گی اور جب ناپ تول میں کمی ہو گی تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو قحط سالی اور روزی کی کمی میں مبتلا کر دے گا اور جب زکوٰۃ ادا نہ کی جائے گی تو زمین بھی اپنی زراعت اور پھلوں اور معدنیات کی تمام برکتوں کو روک لے گی اور جب حکام میں جور و ظلم سے کام لیا جائے گا تو لوگ بھی ظلم و زیادتی کے ساتھ تعاون کریں گے جب عہد و پیمان کو توڑا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دے گا اور جب ارحام و اقربا کے حقوق نہ ادا کئے جائیں گے تو سارے اموال شریر لوگوں کے ہاتھ لگ جائیں گے اور جب لوگ نیکی کا حکم نہ دیں گے اور برائیوں سے منع نہیں کریں اور ہم اہل بیت کے خیر کی اتباع نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر ان کے شریر (برے لوگوں) کو مسلط کر دے گا پھر ان کے نیکوکار لوگ دعا بھی کریں گے تو وہ قبول نہ ہوں گی۔

(۲۷) بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن عامر سے روایت کرتے ہوئے معلی بن محمد سے انہوں نے عباس بن علا سے انہوں نے مجاہد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا وہ گناہ جو نعمت میں تبدیلی پیدا کر دیتا ہے وہ بغاوت ہے اور وہ گناہ جس سے آدمی کو شرمندگی نصیب ہوتی ہے وہ قتل ہے وہ گناہ جس سے عذاب نازل ہوتا ہے وہ ظلم ہے وہ گناہ جو انسان کا پردہ فاش کر دیتا ہے وہ شراب خواری ہے وہ گناہ جس سے روزی کے دروازے بند ہوتے ہیں زنا ہے وہ گناہ جس سے جلد فنا اور بربادی آتی ہے وہ قطع رحم (رشتہ داروں سے قطع تعلق) ہے وہ گناہ جس سے دعا رد کر دی جاتی ہے اور ہر طرف اندھیرا چھا جاتا ہے وہ والدین کی نافرمانی اور عقوق ہے۔

(۲۸) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن علی بن قدامہ ابوالسری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن علی بن ناصح نے انہوں نے جعفر بن محمد ارمنی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن عبدالوہاب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حدید مدائنی اور انہوں نے اس شخص سے جس نے ان سے یہ حدیث بیان کی اور اس نے مفضل بن عمر سے روایت کی ہے کہ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ بغیر کسی خوشی کے ہنسنے اور بغیر کسی تکلیف کے بچے رونے کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا اے مفضل ہر بچہ امام کو دیکھتا ہے وہ امام سے گفتگو کرتا ہے اور جب امام اس سے غائب ہوتا ہے تو رونے لگتا ہے اور جب امام اس کے پاس آتا ہے تو وہ ہنسنے لگتا ہے مگر جب اس کی زبان کھلتی ہے تو یہ دروازہ اس سے بند ہو جاتا ہے اور اس کے قلب پر نسیان طاری کر دی جاتی ہے۔

(۲۹) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے علی بن حکم سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے محمد واسطی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی

ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم کی طرف وحی فرمائی کہ زمین تمہاری شرمگاہ کو دیکھنے سے شرماتی اور شکایت کرتی ہے لہذا شرمگاہ اور زمین کے درمیان کوئی پردہ رکھو تو آپ نے ایک کپڑا لیا جو پیراہن سے بڑا اور شلوار سے چھوٹا تھا اسے پہن لیا اور وہ آپ کے گھٹنے تک پہنچا۔

(۳۰) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے عثمان بن عیسی سے انہوں نے ابی الجارود سے اس نے اس حدیث کو اوپر پہنچایا اپنے راویوں کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام تک کہ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیمؑ سرزمین بانقیا سے گذرے اور اس پر مسلسل زلزلے آیا کرتے تھے چنانچہ آپ شب کو وہیں سو رہے اب جب صبح ہوئی تو وہاں کی قوم نے دیکھا کہ آج شب کوئی زلزلہ نہیں آیا تو آپس میں کہنے لگے کہ بات کیا ہو گئی جو زلزلہ نہیں آیا' پھر لوگوں نے بتایا کہ ایک پیر مرد یہاں رات کو سویا تھا اور اس کے ساتھ اس کا ایک لڑکا بھی ہے تو وہ لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے یہاں ہر شب کو زلزلہ آیا کرتا تھا آج کی شب نہیں آیا لہذا آپ ہمیں شب بسر کریں چنانچہ آپ نے دوسری شب بھی وہیں بسر کی اور زلزلہ نہیں آیا۔ لوگوں نے کہا اب آپ کہیں اور نہیں جائیں ہمیں قیام کریں ہم لوگ آپ کو جو چاہیں گے دیتے رہیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا نہیں بلکہ تم لوگ اس خطہ کو میرے ہاتھ فروخت کردو پھر کوئی زلزلہ نہیں آئے گا۔ ان لوگوں نے کہا آپ کو ہم لوگوں نے ویسے ہی دے دیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا نہیں میں بلا قیمت نہیں لوں گا۔ ان لوگوں نے کہا اچھا آپ جس قیمت پر چاہیں خرید لیں تو حضرت ابراہیمؑ نے اس خطہ کو سات بھیڑوں اور چار گدھوں کے عوض خرید لیا۔ اسی بنا پر اس کو بانقیا کہتے ہیں اس لئے کہ نبطی زبان میں بھیڑ کو نقیا کہتے ہیں۔ جب آپ اس کو خرید چکے تو ان کے صاحبزادے نے کہا اے خلیل خدا آپ اس سرزمین کا کیا کریں گے اس میں نہ تو کھیتی ہو سکتی ہے اور نہ دودھ وغیرہ کے لئے بھیڑوں کی چرائی ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا خاموش ہو جاؤ اس سرزمین سے اللہ تعالی ستر ہزار ایسے لوگوں کو محشور کرے گا جو بے حساب کتاب جنت میں جائیں گے اور ان میں سے ایک ایک آدمی اتنے اتنے آدمیوں کی شفاعت کرے گا۔

(۳۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابی ایوب سے ان کا بیان ہے کہ بیان کیا مجھ سے ابو بصیر نے روایت کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ملکوت سموات و ارض کا مشاہدہ کرنے لگے تو ایک طرف متوجہ ہوئے دیکھا کہ ایک شخص زنا کر رہا ہے آپ نے اس کے لئے بددعا کی وہ مر گیا اسی طرح انہوں نے تین آدمی دیکھے ان کے لئے بددعا کی وہ مر گئے تو اللہ تعالی نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ اے ابراہیم تمہاری دعا مستجاب ہے لہذا تم اب میرے کسی بندے کے لئے دعا نہ کرنا اگر میں چاہتا تو ان کو پیدا ہی نہ کرتا میں نے تین قسم کے لوگوں کو پیدا کیا ہے ایک وہ بندہ جو میری عبادت کرتا ہے اور میرے ساتھ کسی کو عبادت میں شریک نہیں کرتا پس اسی کو میں ثواب عطا کرتا ہوں۔ دوسرا وہ بندہ جو میرے غیر کی عبادت کرتا ہے مگر مجھ کو بھی نہیں چھوڑتا۔ تیسرے وہ بندہ جو میرے غیر کی عبادت کرتا ہے مگر اس کے صلب سے میں ایسا بندہ پیدا کروں گا جو میری عبادت کرے گا۔ پھر حضرت ابراہیم دوسری طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ ساحل سمندر پر مردار پڑا ہوا ہے جس کا آدھا حصہ پانی میں ہے اور آدھا حصہ خشکی پر اور سمندر کے درندے آتے ہیں اور جو حصہ پانی میں ہے اس کو کھاتے ہیں واپس جاتے ہیں۔ پھر آپس میں ایک دوسرے کو کھاتے جاتے ہیں۔ اسی طرح خشکی کے درندے آتے ہیں اور مردار کا وہ حصہ جو خشکی میں ہے اس کو کھاتے ہیں اور واپس جاتے ہیں پھر ایک دوسرے کو کھاتے ہیں یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم کو بہت تعجب ہوا اور عرض کیا پروردگار تو مجھے دکھا دے تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے یہ سب تو ایک دوسرے کو کھاتے جا رہے ہیں اللہ تعالی نے ارشاد کیا اے ابراہیم کیا تم اس پر ایمان نہیں رکھتے؟ حضرت ابراہیم نے عرض کیا ہاں ایمان تو رکھتا ہوں مگر اس لئے تو بتا کہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے کہ تو کیسے زندہ کرتا ہے بلکہ میں خود اس کو بھی اپنی آنکھ سے دیکھ لوں جیسا کہ اور تمام چیزوں کو دیکھا ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد کیا اچھا تو پھر چار قسم کی چڑیوں کو لو انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دو اور ان کے ٹکڑوں کو باہم مخلوط کر لو جیسا کہ یہ مردار ان درندوں کے اندر مخلوط ہو گیا ہے اور پھر انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کھا لیا ہے تم بھی اپنی

کو ٹکڑے ٹکڑے کرو اور ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک جزو رکھ دو پھر ان چڑیوں کو آواز دو وہ اڑتی ہوئی تمہارے پاس آجائیں گی۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے ایسا ہی کیا اور انہیں آواز دی وہ فوراً اڑتی ہوئی آگئیں۔ اور ان چار چڑیوں میں ایک مرغ تھا، ایک کبوتر تھا، ایک مور تھا اور ایک کوا تھا۔

(۳۲۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے روایت کرتے ہوئے عباس بن معروف سے انہوں نے علی بن مہزیار سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے علی بن منصور سے انہوں نے کلثوم بن عبدالمومن حرانی سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ حج کریں اور ان کے ساتھ حضرت اسمٰعیل بھی حج کریں اور انہیں وہیں حرم میں ساکن کر دیں۔ تو یہ دونوں ایک سرخ اونٹ پر سوار ہو کر چلے اور ان دونوں کے ساتھ سوائے حضرت جبرئیل کے اور کوئی نہ تھا جب یہ دونوں حرم تک پہنچے تو حضرت جبرئیل نے کہا اے ابراہیم آپ دونوں سواری سے اتریں اور حرم میں داخل ہونے سے پہلے غسل کریں۔ چنانچہ وہ دونوں اترے اور انہوں نے غسل کیا پھر ان دونوں کو بتایا کہ احرام کیسے باندھا جائے تو دونوں نے ان کے کہنے کے مطابق احرام باندھا اور حج کے لئے چلے تو انہیں چاروں تلبیہ جس طرح انبیاء اور مرسلین پڑھا کرتے تھے تلبیہ دونوں تلبیہ پڑھتے ہوئے صفا پر پہنچے تو اونٹ سے اترے اور جبرئیل دونوں کے درمیان خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے اور تکبیر کہی اور ان دونوں نے بھی تکبیر کہی۔ پھر جب حضرت جبرئیلؑ نے اللہ کی حمد کی اس کی تمجید کی تو ان دونوں نے بھی حضرت جبرئیل کی طرح حمد اور تمجید کی پھر حمد و ثنائے الٰہی کرتے ہوئے حضرت جبرئیل آگے بڑھے تو یہ لوگ بھی ان کے ساتھ حمد و ثنائے الٰہی کرتے ہوئے آگے بڑھے یہاں تک کہ حضرت جبرئیل ان دونوں کو لے کر حجر اسود کے پاس پہنچے۔ حضرت جبرئیل نے حجر اسود کو بوسہ دیا تو ان لوگوں نے بھی بوسہ دیا پھر حضرت جبرئیل نے ان دونوں کو لیکر خانہ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کیا پھر ان دونوں کو ساتھ لے کر مقام ابراہیم تک پہنچے اور وہاں حضرت جبرئیل نے دو رکعت نماز پڑھی چنانچہ ان دونوں نے بھی وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر انہوں نے ان دونوں کو حج کے مناسک بجا لا کر دکھائے جب مناسک پورے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حضرت ابراہیم واپس چلے جائیں اور حضرت اسمٰعیل کو یہاں اکیلے چھوڑ جائیں ان کے ساتھ ان کی ماں ہے پھر جب دوسرا سال آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو حکم دیا کہ حج کو جائیں اور خانہ کعبہ کی تعمیر کریں۔ اور خانہ کعبہ اس وقت شکستہ حالت میں تھا اس کی صرف بنیادیں پہچانی جاتی تھیں۔ اور اہل عرب اس کا حج کرتے تھے۔ الغرض جب حج کر کے نکل گئے تھے تو حضرت اسمٰعیل نے پتھر جمع کر کے اندرون کعبہ ڈال دئے تھے۔ اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تعمیر کا حکم دیا تو حضرت ابراہیمؑ تشریف لائے اور انہوں نے حضرت اسمٰعیل سے کہا بیٹا مجھے اللہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا ہے یہ کہہ کر دونوں نے خانہ کعبہ کے اندر سے پتھر ہٹائے تو دیکھا کہ یہاں ایک سرخ پتھر ایک چٹان ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اسی پر خانہ کعبہ کی بنیاد رکھو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس کچھ فرشتے نازل کر دیے جو ان کے لئے پتھر جمع کرتے وہی ملائکہ ان کو پتھر پکڑاتے رہے اور حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسمٰعیل مل کر اس کو رکھتے رہے یہاں تک کہ اس کی دیواریں بارہ ہاتھ بلند ہو گئیں اور اس کے لئے دو دروازے چھوڑ دیے ایک دروازہ داخل ہونے کے لئے اور ایک دروازہ اس میں سے نکلنے کے لئے ان دونوں دروازوں پر لوہے کی چوکھٹ اور وہ بھی لگا دئے اور اس پر کوئی پوشاک نہیں ڈالی۔ اور جب خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل ہو گئی تو حضرت ابراہیمؑ نے وہاں سے کوچ فرمایا اور حضرت اسماعیلؑ وہیں رہ گئے اور جب لوگ وہاں پھر وارد ہوئے تو قبیلہ حمیر کی ایک عورت پر حضرت اسماعیل کی نگاہ پڑ گئی وہ آپ کو اچھی معلوم ہوئی پر وہ شوہر دار تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے شوہر کو موت دیدی اور وہ اپنے شوہر کے سوگ میں مکہ میں ہی رہ گئی اللہ تعالیٰ نے اس کو صبر دیدیا اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اس سے نکاح کر لیا اور اب آئندہ سال جب حضرت ابراہیمؑ حج کے لئے آئے تو عورت وہیں موجود تھی اور حضرت اسمٰعیلؑ اپنے گھر والوں کے لئے کھانے پینے کا سامان لانے کے لئے طائف گئے ہوئے تھے۔ اس عورت نے ایک پیر مرد کو دیکھا کہ ان کے بال گرد سفر سے اٹے ہوئے ہیں انہوں نے اس عورت سے پوچھا تم لوگوں کا کیا حال ہے عورت نے کہا ہم لوگ بہت اچھے ہیں

خصوصیت کے ساتھ حضرت اسماعیلؑ کے متعلق پوچھا وہ کیسے ہیں تو اس نے جواب دیا وہ بھی اچھے ہیں پوچھا تم کس قبیلے کی ہو؟ اس نے کہا قبیلہ حمیر کی ہوں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ واپس ہوئے حضرت اسماعیلؑ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اور آپ نے ایک خط لکھا اور اس عورت کو دیا کہ جب تمہارا شوہر انشاء اللہ آئے تو اس کو دے دینا چنانچہ جب حضرت اسماعیل آئے تو اس عورت نے وہ خط انہیں دیا آپ نے اسے پڑھا اور بولے تجھے معلوم ہے کہ وہ مرد بزرگ کون تھے؟ اس نے کہا ہاں میں نے انہیں دیکھا ہے وہ ایک حسین و جمیل بزرگ تھے اور آپ سے کچھ صورت ملتی ہوئی تھی۔ حضرت اسماعیلؑ نے کہا وہ میرے والد تھے۔ عورت نے کہا مجھے ان کے نہ پہچاننے کا بڑا افسوس ہوا۔ حضرت اسماعیلؑ نے پوچھا انہوں نے تجھے دیکھا؟ اس نے کہا نہیں مگر ڈر ہے کہ میں نے ان کی تواضع میں کچھ کمی کر دی ہو۔ وہ عورت بہت سمجھدار تھی اس نے حضرت اسماعیلؑ سے کہا کیوں نہ ان دونوں دروازوں پر پردے لٹکا دیے جائیں ایک پردہ یہاں پر ایک پردہ وہاں پر۔ انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے تو ان دونوں نے مل کر دو پردے تیار کئے جن کا طول بارہ ہاتھ تھا پھر اس کو ان دونوں دروازوں پر لٹکا دیا۔ اور اسے خوبصورت معلوم ہوا تو اس عورت نے کہا پھر کیوں نہ ہم لوگ پورے خانہ کعبہ کے لئے پوشاک تیار کریں اور پورے کو پردہ پوش کر دیں اس لئے کہ یہ پتھر دیکھنے میں کچھ بدنما سے معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ اس عورت نے جلدی جلدی اپنے قبیلہ میں بہت سے اون بھیجے اور اپنے قبیلہ کی عورتوں سے کاتنے کی فرمائش کی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اسی وقت سے عورتیں ایک دوسرے سے اون کاتنے کی فرمائش کرنے لگیں۔ الغرض وہ عورت اپنے قبیلہ کی عورتوں سے مدد لیتی رہی۔ جب کپڑا تیار ہو جاتا تو اسے خانہ کعبہ پر لٹکا دیتی مگر لٹکاتے میں حج کا موسم آ گیا اور ابھی خانہ کعبہ کے بعض رخ باقی رہ گئے تو اس عورت نے حضرت اسماعیلؑ سے کہا اس رخ کا کیا کریں۔ ادھر کی پوشاک تو تیار نہیں۔ چنانچہ اس رخ پر کھجور کی چٹائی کی پوشاک بنا دی اور اب جو حج کا موسم آیا تو عرب والے جیسا کہ حج کے لئے آیا کرتے تھے آئے اب جو خانہ کعبہ پر پوشش دیکھی تو بڑے خوش ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ مناسب ہے کہ اس گھر کی تعمیر کرنے والے کو کچھ ہدیہ و تحفہ دیا جائے اور اسی بنا پر ہدیہ کا رواج ہوا چنانچہ عرب کے ہر قبیلہ نے نقد اور چیزوں کی شکل میں انہیں ہدیہ پیش کیا اور اس طرح مال کثیر جمع ہو گیا اور اب انہوں نے چٹائی کے پردے کو دروازے پر سے ہٹا دیا اور دونوں دروازوں پر بھی تیار کئے ہوئے پردے ڈال دیئے۔ اس وقت خانہ کعبہ پر کوئی چھت نہ تھی۔ حضرت اسماعیل نے اس پر لکڑی کی کڑیاں رکھ دیں بالکل ایسی ہی جیسی کہ تم آجکل دیکھ رہے ہو۔ پھر حضرت اسماعیلؑ نے ان کڑیوں پر لکڑیاں رکھ کر چھت ڈالی اور پھر اسے مٹی سے برابر کر دیا۔ اب عرب والے آئندہ سال آئے تو خانہ کعبہ کے اندر گئے عمارت کو دیکھا تو بولے کہ مناسب ہے کہ اس کے بنانے والے کو کچھ اور زیادہ دیا جائے۔ چنانچہ پھر جب آئندہ سال آئے تو قربانی کے جانور (ہدیہ) لے کر آئے اب حضرت اسماعیلؑ سوچنے لگے کہ ان کا کیا کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ ان جانوروں کو نحر کر کے ان کا گوشت حاجیوں کو کھلا دو۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پھر جب حضرت ابراہیمؑ سے حضرت اسماعیل نے پانی کی قلت کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی طرف وحی کی کہ ایک کنواں کھودو تو حاجیوں کے لئے پینے کا پانی ہو جائے گا پھر حضرت جبرئیل نازل ہوئے انہوں نے ایک گڑھا یعنی زمزم کو کھودا اور اس کا پانی نمودار ہو گیا تو حضرت جبرئیل نے کہا اے ابراہیم آپ بھی اس میں اترئیے چنانچہ حضرت جبرئیل کے بعد حضرت ابراہیمؑ اس میں اترے تو حضرت جبرئیل نے کہا اس کنوئیں کے ہر جانب بسم اللہ کہہ کر کدال ماریں چنانچہ حضرت ابراہیم نے خانہ کعبہ کی ایک جانب اس کنوئیں کے بسم اللہ کہہ کر کدال ماری اور ایک سوتا پھوٹ پڑا پھر دوسری طرف بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو دوسرا سوتا پھوٹا پھر تیسری مرتبہ بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو تیسرا سوتا پھوٹا۔ تو حضرت جبرئیل نے کہا کہ اے ابراہیم اب اس کا پانی پیجیئے اور اپنے فرزند کے لئے اس میں برکت کی دعا کیجئے۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل اور حضرت ابراہیم دونوں کنوئیں سے باہر نکل آئے اور حضرت جبرئیل نے کہا اے ابراہیم آپ اس سے وضو کریں [illegible] کے لئے پانی کی سبیل پیدا کر دی [illegible]

تو حضرت ابراہیم آگے روانہ ہوگئے اور حضرت اسماعیل حرم میں واپس آگئے پھر اللہ تعالیٰ نے اس زن حمیریہ سے حضرت اسماعیل کو ایک فرزند عطا کیا مگر اس سے نسل نہیں چلی۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس عورت کے بعد حضرت اسماعیلؑ نے چار عورتوں سے نکاح کیا اور ہر عورت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں چار چار فرزند عطا کئے اب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی مدت حیات پوری کردی اور اسی اثناء میں حضرت اسماعیل نے اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں جانے کی تیاری کی تو حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے ان کو حضرت ابراہیم کے موت کی خبر دی اور کہا اے اسماعیلؑ اپنے پدر بزرگوار کی موت کے بارے میں ایسی بات منہ سے نہ نکالنا جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن جائے وہ اللہ کے بندے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور انہوں نے اس کی دعوت کو قبول کرلیا اور تم بھی تو اپنے باپ سے ملحق ہونے والے ہو۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت اسماعیلؑ کا ایک چھوٹا لڑکا تھا جسے وہ بہت چاہتے تھے بلکہ اس کے گرویدہ تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو منظور نہیں کیا اور کہا اے اسماعیل تمہارا فلاں فرزند (وصی ہوگا) پھر جب حضرت اسماعیل کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے وصی کو بلایا اور فرمایا اے فرزند جب تمہارا وقت وفات قریب آئے تو تم بھی ایسا ہی کرنا جیسا میں نے کیا اور تمہیں وصی بنایا ہے اسی بنا پر جب کوئی امام مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بتا دیتا ہے کہ کس کو وصی بنائے۔

(۳۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے عبد اللہ بن غالب اسدی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے سعید بن مسیب سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت علی ابن الحسین علیہما السلام سے قول خدا **لولا ان یکون الناس امة واحدة** (اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آخر سب لوگ ایک ہی طریقہ کے ہو جائیں گے) سورۂ زخرف آیت نمبر ۳۳ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے امت محمدؐ کو مراد لیا ہے کہ سب کے سب ایک طریقہ کے کافر ہو جائیں گے **لجعلنا لمن یکفر بالرحمن لبیوتهم سقفا من فضة ومعارج علیها یظهرون** (تو ہم نے ان کے لئے جو خدا سے انکار کرتے ہیں ان کے گھروں کی چھتیں اور وہ سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں سونے اور چاندی کی بنا دیتے) سورۂ زخرف آیت نمبر ۳۳ اور اگر امت محمدؐ کے ساتھ ایسا کرتے تو مومنین کو بڑا رنج اور غم ہوتا اور وہ لوگ ان سے شادی بیاہ کرتے اور ایک دوسرے کے وارث بنتے۔

(۳۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے نوفلی سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہم السلام سے انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم لوگوں میں سے کوئی اپنے فرش خواب پر جائے تو چونکہ اسے نہیں معلوم کہ نیند کے عالم میں اس پر کیا گزرے گی اسی لئے اپنے ... اطراف کو مسح کرے اور یہ کہے **اَللّٰهُمَّ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فِيْ مَنَامِيْ فَاغْفِرْ لَهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ** پروردگار اگر تو میری روح کو روک لیتا ہے تو اس کی مغفرت فرما اور اگر واپس جسم میں لوٹا دے تو اس کی حفاظت ان چیزوں سے کر جن سے تو اپنے صالح بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

(۳۵) میرے والد رحمہ اللہ نے روایت کی ہے سعد بن عبد اللہ سے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے عبد اللہ بن سنان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپ جناب کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ ایک شخص نے اس کھجوروں کو فروخت کردیا جو ابھی زمین سے روئیدہ ہوئی تھیں مگر اس زمین کی کھجوروں کے درخت سب کے سب سوکھ گئے تو آپ نے فرمایا اسی طرح کا ایک مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تھا دونوں فریق آپس میں جھگڑتے تھے جب حضرتؐ نے دیکھا یہ لوگ جھگڑنے سے باز نہیں آتے تو آپؐ نے فرمایا جب تک کھجور تیار نہ ہو جائے فروخت نہ کیا کرو۔ مگر اس کو

حرام قرار نہیں دیا۔آپ نے تو ان لوگوں کے جھگڑے کی وجہ سے فرمایا تھا۔

(۳۶) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی حسن بن سعد سے انہوں نے علی بن نعمان سے انہوں نے یحیٰی ازرق سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں سات میں سے چار طواف کر کے تھک گیا تو کیا اب میں نماز طواف بیٹھ کر پڑھ لوں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا مگر لوگ نماز شب اگر تھکے ہوئے ہوتے ہیں کمزوری محسوس کرتے ہیں تو کیسے بیٹھ کر پڑھ لیتے ہیں اور نماز طواف بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا یہ بتاؤ تم بیٹھ کر طواف کرو تو کیا درست ہے میں نے کہا نہیں تو فرمایا پھر تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

(۳۷) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اسماعیل بن مراد سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے معاویہ بن وہب سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم لوگوں تک یہ روایت پہنچی کہ انصار میں سے ایک شخص مر گیا اور اس پر کسی کا کچھ قرض تھا تو آنحضرتؐ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور لوگوں سے بھی کہہ دیا کہ جب تک کہ اس کا قرض ادا نہ ہو جائے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔آپ نے فرمایا یہ روایت صحیح ہے پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس لئے کہا کہ حق کو ادا کیا جائے اور لوگ ایک دوسرے کے قرض کو ادا کریں اور قرض کو معمولی بات نہ سمجھیں ورنہ دیکھا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا تو ان پر قرض تھا حضرت علی علیہ السلام کا انتقال ہوا تو ان پر قرض تھا امام حسن علیہ السلام کا انتقال ہوا ان پر قرض تھا اور امام حسین علیہ السلام قتل ہوئے تو ان پر قرض تھا۔

(۳۸) بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن یحیٰی سے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے ابن عمیر سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے حماد سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ کوئی شخص فاطمہ علیہا السلام کی نسل کی دو عورتوں کے ساتھ نکاح کر کے جمع نہ کرے اس لئے کہ جب ان معظمہ کو خبر پہنچے گی تو انہیں شاق گزرے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اس کی خبر ان کو پہنچے گی؟ فرمایا ہاں خدا کی قسم۔

(۳۹) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے اسماعیل بن مرار سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے اسحاق ابن عمار سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے دریافت کیا کہ ایک احرام باندھے ہوئے شخص نے ایک عورت کی پنڈلی کو دیکھا اور اس کی منی خارج ہو گئی؟ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ دولتمند ہے تو اس پر ایک اونٹ اور اگر متوسط الحال ہے تو ایک گائے۔اگر فقیر ہے تو ایک بکری کا کفارہ دینا واجب ہے لیکن یہ کفارہ میں نے اس لئے قرار نہیں دیا ہے کہ اس کی منی نکل آئی بلکہ اس لئے کہ اس نے اس چیز کو دیکھا جو اس کے لئے دیکھنا حلال نہ تھا۔

(۴۰) میرے والد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے برقی اور حسین بن سعید دونوں سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے یحیٰی حلبی سے انہوں نے برید بن معاویہ سے انہوں نے محمد بن مسلم سے ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت مند رکھے میں نے آپ کی بیماری کا سنا تو مجھے بہت ڈر معلوم ہوا کاش آپ بتادیتے یا ہمیں معلوم ہو جاتا کہ آپ کے بعد کون (امام) ہوگا؟ آپ نے فرمایا حضرت علی علیہ السلام عالم تھے اور علم وراثت میں چلتا ہے ایک عالم اسی وقت رحلت فرماتا ہے جب کہ اسی کے مثل علم رکھنے والا عالم اس کے بعد موجود ہوتا ہے یا جیسا بھی خدا چاہے۔ میں نے عرض کیا لوگ ایسا کر سکتے ہیں کہ جب کوئی عالم مر جائے تو اس کے بعد والے عالم کی معرفت حاصل کریں؟ آپ نے فرمایا

لیکن اس شہر میں یعنی مدینہ میں تو نہیں ہاں دوسرے شہروں میں وہ بھی بقدر بعد مسافت جتنے دن کی بھی ہو اتنے دن بغیر معرفت رہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین ولینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون** (ان میں سے ہر گروہ کی ایک جماعت اپنے گھروں سے کیوں نہیں نکلتی تاکہ علم دین حاصل کرے اور جب اپنی قوم کی طرف پلٹ کر آئے تو ان کو عذاب آخرت سے ڈرائے تاکہ یہ لوگ ڈریں) سورہ توبہ۔ آیت نمبر ۱۲۲ راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا آپ کی کیا رائے ہے اگر کوئی اسی تلاش میں مرجائے (تو اس کا انجام کیا ہوگا) آپ نے فرمایا پھر وہ اس آیت کا مصداق ہوگا کہ **ومن یخرج من بیته مهاجرا الی الله ورسوله ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی الله وکان الله غفورا رحیما** (اور جو شخص اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ اور اس کے رسول کی طرف نکلے پھر اسے منزل پر پہنچنے سے پہلے موت آجائے تو خدا پر اس کا ثواب لازم ہو گیا اور خدا تو بڑا بخشنے والا اور مہربان ہی ہے) سورہ نساء۔ آیت نمبر ۱۰۰ میں نے عرض کیا اچھا اگر لوگ دوسرے شہروں سے یہاں آئیں تو کس علامت سے اپنے امام کو پہچانیں، فرمایا امام کو سکون و وقار اور ہیبت دی جاتی ہے۔

(۳۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر نے روایت کرتے ہوئے علی بن اسماعیل و عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے انہوں نے یعقوب بن شعیب سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب کی خدمت میں عرض کیا اگر کوئی امام مرجائے اور جو لوگ وہاں موجود نہ ہوں انہیں امام کے موت کی اطلاع ہے تو کیا کریں فرمایا لوگ امام کی جستجو میں نکلیں اور جب تک ان کی تلاش و جستجو جاری رہے گی وہ معذور سمجھیں جائیں گے میں نے عرض کیا ساری قوم نکلے یا ان میں سے کچھ لوگ امام کی جستجو میں نکلیں یہی کافی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ توبہ۔ آیت نمبر ۱۲۲) آپ نے فرمایا پھر وہ لوگ جو گھر پر رہ جائیں وہ اس وقت تک معذور سمجھے جائیں گے جب تک جستجو میں جانے والے واپس نہ آجائیں۔

(۳۲) اور اسی سے روایت کی عبداللہ بن جعفر سے اور انہوں نے محمد بن عبداللہ بن جعفر سے انہوں نے محمد بن عبدالجبار سے اور انہوں نے اس سے جس نے اس سے ذکر کیا اور اس نے یونس بن یعقوب سے انہوں نے عبدالاعلیٰ سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر کسی امام کی وفات کی خبر لوگوں کو پہنچے تو اس وقت ہم لوگ کیا کریں، فرمایا تم لوگ وہاں کوچ کر کے پہنچو میں نے عرض کیا ہم سب کوچ کریں، فرمایا اس کے متعلق تو اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے کہ سورہ توبہ۔ آیت نمبر۔ ۱۲۲ میں نے عرض کیا اچھا ہم لوگ چلے مگر راستہ ہی میں کچھ لوگ مرگئے تو ان کا انجام کیا ہوگا فرمایا اس کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سورۃ النساء۔ آیت نمبر۔ ۱۰۰

(۳۳) بیان کیا مجھ سے علی بن احمد رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل سے انہوں نے علی بن عباس سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ربیع صحاف نے روایت کرتے ہوئے محمد بن سنان سے انہوں نے کہ حضرت ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان کے خط کے جواب میں ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا کہ تم نے اپنے خط میں اس امر کا ذکر کیا ہے کہ بعض اہل قبلہ (مسلمانوں) کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حلال کیا ہے اور نہ کسی چیز کو حرام کیا ہے اور شاید ان میں سے اکثر احکام بندوں کے لیے تعبدی صادر کیے گئے ہیں (یعنی جو ہم کہیں وہ غلاموں کی طرح تم کو کرنا ہے) مگر جس کا یہ خیال ہے وہ حد درجہ گمراہی اور صاف صاف خسارہ میں مبتلا ہے کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو حرام خدا کو حلال کر کے اور حلال خدا کو حرام کر کے بھی اپنا حکم منوایا جاتا ہے بلکہ روزہ نماز اور تمام امور خیر کے ترک کرنے اور اللہ اور اس کے رسولوں سے اس کی کتابوں سے انکار کا حکم منوایا جاتا بلکہ زنا اور سرقہ اور محرم عورتوں کی تحریم وغیرہ سے بھی انکار کا حکم دے کر غلاموں کی طرح اس کی تعمیل کرائی جاتی۔ مختصر، بد نظمی اور مخلوقات کی بربادی ہے اگر یہ حلال و حرام کے احکام

صرف تعبدی ہیں اور کچھ نہیں تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے باطل قرار دے دیا ہے اس لئے کہ ہم لوگ محسوس کرتے ہیں کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے اس میں بندوں کی بھلائی اور ان کی بقاء ہے اور اس کے بندوں کی ایسی لازمی ضرورت ہے جس سے وہ مستغنی نہیں ہو سکتے اور ہم یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اُس کے بندوں کو کوئی ضرورت نہیں بلکہ وہ بندوں کے لئے تباہی بربادی اور ہلاکت کا سبب ہے۔ پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ان کو شدید ضرورت کے وقت حلال بھی کر دیا اس لئے کہ اس وقت بندوں کی اسی میں بھلائی ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب انسان انتہائی مضطر و مجبور ہو جائے تو اس کے لئے مردار اور خون اور سور کا گوشت حلال قرار دیا ہے اس لئے کہ اس وقت بندوں کی اسی میں بھلائی اور ہلاکت سے بچاؤ اور موت کا دفاع ہے تو پھر یہ کیسے اس امر کی دلیل نہیں بن سکتی کہ اللہ تعالیٰ نے اسی شے کو حلال کر دیا ہے جس میں بندوں کی جسمانی بھلائی ہے اور اسی کو حرام قرار دیا ہے جس میں بندوں کی جسمانی خرابی ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی طرف سے اس کے رسولوں اور اس کی حجتوں نے اس کو بتایا ہے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر انسان یہ جان لیتا کہ خلق کی ابتداء کیسے ہوئی تو دو آدمی بھی اس سے اختلاف نہ کرتے۔ نیز آپ کا ارشاد ہے کہ حلال و حرام میں صرف تھوڑی سی بات کا فرق ہے ایک شے جب دوسری شے میں تحلیل ہو گئی اور بدل گئی تو حلال شے حرام ہو گئی اور حرام شے حلال ہو گئی۔

(۴۴) بیان کیا مجھ سے ابوالحسن محمد بن عمر بن علی بن عبداللہ بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن احمد بن جبلہ واعظ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالقاسم عبداللہ بن احمد بن عامر طائی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار حضرت موسیٰ بن جعفر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر بن محمد علیہم السلام نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار محمد بن علی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار علیؑ ابن الحسینؑ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے پدر بزرگوار حضرت حسین ابن علی علیہم السلام نے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی ابن ابی طالب جامع مسجد کوفہ میں تھے مجمع سے ایک مرد شامی اٹھا اور عرض کیا یا امیرالمومنین میں آپ سے چند چیزوں کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا سوال کرنا ہے تو سمجھنے کے لئے سوال کرو۔ محض پریشان کرنے کے لئے سوال نہ کرنا اور اب چاروں طرف سے لوگوں کی نگاہیں ادھر مرکوز ہو گئیں۔ سائل نے سوال کیا کہ یہ بتایئے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا سب سے پہلے اس نے نور کو پیدا کیا۔ اس نے سوال کیا اور آسمانوں کو کس چیز سے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا پانی کے بخارات سے۔ اس نے سوال کیا اور زمین کو کس چیز سے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا پانی کے جھاگ سے۔ اس نے سوال کیا کہ پہاڑ کس چیز سے پیدا کئے گئے؟ آپ نے فرمایا موجوں سے۔ اس نے سوال کیا کہ مکہ کا نام ام القریٰ کیوں رکھا گیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ زمین اسی کے نیچے سے بچھائی گئی ہے۔ اس نے سوال کیا کہ یہ دنیاوی آسمان کس چیز سے بنا؟ آپ نے فرمایا اندھی اور بے نور موجوں سے۔ اس نے سورج اور چاند کے طول و عرض کے متعلق پوچھا آپ نے فرمایا نو سو فرسخ کو نو سو فرسخ سے ضرب دے لو اس نے پوچھا کہ کوکب کا طول و عرض کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بارہ فرسخ کو بارہ فرسخ سے ضرب دے لو اس نے ساتوں آسمان کے رنگ اور ان کے نام دریافت کئے تو آپ نے فرمایا پہلے آسمان کا نام رفیع ہے اور اس کا رنگ پانی اور دھوئیں کے مانند ہے دوسرے آسمان کا نام قیدوم ہے اس کا رنگ تانبے کے مانند ہے۔ تیسرے آسمان کا نام مادون ہے اور اس کا رنگ پیتل کے مانند ہے اور چوتھے آسمان کا نام ارفلون ہے اور اس کا رنگ چاندی کے مانند ہے پانچویں آسمان کا نام ہیتون ہے اس کا رنگ سونے کے مانند ہے چھٹے آسمان کا نام عروس ہے اس کا رنگ یاقوت سبز کے مانند ہے۔ ساتویں آسمان کا نام مجماء ہے اس کا رنگ سفید موتی کے مانند ہے پھر اس نے سوال کیا بیل ہمیشہ نیچے نگاہیں کیوں کئے رہتا ہے اپنا سر اوپر کیوں نہیں اٹھاتا آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ سے شرمندہ ہے جب سے موسیٰ کی قوم نے گوسالہ کی پرستش کی اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ اس نے مد وجزر کے متعلق پوچھا کہ یہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا ایک فرشتہ ہے جس کا نام ارمان ہے جو سمندروں پر مقرر ہے وہ اپنے پاؤں سمندر میں ڈال دیتا ہے تو مد پیدا ہوتا ہے پاؤں

نکل بھتا ہے تو جزو پیدا ہو جاتا ہے۔ اس نے جنوں کے باپ کا نام پوچھا تو آپ نے فرمایا اس کا نام شومان ہے اور وہ آگ کے شعلوں سے پیدا ہوا ہے اس نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے جنوں کی طرف بھی کسی نبی کو بھیجا؟ آپ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک نبی بھیجا جن کا نام یوسف تھا انہوں نے ان لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی تو ان لوگوں نے ان کو قتل کر دیا۔ اس نے ابلیس کے متعلق پوچھا کہ اس کا نام کیا تھا؟ آپ نے فرمایا اس کا نام حارث تھا اس نے پوچھا آدم کا نام آدم کیوں رکھا گیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ ادیم ارض (یعنی سطح زمین کی مٹی) سے پیدا ہوئے اس نے پوچھا لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر میراث کیوں ملتی ہے؟ آپ نے فرمایا اس درخت کے گچھے کی وجہ سے جس میں تین دانے تھے حضرت حوا اوھر بڑھیں تو اس میں سے ایک دانہ توڑ کر کھایا اور حضرت آدم نے اس میں سے دو دانے کھائے اس لئے مرد کو دو عورت کے برابر حصہ ملا۔ اس نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں سے کس کس کو مختون (ختنہ شدہ) پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مختون خلق کیا پھر حضرت شیث و حضرت ادریس و نوح و ابراہیم و داؤد و سلیمان و لوط و اسماعیل و عیسیٰ و موسیٰ و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے سب مختون پیدا ہوئے اس نے پوچھا کہ حضرت آدم کی عمر کتنی ہوئی؟ آپ نے فرمایا نو سو تیس (۹۳۰)۔ اس نے پوچھا سب سے پہلے شعر کس نے کہا؟ آپ نے فرمایا حضرت آدم نے۔ اس نے پوچھا اس کا شعر کیا تھا؟ آپ نے فرمایا حضرت آدم آسمان سے زمین پر اترے تو اس کی مٹی اس کی وسعت اور اس کی فضا دیکھی اور قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو حضرت آدم نے یہ اشعار کہے

تغیرت البلاد ومن علیہا فوجہ الارض مغبر قبیح
تغیر کل ذی لون وطعم وقل بشاشۃ الوجہ الملیح

(ترجمہ) زمین اور اس کے ساکنین بدل گئے اور اب زمین کا چہرہ غبار آلود اور قبیح ہو گیا یہاں تو ہر رنگدار اور مزیدار شے بدل گئی اور خوبصورت چہروں کی بشاشت میں کمی آگئی ہے۔ اس کے جواب میں ابلیس نے یہ اشعار پڑھے

تنح عن البلاد و ساکنیہا ففی الفردوس ضاق بک الفسیح
وکنت بہا و زوجک فی قرار وقلبک من اذی الدنیا مریح
فلم تنفک من کیدی و مکری الی ان فاتک الثمن الربیح
فلولا رحمۃ الجبار اضحی بکفک من جنان الخلد ریح

اے تم زمین اور اس کے ساکنین کا ذکر چھوڑو وہ کشادہ فردوس بھی تو تمہارے لئے تنگ تھی تم اور تمہاری زوجہ وہاں چین سے تھیں اور وہاں تمہارا دل دنیا کی اذیتوں سے آسودہ تھا مگر اب میرے کید و مکر سے اس وقت تک چھٹکارہ نہ پاؤ گے جب تک کہ اس نفع بخش قیمت تم سے فوت نہ ہو جائے اور اگر خدائے جبار کی رحمت تمہارا ساتھ نہ دے تو تم جنت خلد کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکو گے۔

پھر سائل نے سوال کیا حضرت آدم نے کتنے حج کئے؟ آپ نے فرمایا تیس حج اپنے پاؤں سے چل کر اور سب سے پہلا حج جو انہوں نے کیا تو ان کے ساتھ سبز ہدہد بھی تھا جو ان کو پانی کی جگہیں بتاتا تھا۔ وہ ان کے ساتھ جنت سے آیا تھا اور ہدہد اور خطاف (ایک قسم کا ابابیل جیسا پرندہ) کے کھانے کو منع کیا گیا ہے۔ سائل نے پوچھا کیا بات ہے کہ وہ چھتا نہیں؟ فرمایا اس لئے کہ وہ بیت المقدس پر گریہ کرتا رہا اور اس کے گرد چالیس سال طواف کرتا رہا اور اس پر روتا رہا اور وہ مسلسل حضرت آدم کی ساتھ بھی گریہ کرتا رہا اسی لئے وہ گھروں میں رہنے لگا اور اس کے پاس کتاب خدا کی نو آیتیں ہیں جن کی حضرت آدم جنت میں تلاوت کیا کرتے تھے۔ سورہ کہف کی ابتدا کی تین آیتیں اور تین آیتیں سورہ نحل کی فاذا قرات القران فاستعذ باللہ من الشیطن الرجیم (پس جس وقت تو قرآن کو پڑھنے لگے تو مردود شیطان (کے شر) سے (بچنے کے لئے)

اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو) سورۂ نحل۔ آیت نمبر ۹۸ اور تین آیتیں سورہ یٰسین کی **و جعلنا من بین ایدیھم سداً و من خلفھم سدا** (اور ہم نے ان کے سامنے دیوار کردی اور ان کے پیچھے ایک دیوار کردی) سورۂ یٰسین۔ آیت نمبر ۹۔ پھر سائل نے پوچھا کہ سب سے پہلا وہ کون ہے جس نے کفر اختیار اور اس نے کفر کو ایجاد کیا؟ آپ نے فرمایا وہ ابلیس لعنۃ اللہ علیہ ہے۔ اس نے پوچھا کہ حضرت نوحؑ کا اصل نام کیا تھا؟ فرمایا ان کا اصل نام سکن تھا ان کا نام نوح اس لئے پڑ گیا کہ وہ قوم کے حال پر ساڑھے نو سو سال تک نوحہ کرتے رہے۔ اس نے آپ سے پوچھا کہ سفینۂ نوح کی لمبائی چوڑائی کیا تھی؟ فرمایا اس کی لمبائی آٹھ سو ہاتھ تھی اور چوڑائی پانچ سو ہاتھ اور آسمان کی طرف اس کی بلندی اسی (۸۰) ہاتھ تھی۔ ان سوالات کے بعد یہ شخص بیٹھ گیا تو ایک دوسرا شخص اٹھ کھڑا ہوا اور بولا یا امیرالمومنین مجھے یہ بتائیں کہ زمین پر سب سے پہلا درخت کون سا نصب کیا گیا؟ آپ نے فرمایا عوسجہ (ایک خاردار درخت) اور حضرت موسیٰ کا عصا اسی درخت کا تھا۔ اس نے آپ سے سوال کیا سب سے پہلا پودا زمین میں سے کیا پیدا ہوا؟ فرمایا وہ کدو اور لوکی ہے۔ اس نے دریافت کیا اہل آسمان میں سے سب سے پہلے کس نے حج کیا؟ حضرت جبرئیل نے۔ اس نے دریافت کیا زمین کا سب سے پہلا قطعہ ایام طوفان میں کون سا پھیلایا گیا آپ نے فرمایا وہ خانہ کعبہ کی جگہ جو سبز زبرجد کی تھی اس نے دریافت کیا کہ روئے زمین پر سب سے مکرم وادی کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس وادی کا نام سراندیپ ہے جہاں حضرت آدم آسمان سے زمین پر اترے تھے۔ اس نے پوچھا اور سب سے بدترین وادی روئے زمین پر کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ یمن میں ایک وادی ہے جس کو برہوت کہا جاتا ہے اور وہ جہنم کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ وہ چھ چیزیں کون سی ہیں جو شکم مادر میں نہیں رہیں؟ آپ نے فرمایا آدم و حوا و حضرت ابراہیم کا مینڈھا و عصائے موسیٰ و ناقۂ صالح و خفاش ہے جو حضرت عیسیٰ بن مریم نے بنایا تھا اور باذن خدا پرواز کرنے لگی تھی۔ اس نے پوچھا وہ کون سی شے ہے کہ نہ وہ جن میں سے ہے نہ انس میں سے مگر اس پر جھوٹ اور اتہام لگایا گیا؟ فرمایا وہ بھیڑیا ہے جس پر یوسفؑ کے بھائیوں نے جھوٹا اتہام لگایا۔ اس نے پوچھا وہ کون سی شے ہے کہ وہ نہ جنوں میں سے ہے اور نہ انسانوں میں سے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کی جانب وحی کی۔ اس نے دریافت کیا وہ جگہ کون سی ہے جس پر آفتاب صرف دن کے ایک ساعت طلوع ہوا اور اس کے بعد کبھی طلوع نہیں ہوا؟ فرمایا وہ دریا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے لئے شگافتہ کیا اور اس پر ایک ساعت سورج کی کرنیں پڑیں پھر پانی دونوں طرف سے مل گئے اور پھر اس پر سورج کی روشنی نہیں پڑی۔ اس نے کہا وہ کون سی شے ہے کہ جب زندہ تھی تو اس نے پانی پیا اور جب مرگئی تو اس نے کھایا؟ آپ نے فرمایا وہ حضرت موسیٰ کا عصا ہے اس نے سوال کیا کہ وہ نذیر (ڈرانے والا) کون ہے جو نہ جنوں میں ہے نہ انسانوں میں ہے مگر وہ اپنی قوم کو ڈراتا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ چیونٹی ہے۔ اس نے سوال کیا کہ سب سے پہلے ختنہ کا کس نے حکم دیا؟ آپ نے فرمایا حضرت ابراہیمؑ نے۔ اس نے سوال کیا عورتوں میں وہ سب سے پہلی کون سی عورت ہے جو پست اور جھکائی گئی؟ آپ نے فرمایا وہ حضرت اسماعیل کی والدہ ہاجرہ ہیں حضرت سارا نے ان کو جھکایا کہ اپنی قسم کی بنا پر وہ نکال دی جائیں۔ اس نے سوال کیا عورتوں میں وہ سب سے پہلی عورت کون ہے جو اپنے دامن گھسیٹتی ہوئی چلی؟ آپ نے فرمایا وہ حضرت ہاجرہ ہیں جس وقت وہ حضرت سارا کے خوف سے بھاگیں۔ اس نے سوال کیا اور مردوں میں سب سے پہلا مرد کون ہے جو اپنے دامن کو گھسیٹتا ہوا چلا؟ آپ نے فرمایا قارون۔ اس نے سوال کیا سب سے پہلے نعلین (جوتے) کس نے پہنے؟ آپ نے فرمایا حضرت ابراہیمؑ نے۔ اس نے سوال کیا لوگوں میں از روئے نسب سب سے زیادہ مکرم کون ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کے صدیق حضرت یوسف بن یعقوب اسرائیل اللہ بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ۔ اس نے سوال کیا کہ وہ چھ انبیاء کون ہیں جن کے دو، دو نام ہیں؟ آپ نے فرمایا حضرت یوشع بن نون جن کا دوسرا نام ذوالکفل ہے، حضرت یعقوب جن کا دوسرا نام اسرائیل ہے حضرت خضر جن کا دوسرا نام ارمیا ہے، حضرت یونس جن کا دوسرا نام ذوالنون ہے، حضرت عیسیٰ جن کا دوسرا نام مسیح ہے اور محمدؐ جن کا دوسرا نام احمد ہے۔ اس نے پوچھا وہ کون سی چیز ہے جس کے نہ گوشت ہے اور نہ خون مگر وہ سانس لیتی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ صبح ہے **والصبح**

اذا تتقی ۔ اس نے سوال کیا وہ پانچ انبیاء کون سے ہیں جو عربی میں کلام کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا حضرت ھود، حضرت شعیب، حضرت صالح، حضرت اسماعیل اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ اس کے بعد وہ سائل بیٹھ گیا تو تیسرا شخص اٹھا اور آپ کو پریشان کرنے لگا اور بولا یا امیر المومنین ہمیں اس قول خدا کا مطلب بتایئے **یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه** (اس دن آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی زوجہ اور اپنے لڑکے سے بھاگے گا) سورۃ عبس۔ آیت نمبر ۳۴/۳۵/۳۶۔ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا قابیل ہابیل سے بھاگے گا۔ اور جو اپنی ماں سے بھاگیں گے وہ حضرت موسیٰ ہیں۔ جو اپنے باپ سے بھاگے گا وہ حضرت ابراہیم ہیں۔ جو اپنی زوجہ سے بھاگے گا وہ حضرت لوط ہیں۔ جو اپنے لڑکے کنعان سے بھاگیں گے وہ حضرت نوح ہیں۔ نیز اس نے سوال کیا پہلا شخص جس کو ناگہانی موت آئی؟ آپ نے فرمایا وہ حضرت داؤد ہیں جن کو منبر پر چہار شنبہ کے دن ناگہانی موت آئی۔ اس نے سوال کیا وہ چار کون ہیں کہ جو xx کبھی سیر نہیں ہوتے؟ آپ نے فرمایا زمین پانی سے، عورت مرد سے، آنکھیں دیکھنے سے اور عالم علم سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ اس نے سوال کیا سب سے پہلے دینار و درہم کے سکے کس نے ڈھالے؟ فرمایا حضرت نوح کے بعد نمرود بن کنعان نے۔ اس نے سوال کیا سب سے پہلے قوم لوط کا عمل کس نے کیا؟ آپ نے فرمایا کہ ابلیس نے پہلے اپنے نفس کو پیش کیا۔ اس نے کہا کہ **بدیر الحمام الراعبیة** جاد گردن کبوتروں کی کوک کے کیا معنی؟ آپ نے فرمایا یہ اہل معارف، گانے والی اور بانسری و سارنگی بجانے والوں کے لئے کہا جاتا ہے۔ اس نے سوال کیا برق کی کیفیت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ابوبلال۔ اس نے سوال کے کہ تبع کو تبع کیوں کہا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک غلام تھا جو اپنے سابق بادشاہ کا محرر و منشی تھا۔ جب وہ کوئی تحریر لکھتا تو پہلے لکھتا کہ **بسم الذی خلق صبحاً و ریحاً** اس ذات کے نام جس نے صبح اور ہوا کو خلق کیا تو بادشاہ نے اس سے کہا کہ رعد فرشتے کے نام سے لکھنا شروع کیا کر۔ اس نے کہا کہ میں تو صرف اپنے اللہ ہی کے نام سے تحریر کا آغاز کروں گا۔ پھر جو آپ لکھوانا چاہتے ہیں لکھوں گا۔ یہ بات اللہ کو پسند آئی اور اس بادشاہ کی بادشاہت اس محرر کو عطا کردی اور لوگ اس کی اتباع کرنے لگے اس لئے اس کا نام تبع ہوگیا۔ اس نے سوال کیا کہ بکری کی دم اٹھی ہوئی اور اس کی شرمگاہ کھلی ہوئی کیوں ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ جب حضرت نوح اس کو سفینہ میں داخل کرنے لگے تو اس نے ان کی نافرمانی کی تو آپ نے اس کو سفینہ میں ڈھکیل دیا اور اس کی دم ٹوٹ گئی اور بھیڑ کی شرمگاہ اس لئے ڈھکی ہوئی ہے کہ وہ جلدی سے سفینہ میں داخل ہوگئی تو حضرت نوح نے اس کی دم پر ہاتھ پھیرا اور اس کی دم اس کی شرمگاہ پر برابر ہوگئی۔ اس نے دریافت کیا کہ اہل جنت کس زبان میں گفتگو کریں گے؟ آپ نے فرمایا اہل جنت عربی میں گفتگو کریں گے۔ اس نے دریافت کیا اور اہل جہنم کس زبان میں گفتگو کریں گے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ مجوسیوں کی زبان میں گفتگو کریں گے۔

اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ نیند کی چار قسمیں ہے انبیاء علیہم السلام اپنی پشت کے بل چت سوتے ہیں مگر ان کی آنکھیں نہیں سوتیں ان کو اپنے رب کی وحی کا انتظار رہتا ہے اور مومن داہنی کروٹ قبلہ رو سوتا ہے۔ بادشاہ اور ان کی اولاد اپنی بائیں کروٹ سوتے ہیں اور برابر سوچتے رہتے ہیں کہ کیا کیا کھائیں گے اور ابلیس اور اس کی برادری والے اور ہر مجنون و دیوانہ اور ہر آفت رسیدہ اپنے منھ کے بل اوندھا سوتا ہے۔

اس کے بعد چوتھا شخص کھڑا ہوا اور بولا یا امیر المومنین مجھے اس چہار شنبہ کے متعلق بتائیں جس کو ہم لوگ برا اور گراں سمجھتے ہیں وہ کون سا چہار شنبہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہر ماہ کا آخری چہار شنبہ جبکہ بو محاق میں یعنی مہینے کے آخری تین دنوں میں ہو۔ اسی میں قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا، چہار شنبہ کے دن حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے، چہار شنبہ کے دن لوگوں نے ان کو منجنیق میں رکھا، چہار شنبہ کے دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا، چہار شنبہ کے دن اللہ نے زمین کا ایک طبقہ اوپر کا نیچے اور نیچے کا اوپر کردیا۔ چہار شنبہ کو اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر آندھی کو مسلط کر دیا۔ چہار شنبہ کے دن وہ لوگ کٹی ہوئی کھیتیوں کے مانند ہوگئے، چہار شنبہ کے دن اللہ تعالیٰ نے نمرود پر پسو مسلط کردیا، چہار شنبہ کے

دن فرعون نے حضرت موسیٰ کو قتل کرنے کے لئے طلب کیا، چہار شنبہ کے دن ان لوگوں کے اوپر سے چھت گر گئی، چہار شنبہ کے دن فرعون نے بچوں کو ذبح کرنے کا حکم دیا، چہار شنبہ کے دن بیت المقدس مسمار ہوا، چہار شنبہ کے دن فارس کے علاقہ اصطخر میں حضرت سلیمان بن داؤد کی مسجد نذر آتش کردی گئی، چہار شنبہ کے دن حضرت یحییٰ بن ذکریا قتل کئے گئے، چہار شنبہ کے دن قوم فرعون پر عذاب منڈلانے لگا چہار شنبہ کے دن اللہ تعالیٰ نے قارون کو زمین میں دھنسا دیا۔ چہار شنبہ ہی کے دن حضرت ایوب کا مال و متاع اور اولاد سب جاتی رہی، چہار شنبہ کے دن حضرت یوسف داخل زندان کئے گئے، چہار شنبہ ہی کے دن اللہ نے فرمایا **انا دمرناهم وقومهم اجمعين** (ہم نے ان کو اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کردیا) (یعنی قوم صالح کو) سورۂ نمل ۔ آیت نمبر ۵۱ چہار شنبہ کے دن ایک بہت زبردست چنگھاڑ نے لوگوں کو ختم کردیا۔ چہار شنبہ کے دن صالح کے ناقہ کو پے کردیا گیا، چہار شنبہ کے دن ان لوگوں پر پتھروں کی بارش ہوئی۔ چہار شنبہ ہی کے دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے مبارک زخمی ہوا اور ان کے دندان مبارک شہید ہوگئے چہار شنبہ کے دن عمالقہ تابوت سکینہ چھین لے گئے۔

پھر سائل نے اور دنوں کے متعلق دریافت کیا کہ ان میں کون سا کام کرنا چاہیئے تو حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ سنیچر کا دن مکرو فریب کا دن ہے، اتوار درخت لگانے اور عمارت کی بنا کا دن ہے، پیر سفر و طلب کا دن ہے، منگل جنگ اور خونریزی کا دن ہے، بدھ (چہار شنبہ) منحوس دن ہے، اس کو لوگ برا سمجھتے ہیں۔ جمعرات امراء و سلاطین کے پاس جانے کا دن ہے اور حاجتوں کے پورا ہونے کا دن ہے، جمعہ شادی کا پیغام اور نکاح کا دن ہے۔

(۴۵) بیان کیا مجھ سے علی بن حاتم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابراہیم بن علی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد انصاری نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے حسن بن علی علوی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو حکیم زاہد نے مصر میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن عبداللہ نے مکہ میں انہوں نے کہا کہ جس وقت حضرت امیر المومنین بیت اللہ الحرام کے صحن سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور اس کی نماز کی تعریف کی اور پھر کہا اے شخص تو اپنی نماز کی تاویل اور اصل مطلب بھی جانتا ہے؟ اس نے عرض کیا اے بہترین خلق خدا کے ابن عم کیا اس حکم اور تعبد کے سوا نماز کی کوئی تاویل اور کوئی مطلب بھی ہے؟ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا اے شخص سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی کوئی حکم دے کر مبعوث کیا اس حکم میں کچھ متشابہ اور اس کی تاویل و تنزیل بھی ہے اور یہ تعبد کی بنا پر ہے پس جو شخص اپنی نماز کی تاویل اور اصل مطلب کو نہ سمجھے تو اس کی نماز کل کی کل دھوکا ہے ناقص ہے نامکمل ہے۔

(۴۶) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ سے انہوں نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے انہوں نے سلیمان بن سفیان سے انہوں نے صباح حذاء سے انہوں نے یعقوب بن شعیب سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ مجھ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ بتاؤ کہ تم لوگوں کے لئے شدید ترین کون لوگ ہیں؟ میں نے عرض کیا تمام لوگ، میں آپ نے اپنے سوال کا اعادہ کیا تو میں نے پھر وہی کہا کہ تمام لوگ۔ آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے نہیں معلوم، فرمایا۔ ابلیس نے ان لوگوں کو پکارا انہوں نے اس پر لبیک کی اس نے ان لوگوں کو حکم دیا ان لوگوں نے اس کی اطاعت کی اور اس نے تم لوگوں کو پکارا مگر تم لوگوں نے اس کی پکار پر لبیک نہیں کہا تم لوگوں کو اس نے حکم دیا تم لوگوں نے اس کی اطاعت نہیں کی اس لئے اس نے تم لوگوں کے خلاف سب لوگوں کو ابھارا۔

(۴۷) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے انہوں نے محمد بن عمر بن یزید سے انہوں نے حماد بن عثمان سے انہوں نے عمر بن یزید سے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک بدوی (دیہاتی) عورت نبی صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی اس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ایک کو گود میں اٹھائے ہوئے تھی اور دوسرا پاؤں پاؤں چل رہا تھا۔آنحضرتؐ نے ایک روٹی دے دی اس عورت نے اس روٹی کے دو ٹکڑے کئے اور آدھا اس کو اور آدھا اس کو دے دیا اور آنحضرتؐ نے فرمایا۔ بچوں والی عورتیں بہت مہربان اور رحمدل ہوتی ہیں اگر ان میں لہو لعب کی کثرت نہ ہو ان میں سے جتنی نماز گزار ہیں وہ جنت میں جائیں گی۔

(۴۸) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی سے انہوں نے حرب سے انہوں نے بنی اسد کے ایک بزرگ سے جن کا نام عمرو تھا انہوں نے ذریح سے انہوں نے ابی عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگوں کا ایک اونٹ بیمار ہو گیا اور اس وقت ہم لوگ بنی سلیم کے تالاب پر تھے تو ایک غلام نے کہا اے آقا اس کو ہمیں نحر کر دوں انہوں نے کہا نہیں مگر جب وہاں سے چل کر چار میل اور آگے بڑھے تو انہوں نے کہا اے غلام اتر پڑو اور اس کو نحر کر دو اس لئے کہ اس کا گوشت درندوں کا کھانا میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے بہ نسبت اس کے کہ اس کو یہ دیہات کے کافر اعراب کھائیں۔

(۴۹) اور اس ہی اسناد کے ساتھ عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی سے روایت کی گئی ہے اور انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے عبد اللہ بن فضل سے انہوں نے اپنے ماموں محمد بن سلیمان سے انہوں نے ایک شخص سے اور اس نے محمد بن علی سے روایت کی کہ انہوں نے محمد بن مسلم سے کہا اے محمد بن مسلم تم اپنی طرف سے لوگوں کو دھوکے میں نہ رکھو اس لئے کہ اس کے ذمہ دار تم ہو گے وہ لوگ نہ ہوں گے۔ اور تم اپنے دن اس طرح نہیں گزار سکتے اس لئے کہ تمہارے ساتھ وہ بھی جو اس کا شمار رکھتا ہے اور کسی نیکی کو جو تم کر رہے ہو اسے چھوٹا نہ سمجھو اگرچہ تمہیں دیکھنے میں اچھی نہیں لگتی مگر تم وہ نیکی کر گزرو اس لئے کہ پرانے گناہ جو سرزد ہوئے اس کے پیش نظر چھوٹی چھوٹی نیکیوں سے زیادہ سہل الحصول اور اس سے زیادہ ضرورت اور کسی چیز کی نہ ہوگی۔

(۵۰) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی سے انہوں نے حسن بن حسین سے انہوں نے شیبان سے انہوں نے جابر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے پاس آئے جو چاہ زمزم سے ڈول کھینچ رہے تھے آپ نے فرمایا۔ تم لوگ بہت اچھا کر رہے ہو اگر مجھے اس کا ڈر ہوتا کہ تم لوگ اس کام پر قابو نہ پاسکو گے تو میں بھی تم لوگوں کے ساتھ ڈول کھینچتا اچھا اب ایک ڈول نکالو۔ ان لوگوں نے ڈول نکالا اور آپ نے اس میں سے تھوڑا پانی پیا۔

(۵۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے غفاری سے انہوں نے بنی جعفر بن ابراہیم سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مفتون اور جنونی لوگوں کے ساتھ جنگ جدال سے پرہیز کرو اس لئے کہ ہر مفتون اور جنونی اپنی مدت کے اختتام تک اپنی دلیلیں پیش کرتا رہتا ہے اور جب اس کی مدت ختم ہو جاتی ہے تو وہی اس کا فتنہ اور جنون اسے آگ میں جلا ڈالتا ہے۔

(۵۲) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن خالد سے انہوں نے عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے عبد اللہ بن فضل سے انہوں نے اہل کوفہ کے ایک بزرگ سے انہوں نے اپنے نانا سے جن کا نام سلیمان بن عبد اللہ ہاشمی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن علی کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے آپ نے ان لوگوں کے خطاب کر کے کہا۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت اختیار کرو۔ اس لئے کہ وہ تم لوگوں کو اپنی نعمتوں سے بہرہ ور کرتا ہے اور اللہ کی وجہ سے مجھ سے بھی محبت کرو اور میری وجہ سے میرے قرابتداروں سے بھی محبت کرو۔

(۵۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے روایت کرتے ہوئے ہیثم بن ابی مسروق نہدی سے انہوں

نے حسن بن محبوب سے انہوں نے عبدالرحمن بن حجاج سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ ایک طبیب نصرانی کے پاس جاؤں تو کیا اسے سلام کروں اور اس کے لئے دعا کروں؟ فرمایا ہاں مگر تمہاری دعا اس کو کوئی نفع نہیں پہنچائے گی۔

(۵۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے علی بن الحسین جعفر ضبی سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے بعض بزرگوں سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ میں اپنے عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس شخص کو تم نے قتل کیا ہے اگر وہ ایک چشم زدن کے لئے بھی اس کا اقرار کرتا کہ میں اس کا خالق اور اس کا رازق ہوں تو میں تمہیں عذاب کا مزہ چکھاتا مگر میں نے تم کو صرف اس لئے معاف کر دیا کہ اس نے میری خالقیت و رزاقیت کا ایک چشم زدن کے لئے بھی اقرار نہیں کیا تھا۔

(۵۵) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے عثمان سے انہوں نے حسن بن بشار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ان جناب سے حضرت آدم کی جنت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ دنیا کی جنتوں میں سے ایک جنت تھی جس پر سورج اور چاند طلوع ہوتے تھے اگر وہ جنت خلد میں ہوتے تو اس میں سے تا ابد نہ نکلتے۔

(۵۶) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے سہل بن زیاد سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے حسن بن علی سے انہوں نے یونس بن حسین بن عمر بن یزید سے انہوں نے اپنے باپ اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے ان جناب سے دریافت کیا کہ جب اولاد یعقوب نے اپنے باپ یعقوبؑ سے درخواست کی کہ وہ اس امر کی اجازت دیدیں کہ یوسف کو اپنے ساتھ لیجائیں تو انہوں نے یہ کیوں کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ تم لوگ اس سے غافل رہو اور اسے کوئی بھیڑ کھا جائے؟ تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت یعقوبؑ نے اجازت نہ دینے کا قریب قریب وہی سبب بیان کیا جو حضرت یوسفؑ کے معاملہ میں وہ لوگ سبب و عذر پیش کرنے والے تھے۔

(۵۷) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد سے انہوں نے علی بن حکم سے انہوں نے سیف بن عمیرہ سے انہوں نے داؤد بن فرقد سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ناصبی اور مرتد کے قتل کے متعلق پوچھا آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا اس کا خون حلال ہے۔

(۵۸) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن حسن صفار سے انہوں نے اس حدیث کی اسناد کو یاد نہیں رکھا ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شب معراج میں آسمان کی طرف لے جایا گیا تو میرے پسینہ کا ایک قطرہ ٹپک پڑا اور اس سے گلاب کا پھول روئیدہ ہو گیا اور وہ گلاب سمندر میں گرا تو ایک طرف سے ایک مچھلی اس کو لینے کے لئے جھپٹی اور ایک طرف سے ایک دعموص جھپٹا (یہ ایک پانی کا کیڑا ہے) مچھلی نے کہا یہ میرا ہے اور دعموص نے کہا یہ میرا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایک ملک کو بھیجا کہ وہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دے تو اس ملک نے اس گلاب کے دو ٹکڑے کر دیئے نصف مچھلی کے لئے اور نصف دعموص کے لئے۔ میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا اسی لئے تم دیکھتے ہو کہ گلاب کی پانچ پنکھڑیاں ہوتی ہیں دو پنکھڑیوں کا پچھلا حصہ مچھلی کی دم جیسا ہوتا ہے اور دو پنکھڑیوں کا حصہ دعموص سے مشابہ اور ایک پنکھڑی آدھی مچھلی سے مشابہ اور آدھی دعموص سے مشابہ ہوتی ہے۔

(۵۹) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد سے روایت

کرتے ہوئے علی بن حکم سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا اس شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے جو حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دیتا ہے؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اس کا خون مباح ہے اگر گردنیں کٹنا عام نہ ہو جائے۔ میں نے عرض کیا اس سے عام کیسے ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ کافر کے عوض مومن قتل ہونے لگیں گے۔

(۶۰) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے ابراہیم بن اسحٰق سے انہوں نے عبداللہ بن حماد سے انہوں نے عبداللہ بن سنان سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا ایسا کوئی ناصبی نہیں جو ہم اہلبیت سے دشمنی و عداوت رکھے چنانچہ تمہیں کوئی شخص ایسا نہیں ملے گا جو یہ کہے کہ میں محمدؐ اور آل محمدؐ سے بغض رکھتا ہوں۔ بلکہ ناصبی وہ ہے جو تم لوگوں سے دشمنی اور بغض رکھے یہ جانتے ہوئے کہ تم لوگ ہمیں دوست رکھتے ہو اور ہمارے شیعہ ہو۔

(۶۱) بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عبداللہ رازی نے روایت کرتے ہوئے علی بن سلیمان بن راشد سے وہ اس حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ اوپر لے گئے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام تک کہ آپ نے فرمایا کہ فرقہ مرجیہ اندھا محشور ہوگا اور اس کا امام بھی اندھا ہوگا تو غیر امتوں کے لوگ پوچھیں گے کہ کیا امت محمدؐی کے لوگ اندھے ہوتے ہیں؟ تو میں ان سے کہوں گا یہ لوگ امت محمدؐ میں نہیں اس لئے کہ ان لوگوں نے بہت کچھ بدل دیا اور خود بھی بدل گئے انہوں نے بہت سی چیزوں کو متغیر کیا اور خود بھی متغیر ہو گئے۔

(۶۲) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے محمد بن احمد سے اور انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے فضل بن کثیر مدائنی سے انہوں نے سعید بن ابی سعید بلخی سے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ یہ مخلوق جب بھی نماز پڑھتی ہے تو ہر نماز کے وقت اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔ میں نے عرض کیا یہ کیوں؟ میں آپ پر قربان۔ فرمایا اس لئے کہ یہ لوگ ہمارے حق سے انکار کرتے ہیں اور ہم لوگوں کی تکذیب کرتے ہیں۔

(۶۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر احمد بن ابی عبداللہ نے انہوں نے ابی جوزا سے انہوں نے حسین بن علوان سے انہوں نے عمرو بن خالد سے انہوں نے زید بن علی سے انہوں نے اپنے آبائے کرام سے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک زنخے کو مسجد رسول میں دیکھا تو فرمایا اے وہ شخص کہ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے تو اس مسجد سے باہر نکل جا۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں کے مشابہ ہوتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کے مشابہ ہوتی ہیں۔

(۶۴) اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو یہ ہر شے سے زیادہ نجس اور گندے ہیں۔

(۶۵) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک زنخا مسجد میں آیا اور اس نے آنحضرت کو سلام کیا۔ آپؐ نے اسے جواب سلام دیا۔ پھر آپؐ فوراً زمین پر منہ کے بل ہو کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے لگے۔ پھر فرمایا میری امت کے ایسے لوگ جس امت میں بھی ہوں گے ان پر قبل قیامت عذاب نازل ہوگا

(۶۶) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد برقی سے انہوں نے محمد بن یحییٰ سے انہوں نے حماد سے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا میں آپ پر قربان ہمارے

اصحاب میں سے کچھ لوگ خصی (جن کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہو) ہیں وہ پاکدامن اور عبادت گزار ہیں مگر بہت بدمزاج ہیں جلد غصہ آجاتا ہے؟ فرمایا اس لئے کہ ان لوگوں کے نہ کوئی بچہ پیدا ہوا اور نہ انہوں نے کسی عورت سے ہم بستری کی۔

(۶۷) اور ان ہی اسناد کے ساتھ برقی نے اور انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ اس حدیث کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہنچایا ہے کہ ایک مرتبہ ان جناب سے مرد خصی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ایسے شخص کے متعلق سوال مت کرو جس کو نہ کسی مومن نے پیدا کیا اور نہ وہ کسی مومن کو پیدا کرے گا۔

(۶۸) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے عبداللہ بن جعفر سے انہوں نے مسعدہ بن زیاد سے انہوں نے حضرت امام جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے آبائے کرام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک چور تمہیں چھوڑے رہیں تم بھی انہیں چھوڑے رہو کیونکہ ان کے کتے بہت شدید اور ان کی چھین جھپٹ کیکتی کی ہوتی ہے۔

(۶۹) اور ان ہی اسناد کے ساتھ حضرت جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مروان بن حکم کا بیان ہے کہ جب بصرہ میں ہم لوگوں نے شکست کھائی تو جن لوگوں نے ثبوت پیش کئے ان کے اموال ان کو واپس کر دیئے گئے اور جن کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا ان سے حلف لے کر ان کے اموال واپس کئے گئے۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے کہا یا امیرالمومنین یہ سب مال غنیمت اور قیدی ہم لوگوں میں تقسیم کر دیجئے۔ جب اکثر لوگ یہی مطالبہ کرنے لگے تو آپ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ تم میں سے کون شخص ام المومنین کو اپنے سہم میں لینے کے لئے تیار ہے؟ یہ سن کر لوگ اپنے اس مطالبے سے باز آئے۔

(۷۰) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے معاویہ بن حکیم سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابان بن عثمان سے انہوں نے یحییٰ بن ابی العلاء سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام جنگ نہیں کرتے تھے۔ جب تک کہ سورج نہ ڈھل جائے اور فرمایا کرتے کہ اس وقت آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں توبہ قبول ہوتی ہے اور فتح و نصرت نازل ہوتی ہے اور فرمایا کرتے کہ یہ وقت رات سے زیادہ قریب ہے اس طرح لوگ کم قتل ہوں گے فاتح کی واپسی ہوتی ہے اور شکست خوردہ چھٹکارا پاتا ہے۔

(۷۱) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے ابن مغیرہ سے انہوں نے سکونی سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی ابن ابی طالب کے سامنے گروہ حروریہ (خارجیوں کا ایک گروہ) کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا اگر یہ لوگ اپنے گروہ کے ساتھ امام عادل کے مقابلہ کے لئے خروج کریں تو ان سے جنگ کرو۔ اور اگر یہ امام جابر (ظالم) کے ساتھ خروج کریں تو تم ان سے جنگ نہ کرو اس لئے کہ اس طرح ان لوگوں کو کچھ کہنے کا موقع ملے گا۔

(۷۲) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمن سے انہوں نے حضرت امام ابوالحسن سے راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ جناب سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان آپ کے دوستداروں میں سے ایک شخص کو یہ اطلاع ملی کہ فلاں آدمی جہاد کے لئے ایک تلوار اور ایک گھوڑا دے رہا ہے تو وہ اس کے پاس پہنچا اور یہ دونوں چیزیں اس نے لے لیں۔ پھر اپنے اصحاب سے ملا تو اسے لوگوں نے بتایا کہ ان لوگوں کے ساتھ ہو کر جہاد کے لئے جانا جائز نہیں۔ یہ دونوں چیزیں واپس کر آؤ۔ وہ گیا اور اس آدمی کو تلاش کیا مگر وہ نہیں ملا اور اسے بتایا گیا کہ وہ یہاں سے چلا گیا۔ آپ نے فرمایا اب اس کو چاہئے کہ وہ سرحد پر لشکر کے پڑاؤ میں رہے اور جنگ نہ کرے۔ عرض کیا گیا کہ جیسے قزوین و دیلم و عسقلان یا اس کے مانند کوئی اور؟ فرمایا ہاں۔ عرض کیا گیا کہ وہاں جہاد

کرے؟ فرمایا نہیں مگر اس وقت جب کہ مسلمانوں کے بال بچوں پر کوئی آنچ آنے کا خوف ہو؟ کیا تمہارا خیال ہے کہ اگر بالفرض روم والے مسلمانوں پر حملہ کریں تو ان کا پیچھا کرنا اس کے لئے مناسب نہیں ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا لشکر کے پڑاؤ پر رہے مگر جنگ نہ کرے اور اگر اسلام اور مسلمین کے لئے کوئی خطرہ ہو تو جنگ کرے یہ جنگ اپنے لئے ہوگی بادشاہ کے لئے نہ ہوگی۔ میں نے عرض کیا اور اگر دشمن وہاں پہنچ جائے جہاں لشکر گاہ میں اس کا قیام ہے تو پھر کیا کرے؟ فرمایا پھر اسلام کے دفاع کے لئے جنگ کرے ان لوگوں کے لئے جنگ نہ کرے اس لئے کہ اگر اسلام ختم ہو گیا تو ذکر محمدؐ بھی ختم ہو جائے گا۔

(۷۳) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین نے روایت کرتے ہوئے ابن محبوب سے انہوں نے ابراہیم حارثی سے انہوں نے ابی بصیر سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ ہم لوگوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے۔ شیعوں کے دولتمندوں اور اغنیاء کا تذکرہ کیا تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے ہم لوگوں سے ان دولتمندوں کے متعلق جو کچھ سنا وہ آپ کو برا معلوم ہوا۔ اور فرمایا اے ابو محمد جب کوئی مومن دولتمند ہو رحمدل ہو رحم کرتا ہو۔ اپنے اصحاب کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہو جو کچھ وہ نیک کاموں میں صرف کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر اس کو دو مرتبہ دے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے **وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفی الا من امن وعمل صالحا فاولئک لھم جزاء الضعف بما عملوا وھم فی الغرفات امنون** (یاد رکھو تمہارے مال اور تمہاری اولاد میں یہ صلاحیت نہیں کہ تم کو ہماری بارگاہ میں مقرب بنا دیں مگر جس نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کئے ان لوگوں کے لئے تو ان کی کارگزاریوں کی دوہری جزا اور وہ لوگ بہشت کے جھروکوں میں اطمینان سے رہیں گے) سورۂ سبا۔ آیت نمبر ۳۷۔

(۷۴) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے یعقوب بن یزید سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے منصور بن یونس سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر میرا بندہ مومن اپنے دل میں کوئی تکلیف نہ محسوس کرتا تو میں کافروں کے سر پر سونے کی پگڑیاں باندھ دیتا۔

(۷۵) بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے محمد بن احمد سے انہوں نے موسیٰ بن عمر سے انہوں نے ابن سنان سے انہوں نے ابن سعید قماط سے انہوں نے عمران سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ فرما رہے تھے کہ اگر کوئی شخص ایک نظریہ میں تمہارے داہنے جانب (یعنی تمہارا ہم خیال) ہو اور پھر وہ بدل کر تمہارے بائیں جانب (یعنی مخالف) ہو جائے تو اس سے سوائے اچھائی کے اور کچھ نہ کہو اور نہ اس سے برأت کا اظہار کرو تاکہ تم اس سے پھر وہی باتیں سنو جو تمہارے داہنے جانب رہتے ہوئے کہا کرتا تھا۔ اس لئے کہ انسانوں کے قلوب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں وہ جس طرف چاہتا ہے الٹتا پلٹتا رہتا ہے لمحہ بھر میں اس طرح اور لمحہ بھر میں اس طرح اور بندہ کبھی کبھی توفیق خیر سے محروم ہو جاتا ہے۔

○ مولف کتاب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ ارشاد کہ اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی دو راستوں کے درمیان ایک خیر کی راہ اور ایک شر کی راہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی انگلیاں نہیں ہیں اور وہ اپنی مخلوق کے مشابہ ہونے سے کہیں بالاتر ہے۔

(۷۶) ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے محمد بن احمد سے اور وہ اس حدیث کو اسی اسناد کے ساتھ اوپر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہنچاتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اگر کسی بندۂ مومن کو زمین پر ایک درخت بھی مل جائے یا ایک مٹھی خاک بھی مل جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک ایسے شخص کو بھیج دیتا ہے جو اس سلسلہ میں اس سے تنازع اور جھگڑا کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کے لئے دولت باطل میں کوئی حصہ نہیں رکھا ہے۔

(۷۷) اور ان ہی اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے محمد بن احمد سے اور انہوں نے روایت کی ہے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے اس سے جس نے ان سے اس کا تذکرہ کیا اور اس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ مومن سے اس امر کا عہد لے لیا ہے کہ اس کی بات قبول نہ کی جائے۔ اس کا کہا نہ مانا جائے گا وہ اپنے دشمن سے انصاف نہیں پائے گا اس کا غم و غصہ کبھی ٹھنڈا نہ ہو گا جب تک کہ وہ اچھی طرح ذلیل و رسوا نہ ہو اس لئے کہ مومن کے منہ کو لگام دیدی گئی ہے۔

(۷۸) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی سے انہوں نے احمد بن محمد سے انہوں نے حماد بن عثمان سے اور انہوں نے ابو بصیر سے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو سورج اور چاند یہ دونوں انتہائی خوبصورت بیل کی شکل میں حاضر بارگاہ الٰہی ہوں گے تو ان کو مع ان کی پرستش کرنے والوں کے جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ اس لئے کہ ان دونوں کی پرستش کی جارہی تھی اور یہ اس پر معترض نہیں ہوئے راضی تھے۔

(۷۹) بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے نضر بن سوید سے انہوں نے موسیٰ بن بکر سے انہوں نے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی راوی کا بیان ہے کہ آپ جناب نے قول خدا **ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتا** (بیشک نماز مومن پر پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے) سورۃ النساء ۱۰۳ کے متعلق فرمایا کہ کتاباً موقوتا کا مطلب یہ ہے کہ وہ واجب تحریر کر دی گئی ہے۔ اگر اس کا مطلب وہ ہو کہ جو وہ لوگ کہتے ہیں تو پھر اس کا مطلب یہ ہو گا کہ حضرت سلیمان داؤد ہلاکت اور گناہ میں پڑ گئے جبکہ انہوں نے نماز کو یہاں تک موخر کر دیا کہ آفتاب پردے میں چھپ ہو گیا اور غروب ہو گیا۔ اس لئے کہ اگر وہ غروب سے پہلے پڑھ لیتے تو وقت کے اندر ہوتا اور عصر کی نماز اتنی طویل نہیں کہ پڑھتے پڑھتے آفتاب غروب ہو جائے۔

(۸۰) بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمہ اللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن سعد آبادی نے روایت کرتے ہوئے احمد بن ابی عبداللہ برقی سے انہوں نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن جعفر نے روایت کرتے ہوئے اپنے بھائی حضرت موسیٰ بن جعفر سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن الحسین علیہم السلام سے آپ نے فرمایا کہ حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ مناسب نہیں کہ جس کے ساتھ چاہو اٹھو بیٹھو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **اذا رایت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہٖ واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین** (جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں میں بیہودہ بحث کر رہے ہیں تو تم ان کے پاس سے ٹل جاؤ یہاں تک کہ وہ لوگ اس کے سوا کسی اور بات میں بحث کرنے لگیں اور اگر ہمارا یہ حکم تمہیں شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھنا) سورۃ انعام۔ آیت نمبر ۶۸ اور تمہارے لئے یہ بھی مناسب نہیں کہ جو چاہو کہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولا تقف مالیس لک بہ علم** (اور جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو) سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۳۶ نیز رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرماتا ہے جو اچھی بات کرتا ہے اور فائدہ اٹھاتا ہے یا چپ رہتا ہے تو سلامت رہتا ہے اور تمہارے لئے یہ بھی مناسب نہیں کہ جو چاہو سن لو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا** (بیشک کان، آنکھ اور دل ان سب کی (قیامت کے دن) لازماً باز پرس ہو گی) سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۳۶۔

(۸۱) میرے والد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے احمد بن محمد

سیاری سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبداللہ بن مہران کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حنان بن سدیر نے روایت کرتے ہوئے اپنے باپ سے انہوں نے ابی اسحاق لیثی سے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ فرزند رسول یہ بتائیں کہ ایک صاحب بصیرت مومن جب کہ اس کی معرفت حد درجہ تک پہنچ جائے اور کامل ہو جائے تو کیا وہ زنا کرتا ہے؟ فرمایا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہ لواطہ کرتا ہے؟ فرمایا خدا کی قسم ہرگز نہیں میں نے عرض کیا پھر کیا وہ چوری کرتا ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا تو پھر کیا وہ شراب نوشی کرتا ہے؟ فرمایا نہیں میں نے عرض کیا پھر کیا ان گناہان کبیرہ میں سے کوئی گناہ کبیرہ یا ان فواحش میں سے کسی فحش کام کا مرتکب نہیں ہوگا؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کیا اچھا تو پھر وہ کوئی گناہ کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں مگر وہ مومن گناہ گار اور لائق ملامت ہوا۔ میں نے عرض کیا ملامت شدہ کے کیا معنی؟ فرمایا جس گناہ پر اس کی سرزنش اور تنبیہ کردی جائے گی اور اس پر کوئی الزام یا کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ میں نے عرض کیا سبحان اللہ یہ تو عجیب بات ہے کہ وہ زنا نہیں کرتا۔ لواطہ نہیں کرتا۔ چوری نہیں کرتا۔ شراب نہیں پیتا کوئی گناہ کبیرہ نہیں کرتا کسی فحش کام کا مرتکب نہیں ہوتا۔ فرمایا اللہ کے کام سے تعجب نہ کرو وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو کرتا ہے اس پر اس سے باز پرس کرنے والا کوئی نہیں بلکہ بندوں سے باز پرس کی جائے گی۔ پھر فرمایا اے ابراہیم تمہیں کس بات پر تعجب ہے تم اور پوچھو اور پوچھنے سے باز نہ آؤ اس میں شرم نہ کرو اس لئے کہ ایسے علوم کی تعلیم کسی متکبر یا تعلیم حاصل کرنے سے شرمانے والے کو نہیں دی جاتی۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول میں آپ کے شیعوں میں ایسے لوگوں کو پاتا ہوں جو شراب پیتے ہیں رہزنی کرتے ہیں ڈاکہ مارتے ہیں لواطہ کرتے ہیں سود کھاتے ہیں اور بہت سے فواحش کا ارتکاب کرتے ہیں۔ نماز، روزہ اور زکوٰۃ کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اعزاء و اقرباء سے قطع رحم کرتے ہیں گناہان کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ تو یہ کیا ہے اور ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا اے ابراہیم کیا اس کے علاوہ کوئی اور بات بھی تمہارے دل کو کھٹکتی ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں فرزند رسول اس سے بھی بڑی ایک بات ہے؟ فرمایا اے ابو اسحاق وہ کیا؟ میں نے عرض کیا فرزند رسول میں آپ کے دشمنوں اور ناصبیوں میں سے ایسے لوگ بھی پاتا ہوں جو نماز بھی کثرت سے پڑھتے ہیں۔ روزہ بھی زیادہ رکھتے ہیں زکوٰۃ بھی نکالتے ہیں۔ پے در پے حج و عمرہ بھی بجالاتے ہیں جہاد کے بھی خواہشمند رہتے ہیں لوگوں کے ساتھ نیکی اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم بھی کرتے ہیں اپنے بھائیوں کے حقوق بھی ادا کرتے ہیں اور اپنے مال سے ان کی مدد بھی کرتے ہیں شراب خوری و زنا و لواطہ و دیگر فواحش سے اجتناب بھی کرتے ہیں تو پھر یہ سب کیا ہے اور کیسے ہے؟ فرزند رسول میرے لئے اس کو وضاحت سے بیان فرمائیں اور اس پر کوئی دلیل و برہان ہے تو وہ بھی بتائیں۔ اس لئے خدا کی قسم میں اکثر اسی فکر میں رہتا ہوں راتوں کو نیند نہیں آتی تو میں اس کو سوچتے سوچتے تنگ آگیا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سب سن کر امام محمد باقر علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا اے ابو ابراہیم جو کچھ تم نے پوچھا ہے اس کا شافی جواب لے لو یہ اللہ تعالیٰ کے علم و اسرار کے خزانوں میں سے ایک پوشیدہ علم ہے اچھا اب یہ بتاؤ کہ ان دونوں گروہوں کا اعتقاد تم کیسا پاتے ہو؟ میں نے عرض کیا فرزند رسول میں آپ لوگوں سے محبت کرنے والوں کو اور آپ لوگوں کو شیعوں کو ایسا پاتا ہوں کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی ساری دنیا کا سونا اور چاندی دیا جائے اور کہا جائے کہ وہ آپ لوگوں کی دوستی اور محبت ترک کردے آپ کے اغیار کی محبت اور دوستی اختیار کرے تو وہ اس سے باز نہیں آئے گا خواہ اس کی ناک پر تلوار ماری جائے اور اسے قتل کیا جائے وہ آپ لوگوں کی محبت اور ولایت سے نہیں ہٹے گا۔ اور ناصبیوں کو ہم ایسا پاتے ہیں کہ باوجود یہ کہ وہ بڑے روزے اور نماز والے ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اگر ان کو مشرق و مغرب کے درمیان کا تمام سونا اور چاندی دیا جائے اور کہا جائے تم ان طاغوتوں کی محبت و مواصلات کو ترک کرکے آپ لوگوں کی محبت اختیار کرو وہ ہرگز اس کے لئے تیار نہ ہوں گے وہ اپنے اعتقاد پر اڑے رہیں گے خواہ ان کی ناک پر تلوار ماری جائے اور انہیں قتل کیا جائے وہ اپنے اعتقاد سے نہیں پھریں گے وہ ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک آپ حضرات کی منقبت اور آپ لوگوں کے فضائل کو سنتا ہے تو منہ بناتا ہے اور اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے اور اس کے چہرے سے ناگواری ظاہر ہوتی ہے محض اس لئے کہ وہ آپ لوگوں سے بغض

رکھتا ہے اور اپنے طاغوتوں سے محبت کرتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سن کر امام محمد باقر علیہ السلام پھر مسکرائے اور فرمایا اے ابراہیم اسی جگہ تو وہ ہلاک ہوگئے۔ **عاملة ناصبة تصلىٰ ناراً حامية تسقىٰ من عينٍ آنية** (عمل کرنے والے ناصبی دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے اور انہیں ایک کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی پلایا جائے گا) سورۃ الغاشیہ۔ آیت نمبر ۵/۴/۳ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **وقدمنا الى ما عملوا من عمل فجعلنٰه هباءً منثوراً** (ان لوگوں نے دنیا میں جو کچھ نیک کام کئے ہیں ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے تو ہم ان کو گویا اڑتی ہوئی خاک بنا کر برباد کر دیں گے) سورۃ فرقان۔ آیت نمبر ۲۳ وائے ہو تم پر اے ابراہیم تمہیں نہیں معلوم اس کا سبب اور اس کا قصہ کیا ہے اور لوگوں سے یہ بات پوشیدہ کیوں رکھی گئی ہے؟ میں نے عرض کیا فرزند رسول آپ ہی اس کی تشریح بہ دلائل بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اے ابراہیم اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے عالم اور قدیم ہے اور اس نے اشیاء کو پیدا کیا مگر کسی شے سے پیدا نہیں کیا جس کا یہ خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو کسی شے سے پیدا کیا وہ کافر ہے اس لئے کہ وہ شے جس سے یہ تمام اشیاء خلق ہوئی ہیں وہ قدیم ٹھہرے گی اور اللہ کی ازلیت و حقیقت میں شریک سمجھی جائے گی اور وہ شے بھی ازلی ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو بلا کسی شے کے پیدا کیا اور جن چیزوں کو اللہ نے بلا کسی شے کے پیدا ان میں سے ایک پاک و طیب زمین پیدا کی اور اس میں شیریں پانی کے چشمے نکالے اور اس پر ہم اہلبیت کی ولایت اور محبت پیش کی اس نے اس کو قبول کیا اس زمین پر پانی سات دن تک پھیلا رہا اس کے بعد وہ پانی سمٹ کر ایک جگہ تھم گیا تو اس میں سے کچھ صاف و شفاف مٹی لی اور اس کو ائمہ طاہرین کی طینت کے لئے مخصوص کیا اس کے بعد اس کے نیچے سے تلچھٹ غیر شفاف اور ثقیل مٹی لی اور اس سے ہمارے شیعوں کو پیدا کیا اور اگر تم لوگوں کی طینت اسی حالت پر چھوڑ دیتا جیسا کہ ہم لوگوں کی طینت کو اس نے چھوڑ دیا تو ہم لوگ اور تم لوگ ایک ہی چیز ہوتے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول پھر اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں کی طینت کے ساتھ کیا کیا؟ آپ نے فرمایا اے ابراہیم میں ابھی بتاتا ہوں۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک مترود، گندی، بدبودار زمین خلق کی اور اس میں سے کھاری، سڑا ہوا اور نمکین پانی ڈالا اور اس پر ہم اہلبیت کی ولایت کو پیش کیا اس نے قبول نہیں کیا تو وہ پانی اس پر سات دن تک بہا تا رہا یہاں تک وہ زمین کل کی کل اس میں ڈوب گئی پھر وہ سارا پانی سمیٹ کر ایک جگہ جمع ہو گیا اس میں سے کچھ مٹی لی اس سے دنیا کے سارے سرکش اور ان کے سردار پیدا کئے پھر تم لوگوں کی اس ثقیل مٹی سے اس کو مخلوط کر دیا اور اگر ان لوگوں کی طینت کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور تم لوگوں کی طینت سے اس کو نہ ملاتا تو وہ لوگ نہ کلمہ شہادتین پڑھتے نہ نماز پڑھتے نہ روزہ رکھتے نہ زکوۃ دیتے نہ حج کرتے نہ لوگوں کی امانتیں ادا کرتے ان لوگوں کی صورت تم لوگوں کی صورت کے مشابہ ہوتی اور ایک مومن کے لئے یہ بھی بہت گراں ہے کہ وہ اپنے دشمن کی صورت کو اپنی صورت کے مشابہ دیکھے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول پھر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں طینتوں کو کیا کیا؟ آپ نے فرمایا ان دونوں کو ملایا اور پہلے اور دوسرے پانی کو ڈال کر خوب گوندھا اس طرح ملایا جس طرح چمڑے کی مالش کی جاتی ہے پھر اس میں سے ایک مٹھی لی اور کہا یہ جنت میں جائیں گے۔ اور ہمیں پرواہ نہیں اور دوسری مٹی اٹھائی اور کہا یہ جہنم میں جائیں گے اور ہمیں پرواہ نہیں پھر ان دونوں کو مخلوط کیا تو اس طرح مومن کی طینت کافر کی طینت سے مس ہوئی اور کافر کی طینت مومن کی طینت سے مس ہوئی اور اب جو تم ہمارے شیعوں میں زنا، لواطہ، ترک نماز و ترک صوم و ترک حج و ترک جہاد اور خیانت یا گناہان کبیرہ دیکھتے ہو تو ناصبیوں کی طینت سے مس ہونے کا اثر ہے اور وہ عنصر ہے جو ان میں مل گیا ہے اس لئے کہ ناصبیت کی طینت و عنصر گناہ کا ارتکاب اور آلودہ فواحش و کبائر ہونا ہے۔ اور تم جو ناصبیوں میں یہ پابندی نماز و روزہ و زکوۃ و حج و جہاد و نیکی کے اقسام دیکھتے ہو وہ ان میں مومن کی طینت و عنصر کی وجہ سے ہے جو اس میں مخلوط ہو گئی ہے اس لئے مومن کی طینت کی خاصیت نیکی کرنا خیر و خیرات کرنا گناہوں سے اجتناب ہے۔ پس جب یہ کل کے کل اعمال اللہ کے سامنے پیش ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ میں عادل ہوں جور نہیں کرتا منصف ہوں ظلم نہیں کرتا میں حکم ہوں ناانصافی اور کسی کی جانب داری نہیں کروں گا کسی پر زیادتی نہیں کروں۔ ان تمام برے اعمال کو جو مومن سے سرزد ہوئے ہیں ناصبیوں کی طینت سے ملحق کر دو اور جتنے نیک اعمال ہیں جو ناصبیوں سے کئے ہیں وہ سب

طینت مومن سے ملحق کردو اور ان سب کو ان کی طرف پلٹا دو اس لئے کہ میں اللہ ہوں نہیں ہے کوئی اللہ میرے سوا میں ہر پوشیدہ اور چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا ہوں میں اپنے بندوں کے دلوں کا بھید جاننے والا ہوں اور میں ظلم و زیادتی نہیں کرتا اور خلقت سے پہلے میں نے جس کو پہچان لیا ہے اُسی پر الزام رکھتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا اے ابراہیم اس آیت کو پڑھو میں نے عرض کیا فرزند رسول کس آیت کو؟ آپ نے فرمایا قرآن کی اس آیت کو **قال معاذ الله ان ناخذا لا من وجدنا متاعنا عنده انا اذاً لظالمون** (حضرت یوسف نے کہا معاذ اللہ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ہم نے جس کے پاس اپنی چیز پائی ہے اسے چھوڑ کر دوسرے کو پکڑ لیں اگر ایسا کریں گے تو ظالم قرار پائیں گے) سورۃ یوسف۔ آیت نمبر ۷۹) اس کا ظاہری مطلب تو وہی ہے جو تم سمجھتے ہو مگر خدا کی قسم اس کا باطنی مطلب بعینہ یہی ہے۔ اے ابراہیم قرآن کا ایک ظاہر ہوتا ہے ایک باطن۔ ایک محکم ہوتا ہے ایک متشابہ۔ ایک ناسخ ہوتا ہے اور ایک منسوخ۔ پھر فرمایا اچھا اے ابراہیم ایک بات بتاؤ جب آفتاب طالع ہوتا ہے اور اس کی شعاعیں ساری دنیا میں پھیلتی ہیں تو یہ شعاعیں کیا آفتاب کے قرص سے جدا ہوتی ہیں میں نے عرض کیا طلوع ہوتے وقت تو جدا ہوتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ جب آفتاب غروب ہونے لگتا ہے تو وہ شعاع قرص آفتاب کی طرف سمٹتی ہیں تاکہ اس کی طرف پلٹ جائیں میں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے فرمایا بس اسی طرح ہر شے اپنی سنخ اپنے جوہر اور اپنی اصل کی طرف پلٹتی ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ناصب کی سنخ و طینت مع اس کے ثقل و بوجھ کے مومن سے نکال لے گا اور وہ ناصب سے ملحق کر دیگا اور مومن سنخ و طینت سے اس کے تمام حسنات و ابواب خیر و اجتہاد کے نکال کر مومن سے ملحق کر دے گا کیا تم اس کو ظلم و زیادتی سمجھتے ہو؟ میں نے عرض کیا نہیں اے فرزند رسول۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اسی کا نام قضا، و فیصلہ اور حکم قطعی اور بین بین عدل ہے اللہ جو کرتا ہے اس سے پوچھا نہیں جائے گا بندوں سے پوچھا جائے گا اے ابراہیم یہی حق ہے تمہارے رب کی طرف سے تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا یہ ملکوت کا حکم ہے میں نے عرض کیا فرزند رسول حکم ملکوت کیا ہے فرمایا خدا کا حکم اس کے انبیاء کا حکم اور حضرت خضر و حضرت موسیٰ کا قصہ یاد کرو جب انہوں نے ان کی صحبت اختیار کی تو حضرت خضر نے کہا تم میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکو گے اور اس پر کس طرح صبر کر سکتے ہو جو تمہارے احاطہ علم میں نہ ہو۔ اے ابراہیم اسے سمجھو اور عقل میں لاؤ کہ حضرت موسیٰ نے خضر پر اعتراض کیا اور ان کے افعال کو درست نہ سمجھا تو حضرت خضر نے ان سے کہا اے موسیٰ میں نے یہ سب کچھ اپنی طرف سے نہیں کیا ہے بلکہ حکم خدا سے کیا ہے۔ اے ابراہیم تم پر واضح ہو قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے جو تواتر کے ساتھ اللہ کے احکام ہم لوگوں تک پہنچاتا ہے جو اس میں سے صرف ایک کو رد کردے گا اور وہ کافر و مشرک ہو جائے گا اور اللہ کے فرمان کو رد کر دے گا۔

لیثی کا بیان ہے کہ میں چالیس سال سے ان آیات کو پڑھ رہا ہوں لیکن آج کے سوا کبھی نہ سمجھا تھا میں نے عرض کیا فرزند رسول یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ کے دشمنوں کے اعمال نیک آپ کے شیعوں کو عطا کر دئے جائیں گے اور آپ کے محبین کے گناہ آپ کے دشمنوں کے ذمہ کر دیے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی اللہ نہیں وہ دانوں کو شگافتہ کرنے والا ہے اور ہر ذی روح کو پلنے والا ہے اور زمین و آسمان کا خالق ہے میں نے تمہیں حق کی ایسی بات بتائی ہے اور سچ کے سوا کچھ نہیں بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر ظلم نہیں کیا ہے اور نہ اللہ بندوں پر ظلم کرتا ہے جو باتیں میں نے تمہیں بتائی ہیں وہ سب قرآن میں موجود ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا بعینہ یہی قرآن میں موجود ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ بات قرآن میں تیس سے زیادہ مقامات پر مذکور ہے کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں وہ آیات پڑھ کر سناؤں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں اے فرزند رسول۔ آپ نے فرمایا اچھا سنو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **وقال الذین کفروا للذین امنوا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطٰیکم وما هم بحملین من خطٰیهم من شئی انهم لکٰذبون ولیحملن اثقالهم واثقالاً مع اثقالهم** اور لوگوں نے جو کافر ہو گئے ان لوگوں سے کہا جو ایمان لائے کہ ہمارے راستے کی پیروی کرو اور ہم ضرور تمہاری

خطاؤں کو اپنے ذمہ لے لیں گے حالانکہ وہ ان کی خطاؤں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں۔ یقیناً وہ جھوٹے ہیں اور اپنے بوجھ تو ضرور اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ کئی اور بوجھ بھی) سورۂ عنکبوت۔ آیت نمبر ۱۳ / ۱۲ اے ابراہیم مزید کوئی اور آیت پڑھوں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں اے فرزند رسول۔ تو آپ نے یہ آیت پڑھی **لیحملوا اوزارھم کاملۃ یوم القیامۃ ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم الا ساء ما یزرون** (تاکہ قیامت کے دن وہ اپنے گناہوں کے پورے بوجھ اور جن لوگوں کو انہوں نے بے جا گمراہ کیا ان کے گناہوں کے بوجھ بھی انہیں اٹھانے پڑیں گے۔ ذرا دیکھو یہ لوگ کیسا برا بوجھ اپنے اوپر لادے چلے جا رہے ہیں) سورۂ نحل۔ آیت نمبر ۲۵ فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ کوئی مزید ہدایت بتاؤں میں نے عرض کیا جی ہاں اے فرزند رسول۔ تو آپ نے یہ آیت پڑھی **فاؤلئک یبدل اللہ سیاتھم حسنٰت وکان اللہ غفورا رحیما** (البتہ ان لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور خدا تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے سورۂ فرقان۔ آیت نمبر ۷۰ تو اللہ تعالیٰ ہمارے شیعوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور ہمارے دشمنوں کی نیکیوں کو گناہوں سے بدل دے گا اور میں خدائے ذوالجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہی اس کا عدل اور انصاف ہے اس کے فیصلے کو کوئی رد نہیں کر سکتا اور اس کے حکم کو کوئی پس پشت نہیں ڈال سکتا وہ سننے والا اور جاننے والا ہے اور کیا میں تم سے دونوں طینتوں کے باہم مخلوط کرنے کی بات قرآن سے بیان کروں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں اے فرزند رسول۔ آپ نے فرمایا اچھا اے ابراہیم یہ آیت پڑھو **الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرۃ ہو اعلم بکم اذ انشاکم من الارض** (جو لوگ گناہان صغیرہ کے سوا گناہان کبیرہ سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے رہتے ہیں بے شک تمہارا پروردگار بڑی بخشش والا ہے اور وہی تم کو خوب جانتا ہے جب اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا سورۂ نجم۔ آیت نمبر ۳۲ یعنی طیب مٹی اور سڑی اور بدبودار مٹی سے۔ (**فلا تذکوا انفسکم ہو اعلم بمن اتقیٰ** (تو تم لوگ بھر سے اپنے نفس کی پاکیزگی نہ جتایا کرو جو پرہیزگار ہے اس کو وہ خوب جانتا ہے) سورۂ نجم۔ آیت نمبر ۳۲ اس آیت کے آخری ٹکڑے میں وہ کہتا ہے کہ کوئی تم میں سے کثرت نماز و روزہ و زکوٰۃ و عبادت پر فخر نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تم لوگوں میں سے کون پرہیزگار ہے اس لئے کہ یہ مخلوط ہو جانے کی وجہ سے ہے۔ کیا تمہیں کچھ اور سناؤں اے ابراہیم؟ میں نے عرض کیا جی ہاں اے فرزند رسول۔ تو آپ نے یہ آیت سنائی **کما بداکم تعودون ۝ فریقا ھدی وفریقا حق علیھم الضلالۃ انھم اتخذوا الشیاطین اولیاء من دون اللہ** (جس طرح اس نے تمہیں شروع شروع پیدا کیا اسی طرح دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے اسی نے ایک فرقہ کی ہدایت کی اور ایک فرقہ پر گمراہی سوار ہو گئی ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو سرپرست بنالیا) سورۂ اعراف۔ آیت نمبر ۳۰ / ۲۹ یعنی ائمۂ حق کو چھوڑ کر ائمۂ ظلم و جور کو اپنا سرپرست xx بنایا **ویحسبون انھم مھتدون** وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں اے ابو اسحاق میری اس حدیث کو یاد کر لو اس لئے کہ یہ ہم لوگوں کی بہت روشن احادیث میں سے ہے یہ ہم لوگوں کے سربستہ اسرار اور پوشیدہ خزانوں میں سے ہے اچھا اب واپس جاؤ اور سوائے بابصیرت مومن کے کسی کو اس راز سے آگاہ نہ کرنا اس لئے کہ اگر تم نے اس کو شہرت دی تو تمہاری جان تمہارا اہل اور تمہارے بال بچے سب مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔

الحمد للہ کہ علل الشرائع حصہ دوم کا ترجمہ تمام ہوا

سید حسن امداد صاحب
ممتاز الافاضل (غازی پوری یوپی انڈیا)
۲۷ شوال ۱۴۱۲ھ شب جمعہ بمطابق یکم مئی ۱۹۹۲ء بوقت گیارہ بجے شب
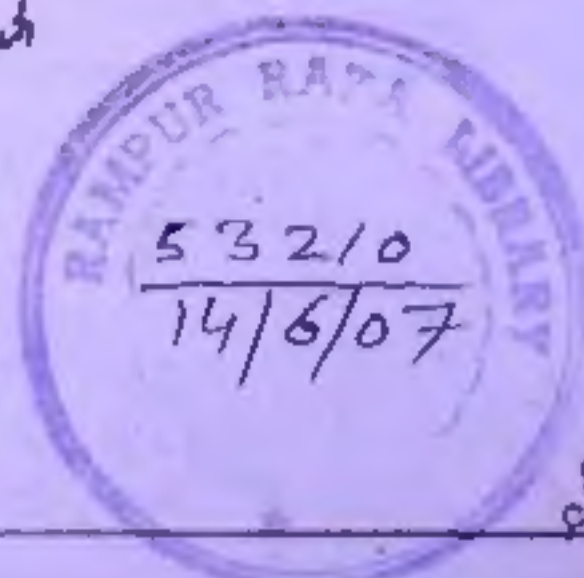
عراق وایران کے سب ہی علماء، اعلام اور تمام
عابدانِ شب زندہ دار اور کل حجاج و زائرین
کرام کے زیر تصرف رہنے والی، جامع و مقبول،

اوراد و وظائف کی کتاب

جو

برسہابرس سے اردو میں نہ ہونے کیوجہ سے
صرف عربی داں طبقہ میں محدود تھی

اور اب اسکو

حجۃ الاسلام والمسلمین رئیس الجامعہ
علامہ **اختر عباس** صاحب قبلہ مدظلہ نے

اردو میں ترجمہ فرماکر مومنین کرام پر احسانِ عظیم فرمایا ہے

سائز: ۱۰×۷½	صفحات ۶۴۰	ھدیہ ۱۱۰/=

ملنے کا پتہ
نظامی پریس بکڈپو۔ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ